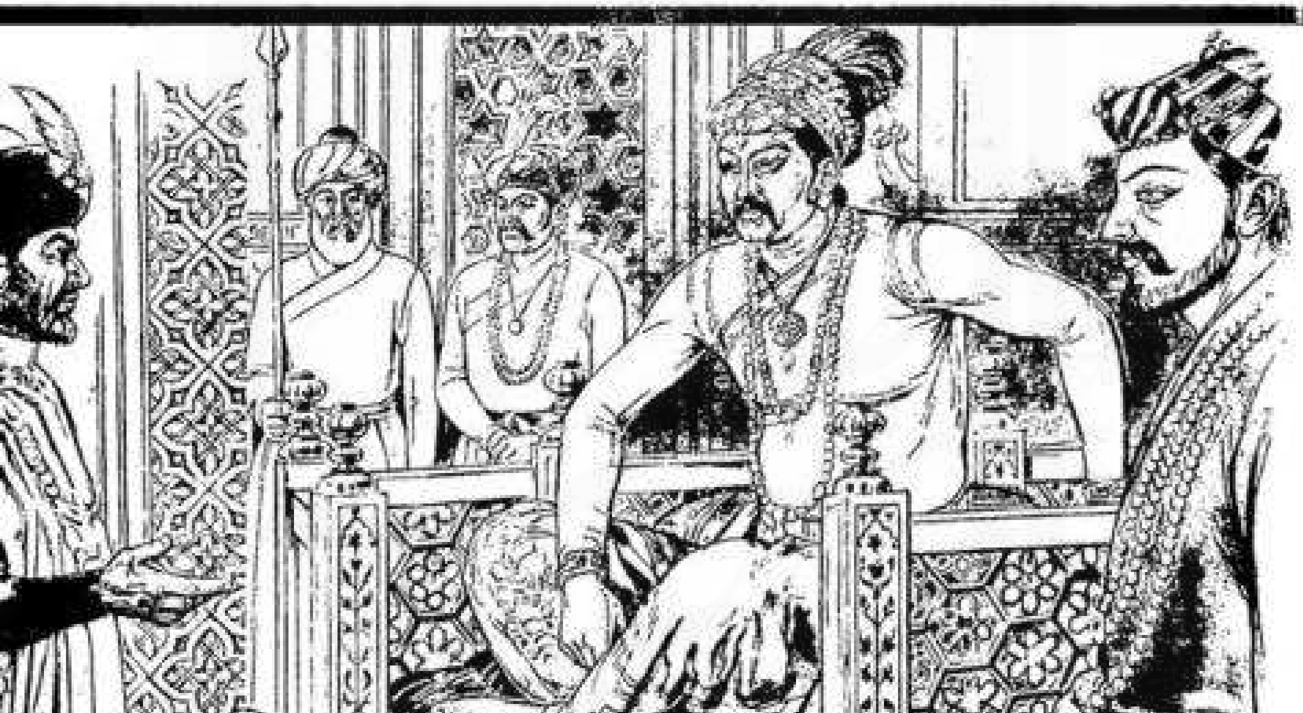
منتخب اللباب

# مغلیہ دورِ حکومت

## خافی خان نظام الملک





نفیس اکیڈمی
اردو بازار، کراچی

منتخب اللباب

# مغلیہ دورِ حکومت

حصہ اوّل

## بابر سے جہانگیر تک

مترجم
محمود احمد فاروقی

مصنف
ہاشم علی خاں
(خافی خاں نظام الملک)

نفیس اکیڈمی
اسٹریچن روڈ - کراچی ۱

اشاعت چہارم ———— ۱۹۸۵ء
مصنف ———— ہاشم علی خاں (خافی خاں نظام الملک)
ترجمہ ———— محمود احمد فاروقی
ایڈیشن ———— آفسٹ
فون نمبر ۲۱۳۳۰۳

# منتخب اللباب (حصہ اول، دوم یکجا) { بابر سے جہانگیر تک، دورِ شاہجہانی

# منتخب اللباب (حصہ سوم، چہارم یکجا) { دورِ اورنگ زیب عالمگیر، شاہ عالم سے ناصر الدین محمد شاہ تک

طابع
نفیس اکیڈیمی۔ کراچی

جلد اول ۱

# فہرس

## پانی پت کی جنگ اور مغل سلطنت کا قیام

# فہرست عنوانات

## منتخب اللباب حصہ دوم — دورِ شاہجہانی

### سنہ ۱۰۳۷ھ تا سنہ ۱۰۶۷ھ

## جلوس کا پانچواں سال

## جلوس کا چھٹا سال



## جلوس کا ساتواں سال

## جلوس کا آٹھواں سال



## جلوس کا نواں سال

گولکنڈہ کی قیمتی انگشتری
اودگیر اور اوسہ کی فتح

## جلوس کا دسواں سال

اجمیر کی زیارت
ساہو بھوسلہ کی اطاعت
مشہور ہاتھی بگھوتی
جشن شاہانہ
اورنگ زیب کی منگنی
شاہجہاں کی بیماری
سکندر اعظم کی غلطیاں
شاہِ ایران کے نام خط
اورنگ زیب کی شادی کا جشن
پرتھی راج کی سرکشی
پرتاپ سنگھ کی بغاوت
قحط سالی اور گرانی
میر جملہ کا انتقال
بگلانہ کا سرسبز علاقہ
تبت کی سنگلاخ سرزمین

## عہدِ شاہجہاں کے مشاہیر

سید محمد رضوی
سید جلال گرامی
سید محمد
میاں میر
ملا شاہ بدخشی
خواجہ خاوند محمود
شیخ ناصر
حیرت انگیز کمالات
ملا میر
شیخ عبدالحق دہلوی
شیخ نور الحق

## جلوس کا گیارھواں سال

شعرا اور چوبدار کے جھگڑے
قندھار پر ایران کا قبضہ
قندھار کی واپسی کی کوشش
علی مردان خاں کے خلاف سازش
سیاوش اور علی مردان خاں
قندھار پر قبضہ
قندھار کی طرف فوجوں کی روانگی
سیاوش کی شکست
علی مردان خاں کا استقبال
قندھار کے دوسرے قلعوں کی تسخیر
آسام پر فوج کشی
شاہ ایران کا سفیر
راجہ گنج سنگھ کی وفات
بگلانہ کا علاقہ
سید عبدالوہاب خاندیسی
عبدالوہاب کا ملیسر پر حملہ

## جلوس کا سولھواں سال

اللہ وردی خاں کی معزولی
لاہور کی نہر کی توسیع
اکبر آباد واپسی
تاج محل کے اوقاف

## جلوس کا سترھواں سال

محمد معظم کی ولادت
اجمیر کی زیارت
اضافے اور ترقیاں
طاعون کی وبا
آگ سے جلنے کا حادثہ
معاش داروں کی بددعا
شہزادی کی صحت یابی
اورنگ زیب کی نظربندی
شاہی دربار میں قتل
راجپوتوں میں اشتعال
راجپوتوں سے خوں ریز لڑائی

## جلوس کا اٹھارواں سال

سپہر شکوہ کی ولادت
مبارز خاں روہیلہ
خان دوراں کی طلبی
امام قلی خاں کی مدد
ایک قیمتی مروارید
بادشاہی جواہر خانہ
مناقب مرتضوی
جشن صحت یابی
اورنگ زیب کو معافی
نذرانے اور انعامات
فقیر کا حیرت انگیز علاج
اورنگ زیب کا احمد آباد پر تقرر
سہرند اور لاہور کی منزل
بلخ پر حملہ کا ارادہ
قندھار کا قلعدار
بادشاہ سلامت کشمیر میں
مراد بخش کو ترقی
بدخشاں کی مہم
ڈل پر چراغاں
خان دوراں کا قتل

## جلوس کا انیسواں سال

اسلام خاں کا دکن پر تقرر
سعد اللہ خاں وزیر اعظم
بلخ کی خانہ جنگی
قلعہ کہمرد پر قبضہ
کہمرد پر دشمن کا قبضہ
بدخشاں کی طرف کوچ
راستہ کی دشواریاں

جلوس کا بیسواں سال

## جلوس کا اکیسواں سال



## جلوس کا بائیسواں سال

## جلوس کا چوبیسواں سال



## جلوس کا پچیسواں سال

## جلوس کا چھبیسواں سال



## جلوس کا ستائیسواں سال



## جلوس کا اٹھائیسواں سال



## جلوس کا انتیسواں سال

# سلاطینِ مغلیہ کا عہدِ زرین

(از چوھدری محمد اقبال سلیم گاھندری)

ہندوستان میں مغلوں کا دور حکمرانی تاریخ ہند کا ایک شاندار مرقع ہے۔ سرزمین ہند کے چپہ چپہ پر مغلوں کے پرشکوہ دور حکمرانی کے انمٹ نشان آج بھی ہم کو اپنے پُرشکوہ ، ماضی کی یاد دلاتے ہیں۔ زمانہ کے تیز و تند انقلابات کے باوجود مغلوں کے سنہری زمانہ کی یادگاریں صدیوں بعد بھی اُسی آب و تاب کے ساتھ درخشاں ہیں۔ دلی کی جامع مسجد اور لال قلعۂ آگرہ کا تاج محل سرزمین ہند میں سلاطین مغلیہ کے تعمیری کارناموں کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔

ہندوستان میں پہلے مغل فاتح ظہیرالدین بابر کا داخلہ مسلمانوں کی تاریخ کا ایک اہم ترین واقعہ ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اگر خانوادہ تیموری کا یہ مہم پسند سلطان ہندوستان کا رخ نہ کرتا تو ہندوستان میں مسلمانوں کا گذشتہ تین سو سالہ اقتدار ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتا۔ مغلوں نے بروقت ہندوستان پہنچ کر مسلم اقتدار کو ہندو گردی کی نذر ہونے سے بچا لیا۔ بابر کے بعد اس کے جانشینوں نے جس بہادری اور شجاعت سے ہندوستان کے ناقابل تسخیر قلعوں کو فتح کیا اور جس حکمت و تدبر سے ایک عادلانہ نظام حکومت کی بساط بچھائی اور جس شان و شکوہ سے انھوں نے ہندوستان کے طول و عرض میں فرماں روائی اور حکمرانی کی داد دی اس نے ثابت کر دیا کہ ہندوستان کی مختلف اللسان اور مختلف الادیان قوموں پر قابو رکھنے اور جزیرہ نمائے ہند کی وسعتوں پر فرماں روائی کرنے کی اہلیت اگر کسی میں تھی تو وہ صرف مغلوں ہی میں تھی اور قدرت نے ان کو حکمرانی کی تمام صلاحیتیں بخشی تھیں۔

مغل وہ واحد حکمران تھے جنھوں نے ہندوستان میں جینے مرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس لئے وہ لوٹ مار غارت گری کر کے نہیں چلے گئے بلکہ انھوں نے اس سرزمین کو اپنا

وطن بنالیا اور اس ملک کی فلاح و بہبود اور یہاں کے باشندوں کی ترقی و اصلاح کے لئے انھوں نے اپنی بہترین صلاحیتوں کو وقف کر دیا۔

افکار و عقائد، علوم و فنون، نظم و نسق اور تہذیب و تمدن میں مغلوں کی ہمہ گیر اصلاحات ناقابل فراموش ہیں اور ان کے تعمیری کارناموں کا ہر دور کے انصاف پسند مورخین نے اعتراف کیا ہے۔

آج ہم اس دورِ حکومت کی مستند ترین تاریخ منتخب اللباب فخر کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ یہ کتاب شاہانِ مغلیہ کے تاریخی ماخذوں میں ایک اہم ترین ماخذ سمجھی جاتی ہے اس سے استفادہ کئے بغیر مغل تاریخ کے ایک بہت بڑے حصہ کو سمجھنا ناممکن ہے اس کتاب میں مغل دورِ حکومت کے ڈھائی سو سالہ واقعات پر ایسا مستند مواد اکٹھا کر دیا گیا ہے جس کی صداقت میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

منتخب اللباب' کا مصنف محمد ہاشم خوافی خاں انصاف پسند راست گو مورخ گذرا ہے جس نے شاہانِ مغلیہ کے قریب رہکر مغل دربار کے ظاہر و باطن کو بچشم خود دیکھا ہے اس نے بڑی عرق ریزی اور تحقیق و جستجو کے بعد یہ اہم ترین تاریخ مرتب کی ہے مصنف کا اندازِ بیان بڑی حد تک غیر جانب دارانہ ہے اس لئے ہم کو اس تاریخ میں بیشتر ایسے واقعات مل جاتے ہیں جن سے دوسرے مورخوں نے صرف نظر کر لیا تھا۔ ان واقعات کی تاویل و تعبیر میں بعض مقامات پر مصنف کے نقطہ نظر سے اختلاف کی گنجائش ہے مگر ان کی تاریخی اہمیت کو نظر انداز کرنا کسی حال میں ممکن نہیں۔ "منتخب اللباب" کا ترجمہ ملک کے ہونہار اسلام پسند ادیب محمود احمد فاروقی کے قلم کا رہونِ منت ہے۔ جنھوں نے ملا عبد القادر بدایونی کی "منتخب التواریخ" اور "نشان حیدری تاریخ ٹیپو سلطان" کا ترجمہ پیش کر کے ملک کے اہل علم طبقہ سے داد تحسین حاصل کی ہے یہ ترجمہ نہایت سلیس اور رواں ہے محمود احمد فاروقی چونکہ زبان و ادب پر کامل دسترس رکھتے ہیں اور تاریخی واقعات پر ان کی نظر گہری ہے اس لئے ان کے اندازِ بیان میں واقعات اس طرح نکھر کر سامنے آجاتے ہیں کہ پڑھنے کا نہیں دیکھنے کا گمان ہونے لگتا ہے۔

اس کتاب کے ترجمہ و اشاعت کے سلسلہ میں ہم ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے شکر گذار ہیں جنھوں نے بڑی تحقیق و کاوش کے بعد اس کا صحیح نسخہ فارسی میں شائع کیا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# ورقے چند

## ہندوستان میں مسلم بادشاہوں کے ابتدائی تین (۳۰۰) سو سال

محمود احمد فاروقی

خافی خان کی تاریخ منتخب اللباب کا آغاز تیمور کے تذکرہ اور فردوس مکانی بابر بادشاہ کے ہندوستان میں داخلہ سے ہوتا ہے۔ اس تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں کی دلچسپی کے لئے ہم ذیل میں محمود غزنوی سے تیمور کے حملہ تک کی تین سو سالہ مسلم تاریخ کا ایک اجمالی خاکہ پیش کر رہے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کے ذہن میں مغلیہ خاندان سے پہلے کی تاریخ کا ایک سلسلہ قائم رہے۔

محمد بن قاسم کے بعد چوتھی صدی عیسوی سے دسویں صدی عیسوی تک ہندوستان کی سرزمین ترک اور افغان قبائل کی ترک تازیوں کا تختۂ مشق بنی رہی۔ یہ فتوحات سلطان محمود غزنوی کے ہندوستان پر حملے سے شروع ہوتی ہیں۔

**ہندو ریاستیں** محمود نے ۳۹۲ھ میں ہندوستان کا رخ کیا اور بہت جلد پنجاب کو وادی ستلج تک فتح کر لیا۔ ملتان اور سندھ کے صوبے بھی غزنی اقتدار کے تحت ہوگئے۔ ہندو ریاستیں وسطی مشرقی اور جنوبی ہند میں بکھری ہوئی تھیں۔ یہ چھوٹی بڑی متعدد ریاستیں تھیں جن پر راجپوت اور دوسرے ہندو خاندان حکمران تھے۔ اس ہندو دنیا کا بیشتر حصہ برہمن مت کا پیرو تھا۔ ہندوستان کے ان راجاؤں میں باہمی رقابت کا جذبہ بہت شدید تھا۔ اشوک اور چندر گپت کے بعد کوئی مرکزیت باقی نہیں رہی تھی اور نہ ایسی طاقتور باا‌ثر شخصیت کا ہندوؤں میں ظہور ہوا جو ان منتشر طاقتوں کو یکجا کر سکتی۔

برہمن۔ پانڈے۔ راجے۔ سپاہی۔ ساہوکار۔ کسان۔ تاجر۔ صناع غرضکہ سب کے سب کسی سیاسی مرکزیت اور نظریاتی وحدت کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک انتشار کے عالم

میں مبتلا تھے۔ عیش و عشرت کا دور دورہ تھا۔ محنت و جفا کشی باقی نہیں رہی تھی اور معاشرتی حالت نہایت تباہ ہو چکی تھی۔ آتم جاتی اور پنچ جاتی کے امتیازات نے پورے سماج کو کھوکھلا کر دیا تھا۔

**غزنوی اور غوری**

ان حالات میں ہندوستان پر ترک مسلمانوں نے حملے کئے۔ ۱۰۲۱ء سے، پنجاب اور سندھ غزنی کے ترک سلاطین کے زیر اقتدار تھے ہی۔ ۱۱۹۳ء میں سلطان محمد غوری نے اجمیر کے راجہ پرتھوی راج کو شکست دے کر اس کی مملکت پر قبضہ کر لیا اور بنگالہ تک اس کی فتوحات کا سلسلہ پہنچ گیا۔ اس کے بعد ۱۱۹۵ء سے ۱۲۰۶ء تک شمالی ہند غزنی اور غور کی ترکی اسلامی سلطنت کا ایک حصہ بنا رہا۔ ۱۲۰۶ء میں قطب الدین ایبک نے دہلی کو مرکز بنا کر ہندوستان میں ایک مستقل اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی قطب الدین کے عہد تک کے حکمرانوں کی مدت حسب ذیل ہے۔

الف :۔ سلاطین غزنی ۔ محمود غزنوی سے خسرو ملک بن خسرو شاہ تک چودہ بادشاہوں نے جن میں غزنوی خاندان کے آٹھ اور سادات غزنی کے چھ بادشاہ شامل ہیں ۳۹۲ھ سے ۵۸۳ھ تک تقریباً دو سو سال حکومت کی۔

ب :۔ غزنویوں کے بعد معز الدین بن سام شہاب الدین غوری کی حکمرانی ۵۶۹ھ سے ۵۹۳ھ تک ۲۵ سال رہی۔

**خاندان غلاماں**

قطب الدین ایبک نے خاندان کی بادشاہت کا آغاز کیا اور ۶۰۲ھ تک حکمران رہا۔ اس کے بعد دس بادشاہوں نے جن میں شمس الدین التمش جیسا عظیم المرتبت بادشاہ سلطانہ رضیہ جیسی جنگجو ملکہ اور غیاث الدین بلبن جیسا منتظم اور اولوالعزم سلطان شامل ہیں۔ ۶۸۹ھ تک تقریباً پون صدی حکمرانی کی۔ خاندان غلامان کا کیقباد ناصر الدین اور شمس الدین کیکاؤس پر خاتمہ ہو گیا۔

خاندان غلامان کے سلاطین سب کے سب زر خرید غلام تھے۔ ترقی کر کے سرداری اور بادشاہی کے رتبے تک پہنچتے رہے۔ ان کے عہد میں مملکت کی وسعت کا دائرہ مشرق میں بنگال تک اور جنوب مشرق میں گجرات کاٹھیاوار تک پہنچ گیا تھا اور وسطی ہند کے اکثر راجہ دہلی کے باج گذار بن گئے تھے۔ اس خاندان کے سب سے بڑے دو کارنامے ہیں۔

اول :۔ ہندوستان میں مستقل اسلامی مملکت کا قیام

دوئم :- وسط ایشیا سے آنے والے چنگیز خانی سیلاب کی روک تھام۔

واضح رہے ۱۲۱۰ء سے ۱۲۳۶ء تک چنگیز خان کے وحشی لشکروں نے وسطی ایشیا، ترکستان، ایران، افغانستان کے ملکوں کو تاخت وتاراج کرکے بے چراغ کردیا تھا۔ اسلامی دنیا میں ہندوستان کی مسلمان مملکت ہی واحد مملکت تھی جس نے چنگیز خاں کے مغل سردار کو اس بری طرح شکست دے کر بھگایا تھا کہ عرصہ تک ان کافر مغلوں کو ہندوستان کا رُخ کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

**خلجی خاندان**

غلاموں کے بعد زمام اقتدار خلجیوں کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ خاندان خلجی کا آغاز جلال الدین بن یغرش خلجی سے ہوتا ہے جس نے ۶۸۹ھ میں خلجی حکومت کی نبیاد رکھی۔ اس خاندان میں چار بادشاہ گذرے۔ قطب الدین مبارک شاہ آخری خلجی بادشاہ ہے جس پر ۷۲۰ھ میں اس خاندان کا خاتمہ ہوگیا۔ خلجیوں نے تقریباً نصف صدی تک حکومت کی۔

خلجیوں کا سب سے بڑا کارنامہ جنوبی ہند کی ہندو ریاستوں کی فتح ہے۔ سلطان علاءالدین نے راس کماری اور رامیشورم تک سارا ملک فتح کرلیا تھا۔ علاءالدین ہندوستان کا وہ پہلا مہم پسند بادشاہ ہے جس کے زیرنگین تقریباً سارا ہندوستان ایک ہی مرکزی اقتدار کے تحت آگیا تھا۔ ایسی مرکزیت اور وسعت علاءالدین کے عرصہ دراز بعد اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں ملتی ہے جو کابل سے راس کماری اور برما کی سرحدوں سے سورت تک کا واحد مطلق العنان بادشاہ تھا۔

مغلوں نے سلطان علاءالدین کے عہد میں ۱۲۹۵ء سے ۱۳۱۶ء تک ہندوستان میں گھسنے کی کوشش کی لیکن سلطان کے لشکر نے ان کو ہمیشہ شکست دے کر بھگا دیا۔

**تغلق سلاطین**

خلجیوں کے بعد تغلق خاندان کے ترک سلاطین حکمراں رہے۔ ان کا آغاز غیاث الدین تغلق شاہ سے شروع ہوتا ہے جس نے ناصرالدین خسرو خان ایک منافق اور غاصب بادشاہ کو شکست دے کر ۷۲۰ھ میں تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ اس کے بعد سات اور تغلق ہندوستان کے تخت پر متمکن ہوتے جن میں محمد شاہ تغلق جیسا ذہین لیکن خونی بادشاہ۔ اور فیروز شاہ تغلق جیسا علم دوست درویش منش عادل اور باہمت سلطان گذرا ہے۔ محمد شاہ تغلق نے کوہستان ہمالیہ کے راستہ چین پر حملہ کا منصوبہ بنایا تھا دہلی کے بجائے دولت آباد دکن کو پایۂ تخت بنایا جس سے دہلی کا شہر ویران ہوگیا تھا۔ تانبے کا سکہ

جاری کیا۔ اس کے وسیع اور دور رس منصوبے ناکام رہے اور وہ تاریخ میں سر پھرا سلطان کہلایا۔ فیروز شاہ تغلق نے نہریں بنوائیں زراعت اور تجارت کو ترقی دی۔ اس کے زمانہ میں رعایا خوش حال ہوگئی اور ملک آباد اس نے سڑکیں بنوائیں اور راستوں کی حفاظت کا انتظام کیا۔ ۸۰۱ھ ۔ (۱۳۹۸ء) میں تیمور کی یلغار نے آخری تغلق بادشاہ محمود شاہ بن محمد شاہ کو تخت سے بے دخل کردیا اور تغلقوں کی جگہ خضر خانی سادات نے لے لی۔

تغلق خاندان تک ہم ترک فاتحین کو فتوحات کرتے زیادہ سے زیادہ علاقوں پر قبضہ کرتے ان علاقوں سے بھاری خراج وصول کرتے یا آپس میں تخت شاہی کے لئے جھگڑتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ تغلق خاندان کے صد سالہ دور میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی مملکت کی بنیادیں مستحکم ہو چکی ہیں۔ اور پچھلی فتوحات کی بارآور فصلیں کاٹی جارہی ہیں اور جس کھیت سے یہ فصل مل رہی ہے اس کو روندنا ہی مقصود نہیں ہے بلکہ اس کی زمین کو کھاد دے کر سیراب کرنا بھی پیش نظر ہے۔

## سید بادشاہ

خضر خانی سید بادشاہوں کا آغاز تیمور کی واپسی کے بعد خضر خاں سے شروع ہوتا ہے جس نے ۸۱۶ھ میں ہندوستان کا اقتدار سنبھال لیا۔ اس کے سلسلہ میں مزید تین بادشاہ گذرے اور آخری بادشاہ علاء الدین بن محمد شاہ پر اس خاندان کا ۸۵۵ھ میں خاتمہ ہو گیا۔

## طوائف الملوکی

ان چار بادشاہوں کا سلسلہ مسلسل انتشار اور افراتفری میں گذرا۔ تیموری حملوں نے سارے ملک کے نظم و نسق کو درہم برہم کر دیا تھا۔ شمال مشرق میں جونپور کے شرقی بادشاہ۔ مغرب میں شاہان گجرات۔ دکن میں بہمنی حکمران۔ مشرق میں شاہان بنگال اور جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے خود مختار ہندو اور مسلمان سرداروں یا راجاؤں کی حکمرانی تھی اور سارا ملک ایک عظیم خلفشار اور طوائف الملوکی میں مبتلا تھا۔ ابتداء میں مذکورہ بادشاہوں کی حیثیت صرف تیمور کے نائبوں کی تھی۔ تیمور کے بعد جب کوئی پرسان حال نہ رہا تو یہ خود مختار بن بیٹھے۔ ان کی مدت حکومت صرف چالیس سال ہے۔

## پٹھان بادشاہ

سادات خاندان سے لودھی قبیلے کے پٹھانوں نے حکومت چھین لی۔ لودھی خاندان میں صرف تین بادشاہ گذرے۔ ایک سلطان بہلول جس نے اس سلسلہ کی بادشاہت ۸۵۵ھ میں قائم کی دوسرا سلطان سکندر جس نے بڑی بیدار مغزی اور دلیری سے فرماں روائی کی اور مملکت کو اس بڑے انتشار سے جس میں وہ مبتلا تھا بچالیا۔ آخری حکمران

ابراہیم لودھی ایک بہت باپ کا بزدل بیٹا تھا۔ ابراہیم لودھی پر سنہ ۹۳۲ھ میں لودھی خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ اس خاندان نے بھی پون صدی سے زیادہ حکومت کی۔

## مغلوں کے حملہ کی اہمیت

سلاطین تغلق کے بعد ہندوستان میں مسلمان مملکت اندر سے مسلسل کھوکھلی ہوتی جا رہی تھی۔ باہمی عداوتوں اور رقابتوں کی وجہ سے اِس میں اتنا دم خم نہیں رہا تھا کہ کسی بیرونی حملہ یا اندرونی انقلاب کو سہار سکے چنانچہ تیموری یلغار نے ہندوستان کی بادشاہت کو دیکھتے ہی دیکھتے سرنگوں کر دیا۔ اب یہ خوش قسمتی تھی کہ تیمور مسلمان تھا اور ہندوستان کے مسلمانوں کو کسی کافر حملہ آور سے دو چار ہونا نہیں پڑا۔ بظاہر دیکھا جائے تو تیمور کا حملہ ایک وحشیانہ یلغار معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس حملہ کا جو سب سے بڑا فائدہ مسلمانوں کو ملا۔ اس پر بہت کم لوگوں کی نظر جاتی ہے اس کو سمجھنے کے لئے ایک سوال کا واقعاتی جواب حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور وہ سوال ہے

"اگر تیمور نہ آتا تو ہندوستان میں کیا صورت حال پیدا ہوتی؟"

تفصیل اور شواہد کا موقع نہیں مختصراً اتنا اشارہ کافی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت دکن کو چھوڑ کر وسطی اور شمالی ہندوستان میں مسلمانوں کی بعینہٖ وہی حالت تھی جو ان ترک فاتحین کی آمد کے وقت یہاں کے ہندوؤں کی تھی جس کا ذکر ہم اس تبصرہ کے آغاز میں کرتے آئے ہیں۔ اب آپ اِس واقعاتی پس منظر میں سوچئے کہ باہر سے اگر تیمور یا کوئی اور مسلمان فاتح نہ آتا تو ہندوستان کے وسطی اور شمالی علاقوں میں کیا ہوتا اس وقت کے حالات ہم کو بجز اِس کے دوسرا کوئی جواب نہیں دیتے کہ پنجاب۔ ملتان اور دہلی تک تو پنجاب کے کھوکھروں کا اقتدار قائم ہو جاتا جو بُت پرست جاٹ تھے اور جن کے ایک سرغنہ جسرت نے دہلی کے بادشاہوں کو تیمور کی واپسی کے بعد بھی مسلسل تنگ کیا۔ اور دوآبہ سے دکن تک گوالیار۔ قنوج۔ بیجے نگر اور راجپوتانہ کے ہندو راجاؤں کا اقتدار قائم ہو جاتا جو اندر ہی اندر مسلمان حکومت کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ دکن میں البتہ مسلمانوں کا اقتدار سلاطین بہمنی اور اُن کے جانشین خاندانوں کی وجہ سے مزید قائم رہتا جو شمال کی نسبت زیادہ طاقت ور اور مستحکم سلطنت کے مالک تھے۔

اس ہندوگردی سے روکنے والی کوئی مسلمان طاقت نہیں تھی اور ڈھائی سو سال بعد ہی یہاں کے فاتح مسلمانوں کی غلامی کے اسباب پیدا ہو چکے تھے اس رسوا کن انجام سے اِن کو صرف

تیمور کے حملہ نے بچا لیا۔ تیمور ی یلغار سے گھات میں لگی ہوئی ہندو طاقت ایک مرتبہ اور مسلمانوں کی ترکتازیوں سے مرعوب ہوگئی اب اس کے سامنے صرف دہلی کے کمزور جھگڑالو بادشاہ نہ رہے بلکہ بحیرۂ احمر کے کناروں سے جمنا کے کنارہ تک کے وسیع علاقوں کو فتح کرنے والی ایک عظیم الشان شخصیت ابھر کر سامنے آگئی۔ جس نے اس کی اٹھتی ہوئی گردن کو اٹھنے سے پہلے ہی نیچے جھکا دیا۔ اس لئے یہ کہنا بجا ہوگا کہ۔ تیمور کا حملہ دراصل مسلمانوں کے خلاف نہیں بلکہ ہندو اقتدار کے دوسرے جنم کے خلاف تھا۔

## "پٹھانوں کا اقتدار کیوں ضروری تھا؟"

تیمور کی واپسی کے بعد جو افراتفری مچی اگر وہ اسی طرح برقرار رہتی اور لودھی خاندان برسرِ اقتدار نہ آتا تو ہندو گردی کا خطرہ جسے تیموری یلغار نے سر سے ٹال دیا تھا۔ دوبارہ رونما ہوجاتا چنانچہ بہلول کے منظر پر آنے سے پہلے ہم کو شمال میں جسرت کھوکھر کی بڑھتی ہوئی جسارتوں قنوج اور گوالیار کے قلعوں میں ہندوستان کے راجاؤں کی پراسرار آمدورفت اور خفیہ ملاقاتوں کا نظارہ دکھائی دیتا ہے۔

لودھی خاندان بلکہ صحیح معنوں میں صرف سکندر بن بہلول لودھی نے اسلامی عظمت واقتدار کی اس گرتی ہوئی عمارت کو اپنے عصائے شاہی پر روک لیا۔

بلا شبہ یہ لودھی خاندان کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے مسلمانوں کی ڈوھلتی ہوئی عظمت کو سلاطین مغلیہ کی آمد تک حفاظت سے سنبھال کر رکھا اور یہ امانت کسی اندرونی ہندوانہ انقلاب میں لٹنے سے بچ گئی۔ اور جب ظہیر الدین بابر نے یہاں آکر مغل سلطنت کی بنیاد رکھدی تو پھر مرہٹوں کے عروج اور انگریزوں کے اقتدار تک یہ سلطنت مسلمانوں کے تمدن وتہذیب کی محافظ اور نگران رہی۔

مجموعی طور پر ان ترک اور پٹھان سلاطین کے تین سو سالہ دورِ حکومت میں ہندوستان کے رہنے والے پہلے کی نسبت زیادہ امن وآرام اور خوش حالی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ یہی وہ سنہری زمانہ ہے جس میں سیدی مولہ اور سلطان الاولیاء حضرت نظام الدین جیسے بزرگوں نے اسلامی تصوف کی روایات قائم کیں اور مسلمانوں میں صحیح دینی جذبات کی پرورش کی۔ ان سلاطین میں سے اکثر صحیح العقیدہ خدا ترس اور نیک بادشاہ تھے۔ انھوں نے اپنی ہندو رعایا

کے ساتھ بھی بڑی رواداری اور انصاف کا سلوک کیا اور ہندوؤں کے مذہب تمدن معاشرت اور رواج سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ ان کے دور میں ہندوستان کی تہذیب و تمدن میں ایک نئی قوت پیدا ہو گئی اور جامد ویدانتی فلسفوں کی جگہ نئے نئے تحریکی نظریوں نے علوم و فنون کی ترقی کے بند دروازوں کو کھول دیا اور ہندوستان ایک نئی وحدانی تہذیب کے دور میں داخل ہو گیا۔

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم !

بے حد[1] و حساب حمد و سپاس خدائے بزرگ و برتر کے لئے
جس نے شاہانِ اقتدار کے زیر سایہ اپنی مخلوق کو امن و امان کی دولت سے بہرہ مند رکھا اور سلاطین باوقار کی شمشیر آب دار کے ذریعہ اکناف عالم میں فتنہ و فساد کی بیخ کنی کے اسباب مہیا فرما دیئے۔

بے شمار و قیاس درود و صلوٰۃ شاہِ رسل خاتم انبیاءؑ کے لئے
کہ آپؐ ہی کے جمالِ جہاں افروز نے ایوان کسریٰ میں تہلکہ برپا کر دیا اور آپؐ ہی کے پرتو کفر سوز نے اصنام کفر و شرک کو روئے زمین پر سرنگوں کر دیا۔

صلوٰۃ و سلام آپ کی اولاد اور آپؐ کے اصحاب کے لئے

سہ
چو صیتش در افواہ عالم فتاد
تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد
بہ "لا" قامت لات بشکست خورد
بہ اعزاز دیں آب عزیٰ ببرد
نہ از لات و عزیٰ بر آورد گرد
کہ توریت و انجیل منسوخ کرد

---

[1] قدیم طرز نگارش میں حمد و صلوٰۃ کا جو انداز تھا اُسے یادگار کے طور پر ہم نے قائم رکھا ہے۔

# آغاز

میری یہ تصنیف سلاطین تیموریہ کے تذکرہ پر مشتمل ہے جو دو سو سال سے ہندوستان پر حکمران ہیں۔ اس کا آغاز فردوس مکانی محمد بابر بادشاہ غازی کے حالات سے ہوتا ہے۔ فردوس مکانی ماوراالنہر میں اپنی تخت نشینی کے بعد تینتیس (۳۳) سال تک فرغانہ، سمرقند، بلخ، بخارا اور کابل پر داد حکمرانی دیتے رہے اور سن نو سو بتیس (۹۳۲ھ) میں انھوں نے ہندوستان بہشت نشان میں علم جہانبانی بلند کیا۔ (اور تیموری سلطنت کی بنیاد رکھی)۔

اس تاریخ کا اختتام "ابوالمظفر ناصر الدین محمد شاہ بادشاہ" کے عہد پر ہوتا ہے۔ جو دو سو سال (قمری) گننے پر تخت تیموری کے چودھویں جانشین ہیں۔

انشاء اللہ اس سلسلۂ عالیہ کی فرمانروائی قیامت تک مسلسل قائم رہے گی۔

محمد ہاشم (ہاشم علی خاں)، خافی خاں (نظام الملک)

# چنگیز خاں کا خاندان ایک نظر میں!

ترکوں کا مورث اعلیٰ "یافث اغلان" تھا کہتے ہیں مشہور بادشاہ "کیومرث" یہی تھا یافث اغلان کی چند پشتوں بعد ایک مشہور بادشاہ "النجہ خاں ثانی" کا نام ملتا ہے جس کے دو بیٹے تاتار خاں اور مغول خاں تھے۔ انہی کی اولاد تاتاری اور مغل کہلائی۔ "قراخاں" مغول خاں کی اولاد میں سے ہے اس بادشاہ سے مغل دو شاخوں میں بٹ گئے۔ ایک سلسلہ میں چنگیز خاں گذرا ہے۔

دوسرے سلسلہ میں "آغزیہ مغل" ہوتے ہیں۔ مشہور توحید پرست بادشاہ "اغز" اسی قراخاں کی اولاد تھا۔

"اغز" سے کئی پشتوں بعد ایک بادشاہ سوغو چین ہے۔ اس کا لڑکا تموچین ہی وہ نامور فاتح ہے جسے چنگیز خاں کے نام سے دنیا یاد کرتی ہے جس نے ایشیا کے ایک بڑے حصہ کو اپنی خونریز یلغاروں سے پامال کر دیا۔

چنگیز خاں کے بیٹے

(۱)۔ تولی خاں (چین کا حکمران)

(۲)۔ چغتا خاں (خراسان، ماوراء النہر اور کابل کا فرماں روا)

(۳) جوجی خاں (بلاد ازبک کا حاکم)

# خانوادۂ چنگیزی

خانوادۂ صاحب قِران (امیر تیمور) کی سلطنت کا تذکرہ کرنے سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس بلند مرتبہ خاندان کے حسب نسب کا مختصراً ذکر کر دیا جائے۔ میں نے یہ حالات مستند تاریخوں سے مرتب کئے ہیں۔

**ترکوں کا مورثِ اعلیٰ**

بعض مورخین کے خیال کے مطابق ترکوں کا جدِ اعلیٰ "ترک بن یافث بن حضرت نوح پیغمبر علیہ السلام" ہے۔ ترک اس کو "یافث اُغلان[1]" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بعض دوسرے مورخین اس شخصیت کو "کیومرث" کا نام دیتے ہیں، اور کہتے ہیں اسی "کیومرث" کے زمانہ میں، کھانے میں نمک ڈالنے، گھاس پھوس سے مکان بنانے، جانوروں کی کھال سے خیمے تیار کرنے اور نرم کھالوں کا لباس بنانے اور پہننے کا رواج ہوا۔ پھر جیسا جیسا زمانہ گذرتا گیا۔ ان ابتدائی صنعتوں میں تصرف و ارتقا ہوتا رہا۔

ترکوں کے مورث اعلیٰ کے بارے میں اگرچہ بہت سے متضاد و مختلف بیانات ہیں تاہم یہ کہا جاسکتا ہے کہ ترکستان میں سب سے پہلا شخص جس نے حکمرانی کا آغاز کیا وہی تھا۔ اس نے دو سو چالیس سال کی عمر پائی۔ تمام ایران و توران کے ترک قبیلوں اور ترک نسل کے حکمرانوں کا نسب اسی سے جا کر ملتا ہے۔ اس زمانہ میں یہ رسم تھی کہ بیٹے کو باپ سے بجز تلوار اور اسلحۂ جنگ کے کوئی اور میراث نہیں ملتی تھی۔

**مغول اور تاتار**

چار یا پانچ واسطوں کے بعد سلطنت کا وارث "النجہ خان[2] ثانی" ہوا۔

---

[1] "اکبر نامہ" میں "اوغلان" لکھا ہے۔ ترکی لغت میں "اوغلن" کے معنے "فرزند" کے ہیں۔

[2] "روضۃ الصفا" اور "حبیب السیر" میں "النجہ خان" لکھا ہے۔

اسی زمانہ میں ترکوں نے شیطان کے بہکاوے میں آکر کفر و شرک کا راستہ اختیار کر لیا۔ پھر اسی حکمران قبیلہ میں دو توام بچے تولد ہوئے۔ ایک کا نام تاتار رکھا گیا اور دوسرے کا نام "مغول"۔ باپ کے انتقال پر موروثی مملکت دونوں بھائیوں میں نصفا نصف تقسیم ہوگئی۔

مغول تخت نشینی کے بعد "مغول خاں" کے لقب سے مشہور ہوا۔ وہ عظیم الشان بادشاہ گذرا ہے۔ فرماں روائی اور آبادکاری میں وہ اپنے آباؤ اجداد سے کئی درجہ بڑھ گیا اور اس نے "مغلستان" کی آبادی کی بنیاد رکھی۔

اکبر بادشاہ عرش آشیانی کے زمانہ میں "مغل" کا لفظ اس قدر عام ہوگیا تھا کہ عجم کے ترک و تاجیک ہی نہیں بلکہ ایران و توران کے سبھی اسی لفظ "مغل" سے پکارے جاتے تھے۔ لیکن اپنے حقیقی معنوں میں "مغل" کا اطلاق صرف "مغل خاں" کے سلسلہ کے ترکوں پر ہی ہو سکتا ہے۔ ہم نے اس لفظ "مغل" کے بارے میں (یہ لفظ قدیم زمانہ میں "واؤ" کے ساتھ (مغول) لکھا جاتا تھا) سلاطین دہلی کے تذکرہ میں تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

### مغل خاں کی اولاد

اسی "مغل خاں" کی اولاد میں سے چنگیز خاں، ہلاکو، چغتا اور امیر تیمور ہیں جن کے مجمل حالات ہم لکھ رہے ہیں۔ بہر حال رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ "مغل خاں" کی اولاد کفر و طغیان میں اس قدر آگے بڑھ گئی کہ اسلام کا نام صفحۂ عالم سے میٹ دینے کے لئے اس نے اپنا پورا زور لگا دیا۔ چنانچہ جہاں جہاں تک مغلوں کے گھوڑوں کے سُم پہنچے وہاں مسلمانوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا گیا اور ان کا پوری طرح قلع قمع ہوگیا۔ جس نے بھی ہرات کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ خراسان کے قصبوں اور ہرات کے اطراف و نواح میں لاکھوں مسلمان انھیں مغلوں کی تلوار کا لقمہ بن گئے۔

الغرض مغل خاں کے چار بیٹے تھے۔ قرا خان سب سے بڑا اور اپنی قوم میں باپ کا صحیح جانشین تھا۔ مغل خاں کے مرنے پر وہی فرماں روا بنا۔ اُس کو اللہ تعالیٰ نے بمصداق آیتہ کریمہ "یخرج الحی من المیت" (وہ بے جان سے جان دار کو پیدا کرتا ہے) ایک فرزند عطا فرمایا۔ یہ بچہ بڑا حسین تھا اور قیافہ سے نیک سرشت معلوم ہوتا تھا۔ نومولود نے پیدا ہونے کے بعد ماں کے دودھ کو منہ نہیں لگایا۔ اس کے لئے دایہ بلائی گئیں۔ مگر اس نے کسی دائی کا دودھ بھی نہیں پیا۔ اس طرح تین دن گذر گئے۔ بچہ کے دودھ نہ پینے سے ماں سخت پریشان اور غم زدہ تھی۔ اس غم میں اس پر خواب و خور حرام ہوگیا تھا۔ ایک دن اسی فکر میں وہ روتے

روتے سو گئی۔ اُس نے خواب میں بیٹے کو یہ کہتے سُنا کہ "جب تک کسی مسلمان کا دودھ نہیں ملے گا میں چھاتی کو منہ نہیں لگاؤں گا"۔ ماں نے کہا "تیرے باپ دادا نے تو ترکستان سے اسلام کے نام کو مٹا دیا ہے"۔ بچے نے کہا اگر تجھے میری زندگی مطلوب ہے تو تو خفیہ طور پر مسلمان ہو جا"۔ اس کی والدہ کے لئے اب بجز اس کے کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ خفیہ طور پہ اللہ کی وحدانیت اور اس عہد کے پیغمبر کی رسالت کا اقرار کر لیتی۔ چنانچہ اس نے یہی کیا اور مسلمان ہونے کے بعد بچہ کو دودھ پلایا اور اس راز کو چھپائے رکھا۔ اس زمانہ میں یہ رسم تھی کہ بچہ کا نام ولادت سے ایک سال گذر جانے پر رکھتے تھے۔ جب وہ سال بھر کا ہو گیا تو نام رکھائی کے لئے ننھیال اور ددھیال کے لوگ جمع ہوئے۔ خدا کی قدرت کہ بچے نے گہوارہ میں سے اپنا نام خود بتا دیا کہ "میرا نام اُغز[1] ہے"۔ چنانچہ اس کا نام "اغز" رکھ دیا گیا۔

## اغز خاں کا اسلامی عہد

جب یہ بچہ سنِ بلوغ کو پہنچا تو چچا کی دو لڑکیوں سے اُس کا عقد کر دیا گیا۔ اختلاف مذہب کو رفع کرنے کے لئے دونوں کو خفیہ طور پر اسلام کی دعوت دی گئی۔ یہ دونوں لڑکیاں تبدیلِ مذہب پر راضی نہیں تھیں۔ اس نے ان دونوں سے موافقت نہیں ہو سکی اس کے بعد چچا کی تیسری لڑکی سے، جو بچپن ہی سے ہم خیال تھی اور دونوں آپس میں محبت بھی رکھتے تھے، اس کا عقد خود اُس کی خواہش پر کیا گیا۔ اغز نے اپنی تیسری بیوی کو خفیہ طور پر مسلمان کر لیا اور اُس سے زیادہ محبت کرنے لگا۔ پہلی دونوں عورتیں رشک و حسد کے مارے اُس کی دشمن بن گئیں اور انھوں نے اغز کے باپ کو حقیقتِ حال سے آگاہ کر دیا۔ بس پھر کیا تھا، باپ بیٹے دونوں میں ٹھن گئی، اور دونوں ایک دوسرے کے مقابلہ پر میدان میں آگئے۔ اس لڑائی میں باپ مارا گیا، اور سلطنت بیٹے کے ہاتھ آگئی اور وہ باپ کی جگہ "اغز خاں" کے لقب سے حکمراں ہوا۔

تخت پر بیٹھنے کے بعد "اغز خاں" نے ماں اور باپ دونوں کے قبیلوں کو جمع کر کے کہا ــ "جو کوئی دینِ اسلام میں میرا موافق اور پیرو ہو گا وہ اس سلطنت میں میرا شریک رہے گا۔ جو کوئی میری رفاقت اور اطاعت کرنا نہیں چاہتا اس کے لئے راستہ کھلا ہوا ہے وہ کسی اور ملک کو

---

[1] ایک اور نسخہ میں "اغر" باقی اور نسخوں میں "اغز" لکھا ہے۔ روضۃ الصفا میں "اغوز" حبیب السیر اور اکبرنامہ میں "اغوز" درج ہے ترکی لغت میں لکھا ہے "اوغوز" تو بادشاہ کا نام ہے اور "اغز" ترکوں کا قبیلہ ہے بہرحال "اغز" قرین صحت ہے۔

چلا جائے ورنہ اس کے اور میرے درمیان فیصلہ کرنے والی چیز صرف تلوار ہوگی۔ اس تقریر پر بہت سارے مغل مسلمان ہو گئے۔ ان کا ایک گروہ قتل کر دیا گیا اور بعض اس سے علیحدہ ہو کر ترک وطن کر گئے۔ اغز خاں نے ستّر سال تک حکومت کی اور اسلام کی اشاعت کے لئے بڑی کوشش کی اور ترکستان کے علاوہ دوسرے اور بہت سارے ملکوں کو فتح کر کے اپنی سلطنت کے دائرہ کو وسعت دی۔

**اغز خاں کی اولاد**

اسی (اغز خاں) کی اولاد میں ایک سلسلہ چنگیز خاں اور صاحب قِران (امیر تیمور) تک پہنچتا ہے اور دوسرا سلسلہ (خاندان) آغریہ پر جا کر ختم ہوتا ہے جو "مغلستان" کے حاکم کہے جاتے ہیں۔ اسی خاندان آغریہ کے چار سردار صاحبقران ثانی (شاہجہاں) کے زمانہ میں چار پانچ ہزار آدمیوں کے ساتھ معہ اہل و عیال مغلستان سے شاہزادہ محمد اورنگ زیب کی خدمت میں آ گئے تھے۔ یہ واقعہ جنگ بلخ کے دوران پیش آیا تھا۔ اس کا ذکر ہم آگے تفصیل سے بیان کریں گے۔ انشاءاللہ۔

مغل خاں کی اولاد کا ایک سلسلہ حسب سابق حکمراں رہا تھا۔ یہ سلسلہ خاندان چغتا کے فرزند ابو سعید مرزا کے عہد تک ترکستان پر حکمران رہا اگرچہ ان کی یہ حکمرانی نہایت ہی غیر مستقل حالات میں رہی۔ غرض چغتا خاندان اور امیر تیمور کا خاندان ایک دوسرے سے علیحدہ ہی رہا۔ یونس خاں پہلا شخص ہے۔ جس نے ان دونوں خاندانوں میں از سرِ نو ربط و تعلق پیدا کیا۔ اس کا سلسلہ چنگیز اور چغتا دونوں سے نسبت رکھتا ہے۔

جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں اغز خاں نے دین اسلام کو رواج دیا تھا مگر چند واسطوں کے بعد ہی ترک قوم اور ترکستان کے حکمران مجوسی قوم کی ضلالتوں کا شکار ہو گئے اور آفتاب پرستی میں ملوث ہو گئے۔

**ایران و توران کی وجہ تسمیہ**

فریدوں نے اپنے ملک کو ........ اپنے تین بیٹوں پر تقسیم کر دیا تھا۔ عراق کا ملک چھوٹے بیٹے ایرج کو دیا تھا۔ اور ماوراءالنہر کا علاقہ منجھلے بیٹے تور کو تفویض کیا تھا۔ ایرج کو تور کے بڑھتے ہوئے تسلط سے حسد تھا۔ ایک دن وہ صلح صفائی کے بہانہ تور سے ملنے گیا مگر تور نے اس کو (اس کی بدنیتی سے واقف ہو کر) قتل کرا دیا۔ ایرج کا پوتا منوچہر تھا وہ اپنے دادا کا انتقام لینے کے لئے فریدوں کی راہنمائی میں روانہ ہوا۔ یہ جنگ اسی طرح پشتہا پشت تک جاری رہی۔ اسی زمانہ

سے ایراور تور کے نام پر عراق کے ماتحت علاقوں کو ایران اور ماوراءالنہر کو توران کہنے لگے۔ اور ایران و توران کے باہمی نزاع زبان زدِ عام ہوگئی۔ اس جنگ کا مفصل تذکرہ فردوسی نے اپنے "شاہنامہ" میں کیا ہے اور دوسرے مورخوں نے بھی اسے بیان کیا ہے۔

مذکورہ واقعات کے بعد سے تیمورتاش تک جو امیر تیمور کے سلسلہ کا انیسواں مورث ہے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال کے واقعات پر پردہ پڑا ہوا ہے ان کا تفصیلی ذکر کسی مورخ کے پاس نہیں ملتا۔

## ترکوں کی آفتاب پرستی کا سبب

ہم نے ذکر کیا تھا کہ ترک قوم آفتاب پرستی میں مبتلا ہوگئی تھی۔ مورخوں نے اس کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ترکوں کے اس سلسلہ میں یلدوز خاں کا بیٹا جولیں[۱] بہادر برسرِ اقتدار آیا۔ جو شجاعت و بہادری میں بے مثال تھا۔ اس کی اولاد میں النقوا[۲] نامی ایک کنواری لڑکی تھی جو نہایت حسین و جمیل اور عفت مآب تھی۔ ایک رات وہ اپنے حجرہ میں آرام کر رہی تھی ابھی اس پر نیند کا غلبہ نہیں ہوا تھا کہ ایک عجیب اور حیرت انگیز واقعہ پیش آیا۔ قادرِ مطلق کی قدرت کہ اس کے حجرہ میں ایک دریچہ سے آفتاب کی شکل میں نور کا ایک دائرہ اندر آیا۔ اور اس لڑکی کے منہ میں (جو حیرت سے کھل گیا تھا) داخل ہوگیا۔ اس حیرت انگیز واقعہ سے لڑکی بڑی پریشان ہوئی اور اس نے یہ بات اپنی ماں اور اپنی سہیلیوں کو بتا دی۔ اس واقعہ کے چند دن بعد حمل ٹھہر جانے کے آثار ظاہر ہوئے۔ وضع حمل ہونے پر اس کے تین لڑکے پیدا ہوئے ان میں سے ایک بوزنجر ہے جو چنگیز خاں کا نواں اور امیر تیمور صاحبقران کا چودھواں دادا ہے۔ اس شخص نے اپنے آپ کو "فرزندِ آفتاب" مشہور کیا اور اسلام سے مرتد ہو کر

---

[۱] منتخب اللباب کے تمام نسخوں میں "جولیس بہادر پسر یلدوز خاں" درج ہے۔ لیکن حبیب السیر میں لکھا ہے کہ آلانقوا جو بوزنجر خاں کی ماں ہے اور یہی وہ عورت ہے جس سے چنگیز خاں اور امیر تیمور گورگان دونوں کا نسب ملتا ہے۔ یلدوز خاں کی نواسی ہے۔ کیونکہ الانقوا ظفر نامہ کی اس روایت کے مطابق جو مقدمہ میں مسطور ہے جو نینہ کی لڑکی ہے اور جو نینہ یلدوز خاں کی بیٹی ہے۔ اکبرنامہ میں جونیہ کو یلدز خان کی بیٹی نہیں بیٹا لکھا ہے۔

[۲] الانقوا کے متعلق ایک روایت یہ ہے کہ وہ پہلے اپنے چچازاد بھائی کی بیوی تھی۔ اور اس سے دو لڑکے ہوئے تھے۔ ایک یلکدی، دوسرا یکجدی۔ اس کے شوہر کے مرنے کے بعد (باقی آئندہ صفحہ دیکھیں)

آفتاب پرستی اختیار کرلی. اس کے سلسلہ کے بیشتر لوگ اپنے اپنے زمانہ کے بادشاہوں کے "وکیل مطلق" (وزیر اعظم) رہے ہیں۔ بعض نے فرماں روائی بھی کی اور ہلاکو کے عہد تک حکمراں رہے۔

**ایک خواب اور اُس کی تعبیر**

کہتے ہیں اس خاندان کے بزرگوں میں دو بھائی تھے[1]۔ بڑے بھائی نے عالم رویا میں مشاہدہ کیا کہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک روشن ستارہ طلوع ہوا پھر اس سے دوسرے اور ستارے نمودار ہوتے اور ہر گھڑی ان ستاروں کی روشنی بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ اس روشنی نے تمام روئے زمین اور آسمان کو گھیر لیا۔ دوسرے بھائی نے بھی یہی خواب دیکھا۔ لیکن بڑے بھائی کے خواب کے مقابلے میں اس کے دیکھے ہوئے ستاروں کی روشنی کم تھی۔ دونوں کے خواب کی تعبیر معبروں نے یہ بتائی کہ بڑے بھائی کی اولاد میں سے ایک عظیم الشان بادشاہ گذرے گا۔ جس کی فرماں روائی کے جھنڈے زمین کے ایک بہت بڑے حصہ پر لہرائیں گے اور صدیوں تک اس کی اولاد میں بادشاہت رہے گی۔ دوسرے بھائی کی اولاد وزارت کے عہدوں پر فائز ہوگی اور تدبر و حکومت میں شہرۂ آفاق رہے گی۔ ان دونوں بھائیوں نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ جس کو بھی سلطنت نصیب ہو وہ اپنی حکومت کی باگ ڈور اور وزارت کا عہدہ دوسرے بھائی کی اولاد ہی کے سپرد کرے گا۔ چنانچہ چنگیزی سلطنت کی صورت میں یہ خواب اپنی تعبیر کو پہنچا اور دوسرے بھائی کی اولاد وزارت پر فائز رہی۔

**چنگیز خاں کی ولادت**

جب حکمرانی کا منصب سوغوچیچین[2] کے ہاتھ آیا تو اللہ تعالیٰ نے

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴ سے آگے۔

بے باپ کے ان تین بچوں کی ولادت کا واقعہ پیش آیا (رشف' روضۃ الصفا حبیب السیر)

[1] ان دو بھائیوں میں سے ایک کا نام قبل خاں تھا اور دوسرے کا قاجو لی بہادر، یہ دونوں تومنہ خاں کے بیٹے تھے جس کا سلسلہ نسب ہے تومنہ خاں بن بایسنقر خاں' بن قایدو خاں بن بوقا خاں بن بوزنجر خاں بن الانقوا۔

[2] حبیب السیر اور اکبرنامہ اور اس اصل کے دو نسخوں میں "سوغوچیچین" ہے اور ایک دوسرے نسخہ میں "سوکی چیچین" ایک اور نسخہ میں "لیسوکی چیچین" ہے روضۃ الصفا میں "سونیچین" تاریخ ابوالفدا کے ترجمہ میں "سوجیجین" لکھا ہوا ہے۔

اس کو ایک لڑکا عطا فرمایا - پیدائش ہی سے اقبال مندی کا ستارہ اس کی پیشانی پر دمک رہا تھا۔ اس کا نام "تموچین" رکھا گیا۔ یہی بچہ آگے چل کر "چنگیز خاں" کے لقب سے مشہور ہوا۔ تموچین تیرہ سال کا تھا کہ اس کا باپ فوت ہو گیا اور انہی چند دنوں میں اس کا چچا سوغوچیچین[1] بھی جو (مدارِ علیہ سلطنت) وزیر تھا مر گیا۔ اور تموچین اپنے باپ اور چچا دونوں کا قائم مقام اور جانشین قرار پایا۔ باپ اور چچا کی وصیت کے مطابق قراچار نویان جو صاحبقران (تیمور) کا پانچواں دادا ہے اور اس وقت سلطنت میں وہی صاحب اقتدار تھا۔ چنگیز خاں کا اتالیق مقرر ہوا تاکہ وہ اسے آدابِ جہانگیری سکھائے اور حکمرانی کی تربیت دے۔ ؎

قراچار و چنگیز ابن عم اند
بکشور کشائی قرین ہم اند[2]

## چنگیز خاں کی حکمرانی

انہی دنوں یعنی ۵۹۹ھ میں روسیوں اور مغلوں کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے اس ملکی نزاع کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں نے ترکستان کے اطراف اپنی الگ الگ حکومتیں قائم کر لیں۔ ان مختلف حکمران قبیلوں میں[3] اکثر فرماں روا گذرے۔

انہی فرماں رواؤں میں ایک اونگ[4] خاں بھی تھا۔ یہی وہ شخص ہے جو چنگیز خاں کا قریبی رشتہ دار تھا۔ پہلے پہل تو وہ چنگیز خاں کا سرپرست اور معاون رہا۔ لیکن بعد میں چنگیز کی غیر معمولی بہادری کو دیکھ کر اور دوسرے حاسدوں کے بہکاوے میں آ کر وہ اس کے قتل کے درپے ہو گیا۔ چنگیز خاں اپنی جان کے خوف سے نکل بھاگا اور ایک کوہستان میں جا کر پناہ لی۔ اونگ خاں نے چنگیز کا تعاقب کیا اور کافی عرصہ تک دونوں ایک دوسرے سے

---

[1] پہلے باپ کا نام بھی "سوغوچیچین" لکھا ہے اب چچا کا بھی یہی نام ہے معلوم ہوتا ہے یہاں چچا کا نام چھوٹ گیا اور غلطی سے باپ ہی کا نام لکھ دیا گیا۔

[2] یہ شعر اصل کتاب کے نسخوں میں سے صرف ایک نسخہ میں ہے۔

[3] ایک نسخہ میں بہتر (۷۲) کی تعداد ہے۔

[4] "منتخب" کے تمام نسخوں میں "اونگ" لکھا ہے مگر "روضۃ الصفا" میں "اونگ خاں" ہے "تاریخ ابوالفدا" کے ترجمہ میں بھی "اونگ" ہے۔ "حبیب السیر" میں "ازنگ" "وصاف" میں "آونک" درج

جنگ کرتے رہے۔ آخر کئی ایک معرکوں کے بعد چنگیز خاں کو فتح حاصل ہوئی پھر اس کا نصیبہ ایسا چمکا کہ وہ اپنے ہم عصر کئی ایک سلاطین پر غالب آیا اور دنیا کے ایک بڑے حصہ پر اپنی حکمرانی کے جھنڈے گاڑ دیئے۔

### چنگیز خاں کے وارث

جب چنگیز خاں کی رحلت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے چار بیٹوں تولی خاں، چغتا خاں، جوجی خاں اور منگو قا خاں[1] کو اپنی سلطنت کے چار حصوں پر حکمران مقرر کر دیا۔ چنانچہ تولی خاں ختا اور زیرباد کے علاقوں پر فرماں روا بنا وہاں اب تک اس کی اولاد حکمراں ہے۔ اُن کا مذہب وہی آفتاب پرستی ہے۔

### ختا (چین) کے رسم و رواج

سورت کی بندرگاہ کے تاجروں اور ایک دو مغلوں کی زبانی جو وہاں حاجب بن کر گئے تھے سننے میں آیا کہ ملک ختا میں وزارت کا عہدہ بالعموم فرنگیوں کو دیا جاتا ہے۔ وہاں کے درباری اپنے بادشاہ کے سامنے دو زانو سجدہ میں رہتے ہیں، بالکل اس طرح جس طرح ہمارے ہاں زمیں بوس کی رسم ہوتی ہے۔ جب بادشاہ ان سے کچھ کلام کرتا ہے تو آدھے اٹھ کر اپنے آقا کو جواب دیتے اور پھر اسی طرح سجدہ میں گر جاتے ہیں۔ وہاں کی سراؤں، بازاروں اور اُن ٹھکانوں پر جہاں پردیسی تاجر اور مسافر ٹھہرا کرتے ہیں، خوبصورت عورتیں اور دوشیزہ کنواری لڑکیاں دلالہ عورتوں کے ساتھ چکر لگاتی رہتی ہیں اور مسافروں کو آواز دے دے کر اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں، جو شخص بھی اُن کی طرف راغب ہوجاتا ہے، وہ اُس کی عمر اور خوبصورتی کے لحاظ سے زرِ مہر بطور ضمانت رکھا دیتا ہے اور اس کو دام دے کر خرید لیتا ہے۔ اگر کوئی مسافر اپنی اس زرخرید بیوی کو راضی کرکے اپنے ساتھ لے جانا چاہے تو اس کو اجازت نہیں ملتی۔ عورت کے ورثا، زبردستی یا حکام کی مدد لے کر آنے روک دیتے ہیں۔ یہاں کے لوگ اکثر سپید رنگ ہوتے ہیں مگر پستہ قد۔ وہاں کی عورتوں اور مردوں کے جسم پر کہیں بال نہیں ہوتے

---

[1] منتخب کے تمام نسخوں میں "منکو" یا "منگوتا خاں" لکھا ہے۔ حبیب السیر اور ترجمہ تاریخ ابوالفدا میں اس کا نام "اوکدائی" درج ہے۔ وصاف، روضۃ الصفا اور طبقات ناصری میں "اوکتائی خان" ہے۔ مورخین کا اتفاق اس پر ہے کہ منکوقاآن "تولی خاں بن چنگیز خاں کا نام ہے۔ بعض مورخین "چغتا خاں" کو "چغتائی خاں" اور "چغتائی خان" اور "تولی خاں" کو "تولوخان" لکھتے ہیں۔ مغل خاندانوں میں "منگوتا خان" نامی کوئی نہیں گزرا۔

صرف سر پر بال ہوتے ہیں۔ البتہ مردوں کی تھوڑی پر چند ایک بال نکل آتے ہیں۔

**چغتائی اور اوزبک**

چنگیز خاں نے خراسان، ماوراء النہر اور کابل کا علاقہ چغتا خاں کو مرحمت فرمایا کہ اب تک ہندوستان جنت نشان جیسے وسیع و عریض ملک پر اس کے خاندان یعنی خانوادۂ تیموری کی فرماں فرمائی جاری و قائم ہے۔ جہاں نورد سیاح اور عالمان تاریخ جانتے ہیں روئے زمین پر کوئی سلطنت ایسی نہیں جو باوجود اس وسعت و اقتدار کے اس قدر خطا پوش اور مہربان ہو یہ تو اسی خانوادہ عالیہ کا مخصوص موروثی شعار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقوام عالم میں سے ہر کوئی اس سایہ گستر حکومت کے زیرِ دامان پناہ لینے چلا آتا ہے۔ بلا تعصب قوم و وطن کہا جا سکتا ہے کہ اس وصف میں چغتا خاں کا خاندان منفرد اور بے مثل ہے۔

دشت قبچاق، بلادِ چرکس اور یلغار پر جوجی خاں کو حاکم بنایا گیا تھا۔ اس کا خاندان "جوجی اوزبکوں" کے نام سے مشہور ہے۔ ماوراء النہر اور سرزمین توران پر زمانہ کے نشیب و فراز کے ساتھ یہی خاندان متواتر حکمران ہے۔ ان کا اجمالی تذکرہ انشاء اللہ چغتائی سلطنت کے بیان میں کر دیا جائے گا۔[1]

چنگیز کی تلوار نے مسلمانوں کے رشتہ حیات کو منقطع کر دیا

اور

مسلمانوں کے دین نے چنگیز کی اولاد کو مسخر و مغلوب بنا لیا۔

---

[1] چوتھے بیٹے "منکو قاآن" کی حکمرانی کا صاحب منتخب نے کوئی ذکر نہیں کیا۔ وجہ یہی ہے کہ چنگیز کا کوئی بیٹا اس نام کا نہیں تھا۔ جیسا ہم لکھ آئے ہیں "تولی خاں بن چنگیز خاں" کا بیٹا "منکو قاآن" گزرا ہے جو خاقان کا حکمران ہوا تھا۔

# امیر تیمور صاحب قِران

ایک برق بے اماں ـــ جس نے شرق سے غرب تک چکا چوند پیدا کردی
ایشیا کا نامور فاتح ـــ جو کئی ایک سلطنتوں کا بانی تھا۔

**ولادت** ـــ بروز منگل ۲۵ شعبان ۷۳۶ھ بمقام شہر سبز (ماوراء النہر)

**تخت نشینی** ـــ ۱۲ ماہ رمضان ۷۷۱ھ ـ عمر ۳۵ سال بمقام بلخ

**فتوحات** ـــ ماوراء النہر، خوارزم، ترکستان، عراقین، خراسان، آذربائیجان فارس، ماژندران، کرمان، خوزستان، دشت قبچاق، مصر، شام، بلاد روم، ہندوستان۔

**مدت حکمرانی** ـــ چھتیس سال

**وفات** ـــ بہ عمر ۷۱ سال ۸۰۷ھ بمقام انزار (سمرقند)

# ولادت اور تخت نشینی

ہم ذیل میں امیر تیمور صاحب قران کی ولادت، حکمرانی اور وفات
کے سلسلہ میں چند ایک باتیں مختصراً بیان کریں گے

امیر تیمور کا سلسلۂ نسب آٹھ واسطوں سے "قاچولی بہادر" کی اولاد میں قراچار نویان سے ملتا ہے جو چغتائی خاں (بن چنگیز خاں) کا اتالیق تھا۔

امیر تیمور کی ولادت ماوراء النہر کے ایک علاقہ "شہر سبز" میں بروز منگل ۲۵ ر شعبان سن سات سو چھتیس (۷۳۶ھ) میں ہوئی۔ امیر تیمور کی ماں کا نام "تگینہ خاتون بیگم" تھا۔

۱۲ ر ماہ رمضان سن سات سو اکہتر (۷۷۱ھ) میں تیمور نے بمقام بلخ تخت سلطنت پر جلوس کیا اس وقت اس کی عمر ۳۵ سال تھی۔ ؎

چو بر مسند سروری پا نہاد
فلک داد تخت سلیماں بہ باد
کفش بحر و تیغش بکف در ستیز
نہنگی و جوہر درو موج ریز

**تیمور کی فیاضی**

اس بادشاہ عالم ستاں کے محاسن و فضائل علو ہمت اور جوہر شجاعت کا شہرہ آفتاب جہاں تاب کی طرح روشن ہے۔ اس دریا دل شہنشاہ کی بخشش کا یہ واقعہ کہ اس نے ایک نشست میں تیس ہزار گھوڑے تقسیم کر دیئے تاریخ کے صفحات پر ثبت ہے۔ جس کی تفصیل مؤرخوں نے لکھی ہے کہ جس سال تیمور نے دہلی کی تسخیر کا ارادہ کیا تھا اور اس کے لشکر کے ایک لاکھ سوار دریائے سندھ پہ پل باندھ کر عبور کر رہے تھے ملتان سے صاحب قران کا پوتا پیر محمد ولد مرزا جہانگیر خدمت میں حاضر ہوا۔ تیمور کو معلوم ہوا کہ

آب و ہوا کی خرابی اور دوسرے چند حادثات کی وجہ سے مرزا کے لشکر میں بے شمار گھوڑے تلف ہوگئے اور اس کا لشکر نہایت بے سر و سامانی کی حالت میں کہ اکثر لوگ پا پیادہ تھے۔ یہاں تک پہنچا ہے۔ امیر تیمور نے اسی وقت تیس ہزار گھوڑے مع ساز و سامان مرزا کو عنایت فرمائے اور حکم دیا کہ ان کو اپنے لشکر میں تقسیم کرا دو۔

## تیمور کی فتوحات

امیر تیمور نے جس سخت کوشی اور جاں فشانی سے دنیا کے ایک بڑے حصہ پر اپنی فتح کے جھنڈے لہرائے۔ جس طرح اس نے بڑے بڑے سرکش بادشاہوں اور بدکردار کو فرول سے کمر و پیہم مقابلے کر کے ان کو سرنگوں کیا اور ہر مرحلہ اور ہر معرکہ سے کامران و سرخ رو نکلا اس کا کوئی جواب ہے نہ مثال۔ اس کی یہ مہمات بجا طور پر سلاطین عالم میں ضرب المثل اور زبان زد عام و خاص ہیں۔ چنانچہ چھتیس (۳۶) سال کی مدت میں تیمور نے ماوراء النہر، خوارزم۔ ترکستان، عراقین، خراسان، آذربائیجان، فارس۔ ماژندران، کرمان، خوزستان، دشت قبچاق، مصر، شام، اکثر بلاد روم اور ہندوستان کا علاقہ پائے تخت دہلی تک فتح کر لیا۔ اپنے مفتوحہ ممالک میں اس نے شکست خوردہ سلاطین کو ہی مامور رکھا۔ البتہ خطبہ و سکہ اپنے نام کا جاری کر دیا۔ تیمور کی یہ ملک بخشی اس کی مہم فتح عالم کا ایک ضمیمہ تھی۔ اس کے بقیہ حالات "ظفر نامہ" میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

تیمور کو اہل بیت کے ساتھ بڑی عقیدت اور اخلاص تھا۔ چنانچہ کہتے ہیں اکثر یہ شعر اس کے ورد زبان رہتا تھا ؎

فردا کہ ہر کسی بہ شفیعی زنند دست

ماییم و دست و دامن آلِ عبا بدست

## تیمور کی وفات

جب تیمور کی عمر ۷۱ سال کی ہوئی تو وہ خطا (چین) پر فوج کشی کے دوران ۸۰۷ھ میں بیمار ہوگیا اور اسی سال شہر اترار میں جو سمرقند سے ۷۶ کوس پر ہے عالم بقا کو کوچ کر گیا۔ سمرقند کی باغ و بہار سرزمین میں اس کی تدفین عمل میں آئی۔ ؎

منازل اے ہمت چنیں کہ چنیں ہم نماند

مدار جہاں ایں چنیں ہم نماند

نہ جم ماند ایں جا نہ نقش و نگیں!

کہ نقش نگیں بر نگیں ہم نماند

تیمور کی تاریخ وفات استاد (؟) کے ان دو شعروں سے نکلتی ہے

سلطان[1] تیمر آں کہ مثل او شاہ نبود
در ہفت صد و سی وشش آمد بوجود
در ہفت صد و ہفتاد و یکے کرد جلوس
در ہشت صد و ہفت کرد عالم پدرود

---

[1] یہ مصرعہ ایک اور نسخہ میں اس طرح ہے؛
تیمور شہ آں کہ مثل او شاہ نبود

# تیمور سے بابر تک

تیمور ۔ ١٣٣٦ء تا ١٤٠٥ء

مرزا میران شاہ ١٣٦٩ء تا ١٤١٠ء

مرزا سلطان محمد ؟ ؟

سلطان ابوسعید مرزا ١٤٢٤ء تا ١٤٦٩ء

عمر شیخ مرزا ١٤٥٦ء تا ١٤٩٤ء

تیمور کا پانچواں جانشین

"فردوس مکانی محمد بابر بادشاہ غازی"

ہندوستان کی سلطنتِ مغلیہ کا بانی

# میرزا میراں شاہ

میرزا میران شاہ امیر تیمور کا تیسرا بیٹا تھا اس سے دو بڑے بھائی جہانگیر مرزا اور عمر شیخ[2] مرزا تھے۔ میراں شاہ کے چھوٹے بھائی کا نام میرزا شاہرخ تھا۔ میرزا میراں شاہ کی ولادت سن سات سو اکہتر ۷۷۱ھ میں ہوئی تھی۔ والد کی زندگی میں آذر بائیجان جو ہلاکو کا پایۂ تخت تھا۔ اس کے زیر حکومت رہا۔ مگر وہ آذربائیجان میں نہیں رہا بلکہ اپنے بڑے بیٹے مرزا ابابکر کو وہاں مقرر کر کے خود تبریز جا کر رہ گیا کیونکہ اس کو تبریز کی آب و ہوا زیادہ موافقت کرتی تھی۔

صاحبقران تیمور کے انتقال کے بعد ابابکر مرزا نے آذربائیجان میں اپنے والد کے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر دیا مگر مرزا میران شاہ ۴۱ سال کی عمر میں، بمقام سردرود تبریز۔ یوسف[1] سے مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا ؎

نشہ سرخوش از جام عشرت کسے
کہ ناخوش نگشت از خمارش بسے

**مرزا سلطان محمد** مرزا میران شاہ کے انتقال کے وقت اس کا ایک بیٹا۔ مرزا سلطان محمد اپنے چھوٹے بھائی مرزا خلیل کے ساتھ سمرقند میں رہتا تھا۔ مرزا میراں شاہ کی رحلت سے پہلے مرزا شاہ رخ کا بیٹا مرزا الغ بیگ امور سلطنت میں زیادہ دخیل تھا مگر میرزا شاہ رخ اپنے بھتیجے مرزا سلطان محمد سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ اپنی فرماں روائی کے دوران وہ اپنے بیٹے مرزا الغ بیگ کو بھی برابر مرزا سلطان محمد کا خیال رکھنے کی تاکید کرتا رہتا تھا

---

[1] منتخب اللباب کے تمام نسخوں میں "یوسف" لکھا ہے مگر دوسرے تمام مورخ اسے "قرا یوسف" لکھتے ہیں۔

[2] واضح رہے "عمر شیخ مرزا" اور "میرزا شاہرخ" نام کے دو لڑکے سلطان ابوسعید مرزا کے بھی ہیں جو بابر کا دادا تھا۔

تھا خود مرزا الغ بیگ کو بھی اپنے چچا زاد بھائی سے بہت محبت تھی۔ اس لئے وہ اس کی ترقی اور بھلائی کے لئے برابر کوشاں رہتا تھا مرزا سلطان محمد کے دو لڑکے تھے سلطان ابو سعید مرزا اور منوچہر مرزا، جب مرزا سلطان محمد مرض موت میں گرفتار ہوا تو مرزا الغ بیگ اس کی عیادت کے لئے آیا اس وقت مرزا نے حالت نزع میں ابو سعید مرزا کا ہاتھ مرزا الغ بیگ کے ہاتھ میں تھما کر اس کے حوالہ کیا اور اس کی سرپرستی کے لئے بہت اصرار اور سفارش کی۔ مرزا الغ بیگ نے مرحوم بھائی کی وصیت کا ہمیشہ خیال رکھا اور سلطان ابو سعید مرزا کو ہمیشہ اپنے سایۂ عاطفت میں جگہ دی وہ بھی بڑے خلوص و محبت کے ساتھ مرزا الغ بیگ کی خدمت میں لگا رہا۔ ایک دن مرزا الغ بیگ کے ایک مصاحب نے کہا "آپ کا چچا زاد بھائی (ابو سعید مرزا) بڑی محبت اور خلوص سے آپ کی خدمت کرتا ہے" مرزا نے جواب دیا "نہیں وہ ہماری خدمت نہیں کرتا بلکہ ہماری صحبت میں آدابِ حکمرانی سیکھتا رہتا ہے"۔

بہرحال سلسلۂ تیموریہ کا تیسرا رکن مرزا سلطان محمد بھی اپنی زندگی گذار کر خالق حقیقی سے جا ملا۔ ؎

چنیں است گردیدن روزگار
سبک سیر بد عہد ناپائیدار

**سلطان ابو سعید مرزا**

ابو سعید مرزا مرزا سلطان محمد کا لڑکا سن آٹھ سو تیس (۸۳۰ھ) میں پیدا ہوا تھا۔ جب زمانہ نے اس کے لئے تگ و تاز کے مواقع پیدا کئے تو اس نے ان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور بخارا میں علمِ بغاوت بلند کر کے اپنے چچا زاد بھائیوں یعنی مرزا شاہ رخ کی اولاد پر غالب آگیا اور ۸۵۵ھ میں تخت موروثی پر جلوس فرمایا۔ بہت ہی کم مدت میں اس کی سلطنت میں ماوراء النہر، بدخشاں، کابل اور غزنی شامل ہوگئے۔ پورے ترکستان میں اس کا سکہ و خطبہ جاری ہوگیا اور ہندوستان کے بعض علاقے بھی اس کے زیر تصرف رہے۔ سلطنت کے آخری ایام میں عراق پر بھی اس کا تسلط ہوگیا تھا۔ ابو سعید مرزا نے پورے اٹھارہ (۱۸) سال بڑی کامیابی سے حکومت کی۔ تیمور کا یہ چوتھا جانشین تھا جو ۴۰ سال کی عمر میں نواح اردبیل میں اوزن حسن ترکمان سے جنگ کرتے ہوئے مارا گیا۔ ؎

بجو درستی عہد از جہان سست نہاد
کہ این عجوزہ عروس ہزار داماد است

## عمر شیخ مرزا

عمر شیخ مرزا مرزا ابو سعید کا چوتھا لڑکا تھا اس کے تین بڑے بھائی سلطان احمد مرزا، سلطان محمد مرزا اور سلطان محمود مرزا تھے اور چار بھائی چھوٹے تھے سلطان مراد مرزا، الغ بیگ مرزا، سلطان خلیل مرزا اور سلطان شاہرخ مرزا۔ عمر شیخ مرزا کی ولادت سنہ ۸۶۰ھ میں بمقام سمرقند ہوئی تھی۔

سلطان ابو سعید مرزا نے عمر شیخ مرزا کو پہلے کابل کی حکومت پر مقرر کیا تھا۔ اس کا اتالیق اور مدار المہام بابائے کابلی کو بنایا تھا۔ جب محل کے مرزاؤں کی شادی کا جشن منعقد ہوا تو اسے بھی کابل سے طلب کیا اور اس کا بھی عقد کرا دیا اور اس مرتبہ اسے سرحد مغلستان پر اندجان اور اودجند کی ولایتوں پر حاکم مقرر کر کے ایک تجربہ کار امیر کی اتالیقی میں رخصت کیا۔

عمر شیخ مرزا نے اندجان اور اودجند کی سرحدوں کا ایسا عمدہ بندوبست کیا کہ مغلوں کو ان مقامات پر حملہ کرنے اور سرحدوں کو عبور کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ یونس خاں ترکستان کا بادشاہ تھا اس کے اور چغتائی بادشاہوں کے درمیان ہمیشہ حالتِ جنگ رہتی تھی کبھی وہ غالب آجاتا تو کبھی یہ۔ اس نے عمر شیخ مرزا کے مقابلہ میں بڑے حیلے اور تدبیریں کیں، جرأت مندی سے حملے کئے مگر عمر شیخ مرزا کی عمل داری پر کبھی غالب نہ آسکا۔

جب سلطان ابو سعید مرزا فوت ہو گیا تو عمر شیخ مرزا نے اپنی تخت نشینی کا اعلان کیا اور تاشکند (تاشقند)، شاہرخیہ اور بہرام[1] پر قبضہ کر لیا۔ مرزا نہایت پاک طینت نیک سرشت، نکتہ سنج آدمی تھا۔ اہلِ کمال کی قدر کرتا تھا۔ شعرا کے ساتھ محفلیں رہتی تھیں۔ اس کو امورِ سلطنت رعیت پروری اور عدل گستری میں یگانۂ روزگار سمجھا جاتا ہے۔ اُس نے چھبیس سال حکومت کی۔ سن آٹھ سو ننانوے (۸۹۹ھ) میں جب کہ اُس کی عمر ۳۹ سال تھی انتقال کیا۔ اس کی وفات کا سبب یہ ہوا کہ وہ ایک مرتبہ کبوتروں کی سیر کے لئے کبوتر خانہ کی چھت پر گیا۔ یہ عمارت اندر ہی اندر کمزور ہو چکی تھی۔ تقدیر خداوندی کہ مرزا کے چڑھنے کے ساتھ ہی عمارت اچانک بیٹھ گئی، اور اس حادثہ میں اُس کا انتقال ہو گیا۔

تیمور کے پانچویں جانشین عمر شیخ مرزا کے چار فرزند تھے۔ جن میں سے دو مرزا

---

[1] اکبر نامہ میں بجائے "بہرام" کے "سہرام" لکھا ہے۔

محمد بابر اور مرزا جہانگیر ہیں۔ اُن کا تذکرہ فردوس مکانی بابر بادشاہ کے حالات زندگی میں تفصیل سے تحریر کیا جائے گا۔ ؎

جہاں و کار جہاں جملہ ہیچ در ہیچ است
ہزار بار من ایں نکتہ کردہ ام تحقیق

---

# فردوس مکانی محمد بابر بادشاہ غازی

| | |
|---|---|
| سلسلہ نسب | بابر ایشیا کے دو مشہور فاتحوں چنگیز خاں اور تیمور کا جانشین اور وارث تھا بابر کی ماں قتلغ نہر نگار خانم چنگیزی سلسلہ میں مغولستان کے حکمران یونس خاں کی بیٹی تھی۔ بابر کا باپ عمر شیخ مرزا تیمور کا چوتھا جانشین اور فرغانہ کا حاکم تھا |
| ولادت | ۶ر محرم ۸۸۸ھ بمقام فرغانہ |
| تخت نشینی | ۹۰۱ھ بمقام فرغانہ |
| مصیبتوں کے تیتس سال | ۹۰۱ھ سے ۹۳۲ھ تک بابر سمرقند، فرغانہ، بخارا، بدخشاں، قندھار اور کابل کے میدانوں میں اپنے ہی عم سے اور ازبکوں سے مقابلہ کرتا رہا کبھی فاتح کبھی مفتوح۔ اس نے یہ تیتس سال گھوڑے کی پیٹھ پر گذار دیئے۔ |
| ہندوستان پر حملے | پہلا حملہ۔ ۹۲۵ھ ساحل اٹک تک |
| | دوسرا حملہ۔ ۹۲۵ھ لاہور، ملتان سرہند تک |
| | تیسرا حملہ۔ ۹۲۶ھ سرہند تک |
| | چوتھا حملہ۔ ۹۳۰ھ دیپال پور لاہور اور پانی پت تک |
| پانی پت کی پہلی لڑائی | تاریخ ۸ر جمادی الآخر بروز جمعرات ۹۳۲ھ |
| | مقابلہ سلطان ابراہیم لودھی اور راجہ بکرما جیت گوالیار کو شکست دی |
| تختِ دہلی پر جلوس | ۱۲ر رجب ۹۳۲ھ |
| رانا سانگا سے جنگ | تاریخ ۱۰ر جمادی الاول ۹۳۳ھ بمقام میدان بیانہ |
| | مقابلہ راجپوتوں اور پٹھانوں کی متحدہ طاقت کو شکست فاش دی۔ |
| وفات | ۹۳۷ھ بہ عمر پچاس سال بمقام آگرہ |
| مدت حکمرانی | ۳۸ سال |

**بلاشبہ وہ ایک جفاکش سخت کوش سپاہی اور بلند ہمت فاتح تھا جس نے اپنی ہر شکست کو فتح سے بدل دیا**

# مغلوں اور چغتائیوں کی نزاع

امیر تیمور صاحبقران کا چھٹا جانشین بابر ہے۔
بابر تیمور کے بعد پہلا فرماں روا ہے جس نے دہلی میں مغل سلطنت کی بنیاد رکھی

---

ہندوستان اور عجم کے مورخ زمانۂ قدیم سے یہ لکھتے آئے ہیں کہ ترکستان جسے مغولستان بھی کہتے ہیں۔ مغلوں کا موروثی ملک رہا ہے۔ واضح رہے مغل سے ہماری مراد "مغل خاں" اور اس کی اولاد ہے۔

جیسا ہم بیان کر آئے ہیں "مغل خاں" اور "چغتا" ایک دوسرے کے بنی اعمام ہیں۔ ان دونوں خاندانوں کے درمیان ایک عرصہ دراز سے عداوت و مخالفت جاری رہی اور جب امیر تیمور (چغتائی) کی شمشیر خارا شگاف نے ترکستان کے تقریباً تمام شہروں کو اپنے زیر فرمان کر لیا تو ان دونوں خانوادوں کی باہمی عداوت اور زیادہ بڑھ گئی۔

**اتحاد اور رشتہ داری** تیمور کے چوتھے جانشین مرزا ابو سعید نے تخت نشین ہونے کے بعد پہلے تو اپنے چچازاد بھائیوں کو شکست دے کر ایک مستقل بادشاہت کی بنیاد رکھی۔ پھر گھر کے جھگڑوں سے فارغ ہو کر یونس خاں کے باپ سے روابط پیدا کئے۔ یونس خاں اور اس کا باپ وراثتاً مغولستان کے مستقل حکمران اور فرماں روا تھے یونس خاں ان دنوں اپنے بھائی سے مغلوب اور ناراض تھا۔ اس لئے ابو سعید مرزا نے اس کے باپ کی مدد اور توسط سے بآسانی اسے اپنا حامی اور دوست بنا لیا۔ دونوں نے باہمی عداوتوں کو بھول کر قدیم خاندانی رشتوں کی اس طرح تجدید کی کہ یونس خاں نے مرزا ابو سعید کے تین بیٹوں کے عقد میں اپنی تین لڑکیاں دیدیں اور اتحاد و اتفاق کی بنیاد رکھی۔

**بابر کی پیدائش**

انہی تین لڑکیوں میں سے ایک مہر نگار خانم[1] تھی جو مرزا عمر شیخ کے عقد میں آئی تھی۔ اسی خاتون سے مرزا محمد بابر ۸۸۸ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی ولادت کی تاریخ حسب ذیل شعر سے نکلتی ہے جو بلاشبہ ایک نادر تاریخ[2] ہے۔ ؎

اندر شش محرم زاد آں شہ کرم
تاریخ مولدش داں ہم در شش محرم

**بابر کا آبائی خاندان**

مرزا ابو سعید کے گیارہ لڑکے تھے ان میں سے چار لڑکوں کو اس نے اپنی زندگی میں چار ملکوں کی حکومت سپرد کردی تھی۔ مرزا الغ بیگ کابل پر حکمران تھا۔ مرزا سلطان سمرقند میں مقرر ہوا تھا۔ مرزا سلطان محمود حصار قندز اور بدخشاں کی حکومت پر تھا۔ مرزا عمر شیخ کو اندجان اور فرغانہ ملا تھا۔ مرزا عمر شیخ نے تخت سلطنت پر جلوس کرنے کے بعد مرزا محمد بابر کو بارہ سال کی عمر میں اندجان کی سرکار پر متعین کردیا۔ اس سال مرزا عمر شیخ کا طائر روح کبوتر خانہ کی چھت سے عالم بالا کو پرواز کر گیا۔

**بابر کی تخت نشینی**

والد کی وفات کے بعد مرزا محمد بابر نے ۹۰۱ھ میں امرائے نامدار کی تائید سے بمقام فرغانہ اپنی تاج پوشی کا اعلان کیا اور "ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ" کے لقب سے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا۔

بابر کو فرغانہ، سمرقند، کابل اور ماوراء النہر کی اس موروثی سلطنت میں تینتیس ۳۳ سال تک بڑے بڑے حادثات اور خطرناک واقعات سے دوچار رہنا پڑا۔ یہ پُرفتن زمانہ جوں توں کرکے ختم ہوا تو تیموری اقبال اسے کشاں کشاں ہندوستان لے آیا اور اس نے اپنی موروثی شجاعت کے بل پر سواد ہند میں چغتائی سلطنت کی بنیاد رکھدی اور دوسرے مفبوضہ ممالک کے ساتھ ہندوستان جنت نشان میں بھی اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کردیا۔

اگر ہم اس اقبال مند کشور کشا بادشاہ کے حالات کا عشر عشیر بھی لکھنے بیٹھ جائیں تو ایک

---

[1] فرشتہ اور اکبر نامہ میں اس کا نام "قتلق نگار خانم" ہے۔
[2] اکبر نامہ میں یہ شعر مولینا حسامی قراکولی سے اس فرق کے ساتھ منسوب ہے:

چوں در شش محرم زاد آں شہ کرم

مستقل کتاب کی ضرورت پڑے گی۔ اس لئے ہم ہندوستان کے تذکرہ کے ذیل میں اس شاہ ارجمند کے چند دلچسپ واقعات تحریر کرکے اپنے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔ یہ واقعات مولینا محمد قاسم فرشتہ (رحمۃ اللہ) کی روایت سے مختصراً لکھے جائیں گے۔ ان کے علاوہ بعض اقوال "تاریخ رشیدی" سے مزید صحت و تصدیق کی خاطر درج کئے جائیں گے "تاریخ رشیدی" مرزا حیدر چغتائی کی تالیف ہے۔ جو کچھ عرصہ تک حکومت کشمیر پر متعین تھا اور اپنے دادا محمد حسین ملقب بہ گورگانی کے ہمراہ فردوس مکانی بابر بادشاہ کی خدمت میں اکثر لڑائیوں میں شریک رہا تھا وہ بابر شاہ کا ہم زلف بھی تھا۔

**نوعمر بادشاہ مخالفوں کے نرغہ میں**

اب ہم اصل قصہ کی طرف آتے ہیں۔ جب بابر کی تخت نشینی کی خبر پھیلی تو سلطنت کے تمام وارثوں میں کھلبلی پڑ گئی۔ چنانچہ بادشاہ کے ماموں سلطان محمود مرزا نے حصار سے اور چچا سلطان احمد مرزا نے سمرقند سے فوج کشی کردی اور چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اس موقع پر بعض قدیم ملازمین بارگاہ نے بھی غداری کی اور سلطان احمد مرزا سے جا کر مل گئے اور فتنہ انگیزی کرنے لگے۔

بابر پر یہ وقت بڑا سخت تھا ابھی اس نوعمر بادشاہ کی بادشاہت مستحکم نہیں ہوئی تھی کہ جنگ وجدال کی نوبت آگئی اور اکثر ملازم ساتھ چھوڑ کر دشمنوں سے جا ملے۔ اس نازک وقت پر مولانا قاضی نے بڑی ہمت دکھائی۔ مولانا قاضی اندجان کے اکابرین میں سے تھے۔ اور شیخ برہان الدین کے پوتے ہوتے تھے۔ آپ نے دوسرے امراء سے صلاح مشورہ کیا اور بابر کو فرغانہ سے اندجان لے کر چلے گئے۔ شاہی لشکر نے کھلے میدان میں مقابلہ مصلحت کے خلاف دیکھا۔ اس لئے اللہ پر بھروسہ کرکے وہ اندجان کے قلعہ میں محصور ہوگئے اور برج فصیل کو اچھی طرح سے مستحکم کرلیا۔ دونوں حملہ آوروں نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ لیکن جب محاصرہ طویل ہوا تو فریقین نے مضطرب ہوکر صلح صفائی کی بات چیت چھیڑی۔ مگر سلطان احمد مرزا کے امیروں کی دراندازیوں سے مصالحت نہ ہو سکی۔ بابر کی خوش قسمتی تھی کہ سمرقند کے لشکر میں جانوروں کی وبا پھیل گئی اور روزانہ کثیر تعداد میں اُن کے گھوڑے اس وبا میں مبتلا ہوکر مرنے لگے۔ یہ صورت حال اُن کے لئے بڑی پریشان کن تھی۔ اس لئے دونوں حملہ آوروں نے چند شرائط پر صلح کرلی اور محاصرہ اُٹھالیا۔

**سمرقند پر بابر کا قبضہ**

کچھ ہی عرصہ بعد سلطان احمد مرزا کا انتقال ہوگیا۔ اب بابر کی باری

تھی - چنانچہ اس نے اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیا علی دوست طغائی کو اندجان کا قلعدار مقرر کر کے سمرقند پر حملہ کرنے کی تیاری کر لی - سمرقند پر چند ایک لڑائیاں ہوئیں آخرکار اللہ کے فضل و تائید اور وفادار ساتھیوں کی سعی و تدبیر سے مصالحانہ طور پر سمرقند فردوس مکانی کے قبضہ میں آگیا - سمرقند پر قبضہ کی بھی بڑی تفصیل ہے جس کا یہ موقع نہیں - جن لوگوں نے سمرقند پر قبضہ کرنے میں مدد کی تھی وہ شاہانہ عنایات سے سرفراز کیے گئے - مگر "ازبکوں" کی ایک کثیر جماعت اس بات پر سخت ناراض تھی کہ بڑی پریشانیوں اور مصیبتوں کے بعد سمرقند بزور شمشیر فتح نہیں ہوا - بلکہ بطریق صلح اس پر قبضہ کر لیا گیا اور فوج کو مال غنیمت لوٹنے کا موقع نہیں ملا - چنانچہ ازبک اپنی پریشانیوں اور تہی دستی کا بہانہ کر کے بادشاہی فوج سے نکل کر منتشر ہو گئے۔

### ازبکوں کی بغاوت

منتشر ہونے والوں میں بعض بڑے اچھے نامی گرامی افسر بھی تھے جیسے احمد تنبل کہ بابر نے اس کے ساتھ بڑی مراعات رکھی تھیں۔ اس کے علاوہ ابراہیم بیگ[1] اور جان علی بیگ جیسے نامور امیر بھی تھے - یہ سب بابر کا ساتھ چھوڑ کر اوزون حسن کے پاس پہنچے جو اس ضلع کے بعض تعلقوں کا حاکم تھا اور بابر سے اس کی موروثی نزاع تھی - یہاں پہنچ کر ان لوگوں نے بالاتفاق فتنہ و فساد کے منصوبے بنائے اور بابر کے بھائی جہانگیر مرزا کو بہکا کر حصول سلطنت پر آمادہ کر لیا۔

باغیوں نے بابر بادشاہ کو پیغام بھیجا کہ "اس موروثی سلطنت میں جہانگیر مرزا کا بھی حق ہے - سمرقند تمہارے قبضہ میں آچکا ہے - اس لئے ولایت اندجان تم مرزا جہانگیر کے نام واگذار کر دو۔" جب اس کا جواب حسب منشا نہیں ملا تو ان لوگوں نے علانیہ بغاوت کا اعلان کر دیا اور جہانگیر مرزا کی سرکردگی میں اندجان پر قبضہ کرنے کے لئے کوچ کر دیا - بادشاہ نے تولون خواجہ[2] کو باغی امیروں کے پاس انھیں سمجھانے بجھانے اور راہ پر لانے کے لئے بھیجا تھا لیکن جب وہ واپس آیا تو اسے قتل کرا دیا[3]۔

---

[1] فرشتہ نے "ابراہیم چک" لکھا ہے۔

[2] فرشتہ نے "التون خواجہ" لکھا ہے۔

[3] قتل کی وجہ نہیں لکھی - غالباً وہ باغیوں سے ساز باز رکھتا تھا۔

باغی امیروں کی مدافعت کے لئے اندجان کے قلعدار علی دوست اور مولانا قاضی نے قلعہ کو مستحکم کرلیا اور بادشاہ کے پاس عریضہ بھیج کر کمک طلب کی۔ مگر سوء اتفاق انھیں دنوں بابر سخت بیمار پڑا یہاں تک کہ بات کرنا بھی اس کے لئے دشوار ہوگیا تھا۔ اب اندجان کو کمک بھیجنا کجا وہ اس بارہ میں کچھ سوچ بھی نہ سکا۔ صحت یابی کے بعد جب وہ سمرقند سے اندجان کی طرف روانہ ہوا تو پہلی ہی منزل میں کوچ کے دن اطلاع ملی کہ بادشاہ کی بیماری کی خبریں پھیلیں تو جہانگیر مرزا کے حوصلے بڑھ گئے۔ باغیوں نے غلبہ کرکے قلعہ پر قبضہ کرلیا، مولانا قاضی کو قتل کردیا اور وہاں جہانگیر مرزا کے نام کا سکہ و خطبہ جاری کرادیا۔ البتہ اندجان کے قلعدار علی دوست نے صلح و موافقت کا بہانہ کرکے اپنی جان بچالی اور قلعہ مرغاب میں جاکر پناہ لی۔ یہ قلعہ بھی اس کی عملداری میں تھا وہاں پہنچ کر اس نے مصلحت وقت کی بناء پر جہانگیر مرزا کے نام کا خطبہ پڑھوادیا۔

**بابر کی پریشانیاں**

بابر ادھر اندجان کے خرخشوں میں مبتلا تھا کہ تقدیر نے اس کے خلاف ایک اور پانسہ یہ پھینکا کہ سمرقند کا مفتوحہ علاقہ اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اب وہ ایک بے تاج بادشاہ تھا جس کے قبضہ میں چپہ بھر زمین بھی نہیں تھی۔ ایسے بڑے وقت میں کون کس کا ساتھ دیتا ہمراہیوں نے جہانگیر مرزا کے اشارہ پر ایسی ایسی فتنہ انگیزیاں کیں کہ دیکھتے ہی دیکھتے ساری جمعیت منتشر ہوکر رہ گئی۔ صرف دو سو سوار بادشاہ کے اطراف رہ گئے۔ بابر ان کو لے کر خجند کی طرف چلا گیا اور وہاں محمد حسین گورکان کاشغری کی صلاح و موافقت سے اس نے جاڑوں کا موسم جیسے تیسے گذارا۔

کچھ عرصہ بعد بابر نے اپنے بکھرے ہوتے آدمیوں کو جمع کرکے اچھی خاصی جمعیت فراہم کرلی اور محمد حسین کی مدد سے گرم سیر علاقہ میں دو قلعوں پر فوج کشی کرکے قبضہ بھی کرلیا۔ لیکن خرچ اخراجات کی کوئی سبیل نہ تھی۔ اتنی آمدنی نہیں ہوتی تھی کہ فوج کی تنخواہیں ادا ہوجائیں۔ اس لئے رات دن پریشانی ہی میں گذرتے تھے۔ ان دو قلعوں پر قبضہ سے اسے کوئی فائدہ نہیں ہوا بلکہ پریشانیوں میں کچھ اور اضافہ ہوگیا۔ غرض یہ صورت تھی، "نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن" نہ آگے بڑھنا ممکن تھا نہ وہاں ٹھیرے رہنا۔

**بابر کی کامیابیاں**

مصیبت کے یہ دن ٹالے نہیں ٹل رہے تھے کہ تقدیر نے دوبارہ اس کا دامن تھاما قلعہ مرغاب سے علی دوست طغائی کا عریضہ پہنچا جس میں اس

نے قلعہء اندجان کو باغیوں کے حوالہ کردینے پر عذر معذرت کی تھی اور بادشاہ کو دعوت دی تھی کہ وہ آکر قلعہ مرغاب کو اپنی کمان میں لے لیں۔ بابر کے لئے یہ عطیۂ غیبی سے کم نہ تھا۔ سجدۂ شکر بجالایا اور فوراً مرغاب کی طرف روانہ ہوگیا۔ علی دوست اپنے ولیٔ نعمت کے انتظار میں ایک ایک دن شمار کررہا تھا، جیسے ہی بادشاہ سلامت کی سواری پہنچی۔ اس نے بڑھ کر استقبال کیا۔ قلعہ کی چابیاں حوالہ کردیں اور بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ بادشاہ کو قلعہ میں لے کر آیا اور اپنے قصوروں کی معافی چاہی۔ کچھ ہی دن میں بعض ہوا خواہوں کی مدد سے دوسری جانب کا قلعہ اور پورا حصار بھی قبضہ میں آگیا۔

جہانگیر مرزا کو جب اس ساری کارروائی کی خبر ملی تو وہ اوزن حسن اور احمد تنبل اور دوسرے امراء کو ساتھ لے کر قلعہ مرغاب کی تسخیر کے لئے آپہنچا اور قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ بابر کی فوج کا ایک حصہ اس وقت تک قلعہ میں پہنچ نہ سکا تھا اس کو روکنے کے لئے جہانگیر مرزا نے اپنے لشکر کے ایک دستہ کو طلایہ گردی پر مقرر کردیا۔ صورتِ حال یہ تھی کہ بابر حملہ آوروں کی زیادہ عرصہ تک مدافعت نہیں کرسکتا تھا مگر قسمت دوبارہ اس کا ساتھ دے رہی تھی۔ سلطان محمود[۱] مرزا نے جب بابر کی اس پریشانی کا حال سُنا تو وہ قدیم حقوق کا لحاظ کرکے اس کی مدد کے لئے تیار ہوگیا اور فوری کمک روانہ کردی۔ سلطان محمود کی فوج کا مقابلہ جہانگیر مرزا کی مذکورہ طلایہ فوج سے ہوا۔ اور طلایہ فوج کو اس بری طرح شکست کھانی پڑی صرف سات آٹھ آدمی بمشکل اپنی جان بچاکر بھاگ سکے باقی سب وہاں کھیت رہے۔ دوسری طرف مرزا جہانگیر کی فوج میں پھوٹ پڑگئی اور کچھ لوگ کٹ کر بابر کے پاس چلے گئے۔ اس حالت میں مرزا زیادہ عرصہ تک محاصرہ جاری نہیں رکھ سکتا تھا اسی لئے وہ ناکام ونامراد محاصرہ اُٹھاکر اندجان چلا گیا۔

قدرت اب جہانگیر مرزا سے وہی سلوک کررہی تھی جو اس نے اس سے پہلے بابر سے روا رکھا تھا۔ جب مرزا مرغاب سے الٹے پاؤں بھاگم بھاگ اندجان پہنچا تو وہاں قلعہ کے دروازے بند پائے۔ جہانگیر مرزا نے چلتے وقت اندجان پر تامر بیگ کو قلعدار مقرر کیا تھا۔ جب اُس نے جہانگیر مرزا کے ناکام لوٹنے کی خبر سنی تو مرزا پر قلعہ کے دروازے بند کردیئے اور اُسے داخل ہونے سے روک دیا اور بابر کے پاس قلعہ سپرد کرنے کی پیش کش

---

[۱] یہ وہی محمود مرزا ہے جو بابر کا ماموں تھا اور اس نے بابر کے چچا سلطان احمد مرزا سے مل کر بابر پر حملہ کیا تھا۔

بھی کر دی۔ بس کیا تھا، باہر اڑتے گھوڑوں پر وہاں پہنچا اور بلا کسی روک ٹوک کے قلعہ اندجان میں داخل ہو گیا۔ جن لوگوں نے نمک حرامی اور بغاوت پر کمر باندھ رکھی تھی۔ بابر کے پلٹتے ہوئے اقبال کو دیکھ کر انھوں نے راہ فرار اختیار کی اور جس کا جدھر منہ اٹھا چلا گیا۔ بابر نے ناصر بیگ اور اس کے خیر خواہ ہمراہیوں کو عنایات شاہانہ سے نوازا۔

**فرغانہ پر قبضہ**

جس زمانہ میں اندجان پر قبضہ ہوا امراء بارگاہ کے ہاتھوں پر دادالملک فرغانہ بھی فتح ہو گیا۔ اب بابر نے اوزن حسن کی خبر لینے کے لئے اخسی پر فوج کشی کی۔ چند دن کے محاصرہ کے بعد ہی اوزن حسن امان طلب کر کے قلعہ سے نکل گیا اس کے ہمراہی معافی کے طلب گار ہوتے اور اپنے اہل وعیال، مال واسباب کے ساتھ خدمتِ شاہی میں حاضر ہو گئے۔ انہی دنوں اکثر امراء دربار اور ہمراہیوں نے جو ان باغیوں کے ہاتھوں مصیبتیں برداشت کر چکے تھے۔ عرض کیا: "ان بدبخت باغیوں نے قلعہ اندجان پر قبضہ کرنے اور مولینا قاضی کو قتل کرنے کے بعد ان تمام لوگوں کا، جو حضور کے خیر خواہ اور حامی تھے مال واسباب لوٹ لیا تھا۔ یہ مال واسباب اب بھی ان کے قبضہ میں ہے۔ یہ اب حضور سے اپنی جانوں کی امان حاصل کر رہے ہیں تو کیا ان کے لئے لازم نہیں کہ لوٹ کا وہ سارا مال واپس کر دیں۔" بابر نے حکم دیا "جس شخص کو اپنا کوئی مال کسی کے قبضہ میں دکھائی دے وہ شرعًا وعرفًا ثبوت مہیا کر کے واپس لے لے۔"

**مغلوں کی بغاوت اور مصالحت**

بابر کا یہ حکم مغلوں کے لئے ناقابلِ قبول تھا۔ اس لئے انھوں نے دوبارہ سرکشی اختیار کی اور احمد تنبل کو ساتھ لے کر جہانگیر مرزا کی رکاب میں چلے گئے اور اندجان کو فتح کرنے کی تیاری کرنے لگے۔ بابر نے ان سرکشوں کے مقابلہ پر قاسم توجین[1] کو مقرر کیا۔ جب دونوں کے درمیان جنگ ہوئی تو قاسم توجین شکست کھا گیا۔ اس لڑائی میں بادشاہ کے اکثر امیر اور معاون کام آ گئے اور بعض زخمی ہو کر دشمن کے ہاتھوں قید ہو گئے۔ اس فتح سے احمد تنبل کے ہاتھ مضبوط ہو گئے اور اس نے اندجان کی تسخیر پر پورا زور لگا دیا۔ مگر کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ ایک مہینہ تک وہ محاصرہ کئے پڑا رہا۔ وقت بھی رائگاں گیا اور آدمی بھی ضائع ہوئے قلعہ فتح نہیں ہوا مجبورًا مایوس و

---

[1] ن۔ قاسم خاں توچین۔

ناکام لوٹنا پڑا۔ اس محاصرہ کے بعد بھی احمد تنبل اور بابر کے درمیان ایک سخت لڑائی ہوئی
س میں بھی دونوں فریق ایک دوسرے پر غالب ومغلوب ہوتے رہے کوئی قطعی نتیجہ
ہیں نکلا۔

احمد تنبل سے ادھر مقابلے ہو ہی رہے تھے کہ یہ وحشت ناک اطلاع ملی کہ مرزا جہانگیر کی
کمک پر سلطان محمد مرزا سات ہزار جرار سوار لے کر آگیا ہے اور قلعہ کاسان[1] کا محاصرہ کرلیا
ہے۔ اس خبر کے پہنچتے ہی فردوس مکانی بابر بادشاہ نے باوجود شدت سرما کہ بارش
کے قطرے بھی منجمد ہو کر برس رہے تھے اس طرف کا رخ کیا اور کمک پر آنے والے لشکر
کو شکست دے کر بھگا دیا۔

اس معرکہ کے بعد علی دوست اور قنبر علی نے جو اہل زمانہ کی طرح ہیر پھیر کے آدمی تھے،
ان کے دل میں کچھ، اور زبان پر کچھ رہتا تھا۔ دونوں فریقین کے درمیان صلح کی بات چیت
چھیڑی اور یہ شرط رکھی کہ ولایت اندجان اور توابعات اور کند تو بادشاہ سلامت کے قبضہ میں
رہیں اور دریائے جخند سے لے کر اخسی تک کا علاقہ مرزا جہانگیر کو دیدیا جائے۔ بادشاہ نے اس شرط
پر کہ فریق مخالف اس عہد وپیمان سے روگردانی نہیں کرے گا قبول کرلیا۔ بعد ازاں مرزا جہانگیر
اور احمد تنبل نے حاضر خدمت ہو کر ملاقات کی اور دونوں طرف کے اسیروں کو رہا کر دیا گیا اور
اس طویل خانہ جنگی کا خاتمہ ہو گیا۔

علی دوست اپنی خدمات کے سبب بادشاہ کی خدمت میں بہت زیادہ بار پاگیا تھا۔
شاہانہ عنایات سے مغرور ہو کر وہ اپنے ساتھ کے دوسرے امراء اور درباریوں کے ساتھ نہایت
ہی غلط طریقہ سے پیش آنے لگا چنانچہ اس کی ان بدسلوکیوں سے ناراض ہو کر اکثر امیروں
نے دربار سے ترک تعلق کرلیا تھا اس کے اس رویہ سے خطرہ تھا کہ دوبارہ کہیں تفرقہ و انتشار
نہ پیدا ہو جائے۔ جب بابر نے یہ صورت حال دیکھی تو خطاپوشی سے کام لے کر صرف یہ سزا دی
کہ کوئی جانی ومالی نقصان پہنچائے بغیر اپنی ملازمت سے اسے علیحدہ کر دیا۔ وہ حق ناشناس
اپنی پہلی اوقات پر آگیا احمد تنبل سے میل جول بڑھا لیا اور مرزا جہانگیر کے ہاں تقرب پیدا
کرکے از سر نو فتنہ انگیزی شروع کردی۔ اور اپنی انہی ریشہ دوانیوں کے درمیان اس دنیا

---

[1] ن - "کاشان"

سے رخصت ہو گیا۔

اسی زمانہ[1] میں خبر ملی کہ شیبانی خاں[2] نے سمرقند کے حاکم سلطان علی کی والدہ کی تحریک پر فوج کشی کر کے سمرقند پر قبضہ کر لیا ہے۔ شیبانی خاں بادشاہ کے چچازاد بھائیوں میں سے تھا جو توران کے بعض شہروں پر حاکم و فرماں روا تھے۔ شیبانی خاں بابر کے دادا کے جرگہ میں بھی ملازم رہ چکا تھا اور اب اس خانزادہ کے ساتھ حکومت و وراثت کا مدعی بنا بیٹھا تھا۔

**سمرقند پر دلیرانہ حملہ**

بابر کو جب سمرقند پر شیبانی خاں (ازبک) کے قبضہ کی خبر ملی تو اس نے ایک دلیرانہ اقدام کا فیصلہ کر لیا کہ سمرقند والے شیبانی خاں کی ماتحتی پر دل سے راضی نہیں ہوں گے۔ اس لئے اچانک اور فوری سمرقند پر حملہ کر دیا جائے۔ یہ طے کر کے بابر نے لشکر میں سے منتخب جان نثاروں اور وفاداروں کو اپنے ہمراہ لیا اور ایک دشوار گزار بے راہ راستہ سے واقف کار رہبروں کی راہ نمائی میں سمرقند کی طرف یلغار کر دی۔ راستہ کی دشواری اور تیز رفتاری کے سبب بہت سے گھوڑے اور آدمی درمیان ہی میں ہلاک ہو گئے۔ جب کوچ پر کوچ کرتے وہ قلعہ سمرقند کے نیچے پہنچا تو اس کے ساتھ صرف دو سو چالیس (۲۴۰) آدمی رہ گئے تھے۔ اب اصل مرحلہ سامنے تھا۔ مہم پسند دلیر بادشاہ نے آخر شب کے اندھیرے میں قلعہ کی طرف پیش قدمی کی اور اتنی شیر شرزہ کوہ نورد ساتھیوں کی مدد سے قلعہ پر کمندیں اور زینے لگوائے اور اللہ کی مدد سے "غار عاشقاں" نامی مقام سے فصیل پر چڑھ گیا اور "فیروزہ دروازہ" سے قلعہ میں داخل ہو گیا۔ قاصد ترخان دروازہ کا نگہبان تھا اس کو مع اس کے ہمراہیوں کے قتل کر دیا۔ بقیہ تمام جاں نثار رفیق بھی ایک کے پیچھے ایک اس دروازہ سے اندر داخل ہو گئے۔ ان میں سے کسی کو ذرہ برابر خراش تک نہیں آئی۔ شہر میں داخل ہوتے ہی ان بہادروں نے اجل رسیدہ ازبکوں کے قتل کے لئے تلواریں سونت لیں۔ شہر والوں کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بہجوم در ہجوم خیر خواہی اور جاں نثاری کے لئے گرد آ گئے اور ازبکوں کو قتل کرنے میں شریک ہو گئے۔ صبح ہوتے ہوتے شہر پر بابر کا قبضہ ہو گیا۔

---

[1] مصنف نے ان تمام واقعات کی سن وار تحقیق نہیں کی۔ اسی لئے وہ سن نہیں لکھتا ہے ہر جگہ "درہمیں آوان" "درہمیں زماں" لکھتا ہے۔

[2] شیبانی خاں "جوجی ازبک" کی اولاد میں سے تھا۔

بابر کے اس شب خون کے وقت سمرقند پر خانِ وفا مرزا[1] قلعدار تھا۔ جب اسے اس آفتِ ناگہانی کی خبر ملی تو وہ اوزبکوں کی ایک جماعت کے ساتھ جان بچا کر قلعہ سے نکل گیا اور شیبانی خاں کو جو قریب ہی کسی مقام پر مقیم تھا اس کی اطلاع دی۔ وہ سات آٹھ ہزار جرار سواروں کو لے کر قلعہ کی تسخیر کے لئے پہنچ گیا اور محاصرہ کرلیا۔ لیکن اب کیا ہوتا، معاملہ ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ قلعہ اور شہر کے تمام لوگ بادشاہ کے حامی اور ہوا خواہ ہیں تو وہ محاصرہ اُٹھا کر چلا گیا اور سمرقند کے تمام اکابر اور امیر بابر کی ملازمت میں آگئے۔ بابر کا یہ دلیرانہ اقدام اس قدر پُرخطر تھا کہ محض تائیدِ الٰہی اور توفیقِ خداوندی شاملِ حال تھی کہ اسے کامیابی نصیب ہوئی اور اس کا یہ کارنامہ رہتی دنیا تک یادگار رہ گیا۔

**شیبانی خاں سے مقابلہ**

اس واقعہ کے بعد شیبانی خاں فوج کی فراہمی کے لئے برابر دوڑ دھوپ کرتا رہا۔ بابر بھی اس کو ماوراء النہر سے بے دخل کرنے کی تدبیریں کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جب بابر نے اپنے متفرق لشکر کو جمع کرلیا اور امدادی فوجیں بھی اطراف واکناف سے جمع کرلیں تو شیبانی خاں سے مقابلہ پر نکلا۔ وہ بھی بے خبر نہ تھا۔ سرما کے اوائل میں اپنے جنگجو لشکر کو لے کر سمرقند کی تسخیر کے لئے بڑھا اور سمرقند کے نواح میں پہنچ گیا۔ جب دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا تو بابر کی امدادی فوجیں ثابت قدم نہیں رہیں اور پسپا ہوگئیں خدمتِ شاہی میں جو مغل امیر تھے وہ عادتاً تفرقہ اندازی میں مشغول ہوگئے۔ اس طرح بادشاہی لشکر غنیم کے مقابلہ میں منتشر اور پراگندہ ہوگیا جس وقت بابر قلعہ کے دروازہ پر پہنچا ہے اس کے ساتھ صرف پندرہ سولہ آدمی رہ گئے تھے وہ بس ان معدودے چند آدمیوں کے ساتھ سمرقند میں داخل ہوسکا۔ اس معرکہ میں امرائے خاص میں سے سات امیر اور ہمراہیوں کی ایک کثیر جماعت کام آگئی۔

**بابر کی شکست**

شیبانی خاں بھی تعاقب کرتے ہوئے قلعہ شکنی کی پورے سازوسامان کے ساتھ پہنچ گیا اور قلعہ کا محاصرہ کرلیا اور قلعہ میں رسد وغیرہ پہنچانے کے ذرائع کاٹ دیئے اور ناکہ بندی کردی۔ ہر روز فریقوں میں لڑائی ہوتی رہی۔ جب محاصرہ پر چار مہینے گذر گئے تو قلعہ کے ذخیرے خالی ہوگئے۔ خاص طور سے جانوروں کا گھاس اور دانہ جو

---

[1] فرشتہ میں "جان وفا مرزا" لکھا ہے۔

پہلے ہی قلعہ میں بہت کم تھا بالکل ہی ختم ہوگیا اور ایسی تنگی ہوئی کہ گھاس کا تنکہ زعفران کے ہم وزن بھی ملنا محال ہوگیا۔لشکری ٹکڑے ٹکڑے کے محتاج ہوگئے۔اور گھوڑے ذبح کر کے کھانے لگے۔حلال وحرام کی تمیز اٹھ گئی۔بابر نے کمک کے لئے خراسان، قندز اور مغلستان کے بادشاہوں کے نام بہت کچھ لکھا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا اور کسی جگہ سے کمک نہیں پہنچی۔ ناچار بابر کو جان بچانے کے لئے شیبانی خاں سے اس شرط پر صلح کرلینی پڑی کہ اپنی بہن "خانزادہ بیگم" کو شیبانی خاں کے عقد میں دیدیا۔خانزادہ بیگم کی خالہ پہلے ہی شیبانی خاں کے نکاح میں تھی۔اس نئے عقد کے لئے اس نے خالہ کو طلاق دیدی۔"تاریخ رشیدی" کی روایت ہے کہ بعد میں شیبانی خاں نے "خانزادہ بیگم" کو بھی بھائی کی طرف داری کے جرم میں طلاق دے دی تھی غرض بابر ۹۰۶ھ میں اس حال میں سمرقند سے نکلا کہ آدھی رات کا وقت تھا۔خواجہ ابوالمکارم اور صرف ایک سو ہمراہی رکاب میں تھے۔اپنی ہمشیرہ اور حرم کی دوسری عورتوں کو کہ بس اللہ ہی ان کا محافظ ونگہبان تھا۔قلعہ میں چھوڑ دینا پڑا۔چنانچہ یہ عورتیں ساتھ نہ جاسکیں۔قلعہ ہی میں رہ گئیں اور شیبانی خاں کے تصرف میں آگئیں۔

## بابر کی صحرانوردی

مرزا جہانگیر کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ تنہا بھائی کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔احمد تنبل البتہ ساتھ نہیں آیا۔بابر اپنے ان ہمراہیوں کے ساتھ توکلِ الٰہی کو رہنما بنائے تاشکند پہنچا۔اور سلطان محمود خاں کا مہمان بنا۔میزبان نے خاطر تواضع کی۔رہنے کے لئے مکان کا اور صرف خاص کا ایک موضع خرچ اخراجات کے لئے مخصوص کردیا تاکہ مہمان جاڑے کا موسم آرام سے گذاردیں۔موسم سرما ختم ہوگیا تو بابر نے محمود خاں سے امداد اور کمک طلب کی۔محمود خاں اپنے بھائی کے ساتھ کمک کے لئے ساتھ ہوگیا اور یہ سب فرغانہ پہنچے جو اس وقت احمد تنبل کے قبضہ میں تھا۔احمد تنبل نے اطاعت سے انحراف کیا اور مقابلہ پر تیار ہوگیا بابر نے فرغانہ کا محاصرہ کرلیا۔ابھی یہ لوگ فرغانہ کے محاصرہ میں لگے ہوئے تھے کہ شیبانی خاں بلائے ناگہانی کی طرح آن پہنچا۔اس کے آتے ہی ایک بہت بڑی جنگ چھڑ گئی۔غنیم سے کئی ایک جان لیوا مقابلے ہوئے اگرچہ ہم ان کی تفصیل لکھنے بیٹھیں گے تو بڑی طوالت ہوگی مختصر یہ کہ بابر کے لشکر کو شکست فاش اٹھانی پڑی۔محمود خاں اور سلطان احمد خاں دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے۔اور تاشکند دونوں بھائیوں کے مال واسباب سمیت شیبانی خاں کے قبضہ میں آگیا۔بابر جان بچاکر مغلستان کی طرف نکل گیا۔شیبانی خاں کسی وقت ان دونوں بھائیوں کے ہاں ملازم رہ چکا تھا۔ان قدیم

حقوق کے پیش نظر اس نے دونوں بھائیوں کو رہا کر دیا اور ان کا ملک بھی ان کو واپس کر دیا۔

اس سارے عرصہ میں فردوس مکانی حضرت بابر بادشاہ زمانہ کے سرد وگرم اور تقدیر کے اچھے برے کو بھگتتے رہے اور حوادثات عالم کا مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔ لیکن جب اپنے موروثی ملک میں قدم ٹکانے کی جگہ نہ رہی تو اپنے ہوا خواہوں کے مشورہ سے انھوں نے ہندوستان کی تسخیر کا عزم کیا اور کابل تک جو حالات و حوادث پیش آئے ان کی تفصیلات اگر کوئی جاننا چاہے تو وہ "بابرنامہ" کی طرف رجوع کرے یہاں ان کا موقع نہیں ہے۔

**بدخشاں پر قبضہ** کابل جاتے ہوئے بابر کا بدخشاں پر سے گذر ہوا اس وقت بدخشاں پر خسرو شاہ حاکم تھا۔ جو اس خاندان کا مخالف اور بدخواہ تھا چنانچہ اس سے پہلے بھی جب بابر ایک مرتبہ اپنی صحرا نوردی کے دوران یہاں پہنچا تھا تو اس نے خدمت گذاری اور مہمان داری سے تساہل برتا تھا بلکہ بدنیتی پر اتر آیا تھا۔ اس وقت کسی نہ کسی حیلہ و تدبیر سے بادشاہ اس کے چنگل سے رہائی پانے میں کامیاب ہو گیا تھا کیونکہ اس کو اس کی بدنیتی اور فاسد ارادوں کی قبل از وقت اطلاع مل گئی تھی۔ تقدیر کا کھیل کہ بابر کو پھر اس کی حدود میں قدم رکھنا پڑا اس مرتبہ خسرو شاہ نے مصلحتاً آؤ بھگت کی اور اپنے آدمیوں کے ساتھ حاضر خدمت ہو گیا اور گذشتہ قصوروں کی معافی چاہی۔ مگر بابر کی تیز نگاہوں نے اس کے بغض باطن کو تاڑ لیا اسی نے بدخشاں کے ان امیروں اور اراکین دولت کو جو خسرو سے ناراض اور آزردہ خاطر تھے اور بابر کی خدمت میں آکر اس سے مخالفت اور بابر کی خیر خواہی کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ اپنا ہم خیال بنا لیا اور ان کی مدد سے میزبان کو گرفتار کر لینے کی تدبیر کی وہ بدنصیب اس وقت ہوشیار رہا۔ جب کہ وقت ہاتھ سے نکل گیا تھا اور بنائے بنتی نظر نہیں آرہی تھی۔ صرف ایک ہی راہ رہ گئی تھی کہ چپکے سے فرار ہو جائے ورنہ گرفتار ہو جانا یقینی تھا ناچار ملک و مال اہل و عیال کو چھوڑ کر چند خاص آدمیوں کے ہمراہ بدخشاں سے نکل گیا۔ اس بے سروسامانی کے عالم میں بدخشاں کا اس طرح ہاتھ آجانا ایک عطیۂ الٰہی تھا۔ بابر نے بدخشاں کے تمام گھوڑے خزانہ اور جواہرات پر قبضہ کر لیا اور جو جو اسباب ہمراہ لے جایا جا سکتا تھا ساتھ لے لیا۔ خسرو شاہ کے چار ہزار مغل لشکری بھی بابر کے ساتھ ہو گئے اور وہ بڑی خاطر جمعی کے ساتھ اس لشکر کو لے کر کابل کی طرف روانہ ہو گیا۔

**کابل پر قبضہ** کابل پر الغ بیگ۔ مرزا کا ایک داماد محمد مقیم جو بابر کا چچا ہوتا تھا قابض تھا۔ جب اسے بابر کے پہنچنے کی خبر ملی تو قلعہ بند ہو گیا مگر چند ہی دن میں مایوس ہو کر

امان کا طالب ہوا اور قلعہ حوالہ کر دیا۔ اس شکست و ریخت میں ملک اور رعیت کو بڑا نقصان پہنچا تھا اس لئے بابر نے شہر کی تعمیر اور رعایا کی دل دہی کی تدبیریں کیں اور کابل کے نظم و نسق میں مشغول ہو گیا۔

اسی سال (۹۱۱ھ) میں بابر کی والدہ مریم مکانی مہر نگار خانم[1] کا انتقال ہو گیا۔

بابر نے جہانگیر مرزا کو جو شدائد سفر برداشت کرتے ہوئے حق رفاقت ادا کرتا رہا تھا، غزنی کی حکومت پر مامور کر کے روانہ کیا۔ لیکن جب وہ غزنی پہنچا تو اس کے پیچھے بادشاہ کی بیماری کی خبر بھی پہنچی پھر بہت ساری وحشت ناک افواہیں بھی سننے میں آئیں۔ جہانگیر مرزا نے ان کی تحقیق نہیں کی اور بہ طریقۂ ایلغار کابل پہنچ گیا۔ یہ بات بابر بادشاہ کو ناگوار گذری اور اسے اپنے علاقہ پر واپس کر دیا گیا۔

اسی زمانہ میں خراسان کے ملکوں میں بڑا رد و بدل اور انتشار پیدا ہو گیا تھا۔ طرح طرح کی خبریں متواتر پہنچ رہی تھیں۔ جن کی تفصیل باعث طوالت ہوگی۔ بہرحال ان خبروں کی بناء پر بادشاہ نے خراسان کا عزم کر لیا اور جو بھی لشکر میسّر تھا۔ ساتھ لے کر کوچ کرنا چاہا۔ اسی اثناء میں خبر ملی کہ جہانگیر مرزا کا اسہال کے عارضہ میں انتقال ہو گیا۔

بابر نے بدخشاں سے پلٹتے ہوئے وہاں کی حکومت پر اپنے بھائی ناصر مرزا کو مقرر کیا تھا مگر ناصر مرزا شیبانی خاں سے شکست کھا کر انہی دنوں لوٹ آیا تھا۔ بابر نے اس کو غزنیں کی حکومت پر مقرر کر کے رخصت کر دیا۔

**قندھار پر قبضہ**

بابر خراسان کا ارادہ کئے ہوئے تھا کہ قندھار کے زیر تسلط آنے کی ایک صورت پیدا ہو گئی۔ قندھار پر ارغوں خاں نے شاہ بیگ اور محمد بیگ، دو بھائیوں کو مقرر کیا تھا وہ دونوں وہاں (خود مختارانہ) حکومت کر رہے تھے۔ لیکن اوزبکوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار اور شیبانی خاں کے تسلط سے بچنے کے لئے انھوں نے بابر کے پاس پیام بھیجا کہ وہ آکر قندھار کے قلعہ کو تحویل میں لے لے۔ اس اطلاع پر بابر نے خراسان کا ارادہ ملتوی کر دیا اور قندھار کی طرف کوچ کر دیا۔ لیکن جب وہ قندھار کے قریب پہنچ گیا تو ان دونوں کی نیت بدل گئی۔ وہ اپنے کئے پر پشیمان ہوئے اور مقابلہ پر آمادہ ہو گئے۔ بابر نے ان کا محاصرہ کر لیا۔

---

[1] یہ دوسری تاریخوں میں۔ قتلغ نگار خانم ہے رشف صفحہ ۲)

محصورین قلعہ نے ایک مرتبہ جی توڑ کر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا اور قلعہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے لگے ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ طرفین سے ایک کثیر تعداد موت کے گھاٹ اُتر گئی اور بہت سے زخمی ہوئے۔ آخرکار دونوں بھائی شکست کھا کر بھاگے۔ لیکن حملہ آور اُن کے پیچھے لگے ہوئے تھے قلعہ میں داخل نہیں ہو سکے۔ کسی اور طرف کو نکل گئے۔ فردوس مکانی بابر بادشاہ فتح کے علم بلند کئے قلعہ قندھار میں داخل ہو گئے۔ قلعہ قندھار میں فاتحانہ داخلہ سنہ ۹۰۸ھ[1] میں ہوا تھا۔ قلعہ میں جتنے خزانے اور سامانِ جنگ تھا وہ بادشاہی فوج کے قبضہ میں آگیا۔ بادشاہ نے اسی فتح کی خوشی میں اپنے جان نثار ہمراہیوں کو انعامات تقسیم فرمائے۔ ناصر مرزا بھی قندھار کی مہم میں حصہ لینے غزنی سے آیا ہوا تھا بابر نے قندھار کا قلعہ اس کے حوالہ کر دیا۔

شیبانی خاں کو جب قندھار کی تسخیر کی خبر ملی تو وہ اپنی فوج لے کر قندھار پہنچ گیا اور محاصرہ کر لیا۔ ناصر مرزا ذخیروں کے ختم ہو جانے اور ہمراہیوں کی منافقت سے تنگ آگیا تھا اُس نے ساری صورتِ حال بادشاہ کو لکھ بھیجی مگر اس وقت بابر کے پیشِ نظر خراسان کے معاملات تھے اور وہ وہاں جانا ضروری سمجھ رہا تھا اس لئے اس کے ایما پر ناصر مرزا قلعہ چھوڑ کر حاضرِ خدمت ہو گیا۔ جب شیبانی خاں قندھار کی تسخیر کے بعد خراسان لوٹ گیا تو شاہ بیگ اور محمد بیگ اپنی جائے پناہ سے نکل آئے اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور کچھ ہی عرصہ میں اُسے فتح کر لیا۔

### ہمایوں کی ولادت

یہی وہ زمانہ ہے کہ بابر خراسان کی مہم کی تیاریوں کے لئے کابل میں مقیم تھا کہ شاہزادہ ہمایوں کی ولادت ہوئی۔ تاریخِ ولادت۔ "شاہ فیروز قدر" سے نکلتی ہے یعنی سنہ ۹۱۳ھ

اسی سال (سنہ ۹۱۳ھ[2]) ہمندی افغانوں کی شورش کی خبریں مسلسل پہنچ گئیں اور بادشاہ اس فرقہ کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے۔

کابل سے بادشاہ کی روانگی کے بعد اوزبکی مغلوں کو کھُل کھیلنے کا موقع مل گیا انھوں نے بادشاہ کے غیاب میں عبدالرزاق بن الغ بیگ کو خسرو شاہ کی وراثت کا مدعی بنا کر تخت پر بٹھا دیا اور چار یا پانچ ہزار سواروں کی جمعیت فراہم کر لی۔ یہ خبریں جب بادشاہی

---

[1] صحیح سن ۹۱۳ھ ہے

[2] یہاں بھی سن غلط ہے۔ صحیح سن ۹۱۳ھ ہے۔

لشکر میں پہنچیں تو ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ بادشاہ کے بیشتر ہمراہی، مصاحب اور لشکری اپنے اپنے اہل و عیال کی خبر گیری کا بہانہ کر کے کابل کی طرف روانہ ہوگئے۔ یہاں تک کہ بادشاہ کی رکاب میں صرف پانچ سو سوار رہ گئے اور لشکر کے سارے ادارے منتشر اور نظم و ضبط درہم برہم ہوگیا۔ مگر اس بدنظمی اور قلت سپاہ سے اس جواں ہمت دلیر بادشاہ کے حوصلے پست نہیں ہوئے اور وہ ان فسادیوں کے مقابلہ سے پیچھے نہیں ہٹا بلکہ اس معرکہ میں اس نے شمشیر زنی کے ایسے جوہر دکھلائے کہ رستم کے کارناموں پر پانی پھر گیا۔

**بابر کی بہادری**

ان حوصلہ فرسا حملوں میں بابر خود بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا تھا۔ چنانچہ اس لڑائی میں اس نے پانچ نامور پہلوانوں، جن کے نام یہ ہیں علی بیگ شب کور، محمد علی شیبانی، نظر بہادر ازبک، یعقوب بیگ شیر جنگ اور عبداللہ صف شکن کو رو در رو دست بدست مقابلہ میں اپنی تلوار، تیر اور گرز سے پیوند زمین کر دیا۔ یہی پانچ آدمی فساد کی جڑ اور دوسرے ساتھیوں کے پشت پناہ تھے ان کے گرتے ہی میدان صاف ہوگیا اور ان کا سرغنہ عبدالرزاق جو اس فتنہ انگیزی کا سبب بنا ہوا تھا ہلاک ہوگیا۔

**اوزبکوں اور قزلباشوں کی جنگ**

خسرو شاہ کی ولایت پر ازبکوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ مگر بدخشاں کے لوگ ان کی اطاعت پر راضی نہیں ہوئے اور سارے ملک میں طوائف الملوکی پھیل گئی۔ ہر طرف کوئی نہ کوئی سردار بادشاہ بن بیٹھا۔ ان خود مختار اور سرکش سرداروں میں ایک مجہول النسب آدمی زبیر بہت پیش پیش تھا۔ ہم ان تمام سرکشیوں کا ذکر کر کے کلام کو طول دینا نہیں چاہتے (صرف شیبانی خاں اور صفوی بادشاہ کے اختلاف پر اکتفا کرتے ہیں)، شیبانی خاں نے ماوراءالنہر کے اطراف و اکناف سے ایک کثیر فوج جمع کر لی اور شاہ اسمٰعیل صفوی کی سرحدوں پر فوج کشی کر دی۔ ازبک صفویوں کے علاقہ میں گھس کر قزلباشوں اور وہاں کی رعیت کو تنگ کرنے لگے۔ شاہ اسمٰعیل صفوی کو جب ان حرکتوں کی خبر ملی تو اس نے شیبانی خاں کے پاس ایک ایلچی بھیجا اور ایک خط بھی روانہ کیا کہ وہ اس فتنہ انگیزی اور مردم آزاری سے باز آجائے۔ شیبانی خاں نے غرور و مستی میں جواب کہلایا۔ "سلطنت اور فرماں روائی تجھے زیب نہیں دیتی خصوصاً ہمارے مقابلہ میں کہ ہم موروثی سلطنت کے مالک ہیں۔" اس توہین آمیز جواب کے ساتھ اس نے ایک عصا اور فقیری کشکول بھی یہ کہہ کر بھجوایا کہ "تیرے باپ کی میراث تو بس اتنی ہی ہے"۔ شاہ اسمٰعیل نے جواب دیا۔ دونوں

جہاں کی سلطنت اور دونوں جہاں کا فقر ہمارے آبا و اجداد کا متروکہ ہے اس لئے تجھے ہمارے ساتھ ہمسری کی جرأت نہ کرنی چاہیے اگر سلطنت کا دارومدار صرف ورثہ پر ہوتا تو پیش دادیوں کیانیوں اور چنگیزیوں سے سلطنت تجھ تک نہ پہنچتی۔ اس کے علاوہ جو آبا ایک چرخہ تکلہ اور تھوڑی سی روئی بھیجی کہ کسی گوشہ میں بیٹھ کر مناسب حال کام میں لگا رہ۔ یا پھر میدانِ جنگ میں آ تاکہ تلوار کی زبانی دو دو باتیں ہو جائیں؛ ہو بیٹم گز؛ بلندی کراست

## قزلباشوں کی فتح

اسمٰعیل صفوی نے اس خط کے پیچھے ہی بلا توقف اپنی فوجوں کو پیش قدمی کا حکم دے دیا۔ اور نیم کے سواروں کو پسپا کرتے ہوئے میدانِ جنگ میں شیبانی خاں کے مقابل جا پہنچا۔ اگرچہ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ شیبانی خاں کے ساتھ ایک لاکھ سوار سے کم نہ تھے۔ لیکن صاحب رشیدی کا بیان ہے کہ اسے اسمٰعیل صفوی کے اس قدر جلد مقابلہ پر آجانے کی توقع نہیں تھی اس لئے اپنی فوج کے ایک بڑے حصہ کو ملک خراسان کے نظم و ضبط پر جا بجا مقرر کر رکھا تھا۔ صفوی بادشاہ سے مقابلہ کے وقت اس کے پاس پچیس ہزار سے زیادہ سوار نہیں تھے۔ اسی لئے اُس کے ساتھی ابھی جنگ چھیڑنے سے اُسے روک رہے تھے مگر وہ اس امید میں کہ متفرق فوج پہنچ جائے گی۔ ۲۹ر شعبان کو شاہ اسمٰعیل کے مقابلہ پر چلا گیا۔ لیکن صفوی فوج کے طمطراق کو دیکھ کر ازبک ایسے دہشت زدہ ہوئے کہ کسی مقابلہ کے بغیر شکست کھا کر بھاگ گئے اور قزلباشوں نے تعاقب کر کے ازبکوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ تقریباً پانچ سو سوار جن میں اکثر سلاطین زادے امراء اور سردار تھے جا نوروں کے ایک باڑے میں محصور ہو گئے۔ لیکن قزلباشوں کی تلواروں سے ان کو وہاں پناہ نہ مل سکی اور سب کے سب لقمۂ اجل ہوئے۔ تقریباً ایک ہزار سوار مع اہل و عیال گرفتار ہو گئے۔

اس فتح کے بعد شاہ اسمٰعیل صفوی ہرات میں داخل ہو گیا اور وہاں شیعہ مذہب کے نفاذ کا حکم جاری کر دیا مگر ہرات کے اکابر علماء نے اس کی اطاعت نہیں کی۔ بادشاہ نے جامع ہرات کے خطیب کو اور شیخ الاسلام کو قتل کرا دیا۔

## بدخشاں کا محاصرہ

اس موقع پر بابر کے ایک چچا زاد بھائی خان مرزا[1] جو بدخشاں میں تھا۔

---

[1] اکبر نامہ میں "خان مرزا" اور فرشتہ میں "جان مرزا" لکھا ہوا ہے۔

شاہ اسمٰعیل کی فتح سے آگاہ ہو کر بابر کو صفویوں کی کامیابی اور اس عدوئے قدیم شیبانی خاں کی شکست کا حال لکھ بھیجا اور بدخشاں آنے کے لئے اشارتاً تحریر کیا۔ اس خط کے ملتے ہی بابرؒ خان مرزا کے پاس چلا گیا اور خان مرزا کی مدد سے قلعہ میں داخل ہونے کی کوشش کی مگر اوزبک بابر کی آمد سے واقف ہو گئے تھے۔ اور قلعہ کو اچھی طرح مستحکم کر لیا تھا۔ اس لیے داخلہ کی کوئی کوشش کارگر نہیں ہوئی۔

**خانزاد بیگم کی آمد** بدخشاں کے محاصرہ کے دوران ہی شاہ اسمٰعیل کا ایک خط جس میں فتح کی خوش خبری دی گئی تھی پہنچا اور بابر بادشاہ کی بہن۔ خانزاد بیگم" بھی صفویوں کی حفاظت میں پہنچی۔ قارئین کو یاد ہو گا کہ جب شیبانی خاں نے سمرقند پر قبضہ کیا تھا ........ تو خانزاد بیگم وہیں رہ گئی تھی اور اسے شیبانی خاں نے اپنے عقد میں لے لیا تھا اور بقول صاحب رشیدی اس کو بعد میں طلاق دیدی اور کسی اور شخص کے ساتھ اس کا عقد کر دیا۔ وہ اس خاتون کی ذلت اور توہین کرتا رہتا تھا۔ جب شیبانی خاں مارا گیا تو شاہ اسمٰعیل نے خانزاد بیگم کو پرسہ بھیجا اور بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ اسے ایک بزرگ کی حفاظت میں بابر کے پاس روانہ کر دیا۔ بابر نے بھی اس خط کا جواب دیا اور فتح کی مبارکباد بھیجی اور تحائف وہدایا خان مرزا کے ہاتھ روانہ کئے اور کمک بھیجنے کا پیام دیا۔

**بدخشاں پر قبضہ** بدخشاں کے محاصرہ میں پہلے پہل تو فوج کی کمی اور اوزبکوں کے غلبہ وکثرت کے سبب کوئی نتیجہ نہیں برآمد ہوا اور محاصرہ چھوڑ کر پسپا ہونا پڑا بعد میں ایک موقع سے فائدہ اٹھا کر بابر نے جان توڑ حملہ کیا اور اوزبکوں کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے اوزبک شکست کھا کر بھاگے اور بابر کے چچا زاد بھائی سلطان مرزا اور مہدی سلطان ان کی قید سے چھوٹ گئے۔ خان مرزا بھی شاہ اسمٰعیل کی فرستادہ فوج لے کر کمک پر آ گیا یہ فوج احمد سلطانؔ صفوی اور علی خاں استجلو اور شاہ رخ خاں افشارؔ کی سرداری میں پہنچی تھی۔

**بخارا پر قبضہ** بابر نے اس امدادی فوج کو لے کر پیش قدمی کی اور حصار، قندز اور بقلانات پر

---

ؔ تاریخ فرشتہ میں یہ نام اس طرح لکھے ہیں:- احمد سلطان، صوفی علی، علی قلی، خاں استاجلو اور شاہرخ خاں افشارؔ۔

قبضہ کرلیا۔ اس وقت بابر کا لشکر ساٹھ ہزار سواروں پر مشتمل تھا وہ اس فوج جرار کے ساتھ بخارا پر حملہ آور ہوا۔ اس وقت بخارا پر عبداللہ خاں کی سرداری میں اوزبک قابض تھے۔ بابر نے اوزبکوں کی ایک بڑی جماعت کو قتل اور اسیر کر کے بخارا پر قبضہ کرلیا اور وہاں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور سکہ جاری کر دیا اور یہاں سے سمرقند کی طرف توجہ کی۔ ناصر مرزا کو کابل کی حکومت عنایت کی اور شاہ اسمٰعیل کے فرستادہ سرداروں کو حسب مدارج خلعت اور انعام دے کر رخصت کر دیا۔ اور بخارا میں موسم سرما اور بہار کے آٹھ مہینے شکار اور آرام میں بسر کئے۔

اوزبکوں نے شیبانی خاں کی جگہ تیموری خاندان کے ایک مغرور شخص تیمور سلطان نامی کو اپنا بادشاہ بنالیا اور ایک کثیر فوج جمع کر کے بخارا کی تسخیر کے لئے پہنچے۔ بابر نے بخارا سے قریب ان سے مقابلہ کیا اوزبکوں کو اپنی بھیڑ بھاڑ اور ہجوم کے سبب بری طرح شکست اٹھانی پڑی اور وہ الٹے پاؤں سمرقند کی طرف بھاگے لیکن وہاں بھی اپنی آپس کی مخالفتوں اور انتشار کے سبب ٹک نہ سکے اور قلعہ شادمانؔ[1] میں جا کر پناہ لی۔

اسی زمانہ میں شاہ اسمٰعیل کی طرف سے نجم ثانی اصفہانی قزلباشوں کی ایک بھاری جمعیت لے کر آ گیا۔ بابر بادشاہ نے اس سے ملاقات کی اور دونوں نے "قلعہ افراس" پر حملہ کر کے اسے اوزبکوں کے قبضہ سے نکال لیا۔ اور پندرہ ہزار اوزبک سواروں کو جن کا سرگروہ عبداللہ خاں تھا۔ مغلوب اور محصور کر دیا۔ پھر ان پر قابو پاکر سب کو قتل کر دیا۔

مولانا بنائیؔ[2] اس زمانہ کے مشہور شاعر تھے وہ بچارے بھی اس گروہ کے ساتھ دھوکہ میں مارے گئے۔

**اوزبکوں کی فتح** نجم ثانی اس فتح کے بعد اپنے آپ کو رستم ثانی سمجھ رہا تھا اور اوزبکوں کے خلاف بڑے جوش میں تھا اور بقیہ اوزبکوں اور شہروں کی تسخیر کے لئے بے چین ہو رہا تھا۔ بابر نے اس کی معیت میں آگے بڑھ کر غجدوان کا محاصرہ کرلیا۔ مگر اوزبک سرداروں نے متفق ہو کر اس معرکہ میں ایسا سخت مقابلہ کیا کہ قزلباشوں کی کچھ پیش نہ گئی اور نجم ثانی اپنے سارے لشکر کے ساتھ مارا گیا۔ بابر بھی اس اندیشہ سے کہ اس کی فوج کے اکثر اوزبک فریق مخالف

---

[1] فرشتہ نے "حصار شادمان" لکھا ہے صحیح حصار شادمان ہے۔

[2] فرشتہ نے "ثنائی" لکھا ہے۔

کی حمایت کریں گے اپنی مختصر سی فوج کو لے کر قلعہ شادمان چلا گیا۔

**بابر کی مشکلات**

ان پریشان کن حالات میں مغلوں کے ایک گروہ نے جن کے سرغنے یادگار مرزا 'نظر مرزا' میر ایوب' اور میر محمد تھے۔ ایک رات غافل پاکر بابر پر حملہ کر دیا اور لوٹ مار شروع کر دی شاہی محافظوں کی ایک بڑی جماعت قتل اور زخمی ہو گئی۔ بابر گھر سے شب خوابی کے کپڑوں میں نکل آیا۔ اتنی فرصت بھی نہ ملی کہ جوتا پہن سکے ننگے پاؤں ہی خود کو بالاحصار میں پہنچا دیا اور مغل اس وقت اس کا کوئی تدارک نہ کر سکے مگر مغلوں کا تسلط روز بروز بڑھتا گیا اور سارا قلعہ ان کے قبضہ میں آ گیا۔ لوگوں کی کثرت کے سبب قلعہ میں قحط پڑ گیا۔ بابر پر یہ وقت اتنا سخت اور دشوار تھا کہ بیان میں نہیں آسکتا۔

"تاریخ رشیدی" میں جو مرزا حیدر کی تالیف ہے (لکھا ہے) پہلے پہل تو سمرقند اور حصار کے لوگوں نے بابر کی آمد اور فتح پر بڑی مبارک بادی تھی اور سرگرمی سے اس کا استقبال کیا تھا۔ مگر جب بابر نے شاہ اسمٰعیل کے احسانات کے زیر اثر چاہا کہ اس کی فوج کی وردی بھی ایران کے قزلباشوں کی وردی کی طرح ہو جائے اور اس نے یہ حکم جاری بھی کر دیا کہ تمام لشکری سرخ تاج سر پر لگایا کریں تو یہ بات سمرقند اور بخارا کے اکابر و شرفاء کو ناگوار گذری وہ نہایت رنجیدہ ہو گئے اور اس حکم کو تسلیم نہیں کیا کہ فوج اس طرح کا لباس پہنے لوگ اس سرخ تاج کو طنزاً —— "تغیب الحمار" کہتے تھے اور اسی طرح کے ناقابل بیان فقرے کستے تھے۔ مذکورہ بالا شکست اور یہ باتیں ایسی تھیں کہ بابر کا مزید وہاں ٹھیرنا محال ہو گیا اور وہ اپنے ہوا خواہوں کی ایک جماعت کے ساتھ کابل چلا گیا اور اپنے موروثی ملک کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ دیا۔

**کابل روانگی**

کابل پر بابر کا چچازاد بھائی سلطان ناصر مرزا حکمران تھا وہ بادشاہ کے استقبال کے لئے باہر آیا اور بادشاہ کو کابل میں اعزاز و اکرام کے ساتھ لایا اور اپنے اخلاص اور اطاعت کا یقین دلایا۔ بادشاہ اس کی خدمات پر بہت خوش ہوئے اور غزنیں کی حکومت اس کو عطا فرما دی۔

بابر نے یوسف زئی افغانوں کی سرکوبی کے لئے ایک مختصر سی جمعیت کے ساتھ اُن کے علاقہ پر حملہ کیا۔ اس لڑائی میں تین ہزار افغان قتل ہوئے اور بکثرت عورتیں اور بچے اسیر ہو گئے ان کا علاقہ بادشاہ نے "خواجہ کلاں" کو عنایت فرمایا۔

**ہندوستان کا عزم**

اسی زمانہ میں ہندوستان سے متواتر خبریں آنے لگیں کہ وہاں

سلطان سکندر لودھی کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس کی جگہ سلطان ابراہیم بادشاہ بن گیا ہے بھائیوں اور امیروں میں نزاع برپا ہے اور ہندوستان کا سارا نظم و نسق تباہ ہو چکا ہے۔ ان خبروں کے علاوہ اب مشہور اور معتبر افغانی امیر دولت خاں کا خط بھی بابر کے نام آیا جس میں سلطان ابراہیم کی بدسلوکیوں کی شکایت تھی۔ یہ خط اور وہاں کی خبریں دہلی پر فوج کشی کا سبب بن گئیں اور بابر نے ہندوستان کا عزم کر لیا۔

**بابر کے ہندوستان پر چار حملے** سلاطین ہند اور عجم کی تاریخوں کے مطابق بابر اس سے قبل بھی چار مرتبہ ہندوستان کی فتح کے لئے جا چکا تھا ان حملوں کی تفصیل تو ہم یہاں بیان نہیں کر سکتے۔ البتہ مختصراً ان کا کچھ حال لکھتے ہیں۔

اول:۔ ۹۲۵ھ میں اٹک کے ساحل تک یلغار کی اور پنجاب کی سرحدوں پر ککھڑوں اور دوسرے مفسدوں کی سرکوبی کی۔ واضح رہے اس سے پہلے اس طرف کے اکثر علاقے امیر تیمور صاحبقران غازی نے فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کرتے تھے۔ بابر نے ان کا از سر نو نظم و نسق کیا اور ہر جگہ بادشاہی حاکم مقرر کئے۔ لیکن جب کابل کے گرم سیر علاقوں میں فتنہ و فساد کی خبریں پہنچیں تو یہاں سے مراجعت کی۔ اسی سفر میں فرزند کی ولادت کی خبر پہنچی اس کو اچھا شگون جان کر بچہ کا نام ہندال مرزا رکھا۔

دوم:۔ لاہور، ملتان اور سرہند تک فوج کشی کی اثنائے راہ میں بکثرت سرکش افغانوں اور مفسدوں کو قتل اور اسیر کیا۔ تیس ہزار غلام اور کنیزیں اور چار سو ہزار شاہ رخی" (بوزن یک مثقال) وہاں کے زمینداروں اور جاگیرداروں سے اور دیہاتوں اور پرگنوں سے رضامندانہ طور پر محصول میں وصول کئے۔ کابل سے چونکہ تشویش ناک خبریں آ رہی تھیں اس لئے مراجعت کی اور وہاں کے مفسدوں کی سرکوبی کی۔ قلعہ تعمیر کرایا۔ ویران عمارتیں بنوائیں اور لوگوں کی دل جوئی کی۔

سوئم:۔ ۹۲۶ھ سرہند تک پیش قدمی کی۔ اسی سفر میں بعض نمک حرام جو افغانوں کے بہکانے سے باغی اور سرکش ہو گئے تھے قتل کرا دیئے اور ایک بڑی تعداد گرفتار ہو گئی۔ ان ہنگاموں میں جو ملکی اور مالی نقصانات ہوئے تھے ان کی تلافی کی اور از سر نو ان نالائقوں کو مطیع اور ماتحت بنایا۔ اس مرتبہ قندھار کی تسخیر کے لئے واپسی عمل میں آئی اور تقریباً چار سال قندھار کے محاصرہ اور وہاں کے دوسرے مواقعات میں گذر گئے

اسی زمانہ سے دولت خاں لودھی کے خطوط معتبر قاصدوں کے ذریعہ بابر کے پاس پہنچنے لگے تھے جن میں ہندوستان کی سلطنت کی بدنظمی کی شکایات ہوتی تھیں اور بابر کو تشریف لانے کی دعوت دی گئی تھی۔

چہارم:۔ (۹۳۰ھ) میں کھکروں کے علاقہ پر حملہ کیا۔ جب لاہور کے قریب پہنچے تو بہار خاں، مبارک خاں لودھی اور دوسرے افغانوں نے مدافعت کی اور کیفر کردار پر پہنچے اور لاہور کی غارت گری اور آتش زدگی کا سبب بنے۔ اسی طرح دیبال پور کے سرکشوں کو سزا دی اور قتل عام کرایا۔

**دولت خاں لودھی کی آمد** اس سفر میں دولت خاں لودھی جو سلطان ابراہیم کے دربار سے بھاگ کر آرہا تھا اپنے بیٹوں غازی خاں اور دلاور خاں کے ہمراہ خدمت میں حاضر ہوگیا اور اطلاع دی کہ پٹھانوں کی ایک جماعت تہارہ کی جانب سے اسمٰعیل جلوانی کی سرکردگی میں مقابلہ کے لئے آرہی ہے۔ اگر ایک فوج اس جانب مقرر کردی جائے تو بہتر ہوگا۔ بابر اس فوج کے مقرر کرنے کی فکر میں تھا کہ دولت خاں کے بیٹے دلاور خاں نے خفیہ طور پر عرض کیا کہ میرا باپ اور میرا بھائی غداری کر کے آپ کے لشکر کو متفرق کردینا چاہتے ہیں آپ ان کی باتوں میں نہ آئیں۔" بابر نے تحقیق و تفتیش کی تو اس کی بات کی تصدیق ہوگئی اس نے فوراً دولت خاں اور غازی خاں کو قید کرلیا۔ بعد میں جب دونوں نے عذر معذرت کی تو ان کے قصور معاف کردیئے اور از روئے مصلحت دونوں باپ بیٹوں کو سلطان پور کا قصبہ اور اس کے توابعات جاگیر میں دیئے۔ لیکن دونوں بدبخت جاگیر پر پہنچنے کے بعد دوبارہ سرکشی اور بغاوت کے منصوبے بنانے لگے اور تیاریاں کر کے پہاڑوں میں چلے گئے۔ ان کے بارے میں جب یہ خبر ملی تو بابر نے سلطان پور پر دلاور خاں کو بلا شرکت متعین کردیا۔

دولت خاں کی فتنہ پردازیوں کی وجہ سے بابر کو سرہند سے لاہور لوٹ جانا پڑا۔ وہاں سے کچھ ایسے حالات ہوئے کہ کابل کو واپسی ضروری ہوگئی۔ اسی سفر میں سلطان ابراہیم کا بھائی سلطان علاؤالدین بھی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ بادشاہ نے اسے دیبالپور کا علاقہ دیا اور باقی اور لاہور میر عبدالعزیز کے سپرد کئے اور سیالکوٹ خسرو کوکلتاش خاں کو عنایت ہوا۔

**دولت خاں کی فتنہ پردازی** لیکن جیسے ہی بابر نے پیٹھ پھیری دولت خاں اور غازی خاں اپنی کمیں گاہوں سے نکل آئے اور انھوں نے دلاور خاں د

کو سخت سزائیں دے کر قید کردیا اور سلطان پور کی جاگیر پر قبضہ کرلیا۔ اور ایک بڑا لشکر لے کر سلطان علاؤالدین پر فوج کشی کردی اور اسے شکست دے کر بے دخل کردیا۔ سلطان علاؤالدین کابل پہنچ گیا اور بابر سے دہلی کی تسخیر کے لئے مدد چاہی اور اس سلسلہ میں مغل امیروں کے نام حکم نامہ بھی لے آیا سلطان علاؤالدین کو شکست دینے کے بعد دولت خاں کے حوصلے بڑھ گئے اور اس نے لاہور کے حکام اور امراء پر لشکر کشی کردی مگر ان کے مقابلہ میں اسے بُری طرح شکست ہوئی۔ اسی اثناء میں سلطان ابراہیم کی وہ فوج جو اُس نے دولت خاں کی سرکوبی کے لئے مقرر کی تھی پہنچ گئی۔ مگر دولت خاں بھی ایک کائیاں تھا اُس نے حیلہ وچاپلوسی سے اس فوج کے کماندار کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اُس کے لشکر کو متفرق کرادیا۔ اسی دوران میں جب اسے اطلاع ملی کہ سلطان علاء الدین دہلی کی تسخیر کے لئے معاونت کا فرمان لے کر آیا ہے تو وہ اس سے جا کر ملا اور تاتیوں اور دوسرے اکابرین کی مہروں سے ایک اطاعت نامہ تیار کر کے دے دیا اور مغل امیروں کو اپنا سفارشی بنایا اور ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے اپنے بیٹوں کے ہمراہ سلطان علاؤالدین کے ہمراہ دہلی کی طرف روانہ کردیا۔ اس لشکر کی روانگی کے بعد پنجاب میں دولت خاں اور غازی خاں رہ گئے۔ سلطان علاؤالدین نے اپنے بھائی سلطان ابراہیم کے مقابلہ پر کئی ایک جنگیں لڑیں اور متعدد بار شبخون مارے مگر کچھ حاصل نہیں ہوا۔ سلطان ابراہیم نے اسے شکست دے کر بھگا دیا۔ دولت خاں علاؤالدین کی طرف سے مایوس ہوگیا تو اُس نے دوبارہ بابر کو ہندوستان آنے کی دعوت دی۔

## پانی پت کی جنگ اور مغل سلطنت کا قیام

بابر نے آخری بار ہندوستان پر حملہ کا یہ پانچواں قصد تھا) (۹۳۲ھ) بروز جمعہ پہلی ماہ صفر کو کابل سے کوچ کیا۔ اسی دن بدخشاں سے شاہزادہ محمد ہمایوں اور غزنیں سے خواجہ کلاں بیگ خدمت شاہی میں پہنچے اور باریاب ہوئے۔ جب شاہی لشکر سیالکوٹ پہنچا تو سلطان علاؤالدین خدمت میں حاضر ہوا اور عنایات شاہانہ سے سرفراز ہوا جب لاہور پہنچا تو وہاں کے مقرر کردہ حاکم حاضر خدمت ہوئے۔

## دولت خاں سے مقابلہ اور فتح

دولت خاں نے پھر بدعہدی کی کہ خود ہی بار بار خطوط لکھ کر بابر کو حملہ کرنے کے لئے بلایا اور اب وہ آگیا تو

اپنے بیٹوں کے ساتھ چالیس ہزار سواروں کی فوج لے کر مقابلہ پر آگیا۔ لیکن جب شکست کھائی تو قلعہ ملوٹ میں جا کر محصور ہو گیا اور حسب عادت پناہ مانگتے ہوئے بابر کے امرائے دربار کی سفارش سے حاضر خدمت ہو گیا۔ وہ ہمیشہ دو تلواریں باندھے رہتا تھا وہی دونوں تلواریں گردن میں ڈالے بابر کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ بابر کو بھی رحم آگیا اور اُس نے اُس کے قصوروں کو معاف کر دیا۔ قلعہ میں بہت سارے لوگ اپنے اہل و عیال کو لے کر حفاظت کی خاطر چلے گئے تھے ان کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا تھا۔ ان لوگوں نے بابر کے داخلہ میں کوئی مزاحمت نہیں کی۔ اس لئے بابر بہ نفس نفیس ان کو تسلی اور اطمینان دینے کے لئے قلعہ میں گیا اور اپنے لشکر کو بھی تنبیہ کی کہ وہ رعیت کو نہ لوٹے) قلعہ کا مال و اسباب اور بہت ساری کتابیں بحق سرکار ضبط کر لی گئیں۔ البتہ جو کتابیں لوٹ مار کرنے والوں کے ہاتھ لگ گئیں وہ نہیں ملیں۔ ایک جواہر اور کتاب تو بابر نے اپنے لئے رکھ لی در بقیہ شاہزادہ ہمایوں کو عطا کر دیں اور کچھ شاہزادہ کامراں کے لئے بھیج دیں۔ غازی خاں پہاڑوں میں جا کر چھپ گیا تھا وہ وہاں سے دہلی کی طرف چلا گیا۔ دولت خاں اب کسی ٹھکانے کا نہیں رہا تھا۔ بیمار ہوا اور مر گیا۔

**بابر کی پیش قدمی**

کہتے ہیں جس دن دریائے سندھ کو عبور کیا گیا تھا تو لشکر کی تعداد دس ہزار سواروں پر مشتمل تھی۔ جاسوس دہلی کی جو خبریں لا رہے تھے ان سے معلوم ہوا تھا کہ سلطان ابراہیم ایک لاکھ سواروں اور مست جنگی ہاتھیوں کی ایک بڑی تعداد لے کر دہلی سے پانی پت پہنچ گیا ہے جو دہلی سے چالیس کوس پہ دہلی اور سرہند کے درمیان ہے۔ جب لشکر سرہند پہنچا تو سرکشوں کی ایک جماعت کو اُن کے جرائم کی پاداش میں قتل کرا دیا گیا اور بعض عذر معذرت کر کے حاضر خدمت ہوئے۔ بابر نے باغیوں اور سرکشوں کی سرکوبی کرنے کے بعد حق شناس حاکموں کو مقرر کیا اور اس علاقہ کا اچھی طرح نظم و نسق کرنے کے بعد سلطان ابراہیم کی سرکوبی کے لئے سرہند سے کوچ کر دیا۔

**پانی پت میں صف آرائی**

جس وقت بابر پانی پت میں، ابراہیم کی فوج کے مقابل پہنچا[1] تو اس کا لشکر غنیم کی فوج کے دسویں حصہ کے برابر تھا۔ دشمن

---

[1] بابر پانی پت میں بروز جمعرات ۸ر جمادی الآخر ۹۳۲ھ میں پہنچا تھا۔

کی کثرت کو دیکھ کر سپاہی گھبرا گئے اور پہلے کی طرح واپس ہو جانے کا مشورہ دینے لگے لیکن بابر کی شجاعت موروثی حرکت میں آچکی تھی اس نے بہر قیمت مقابلہ کا فیصلہ کر لیا اور اللہ پر توکل کر کے صف آرائی کر لی۔

ہمایوں مرزا کی کمان میں تجربہ کار امیروں کو میمنہ پر مقرر کیا گیا۔ محمد سلطان مرزا کی سرکردگی میں ایک دلیر اور بہادر فوج کو میسرہ پر متعین کیا اسی طرح تجربہ کار سرداروں کو فوج کے مختلف حصوں پر مامور کیا۔

**پانی پت کی پہلی لڑائی**

جب مقابلہ ہوا تو دونوں طرف سے فوجیں غضب ناک موجوں کی صورت میں بڑھیں اور جوش و خروش سے صفیں صفوں سے ٹکرا گئیں، ہر طرف سے ایک شور و غل اور ہنگامہ برپا ہو گیا۔ رہ رہ کر نبرد آزما بہادروں کے نعرے دل ہلانے لگے اور تاحد نظر خون کے فوارے اچھلتے نظر آتے۔ گھوڑوں کی ٹاپوں نے گرد و غبار کی چادر کھڑی کر دی تو ہاتھیوں کے بڑھتے ہوئے غول سے دن پر رات کا شبہ ہونے لگا۔ ؎

زتم ستوراں دراں پہن دشت
زمین شش شد و آسماں گشت ہشت

ایسا ہنگامہ کارگزار تھا کہ باپ بیٹے کو بیٹا باپ کو پہچان نہیں سکتا تھا۔

پدر با پسر کیں برآراستہ

پٹھانوں کی فوج نے جو ٹڈی دل کی طرح بڑھی چلی آرہی تھی ایسے تابڑ توڑ حملے کئے کہ بس یہ معلوم ہوتا تھا روئے زمین زلزلے سے کانپ اٹھے گی۔ طلوع آفتاب سے نصف النہار تک اس جنگ عظیم میں ہزارہا آدمیوں کے سر گھوڑوں کی ٹاپوں میں روندے گئے اور قتل و جدال کا ہنگامہ اپنے عروج پر پہنچ گیا۔ آخر کار فتح و ظفر مندی کی ہوا چغتائی لشکر کے پھریروں کو اڑانے لگی۔ راجہ بکرماجیت اور سلطان ابراہیم پانچ ہزار افغان سواروں کے ساتھ لڑتے ہوئے مارے گئے تھے مگر کافی دیر تک ان کے متعلق تحقیق سے معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ زندہ ہیں یا مردہ۔ بابری شہ سوار پٹھانوں کے تعاقب میں پیام مرگ بنے ہوئے اپنے گھوڑوں کو دوڑا رہے تھے۔ اس تگ و دو میں بابر بادشاہ کی نظر سلطان ابراہیم کے سر پہ پڑی اور بہادر لشکریوں نے اپنی باگیں کھینچ لیں۔

کہتے ہیں اس جنگ میں پندرہ سولہ ہزار پٹھان، راجپوت اور میواتی اور دوسری قوموں کے لوگ قتل و گرفتار ہوئے۔ فتح کے اعلان کے ساتھ ہی امرائے نامدار نے تہنیت و مبارک باد دی۔ بابر نے اسی دن باوجود خستہ و ماندہ ہونے آگرہ کی تسخیر کے لئے اور دہلی کے خزانہ اور جواہرات کی ضبطی کے لئے کارپردازوں کو مقرر کیا۔

## دہلی کی طرف کوچ

شاہزادہ ہمایوں مرزا تو آگرہ کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا اور خود بابر نے دہلی کی طرف کوچ کیا اور بروز منگل ۱۲ رجب ۹۳۲ھ کو دہلی میں ورود شاہانہ ہوا۔ شیخ زین الدین کو حکم دیا گیا کہ وہ ظہیر الدین بابر بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھیں۔ دوسرے دن بابر نے دہلی کے قلعہ اور شاہی محلات اور باغات کی سیر کی اور مشائخین کرام کے مزاروں کی زیارت کی۔ دس دن دہلی میں قیام کرنے کے بعد آگرہ کو روانہ ہوا۔

## آگرہ پر قبضہ

گوالیار کے راجہ بکرماجیت نے پانی پت کی لڑائی میں سلطان ابراہیم لودھی کا ساتھ دیا تھا آگرہ کا قلعہ بھی اس وقت تک اسی کے آدمیوں کے قبضہ میں تھا۔ بابر کے آنے سے پہلے ہمایوں نے قلعۂ آگرہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اسی قلعہ میں ہمایوں کو آٹھ مثقال وزن کا وہ الماس بھی ملا تھا جسے سلطان علاؤ الدین خلجی دکن پر حملہ کر کے لایا تھا۔ ہمایوں نے یہ الماس بابر کے قلعہ آگرہ میں آنے پر نذر پیش کیا۔ بابر نے اس الماس کو قبول کر لیا اور جوہریوں سے اس کے وزن اور قیمت کی تشخیص کرائی۔ لیکن یہ الماس اتنا انمول تھا کہ اس کی صحیح قیمت کا تعین نہیں ہو سکا۔ بعد میں یہ الماس اور تین لاکھ پچاس ہزار نقرئی تنکہ اور ایک خزانہ سربمہر جو ابھی شمار نہیں کیا گیا تھا۔ بابر نے شاہزادہ ہمایوں مرزا کو عنایت فرما دیا۔ سلطان محمد مرزا کو دو لاکھ نقرئی تنکہ جواہرات اور دوسرے نفیس آلات مرحمت ہوئے۔

جب آگرہ کا خزانہ خدمت میں پیش کیا گیا تو حکم دیا کہ اس میں سے مکہ، مدینہ، کربلا، نجف اشرف، مشہد مقدس کے سادات اور علماء کو اور دوسرے ممالک کے بزرگوں کو بھی حصہ رسدی روانہ کیا جائے۔ کابل کے لوگوں کے لئے تمام ہم قوم اور دوسری قوم کے مردوں عورتوں، بچوں، بوڑھوں، امیر و فقیر۔ غرض ایک ایک آدمی کے لئے ایک ایک شاہرخی کے حساب سے رقم روانہ فرمائی اور ہر ملک کے مستحقوں کو جیسے جیسے یاد آتے گئے۔ نام بنام

انعامات ارسال کئے۔ اس کے بعد بابر نے اس تباہ شدہ ملک کے نظم ونسق کی طرف توجہ فرمائی۔ فتنہ وفساد کا سدباب کیا۔ شاہان شرقی اور دوسرے دور دراز ملکوں کے استیصال کے لئے فوجیں روانہ کیں۔ ان تمام امور کی تفصیلات کو ہم نظرانداز کر کے اصل واقعات پر اپنے قلم کو مرکوز رکھتے ہیں۔

## پٹھانوں اور ہندوؤں کا گٹھ جوڑ

جب برعظیم ہند میں تیموری سلطنت کا آوازہ بلند ہوا تو ہندوستان والے گھبرائے کہ یہ سرزمین چغتائی خاندان کے زیر اقتدار آ گئی تو تمام افغان سرداروں اور ہندو راجاؤں پر زندگی تنگ ہو جائے گی اور ہندو مذہب اور اس کے بت خانوں کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی۔ اس اندیشہ سے اطراف واکناف کے راجاؤں مشرقی پنجاب میں برسراقتدار لودھی سرداروں مفسد میواتیوں اور دوسرے سرکش زمینداروں نے آپس میں مراسلت کر کے اتفاق رائے سے رانا سانگا او رانا چتوڑ کے پاس فریاد کی کہ یہ ملک امیر تیمور کی اولاد کے قبضہ میں آ گیا تو وہ پھر یہاں سے نہیں نکلے گی اسی ملک کو ٹھکانہ بنائے گی اور سب سے پہلے وہ ہندوستان کے بتوں کو توڑ کر ہماری قومی بنیادوں کو ڈھا دے گی۔ دوسرے یہ مغل ہمارے اس موروثی ملک میں ایسی ایسی دراز دستیاں کریں گے کہ بس دیکھتے رہو یہ بھوکے مغل اپنے وطن والوں کے پاس ہمارے ملک کا جو تحفہ روانہ کریں گے۔ وہ ہماری بہو بیٹیاں اور ہمارے بیوی بچے ہوں گے۔ لہٰذا ہماری قومی غیرت و حمیت کا تقاضہ ہے کہ ہم اپنے نفاق کو اتفاق میں تبدیل کریں اور کمر ہمت باندھ کر پہلے اپنا مال پھر اپنی جان عزت و آبرو پر نثار کر دیں اور اس ملک کے عالی خاندان راجاؤں اور سلاطین نامدار پر تصدق ہو جائیں۔

## رانا سانگا کی تیاریاں

رانا سانگا نے تمام راجاؤں اور بادشاہزادوں سے ربط ضبط قائم کر کے تقریباً دو لاکھ راجپوت اور پٹھان سواروں کو جمع کر لیا اور دو ہزار جنگی ہاتھی اور توپ خانہ اور دوسرا تمام سامان جنگ لے کر کوچ کیا اس کی آمد کی شہرت آگرہ میں پہنچی تو ہر بزم میں ہر مجلس میں یہی تذکرہ ہونے لگا۔ اس خبر کے آنے سے پہلے اختلاف آب وہوا کے سبب تقریباً تمام ہی مغل بیمار رہتے تھے اور طرح طرح کے امراض میں گرفتار ہو گئے تھے اس لئے شاہزادوں اور منہ لگے امیروں نے خلوت میں فردوس مکانی بابر بادشاہ کو واپسی کے لئے آمادہ کرنا چاہا کہ وہ حسب سابق کابل لوٹ چلیں۔ بابر ان سب کی باتیں سنتا تھا مگر سنی ان سنی کر کے

مال دیتا تھا۔ اسی اثنا میں بعض تابوچی افغانی اور بہ اصل میواتی سردار جو مصلحت وقت کے سبب خدمت میں حاضر ہو گئے تھے دربار سے کھسک گئے اور اپنے اپنے وطن کو چلے گئے ایک جماعت نے تو دشمنوں کے لشکر کا راستہ لیا۔

**گوالیار کا محاصرہ**

اس درمیان میں خبر ملی کہ گوالیار کی وراثت کا دعویٰ لے کر منگت رائے نے خان جہاں بندیلہ کے ساتھ گوالیار پر فوج کشی کر دی ہے۔

تاتار خاں قلعدار نے جو سلطان ابراہیم کا ملازم تھا قلعہ کو مستحکم کر کے مدافعت کی لیکن جب اس نے اپنے آپ کو مجبور پایا تو بابر کی خدمت میں عرض داشت بھیجی کہ اگر بادشاہ سلامت اپنے کسی بھی آدمی کو بھیج دیں تو قلعہ اس کے سپرد کر دیا جائے۔

اس درخواست پر رحمٰن داد خاں کو حکم ہوا کہ وہ اس مہم پر جائے اور قلعہ کو اپنے قبضہ میں لے لے۔ جب راجہ منگت رائے کو چغتائی کمک کی اطلاع ملی تو وہ محاصرہ اٹھا کر دو تین منزل دور جا کر ٹھہر گیا اور رانا کے لشکر کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ منگت رائے کے جاتے ہی تاتار خاں عہد و پیمان سے پھر گیا اور قلعہ سپرد کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ صورت حال رحمٰن داد کے لئے نہایت پریشان کن تھی نہ وہ ٹھہر سکتا تھا نہ جا سکتا تھا۔

**گوالیار پر قبضہ**

رحمٰن داد اسی تردد پریشانی میں تھا کہ شیخ محمد غوث جو اس زمانہ کے حقیقت آگاہ بزرگ تھے اور گوالیار میں متوطن تھے رحمٰن داد کو پیغام بھیجا کہ "جس طرح بھی تم سے بن پڑے قلعہ دار کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور اس سے قلعہ میں داخلہ کی اجازت لے کر اپنے آپ کو اندر پہنچا دو" اس پیغام پر رحمٰن داد نے تاتار خاں سے کہلوایا "میں کافروں کے شب خوں اور حملوں کی زد میں ہوں تم سے دو چار ضروری باتیں بالمشافہ کہنا چاہتا ہوں تاکہ ان کافروں سے تردد نہ رہے اگر تم مجھے چند خادموں کے ساتھ بغیر ہتھیار کے بطور مہمان اندر بلاؤ تو یہ بات خلاف مروت نہ ہوگی۔ تاتار خاں نے قبول کر لیا اور اندر آنے کی اجازت دے دی۔ رحمٰن داد قلعہ میں داخل ہو گیا تاتار خاں سے ملاقات کی اور گفتگو کی اس کے بعد اس نے گوالیار کے بزرگوں کی زیارت کی اجازت لے کر حضرت شیخ محمد غوث سے ملاقات کی اور ان کے حسب ایما، اس نے تاتار خاں سے درخواست کی کہ "میرا

---

[1] فرشتہ اور طبقات اکبر شاہی نظامی میں " رحیم داد" لکھا ہے۔

سارا لشکر قلعہ کے باہر اس وقت تک ٹھیرا رہے گا جب تک کہ ان کا فروں کا خطرہ سر سے ٹل جائے لیکن میرے گھرانے کی بعض مستورات وہاں محفوظ نہیں ہیں۔ آپ اگر اجازت دیں تو ان کو میں قلعہ میں بلا لوں میرا ایک آدمی قلعہ کے دروازہ پر متعین رہے گا تاکہ وہ مستورات کے علاوہ کسی اور کو اندر آنے نہ دے آپ صرف چند ڈولیوں کو چند خدمت گاروں کے ساتھ اندر آنے کی اجازت دیدیں تو اس مروت و احسان کی تکمیل ہو جائے گی"۔

تاتارخاں نے اس بات سے غافل کہ پس پردہ کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے اجازت دیدی۔ گوالیار کے دروازوں پر اس وقت بیشتر شیخ کے معتقد اور مرید مامور تھے۔ ان کو مختلف مراعات کا امیدوار بنا کر خفیہ طور پر ہموار کر لیا گیا تھا۔ اجازت نامہ کے مطابق اور اس غرض سے بھی کہ عورتوں کے قلعہ میں داخلہ کی شہرت نہ ہونے پائے۔ دروازہ کھولنے کا وقت رات میں مقرر کیا گیا تھا۔ جب آدھی رات گذر گئی تو اس دروازہ سے جسے رحمٰن داد کے آدمیوں نے پہلے سے مقرر کر رکھا تھا۔ بہادر سپاہیوں کی ایک بڑی جماعت قلعہ میں داخل ہو گئی اور بعض مخالف دربانوں کو قتل کر دیا اور دروازہ کو بے دھڑک چوپٹ کھول دیا۔ چنانچہ صبح ہوتے ہوتے چغتائی لشکر تاتارخاں کے سر پر آدھمکا اور لشکری نقارے بوق اور کرنا بجاتے ہوئے سارے قلعہ میں پھیل گئے۔ جب تاتارخاں نے دیکھا کہ قلعہ تو ہاتھ سے نکل گیا اور اب جان و آبرو کی خیر نہیں تو اس نے تمام خزانوں اور ذخیروں کی چابیاں رحمٰن داد کے حوالہ کر دیں اور اپنی بدعہدی کی بڑی معذرت کی اور نئے قلعدار کو اپنے گذشتہ قصوروں کی معافی کے لئے واسطہ بنایا اور فتح نامہ اور راضی نامہ لے کر خدمتِ شاہی میں حاضری کے لئے روانہ ہو گیا۔

تاتارخاں کے حضور میں پہنچنے کے بعد ہی چتوڑ کے رانا کے قریب پہنچنے کی خبریں آنے لگیں۔ دشمن کی پیش قدمی اور ہجوم و غلبہ سُن سُن کر قدیم کہن سال بہادروں کا دل بھی ڈانوا ڈول ہونے لگا۔ لیکن ایک بابر تھا کہ اس کے دل میں ذرہ برابر بھی تردد و پریشانی نہ تھی اس نے بڑے حوصلہ کے ساتھ یہ خبریں سنیں اور غنیم کے مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں اور بیانہ پر بادشاہی پیش خانہ قائم کرا کے کیمپ لگا دیا اور جاسوسوں کو دشمن کی خبریں لانے کے لئے روانہ کیا۔

**بابر کی ولولہ انگیز تقریر** عبدالعزیز نامی ایک سردار جو ایک جماعت کو لے کر قراولی پر

گیا تھا زخمی ہو کر واپس آیا اس کی جماعت کے بہت سارے آدمی مارے گئے۔ صرف چند سوار لٹے پٹے واپس آئے۔ ان لوگوں نے آ کر کافروں کی کثرت اور غلبہ کا ایسا ڈھونڈورا پیٹا کہ لوگوں کے دل میں اور بھی زیادہ خوف و ہراس پیدا ہو گیا۔ بابر نے تمام سردارانِ لشکر اور امرائے دربار کو جمع کر کے مجلس مشاورت منعقد کی اور ہر ایک کے ظرف و حوصلہ کا اندازہ کرنے کے لئے رائے طلب کی۔ اکثر کی رائے یہی تھی کہ پنجاب اور کابل کی طرف کوچ کر دیا جائے ہر ایک نے عقلی اور نقلی طرح طرح کی دلیلیں دیں۔ بابر نے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا "واہ یہی تمہاری دینی غیرت اور اسلامی حمیت ہے کہ جس ملک کو تم نے اس سعی و محنت کے بعد حاصل کیا اسے کافروں کے ڈر سے چھوڑ کر بھاگنا چاہتے ہو۔ کیا تمہارے دلوں سے حصولِ شہادت کا جذبہ مفقود ہو گیا۔ یاد رکھو اگر ہم کافروں پر غالب آگئے تو غازی ہوں گے ورنہ شہادت کا درجہ ہم کو مل کر رہے گا۔ ہمارا گذرے ہوئے شہیدوں میں نام اور شمار ہوگا۔ کیا یہ بات اس سے بہتر نہیں کہ ہمارا نام صرف بادشاہوں کی تاریخوں میں آئے اور وہ بھی "کفار کے بھگوڑوں" والے القاب کے ساتھ۔

بابر کی اس تقریر نے جادو کا اثر کیا۔ ایران اور توران سے آئے ہوئے بہادروں کے دل گرما گئے ان کی غیرت چمک اٹھی اور وہ اس جہاد کو سرمایۂ اطاعت و اعتقاد جان کر کافروں کے مقابلہ میں جان لینے اور جان دینے پر آمادہ ہو گئے اور سب نے عہد و پیمان کئے اور قرآن پاک کو ضامن بنا کر قسمیں کھائیں اور شیخ زین الدین کے سامنے شراب نوشی اور تمام گناہوں سے یہاں تک کہ ڈاڑھی منڈانے سے بھی جو شاہانہ شجاعت کی موروثی علامت تھی، توبہ کر لی۔

### بابر اور رانا سانگا کا مقابلہ

دس جمادی الاول ۹۳۳ھ کو بابر کی آراستہ پیراستہ فوج بہادروں اور سپہ سالاروں کی کمان میں بادشاہ کے حسب ارشاد اللہ کا ذکر کرتی ہوئی بڑھی غنیم تین کوس پر پڑاؤ ڈالے پڑا تھا بادشاہی فوج نے ایک کوس آگے بڑھ کر کیمپ لگا دیا۔ پہلے ہی دن بہادر نوجوانوں نے سیر و تفریح کے طور پر مخالفوں کے لشکر کا گشت لگایا اور چند سپاہیوں کو قتل کر کے ان کے سر بطور تحفہ کاٹ لائے۔

دوسرے دن جیسے ہی آفتاب جہاں تاب نے اپنا چہرہ دکھایا بابری فوج نے مزید ایک کوس تک پیش قدمی کی اور کیمپ لگا دیا، لیکن ابھی لشکر ٹھیک سے اترنے اور قیام کرنے

نہ پایا تھا کہ غنیم کی فوج کے دل بادل افق صحرا پر نمودار ہوئے اور ہاتھیوں کی عماریاں دور سے چمکنے لگیں۔ بابر نے ان کے مقابلہ کے لئے میمنہ پر تو محمد ہمایوں مرزا کو مقرر کیا اور ان کے زیر کمان بہادر تجربہ کار صف آراؤں کی ایک جماعت کو مقرر کیا اور میسرہ سید خواجہ کے تفویض ہوا اس کے ماتحت وہ سارے بہادر تھے جو محمد سلطان مرزا کے زیر کمان معرکے جیت چکے تھے۔ چند ہزار سوار محفوظ فوج میں رکھے گئے کہ جہاں ضرورت پڑے وہ مدد کے لئے پہنچ جائیں۔ خود بابر نے بنفس نفیس قلب لشکر کی کمان سنبھال لی اور ہر طرف جاں نثار مقربوں نے پرے باندھ لئے اور جان ہتھیلی پر رکھ کر مقابلہ کا عزم کر لیا۔ بقیہ فوجیں بھی حسب ضرورت جابجا مقرر کر دی گئیں۔

چار گھڑی گزرنے پر بابر نے اپنی فوج ظفر موج کو غنیم کی طرف حرکت دی اور پل بھر میں دونوں فوجیں خون کے سیلاب بہاتیں ایک دوسرے سے قتال و جدال کرنے لگیں۔ دونوں طرف کے بہادر ایک دوسرے سے زور آزمائی کرنے لگے فولاد سے فولاد ٹکرانے لگا ہاتھیوں نے ہاتھیوں کا مقابلہ کیا ؎

زعزیدن ژندہ پیلان مست
گرہ در گلوئے ہژبران شکست

میدان جنگ رومی اور ہندی نقارخانوں جنگی نفیریوں اور قرنوں کی دل دہلا دینے والی آوازوں اور مجاہدوں کے خارا شگاف نعروں سے گونجنے لگا۔ بہادر اس ہنگامہ ہاؤ ہو میں اس طرح حصہ لے رہے تھے جیسے وہ کسی بارات میں ذوق و شوق سے حصہ لے رہے ہوں خاص طور سے عرب اور عجم ایران و توران کے معرکہ آرا بہادر جولاں گاہ رزم کو رنگین کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔

**بابر کا دلیرانہ حملہ اور فتح**

کفار کی فوج نے بابری لشکر کے ایک پہلو کو دبانا شروع کیا حسن خاں میواتی ہراول کے دس ہزار سواروں اور دلیر راجپوتوں کی ایک جماعت کو لے کر بڑی بے باکی کے ساتھ تابڑ توڑ حملے کر رہا تھا۔ اس کے حملوں سے قریب تھا کہ چغتائی لشکر کے قدم اکھڑ جاتے، عین اس وقت بابر نے قلب کو آگے بڑھایا اور چغتائی بہادر سرپٹ گھوڑوں کو دوڑاتے کافروں کے سر پہ بیک دم آن پہنچے۔ غازیوں کی تکبیر سے رن کانپنے لگا۔ حسن خاں میواتی نے ان بڑھتے ہوئے شہسواروں کے مقابلہ پر اپنے تیرانداز دستہ

کو آگے بڑھایا۔ لیکن بابری دستے تیروں کی بوچھاڑ میں بڑھتے چلے گئے اور اس تیر انداز دستہ کو سب سے پہلے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس دستہ کے کھیت ہوتے ہی مخالف صفوں میں شکست کے آثار پیدا ہو گئے اور تھوڑی ہی دیر میں اگلی صفیں بھاگتی ہوئی نظر آئیں اور سب پسپا ہو کر رانا کے اطراف جمع ہو گئے۔ لیکن جب رانا نے دیکھا کہ اب میدانِ جنگ ہاتھ سے نکل چکا ہے اور بازی جیتنے کا کوئی موقع نہیں رہا ہے تو وہ اپنی جان بچا کر نرغہ سے نکلا اور گھوڑا دوڑاتا ہوا سلامت نکل گیا۔ مغلوب افغان لاشوں کے ڈھیر میں سر چھپانے لگے اور اسیر ہونے اور ہر طرف "نصرٌ من اللّٰہ و فتحٌ قریب" کا غلغلہ بلند ہو گیا۔ شاہزادوں نے، چچازاد بھائیوں نے اور محترم امیروں نے ہندوستان اور ایران کے طریقہ سے تسلیمات بجا لائیں اور فتح کی تہنیت دی۔ اس فتح کی تاریخ "فتح بادشاہ اسلام" سے نکالی گئی اور بابر نے خطبہ میں اپنے نام کے ساتھ "غازی" کا اضافہ کر دیا۔

**چتوڑ کے رانا** کہتے ہیں چتوڑ کے رانا کا خاندان ہندوستان کے تمام راجپوتوں سے ممتاز اور اعلیٰ خاندان ہے اور مشہور ہے کہ وہ اپنے آپ نوشیروانِ عادل کی اولاد میں شمار کرتے ہیں۔ اپنے اس علو و امتیاز کے سبب سے وہ اپنا لقب رانا رکھتے ہیں حالانکہ تمام ہندوستان کے راجپوت راجہ اور رائے کے لقب سے موسوم ہیں لیکن خاندان چتوڑ یہ اپنی بزرگی کے سبب راجہ اور رائے کے لقب کو کمتر سمجھتے ہیں ان کے پاس ہمیشہ "رانا" یا "دیوان" کا لقب رہا ہے۔ غرض بابر سے رانا کے شکست کھانے کے بعد آج تک کہ ۱۱۴۳ھ ہے کسی راجپوت نے تیموری خاندان کا مقابلہ نہیں کیا اور سب برابر اطاعت و خدمت گذاری میں بسر کرتے رہے۔

راقم تحریر نے اس ملک میں آنے کے بعد "دیوان" اور "رانا" کے سلسلہ کی تحقیق کی معلوم ہوا وہ خود نوشیرواں کی اولاد ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے ہیں۔ اس زمانہ یعنی محمد شاہ بادشاہ غازی کے عہد میں یہ راجپوت جنھوں نے کبھی شاہی خاندان کے خلاف تلوار نہیں کھینچی بلکہ دوسرے حملہ آوروں کے مقابلہ میں اس خاندان کی مدافعت کی اپنے اپنے علاقہ کی طرف اٹھے چلے جا رہے ہیں۔ خیر یہ ایک الگ قصہ ہے میں اصل سلسلۂ کلام کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

**میوات پر حملہ** اس فتح عظیم کے بعد بادشاہ نے میدانِ جنگ سے جلد کوچ کر دیا تاکہ

لاشوں کے تعفن سے لشکر مکدر نہ ہو۔ وہاں سے شکار کھیلتے ہوئے میواتیوں کی خبر لینے میوات کا رخ کیا۔ حسن خاں کا بیٹا ناہر خاں میواتی اپنے آدمیوں کے ساتھ نذرانے لے کر حاضر ہوا بادشاہ نے یہ علاقہ چین تیمور خاں کو جو ایک بہادر آدمی تھا تفویض کیا اور شاہزادہ ہمایوں مرزا کو تحائف اور فتح نامہ دے کر کابل روانہ کیا۔ بعض پٹھان سرداروں کو ان کے قصوروں کی پاداش میں قتل کرا دیا۔ محمد سلطان کو لکھنؤ[1] کے بندوبست کے لئے رخصت کیا۔

**چندیری کی فتح**

بابر نے آگرہ پہنچنے کے فوراً بعد ہی چندیری کے زمیندار راجہ میدنی رائے کی گوشمالی کے لئے توجہ فرمائی اور چند دن کے محاصرہ کے بعد جان بخشی کے اقرار پر چندیری کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن راجپوتوں نے قلعہ سے نکلتے نکلتے یک بارگی حملہ کر دینے کی کوشش کی۔ اس لئے تین چار ہزار راجپوت قتل کر دیئے گئے۔ میدنی رائے بالاحصا میں چلا گیا اور وہاں اس نے اور اس کے ہمراہیوں نے (جوہر کر لیا) چھوٹے بڑے تمام راجپوت جو تقریباً ایک ہزار تھے خودکشی کر کے مر گئے۔ چندیری کے سقوط کے بعد اس سمت کے تمام زمیندار اور رائے راجہ مطیع بن گئے۔ مسجدوں اور خانقاہوں میں ان کافروں نے گھوڑے اور مویشی باندھ رکھے تھے ان کو صاف کرا کے مرمت اور تعمیر کرائی گئی۔ موذن اور خادم مقرر ہوئے۔ چندیری 'انیتھوا' سارنگ پور اور 'رائسین' میں خدا ترس حکام اور قلعداروں کی تعیناتی عمل میں آئی۔ اس فتح کی تاریخ "فتح دار الحرب" نکالی گئی۔ بابر کو یہ مادہ تاریخ پسند آیا اس نے اس کو فی البدیہہ منظوم کر دیا ؎

بود چندی مقام چندیری
پر ز کفار شوم دار الحرب
فتح کردم بہ حرب قلعۂ او
گشت تاریخ "فتح دار الحرب"

اس سارے علاقہ کی حکومت احمد شاہ کو جو موروثی حق دار تھا اور لڑائیوں میں کار ہائے نمایاں سرانجام دے چکا تھا عطا فرمائی۔

---

[1] فرشتہ نے لکھا ہے "بادشاہ نے محمد سلطان مرزا کو بِبَن نامی پٹھان کی سرکوبی کے لئے قنوج روانہ کیا۔ اور ببن خیر آباد کی طرف بھاگ گیا۔"

. . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . . اس کے بعد بادشاہ گوالیار کی عمارتوں باغوں اور مسجدوں کے معائنہ اور سیر کے لئے گئے اور بزرگوں کے مزاروں پر فاتحہ خوانی کرکے آگرہ تشریف لائے۔

انھیں دنوں خواند میر مورخ "حبیب السیر" اور ملا شمس الدین معمائی ہرات سے آکر باریاب ہوئے۔

اسی زمانہ میں احمد نگر کے والی نظام الملک بحری کا عریضہ تحف و ہدایا کے ساتھ بارگاہ میں پہنچا جس میں شاہانہ فتوحات پر تہنیت و مبارک باد دی گئی تھی۔

## بہار اور ملتان کی بغاوت

انھیں دنوں صوبہ بہار سے سلطان محمود نبیرۂ سلطان بہلول لودھی کی بغاوت اور ملتان میں بلوچوں کی فتنہ انگیزی کی خبریں ملیں۔ بابر نے ملتان کے فتنہ پر شرقی علاقہ کی بغاوت کو مقدم جانا کیونکہ اس طرف ہر سال ہر ماہ فتنہ اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ بادشاہ نے ولایت بہار کی طرف کوچ کا حکم دیدیا۔ سلطان محمود کو جب چغتائی لشکر کے کوچ کرنے کی خبر ملی تو وہ مقابلہ سے ہٹ گیا اور کچھ عرصہ تک مفقود الخبر رہا۔ پھر اس نے جمعیت فراہم کرکے شاہی لشکر پر اس وقت حملے کرنے شروع کردیئے جب کہ وہ گنگا کو عبور کر رہا تھا۔ بابر نے اس کی روک تھام پر عسکری مرزا کو مقرر کیا اور خود دریا کو عبور کرلیا اور پٹھان بے فائدہ دوڑ دھوپ کرکے ناکام و نامراد فرار ہوگئے۔ جب موسم برسات آگیا اور آب و ہوا کی ناموافقت سے بادشاہ کا مزاج خراب ہوا تو ایک سربرآوردہ پٹھان سردار نصرت شاہ کو اس کے قصوروں کی معافی دے کر تسلیمات و باریابی کا اعزاز بخشا اور ان ملعون سرکشوں کی تنبیہ کے لئے اس کو متعین کرکے آگرہ کو مراجعت فرمائی۔

ہمایوں مرزا کو جو اس وقت حکم شاہی کے مطابق کابل سے واپس آگیا تھا اور سخت بیماری میں مبتلا ہوگیا تھا قصبہ سنبھل سے اپنے پاس بلا لیا۔

## بابر کی وفات

اسی زمانہ میں جب کہ بدخشاں کے حالات بہت درہم برہم ہوگئے تھے۔ اور وہاں کے نظم و نسق کو سنبھالنے اور مخالفوں کی سرکوبی کے لئے مسلسل امرائے شاہی کو مقرر کرکے روانہ کیا جا رہا تھا۔ بابر سخت بیمار ہوگیا۔ جب مرض بڑھتا ہی چلا گیا تو بادشاہ نے شاہزادہ ہمایوں مرزا کو اپنا ولی عہد مقرر کردیا۔ اس وصیت کے بعد ۹۳۷ھ میں ۲۰ سالہ حکمرانی کے بعد بابر نے پچاس سال کی عمر میں وفات پائی ۔

جہاں اے پسر ملک جاوید نیست
ز دنیا وفاداری امید نیست

**بابر کے اوصاف** تمام مورخ متفق ہیں کہ بابر ایک بہادر، بامروت، غیرت مند اور حوصلہ مند بادشاہ تھا جس کی مثال شاہانِ سلف میں بہت کم ملتی ہے بابر کی ایک خاص صفت خطا بخشی اور جرم پوشی کی تھی اس کی زندگی میں ہزار بار ایسا ہوا کہ خود اس کے امیروں عزیز رشتہ داروں نے بار بار اس کے ساتھ غداری کی۔ اس کے احسانات کا بدلہ ہمیشہ حق ناشناسی اور نمک حرامی سے ہی دیا مگر وہ ایسا عالی ظرف اور بردبار تھا کہ جب بھی اُس کے مجرم اس کے سامنے پشیمان آئے اور عذر معذرت کی۔ اُس نے کھلے دل سے انھیں معاف کردیا۔ عرب اور عجم کے تمام سلاطین عہد میں اس کا یہ ایک امتیازی وصف تھا وہ ہمیشہ ایسی باتوں کو نظر انداز کردینے اور سنی ان سنی کرکے خطاؤں پر پردہ ڈال دینے کا عادی رہا۔

بابر ایک صاحب علم علم دوست بادشاہ تھا علم فقہ، انشاء اور فارسی و ترکی شعر میں اسے بڑی مہارت حاصل تھی۔ ترکی زبان میں اس نے اپنی سوانح عمری لکھی ہے جو اُس کی یادگار ہے باذوق حضرات میں اس کا مرتبہ ہمیشہ بلند رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ عبادت گذار اور پابند شریعت بھی تھا۔ صوم وصلوٰۃ کی ادائیگی میں تساہل نہیں برتتا تھا۔

**جان کا صدقہ جان** بابر کی تاریخ وفات "بہشت روزی باد" سے نکلتی ہے۔ کہتے ہیں جب ہمایوں حالتِ مرض میں سنبھل سے آگرہ کے نواح میں پہنچا اور اس کی بیماری سخت ہوگئی۔ دوادارو، علاج معالجہ سے کوئی فائدہ ہوتا ہوا نظر نہیں آیا تو ایک دن میر ابوالبقا نے جو اس زمانہ کے ایک فاضل آدمی تھے کہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے شاہزادہ کی زندگی کسی صدقہ کی طالب ہے جس کے بغیر موت ٹل نہیں سکے گی۔ اگر بادشاہ سلامت ایسی کوئی قیمتی چیز کہ اس سے زیادہ عزیز کوئی اور چیز نہ ہو جیتے ہوے قربان کردیں تو امید ہے اللہ تعالیٰ شفا عطا فرما دے" تجویز یہ ہوئی کہ وہ قیمتی الماس جو سلطان علاؤالدین کے جواہر خانہ میں تھا اور جو آگرہ کی فتح کے دن شاہزادہ ہمایوں کے ہاتھ آیا تھا اور اس نے باپ کو نذرانہ میں دے دیا تھا اور جیسا ہم لکھ آئے ہیں بادشاہ نے وہ الماس دو لاکھ نقرئی تنکہ اور دوسرے اعزازات کے ساتھ شاہزادہ کو عطا کردیا تھا۔ صدقہ میں دیدیا جائے کہ اُسے

فروخت کرکے اس کی قیمت مستحقوں میں تقسیم کردیں۔ بابر نے کہا "وہ پتھر کا ٹکڑا میری اور میرے بیٹے کی جان سے زیادہ عزیز اور قیمتی نہیں ہے۔ ہمایوں کے بعد اگر مجھے کچھ عزیز ہے تو وہ میری اپنی جان ہے۔ اس لئے میں اس پتھر کے بجائے اپنے بیٹے پر اپنی جان کو ہی صدقہ کئے دیتا ہوں، شاید اللہ تعالیٰ اس نذر کو قبول فرمائے ؎

بہ پیش نقد جاں گو ہر چہ باشد
نثار دوست باشد ہر چہ باشد

چنانچہ بابر خلوت میں گیا اور اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا مانگی اور تین مرتبہ بیٹے کے اطراف چکر لگا کر کہا "برداشتم، برداشتم، برداشتم" (یعنی میں نے اس کی بیماری اپنے سر لے لی)، بس اسی دن سے ہمایوں کی صحت کے آثار پیدا ہوگئے۔ اور محمد بابر بادشاہ عارضہ جسمانی میں مبتلا ہوگئے۔

**پیمائش کا قانون** شاہی سواری کے سامنے "جریب کشی" (پیمائش) کی رسم بابر کی اختراع ہے۔ جس کی غرض یہ تھی کہ جب بھی بادشاہ سلامت سفر اور شکار کے لئے جائیں تو راستہ کی مسافت معلوم ہو جائے۔ یہاں اس "جریب" کا حساب بھی سمجھ لیا جائے "کروہ جریبی" یا "کروہ پختہ" (کوس)، جو ہندوستان میں مروج اور زباں زد ہے۔ دو سَو[1] "جریب" کا ہوتا ہے اور ہر "جریب" چالیس گز" کا۔ "ہر گز" نو "مستوی القامہ" مٹھیوں کا (مستوی القامہ یعنی کھڑی ہوئی مٹھی) "کروہ جریبی" کے علاوہ ایک "کروہ عرفی" ہے۔ جو ہندوستان کے مختلف شہروں اور مقامات پر رائج ہے اور ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ حساب ہے چنانچہ صوبہ مالوہ کا "کروہ" (کوس) اور راجپوتانہ کے بعض علاقوں کا "کروہ" (کوس)، "جریبی کوس" سے کچھ زیادہ ہی ہوتا ہے۔ ملک دکن، برہان پور، احمد آباد، آگرہ تعلقہ پنجاب بلکہ کابل کی سرحد تک جو کوس رائج ہے وہ تین سَو چودہ[2] جریب کا ہے۔ کم و بیش کسر کے ساتھ، غرض دو "کروہ عرفی" ایک "کروہ جریبی" کے برابر ہوا۔ مسودہ میں لکھے ہوئے پیمانہ کو مکرر قدم اور اسی کا ناپ لے کر لکھا گیا ہے[3]۔

---

[1] (ن)۔ "ایک سو"

[2] چھ سو دو (ن)، [3] اس پیمانہ میں "منتخب اللباب" کے تمام نسخے ایک دوسرے سے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

**بابر کی خداترسی**

بابر کی خداترسی کا ایک واقعہ بہت مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ بابر ابھی نوجوان تھا اور اس زمانہ میں شراب نوشی کا بھی عادی تھا جوانی اور شراب پر حکمرانی کا نشہ سہ آتشہ۔ لیکن ابھی سلطنت پوری طرح قائم نہیں ہو پائی تھی اس لئے روپیہ پیسے کی بڑی تنگی رہتی تھی۔ اسی زمانہ میں خبر ملی کہ ملک خطا کا ایک کارواں راہ بھٹک کر جنگل میں پھنس گیا اور غذا کے نہ ملنے سے دو وقت بغیر کھائے اُس پر گذر گئے اس پر

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۳) مختلف ہیں اس لئے صحت مشتبہ ہوگئی ہے۔ یہاں "آئین اکبری" کے دیے ہوئے پیمانوں کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے جو "آئین کردہ" کے عنوان کے تحت لکھے گئے ہیں: آئین اکبری کی عبارت ہے۔

"صد طناب بر سخت ہر کدام پنجاہ گز الٰہی و نیز بہ چہار صد بانس اند بر گزرانند
ہر یک درو انزہ و نیم گز ہر دو پنج ہزار گز باز گردد۔ ہر گا چالش شود احیاناً مندان
جداں بانس پیمائش نمایند و جدیہ بانی دار و نمود مشرف رشتہ شمارہ دوتائی گیرد۔

(طناب رسی یا فیتہ جس سے پیمائش کی جاتی ہے) پچاس گز کی ہوتی تھی اور کوس ایک سو طناب کا ہوتا تھا جسے پوری طرح تان کر ناپا جاتا تھا)

(غیر مسطح یا دلدلی زمین کو "بانس" سے ناپتے تھے۔ ہر بانس ساڑھے بارہ (۱۲½) گز کا ہوتا تھا)
(بانس یا طناب دونوں کے حساب سے کوس پانچ ہزار گز کا ہوتا تھا)

(ناپ کا فیتہ دوہرا استعمال ہوتا تھا) (گز سے مراد "گز الٰہی" جو اکبر کا مقرر کردہ تھا) (بحوالہ آئین اکبری)۔ "شیر خاں نے ساٹھ جریب کا ایک کوس قرار دیا تھا جس کا ہر جریب ساٹھ گز سکندری کے مساوی تھا اور دہلی میں مروج تھا۔ مالوہ میں کوس نو طناب ساٹھ گز کا ہوتا تھا۔ گجرات میں "کروہ گاؤ" رائج تھا یعنی اتنی مسافت جہاں تک بیل کی آواز بآسانی پہنچ جائے۔ اس کو کارگذار "پچاس جریب" قیاس کرتے تھے۔ بنگالہ میں "کروہ دہپیہ" تھا یعنی اتنا راستہ کہ تیز دوڑنے والے ایک سانس میں طے کرلیں اور بعض جگہ یہ حساب کہ سر پہ سبز پتہ رکھ کر اتنی دور بھاگیں کہ وہ خشک ہو جائے" بحوالہ تاریخ فرشتہ "پیمائش کا فیتہ جس سے سفر اور شکار میں سواری کے عقب میں مسافت ناپتے ہیں، شہنشاہ کی ایجاد ہے۔ سو طناب کا ایک کوس ہے۔ ہر طناب چالیس گز کی ہے اور ہر گز نو مشت (مستوی الخلقہ) کی سکندری گز جو پہلے ہند میں رائج تھا۔ متروک ہوگیا۔ بابری گز نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ کے اوائل عہد تک تمام قلمرو ہند میں پایا جاتا ہے۔

ستم یہ ہوا کہ شام ہوتے ہی برف باری شروع ہو گئی اور سرد ہوا چلنے لگی چنانچہ یہ سارا کارواں صبح ہوتے ہوتے بھوک اور برف باری سے ٹھٹھر ٹھٹھر کر مرگیا۔ صرف دو آدمی جو کارواں کے پیچھے رہ گئے تھے نیم جان رہ گئے۔ یہی لوگ بادشاہ تک اس قافلہ کی تباہی کی خبر لے کر آئے۔ فردوس مکانی بابر بادشاہ نے اس کاروان کے مال متاع پر (باوجود اپنی احتیاج کے) قبضہ نہیں کیا بلکہ وارثوں کو بلوا کر ان کا متروکہ ان کے حوالے کر دیا۔

وہ آیا۔ اس نے حملہ کیا۔ اور سب کچھ فتح کر لیا۔

# محمدؐ ہمایوں بادشاہ غازی

ایک نیک نفس عالی ہمت بادشاہ جس کا آغاز مایوس کن، لیکن انجام شان دار تھا۔
اُس نے ہمیشہ پھول بکھیرے اور کانٹے چنے مگر اُس کی بہار خزاں کے آغوش میں ہی پروان چڑھتی رہی۔
وہ بارہا ناکامیوں کے دریا میں ڈوبا مگر ہر بار اپنے زورِ بازو سے سطح پر اُبھر آیا۔

ولادت ۔ سنہ ٩١٣ھ بمقام کابل
تخت نشینی ۔ سنہ ٩٣٧ھ بمقام آگرہ
دورِ اول ۔ سنہ ٩٣٧ھ تا سنہ ٩٤٧ھ دس سال

# محمد ہمایوں بادشاہ غازی

جنت آشیانی محمد ہمایوں بادشاہ غازی نے ۹۳۷ھ تخت ہندوستان پر جلوس فرمایا۔

ہمایوں بڑا با اخلاق اور باذوق بادشاہ گذرا ہے البتہ عیش و نشاط سے اُسے خاص شغف رہتا تھا۔ علم ریاضی میں خصوصاً نجوم اور حساب میں بڑی اچھی مہارت تھی۔

**خرگاہ ہمایونی**

ہمایوں نے آسمان کی شکل کا ایک کرہ[1] بنایا تھا۔ اس کرہ میں آسمان کی گردش، سات سیاروں کے "محور برج" اور "ثابتات" کے مقامات نمایاں کئے گئے تھے۔ ہفتہ کے سات دن رنگا رنگ مجلسیں منعقد ہوتی تھیں۔ ہر روز بادشاہ سلامت اور امراء اسی رنگ کا لباس پہنتے تھے جو رنگ اس دن سے منسوب ہونے والے ستارہ کا ہوتا تھا نہ صرف لباس بلکہ مجلس کا فرش فروش پردے وغیرہ بھی اسی رنگ کے ہوتے تھے۔

**ہمایوں کا بھائیوں سے سلوک**

ہمایوں نے تخت نشینی کے بعد بھائیوں کے ساتھ بڑا عادلانہ سلوک کیا کہ ملک کو اپنے تمام بھائیوں میں تقسیم کردیا۔ پنجاب کابل سے قریب تھا اس لئے وہ مرزا کامران کو مرحمت فرمایا۔ مرزا ہندال چونکہ ساتھ ہی رہتا تھا۔ اسی لئے اسے میوات کا علاقہ دیا۔ سنبھل اور اس کے توابعات مرزا عسکری کے نام واگذار کردیئے۔ ہمایوں نے تو بھائیوں کے ساتھ یہ سلوک کیا اور ان بھائیوں نے اس کے ساتھ ایسا کفران نعمت کیا کہ خانوادہ تیموری کے دامن پر داغ لگا دیا۔

---

[1] دوسری تاریخوں میں "خرگاہ" (خیمہ) لکھا ہے جو "خرگاہ ہمایونی" سے موسوم تھا۔ اس میں آسمان اور سیاروں کی اشکال اور گردش کے پیمانے رقم تھے۔

ابتدائے حکومت ہی سے ان بھائیوں نے اپنے بڑے بھائی کی مخالفت شروع کردی اور شیر شاہ کے ساتھ ربط ضبط بڑھانے لگ گئے۔ شیر شاہ نے فردوس مکانی بابر بادشاہ کے زمانہ ہی سے بنگالہ میں بغاوت اختیار کرلی تھی جس کا ذکر ہم اول سے آخر تک آگے چل کر کریں گے۔

**کامران کی سرکشی** مرزا کامران کو باپ کے زمانہ ہی میں سرہند، قندھار اور ان کے توابعات کی حکومت مل گئی تھی۔ ہمایوں نے پشاور اور لمغان کا بھی اضافہ کردیا۔ لیکن ابھی اس سلسلہ میں فرمان اور احکام تیار ہو ہی رہے تھے کہ معلوم ہوا مرزا کامران باپ کی تعزیت، اور بھائی کو تخت نشینی کی مبارک باد دینے کا بہانہ کرکے کابل سے نکل گیا ہے اور پنجاب و دہلی کا ارادہ کئے ہوئے ہے۔ لیکن ہمایوں نے اس جسارت کو نظر انداز کردیا اور مذکورہ علاقوں کے پروانے روانہ کردیئے۔ ناچار مرزا کامران اس مرتبہ واپس ہوگیا مگر بعد کے واقعات بتاتے ہیں کہ اس نے کسی بھی موقع پر بھائی کی مخالفت میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔

**کالنجر پر حملہ** ہمایوں نے قلعہ کالنجر کی فتح کا ارادہ کیا اس فوج کشی سے پٹھانوں کی سرکوبی بھی مدنظر تھی۔ لیکن جب کالنجر کا اس نے محاصرہ کرلیا تو جون پور میں پٹھانوں کے غلبہ و تسلط کی خبریں آنے لگیں مجبوراً اس نے نذرانہ لے کر کالنجر کے راجہ سے صلح کرلی اور جون پور کی طرف کوچ کردیا اور وہاں کے پٹھانوں کی قرار واقعی گوشمالی کرکے حسب سابق جونپور سلطان جنید کے حوالہ کردیا اور آگرہ واپس آگیا۔

واپسی کے بعد ہمایوں نے آگرہ میں ایک جشن شاہانہ منعقد کیا اور اس کی آرائش و زیبائش اس پیمانہ پر کرائی کہ دیکھنے والوں کو اس محفل پر بہشت کا گمان ہوتا تھا۔ اس جشن میں ہزاروں آدمی شاہی عطیات ہاتھی گھوڑے، خلعت اور جواہرات سے سرفراز کئے گئے۔

**شیر خاں کی شورش** شیر خاں نے بہار کے علاقہ میں علانیہ بغاوت اور سرکشی اختیار کررکھی تھی مگر دکھاوے کے لئے خاندان چغتائی کی اطاعت کا بھرم بنائے ہوئے تھا۔ اس کی شورشوں کی خبر ملی تو بادشاہ نے اسے قلعہ چنار سے دست بردار ہوجانے کے لئے لکھا مگر اس نے سُنی ان سنی کردی۔ اسی لئے بادشاہ نے اس جانب فوج کشی کا عزم کرلیا۔ لیکن ابھی وہ شیر شاہ سے مقابلہ اور مجادلہ میں مصروف تھا کہ سلطان بہادر گجراتی کی بغاوت اور فتنہ پردازی کی خبر پہنچی تو ناچار اُس نے شیر شاہ سے اس شرط پر مصالحت

کرلی کہ وہ اپنے لڑکے قطب خاں کو خدمت شاہی میں بھیج دے۔ چنانچہ بادشاہ قطب خاں کو لے کر واپس ہو گئے مگر ابھی سواری آگرہ نہیں پہنچی تھی کہ قطب خاں موقع پا کر شاہی کیمپ سے نکل بھاگا۔

## محمد زماں اور محمد سلطان کی سازش

اسی دوران میں سلطان حسین مرزا بائقرہ کے پوتے محمد زمان مرزا نے جسے چچازاد بھائی کہا جاتا تھا۔ بعض چغتائی امیروں کی مدد سے شورش برپا کردی مگر اسے جلد ہی گرفتار کرلیا گیا۔ چونکہ وہ کلام اللہ پر قسم کھانے کے باوجود اپنی شرپسندیوں سے باز نہیں آیا تھا اس لئے اسے اور سلطان حسین مرزا بائقرہ کے نواسے محمد سلطان کو جو سازش میں اس کا شریک تھا قید میں ڈلوا دیا اور دونوں کو اندھا کردینے کا حکم دیدیا۔ لیکن جو شخص اس سزا دہی پر مقرر تھا۔ اس نے محمد سلطان کی رعایت کی اور آنکھوں میں اس طرح سلائی پھیری کہ پردۂ بصارت محفوظ رہا۔ اسی طرح اس نے محمد زماں کو بھی اندھا ہونے سے بچالیا۔ بہرحال یہ دونوں بیانہ کے قلعہ میں محبوس رہے۔ بعد میں ان دونوں نے قلعہ والوں کو ہموار کرلیا اور ساز باز کرکے قلعہ سے نکل آئے۔ محمد زماں تو احمد آباد اور گجرات کی طرف چلا گیا اور محمد سلطان نے قنوج جاکر ایک لشکر فراہم کیا اور بغاوت کردی۔ ان باغیوں نے مل کر شرقی حدود میں کچھ علاقہ پر اور احمد آباد پر قبضہ کرلیا۔ ان اطلاعات پر ہمایوں کے لئے گجرات کی طرف فوج کشی ناگزیر ہوگئی۔

## چتوڑ پر سلطان بہادر کا حملہ

گجرات کے حاکم سلطان بہادر نے محمد زماں کے مشورہ پر قلعہ چتوڑ پر حملہ کردیا۔ چتوڑ کے راجہ بکرماجیت نے اس مصیبت کو دفع کرنے کے لئے ہمایوں سے مدد کی درخواست کی۔ ہمایوں خود ان باغیوں کی طرف متوجہ تھا مگر اس وقت کچھ ایسے موانعات حائل تھے کہ وہ رانا کی مدد پر نہ جاسکا البتہ سلطان بہادر کو تہدید اور تنبیہ کے لئے خطوط لکھ دیئے۔ اسی طرح بادشاہ سلامت نے احمد آباد کی مہم میں خاطر خواہ توجہ نہیں صرف کی اور واپس دارالحکومت چلے آئے۔ رانا نے جس طرح بھی بن پڑا سلطان بہادر کو محاصرہ چھوڑ دینے پر مجبور کردیا۔

چتوڑ کی ناکام مہم کے بعد سلطان بہادر نے محمد زماں کو اور سلطان علاؤ الدین لودھی کو جو اس وقت سلطان بہادر کی پناہ میں آچکا تھا۔ دہلی پر حملہ کرنے کے لئے ایک بڑا لشکر دے کر

رخصت کیا۔ یہ دونوں چالیس ہزار سواروں کو لے کر قلعہ بیانہ پر حملہ آور ہوئے اور اسے قبضہ میں لے لیا۔ اور آگرہ کے میدان تک چھاپے مارنے لگے۔

ہمایوں نے ان کی سرکوبی کے لئے امرائے نامدار کی سرکردگی میں ایک بڑے لشکر کو متعین کیا اور اسے مرزا ہندال کی کمان میں رخصت کیا۔ جیسے ہی چغتائی فوج کی آمد کی خبر پہنچی پٹھان بغیر جنگ کئے بھاگ گئے مگر سلطان علاؤالدین کا بیٹا تاتار خاں بھاگ نہ سکا اور مقابلہ کرتے ہوئے مارا گیا۔ مرزا ہندال نے دوبارہ قلعہ بیانہ پر قبضہ کر لیا۔

سلطان بہادر نے دوبارہ چتوڑ پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس دوران میں ہمایوں سے اس کی مراسلت ہوتی اور اس نے ہمایوں پر رانا کی طرف داری کا الزام رکھتے ہوئے چند نازیبا باتیں کہیں جن کا تذکرہ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ بہر حال سلطان بہادر نے چتوڑ کو فتح کر لیا اور پھر دہلی کی طرف متوجہ ہوا۔

## سلطان بہادر اور ہمایوں کا مقابلہ

ہمایوں نے سلطان بہادر کے مقابلہ کے لئے مندسور آکر ڈیرے ڈال دیئے۔ دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گئیں۔ خندقیں کھودی گئیں۔ مورچے بنائے گئے۔ توپ خانہ نصب ہوا اور جگہ جگہ فوج متعین کی گئی۔ گجراتیوں کے پاس آتشبازی کا سامان کافی زیادہ اور بہتر تھا (انشاء اللہ اس کی تفصیل سلطان بہادر کے تذکرہ میں بیان کی جائے گی)، اس لئے ان کو بڑا اطمینان تھا۔ ہمایوں نے اس موقع پر کھلے میدان جنگ کرنے کے بجائے حکمت و تدبیر سے بازی جیتنی چاہی' چنانچہ اُس نے اندر ہی اندر سلطان بہادر کے میر آتش (افسر توپ خانہ) رومی خاں کو جو احمد آباد کی ہراول فوج کا کماندار تھا' ملا لیا۔ رومی خاں نے سلطان بہادر کو کھلے میدان لڑنے کے بجائے خندق کھود کر اور محصور ہو کر لڑنے کا مشورہ دیا۔ گجراتی جب اس طرح محصور ہو گئے تو ہمایوں نے چغتائی لشکر کے چند ہزار سواروں کو دو تین افسروں کی کمان میں اطراف میں متعین کر دیا اور ان کو گوریلا لڑائی لڑنے کا حکم دیا کہ وہ قزاقوں کی طرح دشمن کی فوج اور اس کی رسد پر چھاپے مارتے رہیں۔ ہمایوں کی یہ تدبیر کارگر ہوئی اور گجرات کے لشکری اس قدر تنگ ہو گئے کہ غلّہ اور گھاس کے لئے ترس گئے اور ان کے بہت سے آدمی اور جانور تلف ہو گئے۔ اب سلطان بہادر کے لئے بجز فرار کے اور کوئی راہ نہیں تھی۔ وہ چند ہزار سواروں اور برہان پور و مالوہ کے حکمرانوں اور اپنے

دوسرے اتحادیوں کے ساتھ آخر رات میں خندقوں سے نکل کر مانڈو بھاگ گیا۔ ہمایوں کو جب اس کے فرار کی خبر پہنچی تو اس نے بقیہ فوج کا صفایا کرنے اور دشمن کے رسد اور اسباب کو لوٹنے کے لئے شادی آباد مانڈو تک تعاقب کیا۔ راستے میں جو سامنے آیا وہ تلوار کے گھاٹ اتر گیا۔ یہاں تک کہ سلطان بہادر کا گھوڑا اور ساز و سامان بھی بادشاہی لشکر کے ہاتھ آ گیا۔

## گجرات کا باکمال طوطا

کہتے ہیں سلطان بہادر کے پاس ایک طوطا بڑے کمال کا تھا۔ اس کے لئے سونے کا پنجرہ بنایا تھا اور وہ اس کو کبھی جدا نہیں کرتا تھا۔ جب رومی خاں اور چغتائیوں کی سازش سے اسے شکست اٹھانی پڑی تو فرار ہوتے وقت وہ اس طوطے کو ساتھ لے جانا بھول گیا۔ مالِ غنیمت میں اس طوطے کو بھی ہمایوں کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس وقت نمک حرام رومی خاں بھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ بادشاہ نے طوطے سے بات کرنی چاہی، تو طوطا اس فقرہ کو دہرانے لگا۔ "پھٹ پاپی رومی خاں نمک حرام" ہمایوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ اس نے رومی خاں سے کہا "اگر یہ انسان ہوتا تو میں اس کی زبان کٹوا دیتا۔ یہ تو جانور ہے"۔

## مانڈو کی فتح

سلطان بہادر نے قلعہ مانڈو میں پناہ لے لی۔ لیکن جب بادشاہی لشکر نے اس کا محاصرہ کر لیا اور ایک فوج قلعہ میں داخل ہونے پر کامیاب ہو گئی تو وہ وہاں سے بھی ایک مختصر جمعیت کے ساتھ اپنے پایۂ تخت احمد آباد بھاگ گیا اور مانڈو میں کافی ساز و سامان چھوڑ گیا۔ جو امیر اور لشکری پیچھے رہ گئے تھے ان میں امیر الامراء حیدر خاں بھی تھا جو زخمی ہو کر گرفتار ہوا۔ یہ ایک عالم و فاضل آدمی تھا۔ ہمایوں نے بارہا اس کی بہادری اور شجاعت کو ملاحظہ فرمایا تھا اور اپنے ولی نعمت سے اس کی وفاداری بھی مشاہدہ میں آئی تھی اس لئے اس کی قدر افزائی کی اور اپنے امیروں میں اسے شامل کر لیا اور جیسا کہ سلاطین کا طریقہ ہے بہ تکرار اپنی زبان سے فرمایا۔ "سلطان بہادر کی شکست کے وقت اسی نے ڈھال بن کر اپنے آقا کو بچایا۔ اس جنگ میں اسی کی ہوشیاری اور اسی کی کوشش تھی کہ سلطان بہادر اپنی جان بچا کر نکل گیا۔ اگرچہ یہ خود زخمی ہو گیا"۔

## حیدر خاں کی وفاداری

کہتے ہیں اس لڑائی میں بہ نفسِ نفیس خود ہمایوں بادشاہ دو تلواریں لے تابڑ توڑ حملے کر رہا تھا۔ اس وقت اس کا موروثی جذبۂ شجاعت جوش میں آ گیا تھا۔ چنانچہ اس نے بڑی بہادری سے گھوڑا بڑھا کر سلطان بہادر

کو جالیا وہ قدم بہ قدم گھوڑا دوڑاتے ہوئے اس قدر قریب پہنچ چکا تھا کہ کمند پھینک کر دشمن کو گرفتار کرلینا کچھ مشکل نہ تھا۔ اس نازک وقت میں نمک حلال حیدر خاں آڑے آگیا اور اُس نے اپنی تلوار اپنے ہاتھ اور اپنی زبان غرض ہر طرح ہمایوں کے حملہ سے اپنے آقا کو بچ کر نکل جانے کا موقع دے دیا اور ہمایوں کے سامنے اپنی اس مدافعت کی معذرت بھی چاہی۔ یہی وجہ تھی کہ ہمایوں نے اس کی اتنی قدر افزائی کی۔ بلاشبہ وہ ملازم بڑا ہی خوش نصیب ہے جس کے لئے باوجود اس جانی اور ملکی عداوت ایسے قدردان بادشاہ کی زبان تحسین و تعریف کے کلمات نکلیں۔

**دشمن کا تعاقب** مانڈو کی فتح کے بعد ہمایوں نے وہاں ایک امیر کو متعین کردیا اور خود شکست خوردہ دشمن کے تعاقب میں روانہ ہوگیا۔ سلطان بہادر احمد آباد سے بارہ کوس پر محمود آباد کے قلعہ میں ٹھہر گیا تھا وہ وہاں بس ایک دو روز رہا ہوگا پھر ایسا مجبور اور تنگ ہوا کہ اسے محمود آباد بھی خالی کرنا پڑا۔ یہاں سے وہ احمد آباد کی طرف اتنی جلدی میں روانہ ہوا کہ زر و جواہر اور اتنا ہی سامان جو گھوڑوں پر لے جایا جا سکتا تھا ساتھ لیا اور اہل و عیال کو ہمراہ لئے احمد آباد میں داخل ہوگیا۔

ہمایوں بھی اس کے پیچھے لگا ہوا تھا چانپانیر اور محمود آباد کو اس نے لوٹ لیا اور وہاں خواجہ برلاس کو متعین کرکے احمد آباد کا رخ کیا۔ سلطان بہادر ہمایوں کی آمد سُن کر احمد آباد سے بھی نکل گیا اور سمندر کے کنارے فرنگیوں کے قلعہ دیو دمن میں جاکر پناہ لی[1]۔ اس زمانہ میں یہ سارا ساحلی علاقہ جس نے "کوکن نظام شاہی" کہتے تھے فرنگیوں کے قبضہ میں تھا۔ اس ضلع کا محصول مالیانہ اور حکومت انہی کے ذمہ تھی۔ ہمایوں احمد آباد سے لوٹ کر دوبارہ چانپانیر

---

[1] "فرشتہ" — بہادر شاہ گجراتی نے خود کو شہر کنبھایت پہنچایا جب ہمایوں نے اس طرف کا رُخ کیا تو وہ پریشان ہوکر جزیرہ "دیو" کو بھاگ گیا:

"اکبر نامہ" — سلطان کنبھایت پہنچنے کے بعد "دیپ" کی جانب بھاگ گیا۔ —

"طبقات اکبر شاہی" — سلطان بہادر نے کنبھایت پہنچنے کے بعد گھوڑے تبدیل کئے۔ اور "بندر گاہ دیو" کو چلا گیا۔

"مرات اسکندری" میں اس جزیرہ کا نام "دیو" لکھا ہے صحیح "کنبھایت و دیو" ہے۔

گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا کیونکہ اس وقت یہ خبر بڑی مشہور تھی کہ گجرات کے تمام بادشاہوں کا خزانہ چانپانیر کے قلعہ میں موجود ہے۔

چانپانیر کے قلعہ دار اختیار خاں نے ایسی جاں فشانی اور بہادری سے بادشاہی حملوں کی مدافعت کی کہ اس کا یہ کارنامہ تاریخوں میں یادگار رہے گا۔ اس نے اپنے آقا کی نمک حلالی کا اور جاں نثاری کا پورا پورا ثبوت دے دیا اسی کی مردانہ جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ محاصرہ نے طول کھینچ لیا اور قلعہ جلد فتح نہ ہو سکا۔

میں نے (مؤلف تاریخ ہذا) شاہ عالم بہادر کے ابتدائی عہد میں اس قلعہ کو دیکھا ہے اس وقت وہاں کی قلعداری اور مالیات کا تعلق مجھ سے ہی تھا میری نظر میں تو یہ قلعہ سلاطین کے محاصرہ کے لائق نہیں تھا۔

**چانپانیر کی دلیرانہ مہم**

غرض اختیار خاں نے اطاعت قبول نہیں کی اور سلطان بہادر کی وفاداری میں وہ جان پر کھیل کر قلعہ کی مدافعت کرتا رہا اور قلعہ کو ہر طرح مستحکم کر کے بیٹھا رہا۔ راتوں میں وہ بادشاہی لشکر پر آتش بازی اور گولہ اندازی کر کے برابر نقصان پہنچاتا رہا۔ اس کی بہادری اور سعی و جہد کی وجہ سے بادشاہی لشکر بالکل معطل ہو کر رہ گیا تھا۔ جب ہمایوں نے دیکھا کہ قلعہ کسی طرح فتح نہیں ہوتا ہے تو اس نے اپنے باپ بابر کے اسی طریقہ کو آزمایا جو اس نے سمرقند کے قلعہ کو فتح کرنے کے لئے اختیار کیا تھا۔ قلعہ کے ایک جانب سے رات اور دن میں کسی وقت بھی موقع پا کر قلعہ والے رسیوں اور جھولوں کے ذریعہ غلہ اوپر کھینچا کرتے تھے۔ اس کا علم ہمایوں کو بھی ہو گیا اور اس نے ایک دلیرانہ اقدام کا فیصلہ کر لیا۔

ہمایوں نے بڑی بڑی میخیں جو زینہ کا کام دیں اور کمندوں کو سنبھال سکیں فراہم کیں۔ اور ایک چاندنی رات میں قلعہ کے دو تین طرف اپنے لشکر کو متعین کر دیا کہ وہ وہاں موقع کے منتظر اور تیار رہیں۔ خود تین سو جاں نثار اور بہادر آدمیوں کو لے کر مذکورہ مقام پر پہنچا اور فصیل میں سیدھے اور بائیں دو طرفہ میخیں مضبوطی سے گاڑ دیں۔ اس انتظام کے بعد تین جانباز جن میں بیرم خاں بھی تھا کمندوں کے ذریعہ اوپر چڑھ گئے۔ اس وقت سارا قلعہ غافل پڑا تھا۔ ان بہادروں نے سیدھے دروازہ کا رخ کیا۔ دربانوں کو قتل کر کے دروازہ پر قبضہ کر لیا اور بادشاہ سلامت کو اندر بلا لیا۔ پھر سب نے مل کر نعرۂ تکبیر بلند کیا جسے سن کر باہر

کا منتظر لشکر قلعہ پر چڑھ دوڑا۔ اندر والوں نے دروازہ کھول دیا اس طرح صبح ہوتے ہوتے قلعہ پر بادشاہی فوج کا قبضہ ہو گیا۔ بلاشبہ یہ تدبیر اور فراست بادشاہوں ہی کا حق ہے۔ قلعہ فتح ہونے پر ہمایوں نے سب کو قتل کرا دیا البتہ اختیار خاں کو اس کی نمک حلالی کے انعام میں مع اہل و عیال بخش دیا۔

کہتے ہیں چانپانیر کے قلعہ سے اتنا خزانہ جواہرات، کپڑے، اسلحہ، غذا کے ذخیرے اور سامانِ جنگ برآمد ہوا کہ باوجود اس کے کہ قیمتی کپڑوں اور نوادرات کے ہزاروں بستے تاراج ہو گئے تھے، بے شمار سونے سے بھرے ہوئے صندوق، دفینے اور باربردار گھوڑے بحق سرکار ضبط ہوئے اور سارے لشکر میں جی کھول کر تقسیم کئے گئے۔ کوئی گھر اور خیمہ ایسا نہیں بچا جس میں اس خزانہ سے کچھ نہ کچھ نہ پہنچا ہو۔

—— چانپانیر کی فتح کے بعد گجرات کے چند اور سرکشوں سے متواتر لڑائیاں ہوئیں۔ سب کو مغلوب کرنے کے بعد بادشاہ دوبارہ احمد آباد تشریف لے گئے۔ یہ شہر ہمایوں کو بہت پسند آیا۔

## شہر احمد آباد

حقیقت میں احمد آباد کا ہندوستان کے مشہور شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ بڑا آباد اور رنگین شہر ہے۔ یہاں کے بازار وسیع اور راستے فراخ ہیں۔ زمین چونکہ ریتلی ہے اس لئے دو تین ماہ بھی مسلسل بارش ہوتی رہے تو کیچڑ نہیں ہوتی۔ ہندوستان میں اس سے بہتر شاید ہی کوئی شہر ہو۔ دوسری بات یہ کہ ہر سال لاکھوں روپیہ کے زری کے کپڑے اور ریشمی کپڑے اور سادہ سوت اس شہر سے دنیا بھر کے ملکوں کو برآمد کیا جاتا ہے اس شہر میں سات مہینے تک گرمہ خربزہ دستیاب رہتا ہے۔ اس کی ایک قسم "گجرات کی ناشپاتی" کے نام سے مشہور ہے۔ وہ تقریباً ایک مہینہ ڈیڑھ مہینہ تک ملتی رہتی ہے۔ جس نے بھی اسے کھایا اس نے انصاف سے یہی کہا کہ اس سے بہتر گرمہ، ایران و توران کسی ملک میں بھی نہیں پایا جاتا۔

## مرزا عسکری کی بغاوت اور گجرات سے بے دخلی

ہمایوں نے احمد آباد مرزا عسکری کے سپرد کیا۔ بابا بیگ کو قلعہ چانپانیر پر متعین کیا۔ پٹن میں ناصر مرزا اور سرکار، بھروچ (بھڑوچ)، پر قاسم بیگ کو مقرر کیا ان سب کو ایک آراستہ اور منظم فوج عطا کی۔ اس انتظام کے بعد ہمایوں نے قلعہ آسیر برہان پور

کی تسخیر کا ارادہ کیا ۔ آسیر خاندیس کا مشہور اور مستحکم قلعہ ہے جو وہاں کے بادشاہوں کا دارالملک رہا ہے ۔ ابھی بادشاہ نے تین چار منزل بھی کوچ نہیں کیا تھا کہ والیان دکن احمد نگر کے برہان نظام شاہ اور برار کے عماد شاہ کے عریضے اظہار اطاعت کے لئے پہنچے ۔ انھوں نے احمد آباد کی فتح پر مبارک باد دی تھی اور تحائف و نذرانے بھیجے تھے ۔ بادشاہ سلامت نے ابھی ان عریضوں کا مطالعہ نہیں کیا تھا کہ سلطان بہادر اور دوسرے گجراتی حاکموں کے لوٹ کر آنے کی خبریں پہنچیں کہ یہ لوگ اطراف واکناف سے جمع ہو کر احمد آباد پر ہجوم کر رہے ہیں ۔ یہ بھی اطلاع ملی کہ پٹن کا حاکم ناصر مرزا اور بھروچ کا نائب قاسم سلطان بھی اپنے اپنے مقام سے بے دخل ہو گئے اور دونوں احمد آباد میں مرزا عسکری کے پاس آگئے ہیں ۔

دراصل جیسے ہی ہمایوں نے پیٹھ پھیری احمد آباد کے امیروں میں پھوٹ پڑ گئی ۔ اور ان میں سے ایک امیر نے دیو دمن جا کر سلطان بہادر کو ترغیب دی اور مرزا عسکری پر حملہ کرادیا ۔ مرزا عسکری نے بھی منافقت برتی وہ خود احمد آباد میں خروج اور بغاوت کی سازشیں کرنے لگا تھا لیکن جب اس کے منصوبے پورے ہوتے نظر نہ آئے تو وہاں سے بھاگ کر آگرہ اور بیانہ کو چلا گیا ۔ جب ہمایوں کو عسکری کے فرار کی خبر ملی تو وہ جریدہ متواتر کوچ کرتے ہوئے آگرہ پہنچا ۔ مرزا عسکری نے جب اپنی بدانجامی کو نظروں سے دیکھ لیا تو ناصر مرزا کو درمیان میں ڈال کر معافی چاہی اور خدمت میں حاضر ہو گیا ۔ چانپانیر کا قلعدار تردی بیگ اور احمد آباد کے دوسرے عہدہ دار بھی لرزاں و ترساں حاضر خدمت ہو گئے ۔ اس طرح احمد آباد اور مالوہ کا ایسا عمدہ علاقہ جو بڑی سعی و محنت کے بعد حاصل ہوا تھا رائگاں ہاتھ سے نکل گیا اور ہر طرف بڑا خلل و انتشار پھیل گیا ۔

## افیون کی عادت

ان تمام تلخ واقعات کا اور آب و ہوا کی ناموافقت کا ہمایوں کے مزاج پر برا اثر پڑا ۔ بعض بدخواہوں نے افیون کھانے کی تھما دی اور وہ اس کا عادی ہو گیا ۔ افیون کی پینک میں زیادہ تر اوقات خلوت میں گزرنے لگے اور دربار داری چھوٹ گئی ۔ ظاہر ہے اس کا سلطنت پر بہت برا اثر پڑا مخالفوں کو خوب کھل کھیلنے کا موقع مل گیا ۔

اسی اثنا میں سلطان جنید برلاس کے انتقال کی خبر ملی ۔ برلاس شرقی علاقہ کے بندوبست پر مامور تھا اس نے پٹھانوں کی ایسی سرکوبی کی تھی کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی پٹھان کو سر

اٹھانے کی ہمت نہیں تھی۔ اس کے مرنے کے بعد شیر خاں جس نے اتہاس گڈھ کے علاقہ میں فتنہ و فساد مچا رکھا تھا۔ بنگال کی طرف روانہ ہو گیا۔ شیر خاں کی غیر موجودگی کو ہمایوں نے غنیمت جانا اور قلعہ چنار پر قبضہ کرنے کے لئے کوچ کر دیا۔ لیکن چنار کے قلعہ دار غازی خاں نے اس خوبی سے اپنی قلعداری کے فرائض انجام دیئے کہ بادشاہ چھ ماہ تک قلعہ فتح نہ کر سکے آخر کار ہمایوں نے خشکی اور دریا دونوں راستوں سے کشتیوں کے ذریعہ اور فصیلوں میں سرنگ لگا کر زبردست حملے کئے اور قلعہ کو چھ ماہ کے محاصرہ کے بعد فتح کر لیا۔

## بنگال پر ہمایوں کا حملہ

اس دوران میں بنگال کا حاکم سلطان محمود پٹھانوں کے ہاتھوں شکست کھا کر اور زخمی ہو کر ہمایوں کی پناہ میں آ گیا اُس نے ہمایوں کو بڑے اصرار سے بنگال پر حملہ کے لئے آمادہ کیا۔ جب شیر خاں کو ہمایوں کے ارادہ کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے بیٹے جلال خاں کو راستہ روکنے کے لئے گڑھی پر بھیج دیا۔ گڑھی ایک ایسا مقام ہے کہ اس کے دو طرف تو دو بڑے دریا ہیں اور دو طرف خارزار جنگل ہے ہمایوں نے راستہ صاف کرنے اور گڑھی کو فتح کرنے کے لئے جہانگیر بیگ کو چند نامی گرامی امراء کے ساتھ مامور کیا۔ لیکن جہانگیر بیگ ابھی وہاں پہنچا نہیں تھا کہ جلال خاں اس کے سر پر آ پہنچا اور اس کے لشکر کو تباہ کر دیا۔ جہانگیر بیگ زخمی ہو کر حیران پریشان بادشاہی لشکر میں لوٹ آیا۔ اس کے بعد ہمایوں نے خود گڑھی پر حملہ کیا۔ جلال خاں اس حملہ کی تاب نہ لا سکا اور شکست کھا کر بھاگ گیا اور بادشاہی لشکر نے بڑے اطمینان کے ساتھ اس جنگل کو اور گڑھی کو عبور کر لیا۔ شیر خاں کو جب یہ خبر ملی تو وہ بنگالہ کا خزانہ لے کر جھارکھنڈ اور کوہستانی علاقوں کی طرف نکل گیا۔ ہمایوں نے بنگالہ کے حاکم نشین شہر گور لکھنوتی کو فتح کر لیا اور تین چار ماہ وہیں قیام کیا اور اس علاقہ کا بندوبست کرتے رہے۔ مگر آب و ہوا کے ناموافق ہونے سے جانور اور لشکری بہت زیادہ مرنے لگے اور لشکر میں ایک عجیب طرح کی بیماری پھیل گئی۔

## مرزا ہندال کی بغاوت

اسی اثنا میں خبر ملی کہ مرزا ہندال نے جسے بادشاہ نے محمد سلطان کے تعاقب میں مقرر کیا تھا اس کا تعاقب چھوڑ دیا اور آگرہ جا کر شیخ بہلول کو جو بادشاہ کا مصاحب و مقرب تھا قتل کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوا دیا ہے اور اب وہ دہلی کو فتح کرنے کے لئے جا رہا ہے۔ اس تشویش ناک خبر پر ہمایوں نے جہانگیر بیگ کو ابراہیم بیگ کے ساتھ بنگالہ میں باغیوں کے مقابلہ پر مقرر کر کے

آگرہ کی طرف کوچ کر دیا۔ راستہ میں محمد زماں مرزا جو سلطان بہادر کا رفیق و مشیر بنا ہوا تھا خدمت میں حاضر ہو گیا اور اپنے قصوروں کی معافی چاہی۔

شیر خاں کو جب اطلاع ملی کہ مرزا ہندال باغی ہو گیا ہے اور بادشاہی لشکر نہایت بے سرو سامانی کی حالت میں واپس جا رہا ہے تو اس نے پوری تیاریوں کے ساتھ آگے بڑھ کر ہمایوں کا راستہ ایک تنگ مقام پر روک لیا تقریباً تین ماہ تک اس ناکہ بندی کے سبب لشکر آگے بڑھ نہ سکا اور اس دوران میں شیر خاں نے اطراف سے گھیر کر چھاپے مارنے شروع کر دیے۔

## مرزا کامران کا دہلی پر حملہ

جب مرزا کامران کو ان حالات کی خبر ملی تو وہ بھی حوصلہ آزمائی کے لیے کابل سے نکل آیا ارادہ تو دہلی پر قبضہ کرنے کا تھا مگر مشہور یہ کیا کہ وہ بادشاہ کی مدد کو جا رہا ہے۔ پنجاب سے کوچ پر کوچ کرتے ہوئے وہ دہلی پہنچ گیا۔ وہاں مرزا ہندال اور مرزا کامران کے درمیان عہد و پیمان ہوئے اور دونوں نے مل کر دہلی کا محاصرہ کر لیا اور اس پر قبضہ کر لینے کی فکر کی۔

اسی محاصرہ کے دوران فخر الدین کوتوال نے شہر سے باہر آ کر مرزا کامران سے ملاقات کی اور عرض کیا "آگرہ ملک کا پایۂ تخت ہے پہلے حضور اس کو فتح کر لیں۔ یہ خانہ زاد تو آپ سب بھائیوں کا غلام ہے اس کو اس بدنامی اور ننگ و عار سے بچا لیں ورنہ یہ تلوار حاضر ہے اور یہ میرا سر ہے جو بھی مرضی آئے عمل فرمایئے۔" مرزا کامران کو اس کا عذر پسند آیا اور اس نے آگرہ کی طرف کوچ کر دیا اور وہاں پہنچ کر علانیہ اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ ہمایوں نے کئی ایک شفقت آمیز خطوط کامران کو لکھے کہ "یہ وقت لڑائی جھگڑے کا نہیں اس وقت تو ہم سب کو مل کر شیر خاں کی شرانگیزیوں کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ اس فتنہ کو ختم کرنے کے بعد ہم سب بھائی مل کر کوئی بات طے کر لیں گے اور اللہ کی مرضی کے مطابق جو بھی طے ہو جائے گا اس پر عمل کریں گے۔" لیکن ان خطوط کا کوئی فائدہ نہیں ہوا دونوں بھائی ہمایوں کی مخالفت میں اور زیادہ جدوجہد کرنے لگے۔

## شیر خاں کی چال

اسی ہنگامہ کے دوران شیر خاں نے ایک درویش شیخ خلیل نامی کو جن کا وہ مرید تھا مصالحت کے لیے ہمایوں کے پاس بھیجا اور درخواست کی کہ "ولایت شرقی سے رہتاس تک کا علاقہ اگر اس ملازم درگاہ کو عطا فرما دیا جائے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس سے زیادہ طلب نہ کروں گا اور ہمیشہ مطیع و فرماں بردار رہوں گا نیز اس میں

بھی شیر خاں کی ایک چال تھی ہمایوں اس کے مکر کو خوب سمجھتا تھا مگر مجبوری ایسی تھی کہ قبول کئے بغیر چارہ نہ تھا البتہ اس معاہدہ میں یہ شرط رہی کہ ملک شرقی کا خطبہ و سکہ بادشاہ کے نام کا ہی ہوگا۔ کلام پاک کی قسم پر یہ معاہدہ طے پاگیا اور قرار پایا کہ بادشاہی لشکر دریا کے کنارے کنارے آگرہ کی طرف کوچ کرے گا۔

**شیر خاں کا حملہ** شیر خاں نے دکھاوے کے لئے اپنے بھیر بنگاہ (باز برداری اور رسد) کو بنگال کی طرف رخصت کردیا اور جب چغتائی لشکر پٹھانوں کی دغا بازی سے بے فکر اپنا سامان باندھنے اور کوچ کی تیاری کرنے میں لگا ہوا تھا شیر خاں رخصتی ملاقات کے لئے تنہا آنے کا بہانہ کر کے لشکر میں پہنچ گیا اور اچانک مغل لشکریوں پر حملہ کردیا۔ صف آرائی اور مقابلہ کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ شیر خاں نے حملہ کر کے تمام فیل خانہ پر جو جواہرات خزانہ اور دوسرے لوازمات سلطنت خیمہ و خرگاہ وغیرہ پر مشتمل تھا قبضہ کرلیا۔

شیر خاں نے راستہ بند کر رکھا تھا اور دریا کو عبور کرنے والے مقررہ راستوں کی بھی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ اس لئے ہمایوں نے اپنا گھوڑا دریا کے دھارے میں ڈال دیا اور بقیہ لشکر بھی اس کے پیچھے گنگا میں اتر گیا۔ بے رحم پٹھانوں نے پیچھے سے آکر قتل عام شروع کردیا اور لوٹ مار کرنے لگے بس ایک قیامت کا منظر تھا ہزاروں آدمی مارے گئے۔ ہزاروں مرد عورت، بچے بوڑھے سوار اور پیادے اپنی آبرو اور ناموس کو بچانے کے لئے دریا میں کود پڑے اور غرق ہوگئے۔ مورخین کے مصدقہ بیان کے مطابق کوئی سات آٹھ ہزار مغل محمد زماں مرزا کی سرداری میں کہ یہ ساری آفت اسی کی بداعمالیوں کے وبال میں آئی تھی موت کے گھاٹ اتر گئے۔

**ہمایوں گرداب میں** ہمایوں پانی کے تیز دھارے میں شکست خوردہ لشکریوں کے دھکے کھا کر گھوڑے سے گر پڑا مگر ایک سقہ نے آگے بڑھ کر مدد کی اور بادشاہ کو بچا کر ساحل پر پہنچا دیا۔ جو لوگ اس ہلاکت سے بچ کر کنارے پہنچے تھے وہ سب بادشاہ کے اطراف جمع ہو گئے اور ہمایوں صرف بدن کے کپڑوں سے جو اس وقت پہنے ہوا تھا آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا جب وہ آگرہ پہنچا تو اس کے پاس نہ تو کوئی بڑا لشکر تھا، نہ ساز و سامان مگر اس بے سروسامانی کے باوجود مرزا کامران بھائی کے مقابلہ میں ٹھیر نہ سکا اور شیر شاہ اکبرآباد کی طرف جہاں اس سے پہلے وہ مرزا ہندال کو روانہ کرچکا تھا چلا گیا۔

لیکن اس طرف بھی شرقی حکمرانوں کے غلبہ و استیلاء کے سبب دونوں بھائی قدم جمانہ سکے اور بڑی ندامت اور شرمساری کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر معافی کے طلب گار ہوئے۔ جہانگیر بیگ اور دوسرے امیر بنگالہ میں متعین تھے۔ پٹھانوں کی شرارتوں سے وہ بھی تنگ آکر تیزی سے کوچ کرتے ہوئے آگرہ پہنچ گئے۔

**مجلس مشاورت**

ہمایوں نے آگرہ میں مجلس مشاورت منعقد کی جس کے اجلاس ہر روز اور ہر شب ہوتے تھے اس مشاورت میں بادشاہ نے مرزا کامران کو بھی شریک رکھا لیکن وہ اپنی منافقت سے باز نہ آیا۔ ان مشوروں اور قیل وقال میں چھ مہینے نکل گئے۔ اب مرزا کامران نے صاف صاف بھائی سے اجازت طلب کرلی کہ وہ خواجہ کلاں کو لے کر لاہور جانا چاہتا ہے۔ خواجہ کلاں قدیم چغتائی امیر تھا اور بابر کے ساتھ اس نے ایک طویل مدت گزاری تھی ہمایوں نے بہت کچھ سمجھایا کہ یہ وقت ایک دوسرے کی پشت پناہی اور اتفاق و اتحاد کا ہے مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ مجبوراً اسے ہمایوں نے رخصت کردیا۔ طے تو یہ پایا تھا کہ خواجہ کلاں مرزا کامران کے امیروں کے ساتھ اس کی رکاب میں جائے گا مگر کامران نے یہ بہانہ کرکے کہ وہ پہلے جاگیر جارہا ہے تاکہ وہاں سے سامان سفر تیار کرکے لوٹ آئے۔ سیدھا لاہور کا رخ کیا اس کے ساتھ اس کے اپنے آدمی تو تھے ہی بادشاہی لشکر کے چند نمک حرام بھی چوری چھپے اس کے ساتھ نکل گئے۔

**شیر خاں کی فوج کشی**

شیر خاں کے لئے بھائیوں کا یہ نفاق تو اشارہ غیبی سے کم نہ تھا اس نے دوبارہ ایک بڑا بھاری لشکر تیار کرلیا اور سامان جنگ لے کر گنگا کے کنارے آکر چھاؤنی ڈال دی اور قطب خاں کو ایک بڑی فوج دے کر گنگا عبور کرادیا اور یہ فوج اس طرف کے علاقہ میں ہر طرف چھاپے مارنے اور لوٹ مار کرنے لگی۔ ہمایوں نے ان کی روک تھام کے لئے ناصر مرزا اور سلطان سکندر کو قاسم حسین کے ساتھ کہ یہ بہت بڑے نامور قدیم امیر تھے روانہ کیا۔ ان امیروں نے جاکر افغانوں پر شدید حملے کئے اور ان کی ایک بڑی تعداد مع قطب خاں کے ماری گئی۔ جب قطب خاں کا سر آگرہ پہنچا تو ہمایوں نے اس کو شہر کے دروازہ پر لٹکانے کا حکم دیا۔ قاسم حسین کے بلاوے پر ہمایوں خود ایک لاکھ سوار لے کر پٹھانوں کی سرکوبی کے لئے نکلا۔ لیکن شیر خاں پچاس ہزار سواروں کے ساتھ تنگ راستہ پر کھائیوں اور غاروں میں دبکا ہوا بیٹھا تھا اور شاہی لشکر کا راستہ

روکے ہوئے تھا اس لئے دو مہینے تک وہاں ٹھیرنا پڑا۔

**ہمایوں کی پریشانیاں**

اس عرصہ میں ہمایوں کے لشکر میں پھر پھوٹ پڑ گئی اس موقع پر جب کہ غنیم کے مقابلہ میں متحد و متفق ہو کر پیش قدمی کرنے کی ضرورت تھی محمد سلطان مرزا نے اپنے بیٹوں اور مرزا کامران کے باقی ماندہ ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ غداری کی اور لشکر سے نکل کر واپس چلے گئے۔ پٹھانوں کے مقابلہ میں پہلی شکست کا اب تک لشکریوں کے دل پر اثر تھا اب جو یہ گروہ کھسک گیا تو اکثر کے دل کھٹے ہو گئے اور روزانہ کوئی نہ کوئی ٹولی چوری چھپے لشکر سے نکل کر فرار ہونے لگی۔ یہاں تک کہ دو حصہ سے زاید فوج بھاگ گئی۔

ایک اور مصیبت یہ نازل ہوئی کہ اچانک بڑی سخت بارش شروع ہو گئی۔ سارے لشکر میں جل تھل ہو گیا کہ چپہ بھر زمین پیر ٹکانے کے لئے نہ رہی۔ بادشاہ نے لشکر گاہ کو دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیا۔ حسب الحکم لشکری خیمے اکھاڑنے لگے۔ کیچڑ پانی سے اپنا سامان نکلوانے میں مصروف ہو گئے۔ عین اس حالت میں کہ ہر ایک اپنے اپنے کام میں لگا ہوا تھا۔ شیر خاں دس بارہ ہزار سواروں کو لے کر نکلا اور دو طرف سے بادشاہی لشکر پر حملہ کر دیا۔ یہاں کسی کو ہتھیار سنبھالنے کا موقع نہ ملا اور پہلے کی طرح لشکر بے سروسامانی کی حالت میں بھاگ کھڑا ہوا مگر گنگا تک پہنچتے پہنچتے جو وہاں سے تین کوس کے فاصلہ پر تھا۔ اکثر سپاہی ظالموں کی تلوار سے کٹ گئے جو تلوار سے بچے وہ دریا کی دھار میں بہہ گئے۔

**ہمایوں کا فرار**

ہمایوں ہاتھی پر سوار تھا اور ایک روایت کے مطابق گھوڑے پر۔ بہرحال اُس نے دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے خود کو بہ ہزار دقت دریا پر پہنچایا۔ اور گھوڑا پانی میں ڈال دیا۔ لیکن اس بار بھی پانی کے تیز بہاؤ میں گھوڑے سے گر پڑا۔

مرزا کامران کے ایک نوکر شمس الدین نامی نے سہارا دے کر بادشاہ کو دریا عبور کرنے میں مدد دی اس شخص کو بعد میں خان اعظم کا خطاب مرحمت ہوا تھا۔ جو بہادر دریا کو عبور کر کے موت کے پنجہ سے بچ کر نکل آئے تھے وہ بادشاہ کے گرد اکھٹے ہو گئے۔ بقیہ لشکر مال و اسباب اہل و عیال خیمہ و خرگاہ کے ساتھ

پٹھانوں کا اسیر بن گیا۔

## جو کچھ اُس نے پایا تھا کھو دیا

# شیر شاہ سُوری

سہسرام کا معمولی جاگیردار جس نے فاتح مغلوں کو شکست دے کر ہندوستان کی سرحدوں سے نکال دیا اور ایک مضبوط عادلانہ نظامِ حکومت کی نبیاد رکھی۔ جب تک وہ زندہ رہا مغلوں کو ہمت نہیں پڑی کہ ہندوستان کا رُخ کرتے۔ بلاشبہ اس کی سلطنت کے پانچ مختصر سال مغل حکمرانی کے صدیوں طویل زمانہ پر بھاری نظر آتے ہیں۔

# شیرشاہ سوری کی زندگی ایک نظر میں

نام - فرید خاں
لقب - شیر شاہ

ولادت - رجب ۸۷۷ھ
سال جلوس - ۹۴۷ھ
مقام جلوس - آگرہ

دارالخلافہ - دہلی
مدت حکومت - ۵ سال ۳ ماہ ۱۵ یوم
سالِ وفات - ۱۲ ربیع الاول ۹۵۲ھ
عمر - ۷۴ سال ۸ ماہ چند یوم

مدفن - سہسرام
قطعہ تاریخ -

شیر شاہ آنکہ از مہابت او
شیر و بز آب را بہم می خورد
از جہاں رفت و گفت پیر خرد
سال تاریخ او "ز آتش مُرد"
۹۵۲ھ

# شیر شاہ سوری کا خاندان

شیر شاہ کا اصل نام فرید تھا اور اس کے باپ کا نام حسن۔ شیر شاہ کا تعلق روہ کے پٹھانوں میں قبیلہ سور سے ہے۔ سلطان بہلول (لودھی) کے زمانہ میں حسن اپنے وطن سے ہندوستان آیا تھا چند سال تو اس نے حصار فیروزہ میں اور کچھ عرصہ نارنول میں بسر کیا۔ سلطان سکندر لودھی کے آخری عہد میں وہ جون پور چلا گیا اور وہاں سلطان سکندر کے ایک امیر جمال خاں کی سرکار میں ملازم ہو گیا۔ حسن کارکردگی اور محنت کی وجہ سے اس نے بڑی جلدی ترقی کی یہاں تک کہ وہ پانچ سو سواروں کا جمعدار بن گیا اور اس کی جاگیر میں سہرآنو (سہسرام) کا پرگنہ اور خواص پور جو قلعہ رہتاس کے تابع تھا شامل کر دیا گیا۔

فرید اور نظام حسن کی منکوحہ بیوی کے لڑکے تھے۔ ان دو کے علاوہ حسن کے پانچ اور لڑکے تھے جو اس کی کنیز کے بطن سے تھے۔ ان پانچ میں سلیمان سب سے بڑا تھا۔ حسن اس کنیز سے بہت محبت کرتا تھا اس لئے وہ ان پانچ بھائیوں کو بھی فرید کے مقابلہ میں کچھ زیادہ چاہتا تھا قدرتی طور پر فرید کو یہ بات سخت ناپسند تھی۔ کیونکہ وہ ابتدا ہی سے بڑا غیور واقع ہوا تھا۔ اس صورت حال کو وہ زیادہ عرصہ تک برداشت نہ کر سکا اور باپ کا ساتھ چھوڑ کر جمال خاں کی ملازمت میں چلا گیا۔ باپ نے جمال خاں کو بھی اور فرید کو واپس آ جانے کے لئے متعدد خطوط لکھے لیکن وہ باپ کے پاس نہیں گیا۔

**شیر شاہ کا ابتدائی زمانہ** باپ سے علیحدگی کے بعد فرید حصول تعلیم میں مصروف ہو گیا اور صرف ونحو، فقہ میں اس نے چند کتابیں پڑھ لیں۔ اتنا پڑھ لینا بھی پٹھانوں کی جاہل قوم میں ایک بڑی بات تھی وہ اپنی قوم میں بڑا عالم فاضل مشہور ہو گیا۔ جب وہ بڑا ہو گیا اور اپنی کوشش سے کچھ پڑھ لکھ بھی لیا تو باپ کو اس کی قدر ہوئی

اور وہ خود بیٹے کو لینے کے لئے آیا اور اسے بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے ساتھ لے کر گیا اور اپنی دونوں جاگیروں کا انتظام اس کے سپرد کر دیا۔ فرید نے یہ ذمہ داری قبول کر لی مگر شرط یہ رکھی کہ وہ اپنی قوم کے ظالم لوگوں کے مقابلہ میں رعیت کے حقوق کا زیادہ لحاظ رکھے گا اور اس کی حمایت کرتا رہے گا۔ جاگیر پر جانے کے بعد اس نے اس عمدگی سے وہاں کا بندوبست کیا کہ زمین کا ایک ٹکڑا بھی بنجر نہیں رہا۔ ہر جگہ کھیتی باڑی اور زراعت میں ترقی ہو گئی۔ رعیت کا اس قدر خیال رکھتا تھا کہ کسی زور آور اور ظالم کی مجال نہ تھی کہ رعایا کو ستائے اور اُن کو بدنی و مالی نقصان پہنچانے کی کوشش کرے ظالموں زور آوروں کی اس طرح سرکوبی اور رعیت کی دل دہی کے سبب زراعت اور پیداوار میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا قصبوں کی آبادی اور رونق بڑھ گئی اور محصول و آمدنی دس گنی زیادہ ہو گئی۔

**باپ سے مخالفت**

حسن اپنے بیٹے کی اس کارکردگی اور محنت پر بڑا خوش تھا۔ لیکن کہتے ہیں زر اور زن کی محبت بہت بڑا فتنہ ہوتی ہے۔ سلیمان کی ماں حسن کی چہیتی محبوبہ تھی وہ برابر اس کو مجبور کرتی رہتی تھی کہ جاگیروں پر سے فرید کو ہٹا کر اس کے بیٹے سلیمان کو مقرر کر دیا جائے۔ حسن اتنا بیوقوف نہیں تھا خوب جانتا تھا کہ فرید کو برخاست کرنے سے بڑا خلل پڑ جائے گا اور انتظامی و مالی ہر طرح کا نقصان ہو گا اگر اس کنیز کی خاطرداری بھی منظور تھی۔ اس لئے وہ فرید کو ہٹانے کی فکر میں بھی پڑ جاتا تھا فرید نے جب باپ کے بدلتے ہوئے تیور دیکھے تو اُس نے اپنے عہدہ سے فوراً استعفیٰ دیدیا۔ حسن نے اس کی جگہ سلیمان کو مقرر کر دیا اور فرید کو تسلی اور دلاسا دینے لگا۔ مگر وہ اس قدر ناراض تھا کہ باپ کے پاس ٹھیر نہ سکا اور دوبارہ باپ کو چھوڑ کر چلا گیا۔

**دولت خاں کی ملازمت**

اس مرتبہ فرید نے سلطان ابراہیم کے امیر دولت خاں کی ملازمت اختیار کی اور دولت خاں کو اپنا سارا ماجرا کہہ سنایا کہ کس طرح اس نے جاگیروں کا انتظام سنبھالا اور کس طرح سوتیلی ماں کے بہکاوے میں آکر اُس کے باپ نے اس کے ساتھ بے توجہی برتی اور حق تلفی کی۔ دولت خاں نے بھی جاگیروں کو واپس لینے میں اس کی مدد کی مگر جب تک اُس کا باپ زندہ رہا وہ اپنی جاگیروں پر قابض نہیں ہو سکا۔ لیکن جب اس کا باپ مر گیا تو دولت خاں کی کوششوں سے وہ جاگیروں پر بلا شرکت قابض ہو گیا اور دوبارہ جاگیروں کا انتظام سنبھال لیا اور حسب سابق رعیت کی دیکھ بھال میں (وقت) گذارنے

لگا ۔سلیمان کو اس کے گھرانہ سمیت اُس نے اپنی حدود سے بے دخل کر دیا تھا ۔سلیمان نے بھی سعی سفارش کرائی اور جاگیروں کو واپس لینے میں بڑی دوڑ دھوپ کی مگر سلطان براہیم کے عہد تک اسے کوئی کامیابی نہیں ہوئی اور فرید جاگیروں پر باپ کی جگہ قابض و مختار رہا۔

### سلطان محمد کے حضور میں

جس زمانہ میں بابر بادشاہ کی ہندوستان میں آمد آمد کا غلغلہ بلند تھا اور پٹھانوں کی سلطنت میں خود پٹھانوں کی بڑی حق تلفیاں ہونے لگ گئی تھیں فرید خاں نے آنے والے طوفان کا قبل از وقت اندازہ لگا لیا تھا چنانچہ اس نے دور اندیشی سے کام لے کر اپنی جاگیروں کو خود چھوڑ دیا اور بہادر خاں لوہانی کے پاس چلا گیا ۔لوہانی نے اس وقت صوبہ بہار میں سلطان محمد کے لقب سے اپنی ایک علیحدہ خود مختار ریاست قائم کر رکھی تھی ۔سلطان محمد کی رکاب میں فرید خاں نے اپنی بہادری اور شجاعت سے بڑے کارنامے کر دکھائے اور وہاں وہ بہت جلد اونچے مناصب پر ترقی کر گیا۔

### شیر شاہ کی بہادری

ایک دن وہ سلطان محمد کے ساتھ شکار پر گیا ہوا تھا۔ اچانک سلطان کے مقابلہ پر ایک شیر آگیا ۔قریب تھا کہ سلطان شیر کے پنجہ میں آجاتا کہ فرید نے آگے بڑھ کر شیر پر دلیرانہ حملہ کیا اور تلوار کے ایک ہی وار میں اُسے نیچے گرا دیا ۔سلطان محمد کو تو دوبارہ زندگی ملی تھی وہ فرید کا بڑا احسان مند اور شکر گذار ہوا اور اسے انعام اور خلعت عطا کی اور شیر خاں کا خطاب مرحمت فرمایا ۔اور اپنے بڑے بیٹے جلال خاں کی نیابت اور اُس کی سرکار کے انتظام وانصرام پر مقرر کر دیا ۔چند روز بعد شیر خاں سلطان سے اجازت لے کر اپنی جاگیروں پر چلا گیا اور وہاں رخصت ختم ہو جانے کے باوجود ٹھیرا رہا اور دربار میں واپس نہیں آیا۔

### محمد خاں کی مخالفت

ایک دن سلطان محمد شیر خاں کی اس طویل غیر حاضری کی شکایت کر رہا تھا اس وقت جون پور کا حاکم محمد خاں بھی موجود تھا ۔فرید کے سوتیلے بھائی سلیمان نے محمد خاں کو پہلے ہی اپنا حامی بنا رکھا تھا اور وہ بھی شیر خاں کے خلاف موقع کی تلاش میں تھا ۔اب جو موقع ملا تو اُس نے شیر خاں کے خلاف خوب دل کی بھڑاس نکالی اس کی اوباشی کے اور بھائیوں کو محروم کرنے کے جھوٹے سچے قصے سلطان سے بیان کئے ۔سلطان محمد شیر خاں کے حسن خدمات کو دیکھ چکا تھا اس لئے اُس نے اس داستان سرائی پر کچھ زیادہ توجہ نہیں کی ۔لیکن محمد خاں نے اس کے بھائیوں کی مظلومیت اور اُن کی فریادوں

کا حوالہ دے کر عدل و انصاف کی ٹمر اپیل کی اور آخر کار جاگیر کی تقسیم کا پروانہ سلطان سے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

محمد خاں نے یہ پروانہ اور ایک جمعیت سلیمان کے سپرد کر کے اُسے شیر خاں کے پاس بھیجا اور اسے ایک خط لکھا کہ "اب یہی مناسب ہے کہ تم بھائیوں میں آبائی جاگیر کو تقسیم کر دو"۔ شیر خاں نے اس پیغام کا جواب دیا کہ "یہ روہ کی ولایت تو نہیں جو اس طرح تقسیم ہو جائے اور متروکہ زر و مال وارثوں میں بٹتا رہے کیونکہ یہاں سلاطین کی ملازمت میں اپنے نصیب اور اپنی حسن کارکردگی کے بل پر ہی جاگیریں ملتی اور ان کا اختیار قائم رہتا ہے"۔ بہرحال یہ نامہ و پیام بڑے طول طویل ہو گئے آخر کار نوبت لڑائی کی آ گئی اور اس فوج نے جو سلیمان کی مدد کے لئے آئی تھی شیر خاں کو شکست دے کر اُسے جاگیروں سے بے دخل کر دیا۔

## شیر شاہ مغلوں کی خدمت میں

اس وقت تک مغل ہندوستان کے بیشتر علاقوں پر قابض ہوتے جا رہے تھے۔ انہی نووارد چغتائی امیروں میں سے سلطان جنید برلاس بھی تھا۔ شیر خاں اپنی جاگیروں سے نکل کر جنید برلاس کے پاس پہنچا اور اس کی حمایت حاصل کر کے جس کی تفصیل باعث طوالت ہے اس نے بڑی تدبیروں کے بعد اپنی جاگیر دوبارہ حاصل کر لی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ محمد خاں (حاکم جون پور) کی جاگیر کے ایک حصہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ مگر بعد میں اُس نے محمد خاں سے بگاڑ کرنا خلاف مصلحت سمجھ کر اس سے معذرت چاہی اور وہ ساری رقم جو محمد خاں کے قدیم عامل وہاں تغلب و غبن کرتے رہے تھے اور حساب کتاب میں گھٹا گھٹا کر پیش کرتے تھے۔ شیر خاں نے اپنے قبضہ میں کر لی اور مع اضافہ کے محمد خاں کے پاس بھجوا دی اور اُس کی جاگیر کے علاقے واپس کر دیئے۔ اور یہ لکھا کہ "اس ساری کارروائی سے میرا مقصود صرف اپنے باپ کی متروکہ جاگیر کو حاصل کرنا تھا۔ اس سے بڑھ کر کچھ نہیں ازراہ کرم آپ اس بے ادبی اور جسارت کو معاف کر دیں"۔ اس طرح اُس نے مغلوں کی حمایت بھی حاصل کر لی اور ادھر محمد خاں کو بھی راضی کر لیا۔

## مغلوں کے متعلق شیر شاہ کی رائے

شیر خاں نے سلطان جنید کے پاس اتنا اثر و رسوخ پیدا کر لیا تھا کہ اس نے شیر خاں کو بابر کی خدمت میں پیش کیا اور وہ کچھ عرصہ تک بادشاہی رکاب میں ہمراہ رہا اس عرصہ میں اُس نے چغتائی امیروں کے طور طریق اور نظم و نسق سے اچھی طرح واقفیت حاصل کر لی۔ اکثر وہ کہا کرتا تھا

کہ چغتائی سلطنت کے رنگ ڈھنگ ایسے ہیں کہ ان کو ہندوستان سے نکال باہر کرنا کچھ مشکل نہیں۔ اُس کے دوست اُس کی ان باتوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ لیکن وہ ہمیشہ یہی کہتا تھا۔ مغل تزک واحتشام اور دھوم دھڑکے میں لگے رہتے ہیں۔ ان کے امیر بڑے آرام طلب اور تن پرور ہیں، وہ سارے معاملات کو اپنے راشی نوکروں پر چھوڑ کر عیش کرتے رہتے ہیں براہِ راست خود حکومت کے معاملات میں تگ ودو نہیں کرتے، اگر تقدیر و تدبیر ایک ہو جائیں تو اُن کی سلطنت کو اکھاڑ دینا کچھ مشکل کام نہیں، بلکہ یہ بہت جلد ممکن العمل ہے۔

## بابر کے دسترخوان پر

شیر خاں نے فردوس مکانی بابر بادشاہ کی خدمت میں یہ اعزاز حاصل کر لیا کہ اسے شاہی دسترخوان پر بیٹھنے کی اجازت مل گئی۔ ایک دن کھانے کے وقت اس کے سامنے آش لاکر رکھی گئی۔ آش کھانے میں ریش ودہن آلودہ ہوتے ہی ہیں۔ شیر خاں نے اس سے بچنے کے لئے کمر سے چھری نکالی اور آش کو کاٹ کاٹ کر کھانے لگا[۱]۔

دسترخوان پر محمد خاں اور کچھ اور لوگ بھی تھے جو شیر خاں کے شاکی تھے۔ ان لوگوں نے بابر بادشاہ کو اس کی اس حرکت پر توجہ دلائی اور یہ باور کرادیا کہ وہ یہ حرکت محض بے ادبی کے طور پر کر رہا ہے کیونکہ یہ شخص نہایت سرکش اور اوباش ہے۔ بابر نے حکم دیا کہ اسے لشکر سے باہر کر دیا جائے۔ شیر خاں کو اطلاع ہو گئی اور وہ اسی رات لشکر سے فرار ہو گیا اور اپنی جاگیر میں جا کر بیٹھ گیا۔ البتہ اس نے اپنے مربی اور محسن سلطان جنید کے پاس اپنے اس طرح آجانے کی معذرت لکھ بھیجی اور تحف و ہدایا بھیج کر اس قضیہ کو ختم کرانے کی کوشش کی۔

## شیر شاہ کی خود مختاری

مذکورہ واقعہ کے بعد شیر خاں مغلوں سے ٹھٹک گیا تھا اس لئے وہ دوبارہ سلطان محمد کی خدمت میں چلا گیا اور اس کی وفات تک برابر اس کی ملازمت میں رہا۔ جب سلطان محمد مرنے لگا تو اس نے شیر خاں کی حسن خدمات کا لحاظ کر کے اسے اپنے بیٹے جلال خاں اور اُس کی ماں۔ بی بی

---

[۱] تمام نسخوں میں آش ہی کا ذکر ہے مگر آش کاٹ کر کھانے کا کوئی مطلب نہیں اس واقعہ کو فرشتہ نے اس طرح بیان کیا ہے "ایک دن فردوس مکانی بابر کے دسترخوان پر شیر خاں کے سامنے سوتیوں کا طبق رکھا گیا۔ اُس نے سوتیاں اٹھا کر روٹی پر رکھ دیں پھر انھیں چاقو سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اپنے پیالہ میں ڈال کر چمچ سے کھانے لگا۔

دوڈو کا مختار و نائب بنا دیا اور اس کی وصیت بھی لکھدی۔ کچھ عرصہ بعد ہی جلال خاں کی ماں بھی فوت ہوگئی اور شیر خاں خود مختار اور صاحب اختیار ہوگیا۔

## شیر شاہ کے خلاف دشمنوں کا محاذ

اسی زمانہ میں والیٔ بنگالہ اور حاکم بہار (یعنے جلال خاں) کے درمیان نزاع پیدا ہوگئی آخر فیصلہ لڑائی پر جاکر ٹھہرا۔ اس معرکہ میں شیر خاں کے جوہر کھلے اس نے بڑی جد و جہد کی اور غنیم پر نمایاں فتح حاصل کی۔ مال غنیمت میں بہت سا خزانہ جواہرات اور شاہی لوازمات و لوازمات جو شمار سے باہر تھے۔ شیر خاں کے ہاتھ آگئے۔ اس فتح پر شیر خاں کی بہادری اور شجاعت کا لوگوں پر سکہ جم گیا اور امور مملکت میں اس کے اقتدار اور قوت کو سب نے تسلیم کرلیا۔ لیکن شیر خاں کی اس کامیابی پر اس کے حاسد انگاروں پر لوٹنے لگے۔ چنانچہ لوحانیوں کی ایک جماعت جو جلال خاں کی بارگاہ میں موروثی تقرب رکھتی تھی اور شیر خاں کی جانی دشمن بنی ہوتی تھی اس کے قتل کی سازش کرنے لگی۔ ان لوگوں نے شیر خاں کے خلاف جلال خاں کے بھی خوب کان بھر دیئے اور اس کو بھی مخالف کر دیا۔ شیر خاں ان دراندازیوں سے بے خبر نہ تھا وہ بھی ان مخالفوں کے خلاف جوابی کارروائی کے لئے تیار ہوگیا اور یہ آپس کی نزاع بڑی طول طویل ہوگئی اب اگر ہم اس سارے قصے کو بیان کریں تو اصل مقصد سے دور جا پڑیں گے مختصر یہ کہ شیر خاں کے خلاف جلال خاں اور بہار و بنگال کے امیر اور عہدہ دار متفق ہوگئے اور اسے ایک خشتی قلعہ میں جسے اُس نے خود تیار کرایا تھا محصور کر دیا۔ مگر شیر خاں بھی ایک دلیر آدمی تھا اس نے بڑی حکمت و تدبیر سے ان سب کا مقابلہ کیا۔ قسمت اچھی تھی اس نے سب کو شکست دے کر بھگا دیا جلال خاں کو بڑی بے سر و سامانی اور پریشانی کی حالت میں بھاگنا پڑا۔ اس کامیابی کے بعد شیر خاں کے لئے سارا میدان صاف تھا اس کو دوبارہ وہ سارا خزانہ جواہرات ہاتھی اور بے شمار گھوڑے مل گئے اور وہ پوری سلطنت بہار اور اس کے توابعات کا بے شرکت غیرے خود مختار حاکم بن گیا۔

## قلعہ چنار پر قبضہ

انہی دنوں قدرت نے شیر خاں کو ایک اور زریں موقع عنایت کیا۔ چنار کے قلعہ پر سلطان ابراہیم کی طرف سے تاج خاں نامی

---

سلہ فرشتہ نے جلال خاں کی ماں کا نام " لاد و ملکہ" لکھا ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ لاد و ملکہ تاج خاں قلعہ دار چنار کی بیوہ کا نام ہے جس سے شیر خاں نے عقد کیا تھا۔

قلعہ دار قابض تھا۔ اس کے پاس ایک ترکمان عورت لاڈ ملک[1] تھی۔ وہ اگرچہ بانجھ تھی مگر تاج خاں کو اس سے بہت زیادہ محبت تھی۔

اسی لئے تاج خاں کے لڑکے اس عورت سے بہت جلتے تھے جیسے جیسے اس کے ساتھ تاج خاں کا عشق بڑھتا گیا۔ ان کا حسد بھی ترقی کرتا رہا یہاں تک کہ اس کے ایک لڑکے نے لاڈ ملک پر تلوار سے حملہ کردیا اور وہ زخمی ہوگئی۔ اگرچہ اس کا زخم کچھ زیادہ گہرا نہیں تھا۔ محل میں اس حملہ پر بڑا شور و غل مچا۔ تاج خاں کو معلوم ہوا تو وہ غضب آلود بیٹے کے سامنے گیا۔ تلوار سونت کر وہ حملہ کرنے ہی والا تھا کہ رحم پدری نے جوش مارا اور اس کا ہاتھ رک گیا۔ بدبخت لڑکے نے باپ کو متامل دیکھا تو بڑھ کر پے در پے باپ پر تلوار کے وار کئے اور اس کا کام تمام کردیا۔ شیر خاں نے لاڈ ملک کے ماموں مرزا احمد ترکمان کی صلاح پر تاج خاں کے لڑکوں کو گرفتار کرکے قید کردیا اور اس کی بیوہ سے عدت کے دن ختم ہونے پر عقد کرلیا۔ اس طرح اس کے پہلے شوہر کا سارا مال متاع سلطنت کا ساز و سامان اور قلعہ چنار کی چابیاں غرض سب کچھ شیر خاں کے ہاتھ آگیا۔

## سلطان محمود کی ملازمت

سلطان سکندر کا بیٹا سلطان محمود رانا سانگا کی فوج کے ساتھ بابر سے لڑنے گیا تھا مگر شکست کھا کر فرار ہوگیا تھا اور اب وہ ایک عرصہ سے بے ٹھکانہ آوارہ گردی کررہا تھا۔ اس زمانہ میں جب کہ شیر خاں نے چنار پر قبضہ کررکھا تھا۔ بعض پٹھان سرداروں نے اس کی مخالفت میں اس علاقہ کے بڑے بڑے زمینداروں کو ہموار کرلیا اور ان سب نے مل کر سلطان محمود کو اپنا بادشاہ بنالیا اس کی روپیہ پیسہ سے اور فوج سے مدد کی اور پورے بنگال اور بہار پر قبضہ کرلیا۔ شیر خاں نے بھی مصلحت وقت کے تقاضے پر سلطان محمود کا ساتھ دیا۔ بہار اور بنگال پر قبضہ کے بعد جب امیروں کو جاگیریں تقسیم ہونے لگیں تو سلطان نے صوبہ بہار کے بعض محال (رقبے) شیر خاں کی جاگیر میں بھی مقرر کردیے اور اسے یہ عہد نامہ بھی لکھ دیا کہ جون پور کو چغتائی لشکر کے قبضہ سے نکال لینے کے بعد پورا صوبہ بہار شیر خاں کے حوالہ کردیا جائے گا۔ اس قرارداد کے بعد تمام پٹھانوں نے مل کر جون پور پر حملہ کردیا اور ہمایوں کے امیروں کو شکست دے کر لکھنؤ تک کے علاقہ پر قبضہ کرلیا۔

---

[1] مترجم: ...نے اس کا نام بھی "لاڈو ملکہ" لکھا ہے۔

## شیر شاہ کی سازش

جب جنت آشیانی ہمایوں کو اطلاع ملی کہ بہار کے پٹھانوں نے فتنہ برپا کر رکھا ہے تو وہ کالنجر سے سلطان محمود کے مقابلہ پر آگیا۔ عین لڑائی کے دوران جب کہ دونوں طرف سے جنگ کی آگ خوب بھڑک رہی تھی شیر خاں نے ہمایوں کے پاس پیغام بھیجا کہ۔ وہ فردوس مکانی بابر بادشاہ کے حق نمک کو ادا کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی فوج کو لے کر پٹھانوں سے علیحدہ ہو جائے گا اور اس طرح ان پٹھانوں کو شکست ہو جائے گی: شیر خاں نے اسی طرح کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان محمود کو بُری طرح شکست ہوتی اور وہ سب کچھ چھوڑ کر کسی جنگل میں ایک زمیندار کی پناہ میں چلا گیا اور وہاں گوشہ نشین ہو گیا اسی حالت میں چند دن بعد اُس کا وہاں انتقال ہو گیا۔

ہمایوں نے آگرہ پہنچنے کے بعد مرزا[۱] ہندی بیگ کو جس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ شیر خاں کا دوست ہے اور سلطان محمود کو شکست دینے میں شیر خاں کے ساتھ وہ شریک تھا قلعہ چنار کا قبضہ لینے کے لئے شیر خاں کے پاس بھیجا کیونکہ پہلے ہی یہ طے پا گیا تھا کہ چنار بادشاہی قبضہ میں دیدیا جائے گا اور یہ معاہدہ ضبط تحریر میں بھی آگیا تھا۔ مگر مرزا ہندی بیگ شیر خاں کے عذر بہانے سن کر خالی ہاتھ لوٹ آیا۔ اب ہمایوں نے خود قلعہ چنار کی تسخیر کا ارادہ کر لیا۔ جب شیر خاں کو اس کی اطلاع ملی تو اُس نے ایک عرض داشت اپنے بیٹے قطب خاں کے ہاتھ حضور میں بھیجی اور قدیم حقوق اور خدمات کا حوالہ دیا۔

## بنگال اور بہار پر قبضہ

ہمایوں نے بھی چنار کی مہم پر احمد آباد کی فوج کشی کو ترجیح دے کر اس طرف کوچ کر دیا تھا اس لئے شیر خاں کو اپنی تگ و تاز کے لئے میدان خالی مل گیا اور اس نے فوج جمع کر کے بنگالہ اور بہار کے حاکموں سے کئی ایک لڑائیاں لڑیں اور بنگال کے سلطان محمود سے خوب مقابلے کئے آخر کار سلطان محمود کو زخمی کر کے بری طرح شکست دیدی اور بنگال کے سرداروں کو بھی اپنے مقابلہ سے فرار پر مجبور کر دیا۔ اس فتح کے بعد حکومت شرقی کے اکثر علاقے اُس کے قبضہ میں آگئے۔

---

[۱] نو سخوں نے "امیر ہندو بیگ" لکھا ہے۔

**قلعۂ رہتاس پر قبضہ**

انھیں مہمات کے دوران قلعۂ رہتاس بھی جو کبھی دہلی اور بنگال کے کسی بادشاہ کے قبضہ میں نہیں آسکا تھا۔ شیرخاں کے ہاتھ پر فتح ہوگیا۔ یہ قلعہ نہایت بلند و مستحکم تھا اور اس پر ہرکشن نامی ایک راجہ حاکم تھا یہ قلعہ اس کی موروثی ملکیت تھا۔ شیرخاں نے ہرکشن کو پیغام دیا کہ "مغل ہر طرف سے مجھے دباتے چلے آرہے ہیں۔ اگر یہ علاقہ امیر تیمور کے خاندان کے ہاتھ لگ گیا۔ تو اس قلعہ کا تیرے قبضہ میں رہنا محال ہو جائے گا۔ میرے ساتھ میری عورتیں اور بچے ہیں اور کافی بڑا خزانہ ہے۔ مغلوں کے مقابلہ میں اب میرے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے ان سب کو لے کر مغلوں کی لڑائی پر جانا خلاف مصلحت ہے۔ اگر قلعہ میں عورتوں، بچوں اور خزانہ کو رکھنے کی اجازت مل جائے تو میں اُن کی طرف سے بے فکر ہو کر مغلوں سے لڑنے چلا جاؤں گا اور ان کو اپنے علاقے اور تیری سرحدوں سے بھگا دوں گا۔

اگر میں مغلوں پر غالب آگیا تو تیرے اس احسان پر تاعمر شکرگذار رہوں گا اور اگر خدانخواستہ کوئی اور معاملہ پیش آیا تو میرے اہل و عیال اور خزانہ تیری پناہ میں محفوظ رہے گا تو میرے مال و ناموس کی اپنی حفاظت میں لاج رکھ لینا" راجہ نے پہلے تو انکار کر دیا۔ لیکن پھر زرومال کی طمع میں جو درحقیقت ہزار ہا خاندانوں کی تباہی کا باعث بنا ہے۔ شیرخاں کی بات ماننے پر تیار ہو گیا اور شیرخاں کو اپنے اہل خاندان اور مال و اسباب کو قلعہ میں بھیجنے کی اجازت دیدی سہ

چو دزد طمع دیدہ ہوشمند
در آرد طمع مرغ و ماہی بہ بند

**شیرشاہ کی تدبیر**

شیرخاں نے پہلے تو راجہ کے ہر کارپرداز کو بلکہ اس کے دربانوں تک کو بہت سے تحفے اور ہدیئے دیئے اور ان سب سے یہی کہا کہ "میں ایک بڑی دشوار مہم پر جان کی بازی لگا کر جارہا ہوں، معلوم نہیں میرا کیا حشر ہو گا میرے بعد میرے ناموس کی لاج رکھنا تمھارے ہی ذمہ ہے" اس کے بعد اس نے ایک ہزار ڈولیاں جو آرائش و زینت کے لحاظ سے درجہ بدرجہ سواری خاص کی خواصوں کی اور خادماؤں کی معلوم ہو رہی تھیں۔ تیار کرائیں۔ ہر ڈولی میں دو دو بے ریش و بروت نوجوانوں کو عورتوں کا لباس پہنا کر بٹھا دیا۔ چند ایک میں سال خوردہ بوڑھیاں تھیں جو زیورات

اور لباس پہنے ہوئی تھیں ان کو اس نے ماں، دادی اور بھی بتایا تھا۔ ہر ڈولی میں ننگی تلواریں چھپا کر رکھدی گئی تھیں۔ ان کے ساتھ کہاروں اور مزدوروں کے بھیس میں بھی سپاہی تھے۔ چند بیل تھے جن پر سامان لدا ہوا تھا۔ تھیلیاں اس طرح رکھی ہوئی تھیں کہ دیکھنے والے لالچ میں پڑ جائیں کہ ان میں سونا وغیرہ بھرا ہوگا۔ لیکن در حقیقت ان میں سامانِ جنگ اور "قلعہ شکنی کے آلات تھے۔ یہ سارا سامان ڈولیوں کے آگے پیچھے بیلوں پر لدا ہوا تھا۔ جب یہ قافلہ قلعہ میں داخل ہونے لگا تو خود شیر خاں، چند تجربہ کار سواروں کے ساتھ دروازہ پر عورتوں کو رخصت کرنے کے بہانے پہنچ گیا۔ دربانوں نے بوڑھی عورتوں اور ان سادہ رو جوانوں کی چند ڈولیوں کی تلاشی لی۔ شیر خاں نے سابقہ تحائف کا حوالہ دیا اور کچھ اسی وقت مزید رشوت وغیرہ دے کر بقیہ ڈولیوں کو اور قافلہ کو بغیر تلاش کے ہی اندر داخل کرا دیا دربانوں نے بھی زیادہ کدوکاوش نہیں کی۔

**قلعہ میں داخلہ**

جیسے ہی یہ ڈولیاں دوسرے دروازے سے نکل گئیں تو ان ڈولیوں میں سے سارے جوان نکل آئے یہ سب کے سب بہادر پٹھان سپاہی تھے۔ کہاروں اور مزدوروں نے بھی ڈنڈے سنبھال لئے اور ان سب نے یکبارگی غافل دربانوں پر حملہ کر دیا اور ان کو پکڑ پکڑ کر قتل کر دیا اور چند لمحوں میں ڈیوڑھی پر قبضہ کر کے دروازوں کو چوپٹ کھول دیا۔ شیر خاں باہر منتظر تھا ہی، فوراً اپنی جمعیت کو لے کر نقارہ بجاتے ہوئے قلعہ میں داخل ہو گیا۔ اور راجپوت سپاہیوں پر تلواریں کھینچ کر ٹوٹ پڑا جو سامنے آیا یا تو قتل ہو گیا یا گرفتار کر لیا گیا۔ اس معرکہ میں جوان تو جوان ان بوڑھی عورتوں نے بھی جو ڈولیوں میں دکھاوے کے لئے سوار تھیں خوب بڑھ چڑھ کر حملے کئے اور بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا۔ راجہ کو خبر ہوتے تک سارا قلعہ چوپٹ ہو چکا تھا اب اس بچارے کے لئے بجز فرار کے اور چارہ نہیں تھا چنانچہ وہ اپنے چند آدمیوں کے ساتھ خفیہ راستہ سے نکل کر جان بچا لے گیا اور اپنے ساتھ بجز حسرت وافسوس کے کچھ اور نہیں لے جا سکا۔ غرض یہ ناقابلِ تسخیر قلعہ شیر خاں کی مکاری اور چال بازی سے مفت میں پٹھانوں کے ہاتھ آگیا۔

**ہمایوں کی شکست**

شیر خاں سے ہمایوں اور چغتائی امیروں کے متعدد مقابلے اور معرکے ہوئے جن کا تذکرہ دور از کار ہے ان معرکوں میں شکست کھانے کے بعد ہمایوں نے پنجاب اور کابل جانے کا ارادہ کر لیا شیر شاہ نے لاہور تک

بادشاہی لشکر کا تعاقب کیا اس کے بعد ہمایوں نے بجائے کابل جانے کے سندھ کا راستہ اختیار کیا اور شیر شاہ اپنے مفتوحہ ملک کے انتظام وانصرام میں مصروف ہو گیا اس علاقہ کے اکثر بلوچ اور پٹھان سردار شیر شاہ سے آکر مل گئے۔ شیر شاہ نے اس مقام پر قلعہ رہتاس[1] کی بنیاد رکھوائی اور اس علاقہ پر خواص خاں اور ہیبت خاں نیازی کو مقرر کر کے دہلی واپس چلا گیا۔

## آگرہ کی فتح

دہلی آنے کے بعد شیر شاہ آگرہ کو فتح کرنے اور وہاں کا نظم ونسق سنبھالنے کے لئے جانے والا تھا کہ اسے اطلاع ملی بنگال میں اس کے مقرر کردہ حاکم خضر خاں نے بنگال کے بادشاہ کی لڑکی سے عقد کر لیا ہے اور خود بادشاہ بن بیٹھنے کے منصوبے بنا رہا ہے۔ شیر شاہ نے اس خبر کے سنتے ہی اس معاملہ کو دوسری تمام مہموں پر مقدم رکھا اور بنگال کی طرف کوچ کر دیا۔ خضر خاں کا قلع قمع کرنے کے بعد وہاں اس نے قاضی فضیلت کو جسے لوگ عام طور سے "قاضی فضیحت" کہا کرتے تھے مقرر کر دیا۔

## شیر شاہ کی تخت نشینی

بنگال کے انتظام کے بعد شیر شاہ ۹۴۹ھ میں آگرہ آیا اور وہاں کا بند وبست کرنے کے بعد سکہ اور خطبہ اپنے نام کا جاری کر کے مالوہ کی تسخیر کے ارادہ سے گوالیار کا رخ کیا۔ گوالیار پر محاصرہ کے لئے شیر شاہ نے شجاع خاں کو پہلے ہی روانہ کر دیا تھا جب اس کی سواری وہاں پہنچی تو شجاع[2] خاں اور گوالیار کا قلعدار ابوالقاسم جو ہمایوں کی طرف سے وہاں متعین تھا۔ خدمت میں حاضر ہوئے اور گوالیار شیر شاہی امیروں کے قبضہ میں آ گیا۔

## مالوہ کی فتح

گوالیار کے بعد شیر شاہ مالوہ کی طرف بڑھا۔ مالوہ کے حاکم ملو خاں نے اطاعت قبول کر لی اور اس کے استقبال کے لئے خدمت میں حاضر ہو گیا مگر جب مالوہ پر شیر شاہ نے قبضہ کر لیا تو وہ اس کے لشکر سے فرار ہو گیا۔

---

[1] یہ رہتاس نام کا دوسرا قلعہ ہے پہلا تو سہسرام کے قریب ہے جس کا ذکر آ چکا ہے اور یہ مغربی پنجاب میں جہلم کے قریب ہے۔

[2] اصل کے ایک نسخہ میں اور تاریخ فرشتہ میں شجاعت خاں لکھا ہے اور اصل کے باقی نسخوں میں تاریخ داؤدی اور طبقات اکبر شاہی میں شجاع خاں لکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔

.............شیر شاہ نے مالوہ پر حاجی خاں کو مامور کیا اور خود رنتھبور کی تسخیر کے لئے چلا گیا اس کے جاتے ہی ملو خاں نے ایک فوج اکٹھا کر لی اور حاجی خاں پر حملہ کر کے اسے مالوہ سے نکال دیا اور مالوہ پر دوبارہ قابض ہو گیا۔ ادھر شیر شاہ نے قلعہ رنتھبور کو سلطان محمود کے حاکموں سے صلح کے ذریعہ حاصل کر لیا اور وہاں سے آگرہ چلا گیا۔

**قلعہ رائے سین پر قبضہ**

ایک سال بعد آگرہ میں خبر پہنچی کہ قلعہ رائے سین میں پورن مل نامی ایک راجپوت نے بغاوت کر دی ہے۔ اور وہ ہزار بالغ و نابالغ ہندو اور مسلمان لڑکیوں کو رقاصہ بنا کر اپنے محل میں ڈال رکھا ہے۔ شیر شاہ نے اُس کی سرکوبی کے لئے قلعہ رائے سین کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن جب بڑی کوششوں کے بعد بھی قلعہ پر قبضہ کی راہ نہ نکلی تو صلح و پیمان کا دامن تھاما اور عہد و پیمان کر کے قول وامان دے کر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ مگر بعد میں علماء نے فتویٰ لے کر پورن مل پر حملہ کر دیا۔ پورن مل قول و قرار پر مطمئن اور غافل تھا لیکن اس حملہ کے جواب میں وہ فوراً لڑائی پر مستعد ہو گیا پہلے تو اُس نے تمام عورتوں اور بچوں کو قتل کر دیا۔ پھر سارا مال و اسباب جلا دیا۔ اس کے بعد چار ہزار راجپوتوں اور جنگی ہاتھیوں کو لے کر شیر شاہ کے مقابلہ پر آ گیا اور بلاشبہ اُس نے بڑی بہادری دکھائی اور جان توڑ کر لڑائی کی اس معرکہ میں کئی ہزار راجپوت اور پٹھان موت کے گھاٹ اُتر گئے۔ شیر شاہ نے اُس کے ہاتھیوں پر حملہ کر کے ان کو گرا دیا اور پورن مل لڑتے ہوئے مارا گیا۔ پٹھان بزور شمشیر قلعہ پر قابض ہو گئے۔

**مارواڑ کی مہم**

آگرہ آنے کے بعد شیر شاہ نے مارواڑ کی تسخیر کا منصوبہ بنایا۔ جب وہ مارواڑ پر اپنی فوجیں لے کر گیا تو اجمیر کی سرحد پر مارواڑ کے راجہ مالدیو سے جو پچاس ہزار سوار لے کر آیا تھا ایک ماہ تک مقابلہ ہوتا رہا۔ اس عرصہ میں دونوں طرف سے بکثرت آدمی قتل ہوئے۔ جب شیر شاہ نے دیکھا کہ اس ملک کی فتح کھلے میدان مشکل ہے تو اُس نے ایک چال چلی۔ اس علاقہ کے اکثر زمیندار ایسے تھے جو مالدیو سے دلی دشمنی رکھتے تھے۔ کیونکہ اس نے ان کی آبائی زمینداریوں پر جبراً قبضہ کر رکھا تھا۔ شیر شاہ نے ان زمینداروں کی خدمات حاصل کیں اور مالدیو کے امیروں کے نام ہندی زبان میں خطوط لکھوائے ان خطوط میں ایسی تحریریں تھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ راجہ کے امیروں اور شیر شاہ میں کافی ربط ضبط ہو گیا ہے اور وہ

مالدیو کے خلاف سازش میں لگے ہوئے ہیں شیر شاہ نے ان زمینداروں کی مدد سے ایسا انتظام کرایا کہ وہ خطوط مالدیو کے ہاتھ پڑ گئے۔ راجہ نے جب یہ خطوط پڑھے تو اس کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور وہ فرار ہونے کی فکر کرنے لگا۔ ان خطوط میں سے ایک خط راجہ کے ایک بہت نامی گرامی امیر کے نام بھی تھا اور یہ امیر وہی تھا جس نے سب سے بڑھ چڑھ کر راجہ مالدیو پر زور دیا تھا کہ وہ سارے لشکر سے آگے آگے رہے تاکہ لشکر کا حوصلہ بندھا رہے۔ یہ خط اور آگے رکھنے پر اس کا اصرار دونوں باتیں ایسی تھیں کہ راجہ بڑے وسوسے میں پڑ گیا اور اپنے آدمیوں سے بُری طرح بدگمان ہو گیا۔

## راجہ مالدیو کا حملہ اور شکست

راجہ مالدیو نے موقع پا کر فرار ہوجانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ مگر اس کے باوجود اس نے پٹھانوں پر ایسا سخت حملہ کیا کہ کئی ہزار آدمی خاک و خون میں لوٹنے لگے۔ شیر شاہ کا لشکر پسپا ہوتے ہوتے مدافعانہ لڑائی لڑ رہا تھا، اور اس کی شکست میں کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی۔ عین اس موقع پر جب کہ لڑائی پورے زور شور سے جاری تھی اور پٹھان منتشر ہونے لگے تھے کہ جلال خاں جلوانی جو بڑا دلیر اور شجاع آدمی تھا۔ دور دراز راستہ سے اپنے لشکر کو لے کر اچانک محاذ پر پہنچا تھا، برق بے اماں کی طرح راجپوتوں پر ٹوٹ پڑا اس کی اچانک آمد اور اس زبردست حملے سے راجپوتوں میں بھگدڑ مچ گئی اور شیر شاہ نے یہ معرکہ جیت لیا۔

## مٹھی بھر باجرہ

مارواڑ میں باجرہ بہت ہوتا ہے دوسرے اجناس بہت کم ہوتے ہیں اس لئے شیر شاہ اس فتح کے بعد اکثر کہا کرتا تھا۔ ہم نے تو ایک مٹھی بھر باجرہ کے لئے ہندوستان کی سلطنت کھو دی تھی۔ مارواڑ کے راجہ کو جب شیر خاں کی چالبازی اور اپنے امیروں کی وفاداری کا یقین آ گیا تو اُسے بڑا افسوس ہوا مگر اب کیا ہوتا تھا وہ پھر کبھی اپنے ملک پر قبضہ حاصل نہ کر سکا۔

## چتوڑ کی تسخیر

شیر شاہ نے مارواڑ کی تسخیر اور وہاں کے نظم و نسق سے فراغت پانے کے بعد چتوڑ کے قلعہ پر لشکر کشی کا ارادہ کیا آخر کار ان شرائط پر مصالحت ہو گئی کہ سکہ و خطبہ شیر شاہ کے نام کا جاری ہوگا اور قبضہ رانا کا رہے گا۔

## کالنجر کا معرکہ

چتوڑ کے بعد شیر شاہی لشکر نے کالنجر کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کا راجہ پٹھانوں کے مکر و فریب کے قصے سن چکا تھا کہ انھوں نے پورن مل

اور دوسروں کے ساتھ کیا کیا چالبازیاں کی ہیں۔ اسی لئے اُس نے بڑی ہوشیاری سے ساتھ مدافعت کا سامان کیا اور قلعہ میں محصور ہو کر بیٹھ گیا۔ یہ محاصرہ بڑا طویل ہوگیا آخرکار قلعہ والے ہر طرف سے مجبور ہو کر بے بس ہوگئے۔ صورت حال یہ تھی کہ قلعہ بس اب فتح ہوا کہ تب۔ اس موقع پر شیر شاہ خود بارود خانہ پر کھڑا ہوا آتشیں گولے قلعہ میں سر کرا رہا تھا اب یہ اتفاق تھا یا کلام پاک پر جھوٹی قسموں کا وبال تھا جو اُس نے بارہا ہمایوں کے سامنے کھائی تھیں کہ ایک گولہ قلعہ کی دیوار سے اچٹ کر لوٹا اور بارود خانہ میں آکر پھٹ گیا۔ بس گولے پھٹ پھٹ کر اُڑے اور چشم زدن میں شیر شاہ اور اُس کے ساتھ کے امیر آگ سے جھلس گئے تھوڑی بہت زندگی باقی تھی۔ اسی لئے سانس چلتی رہی مگر دم واپسیں تک اس کا یہ حال تھا کہ جتنی بھی مہلت موت سے مل رہی تھی اسے غنیمت جان کر وہ برابر مورچوں پر پہنچ رہا تھا اور لشکر کو حملہ کرنے پر اکسا رہا تھا۔ اس عرصہ میں اپنی حالت کو اُس نے ظاہر ہونے نہ دیا اور برابر قلعہ کی تسخیر میں لگا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۲ ربیع الاول ۹۵۲ھ کی شام کو ادھر سے قلعہ کے فتح ہونے کی خوش خبری پہنچی، اور ادھر اس کا طائر روح عالم بالا کو پرواز کر گیا۔ ؎

برو از خانۂ گردوں بدر و نان مطلب
کیں سیہ کاسہ بآخر بکشد مہماں را

## شیر شاہ بہ حیثیت حکمراں

شیر شاہ نے ملک شرقی کی حکمرانی اور اپنے زمانۂ بغاوت کے علاوہ ہندوستان پر پانچ سال تک بادشاہت کی وہ اپنی قوم میں بلحاظ عقل ورائے اور باعتبار دلیری و شجاعت ممتاز شخصیت کا مالک تھا۔ اس نے اپنے پیچھے بڑے آثار خیر چھوڑے ہیں۔ کہتے ہیں بنگالہ سے اکبر آباد، بلکہ ماندو اور سنپت تک جو ایک طول طویل راستہ ہے مسافروں کے لئے مسجدیں اور پختہ کنویں تعمیر کرائے، مسجدوں میں مؤذنوں اور جاروب کشوں کو مقرر کرکے وظائف دیئے۔ سراؤں میں ہندو مسلم مسافروں کے لئے کچا اناج اور پکے پکائے کھانوں کا بھی انتظام کرایا۔ پکوان کے لئے ملازم اور غلام سراؤں میں مقرر کر رکھے تھے۔ یہ جو ہندوستان کے بھٹیارے اور بھٹیاریں مشہور ہیں۔ کہتے ہیں یہ انھیں نانبائیوں کی اولاد ہیں جن کو شیر شاہ نے ان سراؤں میں ملازم رکھا تھا۔ یہ ڈاک چوکی کا انتظام کر راستہ کی منزلوں اور سراؤں پر گھوڑ سوار متعین

رہتے ہیں اور دربار تک ہر طرف کی اور ہر معاملہ کی خبریں بڑی جلدی پہنچا دیتے ہیں شیر شاہ ہی کی ایجاد ہے راستوں پر مسافروں کے آرام کے لئے اس نے سایہ دار اور پھل دار درخت بھی لگوائے تھے۔ بلاشبہ اس کے یہ کارنامے اُس کی نیک نامی کا باعث ہیں[له]۔

شیر شاہ کی تاریخ وفات ہے

"ز آتش مرد" (آگ سے مرگیا)

"افسوس مجھے شام کے وقت بادشاہی ملی"

(شیر شاہ)

---

له

## خافی خان کی شیر شاہ کے ساتھ بے انصافی

خافی خان مغل دربار کا مورخ ہے وہ واقعات کو ایرانی عقیدے کی روشنی میں دیکھنے کا عادی ہے۔ اسی لئے اس نے مندرجہ بالا سطروں میں شیر شاہ کی جو تصویر پیش کی ہے وہ متعصبانہ رنگ آمیزی سے خالی نہیں ہے۔ خافی خان کے زاویہ نگاہ سے شیر شاہ ہمارے سامنے ایک فریبی اور مکار آدمی کا روپ دھارتا ہے جس نے ہر معرکہ کو محض دھوکہ اور فریب سے سر کیا ہے، وہ ایک جھوٹا اور بدعہد شخص نظر آتا ہے جو اپنی تاریخ کے ہر مرحلہ پر دروغ گوئی سے کام لیتا اور عہد شکنی کرتا ہے۔ اگر اس کے جھوٹ اس کی بدعہدی اور سیاسی چالبازیوں پر دلالت کرنے والے کچھ پہلو نکل بھی آتے ہیں تو دیانت کا تقاضہ یہ تو نہیں کہ تمام تر واقعات کو بس انھیں کے محور پر گردش دے کر اپنی مرضی کا ایک مرقع تیار کر دیا جائے اور پھر یہ زیادتی کہ اُس کے اچھے پہلوؤں پر سرے سے کوئی روشنی ڈالی ہی نہ جائے اور اگر کچھ خوبیوں کا ذکر کرنا بھی پڑے تو اُس کو بجھے بجھائے لفظوں میں کہ ان پر روشنی پڑنے کی بجائے

(بقیہ صـ۱۲۹ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۸ سے آگے) تو بہ تہ گرد پڑ جاتے۔

چنانچہ خافی خان نے اپنے اس پورے بیان میں شیر شاہ کے مکر و تلبیس کو تو بہت کچھ نمایاں کر کے پیش کیا ہے اور ہر جگہ اس کے قلم کا جھکاؤ شیر شاہ کو فریبی اور دھوکہ باز ثابت کرتا چلا جاتا ہے لیکن جہاں اس کی بہادری اور دلیری کی بات کہیں پڑ جاتی ہے وہاں مصنف "یاوری بخت" "موافقت تقدیر" "تائید ایزدی" جیسے کلمات استعمال کر کے اس کے دلیرانہ کارناموں کو گھٹا گھٹا کر پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس میں شک نہیں۔ بخت و نصیبہ کی موافقت اور تقدیر الٰہی کی تائید کے بغیر معرکہ ہائے جنگ تو کیا پتہ تک نہیں ہل سکتا۔ مگر یہ بات یہاں اظہار تشکر کے طور پر نہیں بلکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ بقول حضرت علی کرم اللہ وجہٗ ایک کلمہ حق کو حصول باطل کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح خافی خان نے اپنی افتاد طبع سے مجبور ہو کر شیر شاہ کے عدل و انصاف کا کوئی واقعہ تحریر میں نہیں آنے دیا۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں ورنہ بکثرت مورخوں نے شیر شاہ کے عدل و انصاف کا اعتراف کیا ہے اور متعدد واقعات لکھے ہیں حالانکہ پٹھانوں کی بعض مخصوص جبلتوں کے باوجود شیر شاہ ایک بہادر، بیدار مغز، منتظم، فراخ دل، مدبر اور عادل بادشاہ تھا اس نے رفاہ عام کے جو کام کئے اُسے خافی خان بھی آخر میں مختصراً نقل کرنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ مگر وہی الفاظ چبا چبا کر معانی چھپا چھپا کر شیر شاہ کی ذاتی خوبیوں کے علاوہ ملکی نظم و نسق میں اس کی اختراعات اور اصلاحات اس درجہ کی ہیں کہ ان پر مستقلاً ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے اس کی زبان فرمائی کا ڈھب بھی بتلاتا ہے کہ اگر موت اتنی جلد اُسے آگ میں جھلسا کر اپنے ساتھ چلنے پر مجبور نہ کر دیتی تو وہ ہندوستان میں ایک وسیع اور منظم حکومت قائم کر کے اس سرزمین کو رشک گلزار بنا دیتا۔

اس کی انتظامی صلاحیتوں کا پانچ سالہ حکمرانی میں جو اندازہ ہوتا ہے اس کی بنا پر بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے وقت کا اکبر تھا اس فرق کے ساتھ کہ اکبر نے اپنی اصلاحات کے لئے بے دینی کا سہارا لیا اور شیر شاہ اپنے دین دارانہ جذبہ کے ساتھ ہی یہ سب کچھ کر جاتا۔ اب رہ گئی دشمنوں کو چل دینے اور حیلہ و تدبیر سے کامیابی حاصل کرنے کی بات تو اس باب میں بڑے کلام کی گنجائش ہے۔ حیلہ و تدبیر بہ حالت جنگ کے جواز کی بہت ساری صورتیں ہیں۔ پھر خافی خان کے ممدوح خاندان میں اول تا آخر کتنے بادشاہ ایسے گذرے ہیں جن کا دامن اس سے پاک ہو گذرے ہوئے صفحات ہی میں بابر کا بدخشاں پر قبضہ اور گوالیار کے قلعہ میں اس کی فوج کا داخلہ رہتاس کے قلعہ پر شیر خان کے قبضہ سے آخر کہاں تک مختلف ہے بابر کی قزلباشوں کے ساتھ بدعہدی کو رائے سین کے راجہ سے۔ (باقی صفحہ ۱۳۱ پر)

# شیر شاہ کے جانشین

سلطان سلیم شاہ سوری سنہ ۹۵۲ھ تا سنہ ۹۶۱ھ (۹ سال)

سلطان فیروز شاہ سوری سنہ ۹۶۱ھ (چند روز)

سلطان محمد عادل عدلی شاہ سنہ ۹۶۱ھ تا سنہ ۹۶۲ھ (ایک سال)

سلطان ابراہیم شاہ سنہ ۹۶۲ھ (چند ماہ)

سلطان سکندر شاہ سوری سنہ ۹۶۲ھ (چند ماہ)

---

# سلیم شاہ سُوری

جس وقت شیر شاہ کا انتقال ہوا اس کا بڑا بیٹا عادل خاں جو ولی عہد تھا بارگاہ میں موجود نہیں تھا اور قلعہ رنتھنبور میں مقیم تھا۔ امیروں نے اس خوف سے کہ کوئی فتنہ برپا نہ ہو جائے چھوٹے بھائی جلال خاں کو جو پٹنہ کے قریب ٹھیرا ہوا تھا۔ جلدی سے بلا کر تخت پر بٹھا دیا۔ اور اس کا خطاب اسلام شاہ رکھا جو پٹھانوں کی زبان پر سلیم شاہ سے بدل گیا۔

## سلیم شاہ کی مراسلت

سلیم شاہ نے تخت نشینی کے بعد بڑے بھائی کے پاس معذرت آمیز خط لکھا کہ "امرائے دربار نے مجھے صرف اس لئے تخت پر بٹھایا کہ آپ ایک دور دراز مقام پر تھے۔ میں نے بھی ان کی یہ تجویز بحالت مجبوری قبول کر لی اب آپ جلد از جلد تشریف لائیے اور مجھے اپنا فرماں بردار سمجھئے" اس خط کو لکھنے کے بعد وہ آگرہ چلا گیا۔ پھر ایک خط بڑے بھائی کے پاس روانہ کیا کہ

"میں آپ کی تشریف آوری کا انتظار کر رہا ہوں"

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۹ سے آگے)

شیر خاں کی بے عہدی کے مقابلہ میں آخر کیوں نہ پیش کیا جائے اور اگر ہم شیر شاہ کے بعد کے عہد میں مغل سلسلہ کے ایک ایک بادشاہ کے ایسے واقعات چنتی کریں تو موازنہ اور مقابلہ کا آخر کیا معیار رہ جائے گا۔ بہرحال ع

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

اس میں غریب شیر شاہ ہی کو کیوں مورد الزام سمجھا جائے۔

(محمود فاروقی، مترجم)

عادل خاں نے دربار کے امیروں قطب خاں اور عیسیٰ خاں نیازی کو لکھ کر دریافت کیا۔ "مجھے آپ لوگ وہاں آخر کس مصلحت کی بنا پر بلا رہے ہیں؟" اس نے جلال خاں کو بھی پیغام دیا کہ "جو شکوک و شبہات میرے دل میں پیدا ہو گئے ہیں وہ اسی صورت میں دور ہو سکتے ہیں کہ دربار کے دو چار معتبر امیر آکر مجھے اطمینان دلا دیں اور اپنے ساتھ لے جائیں"۔

اسلام شاہ نے دربار کے چار امیروں کو عادل خاں کے پاس بھیج دیا۔ ان امیروں نے جاکر اس سے اقرار اور عہد و پیمان کیا اور یہ وعدہ کیا کہ "اسلام شاہ سے ملاقات کے دوسرے ہی دن وہ اس کی روانگی کی اجازت لے لیں گے اور جس علاقہ کو بھی وہ پسند کرے گا وہاں کی جاگیر کا پروانہ اسے دیدیا جائے گا"۔

**بھائیوں کی ملاقات** دونوں بھائیوں کی ملاقات سرراہ ہوئی۔ جلال خاں اپنے بڑے بھائی سے بڑے تپاک سے ملا۔ عذر معذرت کی، معافیاں طلب کیں اور جب اس کو اپنی طرف سے کچھ مطمئن دیکھا تو درخواست کی کہ وہ تکلیف کر کے آگرہ تک تشریف لے چلے۔ سلیم شاہ کا منصوبہ دراصل یہ تھا کہ اسے بہلا پھسلا کر کسی طرح آگرہ چلنے پر آمادہ کرے اور جب وہ تیار ہوجائے تو شہر میں داخل ہوتے وقت کچھ ایسا انتظام کیا جائے کہ اس کے ساتھ دو چار آدمی سے زیادہ اندر نہ آنے پائیں۔ عادل خاں اس کی باتوں میں لگ کر آگرہ میں داخل ہونے پر تیار ہو گیا لیکن اسلام شاہ کے منصوبہ کے علی الرغم اس کے ساتھ کے بہت سارے آدمی بھی دھکا پیل کر کے شہر میں داخل ہو گئے۔ اب جو اسلام شاہ نے دیکھا کہ اس کے منصوبے کا پہلا جز تو ناکام ہی رہا اور بھائی ہمراہیوں کی دروازے پر روک ٹوک سے شاید دل ہی دل میں بدگمان بھی ہو گیا ہے تو اس نے بدگمانی کو رفع کرنے اور پوری طرح اس کو مطمئن کرنے کے لئے عادل خاں کی بڑی آؤ بھگت کی خوشامدانہ باتیں کیں اور چاپلوسی کرتے ہوئے کہا۔ "میں تو بڑا مجبور ہو گیا تھا۔ ورنہ میں تخت پر نہیں بیٹھتا، ان پٹھانوں کو میں بہ مشکل قابو میں کر کے تخت و تاج کی حفاظت کرتا رہا ہوں۔ اب آپ آگئے ہیں تو یہ آپ کا حق ہے۔ تخت اور لشکر اب آپ سنبھال لیجئے اور مجھے اس ذمہ داری سے سبک دوش کر دیجئے"۔ یہ کہہ کر اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر زبردستی تخت پر بٹھا دیا۔ عادل خاں آرام طلب اور بے جوہر آدمی تھا، تاہم وہ چھوٹے بھائی کی ان چال بازیوں کو بھانپ گیا تھا اس لئے وہ اٹھ کھڑا ہوا اور سلیم شاہ کو تخت پر بٹھا کر پہلے خود سلامی اور مبارک بادوی۔ اس کے بعد تمام امراء بھی از سرِ نو عادل خاں کے

کھنے پر مراسم اطاعت بجالاتے۔ اس موقع پر عیسیٰ خاں اور خواص خاں نے اسلام شاہ سے عادل خاں کو بیانہ کی جاگیر دینے کی عرض داشت کی اور اس کی روانگی کی اجازت حاصل کر لی۔ دربار سے اس کے ہمراہ جانے کے لئے عیسیٰ خاں اور خواص خاں کو نامزد کیا گیا۔

### بھائیوں کا اختلاف

سلیم شاہ نے دو ماہ بعد ہی غازی نامی ایک امیر کو طلائی زنجیر دے کر اسے عادل خاں کو گرفتار کر کے دربار میں لانے کے لئے روانہ کیا۔ خواص خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے غازی کو گرفتار کر لیا اور اسی زنجیر میں اسے باندھ کر اسلام شاہ کے پاس واپس بھجوا دیا۔ اس کے بعد ہی دونوں بھائیوں اور امرائے دربار کے درمیان ایک طویل تنازعہ شروع ہو گیا اور وہ خفیہ وعلانیہ ایک دوسرے کی کاٹ کرنے لگے پھر اچھی خاصی لڑائی ہونے کے بعد دوبارہ مصالحت ہو گئی۔ اس لڑائی میں عادل خاں شکست کھا کر پٹنہ کی طرف چلا گیا تھا اور وہاں کچھ عرصہ کے لئے مفقود الخبر ہو گیا تھا۔ مگر اس کے پیچھے جو امیر رہ گئے تھے اور ساتھ نہ جا سکے تھے ان کے اور سلیم شاہ کے درمیان برابر نزاع باقی رہی جس کی تفصیلات میں ہم جانا نہیں چاہتے مختصر یہ کہ خواص خاں امراء کی ایک جماعت کو لے کر پنجاب کی طرف چلا گیا اور وہاں اس نے کھلم کھلا بغاوت کر دی۔

### خواص خاں کی بغاوت

اس بغاوت کی سرکوبی کے لئے سلیم شاہ آگرہ سے دہلی پہنچا وہاں اس نے محمد ہمایوں بادشاہ کے تعمیر کردہ قلعہ کو از سر نو گچ و سنگ سے مستحکم کر دیا اور پھر وہاں سے لاہور کا قصد کیا۔ اُدھر سے خواص خاں اعظم ہمایوں کے ساتھ اسلام شاہ سے بھی دگنی فوج لے کر مقابلہ پر آیا۔ مگر جب لڑائی کا موقع آیا تو وہ لڑے بغیر طرح دے کر میدانِ جنگ سے کھسک گیا۔ خواص خاں کی علیحدگی کے باوجود نیازی پٹھانوں نے سلیم شاہ سے مقابلہ کیا اور شکست کھا کر منتشر ہو گئے۔ اسی دوران میں اعظم ہمایوں نے ایک چال چلی وہ دس آدمیوں کو لے کر اس اعلان کے ساتھ کہ وہ صلح کی گفتگو کرنے اور سلام کرنے کے لئے آ رہا ہے۔ سلیم شاہ کے پاس آیا اور یکبارگی اس پر حملہ کر کے اُس کا کام تمام کر دینا چاہا۔ مگر اُس کی یہ چال کارگر نہیں ہوئی، الٹا اسے زخمی ہو کر بھاگنا پڑا۔ سلیم شاہ نے شکست خوردہ نیازیوں کے تعاقب میں ایک فوج کو مامور کر دیا اور خود آگرہ لوٹ گیا۔

### پٹھان امیروں کی بغاوت

آگرہ پہنچنے کے بعد سلیم شاہ نے گوالیار کا عزم کیا۔ گوالیار میں ایک اور واقعہ پیش آیا۔ شجاع خاں، دربار کا بڑا نامی

گرامی امیر تھا۔ ایک شخص عثمان نامی کو اس سے پرانی دشمنی تھی۔ ایک دن سلیم شاہ کی موجودگی ہی میں اس شخص عثمان نے شجاع پر تلوار سے حملہ کردیا اور فرار ہوگیا۔ شجاع خاں نے سمجھا یہ قاتلانہ حملہ سلیم شاہ کے ہی اشارہ سے ہوا ہے لہٰذا وہ گوالیار سے نکل کر مالوہ کی طرف فرار ہوگیا۔ سلیم شاہ نے ماندو تک اس کا تعاقب کیا۔ وہاں شجاع خاں اعظم ہمایوں اور عیسٰی خاں سب نے مل کر بیس ہزار سوار فراہم کئے اور سلیم شاہ سے مقابلہ کیا۔ لیکن ان کو میدان چھوڑ کر محصور ہو جانا پڑا۔ آخر سلیم شاہ نے ان کو شکست دے کر منتشر کردیا۔ اس لڑائی میں اعظم ہمایوں کی ماں اور اس کے اہل و عیال سلیم شاہ کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے۔

## نیازیوں سے مقابلے

مذکورہ بالا شکست کے بعد نیازی پٹھان پنجاب بھاگ گئے اور وہاں انھوں نے کھکروں کی پناہ میں مقابلہ کی تیاریاں شروع کردیں۔ سلیم شاہ نے بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور پنجاب آکر برابر دو سال تک وہ کھکروں اور نیازیوں سے مقابلہ کرتا رہا۔ آخر کار نیازیوں کو پھر شکست اٹھانی پڑی اور وہ حاکم کشمیر کی پناہ میں چلے گئے۔ وہاں اعظم ہمایوں، سعید خاں اور شہباز خاں کو قتل کردیا گیا اور حاکم کشمیر نے ان کے سر سلیم شاہ کے پاس بھیج دیئے اور سلیم شاہ آگرہ واپس چلا گیا۔

## مرزا کامراں کی آمد

اسی زمانہ میں مرزا کامران سلیم شاہ کے پاس پناہ طلب کرتے ہوئے آیا تھا۔ جب ہمایوں ہندوستان سے واپس گیا تو کامران سے اس کی متعدد لڑائیاں ہوئیں اور مرزا کامران ایران سے کابل تک ہمایوں کے مقابلہ میں شکست کھاتے ہوئے پسپا ہوتا رہا۔ بالآخر وہ ہندوستان میں سلیم شاہ کے پاس آنے پر مجبور ہوگیا ان واقعات کو ہم آگے تفصیل سے بیان کریں گے (انشاء اللہ) کامران آنے کو تو یہاں آگیا مگر اسے سلیم شاہ کے دربار میں بجز خفت اور ذلت اٹھانے کے کچھ نہ ملا اور وہ یہاں سے بھی بددل ہو کر فرار ہوگیا۔

## خواص خاں کا فرار

سلیم شاہ نے اپنے اکثر امیروں کو قتل کرکے اور قید کرکے راستہ صاف کرلیا تھا۔ خواص خاں جو اس قتل اور قید کے سلسلہ کو دیکھ کر بڑا متوحش ہوگیا تھا۔ سنبھل کے حاکم تاج خاں کے پاس جاکر پناہ گزیں ہوگیا۔ مگر تاج خاں نے اس کے ساتھ غداری کی اور دھوکہ سے اسے قتل کردیا اس کے سر کو تو سلیم شاہ کے پاس بھیج دیا اور لاش دہلی لاکر دفن کروادی۔ خواص خاں کو مرنے کے بعد لوگوں نے اولیاء اللہ

میں شامل کر دیا تھا۔

**سلیم شاہ کا انتقال**

خواص خاں کے قتل کے بعد سلیم شاہ کی مقعد پر بہت سے دنبل نکل آئے اس کے علاوہ وہ اور دوسرے امراض میں بھی مبتلا ہو گیا۔ انھیں بیماریوں میں اس کا انتقال ہوا۔ سلیم شاہ نے کل نو سال حکومت کی۔ شیر شاہ سوری نے راستوں پر جو سرائیں بنوائی تھیں اس نے ان میں سے ہر دو کے درمیان ایک ایک اور سرائے تعمیر کرائی اور باپ کے دستور کے مطابق اناج اور پکا ہوا کھانا مسافروں کو دینے کا انتظام کیا۔ ؎

دریں زمانہ، بہار و خزاں ہم آغوش است
زمانہ جام بدست و جنازہ بردوش است

---

# سلطان محمد عادل عدلی شاہ

سلیم شاہ کی بی بی کا نام "بی بی بائی[1]" تھا۔ اس سے ایک لڑکا فیروز خاں نام کا تھا بی بی بائی کے بھائی کا نام مبارز خاں تھا وہ شیر شاہ کا بھتیجہ ہوتا تھا۔ اس کے انداز ہی بتاتے تھے کہ وہ سلطنت کا خواہشمند ہے۔ سلیم شاہ اس سے بخوبی واقف تھا اسی لئے وہ اکثر اپنی بیوی سے خلوت میں کہا کرتا تھا۔ "اگر تجھے اپنے بیٹے کی جان پیاری ہے تو اجازت دے کہ میں تیرے بھائی کا کام تمام کر دوں۔ اور اگر بھائی کی محبت غالب ہے تو پھر تیری مرضی جو کچھ ہونا ہے تیرے سامنے آجائے گا"۔

"بی بی بائی" ان باتوں کو بدگمانی پر محمول کر کے اپنے بھائی کی پاس داری کرتی رہتی تھی۔

**فیروز خاں کا قتل** جب سلیم شاہ کی وفات ہو گئی تو امیروں نے فیروز خاں کو تخت پر بٹھا دیا کیونکہ وہی جانشین اور ولی عہد تھا۔ تخت نشینی کے تیسرے دن مبارز خاں اپنے آدمیوں کو لے کر فیروز خاں کے قتل کا ارادہ کر کے محل میں گھس آیا۔ جب فیروز خاں کی ماں کو معلوم ہوا تو وہ دوڑتی ہوئی بھائی کے پاس آئی اور روتے ہوئے فریاد کرتے ہوئے بیٹے کی جاں بخشی کے لئے گڑگڑانے لگی۔ اس نے بھائی سے کہا "وہ اسے اور اس کے بیٹے کو کسی دور دراز ملک میں چلے جانے دے یا پھر زندہ قید خانہ میں ڈال دے" مگر اس سنگ دل انسان نے اس کی کوئی بات نہ سنی، بیچاری عورت اس قدر روئی کہ اس ظالم کا دامن تر ہو گیا۔ مگر اس نے کوئی بات

---

[1] اس نام میں بھی بڑا اختلاف ہے "تاریخ داؤدی میں "ماہی"۔ فرشتہ میں "بابی"۔ طبقات اکبر شاہی میں اور منتخب التواریخ میں "بائی" اسی لباب کے ایک نسخہ میں "مائی" اور دوسرے میں "بانی" لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔

دانی سے

نفس در آئینہ آہنی کند تاثیر
سخنی نمی شنوئے ظالم ایں چہ سنگ لیست

آخر کار سنگ دل مبارز خاں نے اس لڑکے کو قتل کر کے ہی دم لیا اور محمد شاہ عادل کے خطاب سے تخت دہلی پر بیٹھ گیا مگر دہلی کے عوام نے اس کے خطاب عادل کو بدل کر۔ "عدلی شاہ" کر دیا۔ کیونکہ "عادل" سے کسی بے گناہ کا خون بعید ہے اور وہ اسی نام سے مشہور ہوا۔

**عدلی شاہ کے رنگ ڈھنگ** عدلی شاہ ایک عیاش اور نفس پرست آدمی تھا۔ پھر اس میں حکومت وسلطنت کا جوہر بھی نہیں تھا۔ اس کے بہت جلد اس کے اطراف اوباش اور رذیل اشخاص جمع ہو گئے۔ یہاں تک کہ قصبۂ ریواڑی کا ایک بقال، ہیموں[1] نامی جو بازارات کا کوتوال تھا اس کی بارگاہ میں اتنا مقرب اور معتمد بن گیا۔ کہ عدلی نے اسے اپنی سلطنت کا مستقل مدارالمہام (وزیر) بنا دیا۔ سارا نظم ونسق اس بقال کے سپرد کر کے خود شراب وشاہد نغمہ ورقص میں منہمک ہو گیا۔ اپنی محفلوں میں وہ رقاصاؤں اور مغنیوں کو مٹھی بھر بھر کر روپے تقسیم کرتا تھا۔ ایک ڈھنگ یہ نکالا تھا کہ تیروں کے پیکان (پھل) تولہ تولہ بھر سونے کے بنا رکھے تھے۔ سواری نکلتی تو بادشاہ سلامت کمان میں تیر جوڑ کر جس کے گھر میں چاہتے سر کر دیتے۔ منادی یہ کر رکھی تھی کہ جو اس سونے کو تیر کو لے کر آئے گا اسے دو تہائی زائد قیمت دی جائے گی۔ دل میں تو یہ سمجھتا ہوگا کہ یہ دریا دلی اور سخاوت کے مظاہرے ہیں۔ لیکن دراصل یہ سب چھوٹی دیگ کا ابھار ابال تھا اور کچھ نہیں، سفلوں اور اوباشوں کا یہی وطیرہ رہتا ہے۔ وہ اگرچہ مسخروں بھانڈوں پر بڑا مہربان رہتا تھا مگر اس کی ان اوچھی حرکتوں پر ہندوستان کے ظریف بھی چپ نہ رہ سکے۔ "عدلی" کے بجائے اس کے نام "اندلی" رکھ دیا۔ مطلب یہ تھا بڑا کوربا طن ہے کہ بے سروپا اور بے موقع کام کرتا رہتا ہے۔ ان ہی حرکتوں کی وجہ سے پٹھانوں میں اس کی کوئی عزت اور وقار نہیں رہا۔ جس کے جو منہ میں آتا تھا اس کے متعلق بے تکان کہہ جاتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو فتنے دب دبا گئے تھے وہ از سر نو اٹھ

---

[1] اصل کے بعض نسخوں میں اور تاریخ داؤدی میں "ہیمو" بالواؤ لکھا ہے۔

کھڑے ہوئے اور امیروں نے خود سری اور سرکشی کی راہ اختیار کرلی۔

**دربار میں ہنگامہ**

عدلی شاہ اپنی رنگ رلیوں میں مست رہتا تھا۔ ایک مرتبہ جو کارفرمائی کی دُھن چڑھی تو قلعہ گوالیار میں دربار منعقد کرکے تختِ شاہی پر اجلاس کیا اور ہیموں کی رہنمائی میں جاگیروں کے تبادلے اور تقرر و تعیناتی کرنے لگا۔ دوران کارروائی میں اُس نے حکم دیا کہ قنوج سے شاہ محمد خرملی[1] کو ہٹا کر سرمست خاں سربنی کو مقرر کردیا جائے۔ سرمست خاں کو پٹھانوں میں طنزاً "سگ فروش" کہا جاتا تھا۔ اس تبدیلی پر شاہ محمد کے بیٹے سکندر خاں کو جو بڑا بے باک منہ پھٹ جوان تھا بڑا طیش آیا۔ اُس نے طعنہ دیتے ہوئے کہا "اب ہماری یہ اوقات ہوگئی ہے کہ ہمارے عہدے سگ فروش سربنیوں کے حوالے کئے جارہے ہیں" اس بات پر دربار میں بڑی تیز و تند باتیں ہونے لگیں۔ سکندر خاں کا باپ شاہ محمد جو ہمیشہ بیمار رہتا تھا وہاں حاضر تھا اس نے بیٹے کو اس تیزی تندی سے منع کیا۔ بیٹا آپے سے باہر ہو رہا تھا اس نے باپ کو بھی بے غیرتی کا طعنہ دیدیا کیونکہ شیرشاہ کے زمانہ میں شاہ محمد کو ایک پنجرہ میں مقید کردیا گیا تھا۔ سکندر خاں کے جوشِ جذبہ پر سرمست خاں سربنی جو خود کو بڑا قوی ہیکل اور رستمِ زماں سمجھتا تھا اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آیا اور اس کا بازو پکڑ کر بزرگانہ انداز میں شفقت سے نصیحت کرنے لگا۔ مگر سکندر خاں آگ اور طوفان بنا ہوا تھا اس نے کمر سے چاقو نکالا اور ایک ہی وار میں سرمست خاں کو نیچے گرادیا جو لوگ مقتول کو بچانے اور اسے روکنے کے لئے بڑھ آئے تھے ان کو بھی اس نے زخمی کردیا اور عدلی کی طرف رخ کیا مگر عدلی اٹھ کر حرم سرا میں بھاگ گیا تھا۔ جب سکندر خاں نے چند بڑے بڑے امیروں کو مار گرایا اور دربار میں ایک ہنگامۂ عظیم برپا ہوگیا تو عدلی کے حامی امیروں نے بھی تلواریں سونت لیں اور عدلی کے بہنوئی ابراہیم خاں سور نے سکندر خاں کو بڑھ کر قتل کردیا اور شاہ محمد خرملی دولت[2] خاں لوہانی کے ہاتھوں مارا گیا۔

---

[1] تمام نسخوں میں "خرملی" لکھا ہے مگر داؤدی، خلاصۃ التواریخ ہند، منتخب التواریخ بداؤنی طبقات اکبرشاہی میں "فرملی" ہے۔ فرشتہ نے "قرملی" لکھا ہے۔

[2] فرشتہ نے "لوحانی" اور بعض نسخوں میں "نوحانی" ہے۔

## تاج خاں کی بغاوت

تاج خاں کرانی بڑا نامور امیر تھا اس نے اس ہنگامہ کو بہانہ بنا کر بغاوت کا اعلان کر دیا۔ اور اسی مجلس سے باہر نکل کر نقارہ بجاتے ہوئے بنگال اور چنار کی طرف کوچ کر دیا۔ عدلی نے اس کا تعاقب کیا مگر اس نے اس عرصہ ہی میں عدلی کے خاص فیل خانہ کے اور خالصہ کے بہت سارے ہاتھی کھلوا لئے اور کافی زرومال اور سرکاری خزانہ نکلوایا۔ بعد میں ہیموں نے اُس کا تعاقب کر کے اُسے شکست دیدی۔

## ابراہیم شاہ اور سکندر شاہ کے جھگڑے

اسی زمانہ میں عادل خاں (سلیم شاہ کا بڑا بھائی) کے سالے ابراہیم خاں نے بغاوت کا ارادہ کیا۔ عدلی کو اس کی خبر لگ گئی اور اُس نے اس کے قتل کا انتظام کر لیا۔ مگر عین وقت پر اُس کی بیوی یعنی عدلی کی بہن نے اسے خبردار کر دیا۔ اب تو ابراہیم خاں نے علانیہ بغاوت کا اعلان کر دیا اور لشکر فراہم کر کے بیانہ کی طرف چلا گیا بیانہ پر اس کی موروثی حکومت تھی اس لئے اُس نے بیانہ کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا، اور اطراف و اکناف میں لوٹ مار کرنے لگا۔

# ابراہیم خاں سے مقابلہ اور شکست

دربار سے عیسیٰ خاں کو ابراہیم کے مقابلہ پر مقرر کیا گیا تھا، مگر اُس نے عیسیٰ خاں کو شکست دیدی اور دہلی پر بڑھ کر قبضہ کر لیا اور وہاں سکہ و خطبہ اپنے نام کا کر کے بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ پھر اس نے آگرہ کی طرف پیش قدمی کی اور اکثر علاقوں پر قابض ہو گیا۔ عدلی بھی مقابلہ و مدافعت پر تیار ہو کر میدان میں آ گیا۔ ابراہیم خاں نے اس موقع پر ایک چال چلی عدلی کو پیغام بھیجا کہ اعظم ہمایوں۔ بہار خاں سروانی، حسین خاں جلوانی کو چند بھے دار امیروں کے ہمراہ میرے پاس بھجوا دیجئے۔ میں ان سے عہد و پیمان کی گفتگو کر کے خدمت شاہی میں حاضر ہو جاؤں گا اور بالمشافہ معذرت اور معافی طلب کر لوں گا۔ عدلی اس کے منصوبوں سے بے خبر تھا۔ بے تامل ان امیروں کو جو اس کی حکومت کے اہم رُکن تھے۔ اس کے پاس بھجوا دیا۔ جب یہ امیر آئے تو ابراہیم خاں نے ان کا بڑا اعزاز و اکرام کیا اور اپنی خوش کلامی سے وعدہ وعید کر کے ان کو عدلی سے منحرف کر دیا، اور اپنا موافق بنا لیا۔ ویسے بھی عدلی کے مقابلہ میں ابراہیم خاں کی شخصیت بڑی باوقار اور متاثر کن تھی اور امیروں ملازموں کے ساتھ اس کا رویہ اور سلوک بڑا اچھا رہتا تھا۔ اسی لئے ان امیروں کو اپنے ساتھ ملا لینے میں وہ آسانی سے کامیاب ہو گیا۔ عدلی کے لئے اب کوئی راہ نہیں رہی تھی۔ ناچار وہ چنار کی طرف فرار ہو گیا اور ایک محدود علاقہ پر اکتفا کر کے وہیں سکونت اختیار کر لی۔ ادھر ابراہیم خاں نے "سلطان ابراہیم" کے لقب سے سلطنت کے در و بست پر قبضہ کر لیا۔

**سکندر شاہ کی سرکشی** ابراہیم خاں کی ان کامیابیوں کو دیکھ کر پنجاب کے حاکم احمد خاں سور نے بھی جس کے نکاح میں عدلی کی دوسری بہن تھی اور جو اپنے آپ کو اپنے ہم زلف سے کچھ کم نہیں سمجھتا تھا۔ خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اور اپنے

امیروں ہیبت خاں اور تاتار خاں کی مدد سے ۔ سکندر شاہ ۔ کے لقب سے اپنی علیحدہ بادشاہت قائم کرلی اور دس ہزار سواروں کا لشکر لے کر لاہور سے آگرہ کی تسخیر کے لئے روانہ ہوگیا ۔ اس دوران میں ابراہیم خاں نے بھی اپنی سلطنت کی بنیادیں مستحکم کرلی تھیں اور شاہانہ شان و شوکت کے سارے سامان فراہم کرلئے تھے ۔ سکندر شاہ سے مقابلہ کے لئے وہ بھی پچاس ساٹھ امیروں کو اور ستر ہزار سواروں کو لے کر بڑے جاہ و جلال سے روانہ ہوا ۔ سکندر شاہ نے اس کو پیغام بھیجا کہ " پنجاب اس کے حوالے کردیا جائے اور بقیہ سلطنت پر وہ قابض رہے " ۔ مگر سلطان ابراہیم کو اپنی کثرت، اور اپنے امراء کی طاقت پر غرور تھا اس نے سکندر کے پیغام کو قبول نہیں کیا ۔ جب مصالحت کی گفتگو ناکام ہوگئی تو دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل آگئیں اور جنگ چھڑ گئی ۔

**ابراہیم شاہ کی شکست**

سکندر شاہ نے مقابلہ سے پہلے اپنے بادشاہی علم اور نشان دوسرے سرداروں کو دے کر انھیں غنیم کے مقابلہ پر آگے بڑھادیا اور خود ایک جاں باز اور وفادار فوج کو لے کر ایک طرف گھات میں بیٹھ گیا ۔ حسب توقع ایک سخت لڑائی کے بعد سلطان ابراہیم نے سکندر شاہ کے لشکر کو شکست دیدی اور انھیں بھگا کر لشکر گاہ کو اور شکست خوردہ فوج کے مال و اسباب اور رسد کو لوٹنے میں مصروف ہوگیا ۔ عین اس موقع پر سکندر شاہ کمین گاہ سے اپنے بہادروں کو لے کر نکل آیا اور اچانک سلطان ابراہیم پر حملہ کردیا ۔ اس حملہ کی اطلاع جب اُس کے شکست خوردہ لشکر کو ملی تو وہ بھی اکٹھا ہو کر پلٹ پڑا اور سلطان ابراہیم پر دوسری جانب سے حملہ کردیا ۔ یہ دونوں حملے ایسے غیر متوقع تھے کہ سلطان ابراہیم مقاومت نہ کرسکا اور چشم زدن میں اس کا شاہانہ تجمل خاک میں مل گیا اس کے بہت سارے لشکری اس معرکہ میں کھیت رہے اور وہ شکست کھا کر سنبھل کی طرف بھاگ گیا اور سکندر ۔ سلطان سکندر ۔ بنا ہوا فتح و نصرت کے نقارہ بجاتے ہوئے آگرہ پہنچا اور اپنی فرماں فرمائی کے جھنڈے گاڑ دیئے ۔

**ہیموں کی فوج کشی**

بس یہی وہ زمانہ ہے جب کہ ہمایوں کی آمد آمد کا شہرہ ہر طرف بلند تھا ۔ ہمایوں نے ایران سے پیش قدمی کرکے کابل کا محاصرہ کرلیا

---

لہ ن ۔ دو سو ۔

اور اب وہ بھائیوں کی گوشمالی سے فارغ ہو کر ہندوستان کا عزم کئے ہوئے تھا۔ یہ سارا واقعہ ہم آگے تحریر کریں گے۔ ہمایوں کی آمد کی خبروں پر یہاں کا سارا نقشہ درہم برہم ہو گیا۔ ہر طرف فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی۔ اس وقت عدلی کی طرف سے ہیموں ایک بہت بڑا لشکر لے کر دہلی کی طرف جا رہا تھا راستہ میں ابراہیم خاں جو سکندر شاہ سے شکست کھا کر سنبھل چلا گیا تھا اس کے مقابلہ پر آ گیا مگر ہیموں نے اسے شکست دیدی۔ اور وہ بھاگ کر بیانہ چلا گیا ہیموں نے دہلی کی تسخیر سے پہلے ابراہیم خاں کی مکمل سرکوبی کو مقدم جانا اور بیانہ جا کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرہ میں ہیموں کو تین مہینے لگ گئے اسی دوران میں اسے اطلاع ملی کہ بنگالہ کا حاکم محمد خاں سور بھی ملک گیری کا دعویٰ لے کر اٹھ کھڑا ہوا ہے اور اس نے عدلی پر حملہ کر دیا ہے۔ اس خبر کے ملتے ہی ہیموں بیانہ کا محاصرہ چھوڑ کر محمد خاں کے مقابلہ پر چلا گیا۔ سلطان ابراہیم نے بیانہ سے نکل کر ہیموں کا تعاقب کیا مگر دوبارہ اس سے شکست کھا کر بھاگ گیا۔ بعد میں اس نے ٹھٹھہ کے راجہ رام چند پر فوج کشی کی مگر شکست کھائی۔ گرفتار ہوا اور مارا گیا۔

عدلی کا بقیہ تذکرہ ہم آگے کر رہے ہیں۔

---

# سکندر شاہ سوری کی چند روزہ بادشاہت

(جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے سلیم شاہ کے بعد شیر شاہی سلطنت سوری خاندان سے نکل کر سلیم شاہ کے سالے عدلی کے ہاتھوں میں چلی گئی تھی۔ لیکن جب سکندر شاہ سوری نے ابراہیم خاں کو شکست دے کر آگرہ پر قبضہ کر لیا تو دوبارہ بادشاہت پر سوری خاندان کا قبضہ ہو گیا اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ سکندر شاہ سوری خاندان کا آخری تخت نشین بادشاہ ہے)

## سکندر شاہ کی تقریر

سلطان سکندر شاہ سوری نے فتح و غلبہ کے بعد اپنے ہم قوم تمام سوری سرداروں کو جمع کر کے حسب ذیل تقریر کی۔

"میرے ہم قوم سردارو! بزرگوں نے کہا ہے "دولت از اتفاق و بے دولتی از نفاق" اتحاد و اتفاق ہی سب سے بڑی دولت اور خوش نصیبی ہے سلطان بہلول لودھی اور شیر شاہ نے اپنے بھائیوں اور ہم قوموں کی مدد سے ہی سلطنت دہلی پر بادشاہت اور فرماں روائی کی تھی ؎

مورچگاں را چو بود اتفاق
شیر ژیاں را بدر آرند پوست

ان کے برخلاف سلطان ابراہیم لودھی اور عدلی نے اپنے بزرگوں کے مسلک کے خلاف اپنے بھائیوں سے بدسلوکی کا رویہ اختیار کیا اور منافقت برتی اور یہی بات ان کی بادشاہتوں کے خاتمہ کا باعث بنی۔

صاف صاف یہ کہتا ہوں کہ میں سلطنت کے قابل نہیں ہوں۔ تم سے میری درخواست ہے کہ جس کو تم اس کا اہل جانتے ہو اُسے تخت پر بٹھا دو، میں اس کا اطاعت گذار رہوں لیکن اچھی طرح یاد رکھو کہ اس نازک وقت میں جب کہ ہمایوں نے قزلباشوں کے ایک خوں خوار اور جرار لشکر کی مدد سے کر اپنے ملک پر دوبارہ قبضہ کر لیا ہے۔ کابل کو فتح کر چکا ہے اور اپنے بھائیوں کی سرکوبی کر کے بہت جلد ہندوستان میں داخل ہونے والا ہے۔ ہم پٹھانوں میں یہ لودھیوں اور سوریوں کی نزاع برپا ہے۔ یہ خاندانی جھگڑے اس ملک سے ہماری سلطنت کا قلع قمع کر دیں گے اور پٹھانوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکیں گے۔ بہر حال یہ وقت لڑنے کا نہیں مل کر غنیم سے مقابلہ کرنے کا ہے۔"

اس تقریر پر تمام پٹھان سرداروں اور امیروں نے اتفاق و اتحاد کی قسمیں کھائیں اور اطاعت و وفاداری کے عہد و پیمان کر کے سکندر شاہ کو جو شیر شاہ کا چچازاد بھائی تھا، تخت پر بٹھا دیا اور اسے نذر نذرانے مبارکبادیاں پیش کیں۔ لیکن ان کی بدبختی اُن کے سروں پر مسلط تھی، اسی ہفتہ کہ اتحاد و اتفاق کا یہ مظاہرہ کیا گیا جاگیروں، منصبوں اور عہدوں کی تقسیم پر تیز و تند باتیں ہونے لگیں اور آپس میں دوبارہ پھوٹ پڑ گئی۔

## ہمایوں کا فاتحانہ داخلہ

اب ہمایوں فتح و ظفر کے پھریرے اڑاتے ہوئے پنجاب میں داخل ہو گیا تھا۔ جب پنجاب فتح ہو گیا اور رہتاس کے قلعہ سے سکندر شاہ کا امیر تاتار خاں بھاگ گیا تو خبر ملی کہ عدلی کی طرف سے ہیموں دہلی پر حملہ کرنے کے لئے فوج کشی کر رہا ہے۔ ساتھ ہی پنجاب کے امیروں کے عریضے بھی پہنچے کہ مغل فوج نے سہرند تک قبضہ کر لیا ہے۔ اور پٹھان امیروں نے لکھی جنگل کے زمینداروں کے ہاں جا کر پناہ لے لی ہے۔

سکندر شاہ نے چغتائی لشکر کا راستہ روکنے کے لئے تاتار خاں اور ہیبت خاں کو چالیس ہزار سوار دے کر روانہ کیا۔ لیکن پہلے ہی مقابلہ میں تاتار خاں کو شکست فاش ہوئی اور وہ ہاتھی گھوڑے عزت آبرو سب چھوڑ کر ایسا بھاگا کہ دہلی تک پلٹ کر نہ دیکھا۔ سکندر شاہ ہمایوں کے غلبہ اور قوت سے واقف تھا اور اپنی قوم کے باہمی نفاق کا بھی اسے خوب علم تھا۔ پھر بھی اس نے مقابلہ کا ارادہ کر لیا اور اسی ہزار سواروں کو لے کر ہاتھیوں اور توپ خانہ کے ساتھ کوچ کیا، اور مغلوں کے مقابلہ پر آگیا۔ اس لڑائی کا اور بقیہ حالات کا ذکر ہم آئندہ باب میں کر رہے ہیں۔

# ہمایوں کی صحرانوردی

شیر شاہ سے شکست ۹۴۷ھ

لاہور اور بکر میں قیام ۹۴۸ھ

امرکوٹ میں پناہ ۹۴۹ھ

ہندوستان سے اخراج ۹۵۰ھ

قندھار اور کابل کی فتح ۹۵۲ھ

بدخشاں اور کابل کے معرکے ۹۵۳ تا ۹۶۰ھ

ہندوستان کی طرف کوچ ۹۶۱ھ

# ہمایوں کا فرار

جس وقت ہمایوں کو شیرشاہ کے مقابلہ میں شکست ہوئی تھی وہ ایک مختصر سی جمعیت کے ساتھ پنجاب چلا گیا تھا۔ چونکہ شیرشاہ برابر تعاقب میں لگا ہوا تھا۔ اس لئے اس نے بھکر کا رُخ کیا۔ اسی زمانہ میں محمد اکبر کی ماں سے جو احمد جامؒ کے خاندان سے تھی عقد کیا تھا۔

لاہور پہنچنے کے بعد مرزا کامران کی منافقت سے دوچار ہونا پڑا۔ مجبوراً ہمایوں نے یہاں سے نکل کر سندھ اور بھکر کے راستہ ایران اور قندھار چلے جانے کا ارادہ کر لیا۔ خیال یہ تھا کہ مرزا عسکری قندھار میں ہے اگر وہ اپنے سابقہ معاندانہ رویہ کو جو اُس نے مرزا کامران کی رفاقت میں اختیار کیا تھا ترک کر دے اور اتفاق اور محبت سے ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جائے تو پھر لشکر فراہم کر کے مشترکہ دشمن کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔ لیکن جب ہمایوں قندھار کے قریب پہنچا تو مرزا عسکری نے بظاہر استقبال کرنے اور مدد کرنے ہی کا مظاہرہ کیا لیکن درپردہ وہ مرزا کامران کے اشارہ پر شب خون مارنے کی تیاری کر رہا تھا اور اس کے ارادے کچھ اچھے نہ تھے۔ ہمایوں کو بھائیوں کی اس سازش کا پتہ چل گیا اور وہ قندھار جانے کے بجائے ایران کی طرف چلا گیا۔

**بیرم خاں کی رفاقت**

اس سفر میں ہمایوں کے ساتھ بس گنتی کے آدمی رہ گئے تھے ایک روایت کے مطابق ان کی تعداد صرف ستر تھی جو اس کے خانہ زاد خاص خاص امیر اور سردار تھے۔ ان کا سرگروہ بیرم خاں بہادر ترکمان تھا اور اسی نے اس سفر کا مشورہ دیا تھا۔ ہم اس سے پہلے فردوس مکانی بابر کے حالات میں بیان کر آئے ہیں کہ قزلباشوں کی ایک فوج نجم ثانی نامی سردار کی قیادت میں بابر کی مدد کے لئے

آ ئی تھی۔ شاہ ایران نے یہ کمک اوزبکوں کے فتنہ کو ختم کرنے کے لئے بھیجی تھی ۔بیرم خاں ترکمان اسی فوج کے ہمراہ اپنے باپ کے ساتھ آیا تھا اس جنگ میں قزلباشوں کی اس امدادی فوج کو اوزبکوں کے مقابلہ میں شکست انتہائی پڑی اور اس کے بہت سے سردار قتل اور زخمی ہوئے اسی جنگ میں بیرم خاں بھی زخمی ہو گیا تھا ۔اور قزلباش تو اپنے اپنے مقام پر چلے گئے تھے مگر بیرم خاں بابر کے ساتھ ہی رہا اور برابر خاندان تیموری کے ساتھ وفادارانہ خدمات انجام دیتا رہا۔

## اکبر کی پیدائش

اسی سفر کے دوران محمد اکبر کی ولادت ہوئی تھی نومولود کو ساتھ لے جانا ممکن نہ تھا۔ اس نے اس کو اس کی دایہ کے سپرد کر کے لشکر گاہ میں خدا کے بھروسہ پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ صرف اکبر کی والدہ کو چند خادماؤں کے ساتھ ہمراہ لے لیا تھا۔ ہمایوں نے ۹۵۰ھ میں اللہ کا نام لے کر ایران کی طرف کوچ کر دیا۔ جب بے مروت بھائیوں کو ہمایوں کی روانگی کی اطلاع ملی تو انھوں نے بڑا غنیمت جانا اور لشکر گاہ پر حملہ کر کے سارا ساز و سامان لوٹ لیا اور شاہزادہ محمد اکبر کو پہلے تو قلعہ قندھار میں لے جا کر رکھا پھر کسی مصلحت کی بنا پر کابل کے قلعہ میں پہنچا دیا۔

## ہمایوں سیستان میں

ہمایوں مراحل طے کرتے ہوئے خراسان کے گرم سیر علاقہ سیستان میں پہنچا اور وہاں سے بیرم خاں کو شاہ طہماسپ صفوی کی خدمت میں روانہ کیا اور دو خط بھی لکھ کر دیئے جن میں سابقہ تعلق و محبت کا حوالہ دے کر اپنے افسوسناک حالات کا تذکرہ کیا تھا اور اپنے آئندہ ارادوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔ احمد سلطان شاملو حاکم سیستان کو جب ہمایوں کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے بادشاہ کو احکام کا انتظار بھی نہیں کیا اور اپنے چھوٹے بھائی کو استقبال کے لئے بھیج دیا اور اس کے ساتھ اس موسم کے پھل، شکار کا سامان اور پورا "باز خانہ" روانہ کیا اور اس کے پیچھے خود بھی مہمان داری کے انتظام کے لئے ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

شاہ ایران کو جب وہ خط ملے تو پڑھ کر آب دیدہ ہو گیا اور بیرم خاں کی بڑی مہمان داری کی اور جواب میں یہ شعر لکھ کر دیا ؎

ہمائے اوج سعادت بدام ما اُفتد
اگر ترا گذری بر مقام ما افتد

### ہرات میں استقبال

شاہ ایران نے اپنے قاعدہ داں امیروں کو مہمان داری کے لئے متعین کر دیا۔ اور حکم دے دیا کہ راستہ میں ہر منزل پر کھانے پینے کی اشیاء، پھل پھلاری لباس مہیا رکھا جائے اور گانے بجانے والے بھی متعین کئے جائیں، اور وہ ساری ضروریات فراہم کردی جائیں جو سلاطین کے شایان شان ہیں سفر کے لئے تازہ دم عراقی گھوڑے اور تندرستی نذرانے مہیا رہیں۔ یہاں تک کہ ایران کے مرد اور عورت مغنیوں اور سازندوں کے علاوہ ہندوستان کے گویّوں کو بھی بلا کر ہر منزل پر متعین کیا گیا۔ جب سواری ہرات پہنچی تو شاہ طہماسپ کا بڑا لڑکا سلطان محمد مرزا اتالیق شرف الدین اور دوسرے امراء کے ساتھ استقبال کے لئے آیا اور شایان شان تعظیم و تکریم بجالایا۔ ہمایوں نے اس علاقہ کے باغوں اور تفریح گاہوں کی سیر کی وہاں کی آب و ہوا ہمایوں کو بہت پسند آئی۔

### شاہ طہماسپ سے ملاقات

ہمایوں کی شاہ طہماسپ سے ملاقات ۱۵۹ھ میں ہوئی۔ بادشاہ نے بڑے تپاک سے ملاقات کی اور شرائط مہمان داری کی شایان شان تکمیل کی، ہمایوں کو پٹھانوں کے ہاتھوں شکست کا جو ملال اور انفعال تھا، اس کا خیال کر کے شاہ طہماسپ نے اپنی طرف سے کبھی اس قصہ کو چھیڑنے کی کوشش نہ کی۔ خود ہمایوں نے اگر اپنی سرگذشت بیان بھی کی تو بادشاہ نے اس کو تسلی دلاسا دے کر مطمئن کر دیا اور اس رنج دہ گفتگو کو طویل ہونے نہ دیا۔

### بہرام مرزا کی مخالفت

خلاف معمول ایک دن خود بادشاہ نے ملک کی تباہی کا سبب ہمایوں سے دریافت کیا تو ہمایوں نے جواب میں بتایا کہ بھائیوں کی منافقت ہی کی وجہ سے دشمن اتنا طاقت ور اور دلیر ہو گیا تھا:۔ اتفاق کی بات کہ اس وقت بادشاہ کا بھائی، بہرام مرزا طشت اور آفتابہ لے کھڑا ہوا تھا واضح رہے ایران میں دستور ہے کہ چھوٹا بھائی اور بیٹا اپنے والدین بزرگوں اور مہمانوں کی خود خدمت کرتا ہے اور کھانے سے فارغ ہونے پر دست بستہ سامنے کھڑا رہتا ہے۔ یہ طریقہ ہندوستان میں نہیں ہے۔ شاہ طہماسپ نے بہرام مرزا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ہاں بھائیوں اور بیٹوں کا سلوک اور طریقہ ایسا نہیں رہتا جیسا کہ تم بتاتے ہو کہ رہنا چاہیے)"۔ ہمایوں نے بادشاہ کے قول کی تائید کی، بس یہ بات، بہرام مرزا کے دل میں کھٹک گئی اور جس وقت امداد اور کمک دینے کی بابت گفتگو اور مشورہ ہوا تو بہرام مرزا نے اختلاف مذہب کو آڑ بنا کر امداد دینے کی

مخالفت کی۔ مرزا کی دراندازیوں سے ممکن تھا کہ بادشاہ کا مزاج بھی مکدر ہو جاتا مگر ہمایوں دربار کے تمام امیروں کی خاطر مدارات کرتا رہا تھا اور اُن کے ساتھ نرمی اور انکساری کا سلوک رکھا تھا چنانچہ بادشاہ کی بہن سلطان بیگم، قاضی جہاں اور حکیم نورالدین نے ہمایوں کی خیر خواہی میں بڑی کوشش کی اور بادشاہ کے وسوسوں کو دور کرکے بڑی مدد کی۔

**اہل بیت سے محبت کا اظہار** ایک دن خلوت میں ان امیروں نے امیر تیمور صاحب قراں کے خاندان کی اہل بیت سے محبت کے تذکرے کئے اور ثبوت میں ہمایوں کی یہ طبع زاد رباعی بادشاہ کو سنائی۔

### رباعی

ما ئیم ز جان بندۂ اولادِ علی
ہستیم ہمیشہ شاد بایادِ علی
چوں سرِ ولایت ز علی ظاہر شد
کردیم ہمیشہ وردِ خود نادِ علی

شاہ طہماسپ سے ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ ہمایوں سے بعض چغتائی امیروں خاص طور سے مرزا کامران کی مخالفت کا اصل سبب بھی یہی تھا کہ ہمایوں نے اپنی سلطنت کا نظم و نسق ایرانیوں کے ہاتھ میں دے دیا تھا اور اہل بیت سے اپنی محبت کا اظہار کرتا رہتا تھا۔ اور شیعہ مذہب کو تقویت دینے کی سعی کی تھی۔ ان باتوں کا بڑا اچھا اثر پڑا اور شاہ طہماسپ ہمایوں کی مدد پر راضی ہو گیا[1]

**امدادی فوج کی روانگی** شاہ طہماسپ نے مہمان داری اور ضیافت کے بعد سلاطین کے شایان شان کمک دینے کا انتظام کیا جس کی تفصیل اکبر نامہ میں موجود ہے۔ شاہزادہ محمد مراد امدادی فوج کا کمان دار تھا اس کا اتابک بداغ خاں قاچار کو مقرر کیا گیا۔ دوسرے اور مشہور قزلباش سردار بھی تھے۔ امدادی فوج میں دس ہزار قزلباش سوار تھے ان کے علاوہ خراسان کی کمک بھی تھی اور صحرانشین کوتل دستے بھی تھے اس طرح

---

[1] یہاں متن میں عبارت شکستہ ہے، جملہ اصل میں نہیں ہے ربط مضمون کے لئے بڑھا دیا گیا۔

پوری فوج تیس ہزار پر مشتمل تھی۔ فوج کے ساتھ جو ساز و سامان اور رسد وغیرہ تھی وہ طرفین کے شایان شان تھی۔ بادشاہ طہماسپ نے اس فوج کی بہ نفس نفیس مشایعت کی اور اسے رخصت کیا۔ ہمایوں نے چلتے وقت اس کا عہد کیا کہ وہ فتح کے بعد قندھار شاہزادہ مراد کو نذر کر دے گا۔

### قندھار کی فتح

کوچ کے بعد ہمایوں نے تبریز اور مشہد مقدس کا راستہ اختیار کیا۔ وہاں شاہ صفوی کے مزار کی زیارت کی امام علی موسیٰ رضا کے روضہ کا طواف کیا اور آل نبی کے مزارات پر فاتحہ پڑھی۔ اس کے بعد بڑے شان و شکوہ کے ساتھ پیش قدمی کر کے گرم سیر کے توابعات پر فوج کشی کر دی اور وہاں کے تمام قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ قندھار پر مرزا عسکری قابض تھا۔ چھ ماہ تک محاصرہ کر کے اس کو شکست دی اور اوائل ماہ رمضان ۹۵۲ھ میں اس کو فتح کر لیا۔ اور حسب معاہدہ قندھار شاہزادہ محمد مراد کے آدمیوں کے سپرد کر دیا۔ قندھار سے آگے بڑھا تھا کہ شاہزادہ محمد مراد کے فوت ہو جانے کی خبر پہنچی۔ کچھ لوگوں نے ہمایوں کو مشورہ دیا کہ کابل کے فتح ہونے تک اہل و عیال کو قندھار ہی میں رکھا جائے مگر قزلباش قلعہ داروں نے صاف انکار کر دیا کہ قلعہ اب ہماری تحویل میں آ چکا ہے اس لئے بادشاہ کی اجازت کے بغیر ہم کسی کو بھی قلعہ میں داخل ہونے نہ دیں گے اس لئے ہم آپ کے اور لشکر کے اہل و عیال اور ساز و سامان کی قندھار میں نگہداشت کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ بات ہمایوں کو بڑی ناگوار گذری۔ بیرم خاں اور دوسرے امراء نے فیصلہ کر لیا کہ ہر قیمت پر قندھار پر قبضہ کر لینا چاہئے۔

### قندھار پر قبضہ

قندھار پر قبضہ کی یہ تدبیر کی گئی کہ چند ہندوستانی اور مغل سپاہیوں کو اونٹوں پر گھاس اور جلانے کی لکڑیاں دے کر شہر میں پہنچا دیا اسی طرح چند دن تک ہمایوں کے لشکری گھاس کے گٹھے سر پر اٹھا کر شہر میں آتے جاتے رہے اور ان گھاس کے پولوں میں ہتھیار چھپا چھپا کر اندر بھجوا دیئے گئے۔ پھر ایک دن جب کہ دربان وغیرہ غافل تھے۔ یہ سپاہی ہتھیار لے کر ان پر ٹوٹ پڑے اور دروازے کھول دیئے لشکر قلعہ کے قریب ہی ٹھیرا ہوا تھا وہ اشارہ پاتے ہی اندر داخل ہو گیا۔ قلعہ دار کو اس وقت خبر ملی جب کہ سب کچھ ہاتھ سے نکل چکا تھا وہ لڑائی کو بے سود جان کر قلعہ سے نکل گیا اور عراق کی طرف چلا گیا۔ اور ہمایوں قندھار بیرم خاں کے سپرد کر کے کابل کی طرف روانہ ہو گیا۔

### کابل کی فتح

جب ہمایوں کا لشکر کابل کے دروازوں پر پہنچا تو مرزا کامران اپنی جان بچا کر وہاں سے غزنین بھاگ گیا۔ اس وقت مرزا ہندال ہمایوں کی خدمت میں حاضر

ہوگیا تھا اسے کامران کے تعاقب پر مامور کیا گیا۔ ہمایوں فتح کے نقارے بجاتے ہوئے کابل میں ۹۵۲ھ[1] میں داخل ہوا۔ اور اپنے بچھڑے ہوئے بیٹے شاہزادہ اکبر کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کیں اور اللہ کا شکر بجالایا۔ قلعہ کا بندوبست کرنے کے بعد شاہزادہ کی خدمت میں محمد علی[2] خاں کو مقرر کیا اور اسی سال بدخشاں اور دوسرے موروثی ممالک کی فتح کے لئے کوچ کردیا۔

## کامران کا کابل پر قبضہ

مرزا کامران نے پہلے تو پٹھانوں کے پاس جاکر پناہ لی تھی مگر اسے وہاں سے بڑی بے آبروئی کے ساتھ نکلنا پڑا۔ چنانچہ وہ بھکر میں اپنے چچازاد بھائی شاہ حسین کے پاس چلا گیا تھا۔ جب اس کو اطلاع ملی کہ ہمایوں بدخشاں کی طرف گیا ہوا ہے تو وہ لشکر فراہم کرکے تیزی سے یلغار کرتے ہوئے کابل پہنچا اور اندھیری رات کے آخر حصہ میں قلعہ کے نیچے جاکر پڑاؤ ڈال دیا، جیسے ہی صبح کے وقت قلعہ کے دروازے کھولے گئے اس کا لشکر اچانک اندر داخل ہوگیا اور قبضہ کرکے ہمایوں کے چند امیروں کو قتل کردیا۔

## کامران کی جلاوطنی

ہمایوں نے بدخشاں سے لوٹ کر دوبارہ کابل کا محاصرہ کرلیا اور چند دن کے اندر ہی کامران کو وہاں سے بے دخل کردیا۔ مگر وہ بھی نچلا بیٹھنے والا نہ تھا، اس نے تین مرتبہ کبھی تو مرزا عسکری کی مدد سے اور کبھی دوسرے مرزاؤں سے ساز باز کرکے کابل پر قبضہ کرلیا اور ہمایوں کو اسے ہر بار فوج کشی کرکے بھگانا پڑا۔ ان پے درپے ناکامیوں کے بعد کامران نے ہمایوں سے معافی اور معذرت چاہی اور خدمت میں حاضر ہوکر اطاعت وفرماں برداری کا اقرار کیا۔ ہمایوں نے اسے معاف کردیا جاگیر وغیرہ بھی دی مگر اس نے پھر سرکشی کی اور دربار سے بھاگ گیا اور زمینداروں کو لوٹتا پھرا اور جب دیکھا کہ اسے گرفتار کرلیا جائے گا تو اپنی ڈاڑھی منڈوا کر کسی ایک طرف کو نکل گیا مگر جلد ہی بادشاہی آدمیوں نے اسے گرفتار کرکے خدمت میں پیش کردیا اس بار ہمایوں نے اسے اندھا کرکے

---

[1] فرشتہ نے فتح کابل کی تاریخ دس رمضان ۹۵۲ھ لکھی ہے اور مادۂ تاریخ میں یہ مصرع لکھا ہے؀

نظم "بے جنگ گرفت ملک کابل از وی"

[2] تاریخ فرشتہ میں "محمد علی طغائی" لکھا ہے۔

۹۶۰ھ میں کعبۃ اللہ کو بھجوا دیا۔

**ہندال کی سرکشی** مرزا ہندال کو ہمایوں نے مرزا کامران کے تعاقب پر مامور کیا تھا وہ اس کے تعاقب سے لوٹ کر آیا تو اس کے بھی سر میں خود سری کی ہوا بھری اور اس نے ہمایوں کے لشکر پر شب خون مارا مگر جلد ہی گرفتار ہو کر آیا اور قتل کر دیا گیا۔

**عسکری کا انجام** مرزا عسکری کا حشر یہ ہوا کہ اس نے مرزا کامران کو اندھا کرنے سے پہلے خود ہی بیت اللہ جانے کی اجازت لے لی تھی اور روانہ ہو گیا تھا مگر شام اور مدینہ کے راستہ میں موت نے اُسے آ لیا اور وہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

**کامراں کا انتقال** مرزا کامران طواف کعبہ سے فیضیاب ہوا لیکن بہت جلد وہاں اس کا انتقال ہو گیا۔ مرزا کامران کا ایک لڑکا ابوالقاسم تھا اور تین لڑکیاں بادشاہ نے ان میں سے ایک کو تو فخر الدین مشہدی کے عقد میں دے دیا اور باقی دو کی اپنے چچا زاد بھائیوں سے شادی کر دی۔ مرزا مشہدی کی ایک لڑکی تھی اس کا عقد سید یوسف مشہدی سے ہوا۔

**ہمایوں کی فوج کشی** بھائیوں کا فتنہ ختم ہو چکا تھا اور قدیم موروثی ملک کابل وغیرہ کا خاطر خواہ انتظام بھی ہو گیا تھا اور ادھر ہندوستان سے برابر خبریں پہنچ رہی تھیں کہ سلیم شاہ فوت ہو چکا ہے پٹھانوں میں پھوٹ پڑ چکی ہے ہندوستان کا نظام درہم برہم ہے۔ اور تمام پٹھانوں پر ہیموں من مانی حکومت کر رہا ہے۔ مگر ہمایوں نے ہندوستان کا ارادہ نہیں کیا، بلکہ اس عرصہ میں دو مرتبہ بلخ، سیستان اور کشمیر پر فوج کشی کی مخالفوں کو نیچا دکھایا ان کی ضرب بھی برداشت کی اور کابل لوٹ آیا۔

**بیرم کی رفاقت** اسی زمانہ میں حاسدوں نے بیرم خاں کے متعلق بادشاہ کے کان بھرنے شروع کئے۔ تحقیق کی غرض سے ہمایوں قندھار پہنچا معلوم ہوا کہ یہ سب نرا بہتان و الزام تھا۔ جب وہاں سے چلنے لگا تو بیرم خان نے درخواست کی اس کو بھی رکاب میں رہنے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ اسے بھی اپنے ہمراہ لے لیا۔

---

# ہمایوں کا دوسرا دورِ حکمرانی

ہندوستان پر حملہ ۹۶۳ھ (صحیح ۹۶۱ھ)

سکندر شاہ کو شکست ۹۶۱ھ

قطعہ تاریخ "شمشیر ہمایوں"

دہلی میں تخت نشینی ۱ رمضان ۹۶۳ھ / ۹۶۲ (صحیح)

ہمایوں کا انتقال ۱۵ ربیع الاول ۹۶۳ھ

عمر - ۵۱ سال مدت حکومت - ۲۶ سال

ہمایوں بادشاہ از بام افتاد

# پنجاب میں داخلہ

۹۶۲ھ میں ہمایوں نے ہندوستان پر حملہ کا عزم کیا۔ کابل میں شاہزادہ محمد حکیم مرزا کو منعم خاں کے ساتھ چھوڑ کر دہلی کی تسخیر کے لئے کوچ کر دیا۔ جب وہ پنجاب کے قریب پہنچا تھا تو اس کی فوج میں پندرہ ہزار سوار سے زیادہ نہیں تھے۔ اس وقت یہ خبریں مل رہی تھیں کہ سکندر شاہ مقابلہ پر آ رہا ہے اور دوسری طرف سے عدلی کا گماشتہ ہیموں ایک لاکھ سوار لے کر نکل چکا ہے۔ دو ہزار ہاتھی بھی اس کے ساتھ ہیں مگر ان خبروں سے ہمایوں کے ارادوں میں کوئی خلل نہیں آیا اور دشمن کی کثرت سے وہ مطلق نہیں گھبرایا اور پیش قدمی کر کے ملتان اور پنجاب کے درمیان شیر شاہ کے بنائے ہوئے قلعہ رہتاس پر قبضہ کر لیا پھر دیپال پور اور دوسرے شہروں پر بھی فوج کشی کی اور بکثرت پٹھانوں کو قتل کر کے اس پورے علاقہ کو فتح کر لیا۔

**بیرم خاں کی بہادری**

جب عساکر ہمایونی نے لاہور میں کیمپ لگایا تو اطلاع ملی، سکندر شاہ کی طرف سے تاتار خاں اور ہیبت خاں تیس چالیس ہزار سوار لے کر مقابلہ کے لئے آ رہے ہیں۔ بیرم خاں کی درخواست پر ہمایوں لاہور میں ٹھیرا رہا اور ان کے مقابلہ پر بیرم خاں کو نامزد کر کے رخصت کیا۔ بیرم خاں سے ان نامی گرامی پٹھان سرداروں کا مقابلہ بچواڑہ ندی پر ہوا۔ بیرم نے باوجود قلت سپاہ کے بڑی بہادری اور بے جگری سے غنیم کا مقابلہ کیا۔ تقدیر بھی مہربان تھی کہ بیرم کی ایک ہی تدبیر میں معرکہ سر ہو گیا۔ بیرم خاں نے اس لڑائی میں دشمن کی فوج پر ایک کامیاب شب خون مارا۔ اس شب خون کی آس نے

---

ط ن ۔ بچواڑہ

دوسرے امیروں کو بھی اطلاع نہیں دی بس اپنے خاصہ کے سواروں کو لے کر وہ اچانک دشمن پر جا پڑا اور ایسا بھرپور حملہ کیا کہ دشمن کو شکست فاش ہوئی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ چغتائی لشکر کو اس معرکہ میں ہاتھی گھوڑے اور بڑا مال و اسباب ہاتھ آیا۔ اس فتح کے بعد لوٹ کر آیا تو ہمایوں نے بڑی قدر افزائی کی اور "خان خاناں یار وفادار" کا خطاب مرحمت کیا۔

## سکندر شاہ کی شکست

اب سکندر شاہ خود اسی ہزار فوج اور بے شمار ہاتھی لے کر مقابلہ پر آیا۔ ہمایوں نے لاہور سے نکل کر کیمپ لگایا اور بیرم خاں کی اتالیقی میں شاہزادہ اکبر کو جس کی عمر اس وقت بارہ سال تھی۔ سکندر شاہ کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ ........ سکندر شاہ سرہند تک آچکا تھا اور وہاں اس نے اپنے لاؤ لشکر کے پرے جما کر مغلوں کے سامنے سدِ سکندری کھڑی کر دی تھی۔

جب میدان کارزار گرم ہوا تو چغتائی بہادروں نے بڑی جاں فشانی دکھائی اور اس بہادری سے لڑے کہ دشمنوں کی لاشوں سے میدان پٹ گیا۔ پٹھان شکست کھا کر بھاگے اور بے شمار گرفتار ہوئے۔ سکندر شاہ شکست کھا کر سوالک کے پہاڑوں میں بھاگ گیا۔

ہیموں کو جب اس فتح کی خبر ملی تو وہ مشرقی علاقہ کی طرف پسپا ہو گیا۔ ہمایوں نے شاہزادہ محمد اکبر کو بیرم خاں کی اتالیقی میں سکندر کے تعاقب میں مامور کر کے لکھی جنگل کی طرف روانہ کر دیا اور خود دہلی کی طرف کوچ کیا۔ بیرم خاں نے اس فتح کی تاریخ "شمشیر ہمایوں" سے نکالی تھی۔

## دہلی میں فاتحانہ داخلہ

دہلی میں ہمایوں کا یہ فاتحانہ داخلہ ماہ رمضان المبارک[ف] سنہ ۹۶۳ھ میں ہوا تھا۔ اس عرصہ میں ملک کا سارا نظم و نسق بگڑ چکا تھا ہمایوں نے از سر نو سارے انتظامات کرائے۔ ابو المعالی کو پنجاب کی حکومت دی۔ سکندر خاں ازبک کو آگرہ کا صوبہ دار مقرر کیا۔ سنبھل اور میرٹھ کے بندوبست پر علی قلی کو روانہ کیا۔ تردی بیگ خاں کو دہلی کی حکومت سپرد کی۔

## ہمایوں کا انتقال

دہلی کے انتظام کے بعد ہمایوں دہلی سے آگرہ جانا چاہتا تھا۔ لیکن موت دروازے پر اپنے گھوڑے لئے کھڑی تھی سن مذکور (سنہ ۹۶۳ھ)

---

ف صحیح تاریخ سنہ ۹۶۳ھ

ہیں ربیع الاول کی پانچ تاریخ تھی کہ مغرب کے وقت ہمایوں اذان سننے کے لئے کبوترخانہ کی چھت پر چڑھا سیڑھیوں پر پیر جو رپٹا تو اس بلند زینہ سے نیچے لڑھکتا ہوا آگیا۔ اسی مہینہ کی گیارہ تاریخ کو مغرب کے وقت خانوادہ بابری کا یہ آفتاب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ ہمایوں کی تاریخ وفات ؏

"ہمایوں بادشاہ ازبام افتاد" سے نکالی گئی اور اُسے دہلی میں دفن کیا گیا۔

## ہمایوں کے اوصاف

کہتے ہیں ہمایوں احکام شرعی اوامر ونواہی کا بڑا پابند تھا۔ بے وضو اللہ تعالےٰ کا نام زبان سے نہیں لیتا تھا۔ صوم وصلوٰۃ۔ فرائض وسنن اور تلاوت کلام پاک کا ہمیشہ اہتمام رکھتا تھا۔

ہمایوں ایک علم دوست بادشاہ تھا۔ اس کی محفل میں علماء کا اور شاعروں کا مجمع رہتا تھا علمی مباحث میں حصہ لیتا تھا۔ بڑا مرتبہ شناس تھا۔ ہرایک کے ساتھ اس کے مناسب حال سلوک کرتا تھا۔ خود موزوں طبیعت کا مالک تھا جس زمانہ میں بیرم خاں کو قلعہ قندھار میں مقرر کرکے کابل کو دوبارہ فتح کیا تھا اور بھائیوں کی سرکوبی میں مشغول تھا۔ اس نے چند شعر بیرم خاں کو لکھ کر بھیجے تھے وہ بطور یادگار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

بازمتی زغیب روئے نمود
کہ دل دوستاں ازاں بکشود
شکر للہ کہ باز شاداںیم
بہ رخ یار دوست خنداںیم
دوستاں را بکام دل دیدیم
میوۂ باغ فتح را چیدیم
روز۔ نوروز بیرم است امروز
دل احباب بے غم است امروز
شاد بادا ہمیشہ خاطر یارا
غم نگردد گرد یار و دیار
ہمہ اسباب عیش آمادہ است

دل بہ فکر وصالت افتادہ است
گوش خرم شود ز گفتارت
دیدہ روشن شود ز دیدارت
در حریم حضور شاد بہم
بہ نشینیم خرم و بے غم
بعد ازیں فکر کار ہند کنیم
عزم تسخیر ملک سند کنیم

تاریخ فرشتہ نے لکھا ہے۔

"یہ سب پر واضح ہے کہ حضرت جنت آشیانی (ہمایوں) امام اعظمؒ کے مذہب برحق پر قائم تھے۔ لیکن حضرت کو اپنے آباؤ اجداد خاص طور سے امیر تیمور صاحبقران کی نسبت اہل بیت سے زیادہ محبت تھی۔ ان کے ساتھ مرزا کامران کے ملکی تنازعات تو رہتے ہی تھے (عقیدہ میں بھی وہ مختلف تھے) چنانچہ وہ حضرت کے علی الرغم بعض متعصب متاخرین اور متکلمین کی طرف میلان رکھتا تھا اس کی باتیں عموماً حضرت کو ناپسند آتی تھیں چنانچہ جب بیرم خاں تث اور مرزا کامران میں مکالمہ ہوتا تھا تو جنت آشیانی بیرم خاں کی رفاقت میں کامران کو پُر لطف جواب دیتے رہتے تھے۔"

"جس وقت شیر شاہ کی شورش اٹھی تھی اور جنت آشیانی پنجاب چلے آتے تھے ایک دن سواری میں مرزا کامران بھی ہمراہ تھا۔ ایک قبرستان پر سے سواری گذری۔ اتفاق سے اس وقت ایک کتا کسی قبر پر کھڑا پیشاب کر رہا تھا۔ مرزا کامران کی اس پر نظر پڑی تو اس نے ہمایوں کو مخاطب کر کے کہا۔

"معلوم ایسا ہوتا ہے یہ کسی رافضی کی قبر ہے"۔

حضرت نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں وہ کتا سُنی ہے"۔

غالباً یہی میلان طبع تھا کہ ہمایوں نے اپنی سلطنت کے تمام اختیارات بیرم خاں کو دے رکھے تھے اور نظم ونسق میں بیشتر ایرانی ہی تھے جو ایک عرصہ دراز سے ہندوستان اور دکن کی بادشاہتوں کا انتظام کرتے آتے تھے ۔ پھر ہمایوں کی خاندانی نسبت مشہد مقدس کے سادات سے تھی ۔ یہ بات بھی اکثر چغتائی امیروں اور مرزا کامران کو ناراض رکھتی تھی اور وہ ہمایوں کو امامیہ فرقہ سے منسوب کرتے تھے ۔

ہمایوں کی کل مدت سلطنت ۲۵ سال تھی اور عمر ۵۱ سال ۔

بدنیا دل نہ بندد ہر کہ مرد است
کہ دنیا سر بسر اندوہ و درد است

# متاع گم گشتہ یافت و گم شد

# جلال الدین محمد اکبر بادشاہ

## بیرم خاں کا دورِ اقتدار

ہمایوں مرا تو اپنے پیچھے ایک وسیع ملک چھوڑ گیا مگر ایک ایسا ملک جو ابھی فتح نہیں ہوا تھا۔

تخت و تاج کا ایک وارث بھی ملک اور قوم کو دے گیا مگر کیسا وارث؟ جو ابھی بالغ نہیں ہوا تھا۔

ایک بادشاہت قائم کر گیا مگر ایسی بادشاہت جو ابھی جمی نہیں تھی اور پھر دشمنوں کا ایک جم غفیر جو خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔

وہ کون تھا جس نے؟

اس ملک کو فتح کیا — نو عمر بادشاہ کی تربیت کی

بادشاہت کو مستحکم کیا — دشمنوں کو شکست دی

اکبر کا "خان بابا" ملک کا "خانخاناں" قوم کا "بیرم خاں"

اسی لئے ہم اس دور کو بیرم خاں کا دورِ اقتدار کہتے ہیں۔

بیرم خاں کا دورِ اقتدار ۹۶۳ھ تا ۹۶۷ھ (۱۱ سال)

**پانی پت کا فاتح** ۹ محرم ۹۶۴ھ

بیرم خاں کی وفات ۹۶۸ھ بمقام کھنبایت

# اکبر کی ولادت

جس زمانہ میں جنت آشیانی ہمایوں بادشاہ شکست کے بعد سندھ کے ریگستانوں میں سرگرداں تھے ٹھٹھہ کے قریب امرکوٹ کے حصار میں مریم مکانی حمیدہ بانو بیگم کے بطن سے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی ولادت ہوئی تھی۔ مریم مکانی شیخ احمد جام (جو ژندہ پیل کے لقب سے مشہور تھے) کے گھرانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

اکبر کی ولادت اتوار کی رات کو پانچ رجب ۹۴۹ھ کو ہوئی۔ تاریخ ولادت ان اشعار سے نکالی گئی ہے۔

للہ الحمد کہ آمد بوجود!
آنکہ از کون و مکاں منتخب است
پادشاہی کہ ز شاہانِ جہاں
اکبرش نام و جلالش لقب است
شب و روز و مہ و سال میلاد
شب یکشنبہ پنج رجب است

**اکبر کی تخت نشینی** جب ہمایوں کی رحلت کی خبر ملی تو امرائے دربار نے اکبر کو لاہور کے قریب قصبۂ کلانور میں تخت شاہی پر بٹھا دیا۔ اس وقت اکبر کی عمر ۱۳ سال نو ماہ بلحاظ شمسی تھی اور قمری سن کے حساب سے چودہ سال چند ماہ ہوتے تھے تخت نشینی جمعہ کے دن ۲ ربیع الثانی نو سو تریسٹھ ہجری ۹۶۳ھ کو عمل میں آئی سے

خطیب چرخ را گو تا بخواند بر منبر بنام خسرو غازی جلال الدین شہ اکبر

اگر ہم اس شاہِ سکندر جاہ کے ۵۱ سالہ دورِ بادشاہت کے حالات پوری تفصیل سے

لکھنے بیٹھ جائیں تو ایک علیحدہ ضخیم جلد ہی مرتب کرنی پڑے گی۔ اگر کوئی تفصیل کا خواہشمند ہے تو اسے اکبر نامہ تاریخ بداؤنی عبدالقادر کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ ہم یہاں تاریخ فرشتہ اور دوسری معتبر تاریخوں سے عہد اکبری کے حالات منتخب کر کے مختصراً لکھ رہے ہیں۔

**خان خاناں کے اختیارات**

خان خاناں بیرم خاں کے سلاطین چغتائی سے قدیم روابط تھے سفر ایران میں اس نے جس طرح ہمایوں کی رفاقت کا حق ادا کیا اور ہر دشواری اور ہر معرکہ میں سایہ کی طرح ساتھ لگا رہا، وہ اس کی وفاداری اور حق شناسی کا واضح ثبوت ہے۔ ہمایوں کے انتقال کے بعد اکبر تخت نشین ہوا تو اس نے والد کی وصیت کے مطابق بیرم خاں کو "خان بابا" کا لقب دیا اور وکالت، اتالیقی اور سپہ سالاری کے عہدے تفویض کر کے انھیں سلطنت کے سارے اختیارات، ملک کا دروبست سزا، بخشش، معزولی، تقرری غرض سارے معاملات اور انتظامات اس کے سپرد کر دیئے۔ خان خانان نے اختیارات سنبھال کر ملکی نظم و نسق کے سلسلہ میں دہلی اور آگرہ کو فرامین رواں کئے ان فرمانوں میں ایسے محصولوں کی معافی کا اعلان کیا گیا تھا جو غیر شرعی تھے۔ اور زمانہ سابق سے نافذ اور رائج تھے۔

**ہندوستان کا انتشار**

ہمایوں کے تاحیات چغتائی سلطنت پوری طرح مضبوط اور مستحکم نہیں ہو سکی تھی۔ اسی لئے شر پسند لوگ اور مفسد زمیندار اس نئی حکومت کو تسلیم کرنے اور اس کی اطاعت کرنے میں تیل و قال کرتے رہتے تھے۔ ملک از سر نو ہاتھ آیا تھا ابھی دشمنوں کی پوری طرح سرکوبی نہیں ہو سکی تھی بندوبست اور انتظام خاطر خواہ نہیں ہو سکا تھا کہ ہمایوں اس دنیا سے رخصت ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا نو عمر جانشین تخت نشین ہوا۔ اس وقت سارے ملک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ لودھی، سوری، نیازی پٹھانوں کے الگ الگ جتھے تھے، جو ایک دوسرے سے دست بگریبان رہتے تھے اور جس کو جہاں موقع مل گیا تھا اُس نے وہاں اپنی حکومت کے نقارے بجوا دیئے تھے اور خود مختار بن بیٹھا تھا۔ ہمایوں کے لشکری اور امیر امراء پنجاب میں تو ایک مضبوط حکومت قائم کر سکے تھے، باقی دوسرے مقامات پر نظم و نسق پوری طرح ان کے قابو میں نہ آسکا تھا، آئے دن نوع کشی شورش اور ہنگامہ برپا رہتا تھا۔

**ابوالمعالی کی گرفتاری**

ان حالات میں اچانک ہمایوں کے مقرب درباری ابوالمعالی نے جو ترمذ کے مشہور سادات میں سے تھا بغاوت کا ارادہ کر لیا مگر عین وقت پر بیرم خاں کو اس کی اطلاع مل گئی اور اس نے اسے گرفتار کرکے کوتوال کے حوالہ کردیا مگر ابوالمعالی موقع پاکر قید سے بھاگ گیا۔ کوتوال بیچارا بازپرس کے خوف سے ایسا ڈرا کہ خودکشی کرلی اور قید حیات سے چھوٹ گیا۔

**ہیموں کا آگرہ پر قبضہ**

چغتائی لشکر ابھی سکندر شاہ کے استیصال سے پوری طرح فارغ نہیں ہوا تھا کہ عدلی شاہ کے گماشتے ہیموں بقال نے آگرہ پر حملہ کردیا اور بغیر جنگ اور محاصرہ کے اس پر قبضہ کرلیا کیونکہ آگرہ کا حاکم سکندر خاں ہیموں کی آمد آمد کی خبریں سن کر ہی بغیر مقابلہ کے قلعہ سے نکل گیا تھا۔ جب ہیموں کی فوج نے اس کا تعاقب کیا تو اس نے بھی پلٹ کر حملہ کیا مگر اس کی فوج کے دو تین ہزار آدمی جس میں "بھیر" (رسد مزدور وغیرہ) کے لوگ بھی شامل تھے کام آگئے۔ بہت سے قتل ہوئے بہت سے زخمی ہوئے اور جو بچے وہ دریا کو عبور کرتے ہوئے غرق ہوکر مرگئے اور سکندر خاں گنتی کے چند آدمیوں کے ساتھ بمشکل جان بچا کر دہلی پہنچا۔

**دہلی پر ہیموں کا قبضہ**

دہلی کا حاکم تردی بیگ خاں تھا۔ ہیموں کے آنے کی خبریں سن کر اس نے اطراف واکناف سے کمک حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ایسا مضطرب ہوا کہ مختصر سی فوج لے کر دہلی سے باہر آگیا اور ہیموں کے لشکر سے چند ایک جھڑپیں کرکے بری طرح شکست کھائی اور سیدھے بادشاہی لشکر کا رخ کیا۔ اگر وہ اس احمقانہ حملہ کے بجائے شہر میں ہی محصور ہوکر بیٹھ جاتا اور رعایا کو شہر پناہ کی حفاظت پر مامور کرکے کمک بھیجنے کے لئے دربار میں لکھ بھیجتا اور وہاں سے جواب اور کمک آنے تک حملہ آوروں کا مقابلہ کرتا رہتا تو دہلی ہیموں کے ہاتھ نہ جاتی۔ مگر جو مقدر تھا وہ ہوکر رہا۔

**ہیموں کی فوج کشی**

ہیموں نے دہلی پر قبضہ کرکے اطراف واکناف سب جگہ اپنے عمال اور کارپرداز مقرر کردیئے اور ملک کا نظم ونسق سنبھال لیا، جس وقت وہ آگرہ پہنچا تھا اس کے ساتھ پچاس ہزار سوار تھے اور دہلی فتح ہونے کے بعد اس کی رکاب میں فوج کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ اس ٹڈی دل فوج کو لے کر وہ اکبر بادشاہ کے مقابلہ کے لئے پنجاب کی طرف بڑھنے لگا۔

بادشاہی لشکر میں ہیموں کی فوج کشی کی خبریں گرم تھیں کہ میرٹھ کا حاکم خان زماں جو "خان بابا" کا مقرب اور بڑا بہادر مشہور امیر تھا۔ میرٹھ کو چھوڑ کر چلا آیا۔ اس نے جب سُنا کہ دونوں پائے تخت آگرہ اور دہلی فتح ہو چکے ہیں اور ہیموں پوری طرح تسلط پا چکا ہے تو اس کے لئے بجز فرار کے اور کوئی راہ نہیں تھی۔

## راجہ رام چند کی اطاعت

ہیموں کی پیش قدمی اور فوج کشی کے متعلق طرح طرح کی وحشت ناک خبریں مسلسل لشکر میں پہنچ رہی تھیں لیکن اکبر پنجاب کے علاقہ میں سکندر شاہ کے سرداروں کی سرکوبی میں مصروف رہا اس کے بعد اس نے نگرکوٹ کے راجہ رام چند کی خبر لی جو اس علاقہ کا بڑا سرکش اور شرپسند زمیندار تھا۔ رام چند اپنے انجام سے ڈرا اور بیرم خاں خان خاناں کے توسط سے خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اکبر نے اسے دوبارہ اس کے قلعہ اور ملک پر بحال کر دیا۔

## کابل پر مرزا سلیمان کا حملہ

اسی اثنار میں کابل سے آنے والی ڈاک سے یہ اطلاعات پہنچنے لگیں کہ اکبر کے چچازاد بھائی مرزا سلیمان نے جو بدخشاں میں تھا۔ ایک بھاری لشکر لے کر کابل پر حملہ کر دیا ہے اور اس کا محاصرہ کر لیا ہے۔ کابل پر منعم خاں حاکم تھا اس نے اس طویل محاصرہ کے دوران بارہا باہر نکل کر سلیمان کی فوج پر حملے کئے اور اسے اچھی طرح زک پہنچائی آخرکار وہ مجبور ہو گیا کہ حیلے بہانے کر کے مرزا سلیمان سے چھٹکارا حاصل کرلے۔ چنانچہ اس نے سلیمان کو اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ کابل میں اس کے نام کا سکہ و خطبہ جاری کردے گا وہ محاصرہ اٹھا کر بدخشاں لوٹ جائے۔

## خان خاناں پر اعتماد

چاروں طرف سے یہ پریشان کن اور وحشت ناک خبریں آ رہی تھیں۔ مگر اکبر جو ابھی سن بلوغ کو بھی نہ پہنچا تھا قطعًا خوف زدہ نہ تھا و دل جمعی سے سیر و شکار اور دشمنوں سے مقابلوں میں مصروف رہا۔ ایک دن خان خاناں کو خلوت میں بلا کر کہا "ہم آپ کو اپنا مہربان چچا سمجھتے ہیں۔ یہ سلطنت ہماری ضرور ہے مگر اس میں اختیارات ہمارے نہیں آپ ہی کے ہیں"۔

پھر اپنے والد کی اور اپنے سر کی قسم کھا کر کہا۔ "تمام جزئی و کلی امور مملکت میں خواہ وہ لین دین سے متعلق ہوں یا نفاذ امر اور سیاست کے بارے میں آپ ہماری اجازت اور منظوری کے محتاج نہ رہیں۔ بلکہ حسب صوابدید ان معاملات کو سرانجام دیتے رہیں۔

**خان خاناں کی ثابت قدمی**

یہ بڑا نازک وقت تھا تقریباً تمام امراء حواس باختہ ہو چکے تھے اور مسلسل ناخوش گوار خبروں کے پہنچنے سے سب کے حوصلے گر گئے تھے اور سب کی رائے اور مصلحت یہی تھی کہ حسب دستور بادشاہ سلامت کابل واپس چلے چلیں اور وہاں سے لشکر کی تیاری کر کے دوبارہ ہندوستان کو فتح کرنے کی مہم پر تشریف لائیں۔ لیکن ایک بیرم خاں خان خاناں تھا کہ وہ اس رائے کے خلاف وہیں ٹھیرنے اور مقابلہ کرنے پر مصر تھا۔ انھیں دنوں تردی بیگ دہلی سے شکست کھا کر فرار ہو گیا۔ ایک دن جب کہ بادشاہ شکار پر گئے ہوئے تھے تردی بیگ خان خاناں کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ خان خاناں کو اطلاع ملی تو اس نے تردی بیگ کو سامنے آنے کی اجازت نہیں دی اور بادشاہ کی مرضی معلوم کئے اور اطلاع دیئے بغیر بے تامل حکم دے دیا۔

۱۰ اس کی گردن ماردو۔

کسے را کہ دیدے تو در جنگ پشت
بکش گر عدو در مصافش نکشت

قتل کی اس سزا پر تمام چغتائی اور ہندوستانی امیر سہم گئے اور لشکر کا نظم و نسق ایک دم سے ٹھیک ہو گیا۔ جب اکبر واپس آیا تو خان خاناں نے اپنی اس جسارت پر عذر خواہی کی اور درخواست کی کہ حضور اپنے حلم و عفو سے کام لے کر اس قصور کو معاف فرما دیں کیونکہ میں نے یہ سزا صرف اس مصلحت سے دی کہ ان ہنگامی اور پریشان کن حالات میں حکومت کا وقار سخت گیری سے اور سزاؤں ہی سے قائم رہتا ہے میں نے اس کے قتل میں ملک اور بادشاہت کی بھلائی دیکھی تھی۔ اسی لئے یہ سزا دی۔ اکبر نے بڑھ کر خان خاناں سے معانقہ کیا اور تحسین کرتے ہوئے کہا "تمھاری مرضی اور تمھارا اختیار، تم اپنے دل میں کسی اندیشہ کو نہ آنے دو اور حاسدوں کی نکتہ چینی کی فکر نہ کرو" پھر اکبر نے یہ مصرعہ پڑھا ؏

"دوست کو دوست شود ہر دو جہاں دشمن گیر"

یہ قصہ اسی جگہ ختم ہو گیا مگر خان خاناں کی اس خود مختارانہ جرأت نے دربار کے امیروں مقربوں خاص طور سے ماہم آنا کے دل میں جو بادشاہ کی انّا اور کھلائی تھی حسد کا بیج بو دیا۔

**ہراول فوجوں کی لڑائی**

جس وقت ہیموں کے مقابلہ پر جانا طے ہو گیا تو پنجاب پر خضر خواجہ کو جو سلاطین کاشغر کی اولاد میں سے تھا۔ حاکم مقرر کیا

گیا اور اکبر اپنے لشکر کو لے کر ہیموں کے مقابلہ پر بڑھا۔ سرہند پہنچ پر خان زماں کو جسے امیر الامرا، کا خطاب حاصل تھا، خان خاناں کی فوج میں ہراول بنا کر آگے روانہ کیا۔ ہیموں بھی دہلی کو فتح کرنے کے بعد ایک لاکھ سوار ڈیڑھ ہزار ہاتھی لے کر پنجاب پر فوج کشی کی فکر میں تھا کہ اسے دہلی کی طرف اکبر کے کوچ کی اطلاع ملی۔ اس نے بھی بیس ہزار سواروں کا ایک ہراول جس میں تجربہ کار جنگجو سردار مقرر تھے۔ اکبری فوج کا راستہ روکنے کے لئے روانہ کیا۔ ان دونوں ہراول فوجوں کا مقابلہ پانی پت کے میدان میں ہوا اور بڑی سخت لڑائی ہوئی جس میں خان زماں کو فتح ہوئی اور پٹھان شکست کھا کر بھاگے۔ اس لشکر کا بے شمار مال و اسباب مغلوں کے ہاتھ آگیا۔

## پانی پت کی دوسری لڑائی

جب ہیموں کو اس شکست کی خبر ملی تو وہ بہت ہراساں ہوا اس کے لشکر میں بھی دہشت پھیل گئی تاہم وہ اپنا لاؤ لشکر لے کر آگے بڑھا۔ اس کی فوج کے سب سے آگے پانچ سو منتخب اور لڑاکا ہاتھی تھے ان کے پیچھے توپ خانہ تھا۔ توپ خانہ کے عقب میں، جہاں تک نظر جاتی تھی زرہ پوش لشکریوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا تھا۔ اس نے آتے ہی خان زماں کے ہراول پر حملہ کردیا۔ اس کے جواب میں ایران و توران کے بہادروں نے بھی میمنہ و میسرہ سے نکل نکل کر حملے کئے۔ اس کے قلب اور عقب کے دستے بھی حرکت میں آگئے اور ان سب نے ایک ساتھ تکبیر کہتے ہوئے دشمن پر حملہ کردیا۔ میدان کارزار میں ہنگامہ حشر برپا ہوگیا۔ بہادر گھوڑے بڑھا بڑھا کر ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ پٹھانوں نے بھی دلیری سے بڑھ کر مقاومت کی اور ہر طرف ایک خونریز لڑائی شروع ہوگئی۔ ؎

زغریدن ژندہ پیلان مست!
گرہ در گلوئے ہژبراں شکست
در آمد بہ غریدن آواز کوس
فلک بر دہانِ دہل داد بوس

## ہیموں کی شکست

جنگ کی نوبت یہ تھی کہ چغتائی لشکر پر غنیم کا پلہ بھاری ہوتا جارہا تھا اور ہیموں اپنے ہم قوم بہادروں کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر فوج کے آگے نکل آیا تھا اور اس فکر میں تھا کہ مغلوں کے قلب پر یک بارگی حملہ کردے۔

مغلوں کی فوج میں ایک شور و غل برپا ہوگیا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر خان خاناں خود ہیموں کے مقابلہ پر بڑھا اور دونوں کی فوج ایک دوسرے سے ٹکر لینے لگی۔ یہ ہنگامہ برپا تھا کہ تقدیر نے یاوری کی۔ تیموری لشکر کے کسی تیرانداز نے اس طرح تیر جوڑ کر کمان سے چھوڑا کہ وہ سیدھا ہیموں کی آنکھ میں آکر لگا اور وہ اسی وقت چغتائی لشکریوں کی قید میں آگیا۔

**ہیموں کا قتل**

ہیموں کے گرتے ہی تمام پٹھان راجپوت اور میواتی سب کچھ چھوڑ چھاڑ بھاگ کھڑے ہوئے ان کے سارے ہاتھی خزانہ، جواہر خانہ اور دوسرا بہت سارا مال و اسباب مغلوں کے ہاتھ آگیا۔ ہاتھی اور توپ خانہ تو بحق سرکار محفوظ کر لیا گیا۔ اور باقی مال و اسباب غازیوں کے لئے غنیمت قرار دیا گیا۔ خان خاناں نے ہیموں کو دست بستہ لاکر بادشاہ کے سامنے پیش کیا اور درخواست کی کہ اس کافر کی گردن حضور خود اپنے ہاتھ سے اڑا دیں (مگر اکبر نے انکار کیا) بعد میں خان خاناں نے خود اپنے ہاتھ سے اس کا تسمۂ حیات قطع کر دیا۔ حکم ہوا کہ اس کا سر کابل بھیج دیا جائے اور اس کے جسم کو دہلی کے دروازے پر آویزاں کر دیں۔ اس فتح کے بعد سواری شاہانہ پانی پت میں ٹھیری رہی۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کی گئی۔ اکثر ملازمین کو اضافہ ترقی خلعت اور خطاب سے نوازا گیا۔ جگہ جگہ فوجوں کی تعیناتی عمل میں آئی کہ وہ پٹھانوں کی سرکوبی کرکے ملک و مال کو قبضہ میں لے لیں۔

**قندھار کا تنازعہ**

اسی زمانہ میں خبر پہنچی کہ شاہ اسمٰعیل کا لشکر قندھار پر پہنچ چکا ہے اور وہ یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ ہمایونی امراء نے خلاف عہد قندھار پر قبضہ کر لیا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا حملہ آور فوج نے چند دن کے محاصرہ کے بعد قندھار پر قبضہ کر لیا۔ یہ پہلا جھگڑا تھا۔ جو قندھار کے سلسلہ میں ایران اور ہندوستان کی حکومتوں کے درمیان شروع ہوا۔

**سکندر شاہ کی اطاعت**

قندھار کی ان پریشان کن اطلاعات کے ساتھ ہی حاکم لاہور کی شکست کی خبر بھی پہنچی۔ لاہور پر ہمایوں کا داماد خضر خواجہ خان حاکم تھا۔ سکندر شاہ کی اس کے ساتھ جنگ ہوئی اور اس نے خضر خواجہ کو شکست دے دی۔ پٹھانوں کی گوشمالی کے لئے اکبر نے لاہور کی طرف کوچ کر دیا۔ جب بادشاہی لشکر کی آمد کی اطلاع سکندر شاہ کو ملی تو وہ قلعہ مانکوٹ (رامکوٹ) میں جو سلیم شاہ کا بنایا ہوا قلعہ ہے جاکر پناہ گزیں ہوگیا۔ اکبر کی فوجوں نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ کوئی چھ ماہ تک جاری رہا۔

دونوں طرف سے بکثرت آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے۔ جب قلعہ کا ذخیرہ اور رسد وغیرہ بالکل ختم ہو گئی تو سکندر شاہ اطاعت پر مجبور ہو گیا۔ اور اس نے صلح کی سلسلہ جنبانی کی اور یہ شرائط رکھیں کہ سکندر کو جان کی امان دی جائے گی اور اسے بنگال چلے جانے کی اجازت ہوگی دوسرے اس کا بڑا لڑکا عبدالرحمٰن تمام ہاتھی سامانِ جنگ اور لائق نذر ساری اشیاء لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو جائے گا۔ اس کی درخواست قبول کر لی گئی۔

## خان خاناں کے مخالف

سلطنت کے نظم و نسق پر خان خاناں پوری طرح مقتدر تھا۔ اکبر اس کی مرضی اور منشا کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ یہاں تک کہ شکار پر جاتے، شکارگاہ میں ٹھیرنے، محل میں داخل ہونے تک کے لئے وہ خان خاناں کی اجازت اور رائے حاصل کرتا تھا۔ بادشاہ کی یہ اطاعت اور خلوص خان خاناں کے ہم سروں پر بڑا گراں گذرتا تھا۔ حاسد اور تنگ نظر لوگ حسد کی آگ میں جلتے رہتے تھے۔ چنانچہ۔ شہاب الدین خاں اور احمد خاں نیشاپوری جو ماہم آغا کے رشتہ دار تھے اور ماہم کا لڑکا ادہم خاں چند اور مقرب چغتائی امیروں کے ساتھ خان خاناں کے خلاف ہم راز بنے ہوئے تھے۔ جب بھی ان کو بادشاہ سے علیحدہ باتیں کرنے کا موقع مل جاتا۔ یہ لوگ نوجوان کم عمر بادشاہ کو خان خاناں کے خلاف مشتعل کرنے کے لئے ہیر پھیر کی باتیں کرتے رہتے تھے مگر اکبر ان کی باتوں پر کان نہیں دھرتا تھا۔ یہ بادشاہ کو اکثر بھڑکاتے تھے۔ دوسری طرف ہر محفل اور ہر مجلس میں خان خاناں کے خلاف شکوہ و شکایات کا دفتر کھول کر بیٹھ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ باتیں خیمہ بہ خیمہ سارے لشکر میں پھیل گئیں اور تمام قہوہ خانوں میں گفتگو کا موضوع بن گئیں۔ اس طرح ساری فضا حسد و غیبت کے زہر سے مسموم ہو گئی۔

## خان خاناں کی بدگمانی

پہنچانے والوں نے خان خاناں تک بھی یہ باتیں پہنچا دیں، اور خوب رنگ آمیزی کر کے۔ قدرتی طور پر خان خاناں کو اس کا بڑا رنج ہوا اور اس کے دل پر کدورت کا غبار بیٹھ گیا۔ اس ذہنی کوفت کے ساتھ ہی وہ ان دنوں جسمانی عارضوں میں بھی مبتلا ہو گیا اور چند دن تک اکبر کے پاس نہ جا سکا۔ وقت کی بات کہ انہی دنوں اکبر نے ہاتھیوں کی لڑائی کا جلسہ منعقد کیا۔ کوہ پیکر ہاتھی ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے لڑائی کے دوران ایک ہاتھی مغلوب ہو کر بھاگا اور مہاوت کے قابو سے باہر ہو گیا۔ بدحواس ہاتھی، خان خاناں کے خیموں کی طرف بازار میں نکل گیا ہاتھی کے بھاگنے سے جو دکانیں الٹیں

تو پیچھے لگے ہوئے تماشائیوں نے بازار کو لوٹنا شروع کر دیا اور ہر طرف چیخ پکار اور ہنگامہ برپا ہو گیا۔ قریب تھا کہ ہاتھی خان خاناں کے خیمہ اور خواب گاہ کو بھی گراتا ہوا نکل جاتا۔ یہ ایک اتفاق اور حادثہ تھا مگر خان خاناں کو یہی بدگمانی ہوئی کہ یہ سب کچھ بادشاہ کے اور مخالفوں کے اشارہ سے ہوا ہے۔ خان خاناں نے بگڑ کر ماہم آنا کے پاس پیغام بھیجا کہ

"مجھے علم نہیں کہ میری عقیدت اور اطاعت میں کیا خلل نظر آیا ہے کہ چند بدخواہوں کے بہکانے سے بادشاہ سلامت نے ہاتھیوں کو بازار کی طرف دوڑانے کا اشارہ کر دیا جس سے ہزاروں ہندو مسلمانوں کو پریشانی اٹھانی پڑی اور اس بے گناہ کی خیمہ گاہ بھی ہاتھیوں کی زد میں آتے آتے رہ گئی"

جب یہ پیغام بادشاہ کے پاس پہنچایا گیا تو شرانگیزوں کے ہاتھ فتیلہ لگ گیا وہ یہ کہہ کر بادشاہ کو بدگمان کرنے لگے کہ "حضور تو اس پر اس قدر مہربان رہتے ہیں اور اسی کے ساتھ ایسی ایسی عنایتیں کرتے رہتے ہیں اور وہ حضور سے اس قدر بدگمان اور بدظن رہتا ہے! آخر یہ کہاں کی عقیدت ہے؟ اور کون سی نمک حلالی ہے؟" اکبر نے ان باتوں پر کچھ زیادہ توجہ نہیں کی اور ایک امیر شمس الدین خاں کو خان خاناں کی تسلی کے لئے فیل بانوں کے ساتھ بھجوایا اور قسمیں کھا کر یہ کہلوایا کہ "ہاتھی تو بس اتفاق سے ادھر نکل گیا تھا فیل بانوں کو آپ جو سزا دینا چاہیں دیدیں"

## خان خاناں سے رشتہ

جب لشکر دہلی پہنچ گیا تو اکبر نے خان خاناں کے مزید اطمینان اور دل جوئی کے لئے اس سے سلیمہ سلطان بیگم کا عقد[1] کروا دیا۔ سلیمہ سلطان بیگم ہمایوں کی بھانجی تھی۔ حسن صورت اور حسن سیرت میں ممتاز تھی۔ طبیعت بھی بڑی موزوں پائی تھی۔ یہ رشتہ بادشاہ کے عزیزوں اور چغتائی امیروں کے رشک و حسد میں اضافہ کا باعث بن گیا۔

## پیر محمد شیروانی

خان خاناں کے مخالفوں میں دکن کا ایک بوڑھا عالم ملا پیر محمد شیروانی

---

[1] خافی خاں اس عقد کا مقام دہلی بتاتا ہے گو فرشتہ کی روایت ہے "اکبر بادشاہ کے حکم سے موضع جالندر (جالندھر) میں ہمایوں بادشاہ کے بھانجے مرزا نور الدین کی لڑکی سلیمہ سلطان بیگم کا عقد (خان خاناں سے) ہوا۔

بھی تھا اس کا تفصیلی ذکر تو نظام شاہی سلطنت کے تذکرہ میں کیا گیا ہے مختصر یہ کہ ہمایوں کے زمانہ میں نظام شاہی سرکار میں شیعہ مذہب رواج پا گیا۔ تو شاہ طاہر دکنی کی کوششوں سے ملا پیر محمد کو وہاں سے جلا وطن ہونا پڑا اور وہ بھٹکتا بھٹکتا خان خاناں کی خدمت میں آیا اور کتب خانہ کا داروغہ مقرر ہو گیا۔ ہمایوں کے سفر ایران میں بھی وہ ہمراہ تھا اور خان خاناں کے ہی ذریعہ اسے بادشاہی جرگہ میں امارت کا منصب مل گیا تھا۔ اب وہ خان خاناں کے مخالفوں کا ہم نوالہ ہم پیالہ بنا ہوا تھا۔ جب خان خاناں سے سلیمہ سلطان کا عقد ہوا تو وہ بھی بڑھ چڑھ کر نکتہ چینی کرنے لگا اور اختلاف مذہب کا عذر رکھ کر اس عقد پر اعتراض کرنے لگا۔ (واضح رہے بیرم خاں کے متعلق مشہور تھا کہ وہ شیعہ مذہب کی طرف مائل ہے۔)

## عشق بلاخیز

حالات کی یہ رفتار تھی کہ ایک اور شگوفہ پھوٹا۔ شاہم بیگ نامی ایک خوبصورت لڑکا تھا۔ ابتداء میں وہ ہمایوں کا منظور نظر بنا ہوا تھا اور شاہی مقربوں میں شامل کر لیا گیا تھا۔ لیکن جس قدر اس کے حسن صورت کا چرچا تھا اتنا ہی لوگوں کو اس کی بدمزاجی اور بدسیرتی کا بھی شکوہ رہتا تھا۔ جب اس کی شکایتیں بہت ہونے لگیں تو ہمایوں نے اس کے اخراج کا حکم دیدیا تھا اس زمانہ میں خان زماں اس شاہم بیگ کے عشق میں بری طرح گرفتار ہو گیا۔ خان زماں کو بھی خان خاناں نے ترقی دلوائی تھی اور امیر الامراء کے منصب پر پہنچا دیا تھا۔ خان زماں کا سلسلہ باپ کی طرف سے تو شیبانی خاں ازبک بادشاہ توران سے ملتا تھا لیکن وہ ماں کی طرف سے عراق کے شرفاء کے ساتھ نسبت رکھتا تھا کیونکہ اس کی ماں عراق پر حملہ کے دوران شیبانی خاں کی اولاد میں سے کسی ایک کے قبضہ میں آگئی تھی۔ (اپنے ننھیال کے زیر اثر) وہ مذہب امامیہ کا معتقد تھا اور معتقد بھی اتنا کٹر کہ تقیہ کا قطعاً روادار نہیں تھا، اس کے اور خان خاناں کے رویہ میں یہی فرق تھا کیونکہ خان خاناں صلح کل کا قائل ہمہ مشرب آدمی تھا۔

بہرحال خان زماں کی عقل شاہم بیگ کی صورت دیکھ کر ماری گئی اور اس کے سر پر عشق کا بھوت بری طرح سوار ہو گیا وہ اس پر ایسا والہ و شیدا ہوا کہ اس کے سامنے بس زمین پر بچھا جاتا تھا اور جس طرح سلاطین کے سامنے تواضع و انکساری کا اظہار ہوتا ہے اسی طرح اس کی تعظیم بجا لاتا تھا۔ چنانچہ خلوت میں اسے مسند پر بٹھا کر خود دست بستہ اس کے سامنے کھڑا ہوا، شاہم، شاہم کہتا رہتا تھا۔ گھر کے بھیدیوں نے ملا پیر محمد کے ذریعہ جو ہمیشہ خان خاناں

اور اس کے متوسلین کی ٹوہ میں لگا رہتا تھا۔ یہ بات بادشاہ کے کانوں تک پہنچا دی۔ بادشاہ نے شاہم بیگ کے طلب و اخراج کا حکم صادر کردیا۔

## برج علی کا قتل

خان زمان پھر اپنے محبوب سے جدائی بڑی شاق تھی اس لئے وہ اس قضیہ کو رفع کرانے کی کوشش کرنے لگا خان خاناں نے اسے بہت سمجھایا بجھایا مگر اس نے کوئی نصیحت قبول نہیں کی اسی دوران میں ملا پیر محمد کی تحریک پر بادشاہ نے حکم کی تعمیل کرانے کے لئے خان زماں پر ایک لشکر کو متعین کردیا۔ خان خاناں کے مشورہ پر خان زماں نے اس خوبصورت بلا شاہم بیگ کو اپنے گھر سے رخصت کردیا اور اپنے ایک مقرب ملازم برج علی کو ملا پیر محمد کی خدمت میں بھیجا کہ وہ سفارش کرکے بادشاہ سے معافی دلوادے اور اس قضیہ کو ختم کرادے۔ ملا پیر محمد نے بادشاہ تک یہ بات پہنچنے نہ دی اور برج علی کو بہت ذلیل کیا اور اپنے مکان کے برج پر سے اس غریب کو نیچے گرا کر مروا ڈالا۔ (برج علی از برج افتاد)

ادھر شاہم بیگ خان زماں سے رخصت ہو کر اپنے ایک دوست عبدالرحمٰن کی جاگیر میں چلا گیا چونکہ شاہم بیگ ہی کے ذریعہ عبدالرحمٰن نے یہ ترقی کی تھی اس لئے اس نے اس کی بڑی پذیرائی کی اور اس کے شایان شان عنایت اور مہمان داری کا اہتمام کیا۔ عبدالرحمٰن سے بھی شاہم بیگ کے خاص تعلقات تھے وہ ایک طرف تو خان زماں سے محبت کی بساط جمائے ہوئے تھا اور دوسری طرف عبدالرحمٰن سے بھی الفت کے داؤ کھیلتا رہتا تھا۔

## آرام دل کا قصہ

اسی زمانہ میں خان زماں کے پاس ایک کنچنی آرام دل نامی رہتی تھی خان زماں کو اس سے بھی بڑی محبت تھی۔ اسی دل آرام سے شاہم بیگ کے بھی کچھ سلسلے چل پڑے۔ کہتے ہیں عشق چھپتا ہے نہ مشک، خان زماں کو بھی دونوں کے اس راز و نیاز کا علم ہوگیا۔ چونکہ شاہم بیگ زیادہ پیارا تھا اس نے اس نے آرام دل کو اس دل آرام کے سپرد کردیا۔ شاہم بیگ نے چندوں تک خوب مزے لوٹے لیکن انداز معشوقانہ کے ساتھ ادعائے عاشقانہ کا کہاں تک جوڑ جلد ہی ہوس کی چڑھی ندی اتر گئی اور شاہم نے آرام دل کو اپنے دوست عبدالرحمٰن کے حوالہ کردیا جو اس عرصہ میں آرام دل کی زلف گرہ گیر کا اسیر بن چکا تھا۔ عبدالرحمٰن نے اس سے نکاح کرلیا۔ بعد میں شاہم بیگ نے سفارش کرکے عبدالرحمٰن کو جاگیر دلادی اور وہ دل آرام کو اپنی جاگیر میں لے آیا۔

## آرام دل کا فتنہ

اب جب شاہم بیگ عبدالرحمٰن کے پاس آ کر مہمان بنا تو اس پر کالے آفت آرام دل نے چلمنوں کے پیچھے سے جھروکوں کی آڑ سے اشارہ بازیاں شروع کردیں اور نامہ و پیام کے ذریعہ دیرینہ محبت کا بھولا ہوا سبق یاد دلانے لگی چونکہ وہ عبدالرحمٰن کی اجازت کے بغیر محفل میں نہیں آسکتی تھی اس لئے شاہم بیگ نے اسی کے اشارہ پر عبدالرحمٰن سے آرام دل کو مجلس میں بلانے کی فرمائش کردی وہ جانتا تھا کہ اب وہ منکوحہ ہے۔ مگر جیسا کہ عیاش طبع یاروں میں ہوتا ہے کہ بے تکلفی کے ساتھ ایک دوسرے سے ایسی باتیں کرجاتے ہیں جو غیرت اور شرع کے لحاظ سے زبان پر نہیں آسکتیں۔ شاہم بیگ نے اسی بے تکلفی میں آرام دل کو بلانے کے لئے کہدیا مگر عبدالرحمٰن نے اس سے انکار کردیا۔ شاہم بیگ اس کی منت سماجت کرنے لگا۔ اس گفتگو کے وقت شراب کا دور بھی چل رہا تھا اس لئے جیسے جیسے نشہ چڑھتا گیا۔ ان کی باتوں میں بھی تندی آتی چلی گئی اپنے اپنے احسان گنانے لگے اور ایک دوسرے پر طنز اور طعنہ کرنے لگے۔ یہاں تک کہ کمرے تلواریں کھل کر ہاتھوں میں آگئیں۔ خان زماں نے شاہم بیگ کو یہاں پہنچانے کے لئے سواروں کا ایک دستہ ہمراہ کردیا تھا وہ سوار شاہم بیگ کی مدد کے لئے اوپر آگئے اور شاہم بیگ کے حکم پر عبدالرحمٰن کو گرفتار کرکے باندھ دیا اور اُس کی بڑی بے حرمتی کی۔

## شاہم بیگ کا قتل

اس ہنگامہ کی اطلاع جب مؤید بیگ کو ہوئی جو ایک روایت کے مطابق عبدالرحمٰن کا باپ اور دوسری کے لحاظ سے اُس کا بڑا بھائی تھا۔ تو وہ اوباشوں کی ایک جماعت کو لے کر مقابلہ پر آگیا اور دونوں گروہوں میں جم کر لڑائی ہوئی اور شاہم بیگ ایک تیر کے لگنے سے مارا گیا۔ عبدالرحمٰن اور مؤید بیگ اب بہت ڈرے اور وہ خان زماں کے انتقام سے بچنے کے لئے ملا پیر محمد کے پاس بھاگ کر پناہ گزیں ہوگئے اس وقت ملا پیر محمد کو دربار سے پیر محمد خاں کا خطاب مل گیا تھا۔

خان زماں کو جب اپنے محبوب کے قتل ہونے کی اطلاع ملی تو وہ آتش انتقام سے بھڑک اٹھا عقل اور دور اندیشی کو پرے پھینک ان دونوں بھائیوں کے قتل کا ارادہ کرکے روانہ ہوگیا۔ مؤید بیگ نے پیر محمد کے مشورہ پر جو خان زماں کے اچھے برے کو خان خاناں کے نیک و بد سے ہی شمار کیا کرتا تھا۔ اس سارے واقعہ کو بڑی رنگ آمیزی کے ساتھ بادشاہ کی عرض میں پہنچا دیا۔ ادھر خان خاناں نے خان زماں کو اپنے پاس بلاکر آسے بھایا

بھجوایا اور یہ قضیہ اسی جگہ رفع دفع کرا دیا۔

**صاحب خاں کا قتل** اس موقع پر ایک اور قضیہ اٹھ کھڑا ہوا۔ مصاحب بیگ خاں ولد خواجہ کلاں دربار میں اپنے موروثی تقرب کی وجہ سے بڑا نازاں رہتا تھا اور خان خاناں کو خاطر میں نہیں لاتا تھا دراندازوں کے اکسانے پر انھیں دنوں اُس نے خان خاناں کے ساتھ کچھ بے ادبانہ حرکتیں کیں جن کو خان خاناں برداشت نہ کر سکا اور بہ تقاضائے نفس مصاحب بیگ خاں کو قتل کرا دیا۔ یہ واقعہ بھی امراء کے درمیان نزاع کا سبب بن گیا اور خود اکبر کے دل پر بھی اس کا بُرا اثر پڑا۔ ؎

خطرہاست در قرب شاہاں بسے
کہ بادشاہ خویشی ندارد کسے

**پیر محمد خاں کی گرفتاری** دہلی سے آگرہ پہنچنے کے بعد اکبر ملک کے نظم و نسق کو درست کرنے میں مصروف ہو گیا انھیں دنوں پیر محمد خاں جو بغض و حسد کا پتلا تھا اور بہت کم آدمی اس کے گھر سے بے آبرو ہوئے بغیر نکلتے تھے۔ بیمار پڑ گیا خانخاناں کو معلوم ہوا تو وہ اس کی عیادت کے لئے اس کے گھر گیا۔ خان خاناں کی آمد کی اطلاع دینے میں دربانوں نے ایسی بے قاعدگی کی خان خاناں ناراض ہو کر واپس جانے لگا پیر محمد خاں کو خبر ہوئی تو دوڑا ہوا آیا۔ عذر و معذرت کی اور کہا۔ "دربان نواب کو پہچان نہ سکے" خان خاناں نے جواب دیا۔ "دربانوں کا کیا قصور، تم بھی اب تک مجھے نہیں پہچان پائے ہو" ایک تو یہ بدمزگی پیدا ہوئی۔ دوسرے جب خان خاناں اندر جا رہا تھا تو اس کے ہمراہیوں میں سے صرف ایک دو آدمی ہی اس کے ساتھ اندر جا سکے دوسروں کو باہر ہی ٹھہرنا پڑا۔ یہ بات بھی مزید ناراضی اور خفگی کا باعث بن گئی اور معاملے نے اتنا طول پکڑا کہ خان خاناں نے ملا پیر محمد کو عہدہ سے برخواست کر کے قلعہ بیانہ میں قید کر دیا کچھ عرصہ بعد بعض لوگوں کی درخواست اور سفارش پر اسے کعبۃ اللہ روانہ کر دیا خان خاناں نے پیر محمد کے منصب پر محمد خاں سیستانی کو ترقی دلا کر اکبر کا استاد مقرر کرا دیا۔

**گوالیار کی فتح** کچھ ہی عرصہ بعد قلعہ گوالیار کی تسخیر کی مہم پیش آئی قلعہ گوالیار پر پٹھانوں کا قبضہ تھا جنت مکانی ہمایوں بادشاہ نے اس پر قبضہ کر لیا تھا پھر یہ قلعہ پٹھانوں کے ہاتھ چلا گیا اور جب پٹھانوں کی سلطنت کا چراغ گل ہوا تو قلعہ پر وہاں کے قدیم موروثی راجاؤں نے قبضہ کر لیا اور ابھی تک یہ انھیں کے قبضہ میں تھا۔ اس کو فتح

کرنے کے لئے کئی بار لشکر بھیجے گئے۔ مگر یہ قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ خان خاناں نے بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے اس موقع کو غنیمت جانا اس لئے اس مہم کو سر کرنے کی ذمہ داری بلاشرکت غیرے اپنے سر لی اور اس کے اخراجات بھی بادشاہی خزانہ سے نہیں لئے اپنے آپ سے ان کی پابجائی کی۔ چنانچہ اس نے جاکر قلعہ کا محاصرہ کرلیا اور بڑی پامردی اور بہادری سے اس معرکہ کو سر کرکے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔

## خان زماں کی فوج کشی

اب جو پٹھان رہ گئے تھے انھوں نے اپنی فتنہ انگیزیوں کا مرکز ملک شرقی کو بنا رکھا تھا اور اس علاقہ میں بڑا ہنگامہ اور بڑا انتشار پھیلایا تھا ان کا وہاں اس قدر زور تھا کہ کسی امیر کو ان کے مقابلہ پر جانے کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔ خان زماں بھی اپنی خطابخشی کی امید میں کوئی کارنمایاں کر دکھانے کی فکر میں تھا اس نے ملک شرقی کی مہم اپنے ذمہ لی اور سرکش پٹھانوں کی سرکوبی کے لئے خود ایک فوج لے کر گیا وہاں پٹھان سوری سلطنت کے دوبارہ قیام کا دعوٰی لے کر ہر طرف سے ٹڈی دل کی طرح اکٹھا ہوگئے تھے۔ خان زماں نے جان پر کھیل کر ان سے بڑی سخت لڑائیاں لڑیں اور دلیرانہ حملے کرکے کشتوں کے پشتے لگا دیے اور وہاں کے چند نامور پٹھان امیروں کو شکست دے کر گنگا کے کنارے تک کے علاقہ کو پٹھانوں سے بالکل صاف کر دیا اور اس پورے علاقہ کو اکبری سلطنت میں شامل کر دیا۔

دہلی اور آگرہ کے نواح میں میواتیوں کا بھی بڑا زور تھا۔ یہ لوگ نہایت شورہ پشت اور سرکش ہوگئے تھے فتنہ و فساد ان کا پیشہ بن گیا تھا۔ خان خاناں نے ان کی بھی فکر کی اور بڑی جاں فشانی اور سخت کوشی سے کام لے کر ان کا پوری طرح قلع قمع کر دیا۔

## مخالفوں کی فتنہ انگیزی

حسب توقع مندرجہ بالا کارناموں کا اثر یہ ہوا کہ بادشاہ کی رنجش دور ہوگئی اور خان خاناں دوبارہ شاہانہ عنایت سے معزز و مفتخر ہونے لگا۔ لیکن حاسدوں کی بھی کوئی راہ بند نہیں تھی وہ رات دن خان خاناں کی بربادی کے مشورے کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ہر ہفتہ اور ہر مہینہ وہ کوئی نہ کوئی شگوفہ چھوڑ دیتے تھے۔ ان دنوں ان کے ہاتھ ایک اور بات آگئی۔ وہ بادشاہ کے سامنے تاجروں کے ذریعہ خان خاناں کے پاس شاہ ایران کے خطوط اور تحفوں، ہدیوں کے آنے کی داستانیں سنانے لگے۔ خانخاناں کے خلاف ماہم انگہ اس کے بیٹے ادہم خاں اور اس کے داماد احمد خاں نے اچھا خاصا محاذ بنا

رکھا تھا ان لوگوں نے شاہ نوشت کے پاس پہنچ کر خان خاناں کی خوب برائیاں کیں اور جھوٹی سچی لگا کر ان کو بھی اپنا شریک و معاون بنا لیا۔

### دہلی میں مخالفوں کا محاذ

اس زمانہ میں اکبر نے شکار کا ارادہ کیا اور تمام امور مملکت خان خاناں کے سپرد کر کے سکندرہ چلا گیا۔ وہاں سے شکار کرتے ہوئے جمنا کے کنارے تک پہنچ گیا اور وہاں سے دہلی کے مضافات میں سکندر آباد تک چلا آیا۔ اس مقام پر ادہم خاں اور ماہم انگہ نے عرض کیا کہ "دہلی میں حضور کی والدہ مریم مکانی بیمار ہیں۔ دہلی کچھ زیادہ دور بھی نہیں، اگر حضور ان کی عیادت کے لئے دہلی چلے چلیں تو مناسب ہوگا"۔ ان کی تجویز پر اکبر دہلی چلا گیا وہاں ماہم انگہ کا داماد شہاب الدین خاں حاکم تھا۔ وہ بادشاہ کے استقبال کے لئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا اور آتے ہی روتے ہوئے ترساں اور لرزاں عرض کیا۔ "آپ کے دہلی تشریف لانے پر خان خاناں کو بدگمانی ہوگی کہ آپ کی آمد ہماری تحریک سے ہوئی ہے اور وہ مصاحب خاں اور دوسرے مظلوموں کی طرح ہم کو بھی ٹھکانے لگا دے گا اس لئے حضور ہم کو کعبۃ اللہ جانے کی اجازت دیدیں"۔ اس بات سے اکبر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا تاہم اس نے ضبط کر کے یہ کہدیا۔ "خان بابا کو لکھدیں کہ ہم خود دہلی میں مریم مکانی کی عیادت کے لئے اپنی مرضی سے آئے ہیں۔ اس بات کو دوسروں پر محمول کر کے وہ بدظن نہ ہوں"۔ اس کے بعد شہاب الدین خاں نے اپنے چند ہمرازوں کی مدد سے بادشاہ کے سامنے خان خاناں کے خلاف چند ساختہ پرداختہ مقدمات پیش کئے اور کچھ کردہ ناکردہ معاملات کو بڑی صنعت کاری سے ترتیب دے کر سامنے رکھا اور ان کی تصدیق و تائید کے لئے اپنے ہوا خواہوں کی شہادتیں بھی پیش کرادیں اور بادشاہ کے دل کو خان خاناں کی طرف سے بالکل پھیر دیا۔ ان کی دراندازیوں سے یہ نوبت آگئی کہ جب فرمان شاہی کے جواب میں خان خاناں نے معذرت لکھ بھیجی اور شدید قسمیں کھا کر قرآن پاک کو حاجی محمد خاں اور دوسرے دو معتمد امیروں کے ساتھ خدمت میں بھیجا اور ان کی زبانی بھی پیغام دیا کہ "جو بات حضور کے گوش گذار کی گئی ہے وہ قطعاً میرے دل میں نہیں ہے اس کا مجھے کوئی خیال تک نہیں آیا ہے"۔ تو بادشاہ کو یقین نہیں آیا اور خان خاناں کی معذرت قبول نہیں کی گئی، بلکہ اس خط کے اور قرآن کے لانے والوں کو قید میں ڈال دیا گیا۔

اب تو خان خاناں کی رسوائی اور بدنامی کی خبریں پر لگا کر اڑنے لگیں۔ اور اپنوں اور بیگانوں

نے خوب ہی اس معاملہ کو اُچھالا۔ ہر طرف یہی قصہ موضوع بحث تھا لوگ سرگوشیوں میں بھی کھلی زبانوں میں بھی اس قصہ کو خوب ہوا دینے لگے۔ بادشاہ کی نظریں پھر گئیں تو دوست بھی دشمن بن بیٹھے اور خان خاناں کا اقبال مائل بہ زوال ہو گیا۔

## مالوہ کی ناکام مہم

اکبر کے آگرہ آنے کے بعد خان خاناں نے بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مالوہ کی تسخیر کا منصوبہ بنایا دوسروں سے اُس نے کوئی مدد نہیں لی۔ صرف اپنی فوج اور خرچ پر بادشاہ سے اجازت لے کر مالوہ پر حملہ کر دیا۔ اس مہم میں خانخاناں کا کافی روپیہ اٹھ گیا۔ مگر اپنی بدنصیبی اور دشمنوں کی ریشہ دوانی کے سبب کہ وہ بادشاہ کی طرف سے وہاں کے زمینداروں کو خفیہ احکام بھیجتے رہتے تھے۔ خان خاناں کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکا اور یہ مہم ناکام ہو گئی۔

## بنگال کی ناکام مہم

مالوہ کی ناکامی کے بعد خان خاناں نے ملک شرقی اور بنگالہ کی تسخیر کا عزم کیا مگر یہاں کے اور وہاں کے امیروں کی مخالفتوں کے سبب باوجود کامل سعی و جہد کے کوئی نتیجہ نہ نکلا بلکہ اُلٹے یہ بدنامی گلے پڑی کہ جس مہم پر بھی جاتا ہے عمداً سرکار کے کام کو خراب کر دیتا ہے۔ یہ دن خان خاناں کی زندگی کے تاریک دن تھے جس کام میں بھی وہ ہاتھ ڈالتا تھا وہ سنورنے کے بجائے اور بگڑ کر رہ جاتا تھا۔

## خان خاناں کی علیحدگی

جب خان خاناں نے دیکھا کہ اس کے فلاح و بہبود کی کوئی راہ نہیں رہی ہے اور بدگو مخالف ہر طرف کانٹے بچھانے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور ان کی زبانوں کا زہر کسی تریاق سے اُتر نہیں سکتا تو اُس نے حج بیت اللہ کا عزم کر لیا اور بادشاہ سے اجازت طلب کی۔ اکبر نے یہ درخواست قبول کر لی اور اپنے اُستاد میر عبداللطیف قزوینی کو خان خاناں کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا۔

"ہم نے ابتداء میں اپنی کم عمری اور سیر و شکار کے شوق اور ناتجربہ کاری کی بنا پر خان بابا کو تمام امور سلطنت سپرد کر دیئے تھے اب ہم رعیت اور سلطنت کے معاملات کو خود سرانجام دینا چاہتے ہیں، دوسرے یہ کہ تم نے کعبۃ اللہ کا احرام باندھ لیا ہے اور کئی حیثیتوں سے تم پر حج کا فریضہ واجب اور لازم بھی ہے اس لئے اب تم کو علائق دنیا سے دست کش ہو جانا چاہیئے۔"

خان خاناں کو یہ پیغام ملا تو اس نے تعمیل حکم کی، علم اور نقارہ ہاتھی گھوڑے امارت و تجمل کا سارا سامان اپنے معتمد ملازم حسین قلی بیگ کے ذریعہ بارگاہ شاہی میں بھیج دیا اور خود بیت اللہ جانے کی تیاریاں کرنے لگا۔ اپنا زائد از ضرورت سامان درویش محمد ازبک کے پاس جو خان زمان کے رشتہ داروں میں سے تھا اور خان اعظم کا تربیت کردہ تھا بھیج دیا اور کچھ سامان شیر محمد خواجہ کے پاس رکھوا دیا۔ یہ خواجہ بھی خان موصوف کا ہی پروردہ تھا۔

## خان خاناں کا عزم حج

خان خاناں نے حج بیت اللہ کی تیاریاں کر کے کوچ کر دیا۔ لیکن یہ سفر اس کے لئے بڑا دشوار گذرا کیونکہ جس منزل سے بھی اس کی سواری گذرتی وہاں کے حکام اور زمیندار خان کے دشمنوں کے اشارہ پر تاخت و تاراج کرنے کی کوششیں کرتے تھے۔ اثنائے سفر میں متواتر یہ خبریں بھی پہنچنے لگیں کہ مخالفوں نے اس کو راستہ ہی میں ہلاک کرا دینے کی سازش کر رکھی ہے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر اس کے اکثر ہمراہی بھی رفاقت ترک کر کے قافلہ سے نکل گئے۔ دشمنوں کی سازش کا وسوسہ ایسا دامن گیر ہوا کہ خان خاناں دارالخلافہ سے تیس کوس پر سانگا نیر کی منزل سے لوٹ گیا۔ یہ بات اس کی مزید بدنامی کا سبب بنی کہ دیکھو دنیا کی محبت میں حج بیت اللہ کا ارادہ فسخ کر دیا۔ اب خان خاناں بڑی کش مکش میں مبتلا ہو گیا۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن والا معاملہ تھا اور منتظر تھا کہ دیکھیں مستقبل کے پردہ سے کیا ظہور میں آتا ہے۔

## بیرم خاں کا تعاقب

خان خاناں کے بساط سے ہٹتے ہی اس کے پٹے ہوئے مہرے اٹھ اٹھ کر خانہ بندی کرنے لگے۔ ان میں سب سے آگے ملا پیر محمد تھا جسے اس کے ساتھیوں نے خطوط لکھ کر دربار میں واپس بلا لیا تھا۔ اور دربار سے اسے دوبارہ خطاب دلا دیا تھا۔ منصب بھی اضافہ کے ساتھ بحال ہو گیا۔ ہاتھی نقارہ اور دوسرے سارے لوازمات بھی مل گئے۔ بیرم کی مراجعت کی خبر سن کر اکبر نے اسی پیر محمد کو دوسرے امیروں کے ساتھ بیرم کی سرکوبی کے لئے مامور کر دیا۔

بیرم خاں نے دوبارہ حج بیت اللہ کا ارادہ کر لیا تھا۔ مگر اب کہ اس نے سمت سفر بدل دی تھی اس کا ارادہ تھا کہ وہ یہ سفر قندھار اور مشہد مقدس کے راستہ سے کرے اور امام رضا نجف اشرف کی زیارت کرتے ہوئے بیت اللہ جائے اس نیت سے اس نے پنجاب کا رخ کیا۔ لیکن اسے جب ملا پیر محمد کی تعیناتی کی اطلاع ملی تو وہ اپنی جان اور آبرو کی حفاظت کی خاطر

فوج اور جمعیت فراہم کرے اور مقابلہ کی تیاریاں کرنے پر مجبور ہوگیا۔ اب وہ اس تیاری کے ساتھ قندھار جانے کے لئے عازم پنجاب ہوا۔

**بیرم خاں کا خط**

اس کے تعاقب میں پیر محمد خاں لاؤ لشکر لے کر سرہند تک آ پہنچا۔ یہاں سے اس نے دربار میں بیرم خاں کی بڑی شکایتیں لکھ کر بھیجیں اور اس کی بغاوت کے منصوبوں کی اطلاع دی جس سے بادشاہ اور بھی زیادہ آشفتہ ہوگیا۔ بیرم خاں کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے اکبر کے نام ایک معروضہ بھیجا۔

"میرا خاندان تین پشتوں سے خانوادہ عالیہ کا خدمت گذار رہا ہے۔ لیکن میری ان موروثی دیرینہ خدمات کو حاسدوں اور دشمنوں نے اپنی سخن سازیوں سے پامال کردیا اور مجھے حضور والا کا نمک حرام ٹھہرا دیا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ دشمنوں نے اس "رافضی" کے خون کو حلال قرار دے کر قتل کا فتوی دیدیا ہے۔ اپنی جان کی حفاظت، ہر مذہب میں واجب ہے، لہذا میں چند رفیقوں کے ساتھ اس مصیبت سے چھٹکارا پانے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہوں، لیکن میری اس کوشش کو اہل عناد میری بغاوت پر محمول کر رہے ہیں چونکہ میں نے حج بیت اللہ کا ارادہ کرلیا ہے اس لئے خدمت والا میں حاضری کو باب میں کفر سمجھتا ہوں۔ ساری دنیا واقف ہے کہ ہم ترکوں کے خاندان میں کبھی کوئی نمک حرام پیدا نہیں ہوا ہے۔ بھلا کس طرح اس گناہ کا مرتکب ہوسکتا ہوں، میرا تو ارادہ صرف یہ ہے کہ مشہد جا کر امام رضا کے روضہ نجف اشرف اور کربلا کے آستانوں کی زیارت کروں اور وہاں سے حضور والا کے حق میں دعا کرنے کے لئے از سر نو کعبۃ اللہ کا احرام باندھ کر روانہ ہوجاؤں۔ اور اگر حضور والا مجھے نمک حراموں کے ذیل میں رکھ کر واجب القتل سمجھتے ہیں تو میری ایک درخواست ہے کہ آپ کسی ایک اپنے بے نام و نشان غلام کو مقرر کرکے بھیج دیں کہ وہ بیرم کا سر کاٹ کر نیزہ پر چڑھا دے اور بدخواہان دولت کی عبرت کے لئے اس کی تشہیر کرتے ہوئے حضور

کے قدموں میں لے جاکر ڈال دے۔

گر قبول افتد زہے عزو شرف

دوسری صورت یہ کہ متعینہ فوج کی سرداری سے اس خارجی ملا کو جو بیرا پر وردہ نمک حرام اور برطرف کردہ ہے واپس بلالیں اور اس کی جگہ کسی بھی دوسرے ملازم بارگاہ کا تقرر فرمادیں۔

---

جب اکبر کے سامنے یہ عرض داشت پڑھی گئی تو اس پر رقت طاری ہوگئی اور اُس نے پیر محمد خاں کو دربار میں واپس بلالیا اور اس کی جگہ شمس الدین خاں کو خان اعظم کا خطاب دے کر لاہور پر حاکم مقرر کرکے روانہ کردیا۔ البتہ اسے رخصت کرتے وقت خفیہ طور پر اس کو ہدایت کردی۔ اگر بیرم خاں سے بغاوت یا نافرمانی ظاہر ہو تو اس کا سدِ باب تمہارے ذمہ رہے گا۔

**دوستوں کی بے وفائی**

بیرم خاں کا ستارۂ اقبال سیہ بختی کی گھٹا میں ایسا ڈوبا تھا کہ اب اس کے دوبارہ طلوع ہونے کی کوئی امید نہیں رہی تھی۔ یہ کوئی حیرت و استعجاب کا معاملہ بھی نہیں، کیونکہ اس دنیا میں ہر کمال کے لئے زوال اور ہر بلندی کے ساتھ پستی لگی ہوتی ہے۔ اس قاعدہ کے مطابق بیرم کے بھی دن پھرے، اور جب کسی کے دن پھرتے ہیں تو اس کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں ہوتا۔ عزیز اور قریب دشمنوں سے زیادہ دشمن بن جاتے ہیں۔ چنانچہ بیچارا بیرم ان آڑے وقتوں میں اپنے دشمنوں سے بڑھ کر اپنے ساتھیوں اور رفیقوں کے ہاتھوں نالاں رہا۔ اگر ہم اس ساری تفصیل کو لکھیں، تو یہ واقعات قارئین کی آزردگی کا باعث نہیں گے۔ صرف ان واقعہ سے اس کے رنج و ملال کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔

قارئین کو یاد ہوگا اس نے چلتے وقت اپنا زائد از ضرورت مال و اسباب درویش محمد خواجہ اور شیر محمد خواجہ کے پاس رکھوادیا تھا تاکہ وقت پڑنے پر وہ اسے مل جائے اور لوٹ مار کرنے والوں کے ہاتھ نہ لگے۔ اب جو خان خاناں نے ان لوگوں کے پاس اپنے ایک محرم راز کو بعض ضروری اشیاء لانے کے لئے بھیجا تو ان یارانِ قدیم نے اس شخص کو مجرم بناکر قید کرادیا اور صاف انکار کردیا کہ ان کے پاس کوئی امانت نہیں ہے۔ درمیان میں اس مال و اسباب کے جو ذمہ دار بنے تھے ان سب کو ایسے ٹھکانے لگا دیا کہ کسی کا نام و نشان درمیان میں نہیں رہا۔

غرض بیچارے بیرم نے جس کی طرف بھی رجوع کیا اُس نے طوطا چشمی سے آنکھیں پھیریں۔

شمس الدین خاں جو آیا تو وہ بھی دربار کے مقتدر لوگوں کے دباؤ سے بیرم خاں کے ساتھ پرخاش رکھنے اور زبان شمشیر سے بات کرنے کے سوا کچھ اور نہ کر سکا ۔

بقہر خدا چوں کسی اُفتاد
ہمہ عالمش پائے بر سر نہند
چو بینید کہ اقبال دستش گرفت
ستائش کناں دست بر بر نہند

**بیرم خاں کی سرکشی**

آخرکار یہ کش مکش اس انجام پر پہنچی کہ قصبہ ماحی بجوارہ میں خانخاناں کی جمعیت کا خان اعظم کی فوج سے مقابلہ ہوگیا۔ خانخاناں نے باوجود اس کے کہ اس کے ایسے ساتھی جن پہ یہ بھروسہ تھا کہ وقت پڑنے پر ساتھ دیں گے اس کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے تھے بیرم نے غنیم سے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ جب جنگ ہوئی تو ایک اور نقصان یہ ہوا کہ دولت بیگ جسے صحیح معنوں میں بیرم خاں کے ترکش کا چھٹا تیر کہا جا سکتا تھا۔ اس لڑائی میں کام آگیا۔ ان سب باتوں کے باوجود بیرم خاں نے خان اعظم کو بری طرح شکست دے کر بھگا دیا۔ اس معرکہ کے سر ہونے کے بعد بیرم نے اپنے ولی نعمت کی فوج سے مزید مقابلہ و مجادلہ مناسب نہ جانا اور کوہ سوالک کی طرف کوچ کر دیا۔

اکبر کو جب اعظم خاں (خان اعظم) کی شکست کی خبر ملی تو وہ خود بعض مقربوں کے مشورہ پر لاہور کے ارادہ سے روانہ ہوگیا۔ اس سفر میں منعم خاں کابل سے حضور میں پہنچا۔ اکبر نے اسے خان خاناں کا خطاب اور سارے مراتب و اعزازات عطا کر کے سرفراز کیا۔ اب بادشاہی فوج بیرم کی سرکوبی کے لئے تلکی جنگل کی طرف روانہ ہوگئی۔ جب کوہستان میں لشکر داخل ہوا تو وہاں کے سارے زمیندار خانخاناں کی حمایت میں بادشاہی ہراول کے مقابل آگئے۔

**بیرم خاں کی اطاعت**

بیرم خاں نے دیکھا کہ ولی نعمت کی اطاعت کے سوا جو بھی صورت اختیار کی جائے گی وہ دین و دنیا کے وبال کا باعث ہوگی اس نے زمینداروں کو ان فاسد ارادوں سے روک دیا اور اپنے دونوں ہاتھ بندھوا کر امان طلب کرتے ہوئے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور پیروں پر سر رکھ کر زار زار رونے لگا۔ اکبر نے بھی روتے ہوئے اس کے سر کو اٹھایا اور اس کی پشت پر ازراہ لطف ہاتھ رکھ کر خلعت خاصہ عطا فرمائی اور فرمایا۔

"ہمارے ذمہ تمہارے موروثی حقوق ہیں اگر تمہارا ارادہ دو بارہ ملازمت میں آنے کا ہے تو ہم کالپی اور چندیری کی جاگیریں عطا کرتے ہیں اور اگر حضور میں رہنا چاہو تو ہم کسی وقت بھی تمہاری طرف سے غفلت نہیں برتیں گے اور غمخوار و نگراں رہیں گے۔ اور اگر تم بیت اللہ جانا چاہو تو تم کو عزت و آبرو کے ساتھ روانہ کر دیں گے۔"

بیرم خاں نے جواب دیا کہ "الحمد للہ انسان کی جو بڑی سے بڑی آرزو ہو سکتی ہے وہ فردوس مکانی (بابر) جنت آشیانی (ہمایوں) اور حضور والا کے رکاب میں بندہ کو حاصل ہو گئی۔ اب تو میرے دل کی بس یہ مراد تھی کہ قدم بوسی کی تجدید کر کے اپنے قصوروں کو معاف کراؤں اور کعبۃ اللہ جانے کی اجازت حاصل کر لوں۔ یہ نعمت حاصل ہو گئی ہے اس کا شکر میں اپنے دل و زبان سے ادا نہیں کر سکتا: ؎

زانجا کہ لطف شامل خلق کریم تست
جرم نکردہ عفو کن و ماجرا مپرس

"اب میں امیدوار ہوں کہ حضور اپنے فضل بے پایاں سے میرے قصوروں پر معافی کا خط کھینچ دیں گے اور بیت اللہ کے سفر کی اجازت مرحمت فرمائیں گے۔"

اکبر نے پچاس ہزار روپیہ سفر خرچ کے لئے دیئے اور سفر کے لوازمات مہیا کر کے اُسے رخصت کر دیا۔ پھر اس علاقہ کے مفسدوں کی گوشمالی کر کے آگرہ واپس چلا گیا۔

## بیرم خاں کا قتل

بیرم خاں ۹۶۸ھ میں اپنے اہل و عیال اور چند رفیقوں کے ساتھ کعبہ کا ارادہ کر کے تعلقہ احمد آباد میں کھنبایت کی بندرگاہ پر پہنچ گیا۔ وہاں اس کو کچھ عرصہ تک ٹھیرنا پڑا۔ اس سفر میں مبارک خاں نامی ایک پٹھان بیرم کے دشمنوں کے اکسانے پر قافلہ کے ساتھ ہو گیا تھا اور موقع کا منتظر تھا۔ اس منزل میں اُس نے بیرم کو غافل پا کر اچانک حملہ کر دیا اور چھری مار کر اس کا کام تمام کر دیا۔ دوسرے پٹھان جو اطراف میں گھات لگائے اس کی مدد کے لئے بیٹھے ہوئے تھے اس کے خیمہ خرگاہ پر ٹوٹ پڑے اور جو کچھ مال و اسباب ہاتھ لگا لوٹ لے گئے۔

## بیرم کا دم واپسیں

مرتے وقت بیرم کی زبان پر یہ کلمہ تھا۔ صد شکر کہ میں اپنے دل

نعمت کی راہ میں بیت اللہ کا سفر کرتے ہوئے شہید ہو رہا ہوں۔ اس کی تاریخ "شہید شد محمد بیرم" سے نکالی گئی۔ مرزا عبدالرحیم بیرم خاں کا چار سالہ لڑکا سلیمہ سلطان بیگم اور دوسرے متعلقین احمد آباد لوٹ آئے وہاں کے حاکم نے بدرقہ کی حفاظت میں ان کو بادشاہ کے حضور پہنچا دیا۔ اکبر نے سلیمہ سلطان بیگم سے جن کا ہم کچھ ذکر کر آئے ہیں خود عقد کر لیا۔

## بیرم کے اوصاف

بیرم خاں "علی شیر ترکمان بہارلوئی" کی اولاد میں سے تھا۔ اس کے آباؤ اجداد امیر تیمور صاحبقران کے پروردہ تھے خود بیرم نے خاندان تیموری کے تین بادشاہوں کی خدمت کی۔ بیرم شجاعت، سخاوت اور تدبیر ریاست میں اپنے عہد کا ضرب المثل وزیر گذرا ہے۔ طبیعت بھی بڑی موزوں پائی تھی۔ اکثر علوم سے باخبر تھا۔ خصوصاً علم موسیقی میں خوب مہارت حاصل تھی۔

## کیا بیرم باغی تھا

بیرم خاں سلطنت و فرماں فرمائی میں مختار کل کے درجہ پر پہنچ گیا تھا۔ اسی لئے وہ حاسدوں کی آنکھ میں کانٹا بن کر کھٹکتا رہتا تھا۔ یہی خلش باہمی نزاع کا سبب بنی اور تنازعات کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا جس کے دوران بیرم کے ہاتھ بھی خون ناحق سے آلودہ ہوئے۔ دوران سیاست میں اس کے قلم سے مظلوموں کے ساتھ بے انصافیاں بھی ہوئیں اور لوگوں کے دل دکھے، بس انھیں مظلوموں کی آہ کا اثر تھا کہ اس پر بغاوت کا الزام لگایا گیا۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود سمجھدار لوگوں پر خاص طور سے جن لوگوں نے "طبقات اکبری" کا بغور مطالعہ کیا ہے اور جو ترکوں کی وفاداری سے بخوبی واقف ہیں۔ یہ بات اچھی طرح روشن ہے کہ بیرم خاں کے سلسلہ پر نمک حرامی کا الزام مشکل ہی سے لگ سکتا ہے اور بیرم خاں تو ان لوگوں کے خیال کے برخلاف جو اسے باغی سمجھتے ہیں اس تہمت سے بالکلیہ پاک اور بری تھا۔ بادشاہ کی نسبت اس سے کوئی قصور سرزد نہیں ہوا۔ حقیقت صرف یہ ہے کہ اس کے خلاف اس کے دشمن اپنا کام کر گئے اور وہ مفت میں بدنام ہوا۔ مگر قدرت نے مکافات عمل کا ایسا سلسلہ رکھا ہے کہ کوئی اپنا بویا کاٹے بغیر اس دنیا سے نہیں جاتا جن لوگوں نے بیرم کے ساتھ یہ سب کچھ کیا وہ بھی بہت جلد اپنے کیفر کردار کو پہنچ کر رہے جس کی تفصیل آیندہ واقعات کے ذیل میں آتی رہے گی۔

## ایک چلو بھر خون —— میری خدمتوں کا صلہ

# اکبر کا عہدِ خود اختیاری

بابر نے ہندوستان کو فتح کیا

ہمایوں نے قبضہ کیا

اکبر نے سلطنت قائم کی

اکبر نے ایک نئی گنگا جمنی تہذیب کی بنیاد رکھی

اکبر نے ایک نئے دین کو فروغ دینے کی کوشش کی

راجپوتوں کے قلعے فتح کئے اور اُن کے دل بھی

# رُوپ متی باز بہادر

۹۶۸ھ[1] میں اکبر نے مالوہ پر فوج کشی کے لئے ادہم خاں کو مقرر کیا اُس کے ہمراہ پیر محمد خاں کو مددگار کی حیثیت میں روانہ کیا۔ اس وقت مالوہ پر باز بہادر کی حکومت تھی۔ باز بہادر عیاش طبع آدمی تھا اس کے عیش و عشرت کے قصے زبان زد عام تھے۔ خواب غفلت میں ایسا مدہوش تھا کہ بادشاہی فوجوں کی پیش قدمی کی خبریں برابر پہنچتی رہیں مگر اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگی اور وہ بدستور اپنی رنگ رلیوں میں مشغول رہا۔ روپ متی (رمتی) اس کی معشوقہ تھی جس کو اپنے زمانہ کی "پدمنی" کہا جاتا تھا۔ وہ ہندی زبان میں بڑے اچھے شعر کہتی تھی اس کے اظہار اور بیان میں ایک خاص ادا اور نزاکت ہوتی تھی۔ باز بہادر اس پر دل و جان سے فریفتہ تھا۔ جب سارا معاملہ چوپٹ ہو گیا تو وہ سب کچھ چھوڑ کر اپنے گھرانے کے چند افراد کے ساتھ جواہرات وغیرہ لے کر بیجا گیر کے جنگلوں میں نکل گیا۔ بیجا گیر[2] اس وقت مالوہ کی حدود میں شامل تھا۔ سارا علاقہ پہاڑی اور دشوار گزار تھا۔ فرار کے وقت باز بہادر روپ متی کو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکا تھا اور وہ اس کے پیچھے وہیں رہ گئی تھی۔

**روپ متی کا انجام** ادہم خاں نے معمولی جھڑپوں کے بعد بآسانی پورے مالوہ پر قبضہ کر لیا۔ خزانے لاؤ لشکر ہاتھی گھوڑے خوبصورت گانے والیاں سب کچھ اس کے تصرف میں آ گیا۔ روپ متی بھی گرفتار ہو گئی تھی۔ ادہم خاں کو جب اُس کے

---

[1] صحیح ۹۶۹ھ ہے۔

[2] ایک اور نسخہ میں بیجاگھر ہے۔ بداؤنی نے منتخب التواریخ میں بیجاگردہ لکھا ہے۔ تاریخ فرشتہ میں بیجاگھر ہے۔ بداؤنی نے صحیح نام لکھا ہے۔

حسن و جمال کا پتہ چلا تو اُس نے اس کو بلایا اور قربت کا مطالبہ کیا۔ روپ متی ایک وفا شعار عورت تھی۔ پہلے تو اس نے کبھی نرم ہو کر کبھی گرم ہو کر اس معاملہ کو ٹالنا چاہا۔ لیکن جب اُس نے دیکھا ادہم خاں کے سامنے کچھ پیش جانے کی نہیں تو اُس نے بڑی منت اور عاجزی کر کے ایک دن کی مزید مہلت مانگی۔ دوسرے دن اُس نے غسل کیا۔ بناؤ سنگھار کیا۔ کپڑے بدلے عطر لگایا اور یہ مشہور کر دیا کہ آج وہ ادہم خاں سے ملنے جا رہی ہے۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ اس میں بڑا اختلاف ہے۔ حاصل کلام یہ کہ کسی کا دست تصرف اُس کے دامن تک پہنچ نہ سکا اور اُس نے زہر کھا کر جان دے دی۔ ادہم خاں نے سارا مال غنیمت اپنی تحویل میں رکھا صرف چند ہاتھی دربار میں بھجوا دیئے اور اس طرف کے بقیہ قلعوں کی تسخیر کے لئے کوچ کر دیا۔

**اکبر مالوہ میں**

اکبر کو جب اطلاع ملی کہ ادہم خاں نے مالوہ کے سارے زر و مال پر قبضہ کر لیا ہے اور کافی مال غنیمت اپنے تصرف میں رکھ چھوڑا ہے تو وہ خود اس قلعہ کا عزم کر کے روانہ ہو گیا جس پر حملہ کرنے کے لئے ادہم خاں جا رہا تھا۔ اکبر نے چار پانچ سو سواروں کے ساتھ یہ سفر بڑی تیز رفتاری سے طے کیا۔ ویسے یہ سفر شاہانہ اہتمام کے ساتھ ایک ماہ کی مسافت کا تھا مگر اکبر نے اسے ایک ہفتہ کے دھاوے میں طے کر لیا۔ یہ اکبر کی پہلی یلغار تھی۔ غرض وہ برق دم قلعۂ کاگرون کے دروازوں پر جا کر اترا۔ قلعہ دار کو اطلاع ہوئی تو وہ قلعہ کی چابیاں لے کر حاضر ہو گیا۔ اکبر نے یہاں بس لمحہ بھر توقف کیا۔ قلعہ دار نے کھانے وغیرہ کا انتظام کیا تھا۔ جلدی جلدی فارغ ہو کر دوبارہ سوار ہو گیا۔ چلتے وقت قلعہ دار کو منصب اور خلعت عطا کی اور باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں۔ ابھی ادہم خاں راستہ ہی میں تھا کہ اس کو جا لیا۔ ادہم خاں نے اپنی آبرو بچانے کے لئے سارا مال و اسباب خدمت میں لا کر پیش کر دیا اور عفو و معذرت کے لئے گڑگڑانے لگا۔ بادشاہ نے اس کے قصور معاف کر دیئے اور خلعت و انعام عطا کیا۔ اور مالوہ کی حکومت پیر محمد خاں کے سپرد کر کے آگرہ واپس چلا گیا۔

**خان زماں کی کامیابی**

اسی اثناء میں خبر ملی کہ عدلی شاہ کا بیٹا شیر خاں جو پچھلے کچھ عرصہ سے برابر مفقود الخبر تھا۔ اچانک تیس ہزار سوار فراہم کر کے شرقی علاقہ میں داخل ہو گیا ہے۔ اور وہاں اس نے بڑا ہنگامہ مچا رکھا ہے۔ اس اطلاع پر خان زماں اور اُس کے بھائی بہادر خاں کو شیر خاں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا گیا۔ ان دونوں بھائیوں نے پٹھانوں کے لشکر سے بڑی سخت جنگ کی اور بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا یہ لڑائی بڑی گھمسان کی لڑائی تھی

دونوں طرف سے نامی گرامی بہادروں کی ایک کثیر تعداد کام آگئی آخر کار شیر خاں کو شکست ہوئی خان زماں کے ہاتھ بہت سے ہاتھی آئے جو خزانہ اور مال و اسباب سے لدے ہوئے تھے۔

خان زماں نے جب فتح نامہ دربار میں بھیجا تو اس نے ان غنیمتوں کا فتح نامہ میں قطعاً ذکر نہیں کیا۔ اس مال کو تو اس نے اپنے مقتول ہمراہیوں کا خوں بہا جان کر قبضہ میں لے لیا۔ اس بے تامدگی کی اطلاع جب اکبر کو جاسوسوں کے ذریعہ ہوئی تو اس نے شکار کا اعلان کر کے کالپی کا رخ کیا پھر وہاں سے یلغار کرتے ہوئے لشکر کے قریب پہنچ گیا۔ خان زماں کو جب معلوم ہوا کہ بادشاہ سلامت بہ نفس نفیس تشریف لائے ہیں تو استقبال کے لئے نکلا۔ سارے ہاتھی اور مالِ غنیمت لاکر نذر کر دیا۔ اکبر نے اس علاقہ کا وکیل خان اعظم کو بنایا تو ٹوڈر مل کو وزارت کی پیش کاری پر مقرر کیا۔

## ٹوڈر مل کی اصلاحات

ہم یہاں رسلسلۂ بیان کو منقطع کر کے، ٹوڈر مل کے متعلق چند سطریں لکھنا چاہتے ہیں۔ ٹوڈر مل وزارت کے پیش کار کی حیثیت سے مقرر کیا گیا تھا۔ اس نے ملک کے بندوبست اور مالیات کے سلسلہ میں جو کارنامے انجام دیئے وہ ہمیشہ ضرب المثل رہیں گے۔ اکبری سلطنت کے بائیس صوبوں کی دیوانی کا سارا دارومدار ٹوڈر مل پر ہی تھا۔ اس زمانہ میں تمام خرید و فروخت، محالات کی جمع بندی اور تحصیل، راجاؤں اور بادشاہوں کے اخراجات، سرکاری ملازموں کی تنخواہیں روزینے وغیرہ "پل سیاہ" (تانبہ کا سکہ) میں ادا کئے جاتے تھے لین دین اور کاروبار کا سکہ یہی سیاہ تنکہ تھا۔ "زر سفید" بھی ٹکسالوں میں ڈھالا جاتا تھا۔ لیکن وہ صرف ایلچیوں اور مطربوں کو انعام میں دیا جاتا تھا۔ لین دین میں اس کا عام رواج نہیں تھا چاندی کے بجائے بھی فروخت ہوتا تھا۔ اس کا نام "تنکہ نقرہ" تھا۔

## کرنسی کا نیا نظام

ٹوڈر مل نے جو کھتولوں میں "راجا" کے خطاب پر معزز کیا گیا۔ مروجہ سکہ میں بڑی تبدیلی کی۔ دیہات اور مواضعات سے جو تحصیل تنکہ میں ہوتی تھی اس کی جگہ اس نے روپیہ کا سکہ جاری کرایا جس کی مقدار گیارہ ماسہ کی تھی۔ ایک روپیہ میں چالیس "دام" مقرر کئے جو اس وقت کے "تانبہ کے نرخ کے اور "پل سیاہ" (جس سے مراد ایک پیسہ تھی) کے مساوی تھے۔ اس نئے سکہ کو بادشاہی ملازموں کی تنخواہوں میں دیا جانے لگا۔ اسی سکہ کے حساب سے ممالک محروسہ کے تمام قصبوں پرگنوں اور دیہاتوں کی تحصیل اور جمع کی دفتر بندی کرائی اس کو "عمل نقد جمع بندی" کا نام دیا۔

### نظامِ محاصل

ٹوڈرمل نے محاصل کی وصولی کا بھی ایک نیا ضابطہ وضع کیا۔ خریف اور ربیع کی بارانی پیداوار (وہ پیداوار جو بارش سے ہوتی ہے) کی شرح نصفا نصف رکھی کہ آدھی مزارع کو دی جائے اور آدھی بحق سرکار وصول کی جائے؛ جو اناج غلے ترکاریاں نیشکر، افیون وغیرہ کنوؤں کی آب پاشی سے حاصل ہوتے تھے اور ان میں رعیت کا خرچ زیادہ ہوتا تھا۔ دو عنوانوں کے تحت تقسیم کئے۔ ایک تو جنس غلہ دوسرے جنس اعلیٰ۔ جنس غلہ کا ٹیکس ہر مزروعہ قطعہ کے اخراجات خرید و فروخت کی رقم وضع کرکے پیداوار کا تیسرا حصہ مقرر کیا۔ جنس اعلیٰ میں نیشکر اور دوسری چیزیں شامل تھیں۔ ان میں کنوئیں کی آب پاشی کا خرچ اور زراعت کی نگہبانی کچھ زیادہ ہی کرنی پڑتی تھی۔ بلحاظ تفاوت جنس اعلیٰ کا ٹیکس پیداوار کا چوتھا، پانچواں، چھٹا اور ساتواں حصہ مقرر کیا گیا اور باقی مزارعین کا حق قرار دیا۔

### بندوبست اور پیمائش

ایک قاعدہ یہ بھی تھا کہ ہر جنس، یہاں تک کہ نیشکر کے عوض بھی ٹیکس نقد رقم کی صورت میں بھی وصول کیا جاسکتا ہے۔ ہر بیگہ کے حساب سے نقد محصول کے جدول بھی اس نے بنائے تھے۔ اس وقت کا بیگہ "آج کل کے مروجہ شاہجہانی درعہ" (گز) کے حساب سے تین ہزار چھ سو "درعہ" کا ہوتا تھا۔ بیگہ کا تعین بھی اس وقت کے مروجہ "درعہ" (گز) کے مطابق ٹوڈرمل ہی کا کیا ہوا ہے۔

ٹوڈرمل کے وضع کردہ بندوبست، پیمائش اور مالیات کے قاعدوں کو راجہ ٹوڈرمل کا دھارا یا دستور العمل کہتے ہیں۔ یہ دستور العمل اب تک تمام صوبوں کے قانون گویوں میں نافذ ہے۔ اس دستور العمل کے تحت مفلس رعایا کی مدد کے لئے "تقاوی" کا طریقہ نافذ کیا گیا۔ جو زمینیں بنجر اور غیر مزروع ہوتی تھیں یا ایسی اراضیات جو ظالم حکام کی دست برد سے غارت ہوجاتی تھیں ان کو آباد کرنے کے لئے رعایا کو تقاوی کی رقم دی جاتی تھی۔ تقاوی کا طریقہ ٹوڈرمل کی ہی ایجاد اور یادگار ہے۔

### دورِ آخر کی بدحالی

صاحب فہم اشخاص اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں کچھ ایسی وضع چلی ہے کہ لوگوں نے امور ملکی میں غور و خوض کو بالکل ترک کردیا ہے۔ ملک کو آباد رکھنے کے ذرائع پر غور نہیں کیا جاتا۔ رعایا کی پرورش و نگہداشت کا کسی کو خیال نہیں ملک کی آمدنی اور محاصل میں اضافہ کی فکر نہیں کی جاتی۔ یہ اجارہ دار حاکم اور عمال دربار میں بڑی بڑی رقمیں باندھ کر عہدے حاصل کرتے ہیں اور اپنی جاگیروں اور پرگنوں پر جانے کے بعد اپنی رقمیں رعایا سے

اگلوانے کے لئے) طرح طرح کے ظلم و ستم ڈھاتے ہیں اور غریب محصول ادا کرنے والی رعیت پر وبال بن جاتے ہیں۔ ان کو قطعاً اپنے ملک کی آبادی اور خوش حالی کی فکر نہیں نہ وہ غریب رعیت کے دُکھ درد کا کچھ خیال کرتے ہیں۔ چونکہ ان کو اس کا بھروسہ نہیں رہتا کہ وہ مزید ایک سال بلکہ سال بھر بھی اپنے عہدہ پر برقرار رہ سکیں گے اس لئے وہ پیداوار کے دونوں حصے فروخت کرا کے اپنا محصول وصول کر لیتے ہیں (اور رعیت کے پاس کچھ نہیں چھوڑتے) اگر وہ اس ظلم پر اکتفا کریں اور کسانوں کے ہل بیل کو فروخت نہ کرائیں اور رعیت کے باقی ماندہ مال کو بلکہ میوہ دار درختوں اور ان کی موروثی اور ملکی زمین کو ٹھکے نہ لگا دیں تو یہ ان کی بڑی خدا ترسی کا ثبوت ہوگا۔ غرض یہ رعایا کا حصہ غصب کر کے دربار کے نذرانے سربندی کی رقم وصول کرتے اور اجارہ داری کا نقصان پورا کرتے ہیں۔

یہ تو ان حاکموں اور اجارہ داروں کا ظلم تھا ان کے آگے بڑھتے ہی پیچھے سے ایک اور مصیبت جو آتی ہے وہ اس علاقہ کے نقتہ پردازوں کی ٹولی ہوتی ہے جو لوٹ مار کر کے ملک کی بربادی اور رعایا کی تباہی پر مُہر لگا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دس دس بیس بیس کوس تک زمین غیر مزروع اور ویران پڑی ہے کھیتی باڑی کے بجائے ہر طرف جھاڑ جھنکاڑ ہیں جو مسافروں کا دامن کھینچے اور ان بے سر و پا جاگیرداروں کے دل میں نشتر بن کر کھٹکتے ہیں۔ بیشتر زرخیز پرگنے اور قصبے ان بدبخت حاکموں کے ظلم و تعدی سے ویران اور برباد ہو گئے ہیں۔ کتنے ہی دیہات ایسے ہیں جو اس درجہ خراب اور بے چراغ کر دیئے گئے ہیں کہ اس طرف کا راستہ بھی چلنے کو کوئی تیار نہیں ہوتا۔

لوگوں کی شامت اعمال ہے کہ ملک روز بروز خراب ہوتا جا رہا ہے۔ رعیت بد انجام حاکموں کے جور و جفا کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔ مظلوم مزارعوں کی اور اُن کے اہل و عیال کی آہ پر سوز ہی ہے جو ان جاگیرداروں کو اندر اندر کھائے جا رہی ہے۔ لیکن حکام کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ انھوں نے روئی ٹھونس رکھی ہے۔ ان کے مظالم کی فہرست بنائی جائے تو قلم عاجز آ جائیں۔ حالت یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی ایسا عامل برسرکار آ جاتا ہے۔ جسے کچھ خدا کا اور آخرت کا خوف ہو اور وہ دوسرے ستم پیشہ لوگوں کی طرح ظلم و ستم کو اپنی عاملی کا جزو لازم نہیں جانتا۔ بلکہ ان کے برخلاف رعایا پر رحم کرتا ہے اور اس مال گزاری ادا کرنے والی رعایا کی نگہداشت اور سال بہ سال پیداوار بڑھانے کی فکر میں رہتا ہے اور اسی میں اپنی اور اپنی اولاد کی خوش انجامی کا یقین رکھتا ہے تو اس کو اس کے ہم پیشہ رفیق طعنے دیتے ہیں بے وقوف بتاتے اور ناکارہ شمار کرتے ہیں۔ اور اگر

خدانخواستہ وہ سال پورا نہ نکال لے جائے سرِبندی وغیرہ کی تکمیل نہ کر سکے تو پھر نقصان مایہ اور اہ شماتت ہمسایہ کا معاملہ ہو جاتا ہے۔ ان اوراق کے لکھنے والے پر بھی بارہا یہ حالت گذر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس آفت سے اپنی پناہ میں رکھے۔

**کروڑی کا عہدہ** ٹوڈرمل نے "کروڑی" کا عہدہ بھی مقرر کر دیا تھا، جن مقامات سے ایک کروڑ "دام" کا محصول بارہ ماہ کی قرار داد پر خالصہ میں وصول کیا جاتا ہے۔ اس کی وصولی پر جس کو مقرر کیا جاتا تھا اُسے "کروڑی" کہتے تھے۔ اس زمانہ کے تمام کروڑی ہاتھی اور فوج رکھنے کے مجاز تھے اور لوگوں کو ان سے بڑا فیض پہنچتا تھا۔ دیکھئے بات کہاں سے کہاں جا نکلی[1]

**راجا بہاری مل کی اطاعت** اکبر بادشاہ کی فتوحات اور ملک رانی کا شہرہ بتدریج بلند ہوتا چلا گیا۔ مذکورہ بالا جہات کے بعد اکبر نے راجہ بہاری مل[2] پر فوج کشی کا ارادہ کیا۔ بہاری مل ہندوستان کے مشہور راجاؤں سے تھا اس کا لاؤ لشکر بھی بڑا تھا۔ اس کے آباؤ اجداد نے اس سے پہلے کسی بھی بادشاہ کے سامنے سر اطاعت خم نہیں کیا تھا جب اس کو معلوم ہوا کہ بادشاہی افواج اس کے خلاف مقرر کر دی گئی ہیں تو وہ اکبری سطوت واقبال سے ایسا ڈرا کہ اس وقت اپنے نمایندوں کو بھیج کر اطاعت گذاری کا معاہدہ کر لیا اور اپنی لڑکی کو بھی بھاری نذرانوں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ بادشاہ نے اس کی پیش کش قبول کر لی اور اس کی عزت افزائی کی۔

**راجا مالدیو کی شکست** دوسری مہم راجہ مالدیو کی تھی۔ راجہ مالدیو جسونت کے آباؤ اجداد میں سے ہے۔ زمانۂ قدیم سے مالدیو کا خاندان ہندوستان کے نامی گرامی راجاؤں میں شمار کیا جاتا تھا۔ اس خاندان کے قبضہ میں تین بڑے مستحکم قلعے تھے۔ قلعہ جودھپور، قلعہ میرٹھ[3] اور قلعہ سامان۔ ان قلعوں پر اُن کو اتنا ناز تھا کہ انھوں نے کبھی سلاطین دہلی کی اطاعت قبول نہیں کی۔ اور ہمیشہ سرکش ومغرور رہے۔ اکبر نے مالدیو پر فوج کشی کی کمان شرف الدین حسین کو

---

[1] ٹوڈرمل کے ذکر سے یہاں تک کی عبارت اصل متن کے صرف دو نسخوں میں ہے باقی نسخوں میں نہیں ویسے بھی یہ عبارت اس مقام پر بے جوڑ اور سیاق وسباق سے منقطع ہے۔

[2] فرشتہ نے اس کا نام "پورن مل" لکھا ہے۔ [3] شہر میرٹھ مراد نہیں بلکہ یہ ناگور اور اجمیر کے درمیان ایک قلعہ کا نام تھا۔

دی۔ اس نے حملہ کر کے جودھ پور کا محاصرہ کر لیا جو ایک پہاڑ پر واقع تھا۔ بادشاہی فوج نے مورچے جمالئے اور نقب لگا لگا کر راستہ نکالنے کی کوشش کی۔ لیکن چند روزہ محاصرہ کے بعد ہی راجا مالدیو نے ہتھیار ڈال دیے اور امان طلب کرتے ہوئے صلح کی درخواست کی۔ طے پایا کہ اس کا چھوٹا بھائی قلعہ میں ایک ہفتہ تک رہے گا تاکہ عورتوں بچوں کے تخلیہ کے بعد ہاتھی ذخیرے سامان جنگ اور قلعہ بادشاہی ملازموں کے حوالہ کر دے۔ جودھ پور کے خالی ہونے تک راجہ مالدیو قلعہ سامان میں، جو ایک دشوار گزار پہاڑ کے دامن میں واقع تھا جا کر رہے گا۔ شرف الدین حسین نے یہ شرط قبول کر لی۔ مگر راجہ کے نکل جانے کے بعد راجہ کا بھائی اور شرف الدین حسین بعض امور پر اتفاق نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ دوبارہ لڑائی چھڑ گئی اور مالدیو کے بھائی نے عورتوں بچوں کو قتل کر دیا اور پانچ سو سواروں کو لے کر بادشاہی فوج کے مقابل نکل آیا۔ اور بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے جان دے دی۔ شرف الدین حسین نے جودھ پور پر قبضہ کر لیا۔ اور دشمنوں کے سر فتح نامہ کے ساتھ حضور میں روانہ کر دیے۔ اس کارنامہ پر شرف الدین حسین کو بادشاہی عنایات سے نوازا گیا۔

## پیر محمد خاں اور باز بہادر کے مقابلے

باز بہادر نے مالوہ سے فرار ہونے کے بعد بیجا گیر کے کوہستان میں جا کر پناہ لی۔ بیجا گیر پہلے مالوہ کے تحت تھا اب شاہجہاں کے عہد سے صوبہ خاندیس کے ماتحت ہے۔ وہاں اس نے ایک دشوار گزار مقام پر اپنے اہل و عیال کو ٹھہرا دیا اور جو مال و اسباب ساتھ لایا تھا اسے محفوظ کر دیا اور خود وہاں سے برہان پور کے حاکم کے پاس کمک حاصل کرنے چلا گیا۔ پیر محمد خاں کو خبر ملی تو اس نے فوراً فوج کشی کر دی اور باز بہادر کے اہل و عیال اور بیشتر مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ پھر پیش قدمی کر کے برہان پور پر حملہ کر دیا۔

پیر محمد خاں کے مقابلہ میں باز بہادر کے ساتھ برہان پور کا بادشاہ بھی فوج لے کر نکلا۔ ان کے پاس حاکم بہار کی کمک بھی پہنچ گئی۔ برہان پور سے سات آٹھ کوس کے فاصلہ پر دونوں فوجوں میں بڑی سخت جنگ ہوئی۔ چونکہ پیر محمد خاں کی بدسلوکی کے سبب اس کی فوج ناراض تھی۔ اور اس لڑائی میں دل سے حصہ نہ لے رہی تھی۔ اس کے مقابلے میں باز بہادر عقاب کی طرح جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہا تھا اور دشمن کو گھیر گھیر کر مار رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پیر محمد خاں کو بُری طرح شکست ہوئی اور بادشاہی لشکر کا سارا سامان و سامان لُٹ گیا۔ بادشاہی فوج ایک

بڑی تعداد میں ماری گئی اور زخمی ہوئی۔ پیر محمد خاں اس بری طرح بدحواس ہو کر بھاگا کہ پیچھے تک اس نے باگیں نہیں کھینچیں۔ پھر اطراف واکناف سے بھیل اور اس علاقہ کے مفسد باز بہادر کی مدد پر پہنچ گئے اور مفرور فوج پر حملہ کر کے سوار کو پیادہ کر دیا اور پیادہ کو اُٹھا دیا۔ باز بہادر کا دباؤ اس قدر بڑھا کہ پیر محمد خاں نربدا عبور کرنے پر مجبور ہو گیا۔ لیکن دریا میں اس کا قدم رکھنا وہی تھا اور غرق ہونا وہی۔ اس کے بہت ہی کم ساتھی ایسے خوش نصیب تھے جو باز بہادر کی فوج سے جان بچا کر نکل سکے۔

**باز بہادر کا انجام** پیر محمد خاں کی شکست کے بعد سن سات جلوس میں باز بہادر نے دوبارہ مالوہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے دارالحکومت میں پہنچ کر از سرنو اپنے ملک کے بندوبست میں مشغول ہو گیا۔ اکبر کو جب اس سانحہ کی اطلاع ملی تو وہ بہت غضب ناک ہوا اور اس نے باز بہادر کی سرکوبی کے لئے عبداللہ خاں اُزبک کو دوسرے بہادر سرداروں کے ہمراہ متعین کر دیا۔ اس مرتبہ مالوہ پر حملہ کرنے کے لئے جو فوج بھیجی گئی وہ ہر طرح آراستہ تھی اور اس کے انتظامات اعلیٰ پیمانہ پر کئے گئے تھے۔ باز بہادر نے بھی عبداللہ خاں سے مقابلہ کی تیاری کی اور دلیرانہ مقابلہ کیا۔ لیکن قسمت میں شکست لکھی تھی۔ ناچار بھاگ کر اسی بیجاگیر کے کوہستان میں جا کر پناہ لی[1]۔ عبداللہ خاں نے مانڈو تک اس کا تعاقب کیا اور قلعہ مانڈو کو بھی چند روز کے محاصرہ کے بعد قبضہ میں لے لیا۔ اور وہاں بادشاہی قلعہ دار کو مقرر کر دیا۔ یہاں سے لوٹ کر عبداللہ خاں نے فتح نامہ اور قلعہ مانڈو کی چابی دربار میں روانہ کر دی اور عنایات شاہانہ سے فیضیاب ہوا۔

**ایران کا سفیر** اسی زمانہ میں شاہ ایران طہماسپ صفوی کا ایلچی ایک خط لے کر آیا جس میں موروثی روابط کی تجدید کی گئی تھی اور قندھار کے ناخوش گوار واقعہ پر معذرت کی گئی تھی جو درانداروں کے سبب رونما ہو گیا تھا۔ ایلچی نے ایران کے تحائف بھی حضور میں پیش کئے جس دن ایلچی خدمت میں پیش ہوا بادشاہ نے اسے دو لاکھ روپیہ نقد، جواہرات، خلعت اور مرصع ساز والا گھوڑا عنایت فرمایا تھا۔

**ادہم خاں کی سرکشی اور انجام** کچھ عرصہ بعد سرکار دربار میں شمس الدین خاں کو کہ بہت

---

[1] فرشتہ نے لکھا ہے۔ وہ کبھل میر بھاگ گیا۔

زیادہ بااثر اور بارسوخ ہوگیا وکالت اور نیابت کے سارے اختیارات اسی کو حاصل ہو گئے۔ ادہم خان سے اس کا برادرانہ رشتہ تھا لیکن ادہم خاں اس کے اثر و رسوخ کو دیکھ کر رشک و حسد میں مبتلا ہوگیا اور خانخاناں کی طرح اس کو بھی ٹھکانے لگانے کی فکر میں رہا۔ اس سلسلہ میں اس نے بڑی ریشہ دوانیاں کیں لیکن کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی۔ آخر کار ایک دن خلوت میں جب کہ خان اعظم (شمس الدین خاں کوکہ) قرآن کی تلاوت کر رہا تھا۔ اس نے تعظیم و تکریم بجا لانے کا بہانہ کر کے جھگڑنا شروع کردیا اور موقع پا کر تلوار سے حملہ کردیا اور اس کو قتل کر دیا۔ سارے محل میں ایک شور اور ہنگامہ برپا ہوگیا۔ جب ایوان میں خان اعظم کا قتل ہوا وہ محل میں بادشاہ کی خوابگاہ خاص کے قریب ہی تھا۔ لیکن قاتل غرور اور مستی میں مبتلا تھا اور بادشاہ سے قربت کا اس کو بڑا ناز تھا اسی لئے وہ اس واردات کے بعد بھاگا نہیں بلکہ اسی جگہ ٹھیرا رہا۔

جس وقت یہ ہنگامہ ہوا ہے وہ اکبر کے آرام کا وقت تھا۔ اس اطلاع کے ملتے ہی اکبر تلوار ہاتھ میں لے کر نہایت ہی غضبناک باہر نکل آیا وہاں خان اعظم کو مقتول پڑا ہوا دیکھا۔ نہایت ہی عتاب کے ساتھ تلوار نیام سے آدھی کھینچ لی اور ادہم خاں کی طرف متوجہ ہو کر قتل کے بارے میں دریافت کرنے لگا۔ ادہم خاں کی موت اس کے سر پر سوار تھی۔ اس وقت کوئی عذر بھی نہیں سوجھ رہا تھا۔ اس نے بادشاہ کے تقرب کے بھروسہ پر آگے بڑھ کر بے ادبانہ اکبر کے دونوں ہاتھ تھام لئے اور غصہ اور گریہ کے ساتھ کچھ بولنے لگا۔ اکبر کا پارہ اس بے ادبی پر اور چڑھ گیا۔ اور اس نے جھٹکے سے اپنے ہاتھ چھڑائے اور اس کے منہ پر دو بھرپور تھپڑ ایسے مارے کہ چکرا کر نیچے گر پڑا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ اسے کوٹھے پر سے نیچے گرا دیا جائے چنانچہ دو مرتبہ اسے کوٹھے پر سے نیچے گرایا گیا۔ اور وہ بدبخت اپنے مکافات عمل پر پہنچ گیا۔ ماہم انکہ کو قاتل و مقتول دونوں کے اس انجام کا ایسا صدمہ ہوا کہ اس واقعہ پر چالیس دن بھی نہیں گذرے تھے کہ وہ بھی اس دنیا سے رخصت ہوگئی۔ ؎

بے فائدہ بہر یک دم آب و دو نان
بر پیوستہ جدل گشتند باہم دوناں
با آنکہ کسی زخوان او سیر نخورد
یک کس نگرفت عبرت از دفع جہاں

بہر حال تھوڑے ہی عرصہ میں بیرم خاں کے دشمن بھی ناکام و نامراد وہیں جا پہنچے، جہاں اسے انھوں نے پہنچایا تھا۔

## ابوالمعالی کے ہنگامے

اس زمانہ میں شاہ ابوالمعالی کا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ہم اگرچہ اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کر سکتے ہیں، لیکن اختصار کی غرض سے زیادہ طول دینا نہیں چاہتے، مختصراً تحریر کرتے ہیں۔

شاہ ابوالمعالی صاحب داعیہ سلاطین کے سلسلہ سے تھا۔ جنت آشیانی ہمایوں بادشاہ کی ملازمت میں امارت کے مرتبہ پر فائز ہوا۔ وہ بہت پہلے سے کوئی نہ کوئی فتنہ برپا کرنے کی فکر میں لگا رہتا تھا۔ بیرم خاں اس کے کرتوت سے خوب آگاہ تھا۔ جب اُسے آمادۂ شورش پایا تو قید کر دیا۔ لیکن ابوالمعالی قید سے نکل کر فرار ہو گیا اور فتنے برپا کرتا رہا۔ پھر اپنے کرتوتوں سے نادم ہو کر حاضر ہو گیا اور کعبۃ اللہ جانے کی اجازت حاصل کر کے چلا گیا۔ وہاں سے ہندوستان لوٹ کر آیا تو بارگاہ شاہی کے بعض مقربوں خاص طور سے شرف الدین حسین کو واسطہ بنا کر دوبارہ امراء کے حلقہ میں شامل ہو گیا۔ مگر کچھ ہی دن بعد نئے ہنگامے اور جھگڑے کھڑے کر دیئے۔

## ابوالمعالی کابل میں

اکبر نے ابوالمعالی کی ان حرکتوں سے ہمیشہ چشم پوشی کی، مگر وہ ہر بار عذر و معذرت کر کے خدمت میں آجاتا اور پھر کچھ نہ کچھ شورش برپا کر دیتا۔ یہاں تک کہ اس نے دو تین نامی گرامی امیروں کو قتل کرا دیا اور پنجاب جا کر کچھ عرصہ تک وہاں غدر مچائے رکھا۔ جب بادشاہی فوج اس کی سرکوبی کے لئے وہاں پہنچی تو بھاگ کر کابل میں اکبر کے بھائی مرزا محمد حکیم کے ہاں چلا گیا۔ وہاں اس نے بڑے اخلاص اور محنت سے اپنے فرائض انجام دیئے اور ذاتی خوبیوں سے شاہزادہ مرزا محمد حکیم کو اپنا گرویدہ اور معتقد بنا لیا۔ مرزا اُس سے اتنا متاثر ہو گیا تھا کہ اس نے اکبر کے حکم اور مشورہ کے بغیر اپنی بہن کو اُس کے عقد میں دے دیا۔

ابوالمعالی نے کابل میں اثر و رسوخ پیدا کر لینے کے بعد سب سے پہلے اپنی ساس کی فکر کی، جو امور مملکت میں بہت زیادہ دخیل تھی اور بظاہر ابوالمعالی کے عزائم میں رکاوٹ بنی ہوئی تھی، اُس نے ایک سازش کر کے اس بچاری کو قتل کرا دیا اور کابل کے سارے نظم و نسق کو مرزا محمد حکیم کی نیابت میں اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور اب مرزا محمد حکیم کو بھی سامنے

سے نبھانے کی فکر کرنے لگا۔ ان واقعات کی جب مرزا سلیمان کو اطلاع ملی تو وہ بدخشاں سے کابل پہنچا اور ایک لڑائی کے بعد ابوالمعالی کو گرفتار کرکے قتل کرا دیا۔ اکبر نے اس خبر پر اللہ کا شکر کیا کہ ایک مصیبت سے نجات ملی، سچ ہے آدمی جو کرتا ہے وہی پاتا ہے۔

### اکبر پر قاتلانہ حملہ

مرزا شرف الدین حسین کا ایک غلام فولاد[1] نامی تھا۔ ایک مرتبہ اکبر کی سواری شکارگاہ سے واپس آرہی تھی کہ ہجوم میں چھپ کر فولاد نے بادشاہ پر تیر چھوڑا جو شانہ میں پوری حد تک پیوست ہوگیا۔ ابھی شانہ سے تیر نکالا بھی نہیں گیا تھا کہ تیرانداز گرفتار کرلیا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کو قتل کرنے سے پہلے تحقیق کرلینی چاہئے کہ اس نے کس کے اشارہ سے یہ حملہ کیا تھا۔ اکبر نے جواب دیا "اس صورت میں یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنی کسی دشمنی کی بنا پر ہمارے کسی خیرخواہ پر جھوٹا الزام لگادے اور ہم کو اس کی طرف سے خواہ مخواہ بدگمان کردے" پھر حکم دیا کہ "اس سے قبل کہ وہ کوئی بات زبان سے نکالے اس کی گردن ماردو"۔

مذکورہ واقعہ کے بعد جب شانہ کا زخم بھر گیا تو اکبر نے جنوبی ہند کا عزم کیا۔ شاہی لشکر برہان پور کی سرحد پر پہنچا تو میران مبارک شاہ نے اپنی لڑکی کو تحفے تحائف کے ساتھ نذر میں پیش کیا اور شاہانہ عنایات سے سرفراز کیا گیا۔ اکبر نے مالوہ کی حکومت پر قرا بہادر کو مقرر کرکے روانہ کردیا اور خود آگرہ واپس چلا گیا۔

### قلعہ اکبرآباد کی تعمیر

آگرہ کا قلعہ سکندر لودھی نے بنایا تھا اسی کے زمانہ سے آگرہ کی آبادی بڑھنے لگی اور وہ ملک کا پایہ تخت قرار پایا اور جب تک "قلعہ شاہجہاں آباد (دہلی) تیار نہیں ہوگیا۔ آگرہ ہی شاہان دہلی کا پایہ تخت رہا۔ آگرہ کا قلعہ پہلے پتھر اینٹ اور چونے سے بنایا گیا تھا۔ اکبر نے اپنے جلوس کے گیارھویں سال (۹۷۳ھ)[2] میں قلعہ کی سنگ سرخ سے تعمیر شروع کرائی۔ قلعہ کی مسجد سنگ مرمر سے بنائی گئی، دوسری اور بھی خوبصورت عمارتیں بنوائی گئیں۔ یہ ساری تعمیرات ۹۸۰ھ میں مکمل ہوئیں۔ اس یادگار قلعہ پر بیس لاکھ روپیہ کا خرچ آیا۔ قلعہ کا دور تین ہزار درعہ (گز) کا ہے۔ بلندی تیس درعہ اور حصار کی دیوار کا

---

[1] فرشتہ نے اس شخص کا نام "قتلق فولاد" لکھا ہے۔

[2] فرشتہ نے قلعہ آگرہ کی تعمیر کے آغاز کا (۹۶۳ھ) دیا ہے۔

عرض دس درعہ کا ہے۔ خندق کی چوڑائی تیس درعہ اور گہرائی بارہ درعہ سکندری کی ہے پہلے لوگوں میں ہمیشہ یہ مشہور رہا ہے کہ آگرہ کا نام اکبرآباد عرش آشیانی اکبر کے زمانہ ہی سے پڑ گیا تھا لیکن مرزا امینا نے اپنی تاریخ "شاہجہاں نامہ" میں لکھا ہے کہ شاہجہاں کے عہد تک "آگرہ" ہی زبان زد عام تھا۔ شاہجہاں (صاحب قران ثانی) نے اس کو "اکبرآباد" سے موسوم کیا۔

## اوزبکوں کی بغاوت

انہی دنوں عبداللہ خاں اوزبک نے مالوہ میں بغاوت کر دی۔ جب بادشاہی لشکر اس کے مقابلہ پر آیا تو وہ مالوہ کے شہر اور قصبوں کو لوٹ کر احمدآباد کی طرف فرار ہو گیا تھا اس لوٹ میں وہ لاکھوں کا مال تجارت جو وہاں موجود تھا اور تیار ہو رہا تھا اپنے ساتھ لے گیا۔

مالوہ کی اس بغاوت کا جب چرچا ہوا تو دوسرے شورش پسند بھی جو ایسے مواقع کے منتظر تھے پر پرزے نکالنے لگے۔ ان میں خان زماں اور بہادر خاں ممتاز تھے جن کا حسب و نسب ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ اگرچہ یہ دونوں بھائی ہر لحاظ سے بادشاہی امیروں کی وضع اختیار کر چکے تھے۔ مگر اکبر ازبکی امیروں سے بہت بدگمان ہو گیا تھا۔ اور ان کی طرف اس کی توجہ نہیں رہی تھی۔ علاوہ ازیں اس سے قبل خان زماں کا جو رویہ رہا تھا اس کی بھی بڑی شکایت تھی چنانچہ بارہا اکبر کی زبان سے یہ نکلا۔ "ان بھائیوں کو اس بات پر فخر ہے کہ وہ شیبانی خاں ازبک کی اولاد ہیں۔ اس شیبانی خاں نے فردوس مکانی (بابر) کو جس جس طرح تنگ کیا تھا اس کی سزا تو یہی ہے کہ ہم اپنی قلمرو سے اس قوم کو نکال دیں"۔

یہ اختلاف اتنا بڑھا کہ دونوں بھائیوں نے جو ملک شرقی کی مہم پر مامور تھے۔ بغاوت پر کمر باندھ لی۔ سکندر خاں، ابراہیم خاں ازبک اور چند دوسرے نمک حرام اوباش بھی اس بغاوت میں شریک ہو گئے۔ باغیوں نے تورانی اور افغانی تیس ہزار سواروں کی فوج منظم کر لی اور تمام بلاد شرقی میں ہنگامہ آرائی شروع کر دی۔ اکبر کو یہ اطلاعات مل رہی تھیں مگر چند موانع جن کا ذکر ہم طوالت کے خوف سے نہیں کریں گے۔ ایسے تھے کہ اس نے سنی ان سنی کر رکھی تھی۔ اس عرصہ میں وہ بعض دوسرے اسباب فساد کو دور کرنے میں مشغول رہا۔

## باغیوں پر فوج کشی

اکبر کو جیسے ہی دوسرے امور سے فرصت ملی اس نے کسی موقع کو ضائع کئے بغیر عنان توجہ ملک شرقی کی طرف پھیر دی، ارادہ تو

فوج کشی کا تھا مگر بہانہ شکار کا کیا۔ اس نے ہمراہ کوئی بہت بڑی فوج نہیں لی بس خاص خاص امیروں اور جاں نثاروں کی ایک جمعیت ساتھ تھی۔ شکار کھیلتے سیر تفریح کرتے صوبۂ بہار تک چلا گیا۔ چونکہ اکبر ان فتنہ پردازوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا تھا۔ اس لئے وہ اپنی اس مختصر سی جمعیت کے ساتھ جس کی تعداد قابل ذکر نہیں تھی۔ یلغار کرتے ہوئے پہنچا اور اچانک ان غافل باغیوں پر حملہ کر دیا۔ ان بدبختوں نے بھی مقابلہ پر صف آرائی کر لی۔ لیکن اکبر کی اقبال مندی اس کے ساتھ تھی۔ باغی کچھ ایسے مغلوب اور ہراس زدہ ہوئے کہ جلد ہی مصالحت اور صفائی کے لئے آمادہ ہو گئے اور (خان زماں نے) سفارش اور شفاعت کے لئے اپنی والدہ کو خدمت میں بھیج دیا۔ مصلحت وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اکبر نے اپنے خاندانی شعار کے مطابق ان کے قصوروں کو معاف کر دیا اور دونوں بھائیوں کو اس علاقہ کی جاگیروں سمیت خان زماں کی والدہ کے تفویض کر دیا اور یہ طے پایا کہ خان زماں کی والدہ شاہی رکاب میں رہے گی۔

**خان زماں کی شورش** اس قضیہ سے فارغ ہو کر اکبر نے مراجعت کی مگر ابھی وہ جون پور پہنچا تھا کہ دونوں بھائیوں کے دوبارہ باغی ہو جانے کی اطلاع ملی۔ اکبر نے ان کی والدہ کو گرفتار کر کے حاکم جون پور کے حوالہ کر دیا کہ اس کو قید میں رکھا جائے۔ اسی زمانہ میں کابل اور پنجاب کے علاقوں سے چند تشویش ناک خبریں پہنچی تھیں۔ اس لئے وہ جون پور میں زیادہ ٹھہر نہ سکا اور باغیوں کی سرکوبی کے معاملہ کو کسی اور وقت کے لئے ملتوی کر کے آگرہ واپس چلا گیا۔

اکبر کے پشت پھیرتے ہی خان زماں دُرانہ جون پور میں داخل ہو گیا اور وہاں کے حاکم سے جنگ کر کے اُسے شکست دی اور اپنی والدہ کو قید سے نکال کر اس کی جگہ حاکم کو قید کر لیا۔ اکبر کو جب ان جسارتوں کی خبر ملی تو اس نے دوبارہ جون پور کا قصد کیا۔ اسی زمانہ میں کابل میں فتنہ و فساد برپا ہو جانے کی اور زیادہ خبریں پہنچنے لگیں۔

**کابل کا فتنہ** کابل کے واقعات کا خلاصہ یہ ہے کہ جیسا کہ ہم بیان کرتے ہیں۔ مرزا سلیمان نے کابل پر حملہ کر کے ابوالمعالی کو قتل کر دیا تھا۔ اور کابل پر قبضہ کر کے وہاں اپنا سکہ اور خطبہ جاری کر دیا تھا۔ اور کابل کی حکومت مرزا سلطان کے سپرد کر دی تھی مرزا محمد حکیم ان کے مقابلہ سے جان بچا کر پہاڑی علاقہ میں چلا گیا کچھ عرصہ بعد اس نے وہاں

فوج اکٹھی کرلی اور کابل پر حملہ کرکے مرزا سلطان کو وہاں سے بھگا دیا۔ مرزا سلطان شکست کھا کر مرزا سلیمان کے پاس آگیا اس نے دوبارہ کابل پر فوج کشی کی تیاری کی اور جلد ہی کابل کا محاصرہ کرلیا۔ مرزا محمد حکیم نے قلعہ کو مستحکم کرکے مورچہ بندی کی اور بدخشاں کے مرزاؤں کے مقابلہ اور مدافعت میں مشغول ہو گیا۔

**مرزا محمد حکیم کی آمد**

جب اکبر کو وہاں سے یہ اطلاعات پہنچیں تو اس نے مرزا عبدالحکیم کے ماموں فریدوں خاں کابلی کو حاکم پنجاب کی فوج اور دوسرے امراء کی جمعیتوں کے ساتھ مرزا محمد حکیم کی مدد کے لئے متعین کرکے رخصت کیا۔ لیکن ابھی وہ پہنچا نہیں تھا کہ مرزا محمد حکیم نے مرزا سلیمان کے مقابلہ میں ہتھیار ڈال دیئے اور وہاں سے فرار ہو کر نیلاب پر آکر ٹھیر گیا۔ جب اس مقام پر فریدوں خاں کی مرزا سے ملاقات ہوئی تو اس نے مرزا کو الٹی پٹی پڑھائی کہ بادشاہ اس وقت جون پور کے باغیوں کے ساتھ الجھا ہوا ہے اور خان زمان کے مقابلہ میں بہار کی سرحدوں میں اپنی چھاؤنی لگائے ہوئے ہے۔ تم ملک کے وارث ہو اس سے بہتر موقع نہیں مل سکتا اگر ہم دونوں مل کر ہمت کریں تو بآسانی پنجاب پر قبضہ کرسکتے ہیں۔ ایک مرتبہ پنجاب ہاتھ آگیا تو سرہند تک ہمارا اقتدار قائم ہو جائیگا اس کے بعد دیکھیں گے اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہوتا ہے۔ اب رہا کابل تو وہ تمھارا موروثی ملک ہے پنجاب پر قبضہ کے بعد وہ کہاں جا سکتا ہے۔

**مرزا محمد حکیم کا حملہ**

مرزا محمد حکیم اس کے جھانسے میں آگیا اور لاہور کی طرف کوچ کر دیا۔ ان کے مقابلہ میں حاکم پنجاب نے ہتھیار نہیں ڈالے، بلکہ محصور ہو کر ان کی مدافعت کرنے لگا۔ فریدوں خاں کے اکثر ہمراہی اس کا ساتھ چھوڑ کر حاکم پنجاب کے پاس چلے گئے اور پنجاب میں ایک بہت بڑا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا۔

اکبر نے پنجاب کی شورش کو ختم کرنے کا ارادہ کرلیا۔ بیرم خاں کے بیٹے عبدالرحیم کو منعم خاں کا خطاب دے کر اور اس کے منصب اور عہدہ میں اضافہ کرکے تجربہ کار امیروں کے ساتھ آگرہ کے بندوبست اور انتظام پر مقرر کر دیا اور خان زماں کی مہم کو کسی اور وقت کے لئے ملتوی کرکے پنجاب کی طرف کوچ کر دیا۔

جیسے ہی اکبر یلغار کرتے ہوئے تیزی سے سرہند پہنچا۔ مرزا محمد حکیم خوف زدہ ہو کر بلا کسی مقابلہ کے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کابل کی طرف فرار ہو گیا۔ اتفاق کی بات کہ اس وقت کابل میں

بدخشاں کے مرزاؤں میں سے کوئی نہیں تھا ۔ فوج بھی اتنی نہیں تھی کہ اس کا مقابلہ کرتی یا محصور ہو کر مدافعت کر سکتی مرزا محمد حکیم کو اور کیا چاہیے تھا ۔ وہ بغیر کسی رکاوٹ کے کابل میں داخل ہو گیا اور اس طرح اپنے گم شدہ ملک پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔

## مرزاؤں کی بغاوت

مرزا محمد حکیم کی واپسی کے بعد اکبر نے پنجاب کا بندوبست ٹھیک ٹھاک کیا ، لوگوں کی تسلی تشفی کی ۔ پھر خان زماں کی تنبیہ کے لیے کوچ کر دیا۔ اسی دوران میں مالوہ میں شورش برپا ہونے کی خبر پہنچی ۔ مالوہ کے اس نئے ہنگامہ کا مختصراً حال یہاں لکھا جاتا ہے۔

خانزادہ تیموری کے بنی اعمام سے تعلق رکھنے والے چار بھائی محمد حسین مرزا ، مسعود مرزا ، محمد سلطان مرزا ، محمد زماں مرزا بھی ہندوستان میں آکر مقیم ہو گئے تھے ۔ ان میں سے محمد سلطان اور مرزا محمد زماں کی بغاوت کا ذکر فردوس مکانی (بابر) اور جنت آشیانی (ہمایوں) کے حالات میں آچکا ہے ۔ اس خاندان کے پچھلے قصور معاف کر دیے گئے تھے ۔ لیکن اس زمانہ میں جب ایک طرف جون پور میں بغاوت کھڑی ہو گئی اور دوسری طرف پنجاب کا قصہ پیش آیا تو خاندان کے دو افراد الغ بیگ مرزا اور شاہ مرزا کو ساتھ لے کر محمد سلطان مرزا اور مرزا محمد زماں نے دوبارہ بغاوت کر دی اور سارے مالوے میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی ۔ ان بھائیوں نے مالوہ پر قبضہ کر کے اسے آپس میں تقسیم کر لیا۔

## خان زماں کا انجام

اکبر کا ارادہ پنجاب میں ٹھیرنے کا تھا لیکن جون پور سے اور مالوہ سے ان پریشان کن خبروں کے پہنچنے پر اس نے پنجاب میں مزید قیام کا ارادہ ترک کر دیا اور سب سے پہلے خان زماں کے فتنہ کو ختم کرنے کی فکر کی اور اس سے پہلے کہ اس کو بادشاہی حملہ کی خبر پہنچتی اکبر اس کے سر پر جا پہنچا ۔ خان زماں کو چونکہ اپنے قصوروں کی معافی کی کوئی توقع نہیں رہی تھی ۔ اس لئے بجز اس کے کہ وہ مقابلہ کرتا ، کوئی اور راہ اس کے سامنے نہ تھی ، اس نے جان پر کھیل کر مقابلہ کیا اور واقعی جان پر کھیل گیا اس کا بھائی بہادر خاں زندہ گرفتار ہو گیا ۔ سچ ہے جو کنواں کھودتا ہے اوروں کے لئے آپ خود اس میں گرتا ہے ۔ اکبر کے حکم سے ان مقتول باغیوں کے سر مذکورہ مرزاؤں کے پاس ، جنھوں نے ابھی ابھی علم بغاوت بلند کیا تھا ، بھیج دیے گئے ۔ دونوں مقتول بھائیوں کے ہوا خواہوں اور ہمراہیوں کو قید کر لیا گیا تھا ۔ ان کو بادشاہ کے حکم سے ہاتھی کے پاؤں سے بندھوا کر گھمایا گیا تا کہ وہ اپنے

سرداروں سے جاکر مل جائیں ۔ اس فتح کی تاریخ کا مادہ ہے۔

"مبارک فتح اکبر"

## الغ بیگ کی وفات

ملک شرقی کے ان باغی بھائیوں کا صفایا کرنے کے بعد اکبر نے باغی مرزاؤں کی خبر لینے کے لئے کوچ کیا ۔ اسی موقع پر مرزا الغ بیگ جو بغاوت میں دوسرے مرزاؤں سے ایک قدم آگے تھا فوت ہوگیا۔ دوسرے مرزا شاہی لشکر کے نبرد آزماؤں کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکے اور احمد آباد گجرات اور خاندیس کی طرف نکل گئے ۔

## چتوڑ پر حملہ

سن بارہ جلوس میں اکبر نے چتوڑ کی فتح کا ارادہ کیا ۔جب شاہانہ سواری رانا کے تعلقہ کے قریب پہنچی تو رانا دولاکھ سواروں اور پیادوں کے ساتھ مقابلہ پر آیا مگر اس کثرت کے باوجود وہ دس بارہ ہزار چغتائی سواروں سے بری طرح شکست کھاکر بھاگا وہ ایسا سراسیمہ ہوا کہ اس نے اپنے بیٹوں کو قسم دلائی کہ تیموری خاندان کے مقابلہ میں ہرگز تلوار نہ اٹھائیں ۔رانا اپنے اہل وعیال کے ساتھ ایک دشوار گزار کوہستان میں جو اب اودے پور کے نام سے مشہور ہے اور رانا کی اولاد کا مسکن اور وطن بن گیا ہے چلا گیا۔

## چتوڑ پر قبضہ

رانا کے فرار کے بعد چتوڑ میں اس کے وزیر کا ایک بھائی جیپال[1] نامی اپنے ایک اور بھائی دیپال نامی کے ساتھ رہ گیا تھا ۔ رانا نے جاتے وقت آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ اسے قلعہ کی حفاظت پر مامور کر دیا تھا ۔قلعہ میں ضروریات کے ذخیرے سامان جنگ وغیرہ کافی مقدار میں موجود تھا ۔اکبری فوج نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا مورچے باندھے گئے دمدمے لگائے گئے اور دونوں طرف سے مقابلہ اور مقاتلہ شروع ہوگیا۔ محاصرہ آخر کار طویل ہوگیا ۔ بارہا محاصرین نے قلعہ پر بڑھ چڑھ کر حملے کئے ۔محصور راجپوتوں نے بھی کئی ایک شب خون مارے ۔ ان خون ریز جھڑپوں میں فریقین کے بہت سے آدمی مارے گئے ۔چنانچہ محاصرہ کے شروع سے قلعہ کے ایک برج اور دیوار کو سرنگ لگاکر اڑانے تک پندرہ نامی گرامی امیر ایک بڑی تعداد کے ساتھ شہید ہوگئے ۔آخر کار مشہور ایت ..

---

[1] فرشتہ نے اس کا نام جے مل لکھا ہے

کے مطابق جے پال بادشاہ کی بندوق کی گولی لگنے سے مارا گیا اس کے بعد اس کے بھائی دیپال نامی نے "جوہر" کی رسم ادا کی یعنی تمام مال و اسباب جلا کر عورتوں اور بچوں کو قتل کردیا۔ کہتے ہیں اس جوہر میں چار پانچ ہزار بلکہ اس سے زیادہ لوگ قتل ہوئے۔ جوہر کرنے کے بعد وہ تمام راجپوتوں کو لے کر قلعہ سے باہر نکل آیا اور بادشاہی فوج پر حملہ کردیا۔ اس وقت ایک سخت لڑائی ہوئی جس میں اس کے ہمراہی راجپوتوں کی ایک بڑی تعداد چغتائی دلاوروں کے ہاتھوں ماری گئی۔ کہتے ہیں اس دن مقتولین کی جو تعداد شمار کی گئی وہ ہندو مسلمان عورتوں اور مردوں کو ملا کر دس ہزار تک پہنچی تھی۔ اکبر نے چتوڑ کی حکومت پر آصف خاں کو مقرر کیا۔ اس فتح کے بعد سے آج تک یہ قلعہ مطلق ویران ہی رہا۔ چتوڑ کے راناؤں اور وہاں کے باشندوں نے ترک وطن کرکے اودے پور کے کوہستان کو اپنا وطن بنالیا اور وہیں رہ پڑے۔

## اودے پور کے حالات

راقم سطور (خافی خاں) ایک مرتبہ شاہزادۂ ایران خلیفہ سلطان کے ہمراہ رانا کے ملک میں بطور مہمان گیا تھا۔ رانا کی فرمائش پر وہاں چند مقامات کی سیر کرنے کا اتفاق ہوا۔ ہمارے استقبال کے لیے رانا کے معزز درباری آئے تھے تو وہ اپنے ساتھ رانا کے بھیجے ہوئے تحفے اور ہدیے بھی لائے تھے انھوں نے ہم کو سرحد تک پہنچانے کا اہتمام کیا تھا اس وقت میں نے ان سے حالات کی تحقیق کی تھی اور ان کے مذموم رسم و رواج اور طور طریق کا بھی اندازہ لگایا تھا۔

یہ علاقہ پیداوار کے لحاظ سے زرخیز ہے طول میں اسّی کوس سے زیادہ ہوگا اور عرض میں ستر بہتر کوس سے کم نہ ہوگا۔ یہاں کی جمع بندی جس میں راہداری اور مواصلات کے اور فوجداری کے بعض ذیلی محاصل شامل نہیں ہیں اور جو بجائے خود ایک بڑی رقم ہوتی ہے۔ نقد مال کی صورت میں ایک کروڑ روپیہ سے زائد ہوتی ہے۔ اس کے بڑے بڑے سردار جو سالانہ بیس بیس ہزار تیس تیس ہزار اور پچاس پچاس ہزار کی تحصیل پر مقرر ہیں، اسی تناسب سے بیس ہزار سے تیس ہزار تک تنخواہیں پاتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے ساتھ تین تین سو اور چار چار سو سوار متعین رہتے ہیں اور وہ انہی پرگنوں میں مقیم رہتے ہیں جہاں سے ان کو تنخواہیں ادا کی جاتی ہیں۔ صرف سال میں ایک بار یا دو بار دسہرہ کے یا شادی بیاہ کے موقع پر رانا کے سلام کے لئے حاضر ہوجاتے ہیں یا پھر کسی شاہزادہ یا نامی گرامی امیر کے استقبال

اور مشایعت کے لئے ان کی تعیناتی عمل میں آتی ہے۔

کہتے ہیں رانا خود کو نوشیرواں کی اولاد میں سے سمجھتا ہے۔ ان کے ہاں آتش پرستی بمرور ایام بت پرستی میں بدل گئی۔ لیکن اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، یہ بے اصل روایت ہے۔ بہر حال رانا سے بڑا کوئی زمیندار ہندوستان میں نہیں ہے۔ رانا کے موروثی ملازموں میں جو قدیم زمانہ سے اسی سرزمین کے متوطن ہیں۔ سید علی اور سید ولی نام کے بہت سے لوگ ہیں یہ خود کو کہتے تو سید ہیں لیکن حال یہ ہے کہ ارکان دین سے قطعاً واقف نہیں ہیں۔ اس بارہ میں پوچھا جائے تو صرف رانا کا یا رانا کی قوم کا نام لیتے ہیں اور بس۔

جس وقت وہاں کے رانا کا انتقال ہو جاتا ہے اور اس کا وارث اس کی جگہ گدی نشین ہوتا ہے تو پہاڑیوں کی ایک قوم جو سروپا برہنہ ہوتی ہے۔ پہاڑوں سے اتر کر آتی ہے اُن کا سردار اپنی انگلی کے سرے کو چاقو سے شگاف دے کر خون کے قطرہ کو نئے رانا کی پیشانی پر ٹیکہ کی طرح لگا دیتا ہے اس کے بعد ارکین حکومت مبارک باد دیتے ہیں۔ کہتے ہیں یہ پہاڑی ننگے صدیوں سے رانا کے خزانے کے محافظ ہیں اور کرسی بہ کرسی یہ حفاظت اس قوم میں جاری ہے۔ وہ اس خزانہ کو جنگل میں دفن رکھتے ہیں اُن کے سوا کسی کو اس مقام کا علم نہیں ہوتا۔ ہر سال ہر مہینہ اور ایک روایت کے مطابق ہر روز اس خزانہ میں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ اودے پور کے راناؤں کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ بادشاہوں کے عقد میں اپنی لڑکیاں نہیں دیتے۔

## قلعہ رنتھمبور کی فتح

اکبر نے قلعہ چتوڑ کی تسخیر کے بعد سن تیرہ جلوس میں قلعہ رنتھمبور کی تسخیر کا ارادہ کیا جو وہاں کے حاکم سورجن کے قبضہ میں تھا۔ جن دنوں میں رنتھمبور کا محاصرہ کئے ہوئے تھا، اطلاع ملی کہ باغی مرزاؤں نے پھر سر اٹھایا ہے اور احمد آباد سے نکل کر مالوہ میں داخل ہو گئے ہیں اور ہر طرف تاخت و تاراج کر رہے ہیں۔ اس اطلاع کے باوجود اکبر نے محاصرہ نہیں اٹھایا۔ آخر کار حاکم قلعہ راجہ سورجن خوف زدہ ہو کر بھاگ گیا۔

## اجمیر میں حاضری

رنتھمبور کی فتح کے بعد اکبر نے قلیچ خاں اندجانی اور غیاث الدین علی بخشی کو ایک آراستہ فوج دے کر باغی مرزاؤں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا اور خود اجمیر کی طرف کوچ کر دیا۔ بادشاہی فوج جب مالوہ پہنچی تو مرزاؤں نے بڑے ہاتھ پاؤں مارے مگر ان کی ایک پیش نہ گئی، آخر شکست کھا کر خاندیس کی طرف بھاگ گئے اکبر نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی زیارت کی، وہاں کے خادموں کو انعام و اکرام دیا اور

فاتحہ پڑھ کر آگرہ واپس آگیا۔

**سیکری میں آمد** اجمیر سے آگرہ واپس آتے ہوتے اکبر سیکری میں ٹھیر گیا۔ سیکری آگرہ سے سترہ اٹھارہ کوس پر ہے۔ یہاں حضرت شیخ محمد چشتیؒ بڑے سربرآوردہ بزرگ تھے۔ اکبر نے ان کی خدمت میں پہنچ کر بیٹا ہونے کی دعا کرائی اور منت مانی کہ اگر آرزو برآئی تو فرزند کا نام شیخ کے نام پر رکھوں گا۔ خدا کا کرنا جلد ہی اکبر کی ایک بیوی کو حمل ٹھیر گیا۔ برکت و عقیدت کی خاطر اکبر نے حاملہ بیوی کو شیخ کی مستورات کے ساتھ ہی ٹھیرا دیا۔

**سلیم کی پیدائش** شیخ سلیم چشتی کے گھرانے میں ۱۷ ربیع الاول ۹۷۷ھ کو جہانگیر تولد ہوا۔ بادشاہ کو اطلاع ملتے ہی وہ فوراً آگرہ سے سیکری آیا۔ شیخ سلیم کی خدمت میں پہنچا اور ان کے خادموں اور مستحق لوگوں کو مٹھی بھر بھر کر سونا تقسیم کیا اور لڑکے کا نام "سلطان سلیم" رکھا۔ لومولود کی تاریخ ولادت "درِ شہوار لجۂ اکبری" سے نکلتی ہے۔ لڑکے کی ولادت کے شکرانہ میں اکبر نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی زیارت کے لئے اجمیر کا پیدل سفر کیا جو ایک سو تیس کوس (مروجہ پیمانہ کے مطابق) کی مسافت پر تھا۔

سیکری کا قصبہ ہی وہ میدان جنگ تھا جہاں فردوس مکانی بابر بادشاہ نے راناسانگا کے مقابلہ پر فتح پائی تھی۔ اسی مناسبت سے اکبر نے اس کا نام فتح پور رکھا وہاں ایک شہر کی بنیاد رکھی اور عمدہ عمدہ عمارتیں بنوائیں۔

کالنجر کے قلعہ کو شیر شاہ نے فتح کیا تھا اس کے بعد یہ قلعہ دوبارہ کافروں کے قبضہ میں چلا گیا تھا۔ اکبر نے اس کو فتح کرنے کا ارادہ کر رکھا تھا اس وقت کالنجر پر راجہ رام چند خود مختار حاکم بنا ہوا تھا اسے بادشاہی حملہ کا ہر آن خطرہ رہتا تھا۔ شاہزادہ سلیم کی ولادت کے موقع پر اس نے قلعہ کی چابی تحفے اور نذرانے اور شاہزادہ کی ولادت پر مبارک باد بھیجی اور اطاعت کا اظہار کیا۔

**مراد کی ولادت** اسی زمانہ میں اکبر کے گھر ایک اور لڑکا تولد ہوا۔ اس کا نام سلطان محمد مراد رکھا گیا۔ اکبر دوبارہ اظہار عقیدت کے لئے اجمیر گیا۔ زیارت کی اور حاجت مندوں کو انعام اور بخشش سے نوازا اور حکم دیا کہ اس مزار کے اطراف گچ اور سنگ کا حصار تعمیر کرایا جائے۔ اس موقع پر بیکانیر کے حاکم راجہ کلیان مل اور مالدیو کے باپ راجہ

چندر سین نے خدمت شاہی میں حاضر ہو کر نذرانے اور تحایف پیش کئے۔ کلیان مل نے اپنی لڑکی کو بھی خدمت میں پیش کیا جو سراپردہ شاہی میں داخل کر لی گئی۔

## گجرات کی طوائف الملوکی

احمد آباد کے انتشار اور طوائف الملوکی کی برابر خبریں مل رہی تھیں اسی دوران میں سلطان مظفر گجراتی کے وزیر اعتماد خاں کا ایک خط بھی اس مضمون کا ملا۔ اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ "اس وقت ملک میں کوئی کرتا دھرتا نہیں رہا ہے۔ امیروں کے نفاق کی وجہ سے احمد آباد کی سلطنت ڈانواڈول ہو رہی ہے۔ دونوں باغی مرزاؤں نے بھی جو بادشاہی فوج سے بھاگ کر اس طرف آ گئے ہیں احمد آباد کے قریب بہروچ میں اپنا مستقر بنا لیا ہے اور فتنہ و بغاوت پھیلانے میں مشغول ہیں۔ اگر بادشاہ فوج کشی کریں تو ذرا سی توجہ اور کوشش پر یہ ملک امرائے شاہی کے قبضہ میں آ جائے گا۔

## پیر محمد خاں پر قاتلانہ حملہ

اس عریضہ کے پہنچنے پر اکبر نے پیر محمد خاں اتکہ کو ایک آراستہ فوج دے کر بطور ہراول روانہ کیا۔ وہ جب سروہی کے راجہ کی سرحدوں پر پہنچا تو راجا نے ایک دلیر اور چرب زبان راجپوت کو اپنا ایلچی بنا کر خان مذکور کی خدمت میں بھیجا۔ اس راجپوت نے پیغام دینے کے بہانے آگے بڑھ کر جمدھر (چھری) نیام سے نکال لیا اور اچانک اسے پیر محمد خاں کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ خان کے ہمراہیوں نے اسی وقت ہاتھوں ہاتھ اس کا کام تمام کر دیا۔ پیر محمد خاں کو بڑا کاری زخم آیا تھا مگر وہ جاں بر ہو گیا۔ وہ اس زخم کی وجہ سے جو کافی عرصہ بعد ٹھیک ہوا احمد آباد پر فوج کشی نہیں کر سکا بلکہ بادشاہ کی خدمت میں لوٹ آیا۔

## گجرات پر حملہ

پیر محمد خاں کی ناکام واپسی کے بعد اکبر نے خود گجرات پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا وہ اس مہم پر دو تین منزل ہی گیا ہو گا کہ بادشاہزادہ دانیال کی ولادت کی خوش خبری بطور نیک شگون پہنچی۔

۹۷۰ھ میں بادشاہی لشکر قصبۂ پٹن (احمد آباد) پہنچ گیا۔ اکبر نے وہاں کے حاکم کو در پردہ اپنے ساتھ ملا لیا اور ایک تیر چلائے بغیر پٹن گجراتیوں کے قبضے سے نکل گیا۔ وہاں سید احمد خاں کو جو سادات بارہہ میں سے تھا فوجدار مقرر کر کے بادشاہ نے احمد آباد کی طرف کوچ کر دیا۔

جب شاہی لشکر احمد آباد کے قریب پہنچا تو سلطان مظفر استقبال کے لئے خدمت میں حاضر ہو گیا۔ بادشاہ نے اس پر بڑی عنایات کیں اور مظفر خاں کا خطاب مرحمت فرمایا۔ اس کے بعد سلطان مظفر کے دوسرے بھائی بند بھی جو سلطان گجرات کے شاہزادے تھے قدم بوسی سے شرف اندوز ہوئے۔ اس طرح ایک قطرہ خون بہائے بغیر سارا ملک اس نصیبہ ور بادشاہ کے قبضہ میں آگیا۔

## اکبر کی بہادری اور فتح

احمد آباد کی فتح کے وقت باغی مرزاؤں نے بھروچ اور کنبھایت کو اپنا مرکز بنا رکھا تھا احمد آباد کی فتح کی خبر ان کو ملی تو وہ وہاں سے فرار ہونے کی تیاریاں کرنے لگے مگر اکبر نے ان کو مہلت نہیں دی اور حسب معمول یلغار کرتے ہوئے ان کے سر پر جا پہنچا۔ اس وقت مرزاؤں کے پاس ہزار پانچ سو سوار ہوں گے ادھر اکبر کے ساتھ بھی دو سو سے زیادہ سوار نہیں تھے۔ مرزاؤں نے مقابلہ پر کمر باندھ لی اور ایک تنگ مقام پر اکبر کا راستہ روک لیا۔ اس موقع پر ایک سخت خوں ریز لڑائی چھڑ گئی۔ یہ ایسا رو در رو دست بدست مقابلہ تھا کہ لوگ بھالے تلوار چھوڑ ایک دوسرے کے ساتھ گتھ گئے۔ قریب تھا کہ بادشاہی سواروں کو شکست ہو جائے۔ لیکن اکبر نے بذات خود ایسی شجاعت اور مردانگی دکھائی کہ لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا۔

اس لڑائی میں راجہ بھگوان داس اکبر کی پشت پر دشمنوں کا حملہ روک رہا تھا۔ فریق مخالف نے اسے گھیر کر اس کے راجپوت ساتھیوں کے ساتھ ہلاک کر دیا اس موقع پر بادشاہ نے خود اپنے ہاتھ سے دو جگر کش تیر چلائے آخر کار فتح و نصرت نے بادشاہی رکاب کو چوما اور غنیم نے بری طرح شکست کھائی۔ ابراہیم مرزا اور محمد حسین مرزا نے بھاگ کر بمشکل اپنی جان بچائی۔

بندرگاہ سورت کا قلعہ اس وقت مرزا کامران کی لڑکی گل رخ بیگم کے قبضہ میں تھا۔ جب اکبر نے سورت بندر کا رخ کیا تو گل رخ بیگم خوف زدہ ہو کر اپنے بیٹے کو ساتھ لے۔ بگلانہ کے راستہ دکن کی طرف بھاگ گئی اور قلعہ بادشاہ کے قبضہ میں آگیا اس فتح کی تاریخ "عجب قلعہ گرفت" سے نکلتی ہے۔

اکبر سورت میں مشغول تھا کہ موقع پا کر مفرور مرزاؤں نے پٹن کا محاصرہ کر لیا اور سید احمد خاں کو ہر طرف سے تنگ کر دیا۔ لیکن جیسے ہی بادشاہی سواری سے مراجعت کی باغی محاصرہ اٹھا کر بھاگے اور سیدھے دکن جا کر دم لیا۔

اکبر نے احمد آباد کی صوبہ داری پر خان اعظم کو دوسرے تجربہ کار حکام کے ساتھ مقرر کیا۔ اور ۱۸۱ھ میں وہاں سے آگرہ کو کوچ کیا اور ایک فوج بھکر کی تسخیر کے لئے روانہ کی۔

## مرزاؤں کا انجام

ابراہیم حسین[1] مرزا پنجاب کی طرف نکل گیا تھا اور وہاں اس نے حسب عادت فتنہ انگیزی شروع کر دی تھی لیکن جلد ہی وہ اپنی سزا پر پہنچ گیا اس طرف کے بلوچوں نے اسے گھیر کر قتل کر دیا اور اس کا سر دربار میں بھیج دیا گیا۔ انھیں دنوں مسعود مرزا بھی گرفتار ہو کر آیا۔ اسے گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔

## گجرات پر فوج کشی

اکبر فتح پور میں مقیم تھا کہ اطلاع ملی اختیار الملک گجراتی اور محمد حسین مرزا نے مل کر ایک بڑا لشکر فراہم کر لیا ہے اور اب وہ احمد آباد کا محاصرہ کئے ہوتے ہیں۔ اکبر نے فوراً چند ہزار منتخب سواروں کے ہراول کو رخصت کیا اور تمام سرداروں کو تاکیداً کہا "بس یہ سمجھو ہم تم سے پہلے وہاں پہنچ رہے ہیں تم بھی حتی المقدور جلد از جلد وہاں پہنچنے کی کوشش کرو۔"

## عاجلانہ یلغار

ہراول فوج کے کوچ کے چند دن بعد ہی اکبر فتح پور سے چار، پانچ سو سوار کی خاص جمعیت لے کر نکلا جس میں تمام جان نثار شہ سوار اور تجربہ کار بہادر شامل تھے۔ یہ سفر تیز رفتار اونٹنیوں پر ہوا۔ اکبر نے کچھ راستہ تو گھوڑے پر اور زیادہ تر مسافت بہلیوں اور اونٹ پر طے کی۔ پوری مسافت چالیس روز کی تھی جسے سلاطین عام طور سے تین چار ماہ سے کم میں طے نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن اکبر نے رات اور دن مسلسل سفر کر کے صرف نو دن میں یہ فاصلہ طے کیا اور اچانک احمد آباد آ پہنچا۔ راستہ میں جگہ جگہ ہراول فوج کے دستے ملتے جاتے تھے ان دستوں کے کمانڈر اور امیر اس قدر جلد بادشاہ کی سواری کے پہنچنے پر شرمندہ ہو جاتے تھے اور رکاب شاہی میں ہمراہ چل پڑتے تھے پھر بھی یہ سست قدم احمد آباد تک بادشاہ کی اس عاجلانہ یلغار کا ساتھ نہ دے سکے اور پیچھے رہ گئے۔ چنانچہ جس دن مخالف فوج سے مقابلہ ہوا تین ہزار سے زائد فوج بادشاہ کی رکاب میں نہیں تھی۔ سارا لشکر پیچھے رہ گیا تھا۔

انہی دو تین دنوں میں اختیار الملک کے جاسوس بادشاہ کو فتح پور میں چھوڑ آتے تھے،

---

[1] دو نسخوں میں ابراہیم بیگ مرزا لکھا ہوا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

وہ جب وہاں سے چلے تھے تو بادشاہ کی روانگی کا سان گمان بھی نہیں تھا انھوں نے یہی خبر آکر پہنچائی بھی تھی۔ جس دن بادشاہی جمعیت وہاں پہنچی ہے۔ مخالف فوج کا ایک سوار اپنے گھوڑے کو پانی پلانے کے لئے شہر کے دروازے کے قریب ندی کے کنارے آیا تھا۔ اتفاق سے احمد آباد میں محصور صوبہ دار خان اعظم کا ایک سوار بھی اپنے گھوڑے کو پانی پلانے دوسرے کنارے پہنچا۔ اسے دیکھ کر اختیار الملک کے سوار نے پوچھا ”آج یہ کون سا سردار فوج لے کر آیا ہے؟“ اس سوار نے جواب دیا ”جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی خود بدولت تشریف لائے ہیں“ پہلے سوار نے جو بعض مورخوں کی روایت کے مطابق خود محمد حسین مرزا تھا کہا ”کیوں ڈینگ مار رہا ہے اور جھوٹ بکتا ہے ہمارے مخبر تو بیس روز پہلے بادشاہ کو فتح پور میں چھوڑ کر آئے ہیں اس وقت تو کوچ کی کوئی خبر بھی نہیں تھی۔“ خان اعظم کے سوار نے کہا ”ٹھیک کہتے ہو ایسا ہی ہے مگر آج نو دن ہوئے کہ بادشاہ اپنی منتخب شتر سوار فوج کے ہمراہ فتح پور سے روانہ ہوئے تھے اور اونٹ پر یلغار کرتے ہوئے آج یہاں پہنچ گئے۔“

اکبر کی یہ یکہ تازی اس قدر دلیرانہ اور منفرد ہے کہ اس کی کوئی مثال کسی بادشاہ کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ دیکھئے ایک طرف خود بادشاہی لشکر میں ایک لاکھ سوار موجود ہیں چار پانچ ہزار ہاتھی بھی بندھے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف دشمن کے متعلق یہ اطلاعات ہیں کہ وہ بڑی بھاری فوج لے کر پڑا ہوا ہے۔ اس کے مقابلہ کے لئے کم از کم چالیس پچاس ہزار جنگجو سواروں کی ضرورت ہے مگر یہ اکبر کا ہی دل گردہ تھا کہ وہ معدودے چند سواروں کی جمعیت لے کر نکلتا تھا جو رات دن کی یلغار اور بے خوابی کی وجہ سے بالکل تھکے تھکائے اور خستہ ہوتے تھے کہ عام حالات میں اگر کسی پرگنہ کا فوجدار بھی حملہ کر دے تو اس کے مقابلہ میں اس طرح کی جمعیت کسی طرح ٹھہر نہ سکے اور دشمن پر دلیرانہ حملہ کرتا تھا۔ جس وقت کوئی بادشاہ کسی طرف کا عزم کرتا تھا تو دو تین مہینے تو تیاری میں لگ جاتے تھے پیش خانہ شاہی کی روانگی کی خبر شہر بہ شہر پہنچتی اور ملک میں بادشاہی سفر کی دھوم مچ جاتی تھی۔ اس کے مقابلہ میں اکبر کا یہ حال تھا کہ ابھی اس کے کوچ کی خبر نہیں پہنچتی تھی کہ وہ منزل پر دو تین سو سواروں کو لے کر نہایت تیز رفتاری کے ساتھ پہنچ جاتا تھا اور سب حیران رہ جاتے تھے۔ یہ تو تھا اکبر اور اس کے برعکس فرخ سیر بادشاہ کا یہ حال تھا کہ ستر اسی ہزار سوار رکاب میں تھے ایران توران کے سارے امیر اور بڑے بڑے نامور راجا دربار میں جمع تھے لیکن وہ برسوں منصوبے

بنانے اور تدبیریں کرنے کے باوجود اپنے معمولی ملازم کا سر نہ جھکا سکا آخر کار اسی کے دام میں گرفتار ہو کر رہا۔ اس کا ذکر انشاء اللہ ہم مفصل بیان کریں گے؛

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

## محمد حسین مرزا کی شکست

مختصر یہ کہ محمد حسین مرزا اور گجرات کے امیر اکبر کے اس طرح یلغار کر کے پہنچ جانے پر حیران رہ گئے۔ انھوں نے مشورہ کر کے لڑائی کا نقشہ یہ بنایا کہ اختیار الملک بلتمش کی فوج کے طریقہ پر پانچ ہزار سوار لے کر شہر کے دروازہ کے سامنے متعین رہے کہ اگر خان اعظم احمد آباد سے باہر آکر بادشاہ کی مدد کرنا چاہے تو اسے روک دے پھر جس محاذ پر بھی ضرورت محسوس ہو وہ پہنچ جائے۔ ادھر اکبر کے مقابلہ پر محمد حسین مرزا اپنے اور اختیار الملک کی فوج کے سترہ اٹھارہ ہزار سواروں دشمن پیدل تیر اندازوں اور برقندازوں کو لے کر جائے۔ اس نقشہ کے مطابق دونوں فوجیں اپنے اپنے محاذ پر بڑھیں۔ اختیار الملک نے قلعہ کی ناکہ بندی کی اور محمد حسین مرزا نے بادشاہی فوج کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ بس دیکھتے ہی دیکھتے ہنگامۂ کارزار گرم ہو گیا بڑی سخت لڑائی چھڑ گئی۔ جنگی نقارے اور بگل بجنے لگے۔ اکبری یکہ تازوں نے باوجود سفر کی تھکن اور اور ماندگی کے دشمن کی کثرت تعداد کی کوئی پروانہیں کی اور دلیرانہ غنیم پر ٹوٹ پڑے ؎

ہمہ جنگ را تنگ بستہ میاں
بگردن بر آوردہ گرز و سناں
بخوں آب دادہ ہمہ تیغ را
سناں بہ جگر دوختہ تیغ را

جب دشمن کا دباؤ بہت بڑھنے لگا اور چند بادشاہی امیروں نے جان نچھاور کر دی اور بہت سے آدمی زخمی ہو چلے اور بظاہر بادشاہی فوج کی شکست کے آثار پیدا ہو گئے تو اکبر اپنے خاص خاص جان نثاروں کے ساتھ شیرانہ اور دلیرانہ نکلا اور محمد حسین مرزا پر حملہ کر دیا۔ مرزا کی آنکھ جونہی اکبر کی بڑھتی ہوئی سواری پر پڑی وہ بڑی بدحواسی اور سراسیمگی کے ساتھ میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلا۔ اس کے پیچھے اس کی فوج بھی فرار ہو گئی۔ شاہی فوج کے بہادر ان کا تعاقب کرنے لگے۔

محمد حسین مرزا پوری گرم رفتاری کے ساتھ بھاگے جا رہا تھا کہ اچانک اس کے گھوڑے

نے ٹھوکر کھائی اور سوار کو گرا دیا۔ بادشاہی سواروں نے اسے گرفتار کر لیا اور اکبر کے حضور لا کھڑا کیا۔ محمد حسین مرزا کو جو لوگ لے کر آئے تھے اُن میں سے ہر ایک اپنے سبقت کرنے اور مرزا کو پکڑنے کا دعویٰ کرنے لگا اور جھگڑنے لگا۔ اس وقت بادشاہ نے مرزا سے پوچھا ٹھیک ٹھیک بتاؤ تم کو کس نے گرفتار کیا تھا" مرزا نے جواباً کہا " مجھے کسی شخص نے گرفتار نہیں کیا مجھے اگر کسی نے گرفتار کیا ہے تو وہ میر اکفرانِ نعمت اور بادشاہ کا اقبال تھا بس"۔

## اختیارالملک کی شکست

مرزا پر حملہ کر کے اسے بھگا دینے کے بعد اکبر تھک کر ایک درخت کے نیچے سوگیا تھا اس پر دس دن کے مسلسل سفر اور یلغار کی تھکن غالب تھی مگر حال یہ تھا کہ آنکھیں بند تھیں دل بیدار۔ اس وقت اختیارالملک کی فوج میں بادشاہی فوج کے شکست کھا جانے کی افواہ اڑگئی وہ ایسا بے اختیار ہوا کہ اپنا مورچہ چھوڑ کر بادشاہی فوج کو لوٹنے اور اپنے لشکر کی مدد کرنے کے خیال سے آگے بڑھ آیا۔ اس وقت اکبر کی ساری فوج مرزا کے پیچھے جا چکی تھی اور اکبر درخت کے نیچے سو رہا تھا صرف دو تین سو سوار حفاظت کے لئے ساتھ تھے۔ جیسے ہی اختیارالملک کے حملے کی خبر ملی اکبر اٹھ کھڑا ہوا نقارچیوں کو فتح کے شادیانے بجانے کا حکم دیا اور مقابلہ پر آ گیا۔ دوسری طرف سے خان اعظم راستہ کھلا ہوا پاکر قلعہ سے باہر نکل آیا اور اپنی فوج کے ساتھ اختیارالملک کے عقب میں بڑھنے لگا۔ اختیارالملک سے بھی ایک سخت لڑائی ہوئی اس میں راجا جے سنگھ جو بادشاہ کی مدد کے لئے آگیا تھا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مارا گیا۔ اختیارالملک بھی اس لڑائی میں کھیت رہا۔ گجراتیوں کی اور مرزا کی ساری فوج اور رسد بادشاہی سواروں اور لوٹ مار کرنے والوں کے ہاتھ تباہ و تاراج ہوگئی۔ خان اعظم نے خدمت شاہی میں پہنچ کر فتح کی مبارک باد دی دوسرے امرا بھی تسلیمات بجالاتے اور نذر نذرانے گزراننے لگے۔ اکبر مرزا کو قتل کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن راجا رام سنگھ اس کو زندہ چھوڑنے پر راضی نہ ہوا اور اس کو قتل کر دیا۔ اکبر نے خانِ اعظم کو بدستور احمد آباد پر متعین کر دیا اور آگرہ کو لوٹ آیا۔

چند دن آرام کرنے کے بعد اکبر نے ملک شرقی کی طرف کوچ کیا۔ حاجی پور پٹنہ میں بڑی بہادری کے ساتھ فوج کشی کی اور بہت سے سوری، لودھی اور نیازی پٹھانوں کو تہ تیغ کر دیا۔ اس حملہ کی تفصیل اکبر نامہ اور تاریخ فرشتہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

بہرحال ۹۸۶ھ تک جتنے مغلیان حکومت تھے سب کا پوری طرح قلع قمع ہو گیا تھا۔ سرکش اور متمرد مطیع و فرماں دار بن گئے تھے۔ ملک شرقی کے بیشتر علاقے بادشاہی حاکموں کے قبضہ میں آگئے تھے۔ ان علاقوں میں اکبر نے خطبہ و سکہ جاری کرنے کے بعد بنگال کی حکومت پر خان جہاں کو مقرر کیا اور پھر فتح پور لوٹ آیا۔

اسی زمانہ میں برہان پور کے والی نے مظفر مرزا اور اس کی والدہ گلرخ بیگم کو گرفتار کرکے ایک ایلچی کے ہمراہ حضور میں بھجوا دیا۔ تحائف اور ہدایا بھی ارسال کئے۔ بادشاہ نے ازراہ فضل مظفر مرزا پر بڑی عنایات کیں اور اپنی لڑکی شاہزادی خانم سے اس کا عقد کر دیا۔

**خوفناک آتش زدگی**

اسی سال فتح پور کے فراش خانہ میں غیب سے بڑی زبردست آگ لگ گئی۔ شعلے اس قدر بلند تھے کہ ملازموں اور سقوں نے آگ بجھانے کی بڑی کوشش کی، کچھ فائدہ نہیں ہوا اور یہ عمارت دو تین دن تک برابر جلتی رہی، کئی لاکھ روپیہ کا مال و اسباب جل کر راکھ ہو گیا۔ بادشاہ نے مال کو جان کا صدقہ جان کر اللہ کا شکر ادا کیا۔

**خان جہاں کا انتقال**

۹۸۸ھ میں خان جہاں کی وفات کی خبر پہنچی۔ اس کے بعد برابر یہ اطلاعات آنے لگیں کہ خان جہاں کے بعد اس نو مفتوحہ ملک میں بڑا انتشار اور فساد برپا ہو گیا ہے اور بنگال ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ بادشاہ نے بنگالہ کے فساد کو رفع دفع کرنے کے لئے ملک شرقی کا ارادہ کیا ہی تھا کہ قلعہ بھکر کی فتح کی خوش خبری پہنچی۔ اس خبر کو نیک شگون جان کر سفر کی تیاری کا حکم دے دیا۔

**مرزا حکیم کا دوسرا حملہ**

اسی زمانہ میں شمالی علاقوں کے خبر نویسوں نے بڑی تشویش ناک خبریں دربار میں پہنچائیں ان کی تصدیق کابل سے آنے والی تحریر سے بھی ہو گئی کہ مرزا محمد حکیم کو جب اطلاع ملی کہ بادشاہ بنگالہ اور ولایت شرقی کی مہم پر تشریف لے گئے ہیں تو وہ بعض مہم پسند سرداروں کے بہکانے سے ایک بڑا لشکر تیار کرکے پنجاب میں داخل ہو گیا اور لاہور کی تسخیر کا عزم کر لیا۔ وہ جب پنجاب میں آیا تو وہاں کے بہت سے شر پسند زمیندار اور فتنہ پرداز لوگ اس کے ساتھ ہو گئے اور ان سب نے مل کر لاہور کے اطراف بڑا خلل پیدا کر دیا۔

ان اطلاعات پر اکبر نے پنجاب کا رخ کیا مگر جوں ہی مرزا محمد حکیم کو معلوم ہوا کہ بادشاہی

"پیش خانہ" پانی پت کے میدان میں پہنچ چکا ہے تو وہ سراسیمہ ہو کر بدستور سابق کابل بھاگ گیا۔ اکبر کی سواری سرہند پہنچی تو حاکم سرہند شاہ منصور کو گرفتار کر کے دار پر چڑھا دینے کا حکم صادر ہوا کیونکہ وہ بھی مرزا محمد حکیم کو بلانے والوں میں شامل تھا۔ مرزا کے تعاقب پر شاہزادہ محمد مرزا کو بطور ہراول روانہ کیا اور کابل کی طرف کوچ کر دیا۔

**کابل کی فتح**

جب مراد کابل کے قریب پہنچا تو فریدوں خاں نے اچانک اس کی فوج پر حملہ کر کے بڑی افراتفری پیدا کر دی۔ شاہزادہ کی فوج اس حملہ سے بالکل غافل تھی اس نے کافی مال ومتاع اور اسباب غارت ہو گیا۔ اسی معرکہ آرائی کے دوران شاہزادہ مراد نے پیش قدمی کر کے محمد حکیم کو جا لیا اور وہاں بڑی سخت لڑائی چھڑ گئی، جس میں طرفین سے بکثرت لوگ قتل ہوئے اور زخمی ہوئے آخرکار شاہزادہ کو فتح ہوئی اور مرزا فرار ہو کر کابل کے کوہستان میں چلا گیا۔

فتح کابل کی خوش خبری ملنے کے بعد اکبر کی سواری فاتحانہ شان سے شہر میں داخل ہوئی اور بادشاہ نے شہر کے اکابرین کے ساتھ بڑی عنایات کیں اور ان کو اعزاز واکرام سے نوازا۔ ان ہی دنوں مرزا محمد حکیم نے خدمت شاہی میں ایک عریضہ بھیجا جس میں قصوروں کا اعتراف کر کے معافی طلب کی گئی تھی ؎

سہو وخطائی بندۂ گردش نیست اعتبار

معنی لطف ورحمت پروردگار چیست

یہ عریضہ بادشاہ نے قبول کر لیا اور اس پر ترس کھا کر شاہانہ عنایات سے نوازا اور ہند سندھ کی طرف واپسی کے لئے کوچ کر دیا۔

**قلعہ اٹک کی تعمیر**

کابل سے واپس ہوتے وقت جب دریائے نیلاب پر لشکر پہنچا تو اکبر نے وہاں ایک قلعہ کی بنیاد رکھی اور اس کا نام "اٹک" رکھا۔ یہ قلعہ ۹۹۱ھ میں بن کر تیار ہوا تھا اس وقت بادشاہ کا قیام لاہور میں تھا وہیں سے بادشاہ نے اٹک کا قلعہ دار راجہ بھگوان داس کو بنا کر بھیجا تھا اور فتح پور واپس آگئے تھے۔

**شہباز خاں کا تقرر**

فتح پور پہنچنے کے بعد ہی اکبر بیمار ہو گیا اور لوگ طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرنے لگے ان افواہوں کے سدباب کے لئے باوجود نقاہت وکمزوری کے اکبر برابر دربار منعقد کرتا رہا۔ بدقماشی عایضہ کے سبب چونکہ خود بنگالہ کی مہم پر جا نہیں

سکتا تھا اور جو لوگ دربار میں تھے ان میں سے کسی پر بھی نظر انتخاب نہیں پڑ رہی تھی۔ اس لئے شہباز خاں کنبو کو جو قید میں تھا رہائی دی اور اُس کے ذاتی اوصاف اور جوہر شجاعت کے پیش نظر سلطانی عنایات سے نوازا اور بلاد شرقی کے فتنہ وفساد کو ختم کرنے کے لئے اسے مامور کر کے بنگالہ کی طرف رخصت کر دیا۔

## ظفر خاں کی شورش

احمد آباد جس سال فتح ہوا تھا اس کے اوائل میں ہی ظفر خاں گجراتی شاہی ملازمت میں حاضر ہو گیا تھا۔ بادشاہ نے اسے عمدہ منصب اور جاگیر بھی عطا کر دی تھی۔ لیکن بعد میں پھر وہ فتنہ پردازوں کے بھانسے میں آگیا اور احمد آباد جا کر دوبارہ بغاوت کا اعلان کر دیا۔ اس کی فتنہ پردازیوں سے گجرات کا سارا نظم ونسق خراب ہو گیا اور رعایا سخت پریشان ہو گئی۔ جو حکام معزول کر دیئے گئے تھے اور وہاں جو بدل حاکم متعین تھے ان سب کی پشت پناہی اور مدد کی وجہ سے ظفر خاں کی شورش صوبہ احمد آباد میں کافی عرصہ تک برپا رہی۔

اکبر نے ظفر خاں کی سرکوبی کے لئے بیرم خاں کے لڑکے مرزا عبدالرحیم کو جو مرزا خاں کے خطاب سے مشہور تھا، مقرر کیا۔ ۹۹۲ھ میں مرزا خاں نے گجراتیوں سے اور ظفر خاں سے بڑی سخت لڑائیاں لڑیں، جن میں طرفین کے بڑے بڑے سردار اور ہزاروں سوار کام آ گئے۔ آخر بڑی جدوجہد اور تگ ودو کے بعد مرزا خاں نے غنیم کو شکست دے کر بھگا دیا۔ ظفر خاں بھاگ کر جونا گڑھ کے حاکم کے پاس چلا گیا اور دوبارہ فوج جمع کر کے مقابلہ پر آنے کی تیاریاں کرنے لگا اور اس ضلع میں ایک نیا ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ مرزا خاں نے جونا گڑھ کی طرف ایک فوج روانہ کی اور ظفر خاں کو وہاں سے خارج کر دیا۔

## ظفر خاں اور مرزا خاں کے معرکے

جونا گڑھ سے نکل کر ظفر خاں بھروچ کی طرف چلا گیا۔ وہاں اُس نے ایک بڑی فوج اکٹھا کر لی اور بڑودہ بھروچ کے حاکم قطب الدین خاں جاگیردار پر حملہ کر کے اسے شکست دی اور قتل کر دیا۔ دونوں محالات (بڑودہ، بھروچ) کا خزانہ ضبط کر لیا اور قطب الدین خاں کی فوج کو لوٹ کر کافی مال غنیمت حاصل کر لیا۔ اس کے علاوہ وہاں کے تاجروں اور صرافوں سے زبردستی نقد اور جنس بطور قرض لے کر تیس ہزار سواروں کا ایک بڑا لشکر تیار کیا اور مرزا خاں سے مقابلہ کرنے احمد آباد کی طرف فوج کشی کر دی

ظفر خاں سے مقابلہ کے لئے مرزا خاں نے احمد آباد سے دس کوس کے فاصلہ پر اپنے مورچے لگا لئے اور ایک سخت مقابلہ کے بعد اُس کو شکست دے دی اس لڑائی میں طرفین کے تین ہزار آدمی مارے گئے تھے اور زخمی ہوئے تھے۔ ظفر خاں شکست کھا کر دوبارہ جام کی پناہ میں چلا گیا۔ مرزا خاں نے بڑودہ اور بھروچ کی طرف پیش قدمی کی اور ظفر خاں کے آدمیوں کو وہاں سے نکال کر بادشاہی ملازموں کو مقرر کر دیا اور احمد آباد لوٹ آیا۔

اس کے بعد بھی ظفر خاں اور مرزا خاں کے درمیان تین چار مرتبہ مقابلہ ہوا مگر ہر بار مرزا خاں کو فتح ہوئی اور ظفر خاں بے سہارا ہو کر آوارہ گردی کرتا رہا۔ مرزا خاں ان فتوحات کے بعد دربار میں پہنچا تو شاہانہ عنایات سے نوازا گیا۔ اکبر نے اسے خان خاناں کا خطاب دے کر دوبارہ ظفر خاں کی سرکوبی کے لئے مامور کر دیا۔

## دکن پر ناکام حملہ

سنہ ۹۹۳ھ میں دکن کے ممتاز امیر برہان الملک اور شاہ فتح اللہ شیرازی دربار میں حاضر ہوئے۔ ان کو شاہی خدمات پر مامور کر دیا گیا۔ ان امیروں نے دکن پر حملہ کا مشورہ دیا تو اکبر نے شاہ فتح اللہ کو عضد الدولہ کا خطاب دے کر اس مہم پر مقرر کر دیا کہ وہ پہلے احمد آباد خان اعظم کے پاس جائے پھر دونوں مل کر برہان پور اور برار پر فوج کشی کریں۔ برہان الملک کو بھی اکبر نے عمدہ منصب دیا ہاتھی اور جواہرات عطا کئے اور ان دونوں کا رفیق بنا کر روانہ کیا۔

یہ دونوں امیر احمد آباد پہنچے تو خان اعظم نے دکن پر فوج کشی کی تیاریاں کیں اور یہ طے کیا کہ پہلے برار پر حملہ کیا جائے۔ برار ان دنوں نظام الملک کے زیر اقتدار تھا۔ یہ لوگ اس صوبہ (برار) کے حاکم نشین شہر ایرچ پور پہنچ گئے اور اس پر قبضہ کر لیا ابھی ان امیروں کو پہنچے کچھ زیادہ دن نہیں ہوئے تھے اور اس علاقہ کا ٹھیک سے بندوبست بھی کرنے نہ پائے تھے کہ نظام الملک کی فوج راجی خاں کی سرداری میں پہنچ گئی۔ برار اور برہان پور کے تمام امیر بھی دو سمتوں سے اپنی ٹڈی دل فوجوں کو لے کر جمع ہو گئے۔ خان اعظم ان کے مقابلہ میں ٹھیر نہ سکا اور یہ بہانہ کر کے کہ احمد آباد میں فساد برپا ہو گیا ہے سلطان پور نندبار کے راستے سے اپنے تعلقہ پر چلا گیا۔

## مرزا شاہ رخ کی آمد

سنہ ۹۹۴ھ میں اکبر کا چچا زاد بھائی مرزا شاہ رخ جو مرزا سلیمان کا پوتا تھا ازبکوں سے شکست کھا کر ہندوستان آگیا۔ مرزا

شاہ رخ بدخشاں پر حکمران تھا عبداللہ خاں ازبک نے اسے شکست دے کر بھگا دیا اور بدخشاں پر قبضہ کر لیا۔ جب مرزا اکبر کی خدمت میں پہنچا تو اکبر نے گرم جوشی سے استقبال کیا اور اسے زمرۂ امرا میں شامل کر لیا۔

### سلیم کی شادی

اس سال (۹۹۳ھ)[1] میں جشن نوروز منعقد ہوا اس جشن کی خوشیاں شاہزادہ محمد سلیم کی شادی کی وجہ سے اور بھی بڑھ گئیں جو راجہ بھگوان داس کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ لیکن ایک افسوس ناک خبر کابل سے آئی کہ مرزا محمد حکیم کا انتقال ہو گیا۔ اس اطلاع پر اکبر نے راجہ بھگوان داس کے بیٹے کنور مان سنگھ کو کابل کی حکومت پر مامور کر کے روانہ کیا۔

عہد اکبری میں تقریبًا سارا ہندوستان زیرنگیں تھا، چنانچہ دکن کے بعض شہر احمد آباد اور مالوے کے صوبے، بھکر اور کشمیر ولایت شرقی کے بیشتر قلعے بڑے بڑے زمینداروں کے تعلقے مغل سلطنت کا جز بن چکے تھے۔ اس دور کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ہندوستان کے بڑے بڑے نامور راجہ بالکل مطیع و فرماں بردار بن گئے یہ کچھ کم حیرت کی بات نہیں تھی کہ باوجود اس قومی تعصب کے جو ہر قوم کو اپنی مخالف قوم کے ساتھ ہوتا ہے ان راجاؤں نے اپنی لڑکیوں کو مسلمان کر کے اس خاندان عالیہ کی کنیزوں میں داخل کرا دیا اور اس رشتہ پر ان کو ہمیشہ فخر و ناز رہا اور وہ بڑی بڑی خدمات پر فائز کئے گئے۔ پھر اس دور میں ایران و توران اور روم کے صاحب کمال ہنرمند اس خاندان کے جاں نثاروں میں آ کر شامل ہوتے رہے۔ اور اکبر نے ہندوستان کے قدیم طور طریق کو بدل کر ایک نئی تبدیلی پیدا کر دی۔

### پنجاب کی طرف کوچ

دکن کی مذکورہ بالا مہم کے ناکام ہو جانے کے بعد اکبر کا ارادہ تھا کہ وہ خود دکن پر فوج کشی کے لئے جنوب کی طرف جائے لیکن اسی زمانہ میں روشنائی قبیلہ کے پٹھانوں کی شورش کی خبر پہنچی کہ وہ پشاور کے کوہستان کے قریب بادشاہی حکام کے خلاف شرانگیزی کر رہے ہیں اور راستوں کو لوٹتے پھر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ کشمیر میں بغاوت کی اطلاع بھی ملی جس کا مفصل ذکر ہم کشمیر کے صوبہ اور وہاں کے سلاطین کے تذکرہ میں کر چکے ہیں۔ ایک اور خبر آئی کہ توران کے حکام کابل کو فتح

---

[1] جادو ناتھ نے اس جشن کا سال ۹۹۱ھ لکھا ہے

کرنے کے لئے لشکر جمع کر رہے ہیں۔

جب مذکورہ بالا خبریں متواتر پہنچیں تو اکبر پنجاب پہنچا اور مرزا شاہ رخ کو دوسرے امراء کے ساتھ کشمیر کی فتح کے لئے روانہ کیا۔ کیونکہ کشمیر ہی اس اطراف کی تمام شورشوں اور بغاوتوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ پٹھانوں کی سرکوبی پر اپنے مقرب خاص شیخ فیضی کو مامور کیا۔

**کشمیر پر حملہ** مرزا شاہ رخ نے کشمیر پہنچنے کے بعد کشمیریوں کا محاصرہ کرلیا مگر لڑائی کا فیصلہ جلد نہ ہوسکا۔ محاصرہ اور محاربہ میں کافی طویل عرصہ لگ گیا۔ یہاں تک کہ موسم سرما آپہنچا اور برف باری شروع ہوگئی۔ ہندوستان کا لشکر برف اور سخت سردیوں کا عادی نہیں تھا۔ بیشتر لوگ شدت سرا سے مرگئے۔ مرزا شاہ رُخ نے یہی مصلحت سمجھی کہ کشمیریوں سے صلح کرلی جائے۔ چنانچہ بغیر حکم شاہی حاصل کئے اس نے اس شرط پر صلح کرلی کہ دارالضرب کا محصول اور زعفران جو اس سرزمین کی عمدہ پیداوار ہے بحق سرکار ضبط رہے گا اور لشکر محاصرہ اٹھالے گا۔

جب یہ بات حضور میں پہنچی تو بادشاہ کو پسند نہ آئی اور مرزا شاہ رُخ تنقید و اعتراض کا ہدف بھی بن گیا۔ اسی زمانہ میں مرزا شاہ رُخ کا دادا مرزا سلیمان بھی خدمت میں پہنچا اور مصاحبوں مقربوں میں شامل کرلیا گیا۔ اس نے اپنے پوتے مرزا شاہ رخ کی شفاعت و سفارش کرکے اس کی کوتاہیوں کو معاف کرادیا۔

راجہ بیربل[۱] اکبر کا مصاحب خاص تھا کہتے ہیں تلوار اور قلم دونوں کا دھنی تھا۔ فہم و فراست دانائی، حاضر جوابی اور بذلہ گوئی میں تو وہ اپنے زمانہ کا ایک آدمی تھا۔ اس کی عمر زندگی کے بلند و پست تجربوں سے گذر چکی تھی۔ لیکن سنہ ۱۰۰۱ھ میں جب کہ جلوس کا اکتیسواں سال[۲] تھا وہ ایک حادثہ کا شکار ہوگیا۔ جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

**روشنائی قبیلہ پر فوج کشی** روشنائی قبیلہ کے سرکش پٹھانوں کی سرکوبی کے لئے اکبر نے زین خاں اور شیخ فیضی کو مقرر کیا تھا، ان دونوں نے بڑی جدوجہد کی، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا کیونکہ پہاڑی دروں میں پٹھانوں کی ایک کثیر تعداد چھپی رہتی تھی اور ان کو وہاں سے نکالنا مشکل ہوگیا تھا۔ اکبر نے کنور مان سنگھ کو ایک تازہ دم

---

[۱] لباب کے نسخوں میں بیربل اور بیر بر دونوں لکھا ہے۔ فرشتہ اور اکبرنامہ میں بیربل ہے۔ بدایونی کی منتخب التواریخ اور آئین اکبری کے بعض نسخوں میں بیر بر درج ہے۔

[۲] بدایونی اور فرشتہ نے بیربل کے قتل کی تاریخ ۱۰ صفر سنہ ۹۹۴ھ لکھی ہے جو صحیح ہے۔

فوج دے کر پٹھانوں کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ لیکن اس کا بھی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا پٹھانوں کی شورش بڑھتی ہی چلی گئی۔ اس کے بعد راجہ بیربل کی سرکردگی میں ایک اور فوج بھیجی گئی۔ اس فوج میں بیربل کے ساتھ سعید خاں گکھر اور فتح اللہ بھی تھا۔ فتح اللہ بھی اس زمانہ کا دانشور شخص سمجھا جاتا تھا۔ اس کا خطاب حکیم ابوالفتح تھا چند اور تجربہ کار امیر بھی متعین ہوئے یہ فوج دس ہزار جنگ آزما تجربہ کار سواروں اور پیادوں پر مشتمل تھی اور زین خاں اور شیخ فیضی کی مدد کے لئے بھیجی گئی تھی۔

**بیربل کا تقرر**

بیربل ہندی میں بڑے اچھے شعر کہتا تھا لطیفہ گوئی میں بھی منفرد تھا۔ امور مملکت میں بھی بادشاہ کو مفید مشورے دیتے رہتا تھا ان خوبیوں کی وجہ سے وہ اکبر کے دل پر چڑھا ہوا تھا۔ سرکار دربار میں اس کا بڑا اعزاز و اکرام تھا۔ اکبر اس کی جدائی پر بہت کم راضی ہوتا تھا اور وہ بھی ہمیشہ بادشاہ کی رکاب میں حاضر رہتا تھا۔ لیکن مقدر کا لکھا مٹتا نہیں نہ معلوم کیوں اکبر کو خیال ہوگیا تھا کہ یہ مہم بیربل کے گئے بغیر سر نہیں ہوگی اسی لئے اسے اس فوج پر کمان دار مقرر کرکے رخصت کیا۔ رخصت کرتے وقت بادشاہ نے از رو لطف اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر تاکید کی کہ پٹھانوں کی سرکوبی کے بعد جلد لوٹ آؤ۔

**بیربل کی حماقت**

بیربل جب محاذ پر پہنچا تو پہلے پہل اس نے بڑی جدوجہد کی اور چند ایک کارنامے کر دکھائے اور مفسد پٹھانوں کی ایک بڑی جماعت کو قتل اور قید کرلیا اور ان کے دشوار گذار ٹھکانوں کو تباہ کردیا۔ لیکن آدمی خود رائے تھا غرور کے سبب سارے معاملات میں اپنی ہی سمجھ اور رائے پر بھروسہ کرلیتا تھا اسی لئے بادشاہی فوج کو اس کی سرکردگی میں ایسے حادثہ سے دوچار ہونا پڑا کہ ایسا حادثہ پورے عہد اکبری میں رونما نہیں ہوا تھا۔ یعنی کسی جنگ میں ایسا نہیں ہوا تھا کہ چالیس پچاس ہزار کی سوار اور پیادہ فوج میں سے ایک آدمی بھی زندہ بچ کر لوٹ نہ سکا۔

جب کہ فوج کشی پوری سرگرمی کے ساتھ جاری تھی کوتل کوہ کے دامن میں جس کے قریب ہی ناہموار پٹھانوں سے بھرا ہوا ایک دشوار درہ موجود تھا۔ جاسوسوں نے بیربل کو آکر خبر دی کہ پٹھان اپنے دستوں کو اکٹھا کر رہے ہیں اور ان کا ارادہ رات میں بادشاہی فوج پر شب خون مارنے کا ہے۔ بیربل کو یہ خبر ملی تو اس نے اپنے ہمراہیوں کو بلا کر مشورہ نہیں کیا اور یہ سوچ کر کہ یہ تین چار کوس کا تو درہ ہے۔ ایک کوچ میں طے ہوجائے گا یہ فیصلہ کرلیا کہ اسی

مقام سے جہاں شب خون ہونے کا اندیشہ تھا اٹھ جائے اور اس درہ سے دوسری طرف نکل جائے۔ چنانچہ شام کو اپنے پورے لشکر اور باربرداری دستوں کو لے کر کوچ کر دیا۔ پٹھانوں کا ایک تیز قدم جاسوس بھی لشکر میں شامل تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر بڑی ہوشیاری سے پٹھان سرداروں کو اس کوچ کی اطلاع کر دی۔

## بیربل کا عبرت ناک انجام

درہ میں بیربل اپنی فوج کو لے کر داخل ہوا تو بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑا ایک تو رات تاریک تھی۔ دوسرے ناہموار سنگلاخ کے سبب فوج کی مقررہ ترتیب بگڑ گئی۔ باپ بیٹا نوکر اور آقا سپاہی اور سردار ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ نظم اور قاعدہ کے بجائے ایک انتشار سا پیدا ہو گیا۔ عین اس عالم میں پٹھانوں نے آکر ہر طرف سے درہ کو گھیر لیا پہاڑوں کے ادھر مورچے بنا لئے آگے اور پیچھے سے راستہ بند کر دیا اور اس طرح پوری فوج کو قید کر کے گوپھنوں سے سنگ باری شروع کر دی اور اوپر سے بڑی بڑی چٹانوں کو محصور فوج پر لڑھکانے لگے۔ فوج اس تنگ درہ میں ایسی پھنسی تھی کہ نہ آگے جا سکتی تھی نہ پیچھے اپنے آس پاس تک گھومنے پھرنے کی جگہ نہ تھی سوار اور پیادہ ایک دوسرے کے قریب سمٹ کر کھڑے کے کھڑے رہ گئے تھے اور ایک عجب ہنگامہ اور شور برپا ہو گیا تھا۔ اس حالت میں اوپر سے جو بھی پتھر لڑھکتا ہوا آتا تھا وہ تین چار آدمیوں کے سر توڑتا اور ہاتھ پیر زخمی کرتے ہوئے گرتا تھا۔ محصوروں کی چیخ پکار بے سود تھی رات بھر ان کے سروں پر یہ سنگ بلا برستے رہے اور وہ گر گر کر دم توڑتے رہے۔ سنگ باری کے علاوہ پٹھان بے حد و شمار تیر اور گولیاں بھی برسا رہے تھے۔ یہاں تک کہ صبح ہوتے ہوتے ان میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ بچا۔ سب کے سب اس ہولناک درہ میں سنگسار ہو کر رہ گئے۔ باربرداری دستے تک کا ہر چھوٹا بڑا آدمی اس رات مارا گیا۔ بیربل کے علاوہ نامور اور نامی گرامی سردار بھی جیسے راجا دھیر(؟) خواجہ عرب بخشی حسن بنی اور ملا شیری بھی جس کو لوگوں نے اس معرکۂ دار و گیر میں دیکھا تھا مارا گیا ایک آدمی بھی بچ کر نکل نہ سکا۔

زین خاں کوکہ اور حکیم ابوالفتح البتہ بچ گئے۔ کیونکہ وہ اس کوچ میں شامل نہ تھے بلکہ ان کو راجا کے کوچ کرنے کی خبر تک نہیں ملی تھی۔ اس قتل عام کے بعد یہ دونوں دشمن کے مقابلہ میں ٹھہر نہ سکے اور خیمہ گاہ کو مع ساز و سامان چھوڑ کر ایسے بھاگے کہ قلعہ اٹک میں آکر دم لیا۔ بادشاہ نے ان پر سخت عتاب نازل کیا۔

بیربل کا ایک قول بہت مشہور ہے کہتے ہیں ایک دن اکبر بادشاہ قبر کی تاریکی کو یاد کرکے اندیشہ وفکر کا اظہار کر رہے تھے۔ راجہ نے باوجود برہمن ہونے کے کہا۔

"جس زمین میں سرور کائنات کا جسد نورانی مدفون ہو وہ تاریک کیوں ہونے لگی"؎

اکبر نے اس شکست کا بدلہ لینے اور مفسد سرکشوں کی سرکوبی کے لئے ایک بہت بڑا لشکر راجہ توڈرمل کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ ٹوڈرمل نے وہاں پہنچنے کے بعد بڑی تدبیر اور کوشش سے انتظامات کئے۔ جگہ جگہ قلعے بنوائے اور کافی دنوں کی دوڑ دھوپ کے بعد اس مہم کو سر کرنے میں کامیاب ہوا۔

**کشمیر کا بندوبست** اس مہم کے سر ہوتے ہی اکبر نے کشمیر کو فتح کرنے کا منصوبہ بنایا اور محمد قاسم خاں کابلی کو ایک منظم فوج دے کر بطور ہراول کشمیر روانہ کردیا اب یہ قاسم خاں کی خوش نصیبی تھی کہ اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی کشمیر کے شاہزادوں اور وہاں کے زمینداروں کے درمیان نزاع پیدا ہوگئی اور وہاں کے بیشتر زمیندار محمد قاسم خاں سے آکر مل گئے اور اس طرح بے جدال وقتال کشمیر بادشاہی ملازموں کے قبضہ میں آگیا۔ لیکن قاسم خاں کشمیری سرداروں اور امیروں کے اختلافات کے سبب وہاں کا بندوبست کرنے میں ناکام ہوگیا۔ وہاں کے اکثر لوگوں نے دربار میں قاسم خاں کے خلاف استغاثہ دائر کردیا۔ اسی لئے اکبر نے وہاں کی حکومت پر یوسف خاں مشہدی کو جس سے مرزا ہندال کی لڑکی منسوب تھی۔ مقرر کردیا اور زین خاں انکہ کو کابل کی حکومت پر روانہ کیا۔ جب کشمیر کا بندوبست اور انتظام ہوگیا تو بادشاہ کی سواری ۹۹۷ھ میں اس خطۂ سدا بہار کی سیر وتفریح کے لئے پہنچی۔

**توڈرمل کا انتقال** اسی سال راجا توڈرمل کے انتقال کی خبر پہنچی۔ توڈرمل تمام ملکی اور مالی امور کا مدار المہام تھا۔ اس نے ہندوستان کا جو بندوبست کیا تھا وہ تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ اس کی موت کا اکبر کو بڑا رنج اور صدمہ ہوا۔

**خان اعظم احمد آباد میں** اسی زمانہ میں احمد آباد کی حکومت پر خان اعظم کوکلتاش خان

---

؎ یہ قصہ منتخب کے صرف ایک نسخہ میں ہے۔ بعد کا اضافہ معلوم ہوتا ہے۔ بیربل کا یہ کہنا طنز بھی ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

کا خطاب دے کر روانہ فرمایا واضح رہے اس سے قبل خان اعظم کو اس پاداش میں کہ وہ برار اور دکن کی مہم سے ناکام لوٹ آیا تھا احمد آباد کی حکومت سے معزول کر دیا گیا تھا۔ کابل کی حکومت پر محمد قاسم خان کا تقرر ہوا۔ شہاب الدین خان کو مالوا کی حکومت عطا فرمائی۔

خان اعظم نے اپنے دوبارہ تقرر کے بعد ایک نمایاں کارنامہ کر دکھایا۔ جوناگڑھ دریائے شور (سمندر) کے کنارے واقع ہے وہاں کے راجا نے متعدد بار فوج کشی کے باوجود اطاعت اختیار نہیں کی تھی اور برابر خود مختاری کا مدعی رہا تھا۔ خان اعظم نے اس کی سرکوبی کے لئے جوناگڑھ پر ایک منظم اور آراستہ فوج کے ساتھ حملہ کیا اور بڑی سخت لڑائیوں، بہادرانہ حملوں اور جان توڑ کوششوں کے بعد اس ملک پر قبضہ کر لیا۔

کشمیری بڑے فسادی اور فتنہ انگیز واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ سید یوسف خاں سے بھی ان کی نبھ نہ سکی۔ اکبر نے اس کی جگہ مرزا یادگار کو مقرر کیا اور لاہور مراجعت فرمائی۔

## دکن کو سفیروں کی روانگی

اس وقت تک بنگال مالوا، احمد آباد، کشمیر، بھکر اور سندھ زیر فرمان آچکے تھے بڑے بڑے زمیندار اور تمام راجہ، مہاراجہ اطاعت اختیار کر چکے تھے۔ شمال کی ان تمام مہموں سے جب فراغت ہوگئی تو اکبر نے دکن کی تسخیر کا ارادہ کیا اور پہلے چار تجربہ کار معززا ایلچیوں کو دکن کے چار حکمرانوں یعنی برہان پور، برار، بیدر اور احمد نگر کے والیوں کے پاس روانہ کیا۔ نصیحت آمیز کلمات اور وعدہ وعید پر مشتمل مکتوب بھی روانہ کئے۔ ان سفیروں میں ایک شیخ فیضی بھی تھا جو اپنے عہد کا مانا ہوا دبیر اور علامہ تھا اس نے اس سفارت کے فرائض بڑی ہوشیاری اور عمدگی سے انجام دیئے مگر اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اس کے بعد بھی جو سفارتیں بھیجی گئیں وہ بھی ناکام لوٹ آئیں

## کشمیر کا فتنہ

کشمیر میں یادگار مرزا نے ایک نیا گل کھلایا! اس نے وہاں کے ایک شر پسند زمیندار کی لڑکی سے عقد کر لیا اور بغاوت پر کمربستہ ہوگیا جو بادشاہی امیر اس کی رفاقت پر تیار نہیں ہوئے ان کو اس نے وہاں کے قاضی کے ہمراہ گرفتار کر لیا اور بعض کو قتل کرا دیا۔ اکبر نے اس کی تنبیہ کے لئے شیخ فرید بخشی کو جو جعفر کذاب کی اولاد میں سے تھا۔ اور رضوی سید مشہور ہو گیا تھا روانہ کیا۔ شیخ فرید شجاعت اور بہادری میں بڑا مشہور تھا اس نے کشمیر پہنچنے کے بعد سخت لڑائی کی اور یادگار مرزا کو قتل کر کے اس کا سر بادشاہ کے پاس روانہ کر دیا۔ اس قضیہ کے بعد اکبر دوبارہ کشمیر کی سیر و سیاحت کے لئے آیا،

اور اس بار وہاں کی حکومت سید یوسف خاں مشہدی کو عطا فرمائی اور بعض شرانگیزوں کی گوشمالی اور مناسب انتظامات کے بعد پنجاب کے تعلقہ قلعۂ رہتاس کی طرف کوچ فرمایا۔

## سلطان مظفر کی خودکشی

اس زمانہ میں خبر آئی کہ مظفر خاں عرف سلطان مظفر گجراتی مارا گیا۔ مظفر خاں نے بارہا بادشاہی فوجوں سے مقابلہ کیا تھا اور متعدد لڑائیاں لڑی تھیں مگر ہر وقت وہ شکست کھاکر بھاگ جانے میں کامیاب ہو گیا تھا پھر اس نے بڑی تیاریوں کے ساتھ خان خاناں سے جنگ کی تھی اور اب وہ خان اعظم کے مقابلہ پر آیا تھا۔ لیکن شکست کھاکر قید ہو گیا جو انجام ہونے والا تھا اُس کا اسے اندازہ تھا اس لئے حاجت کے بہانے علیحدہ مقام پر جاکر ایک ہتھیار سے جو پوشیدہ طور پہ فراہم کر لیا تھا خودکشی کر لی۔

مذکورہ اطلاع کے ساتھ اوڑیسہ کی فتح کی خبر پہنچی اور بنگال سے اطلاع آئی کہ وہاں کے بعض علاقے جو ابھی تک فتح نہیں ہوئے تھے قبضہ میں آگئے۔ یہ اطلاع راجہ مان سنگھ نے ایک سو بیس ہاتھیوں کے نذرانہ کے ساتھ بھیجی تھی۔

## بداؤنی کا اعتراض

عبدالقادر مولف تاریخ بداؤنی بادشاہی امام دربار کا عالم اور مقرب بارگاہ تھا۔ دینی عقاید کے سلسلہ میں اسی عہد کے دوسرے علماء کی طرح اس کو بھی شیخ مبارک کے بیٹوں شیخ فیضی اور شیخ ابوالفضل سے اختلاف تھا۔ یہ دونوں بھائی بادشاہ کے محرم راز اور مقرب خاص تھے۔ بداؤنی نے اپنی تاریخ میں ان دونوں بھائیوں اور انہی کے ساختہ پرداختہ ان درباریوں کے خلاف جو بادشاہ کے پاس بڑے دخیل ہو گئے تھے۔ یہ الزام لگایا ہے کہ ان کے بعض خیالات عقیدۂ اسلام کے خلاف ہیں۔ اسی طرح اس نے خود اکبر (عرش آشیانی) کے بارے میں چند ناگفتنی اور ناشنیدنی کلمات لکھے ہیں جنھیں عقل کسی طور قبول نہیں کر سکتی۔ ہم اس کا کچھ حصہ نقل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن پاس ادب اُن کو لکھنے میں مانع ہے تاہم یہ سوچ کر کہ نقل کفر کفر نباشد عبدالقادر کے لکھے ہوئے چند فقروں کو یہاں درج کرتے ہیں[1]

---

[1] اس پورے پیراگراف کی عبارت تاریخ ہٰذا کے ایک نسخہ میں بالکل بدلی ہوئی ہے ملاحظہ ہو۔ شیخ عبدالقادر بداؤنی نے جو محمد اکبر بادشاہ کا امام کہلاتا تھا اپنی تالیف "تاریخ بداؤنی" میں (باقی بر صفحہ آئندہ)

لیکن اس سے قبل کہ ہم بداؤنی کا بیان لکھیں یہاں مبارک کے ایک خط کا مضمون جو اُس نے اپنے بیٹوں کے نام لکھا تھا اور اس میں چند نصیحتیں بھی لکھی تھیں بطور خلاصہ لکھتے ہیں واضح رہے اس زمانہ کے صاحبان علم ہمیشہ اپنی مجلسوں میں اور خود فیضی اور ابوالفضل کے منہ پر شرع اور دین کے خلاف عمل کرنے پر ان کو مطعون کرتے رہتے تھے۔ اور ان کے باپ مبارک کو عدم نجابت (اولاد حرام) کا طعنہ بھی دیتے تھے۔ یہ خط اسی سلسلہ میں لکھا گیا تھا۔

## شیخ مبارک کا خط

"بابا! اس زمانہ کے عالموں سے جو سب کے سب "جو فروش گندم نما" ہیں۔ دین کو دنیا کے عوض فروخت کر چکے ہیں اور اس کی تہمت ہمارے سر لگاتے ہیں رنجیدہ نہ ہونا چاہیے، نہ ان کی باتوں کا خیال کرنا چاہیے۔ یہ لوگ ہماری نجابت پر اگر زبان درازی کرتے ہیں تو اس پر تشویش کی چنداں ضرورت نہیں، صورت واقعہ یہ ہے کہ میں اپنے والد کی وفات کے وقت بہت چھوٹا تھا حد تمیز پر نہیں پہنچا تھا۔ میری والدہ نے ایک قابل احترام کے زیر سایہ بڑی

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۹ سے آگے) میں کئی ایک مقام پر محمد اکبر بادشاہ کے بارے میں ایسے کلمے لکھے ہیں جن سے تعصب اور غرض مندی صاف جھلکتی ہے چنانچہ بداؤنی کے مرنے کے بعد جب تاریخ بداؤنی کا مضمون جہانگیر بادشاہ کے علم میں آیا تو بادشاہ نے اس کے لڑکے کو گرفتار کر لینے اور اُس کا گھر لوٹ لینے کا حکم دیا تھا۔ جہانگیر نے کتب فروشوں سے اس بات کے مچلکے بھی لے لئے تھے کہ وہ تاریخ بداؤنی کی خرید و فروخت نہیں کریں گے، لیکن اس امتناع کے باوجود دارالخلافہ کے کتب فروشوں کے پاس سب سے زیادہ یہی "بداؤنی" پائی جاتی تھی۔ بادشاہ نے جو یہ عتاب فرمایا تھا اس کی بہت شہرت ہوئی تھی لیکن سلطان قاسم فرشتہ اور شیخ عبدالحق دہلوی مؤلف تاریخ زبدہ وغیرہ نے کہ یہ تینوں مؤرخ جہانگیر کے ابتدائی عہد میں ہم عصر رہے ہیں اس واقعہ کا قطعاً کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ لیکن راقم سطور نے کہ دھیر و وزیر کی رضا جوئی پر حق گوئی کو ترجیح دیتا ہے۔ بڑی تحقیق و تجسس کے بعد انتخاب تواریخ بداؤنی وغیرہ سے چند فقرے پوری صداقت کے ساتھ یہاں درج کر دیتے ہیں کیونکہ نقل کفر کفر نہ باشد۔

عسرت و تنگ دستی میں میری پرورش کی اور میری تعلیم و تربیت میں بڑی کوشش کی۔ میرا نام "مبارک" میرے والد نے ایک بزرگ کے فرمانے پر ہی رکھا تھا۔ وہ قابل احترام سید ہم بیکسوں کا غم خوار اور محسن تھا۔ لوگوں کو یہ بات پسند نہ تھی۔ چنانچہ اس کے ایک حاسد ہمسایہ نے ایک دن میری ماں کو بُرا بھلا کہا اور مجھے عدم نجابت (اولادِ حرام) کا طعنہ دیا۔ میری والدہ روتے ہوئے اس والا مقام سید کے پاس گئی جو میرے والد کے حسب و نسب سے بخوبی واقف تھے اور ان کے سامنے اس شخص کی شکایت کی۔ سید نے اس کی اچھی طرح گوشمالی اور زجر و توبیخ کی۔ آج اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم اور تم ایک عادل اور فیاض بادشاہ کے سایۂ لطف و کرم میں اس مرتبہ اور اعزاز پر پہنچ چکے ہیں۔ ہمارے ہم عصر علماء اور فضلاء حسد اور رشک کے مارے ایسی باتیں کر رہے ہیں"

**شیخ مبارک کے حالات** اس خط کو نقل کرنے کے بعد شیخ مبارک کے کچھ ابتدائی حالات اس طرح درج کئے گئے ہیں۔

"وہ پہلے صلاح شعار متکلمین کے زمرہ میں شامل تھا وجد و سماع کا بھی منکر تھا ایسے گھر میں نماز ادا کرنے اور قیام کرنے پر راضی نہیں ہوتا تھا جس کے پڑوس سے سرود و نغمہ کی آواز آتی تھی مگر کچھ عرصہ بعد اس کا میلان تصوف کی طرف ہوا اور وہ وحدت الوجود کا دم بھرنے لگا اب یہ حال ہوا کہ ایک لمحہ بھی وہ موسیقی کے بغیر نہیں گذار سکتا تھا"

"اس زمانہ میں ہر ملک کے اور خاص طور سے ایران کے علماء، فضلاء سخن ور اور صاحب کمال لوگوں کی ہندوستان میں آمد آمد تھی۔ دربار میں شیخ ابوالفضل اور شیخ فیضی کا طوطی بول رہا تھا اس لئے یہ باہر سے آنے والے پہلے انھیں کی محفل میں حاضری دینے پر مجبور ہوتے تھے شیخ مبارک ان دانشوروں کی صحبت سے استفادہ کرکے اپنی رونق بڑھانے کی تدبیریں کرتا رہتا تھا۔

## عرفی شیرازی

ان آنے والوں میں سے صرف ملا عرفی ایسا شخص تھا، جو اس خاندان سے دب کر نہیں رہا۔ عرفی اسی زمانہ میں شیراز سے پہنچا تھا۔ یہ اگرچہ نوزسیدہ نوجوان تھا۔ لیکن شعرگوئی قصیدہ اور مداحی، رنگیں بیانی میں کسی عنوان بند نہیں تھا ان کے علاوہ دوسرے بہت سے ہنر اور کمال بھی رکھتا تھا۔ اپنے ان اوصاف کی وجہ سے بہت جلد اُس کی شہرت ہونے لگی اور بادشاہ کے پاس بھی اس کو بڑا اعزاز اور مرتبہ مل گیا۔ یہاں تک کہ ابوالفضل اور فیضی دونوں بھائی اس سے جلنے لگے۔ اور ان کے درمیان بڑی چشمک رہنے لگی چنانچہ کہتے ہیں ایک دن عرفی ابوالفضل کے گھر گیا تو دیکھا کہ وہ قلم ہاتھ میں لئے کسی فکر میں غوطہ زن ہے۔ معلوم ہوا قرآن کا دیباچہ زیرِ تحریر ہے اور وہ اسے بے نقط لکھنا چاہتا ہے۔ عرفی نے پوچھا "مخدوم کس فکر میں گم ہو رہے ہیں۔ ابوالفضل نے کہا "میں اپنے والد کا نام بغیر نقطہ کے لکھنا چاہتا ہوں" عرفی نے کہا "ارے اس کے لئے اتنے فکرمند ہونے کی کیا ضرورت اپنی اصل زبان میں۔ ممارک" لکھ دیجئے" یہ مزاح ابوالفضل کو بڑا ناگوار گذرا۔

"ایک دن عرفی فیضی کی عیادت کے لئے گیا تھا۔ اس کی خواب گاہ میں کتوں کے چند پلّے نظر آئے جن کے گلوں میں زربفت کے کلاوے تھے۔ اور ان میں سنہری زنجیریں پڑی ہوئی تھیں۔ عرفی نے ان کی طرف اشارہ کر کے پوچھا "مخدوم زادے کس نام سے موسوم ہیں" فیضی نے کہا "عرفی کے نام سے" عرفی نے برجستہ کہا "مبارک ہو" کہتے ہیں عرفی نے عین عالم شباب میں کہ ابھی اس کی عمر بیس سے متجاوز نہیں ہوئی تھی، وفات پائی، اُس کی موت زہر کے اثر سے ہوئی تھی"۔

## اکبر کی بے راہ روی

"غرض شیخ مبارک ایران سے آنے والے ان عالموں سے استفادہ کرتا رہا اور ان ہی کی صحبت میں وہ شیعہ مذہب کی طرف بھی مائل ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد فلسفہ اور فلاسفہ کی کتابیں پڑھ پڑھ کر دہریہ ہو گیا اور رفتہ رفتہ بے دینوں کا مجتہد اور پیشوا بن بیٹھا۔ اس کے بیٹے بادشاہ کے اکثر مصاحبوں اور مقربوں کے مقتدا بن گئے۔ پھر ان لوگوں نے بعض امور میں اکبر کے مزاج کو بھی ایسے رخ پر ڈال دیا کہ لوگوں میں اس کی ذات بھی ہدف بن گئی"۔

## خان اعظم کوکلتاش

"خان اعظم کوکلتاش اتکہ کا اصل نام مرزا عزیز تھا۔ نظم و نثر میں اور اکثر علوم میں وہ اپنے زمانہ کا بڑا دانشور اور صاحب کمال

سمجھا جاتا تھا۔ اس کی ماں نے اکبر کو دودھ پلایا تھا اور وہ اس کا رضاعی بھائی تھا۔ اس رشتہ کی وجہ سے وہ بادشاہ کے ساتھ نہایت بے تکلف اور گستاخ تھا چنانچہ دربار کے دوسرے امیر تو بادشاہ کی تقلید میں ڈاڑھی منڈواتے تھے اور اس کو سجدہ کرتے تھے۔ لیکن وہ اس کا روادار تک نہ تھا اور دوسرے امیروں کے برعکس اُس نے لابنی ڈاڑھی رکھ چھوڑی تھی اور ہمیشہ دربار کے مقربوں، خاص طور سے شیخ ابوالفضل اور شیخ فیضی سے دینی مباحثے کرتا رہتا تھا یہ دونوں بھائی اور دوسرے درباری اس کو راستے کا کانٹا سمجھتے تھے اور اس فکر میں رہتے تھے کہ اس کو دربار سے علیحدہ کردیں چنانچہ جب احمد آباد فتح ہوگیا تو کوشش کرکے اسے وہاں کی صوبہداری پر مقرر کرادیا اور بادشاہ سے اُسے علیحدہ کرادیا۔

## خان اعظم کی حق گوئی

چند سال گذرنے پر اس کی والدہ کی درخواست پر اکبر نے اس کو حاضر ہونے کا فرمان لکھا کہ چونکہ تمھاری والدہ تم سے ملنے کے لئے بہت بے چین ہے اس لئے تم احمد آباد میں اپنا ایک نائب مقرر کرکے جلد دربار میں حاضر ہوجاؤ۔ خان اعظم چونکہ کافی برگشتہ ہوچکا تھا اس لئے اس نے اس فرمان کی تعمیل میں بڑی لیت و لعل کی اور نہیں گیا۔ اس پر اکبر نے دوبارہ سختی سے لکھا۔ "تمھاری ڈاڑھی اتنی بوجھل ہوگئی ہے کہ اپنے قبلہ گاہ کی خدمت میں حاضری سے تم کو روک رہی ہے"۔ اس دوسرے عتاب آمیز فرمان کے صادر ہونے پر خان اعظم نے جو عرصہ سے کسی بہانہ کا متلاشی تھا۔ بعض پرگنوں کو تاخت و تاراج کرکے کافی نقد و جنس فراہم کرلیا۔ اور فوج کے مطالبات ادا کرکے اپنے اہل و عیال کے ساتھ کھنبایت کی بندرگاہ کو چلا گیا جہاں سے تمام بندرگاہوں کی طرف جہاز جاتے ہیں۔ یہاں سے وہ ایک جہاز پر سوار ہوکر کعبۃ اللہ چلا گیا۔ جب اکبر کو اس کی روانگی کی اطلاع ملی تو اس کے پاس ایک "نصیحت آمیز" فرمان بھیجا۔ "اپنے کعبۂ دل (مراد بادشاہ) کی اجازت کے بغیر سنگ و گل کے کعبہ کی زیارت کے لئے جانا عقل کے خلاف بھی ہے اور اسلام کے خلاف بھی"۔ خان اعظم نے اس کا جواب بڑی گستاخی سے دیا اور قطعاً پاس ادب اور حق نمک کو ملحوظ نہ رکھا۔ اپنے اس جواب میں اس نے بادشاہ کو نبوت کے دعوے کا الزام دیا تھا اور ایسے لغو فقرے لکھے تھے کہ ان کی تفصیل کسی صورت مناسب نہیں۔ اس نے تو اس حد تک مبالغہ کیا کہ بادشاہ کو بے تکان لکھ دیا۔ "تم کو بدخواہوں نے راہ راست سے بھٹکا دیا ہے اور دنیا بھر میں بدنام کردیا ہے۔ یہ تو سوچا ہوتا کہ کبھی کسی بادشاہ نے نبوت کا

دعویٰ کیا ہے؟ کیا کوئی چیز کلام اللہ کی طرح تم پر بھی نازل ہوتی ہے؟ آیا کوئی معجزہ شق القمر کی طرح تم سے واقع ہوا ہے؟ یا تمھارے ساتھ چار یار باصفا ہیں کہ تم نے اپنے آپ کو اس بد نامی سے متہم کر رکھا ہے۔ عزیز کوکہ تمھارے دوسرے نام نہاد خیر خواہوں سے کہیں زیادہ (جو درحقیقت تمھارے بدخواہ ہیں) وفادار ہے۔ اس لئے وہ بیت اللہ آ گیا ہے تاکہ یہاں مقیم رہ کر وہ تمھارے راہ راست پر لوٹ آنے کی دعا کرتا رہے امید ہے کہ اس گناہگار کی دعا قاضی الحاجات کی بارگاہ میں قبول ہوگی اور وہ تم کو راہِ راست پر لے آئے گا۔

"تاریخ بدایونی" کی ہی یہ روایت ہے کہ خان اعظم کعبۃ اللہ چلا گیا مگر شریف مکہ کا اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں رہا اسی لئے وہ وہاں ٹھیر نہ سکا اور پھر اسی "خطا بخش خطا پوش بارگاہ" میں واپس چلا آیا اور ڈاڑھی منڈوانے سجدہ کرنے اور دوسری تمام باتوں میں پوری پوری متابعت کرنے لگا۔

## خان اعظم کا خط

صاحبان خرد اس تفصیل کے بعد عرش آشیانی اکبر بادشاہ کی نسبت دعویٰ نبوت کو اور خان اعظم کے ایسے گستاخانہ جواب کو افترا ہی قرار دیں گے۔ البتہ ایک خط والی برہان پور کے پاس احمد آباد میں ایسا تھا جس میں عرش آشیانی کی نسبت کچھ لکھا گیا تھا اور یہ خط اسی بے سعادت (خان اعظم) کا تھا۔ جس وقت قلعہ امیر (آسیر) فتح ہوا تھا تو حاکم برہان پور کے مال و اسباب کے ساتھ اس کا کتب خانہ بھی بحق سرکار ضبط کر لیا گیا تھا۔ مذکورہ خط اسی کتب خانہ سے برآمد ہوا تھا۔ جہانگیر کی تخت نشینی کے پہلے سال ہی اسے بادشاہی ملاحظہ میں پیش کیا گیا خط خان اعظم کا ہی تھا اور اس پر مہر بھی اسی کی لگی ہوئی تھی۔ جہانگیر نے جب خط کا مطالعہ کر لیا تو خان اعظم کے ہاتھ میں دے دیا اور اسے حکم دیا کہ اسے بلند آواز سے پڑھو اس بدبخت نے پورا خط بلند آواز سے پڑھ کر سنا دیا۔ اس میں عرش آشیانی اکبر بادشاہ کے متعلق بڑی لغو اور بے سر و پا باتیں لکھی ہوئی تھیں۔ حاضرین دربار نے خط سن کر خان اعظم کو بہت لعن طعن کیا۔ جہانگیر بادشاہ نے فرمایا۔ اگر حق رضاعت حائل نہ ہوتا تو بلاشبہ یہ قتل کا سزاوار تھا۔ بادشاہ نے اسے عہدہ و منصب سے معزول کر کے قلعہ میں قید کروا دیا۔ یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ کامگار بیگ مخاطب بہ غیرت خان کی تالیف "جہانگیر نامہ" میں موجود ہے۔

**آصف خاں کی کامیابی**

اب ہم اصل سلسلۂ کلام کو شروع کرتے ہیں۔ پہلے ہم بیان کر آئے ہیں کہ خان اعظم ناراض ہو کر بیت اللہ چلا گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد اکبر نے صوبۂ احمد آباد کی حکومت پر شاہزادہ محمد مراد کا تقرر کیا اور صادق محمد خاں کو اس کا اتالیق بنایا۔ مالوہ کی حکومت شاہ رخ مرزا کو عنایت ہوئی اور شاہ باز خاں کو اس کا نائب بنا کر بھیجا گیا۔ اسی زمانہ میں روشنائی قبیلہ کے پٹھانوں نے دوبارہ زور باندھ لیا تھا ان کی سرکوبی کے لئے آصف خاں عرف مرزا محمد جعفر کو روانہ کیا گیا آصف خاں نے بڑی سخت لڑائیوں کے بعد بہت ہی کم عرصہ میں ان کو شکست دی اور چار پانچ سو روشنائی سرداروں کے سر اور جنگی قیدیوں کو حضور میں روانہ کر دیا۔

**مرزا رستم کی آمد**

۱۰۰۱ھ[۱] میں قندھار کا حاکم مرزا رستم ہندوستان آیا۔ مرزا رستم شاہ اسمٰعیل صفوی کے پوتے سلطان حسین کا بیٹا تھا۔ شاہ ایران کے اعتراض وعتاب اور مخالفوں کے ہجوم سے تنگ آکر وہ یہاں چلا آیا تھا اور قلعہ کی چابی حضور میں پیش کر دی تھی۔ بادشاہ نے اس کو اس وقت کا سب سے بڑا منصب پانچ ہزاری عطا کیا۔ ملتان کی حکومت بھی اس کے سپرد کر دی اور دوسری اور بھی عنایات سے اس کو نوازا۔

**خان خاناں دکن میں**

اسی سال دکن کی فتح کے لئے خان خاناں کو شاہزادہ دانیال اور دوسرے امراء کی فوجوں کے ساتھ روانہ کیا۔ جب خان خاناں مانڈو پہنچا تو اسے اطلاع ملی کہ برہان شاہ نظام الملک کے مرتے پر احمد نگر پر بیجا پور کے عادل شاہ نے لشکر کشی کر دی اور اس لڑائی میں برہان شاہ کا بیٹا مارا گیا۔ اس کے بعد وہاں نظام الملک کے ایک معتمد وزیر میاں منجو نے سارے اختیارات ہاتھ میں لے لئے ہیں۔ یہ بھی خبریں گرم تھیں کہ میاں منجو نے احمد آباد میں شاہزادہ محمد مراد کے پاس خط بھیجا ہے کہ وہ جلد آ کر دکن پر حملہ کر دیں چنانچہ شاہزادہ محمد مراد بڑی عجلت کے ساتھ دکن کی طرف روانہ بھی ہو گئے ہیں۔ ان اطلاعات کے ساتھ ہی میاں منجو کے اور برہان پور و برار کے دوسرے امیروں کے خط خود خان خاناں کے پاس بھی آ گئے جن میں جلد پہنچنے کی تاکید کی گئی تھی۔ ان خطوط کے آنے پر خان خاناں نے تیزی سے کوچ کیا اور آسیر کے حاکم راجی خاں کو بھی اپنے ہمراہ لے لیا اور سعادت آباد[۲]

---

[۱] جامع اور فرشتہ نے اس واقعہ کی تاریخ ۱۰ محرم ۱۰۰۲ھ لکھی ہے۔

میں شاہزادہ محمد مراد کی خدمت میں پہنچ گیا جو پہلے سے بیس ہزار سوارے کر وہاں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔

**چاند بی بی کا تدبر و ہمت**

ان دنوں احمد آباد میں نظام الملک کی بیٹی چاند بی بی برسراقتدار آگئی تھی اور درحقیقت وہی ملک کی اصل وارث تھی۔ چاند بی بی سیاست و تدبر سخاوت و شجاعت اور عصمت و پاک بازی میں نادرۂ روزگار خاتون تھی اس نے منجو کو تسلی اور دلاسا دے کر مغلوں سے ربط ضبط بڑھانے سے روک دیا منجو اور اس کے ساتھی شاہزادہ اور خان خاناں کو خطوط لکھ لکھ کر بلا چکے تھے ان کے بلانے پہ جب مغل لشکر پہنچ گیا تو اب وہ پچھتانے لگے مگر چاند بی بی کے ہمت دلانے پر جنگ کی تیاری شروع کر دی قلعہ میں ذخیرہ بندی کی جانے لگی اور اطراف واکناف کے زمینداروں کو اپنا موافق بنایا جانے لگا۔ ان لوگوں کی قرارداد کے مطابق چاند بی بی احمد نگر میں ٹھیر کر احمد نگر اور دولت آباد کے قلعوں کی حفاظت کرتی رہی اور منجو ایک مجہول النسب وارث تخت احمد نامی کو لے کر بیجا پور کی سرحدوں پر چلا گیا اور بیجا پوریوں کی مدد لے کر بادشاہی فوج کے خلاف کاروائیاں کرنے لگا۔

**چاند بی بی مقابلہ پر**

ان اطلاعات پر خان خاناں اپنے ہراول کو لے کر آگے بڑھا اور قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کر لیا۔ چاند بی بی نے بھی بڑی مردانہ ہمت سے کام لیا اور غنیم کا جم کر مقابلہ کیا۔ چنانچہ جہاں کہیں بھی بادشاہی فوج زرکثیر صرف کر کے مورچے باندھتی، نقب لگاتی اور دمدمے اٹھاتی چاند بی بی محاذ پہ پہنچ جاتی اور مدافعانہ تدبیریں کرتی پے بہ پے توپوں سے گولہ اندازی کرتی رہتی اور راتوں میں شب خون مارنے کا انتظام کراتی اور غنیم کے لگائے ہوئے دمدموں اور نقب کو ناکارہ کرنے کی جدوجہد کرتی رہتی۔ چاند بی بی کی ان انتھک کوششوں کی وجہ سے کوئی کامیابی نہیں ہو رہی تھی آخر کار بڑی مشکلوں سے بارودی نقب قلعہ کی دیوار اور برج تک پہنچائی گئی اس پر بادشاہی لشکر کا بہت زیادہ روپیہ خرچ ہوا۔ لیکن چاند بی بی اس سے بے خبر نہیں تھی اس کے جاسوسوں نے بروقت غنیم کی کوششوں سے اسے مطلع کر دیا تھا چنانچہ اس نے حملہ کے مقررہ دن سے پہلے ہی قلعہ کے اندر سے اس مقام تک نقب لگائی جہاں مغلوں نے نقب لگا کر بارود کے تھیلے دبا رکھے تھے اور وہ سارے تھیلے نکلوا لئے اور ان کی جگہ مشک اور پانی سے بھرے ہوئے کوزے رکھوا دیئے تاکہ نقب اڑانے پر بجائے آگ کے شراروں کے پانی کے فوارے نکلیں اور ایک تماشہ سا رہے۔ چاند بی بی نے اس طرح دو نقبوں کو بے کار

کر دیا صرف ایک نقب کا اُسے پتہ چل نہ سکا کہ وہ کس جگہ لگائی گئی ہے۔

مقررہ دن شاہزادہ مراد اور خان خاناں محاذ پر پہنچے ان کی تمام فوجیں سوار ہو کر دم سادھے کھڑی تھیں کہ جیسے ہی بارودی سرنگیں پھٹیں اور قلعہ کی دیوار گرے وہ حملہ کر کے قلعہ میں داخل ہو جائیں۔ آخرکار شاہزادہ نے سرنگوں میں آگ لگانے کا حکم دیدیا۔ چونکہ ایک سرنگ محفوظ رہ گئی تھی۔ اس لئے اسی میں دھماکہ ہوا اور ایک برج کے قریب پچاس گز تک کی فصیل اُڑ گئی۔ دھماکہ کی آواز بارود کے دھویں پتھروں کے اڑنے اور آدمیوں کے قلابازیاں کھانے کے منظر کو دیکھتے ہوئے بادشاہی فوجیں منتظر کھڑی رہیں کہ دوسری دو سرنگیں بھی پھٹ جائیں اور قلعہ کا دوسرا برج اُڑ جائے تو آگے بڑھیں لیکن دوسری سرنگوں کو نہ پھٹنا تھا نہ پھٹیں اور شاہی فوج کے دلاور اس بات پر حیران کھڑے رہ گئے اس موقع پر جس تیزی اور جس دلاوری کی ضرورت تھی وہ عمل میں نہ آسکی۔

### چاند بی بی محاذ جنگ پر

اس مہلت سے اس مردصفت عورت نے پورا پورا فائدہ اٹھا لیا چہرہ پر نقاب ڈالے ایک تلوار حمائل کئے اور دوسری نیام سے کھینچے ہوئے اس شگاف پر پہنچ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے ناگہانی ضرورت کے لئے پہلے ہی سے تختے لکڑیاں بانس مٹی سے بھرے ہوئے ٹوکرے اور ریت سے بھرے ہوئے بڑے بڑے بورے مہیا کر رکھے تھے۔ اس محاذ پر جو مرد اور عورتیں موجود تھیں ان کو اپنی خوش کلامی سے منہ مانگی اجرت دے کر اور وعدے کر کے کام پر لگا دیا اور بڑی تیزی کے ساتھ تھوڑی سی دیر میں فصیل کے اس رخنے کو بند کرا دیا۔ بلکہ اس پر چھوٹی چھوٹی توپیں بھی چڑھا دیں اور مغلوں کے بڑھ بڑھ کر آنے والے سواروں پر گولہ باری شروع کر دی۔ بہادر مغلوں نے بڑی کوشش کی حملوں پر حملے کئے مگر کچھ نہ کر سکے ان کے بہت سے آدمی مارے گئے اور وہ قلعہ میں داخلہ کی راہ نہ پا سکے اور دن ختم ہوتے ہوتے ناکام اپنے اپنے ٹھکانوں پر لوٹ گئے۔

### چاند بی بی کا کارنامہ

سورج چھپتے ہی چاند بی بی گھوڑے پر سوار ہو کر ہاتھ میں مشعل لئے شکستہ دیوار پر پہنچ گئی اور بے شمار مزدوروں بیلداروں کو کام پر لگا کر صبح ہونے تک دیوار تعمیر کراتی رہی۔ دیوار میں اینٹ، چونا، مٹی، پتھر اور مردہ لاشیں غرض جو بھی میسر ہوا سب لگا دیا اس رات اس نے مزدوروں کو مٹھی بھر بھر کر سونا تقسیم کیا اور اس طرح رات بھر میں پچاس گز لانبی دیوار کھڑی کر دی جو چوڑائی میں تین چار گز اور بلندی میں تین گز

سے کم نہ ہوگی۔ صبح مغل فوج نے حیرت سے دیکھا کہ فصیل ویسی کی ویسی مضبوط کھڑی ہے۔

غرض چاند بی بی نے بڑی بہادری سے مدافعت کی اور غنیم کا مقابلہ کیا اگر ہم اس کے کارناموں کو تفصیل سے لکھنے بیٹھیں تو یہ صفحات کافی نہ ہوں گے۔ لیکن وہ اکیلی کب تک مقابلہ کرتی، کسی طرف سے کمک پہنچنے کی کوئی امید باقی نہیں رہی تھی قلعہ میں جو ذخیرے تھے وہ بھی ختم ہونے لگ گئے تھے چنانچہ بارود کے گولے ختم ہو گئے تو اُس نے حکم دیا کہ چاندی کے گولے توپوں میں بھر کر بادشاہی فوج پر پھینکتے رہو۔

**چاند بی بی سے مصالحت**

جنگ کی صورت حال بس اسی مرحلہ پر تھی کہ مغل فوج کے لئے پریشانیوں کے اسباب پیدا ہو گئے۔ لشکر میں ایک خبر یہ گرم تھی کہ عادل شاہ کا نائب سہیل خاں حبشی ستّر ہزار سوار لے کر بیجاپور سے چل پڑا ہے۔ دوسرے بادشاہی لشکر کی رسد منقطع ہو گئی تھی اور اس سارے علاقہ میں گھاس اور چارہ کا کال پڑ گیا۔ سامان رسد کسی دور دراز علاقہ سے بھی پہنچانا مشکل تھا کیونکہ زمیندار اور دکنی راستہ ہی میں اسے صاف کر دیتے تھے۔ غرض غلہ اور چارہ کی قلت سے بادشاہی لشکر میں گھوڑے اور باربرداری کے جانور مرنے لگے۔

دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ پریشان تھے اس موقع پر چاند بی بی کے امیروں نے صلح کر لینے کا فیصلہ کر لیا اور اس شرط پر صلح طے پائی کہ شاہزادہ قلعہ احمد نگر اور دولت آباد کا محاصرہ اُٹھا لے اور ان علاقوں کا پوری طرح تخلیہ کر دے اور اس سارے علاقہ کو چاند بی بی اور برہان نظام شاہ کے پوتے بہادر شاہ کے حوالہ کر دے۔ تاوانِ جنگ میں بادشاہزادہ محمد مراد کو صوبہ برار اور احمد آباد[1] بیدر کے بعض پرگنے تفویض کئے جائیں گے۔ ان شرائط پر فریقین نے صلح کر لی اور لڑائی بند کر دی۔

**مغلوں کی ناکام واپسی**

صلح کے بعد شاہزادہ محمد مراد اور خان خاناں برار کی طرف لوٹ گئے اور وہاں قصبۂ شاہ پور کو اپنا مستقر بنا کر قیام کیا امراء کی تنخواہ میں وہاں کے پرگنے ان کو تقسیم کر دیئے اور فوج کو آرام کرنے کے لئے جانوروں کے ساتھ اطراف کے قریبی مقامات پر بھیج دیا۔ دکنیوں سے اس میں شک نہیں صلح ہو چکی تھی مگر ان کی طرف

---

[1] یہاں "احمد آباد بیدر" غلط ہے۔ بیدر نظام سرکار کا ایک ضلع تھا اس کا ہمیشہ سے نام "محمد آباد بیدر" رہا۔ احمد آباد گجرات کا شہر ہے۔ دکن میں اس نام کا کوئی معروف شہر نہیں۔

سے ابھی پوری طرح اطمینان خاطر نہیں ہوا تھا۔ ہمیشہ خطرہ لگا رہتا تھا۔ چنانچہ ان دنوں سہیل خاں حبشی کی ایک بھاری لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرنے کی بڑی شہرت تھی اس موقع پر شاہزادہ اور خان خاناں، راجی علی خاں کو اپنے ساتھ ملائے رکھنا ضروری سمجھتے تھے اسی لئے برابر اس کی دل جوئی میں لگے رہتے تھے۔ چنانچہ تین چار ہزار سواروں کے ہمراہ اس کو بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے پاس ٹھیرا رکھا تھا۔ مصلحت اور وقت کے تقاضہ پر راجی علی خاں برہان پوری کی لڑکی سے شاہزادہ محمد مراد نے عقد بھی کر لیا تھا۔

## سہیل خاں کی فوج کشی

مراد نے دکن کی مہم پر جاتے وقت مالوہ کے نائب صوبہ دار شہباز خاں کمبو کو بھی بطور کمک اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ جس زمانہ میں احمد نگر والوں سے صلح کی بات چیت ہو رہی تھی۔ شاہزادہ نے شہر احمد نگر کو لوٹنے اور تاراج کرنے کی ممانعت کر دی تھی اس مسئلہ پر شہباز خاں اور شاہزادہ کے درمیان رنجش ہو گئی تھی۔ اسی اختلاف کی وجہ سے وہ بغیر اطلاع اور اجازت کے اپنے تعلقہ کی طرف اٹھ کر چلا گیا اس کے جانے سے بادشاہی لشکر میں مزید کمی ہو گئی۔

انھیں دنوں جب کہ مراد بڑی نازک صورت حال سے گذر رہا تھا، یہ تحقیق معلوم ہو گیا۔ کہ سہیل خاں، بیجا پوری امیروں اور چاند بی بی کے اتفاق سے ساٹھ ہزار سوار اور ایک بہت بڑا توپ خانہ لے کر احمد نگر سے آگے بڑھ چکا ہے۔ واضح رہے جب سے توپ خانہ کا رواج ہوا ہے۔ دکن کے توپ خانہ کو ہندوستان کے تمام شہروں پر ہمیشہ فوقیت حاصل رہی ہے بارود اور توپوں کا استعمال دکن سے بڑھ کر کسی جگہ زیادہ ترقی یافتہ نہیں رہا) اس اطلاع پر خان خاناں راجی علی خاں، راجہ رام چند اور دوسرے تجربہ کار امراء بیس ہزار سوار لے کر دکنیوں کی فوج کے مقابلہ پر شاہزادہ کی اجازت سے روانہ ہو گئے۔

## مغلوں کی شکست

یہ لڑائی ناندیر کے قریب دریائے گنگ (جسے ہندی میں دکن کے لوگ گنگا کہتے ہیں)[1] کے کنارے ہوئی۔ یہ ایک سخت جان توڑ مقابلہ تھا دونوں فریقوں کے ہراول یکے بعد دیگرے غالب و مغلوب ہوتے رہے۔ راجی علی خاں

---

[1] گنگ یا گنگا شمالی ہند کا دریا ہے جنوب میں دو مشہور دریا کرشنا اور گوداوری ہیں، مذکورہ لڑائی گوداوری کے کنارے ہوئی تھی۔ اسی دریا کو دکن کا گنگا کہا جاتا تھا۔

اور رام چند نے پہلے ہی حملہ میں دکنیوں کو توپ خانہ سر کرنے کی مہلت نہیں دی اور ان کے قدم میدان سے اکھاڑ دیئے۔ لیکن دکنی فوج نے بھی بڑی چال چلی وہ پسپا ہوتے ہوئے بادشاہی فوج کو ایک دشوار گزار مقام تک لے آئی پھر یہاں پر اس نے پلٹ کر ایک زبردست حملہ کیا اور شام ہونے تک چاروں طرف سے گھیر گھیر کر حملے کرتی رہی۔ اس لڑائی میں راجی علی خاں اور راجہ رام چند دو تین ہزار سواروں کے ساتھ مارے گئے۔ مغل فوج کے بکثرت سپاہی یا تو ہلاک ہو گئے یا قید ہو گئے۔ دکنی لشکر کے بھی بہت سے آدمی کام آگئے۔ بہر حال اس جنگ میں بادشاہی لشکر کو بری طرح شکست ہوئی اور تقریباً ساری مغل فوج میدان سے فرار ہو گئی۔

## خان خاناں کی بہادری

اس وقت جب کہ سب لوگ بدحواس بھاگے جا رہے تھے خان خاناں گنتی کے چند سواروں کے ساتھ غنیم کے چھوڑے ہوئے توپ خانہ کے قریب ٹھیرا رہا جسے پہلے ہی حملہ میں وہ بیچ میدان چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ اس وقت آفتاب غروب ہونے کے قریب تھا شام کے دھندلکے میں جو منظر نظر آ رہا تھا وہ یہ تھا کہ مغل فوج پورے اہتمام سے بھاگی جا رہی تھی اور دشمن مال و اسباب سے لدے ہوئے اونٹوں خچروں اور بیلوں کو اطراف کے دیہاتوں میں ہنکاتے لئے جا رہے تھے۔ اس دوران میں خان خاناں کے مارے جانے کی خبر پھیل گئی تھی۔ غنیم کی فوج کے اکثر سپاہی اس لالچ میں کہ اشرفیوں سے بھرے ہوئے وہ صندوق جن پر سرخ اور سبز ریشمی کپڑا منڈھا ہوا تھا لوٹ لائیں، مغلوں کے تعاقب میں بادشاہی لشکر کے اونٹوں کو پکڑنے کے لئے دوڑے جا رہے تھے۔ اس تگ و دو میں انھوں نے اپنے سردار کو تنہا چھوڑ دیا تھا اور نظم و ترتیب سے باہر ہو گئے تھے۔ مغرب کے بعد دکنیوں کا سپہ سالار سہیل خاں اپنی فتح پر شاداں ایک ندی کے کنارے ٹھیر گیا۔ یہ ندی مذکورہ توپ خانہ کے مقابل اتنے فاصلہ پر تھی کہ گولہ بآسانی وہاں پہنچ سکتا تھا۔ اس کو خان خاناں کی اطلاع نہیں تھی کہ وہ اس قدر قریب توپ خانہ کے پاس ہی ٹھیرا ہوا ہے۔ خان خاناں کو بھی اس کی خبر نہیں تھی کیونکہ اس نے قیام کرتے وقت مشعل وغیرہ کچھ نہیں جلائی تھی اور اندھیرا کافی بڑھ چکا تھا۔

## خان خاناں کی کامیابی

رات بہت تاریک تھی اس لئے خان خاناں نے اس وقت کچھ کرنا مناسب نہیں سمجھا اور اللہ پر توکل کرکے ٹھیرا رہا کہ کس

طرح یہ رات کٹ جائے تو صبح کوئی مناسب ارادہ کیا جائے حفاظت کے لئے اس نے توپ خانہ کی گاڑیوں کو مورچہ بنا کر آگے رکھ لیا۔ کچھ دیر بعد ہی خوش قسمتی سے سہیل خاں کے لشکر میں چند مشعلیں جلتی ہوئی نظر آئیں ان کی روشنی میں آدمیوں کا بہت بڑا انبوہ سا نظر آیا خان خاناں سمجھ گیا کہ سہیل بالکل مقابل میں ٹھیرا ہوا ہے۔ اس وقت توپیں اور بندوقیں بارود سے بھری ہوئی تیار تھیں۔ کیونکہ ان کو استعمال کرنے کی مہلت ہی نہیں ملی تھی۔ خان خاناں نے حکم دیا دو توپ گاڑیوں کو دشمن کی سیدھ میں اٹھو کر چلا دیا جائے۔ آتش بازوں نے اس روشنی کا نشانہ لے کر فتیلہ دکھا دیا۔ دکنیوں کو مجمع میں اچانک جو گولے پے در پے آکر گرے اور ایک دو آدمیوں کے پرخچے اڑ گئے تو بڑا انتشار پھیل گیا اور تبدیل مقام کے لئے وہ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ خان خاناں نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے اور دشمن کو مزید پریشان کرنے کے لئے نقارچیوں کو حکم دیا کہ وہ بلند آواز میں فتح کا شادیانہ بجائیں۔ نقارہ بجنے سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ بادشاہی فوج کے جو آدمی رات بسر کرنے کے لئے غاروں میں کونوں کھدروں میں چھپے بیٹھے تھے۔ اس مژدہ جاں فزا کی طرف اٹھ اٹھ کر آئے اور خان خاناں کے اطراف جمع ہونے لگے۔ خان خاناں نے کئی ایک بار نقارہ بجوایا ہر بار مغل سپاہیوں کی کوئی نہ کوئی جماعت اس مبارک آواز پر چلتی ہوئی پہنچ گئی اور ہر مرتبہ اس وحشت ناک صدا پر دکنیوں کی صفوں میں جھگڑا اور انتشار پیدا ہو گیا۔ چنانچہ صبح ہونے تک خان خاناں نے کوئی گیارہ مرتبہ نقارہ بجوایا۔ دکنی فوج یہی سمجھی کہ مغلوں کو کامیابی ہو گئی ہے۔ اس لئے وہ دوڑ دوڑ کر جھاڑیوں میں چھپنے لگی۔

## سہیل خاں کی شکست

سہیل خاں کے نقیبوں نے بھی چلا چلا کر اپنے آدمیوں کو جمع کرنا شروع کیا صبح ہونے تک اس کے اطراف بارہ ہزار سوار جمع ہو گئے اور خان خاناں کے پاس بھی چار ہزار مغل سوار آ گئے۔ خان خاناں نے یہ سوچ کر کہ ابھی تاریکی پھیلی ہوئی ہے اس لئے سہیل خاں مغل فوج کی تعداد سے واقف نہیں ہو سکتا۔ بہتر یہ ہے کہ سبقت کر کے دشمن پر حملہ کر دیا جائے۔ اس کا یہ اندازہ بالکل درست تھا کیونکہ جوں ہی اس نے حملہ کرنے کا حکم دیا اور جنگجو دلاور خوفناک جنگی نعرے لگاتے ہوئے دشمن کی طرف بھاگے تو پہلے ہی حملہ میں انھوں نے دشمن کی صفوں کو الٹ دیا اور انھیں بھگا کر تعاقب کرنے لگے۔۔

سہیل خاں کو اس لڑائی میں متعدد زخم لگے اور وہ گھوڑے سے سر کے بل گر پڑا اس کے ہمراہی

اسے نیم جان میدان سے اٹھا کرلے گئے۔ مغلوں نے اس وقت تک تعاقب سے ہاتھ نہیں اٹھایا جب تک کہ انھوں نے میدان میں کشتوں کے پشتے نہیں لگا دیے۔ دکنیوں نے بادشاہی لشکر کا جتنا ساز و سامان لوٹ لیا تھا وہ سب کا سب بلکہ اس سے دگنا مع اپنی جانوں کے خان خاناں کے حضور پیش کر دیا۔ اس میدان کو سر کرنے کے بعد خان خاناں بڑی سرخ روئی کے ساتھ شاہزادہ محمد مراد کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

## خان خاناں کی واپسی

چند دن بعد محمد صادق خاں کی حاسدانہ دراندازیوں کے سبب شاہزادہ مراد خان خاناں سے ناراض ہو گیا اور اس نے دربار میں خان خاناں کی شکایتیں لکھ بھیجیں۔ دربار سے خان خاناں کی جگہ۔ سید یوسف خان مشہدی اور شیخ ابوالفضل کو مقرر کر دیا گیا۔ خان خاناں دربار میں واپس چلا گیا بادشاہ نے شاہزادہ کی رعایت خاطر کے لئے چند دن اس کو عتاب میں رکھا۔

سید یوسف خاں اور شیخ ابوالفضل نے دکن پہنچ کر نظام الملک کے تعلقے کاویل۔ گھیرلہ اور قلعہ پر ناڈ کو فتح کر لیا۔ اسی زمانہ میں شاہزادہ محمد مراد کا انتقال ہو گیا اور دکنیوں نے ہر طرف سے زور کر کے اکثر پرگنوں اور نئے مفتوحہ قلعوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا اور بادشاہی بندوبست کو بالکل ختم کر کے رکھ دیا۔ شیر خواجہ جو بہت اچھا جاگیردار کہلاتا تھا لڑائی میں بری طرح شکست کھا گیا اور بری طرح تباہ و برباد ہو گیا۔ دکن کے اس اختلال و انتشار کی خبریں مسلسل دربار میں پہنچ رہی تھیں۔ اکبر ان خبروں سے سخت بے چین ہو رہا تھا آخر کار اس نے خان خاناں کے منصب میں اضافہ کیا۔ خلعت سے اور شاہانہ نوازشوں سے سرفراز کیا۔ اس کی لڑکی جاناں بیگم کو شہزادہ دانیال کے عقد میں لا کر دونوں کو دکن کی مہم پر روانہ کیا۔

## اکبر کی دکن پر فوج کشی

دوسرے سال یعنی ۱۰۰۸ھ میں اکبر نے آگرہ دہلی اور پنجاب کا نظم و نسق اور چتوڑ کے رانا کی مہم شاہزادہ محمد سلیم کو سپرد کر کے اسی ہزار فوج کے ساتھ دکن کی طرف کوچ کر دیا۔ دکن میں والی برہان پور راجی علی خاں فاروقی کا انتقال ہو چکا تھا اس کی جگہ اس کا لڑکا بہادر دل[1] حاکم تھا۔ اس نے باپ کی طرح اطاعت اور خدمت گذاری کا اظہار نہیں کیا اس لئے اکبر کو خیال آیا جب تک آشیر کا قلعہ اور خاندیس کا

---

[1] فرشتہ نے اس کا نام بہادر خاں لکھا ہے۔

علاقہ فتح نہیں ہو جاتا آگے کامیابی ممکن نہیں۔ دکن کے دوسرے صوبوں کو زیرِ نگیں کرنے کے لئے راستہ کے اس پتھر کا ہٹا دینا نہایت ضروری ہے۔ اکبر نے شاہزادہ دانیال اور خان خاناں کے نام فرمان بھیجا کہ وہ جلد از جلد احمد نگر پہنچیں اور اس کو فتح کرنے کی تدبیر کریں۔ ہم قلعہ آسیر کو فتح کرنے کے لئے چڑھائی کرتے ہیں۔

خان خاناں شہزادہ کی رکاب میں قلعہ احمد نگر پہنچ گیا اور مورچے لگانے نقب کھودنے دمدمے باندھنے میں مصروف ہو گیا۔ دکنی بھی اطراف و اکناف سے جمع ہو کر شاہی لشکر کے رسد اور باربردار دستوں پر چھاپے مارنے لگے۔ چاند بی بی پھر ہمت مردانہ کے ساتھ مدافعت پر آگئی اور پوری شان سرداری کے ساتھ اس نے سامان جنگ مہیا کیا۔ ذخیرے محفوظ کئے۔ برج اور فصیل کو مستحکم کرایا اور محصور ہو کر بیٹھ گئی۔

**برہان پور کی فتح**

اکبر نے برہان پور پہنچنے کے بعد تجربہ کار امیروں کو محاصرہ کرنے اور مورچے باندھنے کے لئے جگہ جگہ متعین کر دیا۔ بادشاہی فوجوں نے قلعہ کی تسخیر کے لئے اپنی ساری قوت لگا دی اور تمام کوششیں صرف کر دیں۔ ادھر سے فاروقی جانبازوں نے بھی قلعہ کی محافظت میں اور غنیم پر حملہ کرنے میں پوری آبرومندی اور بہادری کا ثبوت دیا۔ اگر ہم ان مقابلوں اور لڑائیوں کی تفصیل لکھنے بیٹھ جائیں تو بڑی طوالت ہو گی۔ عام طور سے لوگوں میں مشہور ہے کہ یہ محاصرہ چار پانچ سال تک جاری رہا۔ لیکن تاریخوں کی تحقیق کے مطابق محاصرہ کا آغاز سنہ ۱۰۰۸ھ کے اوائل میں ہوا تھا۔ اور سنہ ۱۰۱۲ھ کے آغاز میں قلعہ فتح ہو گیا تھا۔[1]

قلعہ کے فتح ہونے کی چند وجوہ تھیں۔ شہر برہان پور کے متصل دریائے تاپتی ہے اس دریا میں ایک بہت بڑا پتھر تھا۔ اس پتھر کے متعلق حضرت شیخ برہان الدینؒ نے جو اس زمانہ کے ایک بڑے بزرگ گذرے ہیں اور فاروقی خاندان کے بزرگوں نے ان ہی کے نام پر اس شہر کا نام برہان پور رکھا تھا۔ یہ پیشین گوئی کی تھی کہ "جس وقت بھی یہ پتھر ہاتھی کی شکل میں تبدیل ہو جائے گا

---

[1] تردید اس کی تھی کہ "عام طور سے لوگوں میں محاصرہ کی مدت چار پانچ سال مشہور ہے"۔ لیکن اس تردید کے لئے تاریخوں کی تحقیق کے بعد جو سن درج کئے ہیں ان سے اسی مشہور عام افواہ یعنی چار پانچ سال کی تصدیق ہوتی ہے معلوم نہیں کس کا سہو ہے مصنف کا یا بعد کے مرتبین کا۔

تمھارے ہاتھ سے اس ملک کی باگ ڈور نکل جائے گی۔ اکبر کو اس محاصرہ کے کافی عرصہ بعد جب کہ شہر برہان پور پر تو قبضہ ہوگیا تھا مگر شہر فتح نہیں ہوا تھا فاروقیوں کے پیشوا کی پیشین گوئی معلوم ہوئی۔ اس نے ماہر سنگ تراشوں کو بھیج کر ہاتھوں ہاتھ اس پتھر کو ہاتھی کی شکل میں ترشوادیا۔ حاکم برہان پور سلطان بہادر کو معلوم ہوا تو اپنے پیر پر عقیدہ کی وجہ سے وہ پست ہمت ہوگیا۔ دوسرا ایک سبب یہ ہوا کہ قلعہ میں اناج کے ذخیروں میں کیڑا پڑگیا اور سارا اناج اس قدر متعفن ہوگیا کہ اس کو آدمی تو آدمی چار پائے بھی منہ نہیں لگاتے تھے تیسرے یہ شہرت ہوگئی کہ قلعہ احمد نگر خان خاناں کی کوششوں سے فتح ہوگیا ہے۔ ان تمام باتوں سے بہادر دل کے حوصلے گر گئے اور اس نے امن وامان کا عہد کر کے قلعہ کو بادشاہی امیروں کے حوالہ کر دیا۔ قلعہ کے تمام خزانے اور دفینے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آ گئے۔ فاروقیوں کی ساری دولت جو قلعہ آسیر کے بانی آسا اہیر کے وقت سے زمین میں دفن تھی برآمد ہوئی اس کے علاوہ قیمتی کپڑے اور بے شمار تحفے بھی بہ حق سرکار ضبط کر لئے گئے۔

**چاند بی بی کا انجام** شاہزادہ دانیال اور خان خاناں نے بھی احمد نگر کے محاصرہ میں جان توڑ کوششیں کیں اور چاند بی بی کو ہر طرح سے تنگ اور بے بس کر دیا اس کی تفصیل اکبرنامہ اور تاریخ فرشتہ میں تفصیل سے درج ہے ایک روایت کے مطابق جب چاند بی بی نے دیکھا کہ معاملہ ہاتھ سے نکل گیا ہے تو اس نے پوشیدہ طور پر خود کو ہلاک کر لیا اور اس کے انجام کی کسی کو خبر نہ ہو سکی۔ اس کے انجام کے متعلق دکن کے بڑے بوڑھوں میں مختلف بے شمار روایتیں مشہور رہیں۔ بہرحال چاند بی بی کی زندگی تک احمد نگر کا قلعہ فتح نہ ہو سکا، اس کے مرنے کے بعد ہی بادشاہی فوجیں قلعہ میں داخل ہو سکیں۔ بادشاہ کو جب اس فتح کی خبر ملی تو اس نے شہزادہ اور خان خاناں کے منصب میں اضافہ کیا ہاتھی اور جواہرات انعام میں عطا کئے۔

جب چغتائی لشکر کی فتوحات کا ہندوستان میں اور خاص طور سے دکن میں چرچا ہونے لگا تو بیجاپور کے والی ابراہیم عادل شاہ نے فتح کی مبارک باد نذرانوں کے ساتھ بھیجی اور اپنی لڑکی بیگم سلطان کو شاہزادہ دانیال کے عقد میں دینے کی پیش کش کی بادشاہ نے اس درخواست کو قبول کر لیا اور جمال الدین حسین کو دلہن کو لانے کے لئے روانہ کر دیا۔

اسی زمانہ میں شاہزادہ محمد سلیم کی بغاوت کی خبر پہنچی اکبر نے عادل شاہ کی لڑکی

کی آمد کا انتظار نہیں کیا اور جنوب کے اس نو مفتوحہ ملک کو شاہزادہ دانیال کے تفویض کر کے اور خان خاناں کو اس کا اتالیق بنا کر آگرہ کی طرف کوچ کر دیا۔

## شہزادہ سلیم کی بغاوت

واقف کار لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ محمد قاسم فرشتہ اور عہد جہانگیر کے دوسرے مورخوں نے جہانگیر کی رعایت کرتے ہوئے اس کے ایام شہزادگی میں بغاوت کے حالات تفصیل سے نہیں لکھے ہیں بس اشارہ سا کر دیا ہے۔ لیکن مرزا کامگار نے جو "غیرت خاں" کے خطاب سے مشہور تھا اور حمید اللہ خاں کا بھتیجہ ہوتا ہے (جنت مکانی) جہانگیر بادشاہ کے حالات لکھتے ہوئے معتمد خاں کے مقابلہ میں کچھ زیادہ راست نویسی کا ثبوت دیا ہے اور شاہزادہ محمد سلیم کے ایام بغاوت کے کچھ حالات قلم بند کر دیئے ہیں اسی کا خلاصہ ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔

اکبر ~~~~ھ میں جب دکن کی طرف فوج کشی کے ارادہ سے جانے لگا تو اس نے بادشاہزادہ محمد سلیم کو "شاہنشاہ" سے مخاطب کر کے اپنا ولی عہد بنایا اور صوبہ اجمیر شاہزادہ کی جاگیر میں شامل کر کے اسے چتوڑ کے رانا کی سرکوبی کے لئے متعین کر دیا۔ اپنی روانگی سے پہلے اُسے ہاتھی جواہرات اور ایک لاکھ اشرفی عنایت فرمائے اور اس کے ساتھ راجہ مان سنگھ شاہ قلی خاں اور دوسرے جنگ آزما امیروں کے ہمراہ رانا پر فوج کشی کے لئے رخصت کر دیا۔ اس سے پہلے بنگال کا صوبہ راجہ مان سنگھ سے واپس لے لیا تھا۔ اب دوبارہ یہ صوبہ اسے دے دیا، مگر اس پابندی کے ساتھ کہ وہ بنگال پر اپنے بڑے بیٹے جگت سنگھ کو یا جسے بھی وہ مناسب جانے اپنا نائب مقرر کر کے روانہ کر دے اور خود بادشاہی خدمت پر شاہزادہ کی رکاب میں رہے۔

شہزادہ سلیم نے اجمیر پہنچنے کے بعد رانا پر حملہ کرنے کو فوجوں کو متعین کر دیا اور خود اس علاقہ کے سیر و شکار میں مشغول رہا۔ جب رانا کو بادشاہی فوجوں کے پہنچنے کی اطلاع ملی تو اس نے سرکار کے چند محال (تعلقوں) کو لوٹ لیا۔ لیکن جیسے ہی مغل فوج کے بہادر چاروں طرف سے اس کے علاقہ میں داخل ہو گئے۔ وہ سراسیمہ ہو کر پہاڑوں میں بھاگ گیا۔ بہادر شہسواروں نے تمام شر پسند آبادیوں کو اپنے گھوڑوں کے سموں سے پامال کر دیا اور کافروں کے اہل و عیال کو گرفتار کر کے ان کے مال و اسباب ضبط کرتے۔ اس لڑائی میں ہزارہا ہندوؤں کو غازیوں نے قید کر لیا اور غلام بنا لیا۔

صوبہ اجمیر میں شاہزادہ ان مہموں میں مشغول تھا کہ بنگالہ کے زمینداروں کی شورش کی اطلاع ملی کہ وہاں سرکشوں نے غلبہ حاصل کرلیا ہے اور انھوں نے راجہ مان سنگھ کے نائب کو شکست دیدی ہے۔ شاہزادہ نے اپنے ہمراہی امیروں کی مجلس مشاورت طلب کی اور بنگالہ کا قصد کرنے کے بارے میں ان سے مشورہ کیا۔ اس موقع پر بعض فتنہ پرداز امیروں نے شاہزادہ کو بہکایا کہ یہ تو بڑا اچھا موقع ہے بادشاہ سلامت تو کتنے ہی صوبے چھوڑ کر دکن جیسے دور دراز مقام پر گئے ہوتے ہیں۔ اس وقت تو کسی "عظیم تر منصوبہ" کی فکر کرنی چاہیئے۔ موقع کی بات تو یہ ہے کہ راجہ مان سنگھ کو بنگالہ کے انتظام کے لئے روانہ کردیا جائے اور خود حضور آگرہ کا ارادہ کریں اور اس ضلع کے تمام سیر حاصل پرگنوں محالوں اور خالصہ کے علاقوں اور جاگیروں کو اپنے قبضہ میں کرلیں اور خزانہ اکٹھا کرکے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔

## سلیم کی آگرہ کو واپسی

کچھ تو جوانی کا جوش کچھ مفسدوں کی خوش خیالیاں شاہزادہ نے اس "منصوبہ عظیم" پر کمر باندھ لی خلعت اور گھوڑا عطا کرکے راجہ مان سنگھ کو اس کے علاقہ پر رخصت کردیا اور رانا کی مہم کو ملتوی کرکے خود آگرہ کا رخ کیا راستہ میں تمام بادشاہی محال (تعلقے) اور جاگیرداروں کے علاقوں کو اپنے قبضہ میں لیتے ہوئے قلعہ آگرہ کے سامنے جاکر پڑاؤ ڈال دیا۔ اس وقت آگرہ کا قلعہ دار قلیچ خاں تھا جو تدبر و سیاست میں بڑا مشہور آدمی تھا وہ فوراً قلعہ سے نکل آیا۔ نذرانے اور پیش کش لے کر خدمت میں پہنچا اور اپنے آپ کو شاہزادہ کا ایسا خیر خواہ اور مخلص جتلایا کہ شہزادے کے بدخواہ مشیروں نے اس کو گرفتار کرلینے اور کسی دوسرے کو قلعہ دار بنانے پر بہت زور دیا مگر شاہزادہ نے ان کی بات نہ مانی اور اسے قلعہ داری کی بحالی کے لئے خلعت عطا کرکے دوبارہ قلعہ میں جانے کی اجازت دے دی اور حکم دیا کہ وہ قلعہ کے سارے انتظامات اور بندوبست حسب سابق کرتا رہے۔

اکبر کی والدہ مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم) کو جو شاہزادہ کو اپنے فرزند سے زیادہ چاہتی تھیں ان تمام باتوں کی اطلاع ملی تو وہ سمجھانے کے لئے قلعہ سے باہر آئیں ان کی نصیحتوں پر شاہزادہ شرمندہ تو بہت ہوا مگر اپنے ارادہ سے باز نہ آیا اور خاص خاص آدمیوں کے ساتھ کشتی پر سوار ہو کر دریا کے راستہ الہ آباد چلا گیا اور لشکر کو خشکی کے راستہ سے روانہ کردیا۔ مریم مکانی آزردہ خاطر قلعہ میں لوٹ آئیں۔

شاہزادہ سلیم نے الہ آباد پہنچنے کے بعد بادشاہی تعلقے اپنی سرکار کے آدمیوں میں ترقی اضافہ اور خطاب دے کر تقسیم کر دیئے اور ہر جگہ اپنے حکام مقرر کر دیئے۔ بہار کا صوبہ اپنے کوکہ شیخ جیون کو قطب الدین خاں کا خطاب دے کر عطا فرمایا۔ جون پور کی سرکار لعل بیگ[1] کو ملی۔ کالپی تم بہادر[2] کو تفویض کی گئی۔ بادشاہی خزانہ میں نقد تیس لاکھ روپیہ تھا وہ اپنے تصرف میں لے لیا۔

## اکبر کی دکن سے واپسی

دکن کی لشکر گاہ میں شہزادہ سلیم کی بغاوت کی خبر بجلی کی طرح پھیل گئی۔ انھیں دنوں شہزادہ دانیال کے انتقال کی بھی خبر پہنچی۔ اکبر کو سلیم کے ساتھ دوسرے تمام شاہزادوں کی نسبت زیادہ محبت تھی۔ خاص طور سے اس لئے بھی کہ بیٹوں کے انتقال سے اکبر کا دل بڑا داغ دار تھا اور وہ سلیم کی ذات کو بہت غنیمت سمجھتا تھا اس کی بغاوت کی اطلاعات پر وہ رنجیدہ ضرور ہوا مگر اس نے بڑے ضبط سے کام لیا اس کے خلاف شر پسند لوگ جو طرح طرح کے مشورے دے رہے تھے ان کو اس نے قبول نہیں کیا بلکہ پدرانہ عنایت و شفقت کے ساتھ فرمان لکھ کر خواجہ عبدالصمد شیریں قلم کے بیٹے محمد شریف کے ہاتھ روانہ کیا۔ محمد شریف بادشاہزادہ کا ہم سبق اور کھیل کود کا ساتھی تھا۔ زبانی بھی محبت آمیز کلمات کہلواتے اور خدمت میں حاضر ہو جانے کا پیغام بھجوایا۔

محمد شریف آیا تو شاہزادہ نے آداب کے مطابق شاہی فرمان کی تعظیم اور استقبال کیا۔ پڑھنے کے بعد باپ کے حضور میں چلے جانے کا دل میں ارادہ کر لیا اور فرمان کو مشورہ کے لئے اپنے ساتھیوں کے سامنے رکھا مگر ان تباہ کاروں کے مشوروں پر حضور میں جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور محمد شریف کو اپنے پاس ہی روک لیا اور اسے اپنا وکیل السلطنت بنا لیا۔

محمد شریف کے ساتھ جو معاملہ ہوا اس کی اطلاع جب اکبر کو ملی تو اس نے باوجود اس کے کہ دکن کی مہم قریب الختم تھی اور کچھ عرصہ ٹھہر جانے پر یہ توقع تھی کہ نظام الملک اور

---

[1] ن۔ لالہ بیگ۔

[2] ن۔ یتیم بہادر۔

عادل شاہ کے بھی بیشتر شہر اور قلعے بادشاہی قبضہ میں آجاتے' واپسی کا ارادہ کر لیا۔ خان خاناں اور شیخ ابوالفضل کو برہان پور میں متعین کر کے متواتر کوچ کرتے ہوئے دارالخلافہ آگرہ چلا گیا۔

## سلیم کی پیش قدمی

شہزادہ کو جب اطلاع ملی کہ بادشاہ نے آگرہ کی طرف کوچ کر دیا ہے تو اس نے زیادہ سے زیادہ فوج جمع کرنی شروع کر دی اور خواجہ عبداللہ کو نمایاں ترقی اور اضافہ دیا اور عبداللہ خاں کا خطاب مرحمت فرما دیا اسی طرح اپنے اکثر آدمیوں کو اضافہ ترقی خطاب اور جاگیر دے کر ان کو نمایاں اعزاز عطا کئے۔ جب سنہ میں اکبر آگرہ میں پہنچا تو سلیم نے تیس چالیس ہزار سواروں اور جنگی سامان لے کر دارالخلافہ کی طرف کوچ کر دیا اور شہرت یہی دی کہ باپ سے ملنے جا رہا ہے۔

جب لشکر آصف خاں کی جاگیر اٹاوہ میں پہنچا تو آصف خاں کے وکیل نے شاہزادہ کی خدمت میں آصف خاں کا بھیجا ہوا ایک قیمتی لعل پیش کیا اور یہ عرض کیا کہ اسے آصف خاں نے بادشاہ سلامت کے اشارہ پر نذر میں بھیجا ہے۔ اس کے باوجود شاہزادہ نے اس کی جاگیر سے بہت بڑی رقم وصول کی۔

## اکبر کا خط سلیم کے نام

اکبر کو سلیم کی ان حرکتوں کی ہر ہفتہ بلکہ ہر روز خبریں ملتی رہتی تھیں۔ جن امیروں کی جاگیریں صوبہ بہار میں تھیں وہ اور خاص طور سے آصف خاں بہت زیادہ چراغ پا تھے اور بادشاہ سے فریادیں کرتے اور فتنہ انگیزیاں کرتے رہتے تھے۔ اکبر ان کے جواب میں اپنے فرزند کے لئے محبت آمیز باتیں ہی کرتا تھا۔ لیکن جب معاملہ حد سے گذر گیا اور شہزادہ کے اٹاوہ سے بھی کوچ کرنے کی خبر پہنچی اور لوگوں کے کاروبار اس امید و بیم کی حالت میں درہم برہم ہونے لگے تو اکبر کو بھی تشویش ہونے لگی اور اس نے بیٹے کے نام اس مضمون کا فرمان لکھا کہ "اس فرزند کے دیدار کا اشتیاق حد سے زیادہ ہے لیکن اس شان و شکوہ کے ساتھ اس کا آنا ہمارے محبت بھرے دل پر شاق گذر رہا ہے اگر اس کا مطلب اظہار تجمل اور لشکر کا مظاہرہ ہے تو یہ بات تو بخوبی ظاہر ہو چکی اب بہتر یہ ہے کہ اس بھیڑ بھاڑ کو ہٹاؤ لوگوں کو ان کی جاگیروں پر رخصت کر دو اور مقررہ طریقہ پر حمیدہ پہنچ کر باپ کی منتظر آنکھوں کو ٹھنڈا کرو۔ اور اگر بدخواہوں کی ہرزہ سرائی سے تم کسی وسوسہ اور اندیشہ میں گرفتار ہو تو یقین کرو ہمارے دل میں تمہاری طرف سے کوئی میل نہیں ہے تم الہ آباد واپس چلے جاؤ' جس وقت تمہارے دل سے یہ

وہم نکل جائیں خدمت میں حاضر ہو جاتا۔"

**سلیم کی الہ آباد واپسی**

شاہزادہ سلیم اس فرمان کو پڑھنے کے بعد متردد ہو گیا اور اسے خلافِ حکم عمل کرنے کی ہمت نہ پڑی اٹاوہ ہی میں ٹھیر گیا اور ایک عرض داشت بھیجی :- کہ میرا تو ارادہ صرف حضور سے ملاقات کرنے کا تھا۔ اور جو باتیں موقع طلب لوگ بناتے ہیں اُن کا خیال تک میرے دل میں نہیں گذرا ہے اب جب کہ آپ کا حکم صادر ہو گیا ہے۔ میں اطاعت امر کو واجب سمجھتا ہوں، اگرچہ چند روز کے لئے حضور سے جدا رہنا پڑے گا۔" اس کے بعد شہزادہ نے الہ آباد کی طرف کوچ کر دیا۔ اس کے واپس ہوتے ہی اکبر نے ازراہ شفقت صوبہ بنگالہ اور اوڑلیسہ کو شہزادہ کی جاگیر میں دیدیا اور وہاں کی مستقل صوبہ داری بھی اسے عطا کر دی اور یہ بھی لکھ دیا کہ "تم ہر جگہ اپنے آدمیوں کو متعین کر کے خاطر جمعی کے ساتھ ملک کے نظم ونسق میں مصروف رہو اور وسوسہ ورنجد دل سے نکال دو" شہزادہ نے ان عنایتوں پر شکر گذاری کا اظہار کیا اور اپنے آدمیوں کی تعیناتی کو قبول نہیں کیا، کیونکہ وہ سرداروں کو اور جمعیتوں کو اپنے سے جدا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ الہ آباد میں شہزادہ اسی طرح ٹھیرا رہا اور بادشاہوں کی طرح جاگیروں کے عطا کرنے، ترقی واضافہ خطاب اور نقارہ دینے، امیروں کو محالات پر مقرر کرنے میں مشغول رہا۔

**ابوالفضل کا قتل**

سلیم کے جاسوسوں نے خبر پہنچائی کہ اکبر کے حکم پر شیخ ابوالفضل دکن سے دارالحکومت کو واپس جارہا ہے۔ سلیم بہت پہلے سے ابوالفضل کی بعض ناپسندیدہ حرکتوں کے سبب ناراض تھا اور خلوت میں وہ کہا کرتا تھا کہ "ان دونوں بھائیوں نے میرے باپ کو بہکا دیا ہے"۔ وہ جانتا تھا کہ ابوالفضل حضور میں پہنچ گیا تو اس کے خلاف ضرور ریشہ دوانیاں کرے گا۔ اسی لئے اُس نے راجہ نرسنگ راؤ کو اشارہ کیا کہ وہ ابوالفضل کے گوالیار پہنچنے سے پہلے وہاں پہنچ جائے اور راستہ ہی میں آگے روک کر اچانک حملہ کر دے اور اُس کا کام تمام کر دے۔ اس قرارداد کے بعد اسے رخصت کر دیا۔ اور وہ اپنے وطن جانے کے بہانے چلا گیا۔ راجہ حسب الحکم اپنے وطن ابوالفضل کی آمد سے پہلے پہنچ گیا۔ اور اس پر اچانک بے خبری کی حالت میں حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ دسیریوں کی جماعت میں سے ایک کی کمی ہو گئی۔ جہانگیر نے "جہانگیر نامہ" (تزک جہانگیری) میں جس میں اُس

نے اپنے عہد کے حالات خود لکھے ہیں اس واقعہ کے متعلق یہ الفاظ لکھے ہیں۔

"چوں آں مقتدائی ملحداں باعث بدنامی نام نامی
عرش آشیانی گشتہ بود کار اور ابداں تدبیر ساختم۔"

(چونکہ وہ ملحدوں کا پیشوا عرش آشیانی (اکبر) کے نام نامی کو بدنام کرنے کا باعث بن گیا تھا اس لئے میں نے اس تدبیر سے اس کا کام تمام کر دیا۔)

ابوالفضل کے سانحہ کی اکبر کو اطلاع ملی تو اسے بہت صدمہ ہوا مگر اس نے ضبط و تحمل سے کام لیا۔ اس کے بعد بیٹے کو راہ راست پر لانے کے لئے (خدیجۃ الزمانی مہد علیا) سلیمہ سلطان بیگم کو جو دانائی، کاردانی اور سخن سنجی میں بے مثل خاتون تھیں روانہ کیا۔ خاصہ کا ایک مشہور ہاتھی "فتح لشکر" نامی خلعت جواہرات اور دوسرے تحفے بھی بیٹے کے لئے بھیجے۔ اس دوران میں مسلسل طرح طرح کے کپڑے، اور ماکولات وملبوسات بطور ہدیہ بھیجتے رہے۔ جب سلیمہ سلطان بیگم کی سواری الہ آباد پہنچی تو سلیم نے پوری شان وشکوہ کے ساتھ آ کر ان کا استقبال کیا اور آداب فرزندی بجالایا۔ بیگم نے حسن تدبیر سے سلیم کو خطا بخشی کا یقین دلایا اور اس کے دل کی کدورت اور وسوسوں کو دور کیا۔ یہاں تک کہ وہ اُسے اپنے ساتھ حضور میں لے آئیں۔ طے یہ پایا کہ ملاقات کے دن مریم مکانی جدہ ماجدہ (حمیدہ بیگم) اور (خدیجۃ الزمانی) سلیمہ سلطان بیگم سفارش کر کے شہزادہ کو باپ کے قدموں پر جھکا دیں گی۔

**سلیم باپ کی خدمت میں**

جب دارالخلافہ سے شہزادہ کی سواری ایک منزل رہ گئی تو مریم مکانی استقبال کے لئے گئیں اور اُسے گلے سے لگا لیا اور بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ اپنے گھر لے آئیں۔ اس کے بعد اکبر بادشاہ خود وہاں تشریف لے گئے اور دونوں خاتونوں نے بیٹے کا سر باپ کے قدموں میں جھکا دیا۔ اکبر نے انتہائی شفقت کے ساتھ اسے اٹھا کر روتے ہوئے سینہ سے لگا لیا۔ بیٹے نے باپ کو نذرانہ میں نو ہزار مہریں اور سات ہاتھی پیش کئے۔ باپ نے بھی بیٹے کو ہاتھی دیا اور طرح طرح کے جواہرات اور مرصع سامان عطا فرمایا۔ اپنی پگڑی سر سے اُتار کر بیٹے کے سر پر رکھدی۔ اور دوبارہ مستقل ولیعہدی دینے کا اعلان کرا دیا اور شادیانے بجانے کا حکم دیا۔

**سلیم کا خط باپ کے نام**

ملاقات کے جشن اور خوشیوں کے کچھ عرصہ بعد اکبر نے دوبارہ شہزادہ کو رانا کی مہم پر مامور کر کے نامدار امراء کی ایک جماعت

کے ساتھ وسہرہ کے دن رخصت کیا سلیم نے پہلا پڑاؤ فتح پور میں رکھا تاکہ خزانہ اور لشکر جس کی منظوری دی جا چکی تھی وہاں پہنچ جائے۔ بادشاہی متصدیوں کی کوتاہی اور غفلت کے سبب اس سارے ساز و سامان کے پہنچنے میں تاخیر ہوگئی اور شہزادہ کو فتح پور میں کچھ زیادہ دن لگ گئے۔ یہ بات اسے گراں گذری اور اس نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا۔

"آخر اس بندہ کا کیا قصور ہے کہ سرکار کے دفتری اور گماشتے ضروری ساز و سامان کے مہیا کرنے میں اس طرح سستی کر رہے ہیں یہ مرید تو اس مرشد اور قبلہ گاہ کے حکم کو خدا کا حکم جانتا ہے۔ چنانچہ حسب فرمان یہاں آکر ٹھہرا ہوا ہے اور چند دن سے برابر انتظار کر رہا ہے۔ لیکن اب تک ساز و سامان دام و درم کا کوئی انتظام نہ ہوسکا۔ مجھے تحقیق سے اس بات کا بھی اندازہ ہوگیا ہے کہ بار بار ضروری سامان کے مطالبات پیش کرنے' سرکاری گماشتوں کی شکایتیں کرنے سے وہاں میری سبکی ہو رہی ہے اور سخن طرازوں کو دراندازیوں کا موقع مل گیا ہے۔ یہ بات دنیا پر روشن ہے کہ رانا کی مہم کہ اس قدر وسیع ملک میں دشوار گزار پہاڑوں پر فوج کشی کرنی پڑے گی بغیر روپیہ اور لشکر اور توپ خانہ کے خاطر خواہ انتظام کے بغیر سرانجام نہیں پاسکتی۔ ان انتظامات کے لئے بار بار منت سماجت کرنے سے آپ کو بھی ملال ہوگا اور میری بھی خفت ہوگی' اس لئے حضور مجھے کچھ عرصہ کے لئے جاگیر پر جانے کی اجازت دیدیں۔ تاکہ میں وہاں جاکر لڑائی کی خاطر خواہ تیاری کروں اور مفوضہ خدمت بجا لانے کے لئے کوچ کروں"

**سلیم کی نافرمانی**

اس عرض داشت کے پہنچنے پر اکبر نے شاہزادہ کی چچی بخت النساء بیگم کو ایک دو محرم راز امیروں کے ہمراہ روانہ کیا۔ مگر ان کے سمجھانے کا کوئی فائدہ نہ ہوا اور سلیم اپنی ضد پر اڑا رہا۔ مجبور ہوکر اکبر نے اسے الہ آباد جانے کی اجازت دیدی۔ شہزادہ سلیم کوچ پر کوچ کرکے شاہانہ انداز میں الہ آباد کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس مرتبہ بھی بعض نادانوں کے منع کرنے کے باوجود بیٹے کے پاس تحفے تحائف روانہ کئے۔ چنانچہ

جاڑوں کی مناسبت سے سفید لومڑی کی کھال کی نیم آستین بھجوائی جو بلاشبہ ایک نادر تحفہ تھا۔ اس عطیہ پر شہزادہ نے تشکر آمیز جواب لکھ بھیجا مگر اپنا رویہ نہیں بدلا۔ الہ آباد پہنچتے ہی بادشاہ کے مقرر کردہ بہترین جاگیرداروں کے تبادلے شروع کر دیئے۔ اس دوران میں اکبر کو فتنہ پرداز لوگوں نے الٹی سیدھی پٹی پڑھانے کی بڑی کوشش کی مگر بادشاہ نے ان کی باتوں پر کان نہیں دھرا اور سنی ان سنی کر دی۔

عبداللہ خاں کو شاہزادہ نے ہی ترقی دی تھی اور بلند مراتب پر پہنچایا تھا۔ وہ موقع سے خلوت میں شہزادہ کو سمجھاتا رہتا تھا اور نصیحتیں کرتا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی باتوں کا کچھ اثر نہیں ہو رہا ہے تو وہ الہ آباد سے نکل کر بادشاہ کے پاس چلا گیا۔

**خسرو کی ماں کا انتقال** جہانگیر کے لڑکوں میں خسرو جو راجہ مان سنگھ کی بہن کے بطن سے تھا محمد خرم (شاہجہاں) سے تین سال بڑا تھا۔ خرم کو باپ اور دادا دونوں زیادہ چاہتے تھے اسی لئے خسرو کو بڑا حسد تھا اور وہ باپ کے ساتھ بھی گستاخی اور بے ادبی کر جاتا تھا۔ جب بھی موقع ملتا دادا کو باپ کے خلاف بھڑکاتا رہتا تھا۔ اس کی ماں اسے ان حرکتوں سے بہت منع کرتی رہتی تھی، لیکن وہ اپنے رویہ سے باز نہیں آتا تھا بیٹے کے لچھنوں کو دیکھ کر وہ کڑھتی رہتی تھی۔ اسی میں اس کو سودا اور جنون کی شکایت ہو گئی۔ اپنے بیٹے کے طرز عمل پر غم و غصہ کرتے ہوئے اس نے آخر ایک دن افیون کھا کر خودکشی کر لی۔ اس کے انتقال کی اور عبداللہ خاں کے بے اطلاع چلے جانے کی خبریں ایک ساتھ ایک ہی دن شہزادہ کو ملیں۔ جس سے اسے بڑا قلق اور صدمہ ہوا۔

**دردناک سزا** ان ہی دنوں ایک اور واقعہ پیش آیا۔ شاہزادہ کے ایک واقعہ نگار کو ایک خوبصورت لونڈے سے جو شاہزادہ کا منظور نظر تھا۔ محبت ہو گئی۔ اور دونوں میں تعلقات قائم ہو گئے۔ اس نے لونڈے کو ورغلا کر اپنے ساتھ نکال لیا اور دونوں دکن کی طرف بھاگ گئے۔ شہزادہ نے ان دونوں کو گرفتار کر کے لانے کے لئے آدمیوں کو مقرر کر دیا۔ چنانچہ دونوں کو چار پانچ منزل سے قید کر کے حضور میں لایا گیا۔ شاہزادہ نے ان دونوں کی اپنے روبرو کھال کھنچوا دی۔

اکبر کے سامنے روز ہی جاگیرداروں پر مظالم کے قصے پیش کئے جاتے تھے۔ ان سب پر مستزاد اس ظالمانہ سزا کی اطلاع پہنچی تو اکبر کو بڑا ناگوار گزرا اور اس نے کہا: سبحان اللہ ہم

تو اپنے سامنے ذبح کی ہوئی بکری کی کھال کھنچوانے پر بھی راضی نہیں ہوں گے، معلوم نہیں ہمارے بیٹے میں یہ سخت دلی کہاں سے آگئی ہے؟ لوگوں نے جاگیروں کے تغیر و تبدل میں جو زیادتیاں ہو رہی تھیں ان کا دکھڑا شروع کر دیا اور یہ بھی اطلاع دی کہ شہزادہ کثرت سے شراب پینے لگے ہیں پھر اس کے ساتھ افیون کا نشہ بھی کرتے رہتے ہیں۔ یہ ساری باتیں اسی نشہ بازی کا نتیجہ ہیں اس قدر برہم رہتے ہیں کہ اجرائی حکم کے وقت کسی کو کچھ عرض کرنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر اکبر نے خود الہ آباد جانے کا عزم کر لیا۔

## اکبر کا عزم الہ آباد

بیٹے کو الہ آباد سے اپنے ہمراہ لانے کے لئے بادشاہ نے ۱۰۱۳ھ کو دارالخلافہ اکبر آباد سے کشتی پر کوچ کیا۔ اتفاق سے کشتی ریت کے ایک ٹیلے پر چڑھ گئی اور ملاحوں کی بڑی کوششوں کے بعد بھی وہاں سے نکل نہ سکی آخر کار دوسری کشتی لائی گئی اور بادشاہ اس پر سوار ہو کر روانہ ہوتے اور "پیش خانہ" کی منزل پر جا کر اترے۔ ظاہر ہے یہ بات اہل شگون کے نزدیک مبارک نہیں تھی اسی رات بارش شروع ہو گئی اور دوسرے دن تک مسلسل اتنی سخت بارش آٹھ دو پہر تک ہوتی رہی کہ نصب شدہ خیمے پانی پر تیرنے لگے صرف بادشاہی سراپردہ اور چند امراء کے خیمے کھڑے رہ گئے۔ بقیہ سب چھوٹوں بڑوں کی چھولداریاں گر پڑیں جو لوگ شہر سے خیمہ گاہ تک ابھی نہیں آسکے تھے وہ بارش کے سبب شہر سے نکل نہ سکے۔

## اکبر کی والدہ کا انتقال

اکبر کے چلتے وقت مریم مکانی جسمانی عارضوں میں مبتلا تھیں شاہزادہ سلیم کے بارے میں نامناسب خبریں سن سن کر ان کا مرض بڑھتا ہی رہتا تھا۔ علاوہ ازیں وہ اکبر کے الہ آباد جانے کو بھی پسند نہیں کرتی تھیں مذکورہ منزل پر جہاں بادشاہ بارش کی وجہ سے ٹھیرے ہوئے تھے خبر پہنچی کہ مریم مکانی کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہو گئی ہے۔ اکبر نے شہزادہ خرم کو جو باپ اور دادا دونوں میں مصالحت کے لئے کوشاں رہتا تھا اور اس وقت بھی دادا کے ہم رکاب تھا روانہ کیا کہ وہ دادی کی خدمت میں جائے اور وہاں سے مرض کی کمی بیشی کے بارے میں صحیح اطلاع لے کر آئے۔ خرم نے واپس آکر دادی کے حسب الحکم عرض کیا۔ اگر آخری دیدار کا ثواب لینا چاہتے ہو تو لوٹ آؤ اور ماں کی خوشنودی حاصل کر لو۔ دونوں جہاں کی بھلائی اسی میں ہے کہ ماں کے سرہانے اس کے آخر وقت میں حاضر رہو۔ اکبر فوراً ہی لوٹ آیا اور اپنی ماں

کے آخری دیدار سے فیضیاب ہوا۔ کیونکہ اسی دن مریم مکانی اس جہاں سے رخصت ہوگئیں۔ اکبر نے ماں کے رنج میں سر، ڈاڑھی اور مونچھ منڈوادی۔ تین دن تک ماتمی لباس میں رہا۔ تیسرے دن لباس تبدیل کیا۔ جن جن امیروں نے ڈاڑھی منڈائے اور ماتمی لباس پہننے کی پیروی کی تھی ان سب کو خلعت عطا کی۔

## سلیم کی واپسی اور نظر بندی

جب شاہزادہ سلیم کو دادی کے مرنے اور باپ کے اس طرح غم زدہ ہونے کی خبر ملی تو اُس کے جی میں بھی سوئی ہوئی نیکی جاگ اٹھی اور وہ دادی کے پرسہ اور اپنے قصور معاف کرانے کے لئے خدمت میں حاضر ہوگیا۔ غم زدہ باپ نے پشیمان بیٹے کو روتے ہوئے گلے سے لگالیا۔ بیٹا نذر کے لئے ایک لاکھ روپیہ کا قیمتی الماس لایا تھا وہ اور دوسری پیش کش قبول فرمائی اور بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر حرم سرا میں چلا گیا۔ اور شفقت آمیز عتاب کرتے ہوئے کہا۔ "بکثرت صحرانوردیوں سے اور بدعاقبتوں کے بہکانے سے تمھارے دماغ میں خلل پیدا ہوگیا ہے۔ اب کچھ عرصہ تم خلوت خانہ میں آرام کرو تاکہ اطبا تمھارے مزاج کو معتدل کرنے کی تدبیریں کریں"۔ غرض شہزادہ کو محل میں نظر بند کردیا۔ اُس کی ماں اور بہنوں نے بڑی تسلی اور دلاسا دیا اور اُمید دلائی کہ بہت جلد یہ پابندیاں ختم ہوجائیں گی۔ کچھ عرصہ کی نظر بندی کے بعد اُس کی والدہ کی سفارش پر اکبر نے دوبارہ شاہزادہ کو اپنی عنایات سے نوازا اور اُس کے اختیارات بحال کردیئے۔

## ہاتھیوں کی لڑائی

ایک دن رفاہاً، سلیم کی خواہش پر بادشاہ نے ہاتھیوں کی لڑائی کا جشن منعقد کیا۔ شاہزادہ محمد سلیم کے پاس جس کا لقب ولیعہد بننے کے بعد شاہنشاہ ہوگیا تھا۔ ایک ہاتھی "گراں بار" نامی تھا جو تن و توش، طاقتوری اور لڑنے میں بہت مشہور تھا۔ خسرو کے پاس بھی ایک قوی ہیکل ہاتھی "آپ روپ" نام کا تھا لڑائی اور مقابلہ میں کوئی ہاتھی بھی اس کے مقابل ٹھیر نہیں سکتا تھا۔ اکبر نے مقابلہ کے لئے ان ہی دو ہاتھیوں کا انتخاب کیا۔ شاہی خاصہ کے ایک ہاتھی "رن تھمن" نامی کو جس کا ہمسر کوئی دوسرا ہاتھی نہیں ہوسکتا تھا اور نامور ہاتھیوں میں سے ایک تھا۔ اس غرض سے مقرر کیا گیا کہ جب بھی مذکورہ دو میں سے جو ہاتھی بھی مغلوب ہونے لگے وہ اس کی مدد کرے۔ یاد رہے "فیل کوکی" "فیل چرخی" "فیل تو ٹپہ لنگر" یہ ساری اصطلاحیں اکبر

بادشاہ کی وضع کردہ ہیں۔ مقابلہ کے وقت اکبر بادشاہ جھروکہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ سلطان خرم تھا۔ خرم بچپن ہی سے اکبر کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔ کیونکہ اکبر نے صغر سنی ہی سے اُس میں عقل و شعور کے جوہر دیکھ لئے تھے اور وہ اس کو بہت عزیز رکھتا تھا شاہزادہ سلیم اور خسرو بادشاہ کی اجازت سے گھوڑوں پر سوار کھڑے ہوئے تھے۔ جب وہ دونوں کوہ پیکر ہاتھی اپنی اپنی جگہ سے بڑھے اور ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے تو سارا میدان دہلنے لگا اور تماشائی اس خطرناک اور دلچسپ مقابلہ کو دم سادھے حیرت سے دیکھنے لگے ۔

دو کوہ آہنی از جائی جنبید
زمین گفتی از سرتا پائی لرزید

چند ایک زبردست ٹکروں کے بعد سلیم کا گراں بار ہاتھی اپنے مقابل پر غلبہ پا گیا اور "آپ روپ" دبنے لگا۔ اس وقت مقررہ قاعدہ کے مطابق شاہی خاصہ کے فیلبان نے خسرو کے ہاتھی کی مدد کے لئے "ران تھمن" کو آگے بڑھایا۔ اس کو بڑھتا دیکھ کر شاہزادہ سلیم کے عملہ کے آدمیوں اور نوکروں نے اُسے روکنے کے لئے چلانا شروع کیا اور بادشاہی فیلبان پر پتھر پھینکے۔ ایک پتھر لگنے سے فیلبان کی پیشانی زخمی ہو گئی اور خون بہنے لگا۔ خسرو ہمیشہ باپ کے خلاف موقع کی تلاش میں رہتا تھا۔ یہ دیکھکر اس ہجوم میں سے گذرتا ہوا دادا کے سامنے گیا اور شکایت کرنے لگا اور شاہی ہاتھی کے ساتھ ان کی گستاخیوں اور شاہی مہاوت کے زخمی ہو جانے کو بڑی رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کیا۔ اکبر نے بھی دور سے مہاوت کے سر سے خون بہتا ہوا دیکھ لیا تھا۔ اس کی باتوں سے وہ برہم ہو گیا اور شاہزادہ خرم کو سلیم کے پاس یہ کہہ کر بھجوایا۔ "تم اپنے شاہ بھائی کے پاس جا کر کہو۔ شاہ بابا کہتے ہیں دونوں ہاتھی اور دونوں مہاوت تمہارے ہی ہیں۔ پھر ایک جانور کی طرفداری میں ہمارے ادب و لحاظ کو نظر انداز کر دینا اور ہمارے آدمیوں کو تکلیف دینا کہاں تک درست تھا؟"

خرم نے باپ کے پاس جا کر دادا کا پیغام بڑی عمدگی کے ساتھ پہنچایا۔ سلیم نے جواب میں کہا۔ "یہ حرکت میرے علم و اطلاع اور مرضی کے بغیر ہوئی ہے۔ میں خود اس بے باجرأت اور گستاخی کو پسند نہیں کرتا۔ خرم نے دادا کے پاس بڑی خوش اسلوبی سے باپ کی طرف سے وکالت کی اور اس رنج ملال کو دور کرا دیا۔

**دانیال کا انتقال**

انھیں دنوں دکن سے خبر پہنچی کہ شہزادہ دانیال کا انتقال[1] ہو گیا ہے۔ ابھی ایک سال نہیں ہوا تھا کہ اس کی شادی[2] ہوئی تھی اور وہ جی بھر کر دنیا کی مسرتوں سے لطف اندوز بھی نہیں ہوا تھا۔ دانیال کی موت کا اکبر کو بڑا قلق ہوا۔ عرصۂ قریب میں دو فرزندوں[3] کی موت وہ بھی عین عالمِ شباب میں بڑی جاں کاہ تھی۔ کچھ تو اس کا قلق، کچھ جسمانی عوارض، اکبر سخت بیمار ہو گیا۔ روز بروز بخار کی شدت میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ اور علاج و معالجے بھی بے کار ہو گئے اور یہ اندازہ عام طور پر ہو گیا کہ اب وہ بسترِ مرگ سے اٹھنے کا نہیں۔

**اکبر کے آخری دن**

اس زمانہ میں جب کہ اکبر کا آخری وقت تھا۔ دربار میں دو امیر بہت زیادہ مقتدر تھے۔ ایک خان اعظم کوکلتاش، دوسرا راجہ مان سنگھ خسرو کی دونوں سے رشتہ داری تھی۔ کیونکہ خان اعظم کی لڑکی اُس سے منسوب تھی، اور وہ راجہ مان سنگھ کی بھانجی ہوتی تھی۔ اس لئے ان دونوں امیروں نے خسرو کی تخت نشینی کے لئے جوڑ توڑ شروع کر دیئے۔ اُن کو یہ خیال بھی تھا کہ چونکہ شاہزادہ سلیم باپ کے خلاف بغاوت

---

[1] حیرت ہے اس سے پہلے ۱۰۱۲ھ کے واقعات میں خافی خاں دانیال کے انتقال کی اطلاع دے چکا ہے۔ اب یہاں ۱۰۱۴ھ کے واقعات میں پھر دانیال کی وفات کی خبر دے رہا ہے۔ یہ غالباً یادداشتوں کی بے ترتیبی سے ہوا۔ دانیال کا انتقال ۱۰۱۳ھ میں ہوا ہے۔ پہلے کا واقعہ غلط ہے کیونکہ خود خافی خاں لکھ آیا ہے کہ اکبر ۱۰۰۸ھ میں آگرہ لوٹا اور دکن کو دانیال اور خان خاناں کے تفویض کر آیا تھا۔

[2] دانیال کی پہلی شادی تو ۱۰۰۲ھ میں خان خاناں کی لڑکی جانان (جاناں) بیگم سے ہوئی تھی۔ یہ دوسری شادی دکن میں ہوئی ہے۔ اور غالباً ابراہیم عادل شاہ والی بیجاپور کی لڑکی بیگم سلطان سے اگر ایک سال پہلے ہوئی ہو تو اس کا ۱۰۱۳ھ ہو سکتا ہے۔ مگر پھر یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ عقد بیگم سلطان سے نہیں بلکہ کسی اور سے ہوا ہوگا کیونکہ بیگم سلطان کی پیش کش ابراہیم عادل شاہ نے ۱۰۱۰ھ سے پہلے ہی کی تھی البتہ اس کی رخصتی نہیں ہوئی تھی، یا تو اس کی رخصتی تین سال بعد ۱۰۱۳ھ میں ہوئی ہوگی اور اگر پہلے ہو گئی ہو تو یہ کوئی تیسرا عقد ہوگا۔ بہرحال یہاں واقعات اور سنوں میں بڑا خلط ملط ہے۔

[3] دو بیٹے ایک تو دانیال دوسرا غالباً مراد جو اس سے پہلے ۱۰۰۷ھ میں فوت ہوا تھا۔

کرچکا تھا۔ اس لیے اکبر بھی اس کو وارثِ تخت بنانا پسند نہیں کرے گا۔ یہ سوچ کر انھوں نے سلیم کو گرفتار کرکے اندھا کردینے اور قید میں ڈال دینے کی سازش پختہ کرلی۔ اتفاق سے سلیم کی فوج بھی دارالحکومت کے قریب نہیں تھی۔ بلکہ احمد آباد اور دوسری جاگیروں میں متفرق تھی اور سرکار دربار میں مذکورہ دونوں امیر پوری طرح چھائے ہوئے تھے۔ مجبوراً سلیم قلعہ سے باہر اپنی حویلی میں خانہ نشین ہوگیا اور قلعہ میں باپ کی تیمارداری کے لیے آمد و رفت بھی بند کردی۔ البتہ گھر بیٹھے بیٹھے مخالفوں کا زور توڑنے کی تدبیریں کرنے لگا۔ اس موقع پر خرم نے بڑی ہمت کا ثبوت دیا اور دادا کی تیمارداری میں لگا رہا۔ سلیم نے اس کو پیغام بھی بھیجا کہ دشمنوں کے نرغہ میں تمہارا وہاں ٹھہرنا خلافِ احتیاط ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تم وہاں سے فوراً نکل جاؤ۔ خرم نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا "دمِ واپسیں تک میں دادا حضرت کی تیمارداری میں لگا رہوں گا ان کو چھوڑ کر نہیں اٹھوں گا"۔ آخرکار خود خرم کی ماں اس کو سمجھانے اور وہاں سے اپنے ساتھ لانے کے لیے پہنچی اور بیٹے کو چلنے پر بہت کچھ آمادہ کیا۔ اپنے اور باپ کے حقوق یاد دلائے۔ منت سماجت بھی کی، مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور صاف صاف انکار کردیا کہ "جب تک شاہ بابا کی سانس چل رہی ہے۔ میں ان کو چھوڑ نہیں سکتا۔" بیچاری ماں بیٹے کو خطرہ میں چھوڑ کر اکیلی واپس چلی گئی۔ بعد میں پتہ چلا کہ خرم کے نہ جانے ہی میں بھلائی تھی۔ کیونکہ خان اعظم اور مان سنگھ کے مسلح آدمی قلعہ کے دروازوں پر متعین تھے کہ جیسے ہی خرم باہر نکلے اسے گرفتار کرلیں۔

دربار میں صرف بادشاہی بخشی مرتضیٰ خاں بخاری ایک ایسا امیر تھا جو سلیم کا پوری طرح طرفدار اور حامی تھا۔ دوسرے امراء پر بھی اس کا بڑا اثر تھا۔ اکثر امیر اس کے گرویدہ رہتے تھے۔ اس نے بہادر جاں نثاروں کی ایک جماعت کو لے کر سلیم کی مدد اور رفاقت پر کمر باندھ لی۔ دوسرے خان اعظم کے آدمیوں میں پھوٹ پڑگئی۔ اور وہ بھی سست پڑگیا۔ اب صرف راجہ مان سنگھ خسرو کی پشت پر رہ گیا۔ خسرو جو کہ شروع ہی سے باپ کا مخالف تھا، یومیہ ایک ہزار روپیہ جن کے سالانہ تین لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ ہوتے ہیں سرکار سے پاتا تھا مگر اس نے اپنی ذاتی کوئی فوج تیار نہیں رکھی تھی جو اس کے ان ارادوں کی تکمیل میں مدد دیتی اس لیے وہ خود کوئی مؤثر کارروائی کے قابل نہیں تھا۔ راجہ مان سنگھ کو بھی بعض خیرخواہوں نے وعدہ وعید کرکے اور بنگالہ کی صوبہ داری کی خلعت دے کر اسی دن دارالحکومت سے رخصت کردیا۔

## اکبر کی وفات

جب قلعہ پر سے مخالفوں کا تسلط ختم ہو گیا تو شہزادہ سلیم باپ کی تیمار داری کے لئے قلعہ میں داخل ہوا اور قلعہ کے دروازوں پر اور شہر میں داخل ہونے والے راستوں پر اپنے بھروسے کے آدمیوں کو نگرانی کے لئے متعین کر دیا۔ شہزادہ خرم کو جو اس وقت صرف چودہ سال کا لڑکا تھا اس کی ثابت قدمی پر بڑی شاباش دی۔ سلیم جس دن قلعہ میں داخل ہوا اس کی دوسری رات یعنی شب چہار شنبہ ۱۲/ جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ کو اکبر کی روح پرواز کر گئی۔ اکبر نے کُل اکیاون سال دو ماہ تک بادشاہت کی ؎

جہاں چیست گذر ز نیرنگ او
رہائی بہ چنگ آر از چنگ او!
مقیمی نہ بیند دریں باغ کس
تماشا کند ہر کسے یک نفس

## اکبر کے اوصاف

اکبر ایک عادل، مدبر اور بہادر بادشاہ تھا۔ فتح و کامرانی تو اُس کے قدم چومتی تھی۔ چنانچہ اُس نے طول طویل فاصلے طے کر کے صرف سو دو سو سواروں کے ساتھ بیس بیس ہزار تیس تیس ہزار دس سات سات آٹھ آٹھ ہزار کے لشکروں پر بے جھجک حملہ کیا اور ان کو شکست دے کر بھگا دیا۔

اس کی دانائی بلند حوصلگی اور بردباری کا ثبوت سلیم کی بغاوت میں ملتا ہے کہ اُس نے ایسے تند مزاج بیٹے کو کھلی بغاوت کے بعد اپنی ہوشیاری سے بغیر کسی لشکر کشی کے دوبارہ اپنے دام اطاعت میں گرفتار کر لیا۔

شفقت و صلہ رحم کا یہ حال تھا کہ اپنے چچا زاد بھائیوں یعنی مرزاؤں کو بار بار کی نمک حرامیوں اور بغاوتوں کے باوجود بار بار معاف کر دیا اور اپنی بخششوں سے ان کو نوازتا رہا۔

یہ اسی کی شمشیر خارا شگاف تھی کہ مشرقی جنوبی اور شمالی ہند کے بیشتر علاقے اور شہر نیز صوبہ مالوہ احمد آباد اور کشمیر وغیرہ مسخر اور مفتوح ہوئے۔ چتوڑ اور جودھپورہ کے سرکش راجے راجہ اس کی اطاعت و بندگی پر مجبور ہو گئے۔ کتنے ہی سرکش اور جاہل پٹھان جو خود کو وارث ملک سمجھ کر پورے ملک میں فتنہ و فساد مچاتے پھر رہے تھے اس طرح ملیامیٹ ہوئے کہ ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔

عہد اکبری کی تعمیرات میں ایک تو قلعہ اکبر آباد ہے جس کی عمارتیں اور باغ از سرِ نو بنائے

گئے اور از سر نو اس شہر نے رونق پائی۔ دوسرا الٰہ آباد کا قلعہ ہے۔ تیسرے فتح پور کی بلند عالی مسجد ہے ان کے علاوہ اور بھی عمارتیں ہیں جو اس بادشاہ کے حکم سے تعمیر پائیں۔

اکبر کے عہد میں ہم نت نئی عمارتیں خوش منظر مکان دل کش باغ فاخرہ پوشاکیں اور ضروریات زندگی کی دوسری بہت ساری ضروری ایجادوں کو منظر عام پر آتا ہوا دیکھتے ہیں ان کے ساتھ ساتھ اس نے نظم و نسق کے قاعدے اور سلطنت و حکمرانی کے ضابطے وضع کئے اور انھیں رواج دیا۔

عہد اکبری میں ترک تاجیک عرب و عجم ہر ملک اور ہر قوم کے شاعر فاضل اور ہنرور حکماء و عقلا ہندوستان میں جمع ہو گئے تھے اور یہ صرف اس بادشاہ کی قدردانی اور علم و ہنر کی سرپرستی کا نتیجہ تھا جس کی مثال ہندوستان کے بادشاہوں میں کسی کے عہد میں نہیں ملتی۔

**عہد اکبری کے امراء**

نظام الدین ہروی محمد اکبر بادشاہ کے بخشیوں کے عملہ میں تھا۔ اس نے دکن کے ایک سو بیس سلاطین کے حالات پر مشتمل ایک تاریخ لکھی ہے۔ اس میں عہد اکبری کے سینتیس سال کے حالات بھی ہیں۔ سلاطین دکن کے سلسلہ میں تو اس کا بیان کچھ زیادہ قابل اعتبار نہیں ہے وہ کیا بجز محمد قاسم فرشتہ کے کسی مورخ کا بیان بھی باعتبار صحت معتبر نہیں البتہ جہاں تک اس نے اکبر بادشاہ کے حالات لکھے ہیں۔ ان پر پورا پورا بھروسہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ نظام الدین کی پوری عمر عرش آشیانی اکبر بادشاہ کے رکاب میں گذری ہے۔ اس تاریخ میں اس نے دربار اکبری کے پنج ہزاری امیروں کی تعداد بھی دی ہے سن ۲۸ جلوس تک ان کی تعداد بارہ ہے واضح رہے۔ پنج ہزاری منصب اس زمانہ کا اعلیٰ ترین منصب تھا۔ ہم ان امیروں کی فہرست ذیل میں دیتے ہیں۔

(۱) مرزا شاہرخ بن مرزا ابراہیم۔ یہ بادشاہ کے چچازاد بھائیوں میں سے تھا۔

(۲) مرزا رستم قندھاری۔ ایران کے صفوی بادشاہ کا بھائی تھا جو اپنے بھائی کی مخالفت اور قندھار پر ازبکوں کے قبضہ کی وجہ سے یہاں بھاگ آیا تھا اسے بھی بادشاہ نے پانچ ہزاری منصب داروں میں شامل کر لیا تھا

(۳) بیرم خاں وکیل السلطنت مخاطب خانخاناں جو بادشاہ کا منہ بولا چچا تھا۔ بعد میں معتوب ہوا اور قتل کیا گیا۔

(۴) سعید خاں ۔ جہانگیر قلی خاں کا بھتیجہ ۔
(۵) خان جہاں ۔ بیرم خاں کا بھانجہ ۔
(۶) امین خاں کوکہ ۔
(۷) شجاع خاں ۔
(۸) رسول خاں ۔ پہلے بیرم خاں کی سرکار میں تھا بعد میں شاہی ملازمت میں داخل ہوا اور اس مرتبہ پر فائز ہوا ۔
(۹) شہاب الدین احمد خاں
(۱۰) مہدی قاسم خاں
(۱۱) راجہ بھگوان داس پچھارمل
(۱۲) راجہ مان سنگھ ۔ اس کی بہن جہانگیر کے عقد میں تھی

ان کے علاوہ (تاریخ نظامی میں) چار ہزاری منصب رکھنے والے امیروں کی تعداد بھی دی ہے جو چودہ پندرہ تک پہنچتی ہے ان کے منجملہ عبدالمجید آصف خاں بھی ہے جو پہلے " اہل قلم " میں داخل تھا اس کا نام بھی بلا قید منصب امرائے عظام کی فہرست میں لکھا ہے البتہ یہ لکھ دیا ہے کہ وہ بیس ہزار سواروں کا کمان دار تھا ۔ اس کے علاوہ نظامی نے جن امیروں کے نام بڑے بڑے مقرب امیروں کی فہرست میں بلا قید منصب گنائے ہیں ان میں شیخ ابوالفضل اور شیخ فیضی ہیں جو اپنے زمانہ کے نادرہ روزگار اہل قلم تھے ۔ ان کے علاوہ سکندر خاں اوزبک ، عبداللہ خاں اوزبک محمد مراد خاں ، شاہ بداغ خاں تھے اور مظفر خاں جس نے وزارت کے عہدہ تک ترقی کی اور پیر محمد خاں تھا جو پہلے بیرم خاں کا نوکر تھا پھر بادشاہ کے مقرب امیروں میں شامل ہو گیا ۔ راجہ بیربل کا درجہ کبھی دو ہزاری امیروں سے آگے نہیں بڑھا ۔ لیکن وہ اپنی لطیفہ گوئی سمجھ بوجھ حاضر جوابی اور موزونی طبع اور درجہ اول کا ہندی شاعر ہونے کے سبب بادشاہ کو بہت زیادہ عزیز تھا بادشاہ کے دل میں اس کی اتنی جگہ تھی کہ ہر مہینہ ہر سال لاکھوں وہ نقد اور جواہرات کی صورت میں انعام لیتا رہتا تھا پھر دور و نزدیک کے سب امیر بھی اسے بھاری تحفے اور ہدیئے بھیجتے رہتے تھے وہ حرم سرا میں خلوت اور آرام کے وقت بھی بادشاہ کے پاس جا سکتا تھا ۔ امرائے بادہ میں سے جو لوگ عہد اکبری میں پایۂ امارت پر پہنچے ۔ سید محمود خاں ہے جو چار ہزاری امیر تھا اس کا بھائی سید احمد تین ہزاری

منصب پر فائز تھا۔

**عہد اکبری کے علماء وصوفیا**

اگر ہم اس دور کے اولیا، شائخین علما ایران وتوران سے آئے ہوئے شاعروں کے حالات لکھیں تو ایک علیحدہ کتاب بن جائے گی۔ تاہم بطور تذکرہ بعض مشائخین صاحبان کمال اور مشہور شاعروں کے نام لکھ دیتے ہیں۔

**شیخ سلیم**

حضرت شیخ سلیم چشتی اس وقت کے صاحب ریاضت بزرگ تھے خود بادشاہ نے ان کی بہت سی کرامتیں اور خوارق مشاہدہ کئے تھے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں کافی عرصہ بسر کیا تھا اور ۲۴ حج ادا کئے تھے وہ دردمندوں اور محتاجوں کی ہمیشہ مدداور دستگیری کرتے رہتے تھے۔ ہم لکھ آئے ہیں کہ جب جہانگیر کی والدہ کو حمل ٹھیرا تھا تو اسے ان ہی کے مکان میں رکھا گیا تھا۔ جہانگیر کی ولادت انہی کی دعاؤں کا نتیجہ تھی اسی لئے اس کا نام سلیم برکت کی خاطر ان ہی کے نام پر رکھا گیا تھا۔ اکبر نے شہر فتح پور بھی شیخ سلیم کی عقیدت میں آباد کرایا تھا ان کا انتقال ۹۷۹ھ میں ہوا تھا۔

**شیخ عبدالحق**

شیخ عبدالحق دہلوی اس زمانہ کے افضل العلماء اور مشہور محدث تھے۔ کعبۃ اللہ گئے تو حج کی ادائیگی کے بعد وہ وہاں ایک طویل مدت تک صرف احادیث کی تحقیق کے لئے ٹھیرے رہے۔ علوم عقلی ونقلی میں ایک سو کتابیں لکھیں۔ ان میں سے ایک شرح مشکوٰۃ ہے تاریخ مدینہ بھی لکھی جس میں ائمۂ طاہرین کا ذکر اور ان پر مخالفوں کی ظلم وزیادتی کا حال بڑی حسن عقیدت کے ساتھ لکھا ہے۔ ایک اور کتاب تکمیل الایمان ہے جو عقائد کی کتاب ہے۔ سو سال سے زائد عمر پائی تھی چنانچہ جہانگیر بادشاہ کے آخری عہد میں بھی زندہ تھے۔ صلاح وتقویٰ میں جو علم باعمل کا لازمی نتیجہ ہے، ممتاز تھے فرائض وسنت کی پابندی میں آخر عمر تک کبھی کوئی کوتاہی نہیں کی۔ کعبۃ اللہ سے واپس آنے کے بعد اکثر ان کی زبان پر یہ جملہ رہتا تھا "بیت اللہ جا کر میں ایک عرصہ تک مقیم رہا اور وہاں احادیث کی تحقیق میں سارے اوقات صرف کئے مجھے معلوم نہیں تھا کہ بہت سی مشہور حدیثیں وضعی ہیں"۔ ان کا مقبرہ دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین کے مزار کے قریب ہے۔

**خواجہ باقی باللہ**

ایک اور بزرگ خواجہ باقی باللہ تھے جو اس زمانہ کے مقتدا مانے جاتے تھے ان کے ذاتی اوصاف کمالات اور خوارق حد تحریر سے باہر ہیں۔ وہ اکثر

روپوش رہتے تھے لوگوں سے کم ہی ملتے جلتے تھے۔ عقلی اور نقلی اکثر علوم میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ قدم حضرت رسول کے متصل کہتہ شاہ جہاں آباد کے قریب کہ پہلے وہاں آبادی نہیں تھی ان کی خانقاہ تھی اسی جگہ آسودہ ہیں۔

**مخدوم الملک** ملا عبداللہ سلطان پوری مشہور عالم گذرا ہے۔ اس کا خطاب مخدوم الملک تھا اپنے سرخ لباس کی وجہ سے مشائخین میں ممتاز تھا دنیاوی مال و دولت اس نے اس قدر جمع کی تھی کہ مرنے کے بعد علاوہ املاک و اسباب کے تین کروڑ روپیہ نقد اس کے گھر سے برآمد ہوا تھا۔

**عہد اکبری کے شاعر** اب ہم اس زمانہ کے چند شاعروں کا حال لکھتے ہیں۔

**عرفی شیرازی** عرفی شیرازی ایسا ذہین اور طبع رسا کا مالک تھا کہ آغاز جوانی ہی میں اس نے تمام علوم اور متداولہ کتب کی تحصیل کر لی تھی۔ اور سن بلوغ کو پہنچتے پہنچتے رنگین اشعار اور برجستہ قصیدے کہنے لگا تھا اور وہ بھی ایسے کہ اس کے ہم عصر حسد کرنے لگے تھے اور اس کو نیچا دکھانے کی فکر میں رہتے تھے اسی لئے وہ ترک وطن کرکے ہندوستان آیا تھا اور بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوگیا تھا۔ تھوڑی ہی مدت میں وہ ایسا معزز و مقرب ہوگیا کہ مشہور ہے کہ فیضی اور ابوالفضل نے حسد میں اسے زہر دے کر مروا دیا۔ اس کے چند اشعار جو حمد میں ہیں ذیل میں درج ہیں۔

اے نہہ فلک زخوشتہ منع تو دانۂ
درقصر کبریائی تو عرش آشیانۂ
درتنگنائی کوچۂ شہر جلال تو
وسعت گہ زمانہ کمیں گا ہ خانۂ
نہ توسن سپہر سراسیمہ در درت
تا حکمت گرفتہ بکف تازیانۂ
ذات تو تا درانت بایجاد ہر محال
الا بافریدن چوں خود یگانۂ

**فیضی** شیخ مبارک ناگوری اور اس کے دونوں فرزند بھی اس زمانہ کے مشہور صاحب کمال گذرے ہیں ان کا ذکر بار ہا آچکا ہے۔ خاص طور سے فیضی کہ اس کا خطاب

ملک الشعرا تھا ۔ اکثر علوم میں اس کی کتابیں ہیں کلام اللہ کی تفسیر بے نقط لکھی ہے ۔ اخلاق کے موضوع پر بھی ایک کتاب بے نقط لکھی ہے ۔ اس کا نمونہ کلام ۔

نظر فیض چو برخاک نشینان فگنم
مور را مغز سلیمان رسد از حشمت ما

**میر فتح اللہ**

میر فتح اللہ شیرازی اپنے وطن سے بادشاہ کی خدمت میں پہنچا تھا ۔ ظاہری اور معنوی کمالات کا حامل تھا چنانچہ اسے معاملات دیوانی کی تنقیح پہ مامور کیا گیا تھا ۔

**عراقی** ملا عراقی مشہدی مشہور شاعروں میں سے ہے تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار اشعار کی مثنوی لکھی تھی ۔ اس کا شعر ہے

شوری شد و از خواب عدم دیدہ کشودیم
دیدیم باقی است شب فتنہ غنودیم

**قاسم کاہی**

مشہور شاعر قاسم کاہی نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی تھی اس کے دیوان کا شعر ہے ۔

چوں سایہ ہمرہیم بہر سو رواں شوی
باشد کہ رفتہ رفتہ بکار آشنا شوی

**خواجہ حسن ہروی**

خواجہ حسن ہروی صاحب کمال آدمی اور بادشاہ کے مقربین میں سے تھا ۔ اس کا شعر ہے

صحبتی کہ مرا با تو ہست می خواہم
ہمیں تو دانی و من دانم و خدا داند

**سید محمد جامہ باف**

سید محمد جامہ باف سادات میں سے تھا بڑا موزوں طبع شاعر تھا ۔ خاص طور سے رباعی کہنے میں بہت مشہور تھا ۔

آں روز کہ آتش محبت افروخت
عاشق روش سوز ز معشوق آموخت
از جانب دوست سر زد ایں سوز و گداز
تا در نگرفت شمع پروانہ نسوخت

**میر حیدر معمائی**

میر حیدر معمائی نے فن شعر اور تاریخ گوئی میں اپنی مہارت دکھائی ہے۔ اس کی ایک رباعی ہے ؎

زاہد نکند گناہ کہ قہاری تو | ماغرق گنا ہیم کہ غفاری تو
او قہارت خواند و ما غفارت | یارب بکدام نام خوشتر اری تو

**اکبر کا ترکہ**

محمد اکبر بادشاہ کی وفات کے وقت ان کے فیل خانہ میں پانچ ہزار سے زائد ہاتھی تھے ان کی تعداد کبھی چھ ہزار کے قریب پہنچ جاتی تھی۔ طویلہ میں بارہ ہزار گھوڑے تھے۔ چیتہ خانہ میں ایک ہزار چیتے تھے۔ لیکن کہتے ہیں بادشاہ ہمیشہ چاہتے تھے کہ چیتوں کی تعداد ایک ہزار ہو جائے مگر نہیں ہوتی کمی رہ جاتی تھی جیسے ہی ہزار ہوتی ایک دو چیتے کسی نہ کسی آفت سے ضائع ہو جاتے تھے۔

اکبر کی وفات کے بعد محل کا جائزہ لیا گیا تو دس کروڑ روپیہ نکلا، جس میں گیارہ ماسہ تیرہ ماسہ اور چودہ ماسہ کی اشرفیاں تھیں ان کے علاوہ بڑی اشرفیاں سو سو تولہ سے پانچ پانچ سو تولہ تک کی ہزار اشرفیاں تھیں۔ دو سو بہتر (۲۷۲) من غیر مسکوک سونا تھا۔ تین سو ستر (۳۷۰) من چاندی ایک من خاصہ کے جواہرات تھے جس کی قیمت تین کروڑ روپیہ سے بھی بڑھ گئی تھی۔

جگہ جگہ ڈاک چوکی بٹھانا اسی بادشاہ کے تصرف و ایجاد میں سے ہے۔

**بلاشبہ وہ ایک شاہنشاہ تھا**

# عہدِ اکبری کا سرسری جائزہ

ولادت ۔ اتوار ۔ ۵ رجب ۹۴۹ھ ۔ بمقام امرکوٹ

تخت نشینی ۲ ربیع الاول ۹۶۳ھ ۔ بمقام کلانور ۔ عمر ۱۴ سال

وفات ۱۲ جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ مدت حکومت ۵۱ سال ۲ ماہ

| فتوحات | | تعمیرات | |
|---|---|---|---|
| پانی پت کی دوسری لڑائی ۲ محرم | ۹۶۴ھ | قلعہ آگرہ اکبر آباد | ۹۸۰ھ |
| گوالیار کی فتح | ۹۶۶ھ | قلعہ اٹک | ۹۹۱ھ |
| چتوڑ | ۹۷۵ھ | فتح پور سیکری | ۹۷۷ھ |
| رنتھمبور | ۹۷۶ھ | **علمی آثار** | |
| کالنجر | ۹۷۷ھ | سنگھاسن بتیسی | |
| سورت | ۹۸۰ھ | طوطا کہانی | |
| گجرات | ۹۸۱ھ | تاریخ | |
| بنگال | ۹۸۴ھ | مہابھارت | |
| کشمیر | ۹۹۴ھ | راماین | |
| برہان پور دکن | ۱۰۰۳ھ | تاریخ کشمیر | |
| | | بحر الاسمار | |
| | | داستان نل ودمن | ۲۰۶ |
| | | جامع رشیدی | |

# ابوالمظفر نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ

بابر کی شجاعت، ہمایوں کی علم دوستی، اکبر کا تدبر

تیموری تخت پر جہانگیر کی شکل میں مجسم ہو گیا تھا

مگر

وہ ایک صاحب دل بادشاہ تھا!

اُس نے

اپنی عظیم الشان سلطنت حسن کے قدموں پر نچھاور کر دی

وہ ہندوستان کا شہنشاہ تھا مگر اس کے دل پر ایک

عورت حکمران تھی جس کے اشارۂ چشم پر قسمتوں کے

فیصلے ہوتے رہتے تھے۔

محبت اور سیاست کی اس آنکھ مچولی نے

ہندوستان کو ہنستے بولتے زندگی گزارنے

کا راز سکھایا

# جہانگیر کی ولادت

ہم جہانگیر بادشاہ کی ولادت کا حال لکھ آئے ہیں کہ جب اکبر بادشاہ کی عمر ۲۷ سال ہو گئی اور کوئی اولاد نہیں ہوئی تو وہ سیکری کے صاحب حال بزرگ حضرت شیخ سلیم کی خدمت میں گیا اور ان سے فرزند کے تولد ہونے کی درخواست کی۔ جب اُس کی بیوی حاملہ ہوئی تو اسے شیخ موصوف کے گھرانہ میں بھجوا دیا آخر اللہ کے فضل سے ۱۷؍ ربیع الاول ۹۷۷ھ کو جہانگیر کی ولادت ہوئی۔ آگرہ میں اکبر کو فرزند کے تولد کی اطلاع ہوئی تو وہ شاداں فرحاں سیکری پہنچا اور خوشی میں سیکری کی خانقاہ والوں کو مٹھی بھر بھر کر سونا تقسیم کیا اور برکت کے لئے شیخ کے نام پر ہی نومولود کا نام سلطان محمد سلیم رکھا۔ جہانگیر کی تاریخ ولادت — "گوہر درج اکبر شاہی" سے نکلتی ہے۔ اکبر نے فرزند کے تولد کے لئے اجمیر کو پاپیادہ جانے کی منت مانی تھی اُس کو پورا کرنے کے لئے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ کی زیارت کے لئے اجمیر تک کا پیدل سفر کیا۔ سیکری میں ایک بڑا شہر آباد کر کے اس کا نام "فتح پور" رکھا۔ وہاں ایک بہت اونچی مسجد بھی تعمیر کرائی۔

## جہانگیر کا لڑکپن اور شادیاں

جب سلیم مکتب میں بٹھایا گیا تو اس کی معلمی کے لئے مولینا میر کلاں ہروی کا انتخاب کیا گیا اور شہزادہ کا اتالیق قطب الدین خاں اتکہ کو مقرر کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد اس خدمت پر بیرم خاں کے بیٹے مرزا خاں کا تقرر ہوا۔ جب شاہزادہ آٹھ سال کا ہوا تو اسے دس ہزاری منصب پانچ ہزار سواروں کی جمعیت پر عطا فرمایا۔ جب وہ پندرہ سال کی عمر کو پہنچا تو راجہ بھگوان داس کی لڑکی سے نسبت طے پائی۔ اکبر خود شادی کے جشن میں شرکت کے لئے راجہ کے گھر گیا اور عقد کر کے دلہن کو شاہی محل میں لے آیا۔ سترہ سال کی عمر ۹۹۳ھ میں راجہ مالدیو کے بیٹے راجہ اودے سنگھ کی

بیٹی سے جو بلند مرتبہ راجاؤں کے گھرانہ کی لڑکی تھی۔ اس کا عقد طے کیا اور شادی کے موقع پر اپنے حرم سرا کی عورتوں کے ساتھ راجہ کے گھر پر گیا اور شادی کی رسوم ادا کرائیں۔ اسی سال راجہ بھگوان داس کی بیٹی کے ہاں جہانگیر سے ایک لڑکی تولد ہوئی جس کا نام سلطان بیگم رکھا گیا۔ اسی بیوی سے ۹۹۴ھ میں لڑکا تولد ہوا اس کا نام خسرو رکھا۔ اسی سال خواجہ حسن ولد زین خاں کی لڑکی سے شاہزادہ کا نکاح ہوا اور سال کے آخر میں اس بیوی سے بھی لڑکا تولد ہوا اس کا نام سلطان پرویز رکھا گیا۔ ۱۰۰۰ھ ماہ ربیع الثانی کی آخری تاریخ کو رات کی پانچویں گھڑی میں بروز جمعرات راجا اودی سنگھ کی لڑکی سے لڑکا تولد ہوا۔ اکبر نے اس کا نام سلطان خرم رکھا اور اُسے اپنا بیٹا بنا لیا۔

## جہانگیر کی تخت نشینی

شہزادہ سلیم نے جس کی تاریخ ولادت "درِ شہوارِ لجۂ اکبر" سے بھی نکلتی ہے "ابوالمظفر نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ" کے لقب سے بروز جمعرات ۸ جمادی الثانی ۱۰۱۴ھ کو ۳۸ سال کی عمر میں دارالخلافہ آگرہ میں تخت سلطنت پر جلوس کیا اور ساری قلمرو میں اُس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور نورالدین جہانگیر کے لقب کا سکہ سرخ و سفید پر کندہ کیا گیا ؎

جہاں شد بار دیگر عالم پیر بعہد شاہ نورالدین جہانگیر
گیتی نشہا درخواب از وشد گلِ باغ بقا سیراب از وشد

## ایک بزرگ کی روایت

عہد جہانگیر کے مورخوں میں ایک تو معتمد خاں ہے جس نے "اقبال نامہ" لکھا ہے دوسرا مرزا کامگار عزت خاں ہے جو عبداللہ خاں کا بھتیجہ تھا۔ پھر خود شہنشاہ جہانگیر نے اپنی سلطنت کے واقعات (تزک جہانگیری) قلمبند کئے ہیں۔ میں نے ان تینوں تاریخوں کو دیکھا ہے۔ ان میں بڑا اختلاف موجود ہے۔ بندرگاہ سورت میں ایک معمر بزرگ مرزا عابد نامی بڑے صاحبِ کمال اور گوشہ نشین تھے میری ان سے ملاقات ہوئی تو مجھے وہ اسم بامسمیٰ نظر آئے جیسا کہ انھوں نے اپنے حالات بیان کئے وہ کم عمری میں ایران سے نورجہاں بیگم کے باپ اعتماد الدولہ کے ساتھ ہندوستان آگئے تھے۔ جوانی کا زمانہ جہانگیر بادشاہ کی رکاب میں گذارا تھا۔ بعد میں دنیا سے دل برداشتہ ہوکر سورت کی بندرگاہ میں گوشہ نشین ہوگئے۔ میرے ان کے روابط ۱۱۰۱ھ میں تھے اس وقت ان کی عمر ایک سو پانچ سال کی تھی اس عمر میں بھی ان کے حواس میں کوئی خلل

پیدا نہیں ہوا تھا اور لوگ ان کی راست کلامی صدق مقالی اور حسن اطوار کی شہادت دیتے تھے۔ ان کی زبانی مجھے جہانگیر بادشاہ کے بہت سے حالات معلوم ہوئے خاص طور سے انھوں نے مہابت خاں کی ناحق شناسی اور بے ادبی کا قصہ تفصیل سے بتایا میں نے ان کی باتوں کو محفوظ کرلیا۔ پھر "جہانگیر نامہ" اور مرزا امینا کے "شاہجہاں نامہ" سے جس میں (شاہجہاں کی) ولادت سے جلوس کے دس سال تک کے واقعات لکھے ہیں اور اس میں بھی جہانگیر بادشاہ کا بیشتر تذکرہ آگیا ہے۔ مذکورہ بزرگ کے بتائے ہوئے حالات کا موازنہ کیا اور اب میں اپنے اس حاصل مطالعہ کو مختصراً پیش کرتا ہوں کوتاہیوں پر صاحب نظر حضرات سے عیب پوشی کا خواستگار ہوں ——

**زنجیر عدل**

تخت نشینی کے بعد جہانگیر نے سب سے پہلے یہ انتظام کیا کہ چار من سونے کی ایک زنجیر بنوائی اور اس میں ساٹھ گھنٹیاں بندھوائیں اس کا ایک سرا تو قلعۂ اکبرآباد کے شاہ برج میں لگوایا اور دوسرے سرے کو دریا کے کنارے ایک کھونٹ سے بندھوا دیا اور یہ اعلان کروا دیا کہ جس مظلوم کو بھی حصول انصاف میں رکاوٹ پیدا ہو وہ اس زنجیر کو کھینچ کر بادشاہ کے کانوں تک اپنی فریاد پہنچا دے۔

**نظم و نسق**

آغاز سلطنت میں جہانگیر نے مرزا خان کو جو اس کی شاہزادگی کے زمانہ میں دیوان تھا وزیر الملک کا خطاب عطا کیا۔ غیاث بیگ کو اعتماد الدولہ کا خطاب ملا ....

آصف خاں عرف محمد جعفر جو غیاث الدین کا برادر زادہ تھا جب شروع میں ایران سے آیا تھا تو اسے اکبر بادشاہ کے عہد میں دو صدی کا منصب مل گیا تھا مگر وہ اس پر راضی نہیں تھا اس نے بنگالہ چلا گیا تھا۔ پھر یاوری بخت اور اپنی بہادری کے صلہ میں ترقی کر کے منصب وزارت پر پہنچ گیا تھا اور آصف خاں کے خطاب سے معزز ہوا تھا۔ جہانگیر کے بادشاہ بننے پر وہ بھی بہار سے آکر خدمت شاہی میں رہنے لگا۔ شیخ فرید بخشی سادات میں سے تھا۔ اسے بادشاہ نے میر بخشی کے عہدہ پر فائز کیا۔ راجہ مان سنگھ کو بنگالہ کی صوبہ داری عطا فرمائی لاہور کی حکومت دلاور خاں افغان کے سپرد ہوئی۔ اکبر کے عہد میں چتوڑ کی مہم پر خود جہانگیر کی تعیناتی عمل میں آئی تھی مگر وہ مہم بعض موانعات کے سبب معلق ہی رہ گئی تھی۔ اب تخت نشینی ہونے کے بعد اس کی پابجائی کے لئے شہزادہ سلطان پرویز کو آصف خاں کی اتالیقی میں مقرر کیا اور تلوار خنجر مرصع گھوڑا ہاتھی اور خلعت انعام میں عطا کی۔

**شراب پر پابندی**

حکم دیا کہ محمد اکبر بادشاہ غازی کو آئندہ سے "عرش آشیانی" کہا جائے۔ تمام شہروں محالات اور تعلقات کے حکام کے نام فرامین جاری کئے۔ جن میں شراب کی ممانعت "میر بحری" اور راہداری اور اسی قبیل کے دوسرے محاصل کی جنہیں حکام رعایا سے ظلم و تعدی کے ساتھ وصول کرتے رہتے تھے۔ ممنوعی کے احکام تھے چوروں راہزنوں کے سدباب اور مظلوموں زبردستوں کی فریاد رسی کے احکام بھی جاری کئے گئے یہ بھی حکم ہوا کہ جس جگہ بھی کوئی مسافر تاجر یا مقیم مال دار فوت ہو جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال امانت رکھا جائے اور وارث کے مفقود الخبر ہونے کی صورت میں اس کے ترکہ کو مسجدوں، پلوں، مدرسوں سراؤں کی تعمیر و قیام میں صرف کیا جائے۔

جہانگیر نامہ (توزک جہانگیری) میں خود بادشاہ نے لکھا ہے "اگرچہ ہماری طبیعت میں شراب کی طرف بڑی رغبت اور میلان ہے۔ مگر ہم نے اس کی ممانعت کی سخت تاکید کی ہے" اسی موقع پر اس نے شراب کے نشہ کو دوسرے نشوں پر ترجیح دیتے ہوئے شراب کی تعریف میں چند فقرے بھی لکھے ہیں۔

---

## پہلا سال

(آغاز سال اول جلوس یکم فروری مطابق ۱۱ ذوالقعدہ سن ایک ہزار چودہ ہجری ۱۰۱۴ھ)

تخت نشینی کے پہلے سال جشن نوروز کے موقع پر امراء کو نذر نذرانے اور پیش کش دینے کی معافی دیدی اور زر و جواہر بخشش فرمائے۔

**خسرو کی بغاوت**

اسی سال کے آغاز میں خسرو جو ابتدا ہی سے باپ کے خلاف بے ادبانہ سلوک رکھتا تھا اور عرش آشیانی (اکبر) کی بیماری کے دنوں میں بادشاہت کے خواب دیکھنے لگا تھا۔ ایک جماعت کے ساتھ قلعہ آگرہ سے نکل کر پنجاب اور لاہور کی طرف چلا گیا جس دن وہ گیا ہے ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ تھی اور شام کا وقت تھا۔ جب جہانگیر کو اطلاع ملی تو اس نے خود خسرو کے تعاقب میں جانے کا فیصلہ کیا تاکہ یہ فتنہ ابتدا ہی میں ختم ہو جائے۔ شیخ فرید بخاری میر بخشی کو مرتضیٰ خاں کا خطاب دے کر ہراول کے طور پر اسی وقت روانہ کر دیا۔ دارالحکومت میں اپنے پیچھے شہزادہ خرم کو چھوڑا۔

خرم کے ساتھ شیخ سلیم کے پوتے شیخ علاؤالدین تھے جو بادشاہ کے دودھ شریک بھائی بھی تھے۔ ان کو کوکلتاش خاں کا خطاب بھی ملا ہوا تھا۔ دوسرا امیر اعتماد الدولہ عرف غیاث بیگ طہرانی تھا جس کا تفصیلی ذکر ہم آگے کریں گے۔ ان کے علاوہ چند دوسرے امراء بھی تھے . . . دارالحکومت کا انتظام خرم کے اور ان امیروں کے حوالہ کرکے بادشاہ نے ۹ ذی الحجہ کو خسرو کے تعاقب کے لئے کوچ کر دیا۔

اسی دن مرزا شاہرخ کا لڑکا مرزا حسنؔ جو خسرو کی سازش میں شریک اور اس کا رفیق تھا پیچھے رہ جانے کے سبب مارا گیا بادشاہ نے اس کو اچھا شگون سمجھا۔ حسن بیگ بدخشی (بدخشیوں کی یہ جماعت ہوتی ہی بے وفا ہےؔ) حسب الحکم لاہور سے لشکر کی طرف آ رہا تھا راستہ میں خسرو سے مڈبھیڑ ہو گئی تو وہ اس سے مل گیا اور تین سو سواروںؔ کے ساتھ اس کے ساتھ چلا گیا۔ یہ لوگ جہاں بھی پہنچتے تھے تاجروں، مسافروں، راہگیروں کو لوٹ لیتے تھے۔ بادشاہی خزانہ کے محاصل لے لیتے تھے۔ رعایا کی زراعت کو تباہ کر دیتے تھے اور دیہاتوں کو جلاتے جا رہے تھے، آگ لگاتے ہوئے ان بے دردوں کو مظلوم رعیت پر ذرہ برابر ترس نہیں آتا تھا۔ ؎

آتش سوزاں نکند با سپند
آنچہ کند دود دل دردمند

لاہور کا صوبہ دار دلاور خاں بھی دربار میں آنے کے لئے چل پڑا تھا خسرو کی بغاوت کی خبر ملی تو لوٹ کر قلعہ لاہور کی حفاظت کے انتظام کرنے لگا۔ لاہور کا دیوان عبدالرحیم بھی حضور میں آنے کے لئے روانہ ہو گیا تھا۔ راستہ میں خسرو سے ملاقات ہوئی تو اس نے اُسے بہکا کر اپنے ساتھ لے لیا اور اس کو "ملک الوزراء" کا خطاب بھی دے دیا۔

**خسرو کی شکست** | خسرو لاہور پہنچا تو قلعہ کے دروازے بند پائے اگرچہ اُس کے ساتھ

---

۱؎ اصل کے دو نسخوں اور تاریخ "تذکرۃ السلاطین چغتا" میں حسن اور دوسرے نسخوں میں حسین لکھا ہوا ہے۔

۲؎ یہ فقرہ اصل کے صرف ایک نسخہ میں ہے۔

۳؎ "تذکرۃ السلاطین چغتا" میں لکھا ہے کہ "حسن بیگ چار پانچ سو بدخشاں کے آدمیوں کے ساتھ کابل سے بادشاہ کی خدمت میں آ رہا تھا"۔

دس بارہ ہزار سوار تھے۔ جن میں ہر طرف کے فتنہ پرداز، لفنگے شامل ہو گئے تھے۔ لیکن اس جمعیت کے باوجود وہ بڑا بدحواس ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس کے تعاقب میں مرتضیٰ خاں تیز رفتاری سے چلا آرہا تھا۔ خسرو نے دو تین دن تک قلعہ میں داخل ہونے کے لئے ہاتھ پیر مارے، مگر جب دیکھا کہ محاصرہ سے کچھ فائدہ نہ ہوگا قلعہ کو چھوڑ کر مرتضیٰ خاں کے مقابلہ پر چلا گیا۔ مگر مرتضیٰ خاں سے معمولی جھڑپ کے بعد ہی اس کے پیر اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اس لڑائی میں بادشاہی ہراول کے ستر آدمی جن میں سادات بارہہ کے سید جلال وغیرہ بھی تھے کام آگئے۔ اور خسرو کی فوج کے تقریباً چار سو آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے۔ خسرو کے بھاگنے کے بعد اس کی سواری کی پالکی جواہرات کے صندوقچہ کے ساتھ جس میں اس کا سازِ زادراہ رکھا ہوا تھا۔ مرتضیٰ خاں کے ہاتھ آئی جسے جہانگیر کی خدمت میں فتح نامہ کے ساتھ بھیج دیا گیا۔ بادشاہ اس خوش خبری پر جریدہ ہراول کے کیمپ پر پہنچے اور رات مرتضیٰ خاں کے خیمہ میں بسر کی دوسرے دن راجہ باسو کو جو اس نواح کا بہت بڑا زمیندار تھا خسرو کے تعاقب میں روانہ کیا۔

## خسرو کی گرفتاری

مذکورہ شکست کے بعد خسرو نے اپنے ہمراہیوں سے مشورہ کیا۔ پٹھان تو اسے آگرہ اور بہار کی طرف لوٹ چلنے کا مشورہ دے رہے تھے مگر حسن بیگ مشرقی علاقوں میں جانے کا مخالف تھا وہ کابل چلنے کی صلاح دے رہا تھا اور بڑی توقعات دلا رہا تھا اور کہہ رہا تھا قلعہ رہتاس میں چار لاکھ روپیہ اور دوسرا سامانِ جنگ موجود ہے وہ سب میں نذر کرتا ہوں۔ خسرو اس خزانہ کے لالچ میں حسن بیگ کی تائید کرنے لگا۔ یہ بات پٹھانوں کو جو اس فتنہ کی جڑ تھے۔ پسند نہ آئی انھوں نے خسرو کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس طرح اُس کے لشکر میں بڑا انتشار پھیل گیا۔ اس کے بعد جب وہ چناب پر پہنچا تو اس طرف کے تمام حاکموں کے نام خسرو کی راہ بندی کے احکام پہنچ چکے تھے۔ چنانچہ وہاں کے زمینداروں نے ملاحوں کو خبردار کر دیا تھا کہ وہ دریا عبور کرنے میں مدد نہ کریں۔ ملاحوں نے خسرو کا حکم نہیں مانا اور وہاں سے بھاگ گئے۔ خسرو کے ہمراہیوں نے بڑی دوڑ دھوپ کے بعد ایک کشتی جس کے ملاح بادشاہی حکم سے واقف نہیں تھے فراہم کی اور خسرو اپنے خاص خاص ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ اس پر سوار ہو گیا اور ملاحوں کو پار لے جانے پر مجبور کر دیا ان ملاحوں نے بھی یہ کیا کہ کشتی کو ریت کے ایک ٹاپو پر لے جا کر چڑھا دیا

اور خود دریا میں کود کر بھاگ گئے ۔ جب اس کی خبر میر ابو القاسم نمکین اور ہلال خان خواجہ سرا کو گجرات (لاہور) میں ہوئی تو وہ بلا توقف وہاں پہنچے اور خسرو کو حسن بیگ اور عبدالرحیم اور دوسرے ہمراہیوں کے ساتھ قید کر کے حضور میں اطلاع پہنچا دی ۔ ایک توشکچی شمسی نامی تھا یہ خبر بادشاہ کو اسی کی زبانی ملی ۔ بادشاہ نے خوش ہو کر اس کو خوش خبر خاں کا خطاب دیا اور شاہانہ عنایات سے نوازا ۔

**باغیوں کو سزا** محرم کی آخری تاریخ ۱۰۱۵ھ کو خواجہ عبدالصمد شیریں قلم کا بیٹا امیر الامراء محمد شریف خسرو کو لانے کے لئے بھیجا گیا وہ تیزی سے گیا اور اپنے ساتھ ان اسیروں کو لے آیا ۔ جب یہ بدنصیب پابہ زنجیر بادشاہ کے سامنے گزارے گئے تو جہانگیر نے حکم دیا کہ عبدالرحیم کو گدھے کی کھال میں اور حسن بیگ کو بیل کی کھال میں سی کر دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ گدھوں پہ الٹا سوار کرائیں اور گشت کرائیں ۔ حسن بیگ بیل کی کھال میں چار گھڑی سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکا ۔ عبدالرحیم آٹھ گھڑی تک زندہ رہا ۔ راستہ میں گشت کے وقت بھوک کے مارے بڑی بے غیرتی کے ساتھ لوگوں سے ٹکڑیاں مانگ کر کھاتا رہا ۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ مرزا کامران کے باغ سے قلعہ لاہور کے دروازہ تک راستہ پر دو رویہ پھانسیاں گاڑی جائیں اور باغیوں کو ان پر چڑھا دیا جائے ۔ باغیوں کو پھانسی دینے کے بعد حکم ہوا کہ خسرو کو ہاتھی پر طوق ڈال کر بٹھاؤ اور ان پھانسیوں کے درمیان سے لے جاؤ ۔ جب خسرو کی یہ "شاہانہ سواری" نکلی تو نقیب دائیں بائیں سے آواز لگاتے جاتے تھے ۔" بادشاہ سلامت کو امراء مجرا کر رہے ہیں "۔

اس فتح کے بعد جہانگیر کے دل میں کابل کی سیر کی خواہش ہونے لگی ۔ ویسے بھی شہزادہ محمد خرم کی جدائی گراں گذر رہی تھی ۔ اس لئے شاہزادہ کو رقیۃ الزمانی ، سلطان سلیمہ بیگم کے ہمراہ کہ ان بی بی نے خرم کو اپنا فرزند بنا لیا تھا ۔ لاہور طلب کر لیا ۔ سلطان پرویز چتوڑ کے رانا کی مہم پر گیا ہوا تھا ۔ خسرو کے فتنہ کی خبر سن کر اسی زمانہ میں وہ بھی حضور میں پہنچ گیا ۔ جس مقام پر خسرو شیخ فرید کے مقابلہ سے بھاگ گیا تھا ۔ بادشاہ نے حکم دیا ۔ وہاں ایک قصبہ آباد کر کے اس کا نام فرید آباد رکھا جائے ۔ شیخ فرید کو بادشاہ نے پہلے ہی مرتضیٰ خاں کا خطاب دے دیا تھا مگر اس نے ابھی اس لئے قبول نہیں کیا تھا کہ اس سے کوئی ایسا کارنمایاں جو اس خطاب کے شایان شان ہو انجام نہیں پایا تھا ۔ اس فتح کے

بعد شاہانہ عنایات کے ساتھ اس خطاب کی قبولیت کے لئے آداب تسلیمات کی رسم ادا کی گئی۔

**عہد مغلیہ کے خطاب**

عرش آشیانی اکبر کے زمانہ تک " خان " کے خطاب یا اصل نام میں لفظ " خان " کے اضافہ کی مثالیں کم ہی ملتی ہیں۔ اس وقت تک شاہی خاندانوں سے تعلق رکھنے والے " مرزا " کا لفظ نام سے پہلے یا نام کے بعد لگاتے تھے اور کاغذات میں اسی طرح لکھا جاتا تھا۔ دوسرے امراء کے مقابلہ میں یہ ایک امتیاز سمجھا جاتا تھا۔ ہندوستان میں پٹھانوں کے اقتدار کے خاتمہ کے بعد بھی بعض لوگ بطور تفاخر اپنے نام کے ساتھ " خان " کا لفظ استعمال کرتے رہے۔ جس کے ساتھ بادشاہی منصب بھی منسلک رہتا تھا۔ اکبر نے اپنے بیشتر مقرب آدمیوں کو " خان " کا خطاب دے کر ان کو دوسروں پر امتیاز بخشا اور حکم دیا کہ پٹھان بجز اس کے کہ بادشاہ کی طرف سے ان کو " خان " کا خطاب دیا جائے۔ اپنے نام کے ساتھ یہ لفظ استعمال نہ کریں۔ دربار اکبری میں شیخ فیضی، شیخ ابوالفضل اور میر غازی وغیرہ صاحبان فضل و کمال موجود تھے۔ مگر ان کو بھی باوجود اس اعتماد اور قرب کے " خان " کا خطاب نہیں ملا تھا۔ بعض امیر بھی جو اعلیٰ اعزاز پر پہنچ چکے تھے۔ اس وقت تک اپنے نام کے ساتھ " خان " کا اضافہ کرنے پر تیار نہ ہوتے تھے۔ جب تک کہ ان سے کوئی کارنمایاں سرانجام نہیں پاجاتا تھا۔ بعد میں خاص طور سے صاحبقران ثانی شاہجہاں بادشاہ کے عہد میں " خان " کے خطاب کا بہت زیادہ رواج ہو گیا تھا۔ خلد مکانی محمد اورنگزیب کے پچیسویں جلوس مطابق ۱۰۹۱ھ میں جب کہ منصب خطاب نوبت نقارہ علم نشان اور دوسرے لوازم جہانبانی کی کچھ زیادہ اہمیت نہیں رہ گئی تھی " خان " کا خطاب ابھی اس درجہ نہیں گر گیا تھا کہ بادشاہ کے قرب اور ہنر و کمال کے بغیر ہی لوگوں کو یہ خطاب مل جاتا۔

جب خلد مکانی (اورنگ زیب) دکن کے کافروں کی سرکوبی کے لئے خجستہ بنیاد (غالباً اورنگ آباد) تشریف لے گئے تو وہاں مرہٹوں دکنیوں کی تالیف قلب میں جس کا ذکر انشاءاللہ ہم تفصیل سے بیان کریں گے۔ ہندوستان کے مراتب و مدارج سب ہی خلل پذیر ہو گئے۔ خاص طور سے پٹھانوں، راجپوتوں کشمیریوں کو عمدہ خدمات سے محروم رکھنے اور منصب اور عہدوں میں ترقی نہ دینے کی پالیسی کی وجہ سے مقررہ قاعدے درہم برہم ہو گئے۔ خلد منزل

بہادر شاہ کے زمانہ میں جو نوبت آگئی تھی ۔ یہاں اس کی تفصیل میں پڑنا کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا مناسب مقام پر یہ قصہ بھی سامنے آجائے گا۔

**قندھار کا قضیہ** اب ہم اصل قصہ کی طرف آتے ہیں ۔ جب ہرات کے حاکم حسن خاں شاملو کو اکبر کے انتقال اور خسرو کی بغاوت کا حال معلوم ہوا تو وہ شاہ عباس (شاہ ایران) سے حکم حاصل کئے بغیر گرم سیر علاقوں میں پہنچ گیا اور بعض مقامات پر فوج کشی کر کے قندھار کا محاصرہ کر لیا ۔ وہاں کے قلعدار شاہ بیگ خاں نے مدافعت کی تیاریاں کرلیں ۔ جہانگیر کو ان واقعات کی خبر ملی تو اُس نے میر غازی کو ایک عمدہ فوج دے کر شاہ بیگ خاں کی مدد کے لئے بھیجا مرزا علی (اکبر شاہی) کو کشمیر کی حکومت پر مامور کیا ۔ قطب الدین خاں کوکلتاش کو بنگال کی صوبہ داری پر رخصت کیا گیا ۔ واضح رہے کہ اکبر کے زمانہ تک مختلف شہروں پر مقرر کئے جانے والے حکام کو "حاکم شہر" لکھا جاتا تھا۔ لیکن (جنت مکانی) جہانگیر بادشاہ نے حکم جاری کیا کہ شہر کی جگہ "صوبہ" اور حاکم کی جگہ "صوبہ دار" لکھا جائے ۔

جب شاہ عباس کو قندھار کے محاصرہ اور مقابلہ میں میر غازی کے آنے کی خبر ملی تو اُس نے حسن خاں شاملو کو سختی سے روکا اور ڈانٹ ڈپٹ کی چنانچہ وہ قندھار کا محاصرہ اُٹھا کر چلا گیا ۔ حسن خاں کو قندھار سے ہٹانے کے لئے شاہ عباس نے جس شخص کو بھیجا تھا اس کا نام حسن بیگ تھا وہ دربار میں تحفوں اور ہدیوں کے ساتھ شاہ ایران کا ایک خط بھی لے کر آیا تھا ۔ جس میں حسن خاں کی حرکت پر معذرت تھی اور یہ بھی اشارہ تھا کہ ایک ایلچی ایران سے تعزیت نامہ اور تہنیت نامہ لے کر آئے گا ۔ حسن بیگ کو شاہانہ عنایتوں سے نوازا گیا ۔ بادشاہ نے میر غازی کو قندھار کی قلعداری پر مامور کیا اور شاہ بیگ خاں کو حضور میں طلب کر لیا ۔ انھیں دنوں دانیال مرحوم کے بچے مقرب خاں کے ساتھ دکن سے خدمت شاہی میں حاضر ہوئے ۔

**خان اعظم کو سزا** اسی زمانہ میں شاہی کتب خانہ کے داروغہ نے خان اعظم عرف مرزا عزیز کوکہ کا لکھا ہوا ایک خط جس پر اُس کی مہر لگی ہوئی تھی ملاحظہ میں پیش کیا ۔ یہ خط اُس نے اکبر کے زمانہ میں کعبہ کو جانے سے پہلے حاکم برہان پور راجی علی خاں کے نام لکھا تھا ۔ اس میں اکبر کی بداعمالیوں کا شکوہ تھا ۔ ہم اس سے پہلے بھی اس کے ایک

گستاخانہ خط کا ذکر کر آتے ہیں جو اس نے اکبر کے جواب میں لکھا تھا۔ جہانگیر نے یہ خط دربار میں طلب کیا اور غصہ کے ساتھ خان اعظم کے ہاتھ میں دے کر حکم دیا "بلند آواز سے پڑھو" اس کی زبانی امراء نے یہ خط سُنا تو سب اس پر لعن طعن کرنے لگے۔ یہ قصور لائق قتل تھا مگر بادشاہ نے اس کے اور اس کی ماں کے حقوق کا لحاظ کر کے اور یہ خیال کر کے کہ عرش آشیانی (اکبر) اس کو بیٹوں سے زیادہ چاہتے تھے اور اس کے جا بے جا ناز کو برداشت کرتے تھے اور اس کی ہرزہ سرائیوں کی سُنی ان سنی کر دیتے تھے اس کو قتل کی سزا نہیں دی۔ منصب و جاگیر سے معزول کر کے قلعہ میں قید کروا دیا اور جان بخشی کر دی۔

---

## دوسرا سال

(جلوس کا دوسرا شمسی سال مطابق ۲۲ ذیقعدہ ۱۰۱۵ھ)

### کابل کی سیر

دوسرے سال کے آغاز میں شاہزادہ خرم کو ہشت ہزاری کا منصب علم نقارہ اور دوسرے لوازمات عطا فرمائے۔ آصف خاں کو خلعت وزارت اور مرصع قلمدان مرحمت ہوا خواجہ ابوالحسن کو آصف خاں کی درخواست پر وزارت کا پیش کار مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے کابل کی سیر و تفریح کے لئے کوچ کر دیا۔ شکار کرتے ہوئے وسط ماہ صفر ۱۰۱۶ھ کو کابل پہنچے اور شہر سے قریب ایک باغ میں قیام فرمایا۔ چند دن بعد اس جگہ ایک باغ کی بنیاد رکھی اور اس کا نام "جہاں آرا" تجویز کیا۔ ان ہی دنوں بنگالہ میں قطب الدین خاں کوکلتاش اور شیر افگن کے ایک دوسرے کے ہاتھوں مارے جانے کی اطلاع ملی۔ جس کی کچھ تفصیل نور محل کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھیں گے۔ انشاءاللہ اس خبر سے بادشاہ کو بڑا رنج و ملال ہوا۔

### خسرو کے حامیوں کی سازش

کابل سے ۱۰۱۶ھ میں دارالحکومت آگرہ کو واپسی ہوئی۔ اس وقت ہمایوں کے چچا زاد بھائی مرزا شاہرخ مالوہ کے صوبہ دار کے انتقال کی خبر ملی۔ واپس ہوتے وقت راستہ میں خسرو کے حامیوں نے ایک اور سازش کی اور اس کا خمیازہ بھگتا۔ اس سازش میں نور الدین محمد۔ حکیم ابو الفتح مرزا محمد بیگ۔ داغ بیگ ترکمان شریک تھے۔ ان کے ساتھ اعتبار خاں کا ایک ہندو گماشتہ

بھی تھا۔ اس وقت خسرو اعتبار خاں کی قید اور نگرانی میں تھا۔ ان لوگوں نے یہ عہد و پیمان باندھا کہ خسرو کو قید سے نکال کر تخت پر بٹھادیں گے۔ رکاب شاہی کے چار سو سپاہیوں کو، جو اس ہندو گماشتہ سے تعلق رکھتے تھے ان لوگوں نے اپنی سازش میں شریک کرلیا منصوبہ یہ تھا کہ جس وقت بادشاہ کی سواری نکلے اس کو قابو میں کرلیا جائے اور خسرو کی بادشاہت کا اعلان کر دیا جائے نادان جانتے نہیں تھے ؟ ؎

نہاں کے ماند آں رازی کزو سازند محفلہا

سازشیوں میں سے ایک شخص کا کسی بات پر اختلاف ہوگیا اس نے سید سے شہزادہ خرم سے آکر ساری بات بتادی۔ شاہزادہ نے بادشاہ کے کانوں تک یہ اطلاع پہنچادی آصف خاں کو بھی اس سازش کا پتہ چل گیا تھا اس نے بھی آکر اطلاع دی جس سے شاہزادہ کے بیان کی تصدیق ہوگئی۔ بادشاہ نے سازش کے سرغنوں کو طلب کرلیا اور ان میں سے مرزا محمد اتیک اور بداغ بیگ کو وعدہ وعید کرکے اور جان کی امان دے کر تمام سازشیوں کے نام معلوم کرلئے اور ان سب کو پھانسی پر چڑھادیا۔

اسی موقع پر قندھار کا معزول قلعدار شاہ بیگ خاں خدمت میں حاضر ہوا اسے بادشاہ نے "خان دوراں" کا خطاب دے کر کابل کی صوبہ داری اور افغانوں کی سرکوبی کے لئے مقرر کرکے رخصت کیا۔

---

# تیسرا سال

(جلوس کا تیسرا سال مطابق ۱۰ ذی الحج ۱۰۱۶ھ

تخت نشینی کے تیسرے سال کے آغاز میں بادشاہ کی سواری کابل سے مراجعت کرکے آگرہ میں پہنچی۔ ایک تو اس موقع پر تخت نشینی کی سال گرہ کا جشن تھا اور پھر یکم فروری کو جشن نوروز بھی تھا۔ اسی موقع پر بادشاہ نے قاسم خاں عرب کی بیٹی صالحہ بانو کے ساتھ اپنی شادی کے جشن کا بھی حکم دیدیا۔ اس طرح تین تین خوشیاں ایک ساتھ جمع ہوگئیں۔ دور و نزدیک کے تمام امیر امراء دربار میں حاضر ہوگئے۔ اس جشن میں کیا کچھ رنگا رنگی تھی اور اس کے انتظام میں کتنا خرچ کیا گیا تھا اور حاجت مندوں کو کس قدر بخشش دی گئی تھی

اگر ہم ان تفصیلات کو لکھیں گے تو بڑی طوالت ہو گی ۔ بادشاہ نے اس نوعروس کو ۔ بادشاہ محل ۔ کا خطاب دیا ۔

اسی جشن کے موقع پر خان خاناں عرف مرزا عبدالرحیم کو پنج ہزاری منصب اور پانچ ہزار سواروں کی جمعیت پر ترقی دی اور دکن کی مہم پر مامور کر کے رخصت کیا اس کے ساتھ چند امرا امیروں کو بارہ ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا ۔ ........ اور دس لاکھ روپیہ اور ہاتھی اور دوسرے لوازمات عطا کئے ۔

مہابت خاں کو تین ہزاری کا منصب اور دو ہزار سواروں کی جمعیت اور نقارہ عطا کر کے دوسرے امرار کے ساتھ چتوڑ کے رانا کی مہم پر روانہ کیا ۔

راجہ مان سنگھ کے بیٹے جگت سنگھ کی لڑکی سے بھی بادشاہ نے اسی سال عقد کیا راجہ نے جہیز میں تین لاکھ روپیہ اور ساٹھ ہاتھی نذر کئے ۔

اسی سال خان اعظم کوکہ کا قصور شہزادہ خرم کی سفارش پر معاف کر کے اسے احمد آباد کی صوبہ داری پر روانہ کیا ۔

---

# چوتھا سال

(چوتھا سن جلوس مطابق ۱۴ رذی الحجہ ۱۰۱۷ھ)

دکن کی مہم اور صوبہ داری پر شہزادہ پرویز کو ایک عمدہ لشکر دے کر سیف خاں کی اتالیقی میں مامور کر کے رخصت کیا گیا ۔ خان خاناں اور سیف خاں بارہہ کو اس کے ساتھ مقرر کیا گیا ۔ مدد خرچ کے لئے بیس لاکھ روپیہ دس ہاتھی دو سو گھوڑے لہذا جواہرات اور ساز و سامان مرحمت فرمائے ۔

رانا کی مہم میں مہابت خاں نے کچھ کر کے نہیں دکھایا تھا ۔ اسی لئے اسے واپس بلا لیا اور اس مہم پر عبداللہ خاں کو مقرر کر دیا ۔

مرزا عبدالرحیم کا فرزند مرزا برخوردار موروثی خانہ زادوں میں سے تھا اسے ۔ خان عالم ۔ کا خطاب عطا فرمایا ۔

اسلام خاں کو صوبہ بنگالہ پر رخصت کیا ۔

انہی دنوں مرزا مظفر حسین کی بیٹی سے جو چوتھے واسطے میں شاہ اسمٰعیل صفوی کا پوتا ہوتا تھا شاہزادہ خرم کا عقد کیا۔ اس طرح شاہ ایران سے دوستانہ روابط کے ساتھ رشتہ داری کا بھی تعلق پیدا ہو گیا۔ مگر اس کے متوقع نتائج مرتب نہیں ہوئے۔

---

# پانچواں سال

(پانچواں سن جلوس مطابق ماہ ذی الحجہ ۱۰۱۹ھ)

اس سال کے آغاز میں حکم صادر ہوا کہ آئندہ سے نقارہ تین ہزار پانچ سو کے منصب پر عطا کیا جائے گا اس سے کم پر نہیں۔

ایران سے آنے والی خبروں سے معلوم ہوا کہ والی توران ولی محمد خاں، امام قلی خاں کے ظلم سے تنگ آکر شاہ عباس صفوی کے پاس پہنچا۔ شاہ ایران نے اس کی مہمان نوازی کی اور اپنا ملک واپس لینے کے لئے اسے فوجی مدد بھی دے۔ امام قلی خاں کے مظالم سے اس کی رعایا بھی بہت تنگ تھی۔ اسی دوران میں بعض منافق اوزبک سرداروں کے خط اس کے پاس پہنچے جن میں اس کی مدد کرنے کے وعدے کئے گئے تھے اور اُسے بلایا گیا تھا اس نے ان خطوط کے بھروسہ پر قزلباشوں کی کمک نہیں لی بلکہ قزلباشوں کو اپنی راہ میں حائل جان کر وہاں سے کوچ کر گیا اور دوبارہ امام قلی خاں سے جنگ کی اور ہلاک ہو گیا۔[1]

**جعلی خسرو** اسی سال پٹنہ کے واقعہ نویسوں نے اطلاع دی کہ افضل خاں کی حکومت میں قطب نامی ایک مجہول الحال فقیر نے خود کو سلطان خسرو کے لقب سے مشہور کر کے شر پسندوں اور اوباشوں کے ایک گروہ کو فراہم کر کے علم بغاوت بلند کر دیا۔ ایک موقع پر جب کہ افضل خاں پٹنہ سے جاگیر کی طرف گیا ہوا تھا اور شہر میں اُس کا نائب

---

[1] اس پیراگراف میں جو واقعہ ہے اس کا کوئی تعلق ہندوستان سے نہیں، صرف اس بنیاد پر کہ دربار میں ایران سے یہ اطلاع پہنچی تھی اس کا درج کر دینا آخر کیا ضروری تھا؟ مصنف شاید یہ بتلانا چاہتا ہے کہ ایران کا صفوی دربار سب کی پناہ گاہ اور ملجا و ماویٰ تھا۔ مگر یہم عقیدگی کا یہ غلو کتاب کی حسن ترتیب کو مجروح کر دیا۔

بنارسی نامی اور غیاث بیگ دیوان رہ گئے تھے۔ سلطان خسرو اچانک اپنی جمعیت لے کر قلعہ پر پہنچا اور دروازوں کو مع قلعدار قتل کرکے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ بنارسی اور غیاث بیگ بھی اس کے مقابلہ پر ٹھیر نہ سکے اور بھاگ کر افضل خاں کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے بعد یہ سب فوج لے کر اس جعلی خسرو کے مقابلہ پر آئے اور چند لڑائیوں کے بعد اس کو گرفتار کرلیا اور اسے اس فتنہ پردازی کی سزا دے دی۔ اس اطلاع پر بادشاہ نے حکم دیا کہ بنارسی اور غیاث بیگ کو عورتوں کا لباس پہنائیں اور اُن کے سر اور ڈاڑھی کو منڈوا دیں اور پابہ زنجیر گدھوں پر سوار کرکے پٹنہ سے یہاں تک تشہیر کرتے ہوئے لائیں۔ افضل خاں کو ترقی دے کر سرفراز کیا گیا۔

**خان جہاں کا دکن پر تقرر** ان ہی دنوں دکن کے واقعہ نگار نے اطلاع دی کہ خان خاناں کے ساتھ اس کے ہمراہیوں کے اختلاف کے سبب دکن کی مہم کا کامیابی سے سر ہونا محال معلوم ہو رہا ہے۔ بادشاہی فوجیں ملک عنبر کے مقابلہ پر مسلسل شکست کھا کر پسپا ہوتی جا رہی ہیں اور خان خاناں بحال تباہ برہان پور پہنچ گیا ہے۔ احمد نگر جو اکبر کے عہد میں فوج کشی کے بعد ہاتھ آیا تھا۔ دوبارہ دکنیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔

اسی اثناء میں خان جہاں لودھی نے جو شاہزادگی کے زمانہ سے مقرب بارگاہ تھا، عرض داشت بھیجی کہ اسے دکن کی مہم پر مامور کیا جائے تو وہ دو سال کے اندر دکن کے سرداروں کو شکست دے کر بادشاہی قبضہ میں لے آئے گا۔ اس کی تائید میں دکن پر مامور کئے ہوئے سرداروں کے عریضے بھی پہنچے۔ اس عرض داشت پر بادشاہ نے خان خاناں کو واپس بُلا لیا۔ اور اس کی جگہ خان جہاں لودھی کو مقرر کردیا۔ بعد میں خان اعظم کو خان عالم اور فرید خاں کے ساتھ تیس ہزار سوار دے کر کمک کے لئے دکن بھیجا۔

---

## چھٹا سال

(جلوس کا چھٹا سال مطابق ۵ محرم ۱۰۲۰ھ)

اس سال کے آغاز میں ایران کا سفیر یادگار علی شاہ ایران کا خط تحائف اور

گھوڑے لے کر آیا۔ شاہ ایران نے اکبر بادشاہ کا پُرسہ دیا تھا اور تخت نشینی کی مبارکباد اور آذر بائی جان و شروان کے معاملات کے پیش آنے کے سبب اس خط کے بھیجنے میں تاخیر کا عذر کیا تھا۔ بادشاہ نے اس سفیر کو ایک لاکھ روپیہ نقد اور پچاس ہزار روپیہ کے جواہرات ساز و سامان اور مرصع ساز والا گھوڑا اور خلعت عطا فرمائی۔

اسی زمانہ میں کابل پر افغانوں کے ایک سرگروہ حداد نامی نے حملہ کیا وہاں کے صوبہ دار نے اپنی پریشانیوں کی اطلاع دی تو دربار سے کابل کی صوبہ داری پر قلیچ خاں کو مقرر کر کے روانہ کیا گیا ہم اس واقعہ کی تفصیل میں نہیں پڑنا چاہتے۔

یہی وہ زمانہ ہے جب کہ بادشاہ نے نورجہاں بیگم سے شادی کی۔ جہانگیر نامہ کے مؤلف کو چونکہ جانبین کی طرف داری کا لحاظ تھا اس نے اس واقعہ کو پردہ پردہ ہی میں بیان کیا۔ وضاحت و تفصیل سے وہ معذور رہا۔ اس نے اس کو وضاحت سے یہاں درج کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں مجھے تاریخ "صبح الصادقین" سے بڑی مدد ملی۔ اس کا مؤلف محمد صادق تبریزی ہے اور جو شجاع کا نوکر تھا اس نے اس تاریخ کو سیرت کے طور پر لکھا ہے۔

## نورجہاں کے ابتدائی حالات

کہتے ہیں غیاث بیگ ولد خواجہ محمد طہرانی ایران کے اعیان و اکابر میں سے تھا شاہ طہماسپ کے زمانہ میں خراسان کا حاکم تھا۔ بعد میں اس کے ذمہ بادشاہی رقوم بقایا ہوگئیں پھر کچھ اور حوادث ایسے پیش آئے کہ اس کی مالی حالت بہت خراب ہوگئی اور وہ بڑی عسرت میں بسر کرنے لگا۔ اس وقت وطن سے برداشتہ خاطر ہوکر دو لڑکیوں اور ایک لڑکے کے ہمراہ ہندوستان کے قافلہ کے ساتھ قسمت آزمانے نکل کھڑا ہوا اور اکبر کے عہد میں ہندوستان پہنچا۔ راستہ میں بھی اسے ایک ایسے حادثہ سے دوچار ہونا پڑا کہ جو کچھ اس کے پاس تھا۔ سب برباد ہوگیا۔ اور یہ حالت ہوگئی کہ چار پانچ آدمیوں میں صرف دو اونٹ سواری اور باربرداری کے لئے رہ گئے۔ جن پر یہ لوگ باری باری سوار ہوکر سفر کرتے رہے۔ چونکہ غیاث بیگ کی بیوی حاملہ تھی اس لئے اسی کو سواری کا زیادہ موقع دیا جاتا تھا۔

جب یہ لوگ بہ حال تباہ قندھار کے قریب پہنچے تو نورجہاں ایک نیک گھڑی میں پیدا ہوئی کہ اسی دن والدین کی عسرت راحت میں تبدیل ہوگئی۔ جب نورجہاں پیدا ہوئی تو ماں

باپ کے پاس اس کی نگہداشت کا کوئی سامان نہ تھا۔ تنگ دستی اور سفر کی مشقتوں کے سبب اس کی ماں کو دودھ بھی اتنا نہیں آرہا تھا کہ نومولود لڑکی کا پیٹ بھر سکتا۔ دوسرا کوئی انتظام کرنے سے بھی وہ قاصر تھے اس لئے انھوں نے لڑکی کو کپڑے میں لپیٹ کر رات کے وقت قافلہ میں اللہ کی حفاظت کے بھروسہ پر ڈال دیا۔ جب قافلہ کوچ کرنے لگا تو قافلہ سالار ملک مسعود نامی کے ایک ملازم کو کسی بچے کے رونے کی آواز آئی، وہ نوزجہاں کو اٹھاکر قافلہ سالار کے پاس لے آیا۔ اس کو دیکھتے ہی اللہ نے قافلہ سالار کے دل میں اس کی محبت پیدا کردی۔ اس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس لئے اس کی پرورش کا ذمہ لے لیا۔ چونکہ ایران کے قافلوں میں ہندوستان کے قافلوں کے مقابلہ میں زیادہ عورتیں نہیں ہوتی ہیں۔ اس لئے بچی کو دودھ پلانے کے لئے بجز اُس کی ماں کے کوئی عورت نہیں ملی۔ قافلہ سالار نے بڑی عزت سے اُسے بلاکر بچی کو اُس کے حوالہ کردیا اور اس خاندان کے ہر فرد کے لئے سواری کا انتظام کرادیا اور ضروری امداد کی اب حقیقی ماں بچی کو دودھ پلانے کے لئے دایہ بن کر قافلہ سالار کے گھرانہ میں رہنے لگی اس کو بھی اچھی غذائیں کھلائی گئیں۔ تاکہ بچی کے لئے دودھ بخوبی پیدا ہو۔

## غیاث بیگ کی باریابی

ملک مسعود ہمیشہ ایران سے اکبر بادشاہ کے لئے تحفے اور ہدیئے لاتا رہتا تھا اور بارگاہ میں روشناس تھا۔ اس بار بھی جب دارالحکومت پہنچنے کے بعد وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تحائف پیش کئے تو اکبر نے فرمایا۔ "اس سال کیا بات ہے تم ہماری سرکار کے قابل کوئی اچھا تحفہ لے کر نہیں آئے؟" اُس نے عرض کیا۔ "ہم گدڑی فروش اس درگاہ والا کے لائق آخر کون سا تحفہ پیش کر سکتے ہیں۔ البتہ اس سفر میں دو بے بہا جان دار جواہر میرے ہاتھ لگ گئے ہیں اگر بادشاہ پسند فرمائیں تو پیش کروں۔ ایران و توران نے کبھی ہندوستان کے بادشاہوں کے لئے ایسا تحفہ نہیں بھیجا ہوگا۔" حسب الحکم اُس نے غیاث بیگ کو اُس کے لڑکے ابوالحسن کے ساتھ خدمت میں پیش کرکے ان کو بادشاہی ملازموں میں شامل کرادیا۔ دونوں باپ بیٹے اپنی صلاحیت اور خوش اقبالی سے روز بروز بادشاہ کی خدمت میں ترقی کے مدارج طے کرتے رہے۔

## سلیم کی نظر بازیاں

قافلہ سالار کی بیوی کو بھی شاہی محل میں آمد و رفت کی اجازت

حاصل تھی وہ نورجہاں کی حقیقی والدہ کو ساتھ لے کر محل میں آتی رہتی تھی اور جشن کے دنوں مجرا تسلیمات کے وقت محل کی بیگمات سے اسے نقد انعامات اور زیور ملتے رہتے تھے۔ جب نورجہاں سن بلوغ کو پہنچ گئی اور بھولپن کے ساتھ اس کا حسن بھی نکھرنے لگا تو جہانگیر کی نظریں اس کے سراپا پر پڑنے لگیں۔ رفتہ رفتہ اس کی طرف میلان بڑھتا گیا آخرکار اس کی محبت نے دل میں جڑ پکڑ لی۔ ایک دن محل کے ایک گوشہ میں وہ تنہا نظر آئی تو شہزادہ سے ضبط نہ ہوسکا اور اسے اپنی آغوش میں کھینچ کر چمٹا لیا۔ نورجہاں خود کو چھڑا کر بیگموں کے پاس بھاگتی ہوئی گئی اور شہزادہ کی شکایت کردی۔ محل کی جاسوس عورتوں نے یہ واقعہ عرش آشیانی اکبر بادشاہ کی عرض میں پہنچا دیا۔ اکبر نے شہزادہ کو بلا کر ڈانٹ پلائی اور نورجہاں کے سرپرستوں سے کہا۔ "وہ اب اپنی لڑکی کا کسی سے نکاح کردیں" غیاث بیگ نے عرض کیا۔ "ہم غلاموں کو محل کے خانہ زادوں کے معاملہ میں کیا اختیار، حضور جو بھی تجویز کردیں سر آنکھوں پر"

## شیر افگن سے نکاح

علی قلی نامی ایک ترک استجلو جو شاہ طہماسپ صفوی کے دسترخوان کا مہتمم تھا۔ گھاٹ گھاٹ کا پانی پیتے ہوئے ہندوستان پہنچ گیا تھا اور ملتان میں خان خاناں کے عملہ میں شامل ہوگیا تھا۔ چونکہ وہ ہنرمند اور کارگن نوجوان تھا اس لئے خان خاناں نے مہربان ہوکر اسے بادشاہی عملہ میں شامل کردیا تھا جب وہ بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا تو اسے بادشاہ نے بہت پسند کیا تھا۔ نورجہاں کی شادی کی بات آئی تو اکبر نے اسی نوجوان سے نسبت کرکے جھٹ پٹ شادی کرادی اور اسے شیر افگن خاں کا خطاب دے کر بنگال میں جاگیر عطا کردی۔ رانا کی مہم میں وہ جہانگیر کا ہم رکاب تھا۔ بعد میں اپنی جاگیر پر چلا گیا تھا۔

جب اس وقت کا شاہزادہ سلیم جہانگیر بادشاہ بن کر تخت سلطنت پر بیٹھا تو دل کی یہ چوٹ پھر ابھر آئی۔ چنانچہ جس وقت اس نے قطب الدین خاں کوکلتاش کو بنگالہ کا صوبہ دار بنا کر بھیجا تو اسے خلوت میں بلا کر شیر افگن خاں کے متعلق کچھ ہدایات دیں۔ عشق اور مشک پوشیدہ نہیں رہتے۔ شیر افگن خاں کو بھی جہانگیر کے ارادوں کا کچھ اتا پتا چل گیا تھا۔ چنانچہ بادشاہی وکیل کی تحریروں اور احکام شاہی سے ہی اندازہ ہوگیا تھا کہ میلان طبع کیا ہے چنانچہ اس نے اسی دن جس دن کہ قطب الدین خاں کو رخصت کیا گیا۔ بادشاہی واقعہ نگا

کے سامنے کہہ دیا تھا "آج سے میں بادشاہی ملازم نہیں ہوں" اسی دن سے ہتھیار باندھنے بھی چھوڑ دیئے تھے۔

## شیر افگن کی دلیری

جب قطب الدین خاں بنگال پہنچا تو بار بار شیر افگن خاں کو بلانے کے لئے تحریری احکام اور آدمیوں کو بھیجا گیا مگر شیر افگن حاضر نہیں ہوا۔ حیلے بہانے کرتا رہا۔ آخر کار قطب الدین خاں کسی ضروری مہم کا بہانہ کر کے خود شیر افگن خاں کی جاگیر میں آیا۔ ملاقات اور احوال پرسی کے بعد قطب الدین خان نے شیر افگن خاں کو بادشاہ کا پیغام بڑی نرمی کے ساتھ پہنچایا۔ جسے اس نے ٹال دیا۔ یہاں تک کہ یہ گفتگو کنایوں نصیحتوں سے گذر کر بادشاہ کی اطاعت امر پہ ہونے لگی۔ وہ شیر دل ان باتوں کا متحمل نہ ہو سکا اور یہ جان کر کہ بجز مرنے مارنے کے آبرومندی کے ساتھ جان نہیں دی جا سکتی۔ آستین سے نیمچہ نکال کر اس نے قطب الدین خاں کے پیٹ میں گھونپ دیا اور آنتیں کھینچتے ہوئے اسے گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔ اب وہ نکل بھاگنا چاہتا تھا کہ مقتول کے ہمراہیوں میں سے ایک کشمیری جوان اُس کے پیچھے لگ گیا اور تلوار کا اس پر بھرپور وار کیا، اُس نے پلٹ کر اس کشمیری کا بھی کام تمام کر دیا۔ اتنے میں قطب الدین خاں کے آدمیوں نے اُس پر ہجوم کر کے پے در پے وار کئے اور نیچے گرا دیا۔

## شیر افگن کی وفات

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ شیر افگن خاں بری طرح زخمی ہو گیا تھا مگر غیرت کے سہارے نیم جان وہ دشمنوں کے نرغہ سے زندہ نکل آیا اور گھوڑا دوڑاتے ہوئے گھر کے دروازہ پر پہنچ گیا۔ ارادہ یہ تھا کہ بیوی کو اور خوشدامن کو بھی قتل کر دے تاکہ اس کے ناموس اور غیرت پر حرف نہ آنے پائے۔۔ نورجہاں کی ماں بڑی ہوشیار عورت تھی۔ یہ سوچ کر کہ شیر افگن دنیا سے رخصت ہو رہا ہے اس وقت وہ اپنی بیوی اور ساس کے خون ناحق کا گناہ گار نہ بنے، گھر کا دروازہ بند کر دیا۔ اور فریاد کرنے لگی کہ۔ نورجہاں نے اپنے شوہر کے قتل کی خبر سن کر کنویں میں چھلانگ لگا دی اور مر گئی۔ اب تمہارے اندر آنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ باہر ہی رہ کر اپنے زخموں کا علاج کراؤ۔ یہ سنتے ہی شیر افگن نے اپنی جان دیدی۔

اگر نورجہاں کی ماں کی یہ تدبیر واقعتاً صحیح ہے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات وفاداری اور غیرت کے خلاف تھی مگر عقل و شرع کی رو سے بیوی کا خون کر دینا کسی طرح

بھی جائز نہ تھا بلکہ شیر افگن کا دم واپسیں میں ظالم بننے کے بجائے مظلوم بن کر اللہ کے پاس جانا زیادہ بہتر تھا۔ اسی لئے اس بے چارے نے جو تدبیر کی وہ بالکل بجا تھی۔

## نورجہاں سے شادی

جب جہانگیر کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اپنے دودھ شریک بھائی (رکوکہ) کے ہلاک ہونے پر اس کو بڑا صدمہ ہوا کیونکہ وہ حضرت شیخ سلیم کی یادگار تھا۔ جہانگیر نے نورجہاں کی طلبی کے احکام بھیج دیئے۔ بنگالہ کے گما شتے اس حکم پر مجبور ہو گئے اور اُسے بارگاہ میں بھجوادیا۔ اس کے آنے کے بعد بادشاہ نے اس سے نکاح کی پیش کش کی۔ نورجہاں شوہر کے خون کا دعوٰی اور شکوہ کرتے کر بیٹھ گئی اور راضی نہیں ہوئی۔ بادشاہ اس کی ضد پر غضبناک ہوگیا اور معتوب کنیزوں کے جھرمٹ میں اُسے اپنی سوتیلی ماں سلطان سلیمہ بیگم کی نگرانی میں دے دیا۔ ایک دو سال بعد جب ان واقعات کی تلخی کم ہوگئی۔ اور ایک دن بادشاہ کی نظر پھر اس پر پڑ گئی تو دوبارہ عشق کا شعلہ بھڑک اٹھا۔ آخر کار شاہانہ "توجہات نے نورجہاں کو رام کرلیا۔ اور حکم شرع کے مطابق نورجہاں سے عقد منعقد ہوگیا۔ ایک شاہانہ جشن میں بادشاہ نے اسے نورمحل کا خطاب دیا۔ بعد میں نورجہاں بادشاہ بیگم "کا خطاب دے کر پورے حرم پر اس کو امتیاز عطا کیا۔ رفتہ رفتہ نورجہاں کا یہ اثر و اقتدار ہوا کہ امور سلطنت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دیدی اور مندرجہ ذیل سجع کے مطابق اس کا نام بھی سکہ میں شریک کردیا۔

بحکم شاہ جہانگیر یافت شد زیور
بنام نورجہاں بادشاہ بیگم زر

جہانگیر بجز شریعت کے احکام اور عدالتی معاملات کے تمام ملکی و مالی امور میں اس کے مشورہ کے بغیر کوئی حکم نہیں دیتا تھا۔ اور ایک لحظہ کے لئے بھی اس سے جدا نہیں رہتا تھا۔ دربار کے وقت اور ہاتھی کی سواری کے موقع پر بھی اپنے پیچھے پردہ میں اسے بٹھائے رکھتا تھا۔

## نورجہاں کی ایجادیں

نورجہاں بڑی عقلمند اور فیض رساں عورت تھی۔ جو ہر رشد سے متصف اور صاحب تصرف تھی طبیعت ایجاد پسند پائی تھی ہندوستان کی عورتوں کے طرح طرح کے زیور اور لباس جن کا شاہی محل اور مغل امیروں کے گھروں میں اب تک رواج ہے سب اسی کے ایجاد کردہ ہیں۔ پہلے عورتیں جو زیور استعمال کرتی تھیں وہ بہت بھاری اور بدنما تھے ان کا استعمال منسوخ ہوگیا البتہ دور دراز علاقوں میں شیخ زادوں

اور پچھا لوں میں ان کا رواج باقی رہا۔ نور جہاں کی ایک اور ایجاد چاندنی کا فرش ہے۔ واقعی یہ بڑا عجیب فرش غریبوں کے لئے عیب پوش اور امیروں کے ہاں گرد پوش کا کام دیتا ہے خاص طور سے چاندنی رات میں چاندنی کا فرش بڑی بہار دیتا ہے۔ نور جہاں نے اور اُس کی ماں نے گلاب کا عطر بھی ایجاد کیا۔ جس کا پہلے نام "عطر جہانگیری" تھا۔ دوسرے کم قیمت عطر بھی غریبوں کے لئے ایجاد کئے۔ ایک کپڑا بادلہ بھی ایجاد کیا۔ اس کی بھاری اور اعلیٰ قسم کو بادشاہ اور بادشاہی کارخانہ کے نام سے موسوم کیا اور ہلکی قسم کے لئے اپنا نام "نور محلی" تجویز کیا۔ ایسا عمدہ اور سستا کپڑا تھا کہ دولہا دُلہن کی شادی کا جوڑا پندرہ بیس روپیہ میں تیار ہو جاتا تھا۔ اس کی ایجاد کردہ اور بھی چیزیں ہیں جو امیر غریب سب کے کام آتی ہیں۔ اُن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ مختصر یہ کہ ہندوستان میں جو اکثر زیب و زینت کے سامان ہیں اسی کے ایجاد کردہ ہیں۔

**نور جہاں کا سلیقہ**

نور جہاں اتنی گھر گرہست اور سلیقہ مند عورت تھی کہ ایک مرتبہ بادشاہ کے ملاحظہ میں شاہی ہاتھی پیش ہو رہے تھے۔ بادشاہ کی نظر ہاتھیوں کی جھول پر پڑی تو بہت خوش ہوئے۔ ولایتی زربفت کی گل بوٹے دار یہ جھولیں ہاتھیوں پر عجب بہار دے رہی تھیں۔ ان پر یہ گل بوٹے ایک ہی طرح کے نہیں تھے۔ قسم قسم کے اور نت نئے تھے۔ بادشاہ نے خانساماں سے دریافت کیا "کتنا زربفت تم نے خرچ کر دیا اور ہر جھول کتنے میں تیار ہوئی"؟ خانساماں نے کہا۔ "حضور مجھے اس کا علم نہیں کیونکہ یہ سب محل خاص سے تیار ہو کر آئی ہیں"۔ بادشاہ نے نور جہاں سے پوچھا "یہ کیا سوجھی آخر تم کو اس عمدہ زربفت کے کتنے تھان قطع کر دیئے" نور جہاں نے جواب دیا ـــــ "اس کام میں بالشت بھر زربفت بھی نہیں لگا"۔ بادشاہ نے پوچھا "پھر یہ کس طرح تیار ہوگئیں" نور جہاں نے جواب دیا "امراء کے عریضے جن تھیلیوں میں مہر بند ہو کر آتے تھے وہ بہت سی پڑی ہوئی تھیں۔ ان میں سے کچھ لوگوں کو عطا بھی کر دی گئیں۔ مگر وہ ان کے کسی کام میں نہ آسکیں۔ میں نے اُن کا یہ مصرف نکال لیا"۔

وہ ایسی فیض رساں اور فیاض عورت تھی کہ ہر سال غریب مغلوں کو مکہ معظمہ کربلا اور نجف اشرف شاہی خرچ پر بھجواتی رہتی تھی اور کتنی ہی یتیم بچیوں اور بیوہ عورتوں کو جہیز اور عمدہ سازوسامان دے کر شادی کرادی۔

بادشاہ تو اس کی اداؤں پر فریفتہ تھا ہی۔ اُس نے اپنی کارگذاریوں سے اُس کو بالکل رام کر لیا۔ اور اس طرح قابو میں کر لیا کہ وہ اس کی مرضی کے بغیر پانی تک نہیں پیتا تھا۔ اور اس کا کلمہ پڑھتا رہتا تھا۔ اس سے بھی کبھی کوئی ایسا کام سرزد نہیں ہوا جو بادشاہ کی بدنامی کا باعث ہوتا۔

**نورجہاں کی شاعری** کہتے ہیں نورجہاں موزوں طبع بھی تھی۔ ایک مشہور قصہ ہے کہ ایک دن بادشاہ ایسی پوشاک پہنے ہوئے تھے جس میں قیمتی لعل کے تکمے لگے ہوئے تھے نورجہاں نے دیکھ کر فی البدیہہ یہ شعر کہا ؎

ترا نہ تکمہ لعل است بر قبائے حریر
شدہ است قطرۂ خونِ منت گریباں گیر

(تیری ریشمی قبا پر یہ لعلیں تکمے نہیں بلکہ میرے خون کے قطرے ہیں جو گریباں گیر ہو گئے ہیں)۔

نورجہاں بیگم نے اپنا تخلص مخفی رکھا تھا۔ یہ دو شعر بھی بیگم کے ہیں۔

دل بصورت ندہم تا شدہ سیرت معلوم
بندۂ عشقم و ہفتاد و دو ملت معلوم
زاہد ہول قیامت مفگن در دلِ ما
ہول ہجراں گذرا ندیم قیامت معلوم

**نورجہاں کی سازشیں** لیکن افسوس اس عقل و دانائی کے باوجود اُس نے ایسی ٹھوکر کھائی کہ سلطنت کے شیرازہ کو تقریباً درہم برہم کر دیا۔ اس نے اپنی لڑکی کا عقد جو شیر افگن سے ہوئی تھی جہانگیر کے لڑکے شہریار سے کر دیا تھا۔ لڑکی کی وجہ سے اس کو قدرتی طور پر داماد سے محبت اور تعلق تھا اسی لئے اُس نے ولی عہد شہزادہ خرم سے حسد کرنا شروع کر دیا۔ اور اس کے مقابلہ میں شہریار کو اوپر لانے کے لئے جوڑ توڑ اور سازشیں شروع

---

ؔ اورنگ زیب کی بہن (ایک روایت میں بیٹی) زیب النساء کا بھی تخلص مخفی تھا اس کا مشہور شعر ہے

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگ گل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

کردی اور اپنی ان ریشہ دوانیوں کی مدد سے ہندوستان کے اس زنبورخانہ میں ایک ہنگامہ اور ایک شورش برپا کردی۔ اس کو ذرہ برابر یہ خیال نہیں آیا کہ ان حرکتوں سے ملک و مال اور شاہ و رعیت کے معاملات درہم برہم ہو جائیں گے۔ چنانچہ مہابت خاں جیسے آدمی کو جو اس کے اور اس کے بھائی کے ساتھ دینی اور ملکی نزاع رکھتا تھا اسی نے اس قدر باثر اور مقتدر ہونے کا موقع دیا۔ بعد میں اس کے ہاتھوں نورجہاں کو اور بادشاہ کو جو مشکلات پیش آئیں اس کا ذکر ہم آگے کریں گے۔

**دکن کی شورش** نورجہاں کے تذکرہ میں اصل واقعات بہت پیچھے رہ گئے۔ اس سال جب دکن کی شورشوں کی خبریں مسلسل پہنچنے لگیں تو جہانگیر نے احمد آباد کے صوبہ دار عبداللہ خاں کو حکم بھیجا کہ وہ ناسک اور ترمک کے راستہ سے خان جہاں کے کمک لے کر جائے۔ رام داس کچھواہہ کو بھی رنتھنبور کا قلعہ جاگیر میں دے کر اور خلعت عطا کر کے عبداللہ خاں کے ساتھ دکن کی مہم پر روانہ کیا گیا کہ وہ بطور یلغار دکن پہنچ جائے۔

**ہرن کا شکار** ان انتظامات کے بعد بادشاہ قمرغہ[1] کے شکار پر چلا گیا۔ اس شکار میں کوئی چھ سو چالیس ہرن زندہ گرفتار ہوئے۔ ان میں سے چار سو ہرن بادشاہ نے فتح پور بھجوا دیئے کہ وہاں چوگان بازی کے میدان میں ان کو چھوڑ دیا جائے اور ان کے چارہ پانی کا انتظام رکھا جائے۔ ایک سو ہرنوں کے گلے میں چاندی کے پٹے ڈال کر انھیں اسی شکارگاہ میں چھوڑ دیا۔

**شاہی احکامات** اس سال ایک اختراع یہ کی کہ ایک تولہ سونے کے پترے بنائے ان کے ایک رخ پر بادشاہ کی شبیہ کا ٹھپّہ لگوایا۔ دوسرے رخ پر ایک شیر کے اوپر آفتاب کی شکل کندہ کرائی۔ یہ پترے دربار کے مقرب کے امیروں اور خاص خاص آدمیوں کو دیئے گئے کہ اس نشان کو پگڑی پر یا سینہ پر لگائے رہیں اور اس کو حفظ جان کا تعویذ جانیں۔ تمام صوبہ داروں کو حکم دیا گیا کہ وہ جھروکہ میں نہ بیٹھیں۔ اپنے اجلاس کے وقت ہاتھی اور گھوڑوں کی سلامی نہ لیں، ہاتھیوں کی لڑائی نہ کرائیں۔

---

[1] ہانکے کا شکار جس میں جانوروں کا ہانکا کر کے گھیر لیا جاتا اور زندہ یا مردہ شکار کیا جاتا ہے۔

بادشاہی عملہ کے نوکروں کو چوکی پہرہ کی تکلیف نہ دیں ۔ اپنے ملازموں کو خطاب نہ دیں کان ناک کاٹنے اور اندھا کرنے کی سزا نہ دیں ۔ جس وقت اپنے نوکروں کو یا بادشاہی ملازموں کو ہاتھی اور گھوڑا انعام دیں تو اُن سے تسلیمات نہ کرائیں جب اپنے ماتحتوں کو کوئی حکم یا تصدیق لکھیں تو اُس پر مہر نہ لگائیں ۔ اجلاس پر بیٹھتے وقت، باہر نکلتے وقت نقارہ نہ بجوائیں، گھوڑے پر سرخ کپڑے کا جھول نہ ڈالیں، گھوڑوں پر بیل بوٹے نقش نہ کرائیں۔ یہ قاعدے اور ضابطے جنت مکانی جہانگیر بادشاہ کے وضع کردہ ہیں ان میں سے بیشتر اب تک باقی ہیں ۔

---

# ساتواں سال

(جلوس کا ساتواں سال اور جشن نوروز مطابق ۱۶ ار محرم ۱۰۲۱ھ)

## عطرِ گلاب کی ایجاد

اس سال نوروز کے موقع پر نورجہاں کی والدہ نے بادشاہ کی خدمت میں عطرِ گلاب پیش کیا جو خود اُس نے ایجاد کیا کیا تھا ۔ بادشاہ نے بہت پسند کیا اور اس کا نام "عطرِ جہانگیری" رکھا اور مروارید کا ایک ہار انعام میں عطا کیا ۔ جس کی قیمت تیس ہزار روپیہ تھی ۔ اس کی یہ ایجاد واقعی حیرت انگیز تھی کہ کوئی خوشبو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی ۔ اس کی مہک سے انسان تو انسان فرشتے بھی مست ہو جائیں ۔ عمدہ قسم کا "جہانگیری عطر" عالمگیر اورنگ زیب کے ابتدائی دور میں مجھے اچھی طرح یاد ہے اسی روپیہ تولہ تک ملتا تھا ۔ اب تو آٹھ نو روپیہ تولہ میں مل جاتا ہے ۔

## شجاع خاں کی بہادری

اس سال بنگال کے صوبہ دار اسلام خاں کا خط اور وہاں کے واقعہ نگار کی رپورٹ دربار میں پہنچی اس خط کے ساتھ وہاں کے ایک مشہور فتنہ پرداز عثمان کا سر بھی تھا ۔ باغی عثمان کے مقابلہ پر اب تک جتنے امیر گئے تھے سب شکست کھا کر لوٹ آئے تھے ۔ اسلام خاں اور شجاع خاں نے اس پر فوج کشی کی ۔ کئی بار اس سے جنگ ہوئی ان لڑائیوں میں شجاع خاں کو مست ہاتھی سے بھی مقابلہ کرنا پڑا اور سخت لڑائی میں وہ بُری طرح زخمی بھی ہوا اس وقت بہت سے

بادشاہی ملازم کام آگئے اور لشکر تقریباً بھاگ کھڑا ہوا مگر اللہ کی مدد اور بادشاہ کے اقبال سے شجاع خاں نے تنہا عثمان کے دو ممتاز بہادروں کو قتل کر کے کامیابی حاصل کی اور اب اس کا سر اس کے ہمراہی مقتولوں کے سروں کے ساتھ حضور میں بھیج دیا۔ اس خبر پر جہانگیر بہت خوش ہوا اسلام خاں کو پانچ ہزاری سے چھ ہزاری پر ترقی دی دوسرے امراء کے درجوں میں بھی ترقی کا حکم ہوا شجاع خاں کو رستم خاں کا خطاب مرحمت ہوا اس کے ہمراہیوں کو بھی اضافہ دیا گیا۔

## عبداللہ خاں کا دکن پر حملہ

بادشاہ نے عبداللہ خاں کے نام پھر تاکیدی خط لکھا کہ وہ کوکن اور ناسک کے کنارے سے دکن میں داخل ہو جائے اور راجہ رام داس کے ساتھ مقررہ دن اور تاریخ میں عنبر کی فوجوں پر حملہ کردے۔ اس دن اور اسی تاریخ کو امیر الامراخان جہاں مرزا رستم اور راجہ مان سنگھ بھی جو اس سے قبل دکن کی صوبہ داری پر فائز تھے اور اب عنبر حبشی اور نظام الملک کے مقابلہ پر مامور تھے دکنیوں پر حملہ کردیں اور دونوں طرف سے بڑھ کر غنیم کو گھیر لیں۔ مگر ان امیروں اور ملازموں میں ایسا اتفاق کبھی نہیں ہوا جس میں منافقت شامل نہ ہو۔ چنانچہ عبداللہ خاں حسب الحکم تیز رفتاری سے ناسک اور گلشن آباد کی سرحد پر پہنچ گیا۔ مگر اپنی شجاعت کے گھمنڈ میں یہ سوچ کر کہ اس مہم کی فتح کا سہرا صرف اسی کے سر بندھے اور خان جہاں وغیرہ اس میں شریک نہ ہونے پائیں۔ برہان پور کی متعینہ فوج کو اطلاع نہیں دی اور وہاں کے سرداروں سے مدد نہیں لی۔ اس لالچ میں کہ نظام الملک کی سلطنت کی تسخیر کا شہرہ صرف اسی کے نام سے بلند ہوگا۔ بادشاہ کی مجوزہ تدبیر اور حکم کے خلاف گیارہ ہزار چیدہ بہادروں کی فوج لے کر دشمن پر حملہ کردیا۔ ملک عنبر اس حملہ سے باخبر تھا۔ اس نے عبداللہ خاں کے مقابلہ میں جو اس وقت یک فتح نصیب سپہ سالار سمجھا جاتا تھا۔ ایک کثیر فوج متعین کردی اور ایک بہت بڑے توپ خانہ کو آتش باری کرنے کے لئے متعین کردیا۔ دکن میں چونکہ کلاہ پوش فرنگیوں کی آمد و رفت اور ربط ضبط رہتا تھا۔ اس لئے وہاں ہندوستان کے اور علاقوں کی نسبت توپ و تفنگ کا زیادہ رواج ہوگیا تھا۔ عنبر نے عبداللہ خاں کے مقابلہ پر بھی ہزارہا آتشیں بان لگا دیئے۔

## دکنیوں کی گوریلا جنگ

عبداللہ خاں کی فوج آگے بڑھی تو خوش اسپہ یکہ تاز دکنیوں نے چار پانچ کوس اطراف میں آگے بڑھ کر چھاپے مارنے شروع کر دیئے، جیسا کہ دکنیوں کا دستور ہے وہ جنگ صف سے پہلے گوریلا لڑائی لڑ کر دشمن کو دائیں بائیں سے گھیر لیتے اور اس کے لشکر کو تباہ کر دیتے ہیں۔ عبداللہ خاں کے لشکر کو بھی عنبر کے گوریلا دستوں نے چہار طرف سے گھیر رکھا تھا اور چھاپے مار مار کر وہ سامان رسد اور جانور جو بھی ہاتھ لگ جاتا تھا اڑائے جاتے تھے خاص طور سے جب بادشاہی لشکر کوچ کرنے لگتا تو وہ اچانک اس پر آپڑتے اور باربردار اونٹوں کی قطار کی قطار بھگائے جاتے تھے۔ بادشاہی لشکر کے جو آدمی اُن کے ہاتھ آجاتے ان کے ناک کان کاٹ کر چھوڑ دیتے تھے۔ جیسے جیسے عبداللہ خاں آگے بڑھتا جاتا تھا پیچھے سے اس کا لشکر گھٹتا جاتا تھا اور آگے سے ملک عنبر کی فوج اضافہ در اضافہ مقابلہ میں پہنچتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ عبداللہ خاں کا نصف لشکر اصل محاذ پر پہنچتے پہنچتے تباہ ہو گیا۔ چونکہ ہر روز ملک عنبر اپنی فوج کے لئے تازہ بتازہ کمک بھیجتا رہتا تھا اور کوئی دن نہ جاتا تھا کہ اس کی فوج بادشاہی لشکر کو کوئی نہ کوئی نقصان نہ پہنچاتی ہو۔ عبداللہ خاں کے سپاہی ایسے خوف زدہ ہوئے کہ میدان میں صف آرائی سے پہلے ہی اٹھ اٹھ کر بھاگنے لگے۔ اس صورت حال سے عبداللہ خاں عاجز آگیا اور اپنے ہمراہیوں سے مشورہ کیا کہ "کیا کرنا چاہیے"؟ لوگوں نے اس سے کہا کہ "اب تو بہتر یہی ہے کہ احمد آباد واپس چلے جائیں۔ دوبارہ ایک تیار لشکر بھاری توپ خانہ اور جنگی ہاتھی لے کر دکن آئیں گے اور اس شکست کا بدلہ لیں گے"۔ اس مشورہ پر وہ ناچار لوٹ گیا اور دکنی اس کا تعاقب کرنے لگے۔

## عبداللہ خاں کا فرار

عبداللہ خاں کا ہر اول دولت آباد تک پہنچ گیا تھا، مشہور تھا کہ دکنی بہت بری طرح تعاقب کرتے ہیں۔ ان کے تعاقب کا ڈر بادشاہی لشکر کے دل میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس لئے عقب میں ایک حفاظتی فوج (چنداول) مقرر کر رکھی تھی جس کا کماندار علی مردان نامی ایک مشہور بہادر شخص تھا۔ دکنی چھاپہ مار اس بھاگتی ہوئی فوج کے تعاقب میں دل بادل چلے آرہے تھے اور موقع بہ موقع حملے کرتے جاتے تھے جب علی مردان خاں کا چنداول ان کے مقابلہ پر آتا تو وہ اِدھر اُدھر کھسک جاتے اور پھر دوسری طرف سے نکل کر حملہ کر دیتے اور لشکر کے بھیر رسد وغیرہ

کو لوٹ لے جاتے۔ اندھیری راتوں میں داہیں بائیں سے بے شمار، آتشیں بان، لشکر پر پھینک کر تباہی مچا دیتے تھے آخر ایک دن دس بارہ ہزار سواروں نے علی مردان پر حملہ کرکے اس کی فوج کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور علی مردان لڑتے ہوئے زخمی ہوا اور گرفتار کرلیا گیا۔ اسے ملک عنبر کے پاس پیش کیا گیا تو اس نے اسے قلعہ دولت آباد میں قید کر دیا۔ چند دن بعد وہ اسی قید میں مرگیا۔ مخالفوں نے بکلانہ کی سرحد تک بادشاہی فوج کا پیچھا نہیں چھوڑا اور اسے مار مار کر دکن کی سرحدوں سے نکال دیا۔

برہان پور میں جو بادشاہی سردار متعین تھے ان کو بھی دار الحکومت سے احکام مل چکے تھے۔ ان کو جب عبداللہ خاں کی دکن کی طرف روانگی کی اطلاع مل گئی تو وہ بھی برار سے اپنی فوجیں لے کر دولت آباد کے ارادہ سے نکلے۔ لیکن محض حسد کے سبب ان کو بھی یہ پسند نہیں تھا کہ عبداللہ خاں دکن کی مہم سر کرنے میں مصدر بنے اس لئے ان کی نقل و حرکت بہت سست تھی۔ بس لنگر دار بے دلی سے کوچ کرتے جاتے تھے عبداللہ خاں نے بھی جیسا کہ اسے چاہتے تھا۔ انھیں کوئی خبر اور اطلاع نہیں دی تھی۔ جب ان کو اس کے شکست کھا کر بھاگنے کی خبر ملی تو وہ بھی الٹے پاؤں بھاگ کر شہزادہ پرویز کے ہاں برار چلے گئے۔

ہر عاقل آدمی اس کی تائید کرے گا کہ جہانگیر بادشاہ نے جنگ کی جو تدبیر بتلائی تھی وہ بالکل درست تھی اگر دونوں طرف کے سردار پورے اتفاق سے اقدام کرتے تو بے شبہ کامیاب ہو جاتے مگر محض ان کے باہمی رشک و حسد نے سارا معاملہ چوپٹ کر دیا۔ جب یہ رنج دہ خبر دربار میں پہنچی تو بادشاہ نے یہ سوچ کر کہ عنبر کو صرف خان خاناں ہی نیچا دکھا سکتا ہے۔ اس کو خواجہ ابوالحسن کے ساتھ دکن کی مہم پر متعین کر دیا۔

ان ہی دنوں آصف خاں جعفر بیگ اور میر غازی قندھار کے قلعہ دار کے مرنے کی خبر ملی بادشاہ نے ٹھٹھہ کی صوبہ داری پر مرزا رستم کو مقرر کیا۔

شاہزادہ خرم کی شادی اعتماد خاں ولد اعتماد الدولہ کی لڑکی سے ہوئی۔

**سلیمہ بیگم کا انتقال**

اسی سال سلطان سلیمہ بیگم نے جن کا بارہا ذکر آ چکا ہے۔ انتقال کیا جس کا جہانگیر کو بہت رنج ہوا۔ کہتے ہیں سلطان سلیمہ بیگم بڑی خوبیوں کی خاتون تھیں۔ طبیعت بھی بڑی موزوں پائی تھی۔ یہ مشہور شعر جو اکثر اصحاب ذوق کی یادداشتوں میں درج ہے اسی بیگم کا ہے ؎

کاکلت را من زمستی رشتۂ جاں گفتہ ام
مست بودم زیں سبب حرف پریشاں گفتہ ام

اس پر دوسرے اور بھی اچھے شعر کہے تھے۔

---

# آٹھواں سال

(آٹھواں سن جلوس شمسی مطابق ۱۰ محرم ۱۰۲۲ء)

اس جشن میں بادشاہ نے حکم دیا کہ دیوان خاص اور دیوان عام میں امراء کے کھڑے ہونے کے لئے چاندی کے دو المتادے تیار کئے جائیں۔ یہ دونوں ایک سو بتیس من کے تیار کئے گئے۔ یہاں من سے مراد تیس شاہجہانی آثار ہیں ان میں سے ایک کو زر اندود کیا گیا تھا۔

اس سال ایک عجیب واقعہ کی اطلاع ملی کہ رچتیہ خانہ میں، چیتوں کا ایک جوڑا اور شیروں کا ایک جوڑا جفت ہوا اور ان سے بچے بھی پیدا ہوئے۔ یہ خبر اس لئے عجیب تھی کہ پالتو شیر اور چیتے کبھی بچہ نہیں پیدا کرتے ہیں۔

انہی دنوں جہانگیر رانا کی مہم پر بنفس نفیس گیا۔ رانا کی سرحد کے قریب پہنچ کر اجمیر کا ارادہ کیا اور وہاں سے سلطان خرم کو جو اس وقت آٹھ ہزاری تھا بارہ ہزاری منصب اور چھ ہزار سواروں کی کمان دی اس کے ساتھ مالوے کے صوبہ دار اعظم خاں کو اتالیق مقرر کیا اور دوسرے امراء اور جنگجو افسروں کے ساتھ ایک شائستہ فوج دے کر چتوڑ کے رانا کی گوشمالی کے لئے رخصت کیا۔

---

# نواں سال

(نواں سن جلوس شمسی مطابق ۹ صفر ۱۰۲۳ھ)

اس سال کے جشن پر اعتماد الدولہ کو پنج ہزاری منصب اور دو ہزار سوار کی کمانداری پر ترقی دی گئی اس کے بیٹے اعتماد خاں کو تین ہزاری منصب اور ایک ہزار سواروں کی کمانداری

ملی۔ بہنوں اور بیگموں کی سفارش پر خسرو کو تسلیمات اور مجرا بجالانے کی اجازت ملی مگر وہ نظر بندی کی حالت میں آتا اور جاتا تھا۔ اس کے انداز سے کہ باپ کے سامنے ہمیشہ رونی صورت بنائے رہتا تھا۔ ناراض ہو کر دوبارہ مقید کر دیا۔

اسی سال شاہزادہ خرم کے ہاں آصف خاں کی بیٹی سے ایک لڑکی تولد ہوئی اس کا نام جہاں آرا بیگم رکھا گیا۔

پٹنہ کے بہت سے آدمی حضور میں آکر وہاں کے صوبہ دار مرزا قندھاری کے ظلم و تعدی کی شکایتیں کرتے رہے تھے اس کو پٹنہ سے معزول کر کے حضور میں طلب کر لیا گیا جب وہ حاضر ہوا تو حکم دیا کہ پہلے فریادیوں کی تسلی کر دو پھر حضور میں حاضری دینا۔

### اودے پور پر خرم کا حملہ

احمد آباد کے صوبہ دار عبداللہ خاں کو تاکیداً حکم دیا گیا کہ وہ فوری شہزادہ خرم کی کمک پر جائے دکن پر مقرر کردہ امدادی فوجوں کو بھی شہزادہ کے لشکر میں جا کر شامل ہو جانے کی ہدایت کی گئی اس طرح کوئی بیس ہزار سوار شاہزادہ کے ساتھ متعین کئے گئے۔ جب شاہزادہ رانا کے علاقہ میں داخل ہوا تو اس نے اپنے بخشی محمد تقی کو جو بعد میں شاہ قلی خاں کے خطاب سے مشہور ہوا پانچ ہزار سوار دے کے بطور ہراول روانہ کیا کہ جہاں بھی رانا کے ماتحت تھے ہیں ان کو تاخت و تاراج کر دیا جائے اور جہاں بھی بت خانے ملیں ان کو ڈھا دیا جائے اور ہر طرف رانا کے مقرر کئے ہوئے عمال کا مقابلہ کر کے میدان صاف کر دیا جائے اور پہاڑ کی اونچی چوٹیوں پر فوجی چوکیاں قائم کر دی جائیں۔

رانا جس جگہ رہتا تھا اور جو وہاں کا حاکم نشین مقام تھا وہ اودے پور تھا۔ جب فردوس مکانی بابر بادشاہ نے رانگا سانگا کو جو ایک لاکھ سوار لے کر مقابلہ پر آیا تھا شکست دیدی تھی تو اس کے بیٹے اودے سنگھ نے ایک دشوار گذار درہ میں کہ اس کے تین طرف پہاڑ تھے۔ یہ شہر آباد کیا تھا۔ یہاں صاف اور میٹھے پانی کے دو تالاب بھی تھے۔ ان ہی کے برابر آبادی قائم ہو گئی اس وقت سے اب تک رانا کے خاندان نے چتوڑ کا قلعہ چھوڑ کر اسی جگہ سکونت اختیار کر لی تھی۔

### رانا کا فرار

بادشاہی فوج کے اس نئے حملہ پر رانا اودے پور کو چھوڑ کر دشوار گذار پہاڑوں میں چلا گیا تھا۔ شہزادہ خرم نے اودے پور میں پہنچنے کے بعد چاروں طرف فوجوں کو مقرر کیا اور اس علاقہ کے بندوبست اور بعد کی حفاظت کے لئے چھ تھانے قائم

کئے۔ محمد تقی بخشی کو رانا کے سرداروں سے بڑے بڑے سخت معرکے لڑنے پڑے۔ خاص طور سے بت خانوں کے توڑنے پر راجپوتوں نے بڑی دلیری دکھائی اور دونوں طرف سے بہت سے آدمی مارے گئے۔ رانا کا بڑا لڑکا شب‌بھی ایک چھاپہ مار فوج لئے پہاڑوں میں چھاپے مارتا رہتا تھا اُس نے ہراول فوج پر شب خون مارا اس رات بھی محمد تقی اور اُس کے ہمراہیوں نے بڑی سخت جد وجہد کی اس کی فوج نے ثابت قدمی سے مقابلہ کرکے بہت سے راجپوتوں کو قتل کردیا اور زخمی کردیا۔

## اعظم خاں کی گرفتاری

عین اس جنگ و کارزار میں احمد آباد سے عبداللہ خاں فیروز جنگ اور دلاور خاں کاکر امدادی فوج لے کر آئے ان کی آمد سے اسلامی لشکر کو بڑی تقویت ملی۔ بادشاہ نے خان اعظم عرف مرزا عزیز کوکہ کو قدیم خدمات حقوق اور تجربہ کی بنا پر شاہزادہ کا مشیر اور تمام معاملات کا ذمہ دار بنایا تھا مگر وہ اس وقت جب کہ فوج کشی کے سارے مرحلے گذر چکے تھے اور اب صلح کی گفت و شنید ہو رہی تھی باوجود اس قدر قریب ہونے کے بہت تھوڑی سی فوج لے کر آیا۔ حاضری کے دن عقیدت و بندگی کے مراسم بھی ادا نہیں کئے۔ اس کی منافقانہ اداؤں کو دیکھ کر شہزادہ نے اسے قید کردیا اور دربار میں لکھ بھیجا۔ وہاں سے جب اس کی طلبی کا حکم آگیا تو مہابت خاں کے ہمراہ روانہ کردیا جیسے ہی وہ دربار میں پہنچا اسے بادشاہ نے گوالیار کے قلعہ میں قید کرادیا۔

## رانا کی اطاعت

شہزادہ خرم نے باوجود ناموافق آب و ہوا کے لشکر کے بہت سے آدمی اور نامی گرامی ملازم بیمار ہو گئے تھے اور مر بھی گئے تھے۔ رانا پر اس طرح زندگی تنگ کردی کہ اس نے امن و امان کی درخواست دے کر پہلے تو اپنے ماموں کو سفارش کے لئے بھیجا پھر خود اپنے آبا و اجداد کے برخلاف کہ انھوں نے کبھی کسی بادشاہ یا شہزادہ کی خدمت میں حاضری نہیں دی تھی۔ خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اور سات ہاتھی اور دوسرے نذرانے پیش کئے۔ شاہزادہ نے خلعت مرصع تلوار، دو ہاتھی، پچاس گھوڑے اور اس کے ہمراہیوں کے لئے ڈیڑھ سو خلعتیں دے کر اُسے رخصت کیا۔ اس کے بعد اُس نے اپنے بڑے بیٹے رانا کرن کو جو صاحب ٹیکہ ولیعہد تھا تحفوں اور نذرانوں کے ساتھ شاہزادہ کی رکاب میں بادشاہ جہانگیر کے پاس روانہ کردیا۔ جب شہزادہ خرم فاتح و کامران دربار میں آیا تو بادشاہ نے اسے مزید چھ ہزاری منصب اور ایک ہزار سوار کا اضافہ کردیا اُس وقت تک

شاہزادہ بارہ ہزاری منصب پر فائز تھا۔ اس کے تمام ہمراہی بھی ترقی و اضافہ سے نوازے گئے۔ رانا کرن بھی شاہانہ عنایتوں سے معزز کیا گیا۔

---

## دسواں سال

(جلوس کا دسواں سال اور جشن نوروز مطابق ۹ ربیع الاول[1] صفر ۱۰۲۳ھ)

اس جشن میں اعتمادالدولہ کو چھ ہزاری کا منصب ملا اور نقارہ بھی عطا ہوا یہ بھی اجازت ملی کہ وہ نقارہ بادشاہ کے حضور بھی بجا سکتا ہے۔ تیموری خاندان میں یہ امتیاز صرف اعتمادالدولہ ہی کو دیا گیا۔ اعتمادالدولہ کے بیٹے اعتمادخان نے تین لاکھ روپیہ کے جواہرات اور دوسرے تحائف نذرانہ میں دیئے بادشاہ نے صرف ایک لاکھ روپیہ کے جواہرات قبول فرمائے۔ اسے آصف خاں کا خطاب دیا اور چار ہزاری منصب دو ہزار سوار عطا کئے۔ رانا کے بیٹے کرن کو پانچ ہزاری کا منصب دیا۔

اسی سال شاہزادہ خرم کے ہاں آصف خاں کی بیٹی سے ایک لڑکا تولد ہوا اس کا نام دارا شکوہ رکھا گیا۔

**موت کی پیشین گوئی** اسی زمانہ میں کشمیر کا ایک واقعہ سننے میں آیا کہ وہاں حافظ نامی ایک گوشہ نشین بزرگ تھے۔ انھوں نے چالیس سال عبادت خانہ میں تلاوت کلام پاک ادائے صوم وصلوٰۃ میں بسر کئے تھے۔ جب ان کے سفرِ آخرت کے دن آپہنچا تو انھوں نے وہاں کے قاضی زادہ کو جو اُن کا عقیدت مند اور مرید تھا۔ اطلاع دی کہ "میں کل نماز جمعہ کے بعد اللہ سے جا ملوں گا۔ تم اس وقت میرے حجرے پہ آجاؤ مگر خبردار جب تک دروازہ خود نہ کھلے اندر قدم نہ رکھنا۔ میں جو کلام اللہ تلاوت کرتا ہوں وہ تمھارے لئے ہدیہ ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ میرے کمرہ میں ہے اسے فروخت کرکے میرا کفن دفن کردینا اور جو بچے اُسے راہ خدا میں دے دینا" جمعہ کے دن جب قاضی زادہ وعدہ کے مطابق پہنچا۔ تو حجرہ کو بند پایا۔ ایک گھنٹہ بعد دروازہ خود بخود کھل گیا۔ لوگوں نے اس مسافر طریقت کو

---

[1] تذکرۃ السلاطین چغتا اور اقبال نامہ میں ۹ ربیع الاول / صفر درج ہے۔

سجادہ پر ٹیک سے بیٹھے ہوئے دیکھا وہ اسی حال میں منزل آخرت پر پہنچ گیا تھا۔ بے شک دنیا مردان خدا سے خالی نہیں ہے۔

## راناکرن کی ہلاکت

اسی سال کا دوسرا واقعہ شاہزادہ خرم کے ماموں کی ہلاکت ہے راجا سورج سنگھ کے گماشتہ اور وکیل گوبند داس نے راجہ کے بھتیجے کو کسی دنیاوی تنازعہ میں قتل کر دیا تھا۔ دوسرا بھتیجا کشن سنگھ گوبند داس وکیل کو مقتول کے قصاص میں قتل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن سورج سنگھ اپنے وکیل کو بہت چاہتا تھا۔ اسی لئے اس کی مدافعت کرتا رہتا تھا۔ ایک دن کشن سنگھ اپنے بھتیجے کرن نامی کے ساتھ راجپوتوں کی ایک جمعیت لے کر گوبند داس کے گھر پر جو سورج سنگھ کی پناہ میں تھا آیا۔ اس ہجوم اور ہنگامہ میں کہ ابھی کشن گوبند داس کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا اور اس سے بے خبر تھا۔ کہ گوبند داس لاعلمی میں اسی ہجوم میں مارا جا چکا ہے کہ سورج سنگھ اس بلوے سے واقف ہو کر گھر سے تلوار لئے ہوئے نکل آیا اور اپنے راجپوتوں کے ساتھ کشن پر جو اس وقت پیادہ ہو کر مقتولوں میں گوبند داس کی لاش تلاش کر رہا تھا حملہ کر دیا۔ اور کشن سنگھ رانا کرن اور ان کی جماعت کو قتل کر دیا۔ کشن سنگھ کے بچے ہوئے ساتھی لڑتے ہوئے وہاں سے نکل آئے اور دربار میں استغاثہ کرنے روانہ ہوگئے راجہ سورج سنگھ اس گروہ کا تعاقب کرتے ہوئے دولت خانہ کے دروازہ تک پہنچ گیا۔ اور جھروکہ کے سامنے بڑا ہنگامہ اور شور بلند ہوگیا۔ بادشاہ کے سامنے ہی چند راجپوت اس میدان میں مارے گئے۔ بہر حال یہ فساد بڑی کوششوں سے ختم ہوگیا۔

## فتح کی خوش خبری

اسی سال کے آخر میں خان خاناں کی فتح کی خوش خبری پہنچی کہ اس کے بیٹے شہنواز خاں نے عنبر کو شکست دیدی۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ شہنواز خاں بالا پور برار میں خان خاناں کی طرف سے ایک فوج پر متعین تھا ان دنوں عنبر کا ہر طرف بڑا زور بندھا ہوا تھا۔ عنبر کا ایک ماتحت امیر یاقوت خاں نامی اور دکن کے چند اور امیر اس سے بگڑ کر شہنواز خاں کے پاس آگئے اور عنبر سے مقابلہ کے لئے مشورے دینے لگے۔ شہنواز خاں کو ان امیروں کے آنے سے بڑی خوشی ہوئی اور ان کے اعزاز میں اس نے خوشی کے شادیانے بھی بجوائے اور فوج کشی کی تیاریاں کریں۔

## شہنواز خاں کی کارروائی

شہنواز خاں نے ہراول کی فوج پر عمل دار خاں، یاقوت خاں، دانش خاں اور دلاور خاں اور دوسرے نظام الملک کے معمو

پاس سے بھاگ کر آنے والے امیروں اور سرداروں کو اور اپنی فوج کے تجربہ کار آدمیوں کو متعین کیا اور ایک عمدہ توپ خانہ بھی ان کے ساتھ روانہ کر دیا کہ یہ لوگ پہلے عنبر کی ان فوجوں کو جو ان علاقوں میں پھیلی ہوئی تھیں اور بادشاہی پرگنوں سے تحصیل وصول کرتی رہتی تھیں حملہ کر کے صاف کر دیں۔ دکنی بھی بادشاہی ہراول سے مقابلہ کے لئے آگے بڑھے مگر جوں ہی مقابلہ ہوا ان کو بُری طرح شکست ہو گئی۔ جب عنبر کو اس کی خبر ملی تو وہ پیچ و تاب کھاتا ہوا بڑے شان و شکوہ کے ساتھ جنگی ہاتھیوں اور بھاری توپ خانہ اور بے شمار پیادہ فوج کو لے کر دولت آباد سے نکلا۔

**ملک عنبر کا اقدام**

دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابلہ میں ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچیں۔ ملک عنبر کی ساری فوج اکٹھی ہو کر کوئی چھ کوس کے فاصلہ پر ٹھیر گئی تھی دونوں فوجوں کے درمیان ایک دشوار گذار نالہ حائل تھا۔ یاقوت خاں چونکہ دکن کا تھا اس لئے اس علاقہ سے وہ بخوبی واقف تھا اور دکنیوں کی چال کو خوب سمجھتا تھا۔ اس نے سبقت کر کے نالہ پر قبضہ کر لیا اور تنگ گذرگاہ کو جو مٹی کیچڑ سے بھری ہوئی تھی۔ غنیم پر مسدود کر دیا۔ اور نالہ کے کنارے کنارے برقندازوں، تیراندازوں اور شتر سواروں کو مقرر کر دیا۔ ان کے پیچھے امدادی فوج کے دستے مقرر کئے جو اگلی فوج کو مدد بھی دیتے تھے اور پیچھے سے آتشیں گولے اور بان دشمن پر پھینکتے تھے۔

دکنی بھی دو دن تک اپنی فوج کی ترتیب اور آرائش اور توپ خانہ کی تنصیب اور مست ہاتھیوں کی تعیناتی میں لگے رہے۔ تیسرے دن جیسے ہی سورج نے شعاع شمشیر غلاف سے نکالی دکنیوں کی فوج سرخ اور سیاہ وردیوں میں ملبوس لوہے میں غرق ٹڈی دل کی طرح میدان کے کنارے سے نمودار ہوئی۔ اس طرف کے شیر دل جوان بھی تیر کمان سنبھال کر کھڑے ہو گئے اور جیسے ہی دکنی نالہ کے قریب تیز رفتاری سے پہنچے۔ بادشاہی تیراندازوں نے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی اور آتشیں گولے اور بان ان پر پھینکنے لگے۔ ان کی پشت پر سے بندوقچیوں نے بھی باڑھ مارنی شروع کر دی۔ ادھر سے بھی دکنیوں نے گولوں کی اور بان کی بارش کر دی۔ گھوڑوں کے سُم سے گرد و غبار کا طوفان سا اٹھ آیا ؎

دو لشکر بہم درکشیدند کوس
چو شطرنج از عاج و از آبنوس

**ملک عنبر کی بہادری**

بادشاہی فوج کے تیراور توپ وتفنگ کی ہر باڑھ دشمنوں کی صفوں میں تہلکہ ڈال رہی تھی۔ اس وقت دکنی ایک تنگ اور بے ڈھب قطعہ زمین پر گھر گئے تھے۔ جہاں نشیب وفراز پر ہاتھیوں کا آنا جانا محال ہوگیا تھا۔ ہجوم کے سبب سوار اور پیادہ ایک دوسرے پر گرے پڑ رہے تھے کوئی پانی میں گر پڑتا تھا کسی کا گھوڑا دلدل میں جا پھنستا تھا۔ غرض بڑی آفت تھی پیچھے سے جو بھی امدادی دستے پہنچتے تھے وہ آگے والوں کا یہ حشر دیکھ کر لوٹ جاتے تھے بڑھنے کی ان کو ہمت نہیں ہوتی تھی۔ بادشاہی فوج نے اس موقع پر تلواریں سونت کر ایک زبردست حملہ غنیم پر کردیا۔ عنبر نے باوجود اس کے کہ اس کی بہت ساری فوج کٹ چکی تھی اپنی ذاتی بہادری اور شجاعت کے بل پر جاں باز ساتھیوں کی ایک جمعیت کو لے کر ٹوٹ پڑا۔ اس وقت بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ ملک عنبر نے ایسی ثابت قدمی دکھائی اور اس بہادری سے بڑھ چڑھ کر حملے کئے کہ مغلوں کی صفوں میں انتشار پیدا کردیا قریب تھا کہ مغلوں کی فتح شکست میں بدل جائے کہ شہنواز خاں اور یاقوت خاں نے آگے بڑھ کر عنبر کے حملوں کو روکا اور دکنیوں کا منہ پھیر دیا ناچار عنبر میدان جنگ چھوڑ کر بھاگا اور دولت آباد تک پیچھے پلٹ کر نہ دیکھا۔ مال غنیمت میں گھوڑے ہاتھی اور تین تیغ اونٹ آتشیں بان اور سامان جنگ سے لدے ہوئے اور دوسرا بہت سا ساز وسامان ہاتھ آیا۔ شہنواز خاں کی فتح کے ڈنکے بجنے لگے۔ بادشاہی لشکر نے عنبر کا "کھڑکی" تک جواب "خجستہ بنیاد اورنگ آباد" کہلاتا ہے تعاقب کیا اور تین دن تک اسی علاقہ میں تاخت و تاراج کرتا رہا جب یہ اطلاعات دربار میں پہنچیں تو شہنواز خاں اور یاقوت خاں کو دوسرے امراء کے ساتھ شاہی عنایات سے نوازا گیا۔

---

## گیارھواں سال

(گیارھواں سن جلوس مطابق یکم ربیع الاول ۱۰۲۵ھ)

اس سال کے آغاز میں آصف خاں کے چار ہزاری منصب اور دو ہزار سوار میں ایک ہزاری منصب اور ایک ہزار سوار کا اضافہ دیا گیا اور نقارہ بھی عطا ہوا۔

شاہزادہ خرم کے ہاں ایک اور لڑکا تولد ہوا جس کا نام سلطان شجاع رکھا گیا۔

## عبداللہ خاں کو سزا

انہیں دنوں احمد آباد کے واقعہ نگار نے شکایت لکھی کہ صوبہ دار عبداللہ خاں نے اس جرم میں کہ میں دربار والا میں سچی اور صحیح روداد لکھتا رہتا ہوں، مجھے بڑا ذلیل کیا اور گھر سے پیدل طلب کرکے میری اہانت کی۔ بادشاہ نے دیانت خاں کو احمد آباد بھیجا کہ وہ جا کر عبداللہ خاں کو دربار میں لے آئے، شہر میں اس کو بھی پیدل چلایا جائے۔ شہر سے باہر آ کر اسے سوار ہونے دیا جائے۔ اس کو صوبہ داری سے بھی معزول کر دیا۔ عبداللہ خاں ان احکام کی اطلاع ملتے ہی، قبل اس کے کہ بادشاہی نمائندہ پہنچے خود ہی دربار کے لئے روانہ ہو گیا۔ شہر سے پیدل چل کر باہر نکلا پھر باہر بھی پیدل ہی سفر کرتا رہا۔ دیانت خاں اسے راستہ میں ملا اور اس نے زبردستی کرکے اسے سوار کرایا۔ حضور میں پہنچنے کے بعد بادشاہ نے منصب ضبط کر لیا اور سلام بھی بند کر دیا۔ چند دن بعد شاہزادہ خرم کی سفارش پر اسے معاف کر دیا۔

## طاعون کی وبا

اس سال بڑا سخت طاعون پھیلا۔ وبا پنجاب سے شروع ہوئی تھی اور دہلی آگرہ تک پھیل گئی تھی۔ ہر روز ہر شہر اور ہر محلہ میں ہزاروں آدمی ہلاک ہو رہے تھے۔ یہاں تک کہ کفن دفن کی فرصت نہیں مل رہی تھی۔ "مرگ انبوہ جشنے دارد" کثرت اموات سے پرسہ ماتم ساری رسومات بالائے طاق رہ گئیں۔ وبا کا سلسلہ کوئی سات سال تک جاری رہا۔ کسی سال دب جاتی تھی کسی سال زور پکڑ لیتی تھی عجب بلائے آسمانی اور عذاب خداوندی تھا کہ پہلے چوہے کونے کھدروں سے نکل کر چکر کھا کے مر جاتے تھے اور پھر وبا گھر والوں کو چپٹ جاتی تھی۔ جو شہر بھی اس مصیبت میں گرفتار ہوا وہاں کے لوگ ان چوہوں کی طرح شہر سے باہر نکل جاتے تھے۔ جب شہر کے سارے چوہے مر جاتے تھے اور ایک بھی باقی نہیں بچتا تھا تو وبا ختم ہو جاتی تھی۔ یہ مرض ایسا خطرناک تھا کہ سات آٹھ پہر میں زیادہ سے زیادہ تین چار دن میں مریض کو فارغ الحیات کر دیتا تھا۔ بہت کم ایسا ہوا کہ تیرہ دن سے زیادہ تک مریض زندہ رہا۔ جو بھی ان منحوس تیرہ دنوں کو گذار لیتا تھا اس کی نجات کی امید بندھ جاتی تھی۔ جب تک گھر میں چوہوں کا مرنا ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ اس وقت تک طاعون کا اثر ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ زیادہ تر بندہ وکنیزیں غلام اور غریب لوگ ہی

اس کا شکار ہوتے تھے غالبًا یہ خراب اور ناقص غذا کا نتیجہ تھا جو ہندو اور غریب لوگ کھاتے تھے اس قہر الٰہی کی طویل مدت تک رہنے کا ذکر۔ اقبال نامہ کے مؤلف نے لکھا ہے ۔ وہ غلط نہیں خود راقم سطور نے اتنی مدت تک وبا کے جاری رہنے کو دیکھا ہے ۔ جس وقت خلد مکانی اورنگ زیب بادشاہ دکن گئے ہوئے تھے ۔ یہ کوئی (۱۰۹۷ھ) کا ذکر ہے اس وقت تک دکن کے علاقہ میں لوگ وبا کا نام تک نہیں جانتے تھے ۔ اس سال اچانک وہاں بھی وبا شروع ہوگئی ۔ اور برابر آٹھ سال تک برہان پور، خجستہ بنیاد (اورنگ آباد) بیجاپور۔ بندر گاہ سورت تک ایک مخلوق اس کا شکار ہوتی رہی ۔ عجب اللہ کی حکمت تھی اس کی مصلحت وہی جانے۔ طاعون کے حملے کے بعد ہزار میں سے ایک دو ہی بمشکل زندہ بچتے تھے ۔ پھر ان بچنے والوں میں سے ہر ایک کا کوئی نہ کوئی عضو بے کار ہو جاتا تھا ۔ مثلاً ایک آنکھ یا دونوں آنکھیں خراب ہو جاتی تھیں یا اندھی ہو جاتی تھیں یا وہ آدمی بالکل شل ہو جاتا تھا یا لنگڑانے لگتا تھا یا پھر گونگا ہو جاتا تھا ۔ یا فاتر العقل ۔

**دکن پر خرم کا تقرر**

اسی سال بادشاہ نے شاہزادہ خرم کو بیس ہزاری منصب دے کر شاہ خرم کا خطاب دیا اور دکن کی مہم پر مامور کر دیا ۔ روانگی کے وقت دو لاکھ روپیہ اور مرصع سامان عنایت فرمایا ۔ ان تحفوں میں ایک تلوار تھی جس کا پرتلہ الماس کا تھا اور چاند نگر کی غنیمت میں اکبر کے پاس آئی تھی اکبر بادشاہ نے وہ جہانگیر کو عطا فرما دی تھی ۔ اب جہانگیر نے برکت کے لئے اپنے ہاتھ سے بیٹے کی کمر میں باندھ دی ۔ عبد اللہ خاں فیروز جنگ کو دوسرے امراء کے ساتھ شاہ خرم کی رکاب میں روانہ کیا۔ شاہزادہ پرویز کو الہ آباد کا صوبہ دار مقرر کر کے حکم دیا ۔ کہ وہ سیدھا الہ آباد چلا جائے حضور میں نہ آئے ۔

**بادشاہ مالوے میں**

اسی ترتیب میں یہ رائے ہوئی کہ بادشاہ سلامت مالوے جائیں تاکہ وہاں کا بھی نظم و نسق درست ہو جائے اور ادھر دکن میں شہزادہ خرم کی بھی ہمت بندھے ۔ غرض بادشاہ مالوہ پہنچے ۔ جب رانا کے تعلقہ پہ گذر ہوا تو رانا خدمت میں حاضر ہوا ۔ پانچ ہاتھی ، پچیس گھوڑے اور دوسرے تحفے نذر میں پیش کئے ۔ ان میں سے صرف تین گھوڑے بادشاہ نے قبول کر لئے ۔ باقی اسی کو لوٹا دیئے اور اس کو ہاتھی گھوڑا اور خلعت عطا کر کے رخصت کیا ۔ اس کا پوتا ایک ہزار سواروں کے ساتھ بادشاہ کی رکاب

میں ہمراہ ہو گیا۔

جب لشکر چاندور پہنچا تو وہاں کے بڑے بوڑھوں نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ ماتو کے شاہی خاندان میں سے غیاث الدین نصیر الدین نامی نے اپنے بوڑھے اسّی سالہ باپ کو اس کے بڑھاپے اور مرنے کے انتظار سے تنگ آکر تین بار عمداً زہر دیا۔ لیکن ہر بار علاج کرنے سے اس کا اثر زائل ہو گیا۔ چوتھی بار تو باپ سے صاف صاف کہہ دیا کہ یہ زہر کھا لو اور اس کا علاج نہ کرو۔

باپ نے زہر کھا لیا اور بیٹے کی اس شقاوت کو زہر کھاتے وقت معاف بھی کر دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کی قبر کھولی جائے۔ قبر میں سے مٹھی بھر ہڈیاں برآمد ہوئیں انھیں دریا میں ڈال دیا گیا۔

## شیر کا شکار

انہی دنوں بادشاہ کے لئے شکار کا انتظام کرایا گیا اور چار شیر ہانکا کر کے لائے گئے۔ نور جہاں نے چاروں شیروں کو خود شکار کرنا چاہا اور اجازت لے کر اس نے چاروں کو بندوق کی گولیوں کا نشانہ بنا دیا۔ کہتے ہیں اس شکار سے دو سال پہلے بادشاہ شکار گاہ گئے تھے تو ان کے ساتھ پہلی بیگم اور نور محل دونوں تھیں۔ قراول ایک بہت بڑے شیر کو ہانکا کر کے احاطہ میں لے آئے مگر اس سے کچھ ہی پہلے بادشاہ نیند کے غلبہ سے سو گیا تھا۔ شاہی بندوق بستر کے قریب رکھی ہوئی تھی اور جلتا ہوا فلیتہ لگا ہوا تھا۔ دونوں بیویاں بادشاہ کے پاس خدمت کے لئے بیٹھی ہوئی تھیں۔ اسی اثناء میں شیر دہاڑتے غراتے سامنے آگیا۔ اس زمانہ میں ہندوستان کے بادشاہوں کے حرم میں عورتوں کو گھوڑے کی سواری، نشانہ بازی، تیر اندازی اور بندوق چلانے کی مشق لازماً کرائی جاتی تھی۔ مگر نور جہاں بیگم اس وقت تک ان فنون سے بالکل ہی ناواقف تھی۔ جب شیر سامنے آیا تو بڑی ملکہ نے بھری ہوئی بندوق اٹھا کر سینہ سے لگائی اور لبلبی دبا کر شیر کی پیشانی کا ایسا نشانہ لیا کہ شیر نیزہ بھر اچھل کر زمین پر الٹ گیا۔ بندوق کی آواز اور شیر کے دہاڑنے سے بادشاہ بیدار ہو گیا اور دیکھا کہ شیر زمین پر پڑا تڑپ رہا ہے۔ رانی بندوق لئے خوش خوش کھڑی ہوئی ہے اور نور محل فاصلہ پر ڈری سہمی جا رہی ہے۔ جہانگیر نے بڑی رانی کو شاباش دی اور سینہ سے لگا لیا اور اس دن سے رانی کو زیادہ چاہنے لگا۔ نور جہاں بیگم کو برا بھلا کہہ کر اس کی طرف سے توجہ ہٹا لی۔ نور جہاں کی والدہ بڑی ہوشیار عورت تھی اُس نے جو یہ کھنڈت پڑتی دیکھی تو

بڑی سعی و تدبیر سے ایک موقع نکالا اور حضرت علیؓ کے اس قول کو کہ "شجاعت و سخاوت مردوں کے لئے پسندیدہ اور عورتوں کے لئے ناپسندیدہ اوصاف ہیں" بادشاہ کے ذہن نشین کرا دیا اور بدستور سابق نورجہاں پر اس کو مہربان کر دیا۔ اس دن سے نورجہاں بندوق چلانے اور نشانہ بازی کی مشق کرنے لگی اور ایسی مہارت حاصل کر لی کہ اس نے چار شیروں کو ایک ایک کر کے گرا دیا۔

## والیانِ دکن کی اطاعت

بادشاہ سیر و شکار میں مشغول تھا کہ دکن سے شاہزادہ خرم کی عرض داشت پہنچی کہ "اس نے دریائے نربدا پر پہنچنے سے پہلے علامی افضل خاں اور راجہ بکرماجیت کو نظام الملک اور عادل خاں کے وکیلوں کے ہمراہ (جو دربار شاہی میں حاضر تھے اور فوج میں شہزادہ خرم کے ساتھ ہی آئے ہوئے تھا) سفارت کے لئے ملک عنبر اور عادل خاں کے پاس بھیجا ہے اور ان کو لکھا ہے۔ ؎

دو شعلہ زیک شمع دارم بہ چنگ
یکے نور صلح و یکے نار جنگ
بود نور صلحم شبستاں فروز
وے نار جنگم بود خانہ سوز
میرے پاس ایک شمع کے دو شعلے ہیں
ان میں سے ایک تو نور صلح ہے اور دوسرا نارِ جنگ
میرا یہ نور صلح تو شبستاں فروز ہے
اور وہ نارِ جنگ خانہ سوز ہے

شاہزادہ کے حکم سے جب افضل خاں اور بکرماجیت عادل خاں کے پاس پہنچے تو اس نے ان کا شایانِ شان استقبال کیا اور پورے اعزاز کے ساتھ شہر میں لایا اور ان کی خاطر داری کی۔ اس سفارت کے جواب میں عادل خاں نے اطاعت کا اقرار کیا اور بعض بادشاہی محال و تعلقے (جو اس کے زیر انتظام آگئے تھے)۔ واپس دینے پر رضامندی ظاہر کی۔ اسی طرح ملک عنبر نے بھی حسب تحریر تمام باتوں کی تعمیل کی اور نقدی، جواہرات، ہاتھی، گھوڑوں کا خزانہ حضور میں روانہ کرنے کے لئے تیار کر دیا۔ اسی عرض داشت سے یہ بھی

معلوم ہوا کہ شہزادہ نے مرزا شہنواز خاں بن خان خاناں کی لڑکی سے بموجب حکم عقد کر لیا ہے" ان دونوں خوش خبریوں سے بادشاہ کو بڑی مسرت ہوئی۔

---

## بارھواں سال

(جلوس کا بارھواں سال مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۶ھ)

آغاز سال میں سید عبداللہ خاں بارہہ شاہ خرم کا عریضہ لے کر آیا جس سے معلوم ہوا کہ عادل خاں، ملک عنبر اور دکن کے دوسرے تمام باغی مطیع اور زیر فرمان ہو گئے ہیں اور اپنے قصوروں کی معافی طلب کر رہے ہیں انھوں نے قلعۂ احمد نگر کی اور دوسرے قلعوں کی کنجیاں جن پر پہلے عنبر نے قبضہ کر لیا تھا۔ پیش کر دی ہیں۔ اس طرح جو علاقے ہاتھ سے نکل گئے تھے وہ دوبارہ بادشاہی ملازموں کے قبضہ میں آ گئے ہیں۔ اور جو جو سرکش فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا رہے تھے۔ اطاعت گزار اور باج گزار بن گئے ہیں۔ جنت مکانی جہانگیر بادشاہ نے اس خوش خبری پر شادیانے بجانے کا حکم دیا۔ سید عبداللہ خاں کو سیف خاں کا خطاب عطا فرمایا۔ شاہزادہ کے لئے ایک قیمتی لعل بھجوایا جو مدتوں سے بادشاہی تاج میں لگا ہوا تھا۔

**عادل خاں سے مفاہمت** جہانگیر نے عادل خاں کے نام جو فرمان بھیجا تھا اس میں اپنا ایک طبع زاد شعر بھی لکھوایا تھا۔

شدی از التماس شاہ خرم
بفرزندی ما مشہور عالم

یہ فرمان جب عادل خاں کے پاس پہنچا تو اس نے "ڈیڑھ لاکھ "ہون" دو لاکھ کے جواہرات پچاس ہاتھی اور پچاس عراقی اور عربی گھوڑے مجموعی طور پر پندرہ لاکھ روپیہ نقد وجنس افضل خاں اور راجہ بکرماجیت کے ذریعہ حضور والا کی نذر کے لئے بھیجے۔ اس کے علاوہ وہ رقم اور مال واسباب علیحدہ تھا جو خفیہ و آشکارا شاہزادہ کے پاس بھجوایا تھا۔ پھر اس نے افضل خاں اور بکرماجیت دونوں کو رخصت کرتے ہوئے۔ دو دو لاکھ روپیہ دیا تھا۔ راجہ بکرماجیت نے اپنے دو لاکھ سے ستیئیس مثقال وزن کا ایک لعل جو بندرگاہ گوا میں ایک

فرنگی کے پاس تھا خرید لیا اور اپنی طرف سے شاہزادہ خرم کو نذر میں دیدیا۔ افضل خاں نے بھی اپنے حصہ میں سے ایک بڑی رقم خرچ کر کے اس ملک کے جواہرات اور تحائف سرکار کے لئے خرید لئے۔ قطب الملک کے پاس سے بھی اسی طرح کوئی پندرہ لاکھ نقد و جنس میں آئے۔

بکرماجیت نے بیجاپور سے آتے وقت قلعہ احمد نگر میں اپنے آدمیوں کو متعین کر دیا تھا کہ وہ سرکارے قلعدار کا تقرر ہونے تک قلعہ کا انتظام سنبھالے رہیں۔ شاہزادہ نے احمد نگر کی قلعداری اور اس علاقہ کے بندوبست پر جاں سپار خاں کو متعین کر دیا۔ جب خرم نے دکن کا خاطر خواہ انتظام کر لیا اور ہر جگہ سمجھدار اور تجربہ کار حکام مقرر کر دیئے تو واپسی کا ارادہ کیا اور برہان پور برار پر خان خاناں کو اور بالاگھاٹ کے مفتوحہ علاقہ کے بندوبست کے لئے دو ہزار سوار دے کر شاہ نواز خاں کو روانہ کیا اور خود باپ سے ملنے کے لئے مانڈو کی طرف مراجعت کی۔

## شاہزادہ خرم کا استقبال

مانڈو میں جب شاہزادہ خرم حاضر خدمت ہوا تو جہانگیر بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا چند قدم آگے بڑھ کر اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔ پھر اپنے پاس بیٹھنے کا حکم دیا جواہرات اور اشرفیوں کا ایک تھال اپنے ہاتھ سے شاہزادہ کے سر پر سے نچھاور کیا اور مستحقین میں تقسیم کرانے کا حکم دیدیا۔ اسی دن سے شاہزادہ کے بیٹھنے کے لئے تخت کے ساتھ ایک کرسی رکھنے کا بھی حکم دیا گیا یہ اعزاز تیموری خاندان کے پورے دور میں پہلی بار صرف شاہزادہ خرم کو حاصل ہوا تھا۔ جہانگیر نے چہیتے بیٹے کو ایک لعل بھی عطا کیا تھا جو جہانگیر کی پیدائش کے وقت اکبر کی والدہ نے رونمائی میں دیا تھا اور مدت تک وہ شاہزادہ کے آباؤ اجداد کے تاج میں لگا ہوا تھا۔ جہانگیر نے یہ لعل دو بڑے اور آب دار مروارید کے ساتھ اپنے ہاتھ سے شاہزادہ کے سر پر لگایا اور تیس ہزاری منصب اور "شاہنشاہ شاہجہاں" کا خطاب دے کر اپنا ولیعہد مقرر کر دیا۔ شاہزادہ نے بھی باپ کی خدمت میں اپنی طرف سے بیس لاکھ روپیہ نقد جواہرات اور دوسرے تحفے نذرانے پیش کئے اس کے بعد عادل شاہ اور قطب الملک کے نذرانے پیش کئے گئے۔ اس کے بعد بگلانہ کا زمیندار بہرجی جو شاہزادہ کی کوشش سے رکاب شاہی میں آگیا تھا۔ نقد و جنس کے ساتھ حضور میں حاضر کیا گیا۔ بادشاہ نے اُسے خلعت جواہر اور ہاتھی عنایت فرمایا۔ اس کے بعد چاندہ اور گونڈوانہ (صوبہ برار کے تعلقے) کے زمیندار، ہاتھی اور تین لاکھ روپیہ لے کر حاضر ہوئے۔

والیان حیدر آباد اور بیجاپور نے جو نذرانے بھیجے تھے ان کی مجموعی قیمت نقد و جنس میں پچاس لاکھ روپیہ ہوتی تھی ان میں وہ رقم بھی شامل ہے جو شاہزادہ کے نمایندوں کو دی گئی تھی اور وہ پیش کشیں بھی جو شاہزادہ کے لئے علیحدہ آئی رہی تھیں۔ عادل شاہ کے فیل خانہ کا ایک نہایت ہی عمدہ ہاتھی جس کا نام "سرپاک" تھا حضور میں لایا گیا تھا۔ واقف کاروں نے اس کی قیمت بھی ایک لاکھ روپیہ لگائی تھی۔ ایسا ہاتھی بادشاہی فیل خانہ میں بھی نہیں تھا۔ جہانگیر کو سب سے زیادہ یہی ہاتھی پسند آیا۔ چنانچہ خود اس پر سوار ہو کر اسے غسل خانہ کے احاطہ میں لے گیا۔ اور اسی مقام پر چند دن تک اسے باندھنے کا حکم دیا تاکہ نظروں کے سامنے رہے۔

نورجہاں بیگم نے بھی فتح دکن کے اس جشن میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور خوب آرائش و زیبائش کرائی اور اپنی طرف سے شاہزادہ خرم شاہجہاں کو تین لاکھ روپیہ، جواہرات اور دوسری نفیس چیزیں مع خلعت کے مرحمت کیں۔

## بد اطوار مجاور

بادشاہ نے کابل کی صوبہ داری مہابت خاں کو عطا فرمائی۔ اس کے بعد احمد آباد کے ہاتھیوں کے شکار کے لئے روانگی عمل میں آئی۔ سیر و شکار کرتے ہوئے بادشاہ بندرگاہ کھنبایت پر پہنچا وہاں جہاز پر سوار ہو کر سمندر کی سیر کی۔ کھنبایت میں دس دن تک قیام کرنے کے بعد احمد آباد کی طرف کوچ ہوا۔ وہاں بزرگان دین کی زیارت کی جب معلوم ہوا کہ ان بزرگوں کی سجادہ نشینی ایک بقال قوم سیورہ نامی کے ہاتھ میں ہے ان میں سے بیشتر اپنے مریدوں کی عورتوں سے ناجائز تعلقات رکھے ہوتے ہیں۔ جہانگیر نے حکم دیا کہ ان کو شہر سے خارج کر دیا جائے۔

## شہر احمد آباد

بادشاہ نے کوئی ڈیڑھ ماہ کا عرصہ احمد آباد کے اطراف بسر کیا اس درمیان میں آب و ہوا کی ناموافقت کے سبب چند دن بادشاہ کی طبیعت ناساز رہی اور ناموافق آب و ہوا کی وجہ سے بادشاہ کو احمد آباد سے نفرت ہو گئی اور یہ علاقہ بالکل پسند نہیں آیا چنانچہ "اقبال نامہ" کے مؤلف نے بھی شہر احمد آباد کی مذمت بڑے مزاحیہ انداز میں کی ہے اور اس میں بڑا مبالغہ کیا ہے۔ ورنہ یہ شہر احمد آباد تمام ممالک محروسہ ہندوستان میں شاہجہاں آباد (دہلی) کے بعد صاحبان ذوق کے نزدیک سب سے عمدہ شہر ہے جس کا مقابلہ دوسرا کوئی شہر نہیں کر سکتا۔ خاص طور سے ماکولات اور خوراکہات کی ارزانی میں وہ ممتاز ہے پھر وہاں پر ایران و توران دنیا جہاں سے انواع و اقسام کے نفیس کپڑے اور تحائف پہنچے

رہتے ہیں۔ اور ہر سال تاجر لاکھوں کی خریداری کر کے اعلیٰ و ادنیٰ ہر قسم کی اشیاء وہاں سے ساری دنیا میں روانہ کرتے ہیں۔ خربوزہ تو سات مہینے تک ملتا رہتا ہے۔ چار قسم کا میٹھا اور شاداب کرمہ (سیب) ملتا ہے اس کی ہر قسم ایک دو ماہ سے زیادہ تک رہتی ہے ان میں سے ایک قسم کا کرمہ شروع برسات میں بازار میں آجاتا ہے جس کو ناشپاتی کہتے ہیں۔ ناشپاتی سے زیادہ تر امرود کی طرح ہوتی ہے رنگ بھی درمیان سے سبز ہوتا ہے ایسی میٹھی اور شاداب ہوتی ہے کہ اس جیسی کسی اور شہر میں دستیاب نہیں ہو سکتی۔ اکثر انصاف پسند آدمیوں نے جنھوں نے وطن کی بے جا طرفداری نہیں کی یہی کہا کہ ایران و توران کی ولایت میں بھی اس سے بہتر کرمہ نہیں مل سکتا۔

جہانگیر نے عین اس وقت جب کہ بہار کا موسم شروع ہو گیا تھا احمد آباد سے مالوہ کی طرف کوچ کیا۔ حالانکہ احمد آباد میں لالہ، کوکنار اور نرگس بکثرت اور کافی تر و تازہ اور بالیدہ ہوتا ہے۔ اس ضلع کا ایک مشہور سرکش "راجہ رام" تھا شاہزادہ کی متعینہ فوجوں سے ڈر کر وہ بھی مطیع ہو گیا اور سرِ راہ آکر پابوسی بجا لایا اور نذر نذرانے گذرانے۔

---

# تیرھواں سال

(جلوس کا تیرھواں سال مطابق ۲۳ ربیع الاول ۱۰۲۷ھ)

## میر جملہ کی باریابی

اس سال کے جشن میں آصف خاں کو ہزار سوار کا اضافہ دیا گیا۔ آغاز سال میں میر جملہ عرف میر محمد امین حضور والا میں پہنچا اس نے عراقی گھوڑے اور زربفت کے تھان یاقوت کی دو انگشتریاں دوسرے تحائف کے ساتھ جن کی مجموعی قیمت پچاس ہزار روپیہ ہوتی تھی بارگاہ میں پیش کیں اور شاہانہ عنایات سے نوازا گیا۔

میر جملہ پہلے جب عراق سے آیا تھا تو دکن جا کر گولکنڈہ کے قطب الملک کے پاس ملازم ہو گیا تھا وہاں وہ ترقی کر کے حکومت کا سربراہ بن گیا تھا۔ بعد میں جب گولکنڈہ کی سلطنت قطب الملک کے بھتیجے سلطان محمد کو ملی تو اس کے عہد میں میر جملہ کا رنگ جم نہ سکا اور دہلیز سے ہو نکل کر بیجاپور کے عادل خاں کے پاس چلا گیا۔ وہاں بھی اس کے حسب دلخواہ

مواقع پیدا نہیں ہوتے تو وہ ایران جاکر شاہ عباسی کی ملازمت میں شامل ہوگیا۔ اگرچہ اس نے وہاں ہندوستان کے تحفے اور جواہرات جو ایک لاکھ سے بھی زائد کی مالیت کے تھے پیش کئے تھے مگر اسے اس دربار سے بھی کوئی خاص فائدہ نہیں ہوسکا۔

اب بادشاہ کی سواری دہود پر پہنچ چکی تھی ۔ یہ نام اصل میں " دو حد" تھا کیونکہ یہاں سے مالوہ اور گجرات کے راستے علیحدہ ہوجاتے ہیں۔ یہاں کچھ عرصہ قیام کیا گیا۔ یہ سارا عرصہ بادشاہ نے ہاتھی کے شکار میں گذارا۔

## اورنگ زیب کی ولادت

انھیں بابرکت دنوں میں اسی مبارک منزل میں پندرہ ذیقعدہ (گیارہ دے ماہ الٰہی) ۱۰۲۸ھ کو طالع میزان میں، شاہزادہ محمد اورنگ زیب کی ولادت ہوئی ۔ اس شکار میں بادشاہ اور شاہزادہ کے قراولوں نے دو سو ستائیس ہاتھی پکڑے تھے۔

## آگرہ کو واپسی کا سفر

اس وقت آگرہ میں سخت گرمی تھی اور وہاں طاعون کی وبا شدت سے پھوٹ پڑی تھی جب معلوم ہوا کہ ابھی وبا کا زور نہیں ٹوٹا ہے تو بادشاہ دارالحکومت جانے کے بجائے احمد آباد واپس چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر بادشاہ نے صوبۂ گجرات کو جو عہد اکبری میں خود اس کی جاگیر میں تھا۔ شاہجہاں (خرم) کی جاگیر میں دے دیا۔ شاہزادہ نے اس ضلع کے مفسد زمینداروں اور سرکش قبیلوں کی جنھیں "کراس" اور "مواس" کہا جاتا تھا۔ سرکوبی کے لئے نیز مہی اور سابر متی دریاؤں کے کنارے بسنے والے کولیوں کی دار و گیر کے لئے جن کا پیشہ راہزنی تھا۔ تین فوجیں بہادر سرداروں کی کمان میں روانہ کیں۔ شاہزادہ خرم کے کارگذار راجہ بکرماجیت کو شہباز لودھی اور امیروں کی ایک جماعت کے ساتھ قلعہ کانگڑہ کی فتح کے لئے روانہ کیا گیا۔ اس انتظام کے بعد بادشاہ نے آخر شہریور میں جب کہ برسات کے شروع ہو جانے کے سبب پنجاب سے پھیلنے والی وبا میں کمی ہوگئی تھی۔ دارالحکومت آگرہ کی طرف کوچ کیا۔

## جھاڑو تارہ

اس سال ایک دنبالہ دار ستارہ جو عمودی شکل کا تھا (جھاڑو تارہ) دو تین ہفتہ تک آسمان پر نکلتا رہا۔ ان ہی دنوں راجہ سورج مل ولد راجہ باسو نے جس کے تفصیلی حالات بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ بغاوت کردی اس کا یہ فتنہ کچھ عرصہ تک برپا رہا۔ آخر متعدد فوج کشیوں کے بعد سادات کی جمعیت نے

اس بغاوت کو ختم کر دیا۔ سید صفی بارہہ اسی مہم میں شہید ہوا تھا۔

اثنائے راہ میں معلوم ہوا کہ ابھی آگرہ میں وبا شدت سے پھیلی ہوئی ہے تو بادشاہ نے فتح پور کی طرف باگ پھیر دی اور کچھ عرصہ تک وہاں مقیم رہا۔ اسی زمانہ میں دکن سے خان خاناں آکر باریاب ہوا بادشاہ نے اسے سات ہزاری کا منصب عطا فرمایا۔ واضح ہے کہ اس تاریخ تک تیموری خاندان میں کسی امیر کو یہ منصب نہیں دیا گیا تھا۔ اس نے چار لاکھ روپیہ کا نذرانہ پیش کیا تھا۔ اس میں سے ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ کے جواہرات وغیرہ قبول فرمائے۔ باقی واپس کر دیا گیا۔

---

## چودھواں سال

(جلوس کا چودھواں سال مطابق ۱۴ ربیع الثانی سنہ ۱۰۲۸ھ)

اس سال کا جشن شاہزادہ خرم شاہجہاں نے ترتیب دیا اور ایک لاکھ روپیہ کے جواہرات دوسرے نقد و جنس کے علاوہ نذر میں گذرانے۔

انہی دنوں اطلاع ملی کہ دکن میں شاہنواز خاں کا عین عالم شباب میں انتقال ہو گیا بادشاہ کو بڑا افسوس ہوا کیونکہ وہ بڑا بہادر اور تجربہ کار نوجوان تھا۔ اس کی جگہ اس کے چھوٹے بھائی داراب خاں کو پانچ ہزاری منصب پر ترقی دے کر خاندیس اور برار کی صوبیداری پر روانہ کیا۔

اسی زمانہ میں شاہزادہ پرویز نے الہ آباد سے آکر قدم بوسی کی سعادت حاصل کی اور تین ہاتھی ایک لاکھ روپیہ نذر میں پیش کئے۔

اس سال خان دوراں (خان اعظم زین خاں کوکہ) نے کبر سنی کی وجہ سے اپنے منصب اور خدمت سے استعفٰے دے دیا۔ بادشاہ نے اسے ۵۰ ہزار سالانہ کا پرگنہ وظیفہ میں عطا فرمادیا۔

**رفاہ عام کے کام** سنہ ۱۰۲۸ھ میں حکم صادر ہوا کہ لاہور سے مالوے کے سرحدی تعلقہ تک ہر جریبی کوس پر ایک سنگ میل قائم کیا جائے اور ہر دو سنگ میل کے درمیان ایک کنواں کھودا جائے اور راستہ پر دو رویہ سایہ دار درخت لگائے جائیں اس علاقہ کے حکام اور زمینداروں کو ان درختوں کی نگہداشت کے احکام صادر ہوئے۔ جہاں جہاں

خالصہ کے تعلق تھے وہاں سرائے بنانے کی بھی منظوری دی گئی امراء کو بھی حکم دیا گیا کہ وہ اپنی جاگیروں میں ہر اس مقام پر جہاں سرائے بنائی جا سکتی ہے، مسافروں اور راہبروں کے لئے پکی سرائے اور مسجد تعمیر کرائیں اور کنوئیں کھدوائیں۔ اکثر جاگیرداروں نے بادشاہ کے حکم پر ہر چار پانچ کوس پر ایک ایک سرائے بنوائی۔

**دور آخر کی بدنظمی** سوچنے کی بات ہے کہ اُس مبارک زمانہ میں لوگوں کی نظر آخرت پر رہتی تھی اس لئے ان کی نیت کے مطابق خیر و برکت بھی بہت تھی۔ اس کے برخلاف اس زمانہ میں لوگوں کا یہ حال ہے کہ بجائے تعمیر کے تخریب پر ان کی توجہ لگی ہوئی ہے اور وہ ایک دوسرے کی آبرو ریزی میں مصروف ہیں۔ مال دار طبقہ نے خیر و احسان کے دروازے بند کر رکھے ہیں اللہ کی ساری نعمتوں کو خود سمیٹ لینا چاہتے ہیں اور محتاجوں کا دل دکھاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ باغات کے میوہ دار اور راستہ کے سایہ دار درخت جن کو اگلے بزرگوں نے مسافروں کے آرام کے لئے لگایا تھا اور جن سے قصبوں دیہاتوں کی رونق اور زینت تھی آج لشکریوں نے کاٹ کرا پنے اپنے مکانوں میں ان کی لکڑی لگوالی ہے یا باورچی خانوں میں جلا جلا کر ختم کر دیا ہے اسی لئے اکثر راستوں میں درخت کا نام و نشان تک نہیں رہا ہے اسی طرح سراؤں مقبروں اور مسجدوں کے اینٹ پتھر جن کو لوگوں نے نیک نامی اور اخروی جزا کے لئے تعمیر کرایا تھا اپنے حمام اور نئی نئی ذاتی عمارتوں میں جو صرف ظلم اور رشوت کے روپیہ سے بن رہی ہیں لگا رہے ہیں۔

**کشمیر کو روانگی** اس سال بادشاہ نے سیر و تفریح کے لئے کشمیر جانے کا ارادہ کیا۔ متھرا پہنچنے کے بعد شہزادہ پرویز کو الہ آباد کے صوبہ پر رخصت کر دیا۔ خان اعظم کی درخواست پر خسرو کی قید کو نظر بندی میں بدل دینے کے احکام دیئے اور اس کو مجرا تسلیمات بجالانے کی بھی اجازت دی۔ بادشاہ نے لاہور پہنچنے کے بعد زیادہ توقف نہیں کیا۔ موسم بہار قریب تھا اس لئے بادشاہ کو کشمیر جانے کی عجلت تھی اس لئے لاہور کے باغوں اور عمارتوں کی سیر بھی نہیں کی اور اسی ماہ الہٰی کی آخر تاریخوں میں لاہور سے کوچ کر دیا۔

**خان عالم کی عزت افزائی** انہی دنوں خان عالم جو ایران کی سفارت پر گیا تھا، واپس آیا۔ خان عالم نے جس خوبی سے اپنے مفوضہ فرائض انجام

دیتے تھے شاید ہی کسی سفیر نے انجام دیتے ہوں گے۔ مختصر یہ کہ خان عالم نے اپنی کارگذاری بہادری اور حسنِ خدمت سے شاہ ایران کو اتنا گرویدہ کر لیا تھا کہ وہ خلوت وجلوت کسی جگہ خان عالم کے بغیر رہ نہیں سکتا تھا۔ اگر وہ کسی ضروری کام کے سبب سلام کے لئے نہیں جاتا تو بادشاہ خود اس سے ملنے چلا آتا تھا۔ جب خان عالم اصفہان سے واپس ہونے لگا تو بادشاہ خود اسے رخصت کرنے کے لئے آیا تھا۔ جہانگیر نے خان عالم کو شاہانہ عنایات سے نوازا اور پانچ ہزاری منصب پر اس کو ترقی دی۔

**چتوڑ کے رانا کی وفات**

جب ماباحسن ابدال کی منزل پر سواری پہنچی تو راستہ تنگ اور نشیب میں تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ صرف نور جہاں بیگم ساتھ رہے اور باقی حرم کی عورتیں باربرداری اور رسد وغیرہ کے ساتھ اسی جگہ چند دن ٹھیری رہیں۔ اسی موقع پر مہابت خاں کو اپنی مفوضہ خدمت پر روانہ کر دیا گیا۔ اسی سفر میں چتوڑ کے رانا کے فوت ہو جانے کی خبر ملی۔ بادشاہ نے اس کے بیٹے کے پاس ماتمی خلعت اور رانا کا خطاب روانہ کیا۔ کشمیر پہنچنے پر دریا کے کنارے شاہانہ جشن منعقد کیا گیا۔

---

## پندرھواں سال

(جلوس کا پندرھواں سال مطابق پندرہ ربیع الثانی ۱۰۲۹ھ)

**کشمیر کے راستہ میں**

سال نو کا یہ جشن سفر کشمیر ہی میں منعقد کیا گیا تھا۔ دو تین مقامات پر ٹھیرنے کے بعد روانگی کا حکم دیا گیا۔ چونکہ راستہ دشوار گذار اور کم چوڑا تھا۔ معتمد خاں مؤلف "اقبال نامہ"[1] کو راستہ اور سفر کے انتظامات سپرد کئے اور اسے حکم دیا کہ "ہمارے ساتھ صرف آصف خاں کو چند آدمیوں کے ساتھ آنے دو اور اس کے سوا سب کو روک دو" معتمد خاں نے ایک تیز رو آدمی کو اگلی منزل پر جلدی سے روانہ کیا۔ کہ وہ جا کر لوگوں کو منع کر دے کہ اس کا خیمہ ابھی منزل سے نہ اٹھائیں۔ اگر وہ اٹھا چکے ہوں تو راستہ میں جہاں ملیں اسی جگہ خیمہ نصب کر دیں۔ اس کے آدمی خیمہ لاد کر منزل سے روانہ ہو چکے

---

[1] "اقبال نامہ" میں اس مقام کا نام "بکشن گنگا" لکھا ہے۔

تھے حکم ملنے پر درمیان میں ایک بلند مقام پر انھوں نے دوبارہ خیمہ لگا دیا۔ جب بادشاہ نورجہاں کو ساتھ لے کر منزل کی طرف روانہ ہوا تو راستہ میں برف باری اور بارش شروع ہوگئی بجلی کی کڑک اور ہوا کے جھکڑے بادشاہ بہت کبیدہ خاطر ہو رہا تھا عین اس عالم میں معتمد خاں کی خوش قسمتی سے اس کا خیمہ جو سرِ راہ لگا دیا گیا تھا دور سے نظر آیا۔ بادشاہ نے غنیمت جان کر محل خاص کے ساتھ اسی خیمہ میں قیام کیا معتمد خاں بھی پہنچ گیا آداب تسلیمات بجا لایا اور شاہی جوڑے کے لئے جو بھی کھانا تیار ہو سکا لے آیا۔ بادشاہ نے رات اسی خیمہ میں بسر کی صبح جب کوچ ہوا تو وہ خاص خلعت جو اس وقت زیب جسم تھی لُے مرحمت کی اور اس کے منصب میں پانچ سو کا اضافہ کر دیا۔ اور حکم دیا کہ کشمیر کے راستہ میں ہر منزل پر ایک چھوٹی سی عمارت بنا دی جائے تاکہ ضرورت کے وقت کام آئے۔ معمار اور کارگذاران عمارتوں کے بنانے کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔

## چک قوم کی سرکوبی

اسی دوران میں اطلاع ملی کہ کشمیر کی چگان (چک) قوم کے کچھ آدمی جو اپنے آپ کو ملک کے وارث اور اس سرزمین کے وزیر زادے بتاتے ہیں فتنہ و فساد مچا رہے ہیں اور کشتوار کے راجہ سے مل کر سرکشی پر آمادہ ہیں مال گذاری ادا کرنے سے بھی انکار کر دیا ہے اور بادشاہی ملازموں کے ساتھ شوخی شرارت کرتے رہتے ہیں۔ بادشاہ نے اس فرقہ کی سرکوبی کے لئے دلاور خاں کو دس ہزار سوار دے کر روانہ کیا۔ بادشاہی فوجوں نے بڑی بہادری کے ساتھ اس مہم کو سر کیا دونوں طرف سے بڑی سخت لڑائیاں ہوئیں اور بکثرت آدمی مارے گئے آخر کار چکوں کو مغلوب کر کے راجہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ حضور میں پیش ہونے کے بعد بادشاہ نے قید کا حکم دیدیا۔ کشمیر پہنچنے کے بعد جہانگیر نے ڈل کے کنارے قیام کیا۔

## کشمیریوں کا رہن سہن

"اقبال نامہ" میں لکھا ہے صوبہ کشمیر کا طول چھپن کوس اور عرض ستائیس کوس (جریبی) کا ہے وہاں کی زیادہ تر پیداوار چاول اور زعفران ہے۔ کشمیر کے لوگوں کی زیادہ تر غذا موٹا چاول ہے۔ چنانچہ پہلے سال تو خوب ہوتا ہے۔ دوسرے سال اگر اسی بیج کو بوئیں تو چھوٹا نکلتا ہے اور کم نکلتا ہے۔ تیسرے سال تو بس مونگ کی طرح ہو جاتا ہے۔ اس سے قبل کے زمانہ میں وہاں بڑے قد کے گھوڑے گائے اور بھینس بہت کمیاب تھے وہاں تازہ کھانا کھانے کا رواج بھی بہت

کم ہے صبح کا پکا شام کو شام کا پکا صبح کو کھاتے ہیں۔ کھانے میں نمک بہت کم ڈالا جاتا ہے اسی لئے ان کی عورتوں اور مردوں کے چہرے بے نمک ہوتے ہیں۔ عورتیں اور مرد اونی کرتے پہنتے ہیں۔ خاص طور سے عورتیں کہ برسوں تک ایک ہی کرتہ برہمنوں کے زنار کی طرح گلے میں ڈالے رہتی ہیں۔ اس سلسلہ میں عجب عجب قصے مشہور ہیں۔ کشمیر میں پانی کی کوئی کمی نہیں ہے ہر محلہ میں پانی کی نہر جاری ہے۔ مگر وہاں کی عورتوں اور مردوں کو شاید ہی کبھی غسل جنابت کا اتفاق پیش آتا ہو۔ وہاں کی عورتوں کے کپڑے بڑے گندے اور بدبودار ہوتے ہیں۔ باہر سے آنے والے جب ان کے پاس سے گذرتے ہیں تو ان کو کراہیت اور نفرت ہونے لگتی ہے۔

## جنت ارضی کی حوریں

جہانگیر ہر سال کشمیر کی سیر کے لئے جاتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ کشمیر ہماری قلمرو میں جنت ارضی ہے۔ ایک مرتبہ کشمیر کے کسی بازار میں سے سواری جارہی تھی راستہ کے دونوں طرف عورتیں کھڑی ہوئی ہاتھ اٹھا کر بادشاہ کو دعا دے رہی تھیں۔ ان کے کپڑوں کی بو بادشاہ تک پہنچی تو بڑی کراہیت ہوئی اور دریافت کیا۔ "یہ کیسی بو آرہی ہے" بادشاہ اس وقت ہاتھی پر سوار تھا۔ پیچھے ایک امیر جو بے تکلف اور گستاخ تھا مگس رانی کررہا تھا۔ اس نے بے ساختہ جواب دیا

"یہ اس جنت ارضی کی حوروں کی مہک ہے۔"

اگرچہ وہاں کے لوگ فہم و ذکا اور بہادری کے جوہر سے آراستہ ہیں لیکن ازل ہی سے ان کا خمیر شرارت سے اٹھایا گیا ہے۔ اور وہ فتنہ انگیزی میں ضرب المثل ہو چکے ہیں جو بھی چاہے تاریخوں میں پڑھ سکتا ہے کہ ان کشمیریوں نے شاہی خاندان کے ساتھ کیا کچھ فساد برپا کئے اور آپس میں خود کتنے فتنے اٹھاتے رہتے ہیں اس وقت بھی ان کا جو رویہ ہے وہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ بہر حال جس کسی کو بھی ان کشمیریوں سے واسطہ پڑا ہے وہ جان سکتا ہے کہ اس گروہ میں کتنی شرانگیزی ہے اور کس قدر غیرت اور مروت پائی جاتی ہے ویسے اچھے برے ہر قوم میں ہوتے ہیں۔ کشمیر میں اچھے لوگ بھی ملتے ہیں مگر شاذ و نادر۔

## درختوں کو قلم لگانے کا رواج

"اقبال نامہ" کی روایت ہے کہ اکبر کے عہد میں مرزا حیدر کشمیر کا حاکم تھا اس نے وہاں کئی ایک مفید

باتوں کو رواج دیا تھا۔ چنانچہ گھوڑے کی سواری خوب صورت عمارتوں کی تعمیر اور میوہ دار درختوں کو قلم لگانا اسی کی اختراع ہیں۔ درختوں کا قلم اور پیوند کاری کشمیر اور ہندوستان میں اس سے قبل رائج نہ تھی سب سے پہلے اکبر کے عہد میں کشمیر کے داروغۂ باغات محمد قلی افشار نے کابل سے شاہ آلو کے درخت منگا کران کا قلم لگایا تھا وہاں کی آب وہوا اس درخت کے موافق ہوگئی اور خوب پھلا بس اس کے بعد سے قلم لگانے کا اور پیوند کاری کا رواج ہوگیا اور چند ہی سال میں ہندوستان کے تمام شہروں میں شاداب اور شیریں پھلوں کے درخت اسی طریقہ سے لگائے جانے لگے مگر اس وقت تک آم کے درخت میں پیوند لگانے میں لوگ کامیاب نہیں ہوسکے تھے۔

**کشمیر جنت نظیر** اگرچہ کشمیر کے لوگ اچھے نہیں تھے راستہ بھی بڑا دشوار گذار اور نشیب وفراز میں تھا۔ لوگوں نے اس سلسلہ میں بڑی مبالغہ آرائی بھی کی ہے تاہم اس سدابہار آفریں اور طراوت افزا خطہ کی آب وہوا اور دوسری خصوصیات ایسی تھیں کہ اس سدابہار سرزمین پر ہمیشہ بہشت بریں کا شبہ ہوتا تھا۔ سال کے اکثر دنوں میں وہاں کے درو بام پر اور دشت وآبادی میں بکثرت قسم قسم کے پھول بوٹے نظر آتے تھے۔ نہریں بہتی رہتی تھیں۔ روح پرور تالابوں کا نظارہ مسحور کن تھا جدھر نگاہ جاتی تھی سبزہ وگل کے تختے بکھرے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ عرفی نے سچ کہا ہے ؎

ہر سوختہ جانے کہ بہ کشمیر درآید
گر مرغ کباب است کہ با بال وپر آید

اسی کا طغرا ہے ؎

دشت سبز و کوہ سبز و بام سبز و خانہ سبز
باز از نوشد کدوی بادہ در میخانہ سبز
آتش این سرزمین از بس بہار آلودہ است
از ہوائے شعلہ می گردد پر پروانہ سبز
دعدہ گاہ جوش ریحان ست این جادو نیست
گر نماید در نظر پشت لب پیمانہ سبز

اسی سیر وتفریح کے دوران ایک حادثہ یہ پیش آیا کہ شاہزادہ شجاع جس کی عمر چار سال

تھی نوگز کی بلندی سے گر پڑا۔ لیکن اللہ تعالیٰ معصوم بچوں کا محافظ ہے نیچے بستر اور فرش خانہ کے نمدے رکھے ہوئے تھے اس لئے کوئی چوٹ اور گزند نہیں پہنچی۔ بادشاہ نے شہزادہ کے ہم وزن اشرفیاں اور روپے صدقہ دیئے۔

## ملک عنبر کی فوج کشی

اسی زمانہ میں دکن سے عرض داشت پہنچی کہ وہاں حبشی عنبر نے بادشاہ کے کشمیر جانے کی خبر سنی تو عہد و پیمان توڑ دیا اور قدیم و جدید بادشاہی علاقوں پر فوج کشی کر دی اور اس قدر ظلم و ستم اور لوٹ مار کی کہ برہان پور تک آبادی کا نام و نشان نہیں رہا۔ دکنیوں کی فوج نے تاخت و تاراج کرتے ہوئے دریائے نربدا کو عبور کر لیا اور اب وہ قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں برہان پور کا شہر بھی خطرہ میں گھرا ہوا ہے۔ داراب خاں نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دشمنوں پر کئی ایک حملے کئے تھے۔ ان کی رسد بھی لوٹ لی تھی اور ان کے ایک حبشی کمان دار منصور نامی کو بھی گرفتار کر لیا تھا۔ لیکن بعد میں دکنیوں نے کثیر تعداد میں ٹڈی دل کی طرح حملہ کیا۔ جس کو داراب خاں روک نہ سکا اور مجبوراً اونکھیرہ گھاٹ سے نیچے اتر آیا ہے اور بادشاہی خیرخواہوں کے مشورہ پر اب بالاپور میں ٹھیرا ہوا ہے اور دشمنوں کے سدباب کے لئے سعی و کوشش میں لگا ہوا ہے۔

## دکن کی مہم پر خرم کا تقرر

برہان پور کے صوبہ دار نے بھی اپنی عرض داشت میں یہی لکھا تھا کہ بادشاہی ملازموں پر بڑا تنگ وقت ہے جس طرح اکبر بادشاہ یلغار کر کے نو دن میں اپنے امراء کی مدد کے لئے احمد آباد پہنچ گئے تھے اگر بادشاہ یا شاہزادہ شاہجہاں اس جانب سایہ افگنی کریں تو ہم بندگانِ سرکار کی جان و آبرو رہ جائے گی۔ ورنہ یہ جاں نثار راجپوتوں کی رسم کے مطابق اپنے بیوی بچوں کو قتل کر کے دشمنوں کی تلوار پر کٹ مریں گے۔ اس عرض داشت میں ملک کو تباہ حالی کے سبب خزانہ کی کمی فوج کی بدحالی کی اطلاعات بھی دی گئی تھیں۔ بادشاہ نے اسی دن احمد آباد اور مالوے کے خزانہ سے بیس لاکھ روپیہ کی ادائگی کے احکام تیز رفتار قاصدوں کے ذریعہ دونوں صوبوں کے متصدیوں (گماشتوں) کے پاس روانہ کر دیئے اور شہزادہ شاہجہاں کو دکن پر مامور کر کے بعجلت روانہ ہونے کے لئے انتظامات کرا دیئے۔

**کشمیر کے راستہ میں تعمیرات**

بادشاہ نے کشمیر سے لاہور اور دار الخلافہ آگرہ کی طرف کوچ کیا تو راستہ کی عمارتوں کی تیاری کے لئے جس کا حکم اس سے قبل دیا گیا تھا۔ لاہور کے ناظم بیوتات وافسر تعمیر، اور سرکاری عہدہ داروں کے نام حکم صادر کیا کہ روپیہ اور تعمیرات کا سامان پہنچائیں اور ماہر معماروں کو کام پر لگائیں۔ واپسی میں ایران کے ایلچی زینل خاں کے پہنچنے کی خبر ملی بادشاہ نے اس کے استقبال کے لئے حسام الدین خاں کو خلعت اور تیس ہزار روپیہ نقد دے کر بھیجا۔

دوسری اور تیسری منزل پر شاہی قافلہ پہنچا تو دو تین دن متواتر اتنی شدت کی بارش اور برف باری ہوئی کہ آدمی گھوڑے اور باربرداری کے بہت سے جانور تلف ہو گئے اسی برف باری میں ایک بادشاہی خدمت گار بابا شیخ ابن یمین نامی جوافیون اور آب دار خانہ پر متعین تھا مر گیا۔

**جہانگیر آباد کی تعمیر**

آگے کوچ کرنے کے بعد جب شاہی سواری اس مقام پر پہنچی جو بادشاہ کو اپنی شاہزادگی کے زمانہ میں بہت مرغوب اور پسند تھا اور اس نے وہاں بارہا شکار بھی کھیلا تھا اس جگہ بادشاہ نے عمدہ اور بلند عمارتوں کی تعمیر کا حکم دیا اور علی الحساب ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ ان کی تیاری کے لئے منظور کئے۔ جب یہ مقام آباد ہو گیا تو اس کا نام "جہانگیر آباد" رکھا۔

**قلعہ کانگڑہ کی فتح**

لاہور پہنچنے پر قلعہ کانگڑہ کی فتح کی خوش خبری ملی۔ قلعہ کانگڑہ پر سورج مل ولد راجہ باسو قابض تھا۔ وہ اپنے آپ کو اس علاقہ کا خود مختار راجہ سمجھتا تھا۔ اس نے پنجاب کے فتنہ پرداز زمینداروں کو ساتھ ملا کر اپنے آباواجداد کی طرح سرکشی اختیار کر لی تھی اور لاہور کے مضافات تک بعض پرگنوں پر قابض ہو گیا تھا۔ اس کی سرکوبی کے لئے سن تیرہ جلوس میں بادشاہ نے احمد آباد سے شاہجہاں اور راجہ بکرماجیت کو اس قلعہ کی تسخیر پر مامور کر کے رخصت کیا تھا۔ کانگڑہ کے قلعہ میں ہندوؤں کا ایک بہت بڑا بت خانہ بھی تھا۔ نیز اس قلعہ کی دیوار اور اس کے برج مضبوطی واستحکام میں ضرب المثل تھے۔ شاہان سلف میں سے فیروز شاہ اور عرش آشیانی اکبر بادشاہ نے بڑی کوشش کی تھی مگر قلعہ فتح نہیں ہو سکا تھا۔ ان باتوں کے باوجود راجہ بکرماجیت نے اس شاہ دین پرور کے حکم کو اپنے مذہبی تعلقات پر ترجیح دی اور بڑی سعی و تردد سے

اس بت خانہ کو تباہ کردیا اور قلعہ کو فتح کر لیا ۔ بادشاہ نے راجہ پر اس کے صلہ میں بڑی عنایتوں کا اظہار کیا ۔

**ایک قیمتی لعل**

ایران کا ایلچی زنبیل خاں بھی لاہور میں حاضر خدمت ہوا ۔ ایران سے وہ گھوڑے مروارید اور دوسرے تحفے اور اپنے بادشاہ کا خط لایا تھا اسی کے ساتھ ایران سے ایک لعل بھی پہنچا جس کا وزن بارہ مثقال کا تھا یہ لعل ایرانی تاج کی کلغی میں جڑا ہوا تھا اور اس پر مرزا الغ کا اور شاہ ایران کا نام کندہ تھا ۔ بادشاہ نے اس پر اپنا نام "جہانگیر شاہ" لکھوانے کا حکم دیا ۔ یہ لعل مرزا الغ کے پاس رہ چکا تھا اس لئے اس کو جہانگیر نے اپنی مخصوص پوشاک میں شامل کر لیا ۔ ایلچی کو پچاس ہزار روپیہ اور مرصع سازو سامان مع خلعت و اسپ عطا ہوا ۔

**خرم کی دکن کو روانگی**

اسی سال نور جہاں بیگم کی لڑکی سے جو شیر افگن خاں کی اولاد میں سے تھی ۔ شاہزادہ شہریار کا نکاح ہوا ۔ اس کے بعد بادشاہ نے شاہجہاں کو دکن کے سرکشوں کی گوشمالی کے لئے رخصت کیا ۔ فوجی اخراجات کے لئے نقد ایک کروڑ روپیہ دیا گیا ۔ انعام میں ایک کروڑ "دام" جواہر اور ہاتھی عنایت ہوئے خسرو کو شاہجہاں کے ساتھ کردیا ۔ البتہ اس کی نگرانی کی ہدایت کردی ۔ خان جہاں لودھی کو ملتان کا صوبہ دار مقرر کر کے بادشاہ نے لاہور سے آگرہ کے لئے کوچ کردیا ۔ شاہ عبدالعزیز خاں کو قندھار کا قلعہ دار مقرر کیا گیا ۔ بادشاہ کی سواری وسط اسفندار میں آگرہ میں داخل ہوئی ۔

---

## سولھواں سال

(جلوس کا سولھواں سال ۔ مطابق ۲۶ ربیع الثانی ۱۰۳۰ھ)

اس سال کے جشن میں شہریار کو آٹھ ہزاری منصب اور چودہ ہزار سوار پر ترقی دی گئی ۔

**آسمانی لوہا**

اس سال کا عجیب واقعہ یہ ہوا کہ قصبہ جالندھر کے قریب بڑی ہولناک آواز سے بجلی گری جس مقام پر بجلی گری تھی وہاں بارہ بارہ گز تک

زمین جل گئی اور اس کی حرارت اور تپش سے سبزہ گھاس کا نشان تک نہیں رہا۔ جس جگہ بجلی گری تھی۔ زمین کو کھودا گیا تو لوہے کی طرح ایک ٹکڑا برآمد ہوا۔ اس کو وہاں کے حکام نے سربمہر کر کے بادشاہ کے پاس بھجوا دیا۔ جہانگیر نے اس سے خنجر اور تلوار بنانے کا حکم دیا لیکن وہ اس قدر سخت تھا کہ اس کے ساتھ تین حصہ لوہا ملانا پڑا۔ آہنگروں نے اس سے جو تلوار بنائی اس میں جنوبی تلوار کی ساری خصوصیات موجود تھیں اس کو بادشاہ نے خاصہ کی تلواروں میں شامل کر لیا۔

## جہانگیر نامہ کی حکایت

عجائبات کا یہ تذکرہ چھڑ گیا ہے تو ہم یہاں خود جنت مکانی جہانگیر بادشاہ کے لکھے ہوئے چند واقعات جو انھوں نے اپنی تالیف "جہانگیر نامہ" میں درج کئے ہیں نقل کرتے ہیں جو دلچسپی اور شیرینی کلام کا نمونہ ہیں۔ بادشاہ نے یورپ کے طلسمات کا ایک واقعہ لکھا ہے جسے ولایت سے آنے والے ایک عراقی مغل نے اپنی سرگذشت سناتے ہوئے بادشاہ سے بیان کیا تھا۔ راقم الحروف نے یہی نقل اپنے استاد میر سید محمد کی زبانی بھی جو اپنے زمانہ کے بڑے عالم و فاضل بے مثل ریاضی داں اور مجموعۂ کمالات تھے، سنی ہے انھوں نے جنت مکانی جہانگیر بادشاہ کا زمانہ بھی دیکھا تھا اور بلا واسطہ خود اسی مغل کی زبانی یہ قصہ اپنے کانوں سے سنا تھا وہ اسے بیان کرتے رہتے تھے۔ بلکہ اسے نظم بھی کر دیا تھا۔

## دست بریدہ مغل

وہ قصہ اس طرح ہے کہ ایک عراقی جس کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا۔ جہانگیر کے دربار میں باریاب ہوا تھا اس سے بادشاہ نے پوچھا۔ "کیا تمہارا ہاتھ کسی لڑائی میں کٹ گیا؟" اس نے عرض کیا "میرا ہاتھ کسی جنگ میں نہیں کٹا۔" جہانگیر نے پوچھا "پھر کیا چوری کی علت میں کاٹا گیا" اس نے کہا "میرا ہاتھ اس عیب سے بھی پاک ہے" بادشاہ نے حکم دیا "تم اپنا ماجرا تفصیل سے گوش گذار کرو" اجازت پانے کے بعد اس نے عرض کیا "جو کچھ آفت زمانہ نے مجھ پر ڈھائی ہے وہ اس لائق نہیں کہ بادشاہوں کی بارگاہ میں بیان کی جائے۔ مبادا اسے بالکل افسانہ اور دور از

---

ؔ "اقبال نامہ" میں لکھا ہے "یمانی اور جنوبی تلوار کی طرح وہ خم ہو جاتی تھی اور خم کھانے کا اثر باقی نہیں رہتا تھا۔"

حقیقت سمجھا جائے۔ تاہم میں اطاعت امر کو لازم سمجھ کر اپنی سرگذشت بیان کرتا ہوں۔

**تباہ شدہ جہاز**

ہم تین آدمی، میں اور میرا بھائی اپنے باپ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد ہندوستان کے ارادہ سے جہاز میں سوار ہوگئے ہمارا جہاز اچانک ایک طوفان میں گھر گیا اور کئی روز تک ہم سخت خطرہ میں گرفتار رہے۔ اسی اثناء میں ایک دن جہاز کے بارود خانہ میں، آگ لگ گئی جس کی لپیٹ میں سارا سامان اور جہاز کے بادبان جل کر خاکستر ہوگئے۔ جہاز کے عملہ کے چند آدمی اور مسافر بھی اس آتش زدگی میں ہلاک ہو گئے۔ اب وہ تباہ حال جہاز سطح سمندر پر ہچکولے کھاتے ہوئے ادھر ادھر ڈولنے لگا۔ ناخدا (کپتان)، اور معلم (جہازراں)، بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ سے نالہ و زاری کریں اور کچھ کر نہیں پائے۔ ہم لوگ بھی زندگی سے مایوس ہو گئے تھے۔ اس مصیبت سے بچ نکلنے کی اب کوئی امید نہیں رہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ جہاز اپنے آپ بہتے ہوئے فرنگ کے ایک جزیرہ سے جا لگا۔ ٹوٹے ہوئے جہاز پرتگال والوں کے لئے آسان شکار ہوتے ہیں، اور وہ انھیں بے روک ٹوک لوٹ لیتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے جہاز پر بھی فرنگیوں کی ایک جماعت لوٹ مار کے لئے چڑھ دوڑی مگر کچھ دیر بعد ہی ایک فرنگی فاخرہ لباس پہنے باوردی آدمیوں کی ایک جماعت کے ساتھ جہاز پر آیا اور قزاقوں کو لوٹ مار سے روکا۔ وہ اس نے جہاز کے لوگوں پر بڑی مہربانی کا اظہار کیا اور رہائی کی امید دلائی، پھر کہا: "اگر تمھارے ساتھ ایک خاندان کے ایسے تین چار آدمی ہوں جو باہم قریبی رشتہ رکھتے ہوں تو بتاؤ ہم ان کے ساتھ خاص رعایت کرنا چاہتے ہیں۔" میرا باپ یہ سن کر بہت خوش ہوا اور کہا ہم تین آدمی ہیں: میں اور میرے دو لڑکے۔" اس نے آگے بڑھ کر ہم تینوں کی نبض حکیموں کی طرح دیکھی اور بڑے تامل اور غور کے بعد ہم تینوں کو ہمارے اسباب کے ساتھ صحیح سلامت جہاز سے اتروا لیا اور باقی سب کو ان لٹیروں کے حوالہ کر کے انھیں قتل و غارت کی اجازت دیدی۔

**پُر اسرار فرنگی**

وہ فرنگی ہم کو بڑے اعزاز کے ساتھ اپنے گھر لے گیا۔ کھانے پینے کی طرح طرح کی چیزیں پھل پھلاری وغیرہ مہیا کر دیئے۔ ہفتہ بھر تک اس نے جاری خوب خاطر تواضع اور مہمان داری کی۔ اس کے بعد ایک دن وہ ہمارے بھائی کو پاس والے کمرے میں لے گیا اور اچھی طرح نہلا دھلا کر اس پر چند منتر پڑھ کر

پھونکے پھر اس کے اطراف ایک قنات کھڑی کر دی۔ دو تین گھڑی بعد درمیان کا پردہ اٹھا دیا اور اسے ہمارے سامنے کھڑا کر کے تلوار کھینچی اور ہمارے سامنے اُس کا سر کاٹ دیا اور جلدی سے ہمارے اور اس کے درمیان پردہ چھوڑ دیا۔ یہ دیکھ کر ہم چیخنے چلانے اور آہ و زاری کرنے لگے۔ ہماری آوازیں سُن کر وہ فرنگی آیا اور تسلی دلاسا دے کر کہا

ہم نے اُسے قتل نہیں کیا ہے۔ لیکن تم کو اور لوگوں کو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے یہ لڑکا تو مدتوں زندہ رہے گا اور بادشاہ کا خزانچی بنے گا۔ دو تین گھڑی بعد درمیانی پردہ اٹھا کر اس نے ہمیں دکھا بھی دیا کہ میرا بھائی زندہ سلامت صحیح الاعضا، تھا، پھر اُس نے پہلے کی طرح ہمارے سامنے تلوار سے اُس کی گردن صاف اُڑا دی اور پردہ گرا دیا۔ کچھ دیر بعد پھر اُسے صحیح سالم دکھا دیا۔ اس طرح اس نے تین دفعہ یہ عمل دہرایا۔ ہر دفعہ بھائی کی اصلی صورت متغیر ہو جاتی تھی اور بڑی ہیبت ناک نظر آتی تھی۔ آنکھیں غیض و غضب سے ایسی سرخ ہو جاتی تھیں کہ دیکھ کر دل دہلنے لگتا تھا۔ اس کے بعد میرے بھائی کو وہاں سے لے کر چلے گئے۔ اس کے بعد ہم نے اسے نہیں دیکھا۔

**خزانہ کا طلسم**

وہ فرنگی ہم کو تسلی دلاسا دیتا رہتا تھا۔ میں جب بھی اس سے بھائی کا حال پوچھتا تھا، وہ جواب دیتا۔ ہم نے اس کو بادشاہ کا خزانچی بنا دیا ہے۔ اب اس سے تمہاری ملاقات نہیں ہو سکتی۔ ہاں جس دن رخصت ہونے لگو گے میں تم کو اُس کے پاس لے جاؤں گا۔ جتنا بھی مال متاع اور روپیہ پیسہ چاہو گے، وہ تمہیں دے دیا جائے گا اور جہاں جانا چاہو گے تم کو روانہ کر دیا جائے گا۔ آخر کار ہم نے اس سے رخصت ہونے کی اجازت چاہی۔ وہ ہم کو ایک مکان پر لے گیا۔ مکان کیا تھا بس ایک چار دیواری بنی ہوئی تھی اور اُس کے دو طرف ایک دوسرے کے مقابل دو دروازے بنے ہوئے تھے، اس کمرہ میں میرا بھائی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے ایک دروازہ پر کھڑا تھا اور اس کا رخ دوسرے دروازہ کی طرف تھا۔ اُس کی آنکھیں سُرخ خون آلودہ تھیں اور وہ بہت زیادہ خوفناک نظر آ رہا تھا۔ اس حصار میں جگہ جگہ تراشیدہ اور ناتراشیدہ قسم قسم کے جواہرات کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ سونے اور چاندی کی ڈھیریاں بھی تھیں جن میں سے کچھ صاف کی ہوئی تھیں اور کچھ خاک آلودہ۔ یہ ساری دولت وہاں بالکل کھلی ہوئی اور بکھری ہوئی تھی، نہ صندوق تھے نہ مخزن خانے۔ وہ فرنگی حکیم ہمارا ہاتھ پکڑے ہوئے

سب چیزیں دکھاتا رہا اور ہم کو ترغیب دیتا رہا کہ تم دونوں اپنے بیٹے اور بھائی سے رخصتی ملاقات کرلو اور ان جواہرات سونے چاندی میں سے جتنا کچھ اپنی جیبوں میں اور دامنوں میں بھر سکتے ہو بھرلو اور رخصتی سلام اور وداعی کلمات کہہ کر کسی جواب کی توقع رکھے بغیر اپنی منزل مقصود کے لئے رخصت ہو جاؤ۔ ہم نے اس کی باتوں کو سچ جانا اور یہ سوچ کر کہ اب دوبارہ بھائی کے دیدار اور اس سے ملاقات کی تو کوئی توقع نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ جواہرات اور سونا چاندی لے کر اپنے وطن یا کسی دوسرے شہر کو چلے جائیں اور اس دولت کو غنیمت جانیں۔ چنانچہ میں اور میرا باپ دونوں نے الماس یاقوت زمرد جواہرات اور سونا اٹھا اٹھا کر اپنے جیب و دامن کو خوب بھرلیا۔ میرا باپ سونا سمیٹنے میں زیادہ لگا ہوا تھا اور میں جواہرات بٹورنے میں۔ جب ہم نے اچھی طرح اپنی جھولیاں بھرلیں تو ہم بھائی کے سامنے گئے اور دور ہی سے رخصتی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اسے وداع کیا اس نے نہ تو کوئی حرکت کی نہ جواب دیا۔ ناچار ہم لوٹ گئے۔

## قاتلانہ حملہ اور رہائی

جوں ہی ہم دروازہ کے قریب پہنچے اور ایک قدم باہر نکالا پیچھے سے ایک دل ہلا دینے والی ہیبت ناک آواز سنائی دی آواز ایسی خوفناک تھی کہ ہم سر سے پیر تک کانپ گئے اور ایسا معلوم ہوا بس مارے دہشت کے ہماری جان نکل جائے گی۔ ہم نے پلٹ کر حیرت سے دیکھا کہ وہ انسانی شکل کا طلسمی پتلا یعنی میرا بھائی برہنہ تلوار لے ہمارے سر پہ آ پہنچا ہے۔ میرا باپ ضعف پیری کے سبب دروازہ سے باہر قدم نہیں نکال سکا تھا وہ اس کی تلوار کے نیچے آگیا اس کو ختم کر کے میرے بھائی نے جو ایک مہیب عفریت نظر آرہا تھا مجھ پر بھی تلوار کا وار کر دیا۔ میں نے اس وار کو روکنے کے لئے اپنا ہاتھ اٹھا دیا۔ اس کی ضرب سے میرا ہاتھ کٹ کر گر گیا۔ لیکن میں کود کر اس طلسم سے باہر نکل گیا اور میرا بھائی جو اب طلسمی پتلا بن گیا تھا۔ لوٹ کر اپنی جگہ چلا گیا اور پہلے کی طرح کھڑا ہو گیا۔

وہی فرنگی جو وہاں کے بادشاہ کے حکم سے ہمارا میزبان بنا ہوا تھا مجھے اٹھوا کر اپنے مقام پر لے گیا۔ پھر مجھے اسی حالت میں میرے باپ کی لاش کے ساتھ بادشاہ کے پاس پہنچایا اور بادشاہ کو اس طلسم کا سارا ماجرا بتا کر کہا کہ اس طلسمی انسان کا جب یہ حال ہے کہ اس نے اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ یہ سلوک کیا تو بھلا کسی اور کی کہاں مجال کہ وہ

اس مکان سے ایک ورم بھی ابھرنے جا سکے۔ بادشاہ نے حکیم کو اس کے کارنامہ پر انعام و اکرام دیئے اور اپنی عنایتوں سے نوازا۔ پھر حکیم نے میرے ہاتھ پر ایک دوا لگائی جس سے بہت جلد میرا زخم ٹھیک ہو گیا پھر میرے باپ اور بھائی کے خوں بہا میں اس نے کچھ رقم مجھے دی اور ہندوستان کے ایک جہاز پر سوار کرا دیا۔ یہ جہاز مچھلی بندر حیدرآباد پر پہنچ کر لنگرانداز ہوا۔

## تیر اندازی کا شعبدہ

جہانگیر نے اپنی تالیف میں ایک اور عجوبہ لکھا ہے۔ ایک دن بنگالہ کے بازی گروں کی ایک جماعت ہمارے حضور میں تماشا دکھا رہی تھی۔ ان میں سے ایک بازی گر ایک کمان اور سات تیر لے کر سامنے آیا اور ایک تیر اس نے اوپر فضا میں چھوڑ دیا اور ابھی وہ تیر نیچے آ رہا تھا کہ اس نے نہایت تیزی سے دوسرا تیر کمان میں جوڑ کر اس طرح چھوڑا کہ اس کا پیکان (پھل) پہلے والے تیر کے سوفار (دنبالہ) میں جا کر لگ گیا۔ پھر تیسرا تیر بھی اسی طرح چلا دیا وہ ان دونوں تیروں کے نیچے جا لگا۔ اس طرح وہ ساتوں تیر ایک کے پیچھے ایک جا کر لگے اور پھر سب مل کر ایک ساتھ نیچے گر گئے۔

## نظر بندی کا کھیل

جہانگیر نے لکھا ہے۔ ایک بازی گر ایک کاپی لے کر آیا اس کے تمام اوراق بالکل سادہ اور سفید تھے۔ اس نے کاپی ہمارے ملاحظہ میں پیش کی ہم نے بھی دیکھا کہ تمام اوراق سفید ہیں اور بغیر لکھے ہوئے سادہ ہیں۔ پھر اس نے وہ بیاض ہم سے لے لی اس پر ہاتھ مارا اور ہمارے ہاتھ میں دیدی اب اس کے تمام ورق سرخ تھے۔ تیسری بار ایک اور ہی رنگ تھا اس طرح کوئی سات بار اس نے ہمارے ہاتھ سے کاپی لی اور ہمارے ہاتھ میں دی اور ہر بار اس کا ایک دوسرا ہی رنگ تھا۔

## بے خطر کود پڑا عشق

دریائے شرقی کے کنارے کی بستیوں کا بھی ایک عجیب و غریب واقعہ ہمارے (جہانگیر کے) سننے میں آیا۔ ایک فقیر ایک مشہور صاحب جمال ہندو عورت پر عاشق ہو گیا۔ اس کے عشق میں اس کی بھوک پیاس تک اڑ گئی۔ عاشقوں کو صبر و قرار اور تحمل و ضبط کہاں اس کی بے تابیوں نے سارے علاقہ میں اسے رسوا کر دیا۔ اس کا معمول تھا کہ اپنی معشوقہ کو دیکھنے کے لئے دریا کے کنارے چکر لگاتا رہتا تھا۔ جہاں وہ عورت پانی بھرنے آتی تھی۔ ایک دن دریا کے کنارے گیا تو محبوب کا دیدار نہ ہو سکا۔ کچھ دیر اس کے انتظار میں کھڑا رہا۔ اس وقت کسی نے اس سے کہہ دیا۔ "جس کے

انتظار میں تو یہاں کھڑا ہے وہ تو تیرے آنے سے پہلے پانی لینے آئی تھی اُس کا پاؤں پھسل گیا اور پانی میں غرق ہو گئی " اس عاشق صادق نے سچ اور جھوٹ کی کوئی تحقیق نہیں کی نہ یہ پوچھا کہ کس جگہ اور کب وہ ڈوبی تھی۔ بس سنتے ہی اُس نے دریا میں چھلانگ لگا دی اور نظروں سے غائب ہو گیا۔ جب وہ عورت وہاں پہنچی تو اُسے اپنے عاشق کے دعویٰ عشق کی سچائی کا علم ہوا۔ مشہور شعر ہے ؎

تا کہ از جانبِ معشوق نباشد کششی

دعوتی عاشق بے چارہ بجائی نرسد

بلا تامل اس نے بھی اپنے آپ کو دریا میں گرا دیا۔ بعد میں جب اُس کے وارثوں نے چند دریا نوردوں اور غوطہ خوروں کو مقرر کیا تو انھوں نے دو تین کوس تک دریا میں جال وغیرہ ڈال کر اُس کی تلاش کی، اور دونوں کی لاش دریا سے اس حال میں نکالی گر وہ ایک دوسرے سے بغل گیر تھے۔

"جہانگیر نامہ" میں ایک اور قصہ بھی درج ہے کہ "ایک لوہار نے بادشاہ (جہانگیر) کے پاس آکر استغاثہ کیا کہ میں اپنی ہم قوم عورت پر عاشق ہوں مگر وہ میرے ساتھ راضی نہیں۔ بادشاہ نے اس عورت کو طلب کیا اور اُس کے سامنے عاشق سے کہا اگر تو اپنے دعویٰ عشق میں سچا ہے تو اس بلندی سے جس سے کودنے کی ہمت انسان نہیں کر سکتا تھا اپنے آپ کو گرا دے اس عقل باختہ نے بلا تامل خود کو نیچے گرا کر اپنی جان دیدی"۔

**شیر بکری کی محبت**

ایک اور واقعہ درج کیا ہے کہ "ایک شیر اور ایک بکری کو ایک ہی پنجرہ میں بادشاہ کے سامنے لایا گیا کہ دونوں ساتھ رہتے ہیں شیر نے بکری کو نہیں کھایا ہے حکم ہوا کوئی دوسری بکری پنجرہ میں اسی طرح بند کر دی جائے شیر نے اس کو بلا توقف چیر پھاڑ ڈالا اور اس کا خون پی لیا"۔

جہانگیر نامہ میں بادشاہ نے ایسے بہت سے قصے لکھے ہیں ہم اسی پر اکتفا کر کے اصل واقعات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

**دکن پر خرم کی فوج کشی**

مالوہ سے اطلاعات پہنچیں کہ دکنیوں کی فوج نے نربدا کو عبور کر لیا تھا اور مالوے میں داخل ہو گئی تھی اور وہاں وہ تاخت و تاراج میں مصروف تھی۔ لیکن جب شاہزادہ خرم کے لشکر کے قریب پہنچنے کی خبر ان کو ملی

اور اس کے ساتھ ہی ان کے مقابلہ پر خواجہ ابو الحسن پانچ ہزار سواروں کے ہراول کو لے کر وہاں پہنچ گیا تو وہ شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے اور ابو الحسن ان کا تعاقب کرتے ہوئے نربدا تک پہنچ گیا دکنیوں کا کافی مال غنیمت بادشاہی لشکر کے ہاتھ آیا اور ان کے بہت سے آدمی اسیر بنا لئے گئے۔

**شراب سے توبہ**

شاہجہاں نے اپنی چوبیسویں سال گرہ پر بڑے تکلف کے بعد شراب پینی شروع کی تھی۔ لیکن اس سال (۱۰۲۶ھ) جب کہ ۳۱ سال کی عمر تھی اور وہ دریائے چنبل کے کنارے ٹھیرا ہوا تھا۔ اپنے جد امجد فردوس مکانی بابر کی سنت پر عمل کرتے ہوئے کہ اس نے رانا سانگا سے مقابلہ کے دن شراب اور دوسری ممنوعات سے توبہ کر لی تھی۔ شاہجہاں نے بھی دکنیوں کے مقابلہ میں کامیابی کی دعا کرتے ہوئے صدق دل سے اللہ کے ساتھ عہد کیا کہ اب کبھی شراب کو منہ نہیں لگائے گا۔ شراب کے مرصع اور طلائی ظروف کو توڑ دینے کا حکم دیا کہ ان کو توڑ کر مستحقوں میں تقسیم کردیں اور جتنی شرابیں آب دار خانہ میں ہیں چنبل میں پھکوا دی جائیں ؎

جندا شاہی کہ در عہد شباب

شد ز توبہ ہم چو پیراں کامیاب

واقعی یہ بڑی توفیق تھی کہ عین عالم شباب میں اس اقتدار اور شاہزادگی کے ہوتے ہوئے صرف روز جزا کے خوف سے عیش و نشاط کو ترک کر دیا۔

**خرم کی جنگی تیاریاں**

جب لشکر شادی آباد قلعہ مانڈو پر پہنچا تو خان خاناں اور داراب خاں اور دکن کے دوسرے سپہ سالاروں کی عرض داشتیں پہنچیں کہ دکن کی ساٹھ ہزار فوج جو ماہر اور تجربہ کار افسروں کی کمان میں ہے۔ برہان پور کا محاصرہ کئے پڑی ہے۔ مقربین بارگاہ نے عرض کیا بادشاہی افواج کا ایک بڑا حصہ پیچھے رہ گیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ دریا کے اس کنارے قلعہ کے قریب کچھ عرصہ کے لئے پڑاؤ ڈال دیا جائے اور جب سارا لشکر جمع ہو جائے تو پھر پیش قدمی کی جائے۔ ... شاہجہاں نے یہ مشورہ قبول نہیں کیا اور سولہ ہزار سواروں کو لے کر جو اس وقت رکاب میں موجود تھے۔ نربدا کو عبور کر لیا۔ دوسرے کنارے پر عبداللہ خاں دو ہزار سواروں کے ساتھ آکر شہزادہ کی فوج میں شامل ہو گیا۔ اور اس نے فوج کی لام بندی کا حکم دے دیا۔

ہراول پر چند دلیر افسروں کو، راجہ بکرماجیت کو میمنہ پر اور خواجہ ابوالحسن کو میسرہ پر مقرر کیا۔ نربدا سے برہان پور تک چار دن کا راستہ ہے اور دکنیوں کے لئے یہ فاصلہ ایک دھاوے سے زیادہ نہیں تھا۔ اس لئے ان کے شب خون کے سدباب اور تدارک کا بھی پورا پورا انتظام کرلیا۔

جب سواری برہان پور کے قریب پہنچی تو خان خاناں اور دراب خاں خدمت میں باریاب ہوئے اور اطلاع دی کہ شاہی لشکر کی آمد کے باوجود دکنی چار پانچ کوس پر جم کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس وقت غنیم نے کافی قوت فراہم کرلی ہے۔ اس کی تمام امدادی فوجیں پہنچ چکی ہیں اور برسات میں بس دو مہینے رہ گئے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ دکن کی فوج کو فی الحال سامنے سے ہٹا کر پورنا ندی کے اس پار تک بھگا دیا جائے اور اطراف کی تمام فوجوں کے پہنچنے تک برسات کے دو تین مہینے اسی پورنا کے کنارے جو برہان پور سے چودہ پندرہ کوس پر ہے چھاؤنی ڈال دی جائے۔ جب بارش کم ہوجائے تو دشمن کے ملک میں داخل ہوکر اس کا قلع قمع کردیا جائے۔ شاہ جہاں نے جواب دیا۔ "تمہارا جو بہتر مشورہ تھا ہم نے سن لیا۔ اب جو ہم مناسب سمجھتے ہیں اس پر عمل کریں گے۔"

## فوجی ترتیب اور نظم و نسق

شاہجہاں نے سب سے پہلے دیوانی کے افسروں اور شاہی بخشیوں کو حکم دیا کہ ان منصب داروں کو جن کی جاگیریں دکنیوں کے قبضہ میں چلی گئی تھیں اور ان امیروں اور افسروں کو جن کی جاگیریں دور دراز فاصلوں پر ہیں۔ متصدیوں کی سند اور تصدیق کے بغیر ہی چھ ماہ کے واجبات اور تنخواہیں لشکر کے خزانہ سے ادا کردیں یا جہاں جہاں سرکاری خزانہ ہو واقف کارگماشتوں کو ہمراہ لے جاکر ان کی ادائیگی کرادی جائے اور سب پر پابندی لگادی جائے کہ جس کے پاس بھی گھوڑا، باربردار اور ہتھیار نہیں ہے وہ اس رقم سے خریدلے اور فراہم کرلے۔ دیکھ بھال اور نگرانی کے لیے شاہجہاں بذات خود عشاء کی نماز ادا کرنے تک مصروف رہتا تھا چنانچہ دو تین دن میں چالیس لاکھ روپیہ لشکر میں تقسیم کیا گیا اور تیس ہزار سوار پانچ نامدار امیروں کی سرکردگی میں تیار ہوگئے۔

بادشاہ نے تین فوجیں ترتیب دیں ایک کا کمان دار عبداللہ خاں کو دوسری کا دلاور خاں کو تیسری پر خواجہ ابوالحسن کو مقرر کیا۔ دو اور فوجیں راجہ بکرماجیت اور لہراسپ اور لہراسیم

کی سرکردگی میں بنائی گئیں شہزادہ کی سرکار کے سات ہزار سواروں کا دستہ علیحدہ تھا تمام فوجوں کا نظم ونسق راجہ بکر اجیت کے حوالہ ہوا اور ان سب پر سپہ سالار داراب خاں مقرر کیا گیا۔ دکن کی لڑائی کا سابقہ تجربہ یہ تھا کہ دکنی فوجیں عموماً لشکر کے عقب میں چنداول پر حملے کرتی تھیں اس لیے ہدایت دی کہ مذکورہ بالا پانچ فوجیں باری باری چنداول پر حفاظت کے لیے متعین رہیں۔ ان انتظامات کے بعد بادشاہ نے تمام سرداروں کو گھوڑا ہاتھی جواہر اور خلعت دے کر خوش دل کیا اور ان کو دکنیوں کی گوشمالی کے لیے رخصت کر دیا۔

**یاقوت حبشی سے مقابلہ**

جب یہ فوجیں دریائے تاپتی (تپتی) کو برہان پور سے چار پانچ کوس کے فاصلہ پر عبور کر کے آگے بڑھیں تو دوسرے تیسرے کوچ پر عنبر کے مشہور سپہ سالار یاقوت خاں حبشی نے ایک چھاپہ مار فوج کو لے کر چنداول پر حملہ کر دیا۔ اس وقت خواجہ ابوالحسن کی باری تھی یاقوت نے بڑا بھرپور حملہ کیا تھا اور پورے چنداول کو درہم برہم کر دیا تھا۔ مگر خواجہ ابوالحسن نے باوجود اس کے کہ دشمن تین گنا زیادہ تھا بڑی ثابت قدمی کا ثبوت دیا اور نہایت دلیری سے ان کی مدافعت کی۔ چنانچہ اس لڑائی میں پانچ سو دکنی مارے گئے اور بہت سے زخمی اور اسیر ہو گئے اور یاقوت خاں میدان سے بھاگ گیا۔ بادشاہی لشکر نے کافی مالِ غنیمت اکٹھا کر لیا۔ خواجہ ابوالحسن کے ہمراہیوں میں سے ایک قزلباش ودی بیگ ترکمان جسے دوبارہ خان کا خطاب عطا کیا گیا اور دوسرا شیر بہادر زخمی ہو گئے تھے مگر تعاقب کرتے ہوئے وہ دریائے پورنا سے جو برہان پور سے چودہ پندرہ کوس کی مسافت پر ہے آگے بڑھ گئے اور ملکاپور پر جا کر قیام کیا۔

**دکنی فوجوں کا حملہ**

ابھی لشکر کا (رہبیر) رسد اور باربرداری راستہ ہی میں تھی۔۔ داراب خاں اور راجہ بکر اجیت چھاؤنی ڈالنے کے لیے فوج کی ترتیب وتنظیم کے لیے گشت کر رہے تھے کہ نظام الملک کے کمان دار دلاور خاں اور آتش خاں چودہ پندرہ ہزار سواروں کے ساتھ اچانک لشکر پر آپڑے ایک طرف سے تو انھوں نے لشکر پر بان ٭ (آتشیں تیر) پھینکنے شروع کیے اور دوسری طرف رسد اور باربرداری کو لوٹنا شروع کر دیا۔ سارے لشکر میں ایک ہلچل اور افراتفری پیدا ہو گئی۔ بادشاہی افسروں نے بڑی سعی وجہد سے ان کا مقابلہ کیا دونوں طرف سے سخت جھڑپیں ہوتی رہیں اور کافی آدمی مارے گئے اور زخمی ہو گئے آخرکار دکنیوں کو پسپا ہونا پڑا دکنیوں نے دوبارہ رسد اور باربرداری پر حملہ کیا

اور پھر اپنے آدمیوں کو حوالہ مرگ کر کے بھاگ گئے۔

## دکنی فوج کی شکست

اب بادشاہی فوجوں نے "بالاگھاٹ دلیر" کو عبور کر لیا۔ اور نظام الملک کے علاقہ میں داخل ہو کر لوٹ مار شروع کر دی۔ ملک عنبر کے سردار جیسے یاقوت خاں، دلاور خاں حبشی، آتش خاں، جادو راؤ بینک د ؟) راؤ، سادھوجی بھوسلہ وغیرہ ایک دو فوجوں کو لے کر آگے بڑھے ان کی ایک اور فوج نے لشکر کو اطراف سے گھیرے میں لے کر بان چلانے شروع کر دیئے۔ راجہ بکرماجیت نے قدم جما کر مقابلہ کیا اور سادات بارہہ میں سے سید صلابت خاں، سید علی اور سید مظفر بھی راجہ کی مدد پر پہنچ گئے اور ایک خوں ریز لڑائی شروع ہو گئی ؎

یکے قلزم آہن آمد بہ موج
نہنگاں دراں جلوہ گر فوج فوج

جب دونوں طرف سے بہادری کے خوب خوب مظاہرے ہو گئے اور دکنی فوج کا ایک نامی گرامی سردار چتنگ راؤ اپنی ایک بڑی جمعیت کے ساتھ مارا گیا، سید علی بارہہ اور جمشید خاں حبشی بادشاہی صفوں میں کام آ گئے تو دکنیوں کا زور ٹوٹنے لگا۔ سید مظفر بارہہ جس کا خطاب "سید خان جہاں" ہو گیا تھا۔ بارہہ کے سیدوں میں بڑا نامور اور شہرت یافتہ سردار تھا، اپنے دو بھتیجوں کے قربان ہو جانے کے بعد بڑی بہادری سے لڑا مگر گھوڑے سے گر پڑا اور اپنی جان دیدی۔ اس معرکۂ کارزار کے نتیجہ میں دکنی میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

دکنی فوجوں کا طریقہ تھا کہ وہ شکست کھا کر بھاگتے ہوئے بھی پلٹ کر دشمن پر حملہ کر دیتی تھیں اس وقت بھی یاقوت خاں نے اچانک پلٹ کر ایک دوسری طرف سے بادشاہی فوج پر حملہ کر دیا اور ساری فوج کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ اس کے مقابلہ پر پانچ بادشاہی کمان دار اور شاہزادہ کی جمعیت خاص کے بہادر آگے بڑھے اور اپنی جاں نثاری کا پورا پورا ثبوت دیدیا۔ دشمن کی صفوں میں پھر انتشار پیدا ہو گیا اور عنبر کا نامی گرامی سردار فیروز خاں حبشی اس معرکہ میں مارا گیا۔ اس کے ساتھ سات سو آدمی موت کے گھاٹ اتر گئے۔ دکنیوں کی خیمہ گاہ کو فاتح فوج نے لوٹ لیا۔ دکھنی دوبارہ شکست کھا گئے۔ لیکن کوئی دن نہیں جاتا تھا کہ وہ جدال و قتال پر کمربستہ ہو کر نہ آتے ہوں۔

## کھڑکی پر خرم کا حملہ

بادشاہی فوجیں اسی طرح لڑتی بھڑتی آخر ماہ اردی بہشت میں "کھڑکی" سے جو بعد میں "خجستہ بنیاد اورنگ آباد" کے نام سے مشہور ہوا۔ چھ کوس کے فاصلہ پر پہنچ گئیں۔ رات بھر دشمن کے چھاپہ مار دستے لشکر کے اطراف چکر لگاتے رہے۔ جب صبح دوبارہ فوج سوار ہوئی تو دکنی سردار اور کماندار اپنی چھاپہ مار فوج کے ہزاروں سپاہیوں کو لے کر آگے بڑھے اور قزاقانہ حملے کرتے رہے۔ بادشاہی کمان داروں نے بھی حملے کرتے ہوئے ان کو اپنے ہتھیاروں کا نشانہ بناتے ہوئے پیش قدمی جاری رکھی۔ اس صورت حال سے عنبر گھبرا گیا اور اپنے مجبور و بے بس آقا نظام الملک کو معہ ساز و سامان کے دولت آباد کے قلعہ کے نیچے پہنچا دیا۔ اور چھاپہ مار فوجوں کو اطراف میں متعین کر دیا کہ وہ چھاپے مار کر شاہی لشکر کو پریشان کرتے رہیں اور تمام وسائل و ذرائع اور رسد وغیرہ کو منقطع کر دیں۔ بادشاہی لشکر نے "کھڑکی" پر حملہ کر کے سرکاری عمارتوں کو جلا دیا اور تین دن بعد دولت آباد کا محاصرہ کر لیا۔ اس دن غنیم کے سرداروں سے بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ اس معرکہ میں بادشاہی لشکر میں سے عبداللہ خاں نے بڑی اچھی کارگزاری کا ثبوت دیا اور دشمن سے خوب جم کر لڑائی کی۔ دکنی فوج کے بے شمار آدمی اس لڑائی میں کام آگئے۔

## قلعہ احمد آباد کا معرکہ

اس وقت دشمن کا دباؤ قلعہ احمد آباد پر بہت زیادہ بڑھ گیا تھا وہاں بادشاہی قلعہ دار خنجر خاں محصور تھا۔ دکنی فوجوں نے اس کی سخت ناکہ بندی کر رکھی تھی قلعہ میں ذخیرے ختم ہو چکے تھے۔ لہذا یہ طے پایا کہ دولت آباد کو چھوڑ کر احمد آباد کی طرف کوچ کر دیا جائے۔ اور وہاں عنبر کے داماد جوہر حبشی کے محاصرہ کو توڑ کر اسے بھگا دیا جائے اور قلعہ میں دوبارہ ذخیرہ بندی کر کے ناسک اور سنگمنیر سے جو شماسیر حاصل اور آباد علاقہ ہے فوج کشی کر دی جائے۔ اس منصوبہ کے مطابق بادشاہی فوجیں احمد نگر کی طرف کوچ کر گئیں۔ جب خنجر خاں قلعدار کو بادشاہی لشکر کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ ہمت کر کے قلعہ سے باہر نکلا اور جوہر حبشی پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ سے غنیم کے تقریباً ڈھائی سو آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے اور وہ قلعہ کے اطراف سے پسپا ہونے پر مجبور ہو گیا۔ جب بادشاہی فوجیں آب گنگا کے کنارے موتگی پٹن کے نزدیک نصف راہ طے کر کے پہنچیں تو ان کو اس واقعہ کی اطلاع ملی۔

اس دوران میں دکنی فوجیں بھی کافی اکٹھا ہو گئی تھیں۔ ادھر سے جوہر حبشی بھی ان

سے آگے بڑھ گیا تھا راستہ بھر یہ لوگ چھاپے مارتے رہتے۔ یہ حملے خاص طور پر لشکر کے کوچ کے وقت اور رات میں ہوتے تھے۔ ان کی سرکوبی کے لئے تین فوجیں ترتیب دی گئیں چار پانچ ہزار سوار رسد اور اسباب کی حفاظت پر رکھے گئے اور بقیہ فوج نے دلاور خاں اور آتش خاں پر جو پچیس ہزار فوج لے کر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے حملہ کر دیا دوسری طرف سے عبداللہ خاں راجہ بکرماجیت اور خواجہ ابوالحسن نے بھی حملہ کر دیا۔ اسی طرح دو مزید فوجیں دو اور سمتوں پر روانہ کی گئیں اس موقع پر بھی طرفین نے بڑی سخت لڑائی کی دکنیوں نے بڑی بہادری اور پامردی سے مقابلہ کیا مگر ان کو پسپا ہونا پڑا اسی وقت عنبر کی فوجیں شکست کے بعد دوبارہ تیار ہو کر آ گئیں اور جنگ کی آگ دوبارہ بھڑک اٹھی۔ اس مقابلہ میں بھی بکثرت آدمی مارے گئے اور زخمی ہو گئے۔ سارا دن لڑائی ہوتی رہی۔ خواجہ ابوالحسن اور راجہ بکرماجیت نے بڑی سعی و جہد سے کام لیا غنیم کے دو ہزار سے زیادہ آدمی مارے گئے۔ بادشاہی آدمی بھی بہت زیادہ کام آ گئے اور زخمی ہو گئے سخت مقابلے کے بعد جب دکنیوں کے ایک سردار اسیر ہو گئے تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

شاہزادہ نے صوبہ خاندیس کے پرگنوں پر قبضہ کرنے کے لئے دو فوجوں کو محمد تقی کی سرداری میں روانہ کیا تھا۔ ان فوجوں کو بھی دکنیوں سے سخت مقابلے کرنے پڑے۔ عرصہ تک جنگ کا پلہ ڈانوا ڈول رہا۔ آخر کار ان فوجوں نے اس سارے علاقہ پر جو ہاتھ سے نکل گیا تھا دوبارہ قبضہ کر لیا۔

## ملک عنبر سے مصالحت

عنبر کو جب پے در پے شکستیں ہوئیں اور اس کو معلوم ہوا کہ اب بادشاہی افواج ناسک اور ترنبک کی طرف بڑھ رہی ہیں تو وہ حواس باختہ ہو گیا اور اس نے شاہزادہ کی خدمت میں صلح کی عاجزانہ درخواست بھیجی اور اس بات کا شکوہ کیا کہ جب پہلی مرتبہ شاہزادہ کی دکن میں آمد ہوئی تھی تو اس نے عادل خاں (بیجاپور) کو اپنی عنایت سے نوازا تھا اور اس خاکسار کو قابل اعتنا نہیں سمجھا تھا اگر اس غلام کے قصور معاف ہو جائیں تو میں اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ آئندہ اطاعت و بندگی سے تجاوز نہ کروں گا اور حالیہ و سابقہ تمام نذر نذرانے سال بہ سال پابندی سے بھیجتا رہوں گا فی الحال پچاس لاکھ روپیہ بادشاہی گماشتوں کے حوالہ کرنے کو تیار رہوں اس کے علاوہ بادشاہی سرحدوں سے متصل چودہ پندرہ لاکھ سالانہ آمدنی کے محالات جو سابقہ مفتوحہ علاقوں کے سوا ہوں گے بنام سرکار واگذار کر دوں گا احمد آباد کے قلعہ میں رسد اور ذخیرے بھیجتا رہوں گا شہزادہ نے مذکورہ شرطوں پر مصالحت کر لی اور افضل خاں کو فتح کی عرض داشت اور عنبر

کی ور خواستیں دے کر مدائم ریس روانہ کر دیا۔ جہانگیر کو اس مبارک خبر سے بڑی خوشی حاصل ہوئی اور اس نے عنایت آمیز فرمان اور شاہ عباس کی کلغی افضل خاں کے ذریعہ بھجوائی۔ رخصت کے وقت افضل خاں کو خلعت دی اور شاہزادہ کو دیوان کی حیثیت میں مرصع قلمدان بھی عطا کیا۔ اسی زمانہ میں شاہ ایران کا سفیر قاسم بیگ نامہ و پیام تحف وہدایا لے کر حاضر ہوا تھا وہ ایک گھوڑا بھی لایا تھا جو فتح روم کی یادگار اور بڑا عمدہ گھوڑا تھا وہ گھوڑا بھی بادشاہ نے چند اور گھوڑوں کے ساتھ ولی عہد کے لئے افضل خاں کے حوالہ کر دیا۔

## ایک زنگا رنگ جشن طرب

اسی سال بادشاہ کو سانس پھولنے کا عارضہ ہو گیا۔ یہ مرض کشمیر سے واپسی کے بعد ہی شروع ہو گیا تھا مگر اس وقت علاج سے ٹھیک ہو چکا تھا اب دوبارہ اس شدت سے شروع ہوا کہ حکماء اور اطباء عاجز آ گئے۔ سلطان پرویز کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بغیر اجازت دار الحکومت چلا آیا اس کی اس حرکت پر بادشاہ ناراض ہو گیا جس وقت دکن کی فتح کی خوش خبری پہنچی۔ بادشاہ کو اس مرض سے نجات مل چکی تھی اور وہ صحت یاب ہو گیا تھا انہی دنوں سالگرہ کا جشن وزن منعقد ہوا۔ نورجہاں بیگم نے ان تین خوشیوں پر بڑے تزک واحتشام سے جشن منانے کی اجازت لے لی اور عیش ونشاط کے سارے سامان مہیا کئے گئے اور ایک شاندار جشن منعقد ہوا ارباب طرب نے دھوم مچا دی۔ تماشائیوں نے ان دلکش نظاروں سے لطف سرور حاصل کیا۔ فاسق تو فاسق زاہد بھی مدہوش وہم آغوش ہو گئے اور رقص مستانہ پر اتر آئے ؎

جلاجلہائی زنتن دخوش آہنگ
بپا بستند رقاصان گل رنگ
اصول تال با رقص آشنا شد
زہر سو چنگ دہر بط درلوا شد
رباب وعود ورود آمد بہ آہنگ
جہاں از نغمہ شد ہر مطرباں تنگ
مغنی پیشگاں دم ساز گشتند
بہاد شعلۂ آواز گشتند
پکھا وج ہم نوائے تال گردید
صدا درگنبد افلاک پیچید

زبس رنگیں بتاں رنگیں ادا شد
سراسر دستہا گلدستہا شد
چناں نالید ہر مطرب زبیداد
کہ آمد بند بند نئی بہ فریاد

ایک دنیا نے جوش وخروش سے اس جشن میں حصہ لیا۔ رنج وغم کو چنگ ورباب کی جھنکار نے کوچہ و بازار سے نکل جانے پر مجبور کردیا۔ ہر محلہ اور ہر گھر میں طرب وخوش باشی کی مستانہ وار پذیرائی ہونے لگی ؎

طرب می خورد رود در کوچہا گرد
زبدمستی در ہر خانہ واکرد

ہزارہا خلعتیں مستحقوں کو دی گئیں تھال بھر بھر کر زروجواہر لٹائے گئے۔ جب یہ کچھ عام وخاص سب کو ملا تو پھر امیر امراء کو کیا نہ کچھ ملا ہوگا۔ جہانگیر نے اپنے طور پر ایک عہد کر رکھا تھا کہ جب وہ باطناً شیخ سلیم چشتی کے معتقدوں میں سے ہے تو اس بارگاہ کی حلقہ بگوشی کا علانیہ اظہار بھی کرے گا چنانچہ اس جشن میں مروارید کے دو آویزے اس حلقہ بگوشی کے اظہار کے لئے کانوں میں ڈال لئے۔ اکثر امراء دربار نے بھی اس کی پیروی کی ؎

اگر شہ روز را گوید شب است ایں
بباید گفت اینک ماہ و پروین

جشن کے بعد سلطان پرویز کو اس کے صوبہ اور جاگیر پر بھیج دیا گیا اور بادشاہ نے وسط ماہ آبان میں کشمیر کے لئے کوچ کردیا۔ اسی دوران میں اطلاع ملی کہ راجہ جگت سنگھ کچھواہہ جو دکن میں متعین تھا فوت ہوگیا ہے۔ اس کی تلافی اس طرح ہوئی کہ دکن کا ایک بہترین سردار جادوراؤ شاہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور سرکاری ملازمت میں داخل کرلیا گیا ہے۔

**اعتماد الدولہ کا انتقال** نورجہاں کا باپ اعتماد الدولہ عرصے سے بیمار تھا۔ جب اس کی حالت بہت خراب ہوئی تو نورجہاں پریشان ہوگئی۔ بادشاہ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ جہانگیر خود اس کی عیادت کے لئے پہنچا۔ جیسے ہی وہاں سے وہ اٹھا مریض نے جان دیدی۔ اس کی موت پر جہانگیر بھی آبدیدہ ہوگیا۔ نورجہاں، اور اُس کے

بھائیوں کو تسلی دلاسا دیا اور مرحوم کے تمام متروکہ کو جس میں خزانہ اور اسباب تجمل وغیرہ سب شامل تھا۔ نورجہاں بیگم کو عطا کر دیا اور نوبت بجانے کا اعزاز بھی مرحمت فرمایا۔ چنانچہ نورجہاں کی نوبت نصف گھڑی پر بجائی جاتی تھی۔

**آتشیں بت**

جہانگیر مفتوحہ قلعہ کانگڑہ کے معائنہ کے لئے گیا وہاں ایک بت خانہ میں عجب تماشا تھا۔ بت کے سر میں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے اس علاقہ کے ہندو مسلمان بت کی کرامت اور خرق عادت سمجھ کر جوق در جوق چلے آرہے تھے۔ بادشاہ کو بعض گمراہوں نے بہکایا تو حکم دیدیا کہ اس بت کے سر پر سونے کا چتر بنا کر لگایا جائے۔

**خسرو کو زہر خورانی**

خواجہ ابوالحسن شاہ جہاں کے ہمراہ دکن میں تھا۔ اعتمادالدولہ کے انتقال کے بعد اسے دربار میں بلا کر وزارت کا مرصع قلمدان عطا کیا گیا۔ مگر اس نے خطاب قبول نہیں کیا۔ انھیں دنوں خسرو کو جو شاہزادہ شاہجہاں کے ہمراہ تھا بقول عزت خاں مولف "جہانگیر نامہ" زہر دیدیا گیا۔

**قندھار کا قضیہ**

انہی دنوں شاہ ایران نے قلعہ قندھار ایران کے حوالہ کر دینے کی دوستانہ درخواست بھیجی تھی۔ یاد ہوگا جس وقت ہمایوں بادشاہ ہندوستان سے پٹھانوں کے مقابلہ میں شکست کھا کر ایران گئے تھے اور قزلباشوں کی مدد سے قندھار پر حملہ کیا تھا اور قندھار کو ازبکوں کے قبضہ سے نکال لیا تھا۔ قندھار کے متعلق ایرانی دربار سے یہ معاہدہ ہو چکا تھا کہ قندھار فتح ہو جائے گا تو وہ ایرانی شاہزادہ محمد مراد کے حوالہ کر دیا جائے گا۔ چنانچہ فتح کے بعد قلعہ شاہزادہ کے گماشتوں کے حوالہ کر دیا گیا۔ لیکن (شدت سرما کے سبب) قزلباشوں سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ کابل فتح ہونے تک ہمایونی لشکر کے گھرانوں کو قندھار کے قلعہ میں ٹھیرنے دیا جائے۔ قزلباشوں نے یہ شرط قبول نہیں کی اسی دوران میں شاہزادہ مراد کا انتقال ہو گیا اس موقع کو غنیمت جان کر ہندوستانی امیروں نے دھوکہ دے کر قلعہ کو قزلباشوں کے قبضہ سے نکال لیا اور اس وقت سے وہ ہندوستانی مقبوضات میں شامل رہا۔ یہ پھانس ایرانی امیروں کے دل میں برابر کھٹکتی رہتی تھی اور وہ اس کی تلافی کے لئے ہمیشہ شاہ ایران سے مطالبہ کرتے رہتے تھے۔ لیکن بادشاہ اس ہتیلی برابر کہستان کے لئے دونوں حکومتوں کے درمیان رنجش پیدا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے جہانگیر کے پاس ایک سفارت بھیجی اور مروارید و جواہر کا ایک مرصع کچکول بھی بھجوایا اور اپنے امراء کے اصرار کو واضح کرتے ہوئے قلعہ قندھار

کی واپسی کی درخواست کی تاکہ وجہ تنازعہ باقی نہ رہے۔ آصف خاں اور نور جہاں نے تو شاہ ایران کے مطالبہ کی تائید کردی تھی۔ تاکہ باہمی نزاع ختم ہوجائے۔ مگر جہانگیر نے یہ معاملہ مشورہ کے لئے شاہجہاں کے پاس بھجوادیا۔ شاہزادہ نے عاقبت بینی سے کام لیتے ہوئے لکھا کہ۔ اگر اس کے بعد بھی ایران اس طرح کے مطالبات کرتا رہا تو باہمی خیر سگالی کا کہاں تک لحاظ رکھا جائے گا۔ مہابت خاں نے بھی اس مشورہ میں شاہزادہ کی تائید کی۔ اس لئے جہانگیر نے معذرت لکھ کر ایران کے سفیر کو واپس کردیا۔

---

## سترھواں سال

(جلوس کا سترھواں سال مطابق ۹ رجمادی الاولی ۱۰۳۱ھ)

یہ سال شورش و فساد کا تحفہ لے کر آیا۔ آغاز سال میں آصف خاں کو چھ ہزاری منصب اور چھ ہزار سوار کی ترقی ملی۔ ایران کے ایلچی زینل خاں کو چالیس ہزار روپیہ عطا کیا گیا۔ مہابت خاں کابل سے حضور میں آیا ہوا تھا اسے کابل رخصت کردیا گیا۔ اردی بہشت کے آغاز میں بادشاہ کی سواری کشمیر میں داخل ہوئی۔

**قندھار کا سقوط**

اسی زمانہ میں اطلاع پہنچی کہ شاہ ایران نے قندھار کے ارادہ سے کوچ کردیا ہے۔ ایرانی فوجیں بھی اطراف و اکناف اور خراسان سے حرکت میں آگئی ہیں۔ اس خبر پر شاہزادہ شاہجہاں کو زین العابدین کے ہمراہ جلد آنے کے لئے فرمان روانہ کیا گیا۔ خراسان سے شاہ عباس کی مسلسل پیش قدمی کی خبریں پہنچ رہی تھیں۔ قندھار کا قلعہ دار بھی برابر کمک طلب کررہا تھا۔ آخر کار ایک مختصر محاصرہ کے بعد قندھار کے سقوط کی خبر آئی۔

**خرم کی عرض داشت**

شاہجہاں کا جواب بھی زین العابدین لے کر آگیا۔ اس میں شاہزادہ نے اپنی کارگزاریوں کی ایک مفصل رپورٹ دی تھی کہ حسب الحکم اس نے کشمیر سے برہان پور تک یلغار کرتے ہوئے ایک ہزار کوس کا فاصلہ مختصر مدت میں طے کیا اور تھوڑی فوج لے کر دکن کی بڑی بڑی فوجوں سے جنگ کی اور جلد ہی تمام مخالفوں کی سرکوبی کرکے ایک سو پچیس کروڑ کی آمدنی والے علاقہ کو جو ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

دوبارہ شاہی قبضہ میں لے آیا۔ نظام الملک سے سابقہ پیش کش کے حساب میں پچاس لاکھ روپیہ وصول کئے اور اس علاقہ کے زمینداروں سے جرمانہ کی مد میں دس لاکھ روپیہ وصول کیا اور تمام سرکشوں اور مخالفوں کا پوری طرح قلع قمع کر دیا۔ اب جو حضور نے اس خیر خواہ کو قندھار کی مہم پر طلب کیا تو وہ بلا توقف برہان پور سے روانہ ہو گیا۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ لشکر دکن کی مسلسل یورشوں کے بعد ابھی تک تازہ دم نہیں ہو سکا ہے۔ پھر بارش کا موسم بھی آ گیا ہے۔ اس موسم میں مالوہ سے لشکر کا عبور کر جانا نہایت دشوار ہے۔ اس لئے ناچار مانڈو کے نواح میں کیمپ لگا دیا گیا ہے۔ جیسے ہی بارش ختم ہو گی اور ستارہ سہیل طلوع ہو گا۔ یہ فدوی کوچ بہ کوچ حضور میں پہنچ جائے گا۔ لیکن ایک درخواست یہ ہے کہ شاہ عباس کے مقابلہ کے لئے مکمل ساز و سامان، کامل اختیارات اور لشکر کے آذوقہ اور رسد کے اطمینان بخش انتظامات کی ضرورت ہے۔ اس غرض کے لئے ضروری ہے کہ ضلع پنجاب میں اس نیاز مند کو جاگیر عطا فرمائی جائے۔ اس عرض داشت پر جہانگیر نے صوبہ پنجاب کے بیشتر محالات کو ولی عہد کی جاگیر میں شامل کر دیا۔

**نور جہاں اور خرم کا اختلاف** اسی زمانہ میں ایک اور فتنہ اٹھ کھڑا ہوا۔ شاہجہاں نے دھول پور کا پرگنہ اپنی جاگیر میں شامل کرنے کی درخواست دی تھی۔ درخواست دینے کے بعد بامید منظوری اس نے دریا نامی افغان کو اس محال پر قبضہ کرنے کے لئے بھیج دیا۔ ادھر یہ قصہ ہوا کہ شاہزادہ کی عرض داشت پہنچنے سے پہلے ہی نور جہاں بیگم کی تجویز پر یہ پرگنہ بیگم کے داماد شہزادہ شہریار کو دیدیا گیا تھا۔ شہریار کا گماشتہ شریف الملک وہاں پہنچ کر پرگنہ کو اپنے انتظام میں لے چکا تھا۔ اب جو دریا خاں پہنچا تو قبضہ و اختیار پر مذاکرہ مجادلہ میں تبدیل ہو گیا اور لڑائی کی نوبت آ گئی۔ شریف الملک کی آنکھ میں تیر لگا اور پرگنہ پر دریا خاں نے قبضہ کر لیا۔ اس واقعہ کی اطلاع جب دربار میں پہنچی تو بیگم کو اس کا بہت رنج ہوا۔

**نور جہاں کی ریشہ دوانیاں** درحقیقت واقعہ یہ ہے کہ نور محل امور سلطنت پر بہت حاوی ہو گئی تھی۔ تدریجاً وہ اپنے اختیارات اور اقتدار کے تحفظ کی فکر میں رہتی تھی اور اسے صاف دکھائی دے رہا تھا کہ شاہزادہ (خرم) شاہجہاں کے ولی عہد بننے کے بعد ترازو کا پلہ دوسری طرف جھکتا جا رہا ہے۔ نور محل کو یقین تھا کہ بادشاہ کی آنکھیں

بند ہوتے ہی ساری بساط اُلٹ جائے گی اور اس کو کوئی جھوٹے منہ بھی نہیں پوچھے گا۔ اس صورت حال کے پیش نظر وہ برابر شہریار کو آگے بڑھانے کے لئے کوشاں رہتی تھی تاکہ وہ برسرِ اقتدار آجائے اور ملک کی باگ اس کے ہاتھوں سے نکلنے نہ پائے۔ چنانچہ اُس نے اپنے خیر خواہوں کا ایک گروپ بنایا اور ان کو وعدہ وعید سے اپنا معاون اور حامی بنا لیا۔ قندھار کی مہم کے سلسلہ میں بھی اس نے در اندازی کی اور کسی نہ کسی طرح بادشاہ کے ذہن نشین کرادیا کہ دوسرے فرزند حضور میں موجود ہیں۔ اب شاہجہاں کو اس دور دراز سے طلب کرنا جب کہ وہاں بھی اس کا رہنا ضروری ہے اور اس خدمت پر مامور کرنا کچھ مناسب نہیں بہتر یہ ہے کہ اس مہم پر شہریار کو مقرر کیا جائے۔ اس نے یہ تجویز پیش کرتے وقت اس بات کو نظر انداز نہیں کیا تھا کہ شہریار اس اہم ذمہ داری کو اٹھانے کی اہلیت نہیں رکھتا ہے اور اس بنا پر اس کا نام مسترد کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اُس نے یہ تجویز بھی رکھی کہ شہریار کے ساتھ مرزا رستم صفوی کو جو قندھار میں لڑ چکا تھا اور اس علاقہ سے بخوبی واقف تھا۔ اتالیق اور ذمہ دار بنا کر بھیجا جائے۔ شہریار کو اس مہم کی کمان دلانے کے لئے اس نے یہاں تک پیش کش کی کہ قندھار پر فوج کشی کے جملہ اخراجات وہ اپنے خزانہ سے ادا کرے گی۔ واضح رہے کہ بیگم کے ذاتی خزانہ میں کافی رقم جمع تھی۔ پھر بادشاہ نے اعتماد الدولہ کی ساری دولت بھی اُسے بخش دی تھی۔

**شہریار کی سرپرستی**

مختصر یہ کہ نورمحل نے اپنی دراندازیوں سے شہریار کو اس مہم پر مقرر کرادیا اور پنجاب کی جاگیر اور دوسری سیر حاصل جاگیریں جو شاہجہاں کے نام پر تھیں۔ باز یاب کرا کے شہریار کی تنخواہ میں واگذار کرادیں۔ بادشاہ نے شہزادہ کے نام فرمان بھجوا دیا کہ "جہاں تم پہنچے ہو اسی جگہ ٹھیرے رہو۔ تمہارے ہمراہ جو امدادی فوجیں ہیں ان کو جلد حضور میں روانہ کردو، تاکہ انھیں شہریار کے ہمراہ روانہ کیا جائے" دربار سے بادشاہی گماشتوں کو بھی مقرر کردیا گیا کہ وہ دکن میں متعینہ امیروں کو حضور میں لے آئیں۔ شہریار کو بارہ ہزاری منصب اور آٹھ ہزار سوار پر ترقی دیدی گئی اور مرزا رستم صفوی کی اتالیقی اور ہمراہی میں اس کو قندھار کے لئے رخصت کردیا گیا۔ مرزا رستم کو اس سے پہلے ہی بعض ضروری انتظامات کے لئے لاہور روانہ کردیا گیا تھا۔ بادشاہ نے کشمیر میں اعتقاد خاں کو مقرر کردیا۔ راجہ کشتوار کو بھی قید سے رہائی دیدی اور اس کو اس کے وطن کا علاقہ تفویض کردیا۔ البتہ زعفران زار کا محال اور شکار گاہ کا علاقہ بحق سرکار ضبط کر لیا گیا۔ ان انتظامات کے بعد بادشاہ نے کشمیر سے

لاہور کی طرف کوچ کردیا۔

**باپ کے نام بیٹے کا خط** جب شاہجہاں کے پاس یہ فتنہ انگیز احکام اور فرامین پہنچے تو وہ بہت برہم و آشفتہ ہوا اور اپنے دیوان افضل خاں کو مندرجہ ذیل خط دے کر دربار میں روانہ کردیا۔

"اس فرزند کو اپنے قبلہ و مرشد کی خدمت میں نصائح لکھنا کچھ زیب نہیں دیتا اور وہ اسے دنیا و آخرت کے وبال کا باعث سمجھتا ہے لیکن حضور پر اور دنیا کے ہر عاقل و دانشور پر یہ حقیقت بخوبی واضح ہے کہ خود غرضی اور حسد کے جذبات افلاطون کے مرتبہ کے آدمیوں کو بھی اپنی جگہ سے ہٹا دیتے ہیں تو ان بچاری عورتوں کا کیا ذکر جن کا دماغ عقل سے خالی اور جن کا دل رشک سے بھرا ہوا ہوتا ہے ؎

چراغ کذب را کا فروز روغن زن
بجز اشک دروغش نیست روغن
ازاں روغن چراغی چوں فروزد
بیک ساعت جہانی را بسوزد

خاص طور سے ملکی اور مالی امور میں عورتوں کی رائے پر عمل کرنا عقلا کے نزدیک ہمیشہ مذموم رہا ہے۔ خاص طور سے اس فدوی کے معاملہ میں کہ اُس نے پوری جدوجہد سے دکن کے کھوئے ہوئے علاقہ کو دوبارہ سرکاری قبضہ میں لے لیا اور ہمیشہ وہ خود کو ہر مہم پر قربانی کے بکرے کی طرح پیش کرتا رہا ہے اور کبھی کسی فرمان سے سرتابی نہیں کی۔ اب بھی اُس کے سامنے بجز اطاعت و جاں نثاری کے کچھ اور نہیں ہے۔ اپنی ان خدمات کے صلہ میں وہ شاہانہ عنایات کا امیدوار تھا مگر اس کے بجائے بادشاہ کی سرگرانی دشمنوں کی شماتت کا بہانہ بن گئی ہے منافقوں اور خود غرضوں کے بہکاوے میں آکر نیازمند کی جاگیروں کو اس ناخلف کے نام منتقل کردینا اور اپنے سودوزیاں میں فرق نہ کرنا

اور بغیر غور و تامل کے اس طرح کے اقدامات کرنا ان باتوں کو یہ
عاجز بجز بدقسمتی کے اور کس بات پر محمول کرے۔

شاہجہاں نے باپ کے نام یہ خط محض اس غرض سے لکھا تھا کہ جو ملال فتنہ پردازوں اور نور محل کی دراندازیوں سے بادشاہ کے دل پر بیٹھ گیا تھا دور ہو جائے اور ادب و لحاظ کی شرم درمیان میں رہے۔ معاملہ بغاوت اور فوج کشی تک پہنچنے نہ پائے۔ لیکن دربار میں شہریار اور بیگم کے پرورش کئے ہوئے مفسد بادشاہ کو گھیرے رہتے تھے۔ یہ رائی کا پہاڑ بنانے لگے اور شہریار کو اونچا اور خرم کو نیچا کرنے کی ریشہ دوانیاں شروع کر دیں۔ خرم چونکہ آصف خاں کا داماد تھا۔ اس لئے اس کو بھی شاہ جہاں کا طرف دار سمجھ کر ان فتنہ پردازوں نے بھائی اور بہن (نور محل) کے درمیان بھی اختلاف کی آگ بھڑکانی شروع کر دی مگر آصف خاں سمجھدار آدمی تھا۔ اس نے چغل خوروں کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی اور اس معاملہ میں سکوت اختیار کیا۔

## مہابت خاں کی طلبی

افضل خاں نے دربار میں پہنچ کر شہزادہ کی عرض داشت اور پیغام پہنچانے کی بڑی کوشش کی مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا وہ ناکام لوٹ گیا۔ اس اثناء میں شہزادہ کے نام دکن واپس جانے کے احکام صادر ہو چکے تھے۔ ان کے جواب میں شاہجہاں نے لکھا کہ

"ایک مرتبہ مجھے حضور میں آنے کی اجازت دی جائے تاکہ میں
اپنی بے قصوری کو ظاہر کر سکوں، اس کے بعد جو بھی حکم دیا جائے گا
میں تعمیل کروں گا۔"

دراندازوں نے اس بات کو بھی نافرمانی اور بغاوت پر محمول کرا دیا اور بادشاہ کو یہ مشورہ دیا کہ چونکہ مہابت خاں اور آصف خاں میں باہمی چشمک رہتی ہے۔ مہابت خاں دانا دشمن اور مزاج داں سپاہی ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ اسے حضور میں طلب کر کے شاہزادہ پرویز کے ساتھ شاہجہاں کے مقابلہ میں بھیجا جائے۔ چنانچہ بیگم نے مہابت خاں کی طلبی کے لئے فرمان پر فرمان بھجوائے۔ مہابت خاں بیگم کی اس ناعاقبت اندیشانہ کارروائی پر بڑا حیران ہوا کہ باوجود اس عقل و شعور کے وہ ہندوستان میں ایک بہت بڑا فتنہ برپا کرنے کا سبب بن رہی تھی اور اپنی غرض کے لئے وہ دنیا کو تہ و بالا کرنے پر تل گئی تھی۔ پھر اسے

یہ بھی شبہ تھا کہ یہ کوئی دام ہم رنگ زمیں تو نہیں جو مجھے ہی پھانسنے کے لئے بچھایا گیا ہو۔ ان وجوہ سے وہ اس مہم کو قبول کرنے میں متامل تھا اُس نے جواب میں لکھا۔

"اگر شاہجہاں کے اقتدار اور آبرو کو ملیامیٹ کرنے کا فیصلہ کرلیا گیا ہے جس سے سلطنت بھر میں خلل عظیم برپا ہوجائے گا تو پہلے آصف خاں کو دربار سے علیحدہ کردیا جائے تاکہ میں اس معاملہ میں قدم بڑھانے کی جرأت کرسکوں۔"

## خرم اور جہانگیر کی مراسلت

فتنہ پردازوں نے یہ شرط بھی مان لی اور آصف خاں کو حکم دیا گیا کہ وہ آگرہ جاکر شاہی خزانہ کا تمام غیر مسکوک چاندی سونا لے آئے۔ مہابت خاں کو قطعی اور تاکیدی حکم بھیج دیا گیا کہ وہ کابل میں اپنے لڑکے کو چھوڑ کر فوراً حضور میں آجائے۔ سلطان پرویز کو بھی شاہجہاں کے مقابلہ پر بھیجنے کے لئے محمد شریف وکیل کی نگرانی میں طلب کرلیا گیا۔ ان ہی دنوں جب کہ "ضیق النفس" کے عارضہ میں بادشاہ کی طبیعت خراب تھی۔ شاہجہاں کے پاس دکن واپس جانے کے لئے فرمان پہنچا۔ شہزادہ نے اس کے جواب میں صاف صاف لکھدیا کہ "میں بغیر حضور سے ملے ان خود غرض مدعیوں کی تجویز پر عمل کرنے پر آمادہ نہیں ہوں"۔ اس جواب کے بعد شاہزادہ وہیں ٹھیرا رہا۔ دکن واپس نہیں گیا۔ نور محل نے دوسرے فسادیوں کے ساتھ بادشاہ کو باور کرادیا کہ شاہ جہاں بغاوت اور سرکشی پر آمادہ ہوگیا ہے۔ بادشاہ نے موسوی خاں کو جو سخن شناسی اور زبان فہمی میں بے نظیر شخص تھا۔ شاہزادہ کے پاس روانہ کیا اور نصیحت آمیز مشفقانہ پیغام دیئے اور موسوی خاں کو ہدایت کردی کہ وہ شاہزادہ کے ارادوں سے اور ظاہرا حالات سے بخوبی واقف ہوکر لوٹ آئے۔

اسی دوران میں اعتبار خاں کا عریضہ آگرہ سے پہنچا۔ اعتبار خاں آگرہ میں نور محل کا کارندہ تھا۔ اس نے اطلاع دی تھی کہ شاہجہاں پوری تیاری کرکے مانڈو سے آگے بڑھ چکا ہے۔ آصف خاں کا خط بھی وارد ہوا۔ خزانہ اور دیوان آگرہ کے وائض کے ساتھ پہنچا کہ "اس ہنگامہ وفساد کے زمانہ میں قلعہ آگرہ سے خزانہ کو باہر نکالنا قرین مصلحت نہیں"۔ ان دنوں شاہجہاں کی بغاوت کی خبریں کوچہ وبازار ہر جگہ پھیل گئی تھیں۔

موسوی خاں شاہجہاں کے پاس سے قاضی عبد العزیز کے ہمراہ یہ جواب لے کر آیا۔

"میری آرزو تو یہی ہے کہ حضور والا کے دل پر فتنہ پردازوں کی
دراندازی اور بیگم کی نامہربانی سے جو غبار بیٹھ گیا ہے وہ میرے اظہار
عقیدت سے دھل جائے اور ادب و لحاظ کا پردہ درمیان سے
اُٹھنے نہ پائے۔ حضور میری جاگیروں کو بحال کردیں ورنہ میں
حضور کی خدمت میں اچانک پہنچ کر قدم بوسی کا شرف حاصل
کروں گا اور اپنی بے تقصیری ثابت کروں گا اس کے سوا میری
اور کوئی غرض نہیں ہے۔"

اس کا بھی کوئی اثر نہ ہوا بادشاہ نے شاہجہاں کے فرستادہ قاضی عبدالعزیز کو باریابی کی اجازت نہیں دی اور اسے مہابت خاں کے حوالہ کردیا۔

**خرم کے حامیوں کا قتل**

انہی دنوں ارباب غرض نے مہابت خاں کے ذریعہ عرض کیا محرم خواجہ سرا، خلیل بیگ، فدائی خاں میر تزک اور ذوالقدر خاں شاہجہاں کے وکیل معتقد خاں کے ذریعہ شاہجہاں سے مراسلت کرتے رہتے ہیں۔ مہابت خاں نے ان پانچوں کے قتل کا مشورہ دیا تھا مگر فدائی خاں اور ذوالقدر خاں نے کلام اللہ کی قسمیں کھائیں اور اپنی بے تقصیری پر اصرار کرکے قتل سے نجات پالی مگر قید کردیے گئے البتہ بقیہ تینوں کے لئے قتل کا حکم صادر ہوگیا۔

**خرمؒ کے مقابلہ پر پرویز کا تقرر**

ان واقعات کے بعد جہانگیر نے دارالحکومت کی طرف تیزی سے کوچ کردیا۔ خان جہاں اور دوسرے امیر بھی حسب طلب جگہ جگہ سے حضور میں پہنچ گئے۔ حکم ہوا کہ شاہزادہ کے باقی محالات اور جاگیرات بھی تبدیل کرکے شہریار کے نام کردیئے جائیں حسب الحکم عبداللہ خاں بھی۔ سادات بارہہ کی ایک جماعت کو لے کر شہزادہ کے پاس سے اٹھ گیا اور دربار میں پہنچ گیا۔ بادشاہ نے عبداللہ خاں کی سرداری میں ایک فوج کو سلطان پرویز کا ہراول بنا کر شاہجہاں کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ بادشاہ کے دہلی پہنچنے تک آصف خاں اور نوازش خاں ولد سعید خاں بڑے بڑے راجاؤں اور معتمد امیروں کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوگئے جب شاہجہاں کو معلوم ہوا کہ اُس کے خلاف بادشاہی فوج متعین کردی گئی تو اس نے چاہا لشکر سے علیحدہ ہوکر جریدہ باپ کی خدمت میں پہنچ جائے اور ان تہمتوں کا سدباب اصلاح کی راہ نکالے لیکن اس وقت حالات اس درجہ پر

پہنچ چکے تھے کہ اس طرح جانا قرین صواب نہ تھا اس لئے عبداللہ خاں کے مقابلہ میں داراب خاں راجہ بکرماجیت اور راجہ بھیم کی سرکردگی میں اس نے چند ہزار سواروں کو متعین کیا اور خود دکن کی طرف چلا گیا۔

---

## اٹھارواں سال

(جلوس کا اٹھارواں سال مطابق ۱۷ جمادی الاول ۱۰۳۲ھ)

اٹھارویں سال کا آغاز بزم و نشاط کے بجائے رزم و پیکار میں ہوا۔ بادشاہ کو اطلاع ملی کہ جب شاہجہاں کو قاضی عبدالعزیز کے گرفتار ہو جانے اور عبداللہ خاں کے مقابلہ پر متعین کئے جانے کی خبر پہنچی تو وہ ایک فوج کو مدافعت کے لئے متعین کر کے بے راہ راستہ سے دکن چلا گیا ہے۔ بادشاہ نے بیگم کی تجویز پر عبداللہ خاں کو خواجہ ابوالحسن، لشکر خاں، اور نوازش خاں اور دوسرے امراء کے ساتھ شاہجہاں کی سرکوبی کے لئے روانہ کر دیا۔ بادشاہی فوج کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کل فوج پچیس ہزار سواروں پر مشتمل ہے۔

**بکرماجیت کی ہلاکت** بادشاہی فوج شاہزادہ کے متعینہ لشکر سے مقابلہ کرنے مالوہ میں داخل ہو گئی۔ لیکن جیسے ہی دونوں فریق ایک دوسرے کے مقابل آئے عین صف بندی کے وقت عبداللہ خاں اپنی جمعیت کو لے کر شاہی لشکر سے نکل گیا اور شاہجہانی لشکر سے جا کر مل گیا۔ بکرماجیت ہراول پر تھا۔ اس نے عبداللہ خاں کو اپنی جگہ پر متعین کر دیا اور خود یہ خوش خبری پہنچانے کے لئے داراب خاں کے پاس جانا چاہا مگر جیسے ہی اس نے اپنی باگیں پھیریں۔ بندوق کی ایک گولی اسے آکر لگی اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ راجہ بکرماجیت کے مارے جانے اور عبداللہ خاں کے اس طرف چلے آنے سے دونوں لشکروں میں بڑی بے ترتیبی اور افراتفری پھیل گئی تھی۔ اس عالم میں شاہجہاں کے کمان داروں نے بڑی جد و جہد کی اور پہلے ہی حملہ میں میدان پر قابو پا لیا بادشاہی لشکر میں زبردست خاں۔ شیر حملہ سادات کی ایک جماعت کے ساتھ کام آگیا اور سید ہاشم بارہہ زخمی ہو کر گرفتار ہو گیا۔ لیکن جلد ہی دونوں لشکر جدا ہو کر متفرق ہو گئے۔

**خرم کی واپسی** مہابت خاں نے شاہجہاں کی دکن کو واپسی کی خبر ملنے سے پہلے ہی قاضی عبدالعزیز

سے شاہجہاں کے نام ایک خط لکھوایا تھا کہ • بادشاہ فرما رہے تھے کہ ہم نے مہابت خاں سے کہدیا ہے کہ جیسے ہی شاہزادہ کی دکن کو واپسی کی خبر پہنچے گی ہم بدستور سابق محال وجاگیر بحال کردیں گے •‌ پھر بادشاہ کی مہر خاص سے اس مضمون کا ایک شقہ بھی جاری کردیا گیا۔ شاہجہاں پہلے ہی سے فتنہ وفساد پر راضی نہ تھا، اور ان تحریروں کے آنے سے قبل ہی وہ دکن کی طرف لوٹ گیا تھا۔ اسے ان مدعیان غرض کی باتوں کا قطعاً اعتبار نہ تھا۔ تاہم وہ باپ سے جنگ کرنا کفر سمجھتا تھا۔ اس لئے اتمام حجت کی خاطر اس نے واپسی کی راہ عاجلانہ طور پر طے کی اور اطاعت امر کے اظہار و اقرار کے لئے دربار شاہی کو اچھا جواب بھیج دیا۔

## پرویز کی دکن کو روانگی

بادشاہ کے دہلی پہنچنے کے بعد نور محل اور دوسرے ہنگامہ پسندوں نے بادشاہ کو اجمیر جانے پر آمادہ کرلیا اسی درمیان میں شاہزادہ پرویز حضور میں پہنچا یہ خبر بھی ملی کہ مرزا بدیع الزماں ولد مرزا شاہ رخ کو جو احمد آباد کی جاگیر پر متعین تھا اس کے بھائیوں نے غافل پاکر قتل کردیا بادشاہ نے حکم دیا قاتلوں کو جاگیر سے بے دخل کر کے قید کردیا جائے۔ اس کے بعد شاہزادہ پرویز کو مہابت خاں کی ہراولی اور اتالیقی میں دوسرے امراء کے ساتھ شاہجہاں کے تعاقب میں رخصت کیا فوج کے لئے بیس لاکھ روپیہ بھی مرحمت فرمایا۔ صوبۂ احمد آباد بھی شاہجہاں کی جاگیر سے نکال لیا گیا اور وہاں خسرو کے بیٹے داور بخش کو خان اعظم کی اتالیقی میں متعین کردیا۔ آصف خاں کو بنگالہ کا صوبہ دار بنایا گیا۔ اعتبار خاں قلعہ آگرہ کی نگہبانی پر متعین تھا۔ نور محل کی سفارش پر اسے چھ ہزاری کا اضافہ دیا گیا۔ اسی سال جہانگیر کی والدہ کا انتقال ہوگیا۔

## احمد آباد کی لڑائی

اسی زمانہ میں عبداللہ خاں اور احمد آباد کے دیوان صفی خاں کے مابین ایک سخت جنگ ہوئی جس میں عبداللہ خاں نے شکست کھائی۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ راجہ بکرماجیت کے انتقال پر شاہجہاں نے احمد آباد کی صوبہ داری عبداللہ خاں کو دیدی۔ احمد آباد میں راجہ نے اپنا نائب کہتر داس کو مقرر کیا تھا اس نے احمد آباد کا خزانہ مرصع تخت اور الماس کا پرتلہ وغیرہ شاہجہاں کے حسب الحکم حضور میں بھیجنے کو تیار کر رکھا تھا۔ عبداللہ خاں نے اپنے ایک نائب خواجہ سلر وفادار نامی کو احمد آباد بھیجا۔ وہ کہتر داس کو مع خزانہ کے روانہ کرنے کا حکم لے کر آیا تھا۔ یہ حکم احمد آباد کے دیوان صفی خاں کے نام جو شاہجہاں کا ہم زلف ہوتا تھا بھیجا گیا تھا مگر صفی خاں بادشاہ سے

وفاداری پر قائم تھا اور شاہجہاں کی بغاوت میں حصہ لینا نہیں چاہتا تھا اس لئے اُس نے اپنے ولی نعمت ناہر خاں نامی کے ہمراہ احمد آباد پر متعین دوسرے نامی گرامی افسروں کے ساتھ خفیہ ساز باز کی اور ان سب کو لے کر احمد آباد سے نکل آیا۔ مشہور یہی کیا کہ وہ شاہزادے کی خدمت میں جا رہا ہے مگر احمد آباد سے نکلتے ہی وہ شاہجہاں کے خلاف جمعیت اکٹھی کرنے میں مصروف ہو گیا۔ محمد صالح فوج دار شاہجہاں کا حامی تھا۔ اُس کو جب صفی خاں کی اس حرکت کی اطلاع ملی تو اس نے کنہر داس سے مشورہ کیا اور دس لاکھ روپیہ کی اشرفیوں کا خزانہ مرصع پر تلہ اپنی تحویل میں لے لیا۔ اور صفی خاں کو اس کی اطلاع ہونے تک شاہجہاں کے پاس روانہ ہو گیا۔ البتہ وہ اپنے ساتھ تخت نہ لے جا سکا۔

صفی خاں امرائے شاہی کی مدد سے شہر میں داخل ہو گیا اور عبداللہ خاں کے نائب وفا کو گرفتار کر لیا۔ پھر اس نے تخت مرصع کو توڑ کر اس کا سونا اتار لیا اور جو خزانہ اُس کے پاس رہ گیا تھا اور جو وہ فراہم کر سکا تھا اس کی ساری رقم فوج میں تقسیم کر دی اور بادشاہ کی طرف سے شہر احمد آباد کا نظم و نسق سنبھال لیا۔ جب عبداللہ خاں کو اس کی اطلاع ملی تو وہ شاہجہاں سے رخصت لے کر روانہ ہوا اپنی بہادری کے گھمنڈ میں اس نے صفی خاں کو کوئی اہمیت نہ دی جو اس وقت کمک کا محتاج تھا اور لشکر کو بھی اکٹھا نہیں کیا۔ بس یلغار کرتے ہوئے بروڈہ تک جو احمد آباد سے چالیس کوس پرے ہے پہنچ گیا۔ وہ بھول گیا کہ غرور کا سر نیچا ہوتا ہے اور ع

دشمن نتواں حقیر و بیچارہ شمرد

## عبداللہ خاں کی شکست

اس کے مقابلہ پر صفی خاں بھی ناہر خاں کے ساتھ اس جمعیت کو لے کر جو اس کے ہمراہ تھی۔ احمد آباد سے نکلا اور بروڈہ میں عبداللہ خاں کے مقابل پہنچ گیا۔ فریقین میں دو مرتبہ سخت لڑائی ہوئی اور دونوں مرتبہ عبداللہ خاں کو شکست ہوئی صفی خاں نے سلطان پور تک اس کا تعاقب کیا اور اس کے لشکر کو بری طرح تاخت و تاراج کر دیا عبداللہ خاں لٹا پٹا بہ مشکل خود کو شاہجہاں کے پاس پہنچا سکا۔ صفی خاں نے ان واقعات کی ساری روداد بادشاہ کے حضور روانہ کر دی بادشاہ نے صفی خاں کو جو صرف سات سو کا کمان دار تھا۔ تین ہزاری کا منصب عطا کر کے سیف خاں کا خطاب عطا فرمایا۔ ناہر خاں کو بھی نو سو کی کمان داری سے تین ہزاری پر

ترقی ملی۔ اللہ کی مشیت و رضا کے کیا کہنے ! عبداللہ خاں جیسا امیر کہ اس کی شجاعت کا ڈنکا چاروں طرف بج رہا تھا اور جس کے نام سے شیروں کے دل بھی دہل جاتے تھے۔ صفی خاں جیسے معمولی افسر کے ہاتھوں جو کسی قسم کا سرو سامان نہیں رکھتا تھا اور اس کا عدم و وجود عبداللہ خاں کی نظر میں برابر تھا۔ ایسی شکست فاش اٹھا کر بھاگا اور یہ کارنامہ صفی خاں کی آبرو مندی اور ترقی مدارج کا سبب بن گیا۔ غالباً یہ اسی بات کا وبال تھا کہ عبداللہ خاں نے اپنے ولی نعمت سے نمک حرامی کی تھی اور عین معرکۂ کارزار میں شاہجہاں سے جا کر مل گیا تھا۔

**پرویز کی ناکہ بندی**

شاہجہاں جب مانڈو سے جا چکا تھا اس وقت اس کو دربار سے سلطان پرویز کے مقرر ہونے کی اور بکرماجیت کے مارے جانے کی اطلاعات ملی تھیں۔ اس نے رستم خاں کو جو قدیم نمک خواروں میں سے تھا اور اسے شاہجہاں نے تین بیسی کی ملازمت سے پانچ ہزاری منصب تک پہنچایا تھا امراء کی ایک جماعت کے ساتھ بادشاہی ہراول کا راستہ روکنے کے لئے متعین کیا مگر رستم خاں نے سلطان پرویز کی فوجوں کے پہنچنے سے پہلے ہی خط و کتابت کر کے مہابت خاں سے سازباز کر لی اس کے ہمراہ جو فوج اور سردار تھے وہ واپس شاہجہاں کے پاس چلے آئے۔ شاہجہاں نے اکبر پور کی گذرگاہ کو عبور کیا اور وہاں جتنی کشتیاں تھیں سب کو جمع کیا اور گھاس اور لکڑیاں اکٹھا کر کے ان کشتیوں کو جلا دیا اور ملاحوں کے سرداروں کو قید کر کے اپنے ساتھ لیتا گیا۔ تاکہ دشمن کشتیوں کو استعمال نہ کر سکے۔ گھاٹ پر بیرم بیگ بخشی کو ایک جمعیت کے ساتھ ناکہ بندی کے لئے مقرر کر دیا۔ اس وقت بارش کا موسم بس سر پر آ گیا تھا اور اس کے یہ انتظامات بروقت تھے۔ ان انتظامات کے بعد وہ برہان پور چلا گیا۔

**خان خاناں کی نظربندی**

شاہجہاں نے برہان پور پہنچتے ہی قلعہ آسیر کو بڑے تدبیر اور منصوبہ سے اپنے تصرف میں لے لیا اور راجہ گوپال سنگھ کو وہاں کی قلعہ داری پر مقرر کر دیا۔ اسی اثناء میں مہابت خاں کے نام خان خاناں کا لکھا ہوا ایک پرچہ شاہزادہ کے ایک آدمی کے ہاتھ لگ گیا اس میں خان خاناں کا یہ شعر درج تھا ؎

صد کس بہ نظر نگاہ می دارندم
ورنہ بپرید می زبے آرامی

جب یہ پرچہ شاہجہاں کے ملاحظہ میں آیا تو اُس نے خان خاناں کو بلایا اور اس کے ہاتھ میں وہ پرچہ دے دیا۔ خان خاناں کا چہرہ عرقِ ندامت سے تر بتر ہوگیا، جواب کچھ تھا نہیں خاموش رہا۔ شاہجہاں نے حکم دیا کہ اس کو بیٹوں سمیت دولت خانہ سے متصل نظربند کردیں۔ اب تو واقعی اس کا شعر اس پر منطبق ہوگیا اسی لئے کہتے ہیں۔ ع

مزن فال بد کا ورد حال بد

اُسی کے شعر کے مطابق شاہزادہ نے ایک سَو آدمی اس کی نگرانی پر مقرر کردیئے۔ آسیر پر قبضہ کے بعد شاہجہاں نے اپنے حرم کی عورتوں کو نا اندازِ ضرورت سامان کے ساتھ قلعہ میں ٹھیرا دیا اور برہان پور جاکر پڑاؤ ڈال دیا۔

## مہابت خاں کی سازش

جب سلطان پرویز اور مہابت خاں دریا کے کنارے پہنچے تو وہاں کشتیاں موجود نہیں تھیں، دریا پورے چڑھاؤ پر تھا اور تمام گذرگاہیں بند تھیں۔ مہابت خاں بڑا زیرک اور تجربہ کار سپاہی تھا اُس نے خوب سوچ کر ایک چال چلی۔ اُس نے خان خاناں کے نام ایک خط لکھا، حالانکہ اُسے معلوم تھا کہ خانخاناں نظربند کردیا گیا ہے۔ یہ خط اس انداز سے لکھا کہ اس میں خان خاناں سے کسی لگاوٹ کا شبہ نہ پیدا ہو اور وہ خان خاناں کے متعلق مزید بدگمانی پیدا نہ کرے۔ اس خط کا مضمون کچھ اس طرح کا تھا۔

> یہ بات بہر حال واضح ہے کہ شہزادہ کے پیشِ نظر بجز باپ کی اطاعت اور رفعِ فساد کے کچھ اور نہیں ہے جو مدعیانِ دولت ان درانداز یوں میں شریک ہیں اور اپنی گرمیٔ بازار کا سامان کر رہے ہیں وہ لازماً اپنے کرتوتوں کی سزا پر پہنچ کر رہیں گے۔ میں اگرچہ وہاں آنے سے مجبور ہوں، مگر ملک کی اصلاح اور خلقِ خدا کے امن و امان کے لئے کوشش کرنا خود پر اور مسلمانوں پر واجب جانتا ہوں۔ اگر آپ یہ باتیں شاہزادہ بلند اقبال کے ذہن نشین کرا دیں اور کسی معاملہ فہم وفادار آدمی کو روانہ کریں تو باہمی مذاکرات کے ذریعہ اس فتنہ و فساد اور جدال و قتال کو ختم کرنے کی سعی کی جائے تاکہ باپ اور بیٹے میں پہلے سے زیادہ وابستگی پیدا ہوجائے نور محل بھی

نادم ہو کر دل صاف کرے اور شاہزادہ کی جاگیرات اضافہ کے ساتھ بحال کرا دی جائیں:

خط میں اس مضمون کی تائید میں بڑی صلح آمیز باتیں، عہد و پیمان اور کلام پاک کی قسمیں درج تھیں۔ پھر اس نے ایسی تدبیر کی کہ یہ خط شاہجہاں کے ہاتھ میں چلا جائے اور وہ اس کو پڑھے۔ جب شاہجہاں نے اس کا مطالعہ کیا تو چونکہ وہ پہلے ہی سے مصالحت کا اور اس جھگڑے کو ختم کرنے کا خواہش مند تھا مہابت خاں کی باتوں کو اپنے منشا کے مطابق پاکر مذاکرات کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اس کام کے لئے خان خاناں سے بہتر کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا۔ لہٰذا اسے نظر بندی سے نکالا اس کی دل دہی کی اور کلام پاک کی قسم دلا کر اسے اس نمائندگی متعین کر دیا۔ البتہ اس کے دونوں بیٹوں کو اپنی نگرانی میں رکھ لیا۔ مہابت خاں کے پاس خان خاناں کو رخصت کرتے وقت اس کو پابند کیا کہ وہ دریا کے اسی کنارے ٹھیر کر مہابت خاں سے عہد و پیمان استوار کرنے کی کوشش کرے۔

**مہابت خاں کی چال** جب خان خاناں اکبر پور کے گھاٹ پر پہنچا تو صلح کی خبریں سب لوگوں میں پھیل چکی تھیں۔ بیرم بیگ کے جو آدمی گھاٹ کی ناکہ بندی پر متعین تھے۔ مصالحت کی ان خبروں سے مطمئن ہو گئے اور ان کی ناکہ بندی کے انتظامات میں قدرتی طور پر کچھ ڈھیل پیدا ہو گئی۔ جب خان خاناں گھاٹ پر آکر ٹھیر گیا اور صلح کے مراسلے آنے جانے لگے تو مہابت خاں نے ایک مقام پر، جہاں دریا کا پاٹ چھوٹا تھا اپنے چار پانچ ہزار دلیر سواروں کو راتوں رات ٹھیرا دیا۔ اور دوسری طرف کچھ بانا روالوں اور ناکارہ سواروں کو متعین کیا کہ وہ مشعل، بندوقیں چھوڑتے ہوئے دریا کو عبور کرنے کی کوشش کریں تاکہ بیرم بیگ کی فوج اس طرف متوجہ ہو جائے اور جب تک کہ وہ حقیقت حال سے واقف ہو کر پلٹے۔ دو تین دستے ادھر سے عبور کر کے خان خاناں کے پاس پہنچ جائیں۔ مہابت خاں کی یہ تدبیر کارگر ہوئی۔ جب معاملہ بیرم بیگ کے قابو سے نکل گیا اور وہ غنیم کو روکنے سے قاصر رہ گیا تو ناچار برہان پور کی طرف لوٹ گیا۔ خان خاناں بھی مصلحت وقت دیکھ کر اپنے عہد و پیمان سے پھر گیا اور اس نے کلام اللہ کی جو قسمیں کھائی تھیں۔ وہ سب بغیر ڈکار لئے ہضم کریں اور مہابت خاں کی فوج سے رل گیا۔

**خرم کا دکن سے فرار** شاہجہاں کو جب اس سانحہ کی اطلاع ملی تو اس نے برہان پور

میں ٹھیرنا مناسب نہ جانا اور نہایت سراسیمہ و پریشان گلکنڈہ (گولکنڈہ) کے راستے سے بنگالہ جانے کا ارادہ کر لیا۔ اس وقت بڑی سخت بارش ہو رہی تھی۔ ندی نالے سب طغیانی پر تھے۔ اس لئے وہ ٹھیر ٹھیر کر کوچ کرتا رہا۔ مصیبت میں کون کس کا ساتھ دیتا ہے ایک ایک کر کے تمام حوالی موالی ساتھ چھوڑتے گئے اور مہابت خاں سے اور سلطان پرویز کے لشکر سے جا ملے۔ سلطان پرویز کو جب شاہجہاں کے فرار کی خبر ملی تو اس نے سارے لاؤ لشکر کو وہیں چھوڑا اور تیزی سے دریا کو عبور کر کے برہان پور پہنچ گیا اور بہار کی سرحد تک چند منزل اس کا تعاقب کر کے لوٹ آیا۔

## کشمیر کو روانگی

جہانگیر کو جب شاہجہاں کی ہزیمت کی خبر ملی تو وہ قدرے مطمئن ہو گیا چونکہ دارالخلافہ کی گرمی اور دہلی کی آب و ہوا سے وہ بیزار تھا اور اسے کشمیر کی آب و ہوا ہی موافق آتی تھی۔ لہٰذا وہ آذر کے اوائل میں کشمیر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اگرچہ اس وقت تک ملکی حالات کی طرف سے پوری طرح خاطر جمعی نہ ہو سکی تھی۔ اس وقت بادشاہ نے بنگالہ میں آصف خاں کے قیام کو خلاف مصلحت سمجھا کیونکہ وہ شاہجہاں کا حامی سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے دربار میں اس کی طلبی کے احکام روانہ کر دیئے۔

## سید جعفر اور محمد جعفر کی لڑائی

دکن سے اطلاع ملی کہ جب شاہجہاں گلکنڈہ (گولکنڈہ) کی سرحد پر پہنچا تو قطب الملک نے اس کی پذیرائی کی اور تحفے نذرانے بھیجے اور اپنی سرحد سے اس کے گذرنے کا انتظام کرا دیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح دوسرے بڑے بڑے سردار شاہجہاں کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ محمد جعفر ولد افضل خاں دیوان بھی تعلقہ تلنگانہ کے قریب پہنچنے کے بعد اپنے فرزندوں کو ساتھ لے کر جدا ہو گیا۔ شاہجہان نے اسے واپس لانے کے لئے سید جعفر نامی کو ایک جمعیت کے ساتھ مقرر کیا۔ جب یہ دونوں جعفر ایک دوسرے سے ملے تو سید جعفر نے بڑی کوشش کی مگر محمد جعفر اس کے جھانسوں میں نہیں آیا۔ آخر کار دونوں کے درمیان لڑائی چھڑ گئی۔ دونوں بڑی بہادری سے لڑے اور ایک دوسرے کے ہاتھوں سے ہلاک ہو گئے۔

# اُنیسواں سال

(جلوس کا اُنیسواں سال مطابق ۹ ربیع الاول ۱۰۳۳ھ)

جب اس بات کی تحقیق ہو گئی کہ شاہجہاں بنگالہ کی طرف ہی گیا ہے تو بادشاہ نے پرویز کے نام حکم بھیجا کہ وہ دکن کے بندوبست سے فارغ ہوتے ہی شاہجہاں کے تعاقب میں بنگال کی طرف جائے۔ خان جہاں لودھی کو جہانگیر نے آگرہ میں متعین کیا کہ جس طرف بھی اس کی ضرورت ہو، وہ جانے کے لئے تیار رہے۔ اس فرمان کے آنے پر سلطان پرویز شاہجہاں کے تعاقب کی تیاریاں کرنے لگا۔ کوچ کے وقت طے پایا کہ مہابت خاں دکن کے نظم و نسق کے لئے کچھ عرصہ تک برہان پور میں ٹھیرا رہے اس کے بعد وہ حیدر آباد اور برہان پور کی سرحدوں کے درمیانی مقامات پر پہنچ جائے۔

**دکن کا جدید بندوبست**

قاضی عبدالعزیز شاہی، مہابت خاں کی قید میں تھا چونکہ وہ کارداں اور قابل آدمی تھا اس لئے مہابت خاں نے اسے رہا کر دیا اور اسے عادل خاں (عادل شاہ بیجاپور) کے پاس سفیر بنا کر بھیجا۔ قاضی نے سفارت کے فرائض بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیئے چنانچہ عادل خاں پہلے سے کہیں زیادہ مطیع اور تابعدار بن گیا۔ یہ قرار داد بھی ہو گئی کہ ملا محمد لاری جو بیجاپور کا نہایت سمجھدار، بہادر وزیر تھا پانچ ہزار سواروں کے ساتھ مہابت خان کے پاس آجائے گا۔ تاکہ برہان پور کے نظم و نسق کے بارے میں ایسا بندوبست طے پا جائے جس کے بعد شاہجہاں کی طرف سے کسی فتنہ انگیزی کا اندیشہ باقی نہ رہے۔ اسی دوران میں ملک عنبر کا ایلچی علی شیر نامی ایک خط لے کر آیا جس میں یہ درخواست تھی کہ فتنہ و فساد کے ختم ہونے تک دکن کا بندوبست اس کے حوالہ کر دیا جائے تو وہ اس بات کی ذمہ داری لیتا ہے کہ وہ ملکی معاملات میں پھر کوئی خلل پیدا نہ ہونے دے گا اور ہر طرح کی جواب دہی کے لئے تیار رہے گا۔ مہابت خاں نے دکن کا نظم و نسق ملک عنبر کے حوالے کرنا مناسب نہیں جانا۔ اور براہ راست اطراف و اکناف کا بندوبست کر کے جگہ جگہ تھانے مقرر کر دیئے۔ ملا محمد لاری کے برہان پور پہنچنے کی خبر پر سلطان پرویز نے شہر سے باہر ہی قیام کیا تھا۔ مہابت خاں نے ملا محمد کے ساتھ بڑی مراعات ملحوظ رکھیں۔ اسے نقد جواہر ساز و سامان اور پوشاکیں دیں، پھر شاہزادہ پرویز کی

خدمت میں ہمراہ لے گیا اور شاہزادہ کی طرف سے پچاس ہزار روپیہ ہاتھی تلوار اور خلعت دلائی اور برہان پور کی حکومت پر کمند رائے کے بیٹے کو مقرر کیا اس کی مدد کے لئے جادو رائے واودے رام اور ایک جمعیت کو متعین کیا اس کے بعد ملا محمد لاری اور جادو رائے کے بیٹوں کو اور اودے رام کے بھائی کو بطور یرغمال جسے ہندی زبان میں "اول" کہتے ہیں لشکر کے ساتھ لے لیا اور کمند رائے کے بیٹے کو ملا محمد کی ماتحتی میں دیدیا۔ شاہزادہ پرویز نے ان نامزد اشخاص کو برہان پور میں متعین کرنے کے بعد ساری روداد دربار میں لکھ کر بھیج دی اور ملک شرقی کی طرف کوچ کر دیا۔

## بنگالہ میں خرم کی کامیابی

شاہجہاں جب کوچ بہ کوچ بنگالہ پہنچا تو وہاں نور محل کے خالو ابراہیم خان خاں صوبہ دار اور دوسرے بادشاہی عہدہ داروں سے اس کی کئی ایک لڑائیاں ہوئیں اور دونوں طرف سے نامی گرامی اشخاص مارے گئے۔ زخمی اور اسیر ہوئے برسوں سے بنگال کے خزانہ میں جو دولت جمع تھی شاہجہاں کے تصرف میں آگئی۔ اگر ان لڑائیوں کی تفصیل لکھی جائے تو بڑی طوالت ہوگی۔ مختصراً یہ کہ بادشاہی اخبار نویسوں نے دربار میں اطلاع دی کہ جب شاہجہاں ضلع بہار اور حصار پہنچا تو وہاں کے صوبہ دار ابراہیم خاں اس کے بھتیجے احمد بیگ اور محمد صالح نے اپنی حدود میں ہر تعلقہ پر قدم بہ قدم مقابلہ کیا اور پوری دلیری اور بہادری سے شاہزادہ کو روکنے کی کوشش کی۔ شاہجہاں نے ابراہیم خاں کو پیغامات بھی بھجوائے اس کو طرح طرح سے لالچ بھی دیا۔ لیکن وہ وفادار نمک حلال رہا اور بادشاہ پر جان و مال نچھاور کرنے میں اس نے کوئی دریغ نہیں کیا اس کے اکثر ہمراہی کام آگئے تھے اور بعض بھاگ گئے تھے۔ پھر بھی اس نے دو تین دفعہ بڑی سخت لڑائیاں لڑیں یہاں تک کہ جب وہ خطرہ میں گھر گیا تو اس کے بعض ہوا خواہوں نے چاہا کہ اس کے گھوڑے کی باگ پھیر کر میدانِ جنگ سے نکال لے جائیں مگر وہ راضی نہیں ہوا آخر کار اس معرکہ میں اپنی جان دے دی بادشاہی خزانہ کا تیس لاکھ روپیہ اور جواہر غنیم کے قبضہ میں چلا گیا محمد صالح اور احمد بیگ نے زخمی ہونے کے بعد جب دیکھا کہ میدان ہاتھ سے نکل گیا ہے تو وہ عبداللہ خاں کے توسط سے شاہجہاں کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور ہاتھیوں کے علاوہ بادشاہی امراء کا سارا لاؤ لشکر کانی سونا نقرئی اور طلائی سامان اور جواہرات شاہجہاں کے گماشتوں نے تحویل میں لے لیا۔ مگر یہ ساری دولت دستبردِ تاخت و تاراج میں کہیں سے کہیں پہنچ گئی جس کی تفصیل

ہم آگے بیان کریں گے۔

شاہی خبر رسانوں نے یہ بھی اطلاع دی کہ خان خاناں کا بڑا بیٹا داراب خاں اس وقت تک شاہجہاں کی قید میں تھا۔ شاہجہاں نے اس کو رہا کر کے سخت سخت قسمیں دلوائیں۔ اور اسے بنگال کو صوبہ دار مقرر کر دیا۔ البتہ اس کے اور خان خاناں کے بیوی بچوں کو اپنی نگرانی میں روک رکھا۔ راجہ بھیم کو پٹنہ کی طرف بندوبست کے لئے روانہ کیا پھر خود بھی تمام نظم ونسق کر کے پٹنہ کی طرف کوچ کر دیا۔ سلطان پرویز کی طرف سے پٹنہ پر مخلص خان وغیرہ متعین تھے۔ لیکن وہ راجہ بھیم کے پہنچنے سے قبل ہی خزانہ وغیرہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جب شاہجہاں پٹنہ پہنچ گیا تو اس طرف کے تمام منصب داروں نے اور حکام نے اطاعت کر لی۔ رہتاس کا قلعہ دار سید مبارک بھی ایسا خوف زدہ ہوا کہ قلعہ کی چابی لے کر خدمت میں حاضر ہو گیا۔

ہم یہاں کچھ قلعہ رہتاس کا ذکر کر دینا چاہتے ہیں۔ یہ چند باتیں میر محمد امین عرف مرزا امینا مولف "شاہجہاں نامہ" (جو دس سال کے واقعات پر مشتمل ہے) کے حوالے سے لکھی جاتی ہیں۔

## رہتاس کا قلعہ

قلعہ رہتاس پٹنہ (بہار) کی مغربی سمت پر ہے۔ ایک پہاڑ پر جس کا دامن بنگالہ تک وسیع ہے۔ واقع ہے۔ اس پہاڑ کے حدود اربعہ دامن میں سولہ کوس تک پھیلے ہوئے ہیں۔ قلعہ بارہ کوس جریبی کے محیط میں ہے۔ قلعہ کے چودہ دروازے ہیں۔ شیر شاہ کے قلعہ فتح کرنے کے بعد ان میں سے صرف چار دروازے کھلے رہتے ہیں۔ دو دروازوں کے درمیان تو ایک گاؤں بسا ہوا ہے۔ قلعہ میں تین چشمے ہیں جو ہمیشہ جاری رہتے ہیں۔ تین تالاب بھی ہیں جن کے جھرنے ان تالابوں کو ہر وقت پانی سے لبریز رکھتے ہیں۔ قلعہ کے اندر جو مواضعات ہیں خود ان میں اتنی کھیتی اور زراعت ہو جاتی ہے کہ قلعہ والے باہر سے غلہ کے محتاج نہیں رہتے۔ گھاس اور چارہ قلعہ کی چراگاہوں میں کثرت سے ہو جاتا ہے کہ اگر محاصرہ برسوں تک قائم رہے تو بھی قلعہ والوں کو غلہ گھاس اور چارہ کی کوئی تکلیف نہیں ہو سکتی۔ جب راجہ مان سنگھ صوبہ دار تھا تو اس نے قلعہ میں بڑی خوبصورت عمارتیں بنائی تھیں اور باغ لگوائے تھے۔ بہرحال رہتاس کا قلعہ وسعت، بلندی اور فراوانی رسد میں بے مثل ہے۔ دکن اپنے قلعوں کے لئے مشہور ہے وہاں اٹھارہ مشہور قلعے ہیں ان میں بھی شاید رہتاس جیسے ایک دو ہی قلعے ہوں۔

شاہجہاں نے عبداللہ خاں کو الہ باس (الہ آباد) اور دریا افغان کو اودھ کی طرف روانہ کیا۔

اور خود چند دن پٹنہ میں ٹھیرا۔ اس کے بعد بیرم بیگ کو پٹنہ میں چھوڑ کر آگے کی طرف کوچ کر دیا۔

## عنبر کا بیجاپور پر حملہ

اب ہم دکن کے واقعات کا جائزہ لیں گے کہ سلطان پرویز کی روانگی کے بعد وہاں کیا پیش آیا۔ عنبر اور عادل خاں کے درمیان موروثی عداوت اور نزاع تھی۔ سلطان پرویز نے جب دکن کا بندوبست خود دکن والوں کے ذریعہ کرنا چاہا تو دونوں وہاں کے نظم ونسق کو اپنے ہاتھ میں لینے کے امیدوار اور خواہشمند تھے۔ اس وقت مہابت خاں نے عنبر کے مقابلہ میں عادل خاں کو ترجیح دی تھی اور دکن کا بندوبست اس کے نام واگذار کر دیا تھا۔ قدرتی طور پر ملک عنبر کو اس سے رنج پہنچا تھا۔ اس نے پچھلے پر آشوب دنوں میں نظام الملک کے خزانہ اور اس کے اہل و عیال کو کھڑکی سے قلعہ دولت آباد میں پہنچا دیا تھا۔ اس کے بعد وہ گلکنڈہ (گولکنڈہ) اور قندھار کی طرف چلا گیا تاکہ قطب الملک سے مقررہ سالانہ خراج وصول کرے۔ جو ہر سال وہ نظام الملک کو بھیجا کرتا تھا۔ وہاں سے خراج وصول کر کے وہ بیدر پہنچا اور وہاں عادل خاں کے متعینہ حاکموں کو شکست دے کر بیدر کو لوٹ لیا۔ اس کے بعد بیجاپور پر فوج کشی کر دی اس وقت عادل خاں کی فوج ملا محمد لاری کے ہمراہ برہان پور گئی ہوئی تھی اس لئے وہ بیجاپور سے نکل کر عنبر کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ ناچار محصور ہو گیا اور دکنی ایلچیوں کو ملا محمد اور سربلند رائے صوبہ دار برہان پور کے پاس بھیجا اور ان کو خطوط لکھے کہ ”یہ سیہ فام غلام میرے سر ہو گیا ہے۔ مجھے توقع ہے کہ تمام بادشاہی کارگذار اس کے مقابلہ میں میری مدد کریں گے“ عنبر کو بھی اس نامہ و پیام کی خبر لگ گئی۔ اس نے بھی سربلند رائے اور اس کے ساتھیوں کو لکھا۔ میں بھی بارگاہ شاہی کا غلام ہوں۔ میرے اور عادل خاں کے درمیان پرانی عداوت ہے وہ ہمیشہ میرے ساتھ بدعہدی اور زیادتی کرتا رہا ہے۔ مجھے کسی بھی بادشاہی ملازم سے کوئی خصومت اور نزاع نہیں، بہت بہتر یہ ہے کہ مجھے اور اسے ایک دوسرے کے مقابل چھوڑ دیا جائے تاکہ ہم آپس میں نمٹ لیں۔

## ایک خوف ناک لڑائی

مہابت خاں نے روانگی کے وقت سربلند رائے کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ ملا محمد لاری کے زیر اطاعت رہے گا۔ اس نے اس

---

۱؎ بیدر سے گراکی بندرگاہ مراد ہے۔

نے اپنے تمام کمان داروں کو ملا محمد لاری کے ہمراہ بیجاپور بھیج دیا۔ احمد نگر کا قلعہ دار خنجر خاں بھی جو ایک مشہور بہادر تھا۔ عادل خاں اور بادشاہی فوج کی کمک پر پہنچ گیا۔ جب یہ فوجیں بیجاپور کے قریب پہنچیں تو عنبر بیجاپور سے فرار ہو گیا اور اس ہزیمت کا بدلہ لینے کی فکر میں لگا۔ اگر بادشاہی لشکر اور ملا محمد نے پوری طرح قابو پا لیا تھا اور مسلسل اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ اس لئے اسے کسی اور چال بازی کا موقع نہیں مل سکا جہاں وہ جاتا تھا اس کے پیچھے ملا محمد بھی موت بن کر پہنچ جاتا تھا اور اسے کہیں بھی مہلت اور پناہ نہیں مل رہی تھی۔ مجبور ہو کر اس نے متواتر کئی ایک معافی نامے بھیجے جن میں اپنے کردہ و ناکردہ قصوروں کی معذرت کی اور امان کی عاجزانہ درخواست کی۔ عنبر اس طرح بھاگم بھاگ احمد نگر کے مضافات میں پہنچا۔ اور موقع پا کر صف بندی کر لی۔ اس میدان میں پہلی مرتبہ عادل خاں کے آدمیوں اور عنبر کے درمیان لڑائی ہوئی دونوں طرف سے آراستہ فوجیں مست جنگی ہاتھیوں اور خوفناک توپ خانوں کے جلو میں ایک دوسرے کے مقابل بڑھیں اور حبشی کی فوج نے ایک ساتھ دل بادل کی طرح ملا محمد کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ اب طرفین سے خوب گھمسان کا رن پڑا تقدیر کی بات کہ عین اس ہنگامہ کارزار میں توپ کا ایک گولہ سیدھے ملا محمد پر آ کر بیٹھا جس کی ضرب سے وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ بس اس کے گرتے ہی اس کا لشکر پسپا ہو گیا۔ بیجاپور کے اور بادشاہی فوج کے تمام سردار عنان بہ عنان بھاگ کھڑے ہوئے۔

**عنبر کی فتح**

اس وقت جب کہ بادشاہی فوج عنبر کے مقابلہ سے جان چرا کر بھاگی جا رہی تھی۔ عنبر کی مدد پر ایک تازہ دم فوج اور آ پہنچی اور اس نے شکست خوردہ لشکر کا تعاقب شروع کر دیا اور اس کو گھیر کر حملہ کر دیا۔ دوسری طرف سے عنبر کی فوج نے بھی حملہ کر دیا اور بے شمار سواروں اور پیادوں کو تہ تیغ کر دیا۔ پانچ بادشاہی اور عادل خانی بلند مرتبہ امیر گرفتار ہو گئے۔ خنجر خاں احمد نگر کا قلعہ دار بھی زخمی ہو گیا تھا مگر وہ اپنی جان بچا کر قلعہ میں بھاگ گیا۔ جو امیر گرفتار ہوئے تھے۔ ان میں فولاد خاں بھی تھا۔ جو بیجاپور کا نہایت عمدہ آدمی تھا۔ عنبر سے اس کی قدیم عداوت اور ہم چشمی تھی اس کو تو اس نے اسی وقت قتل کرا دیا۔ باقی امرا کو طوق و زنجیر پہنا کر دولت آباد کے قلعہ میں بھیج دیا۔

**ایک روایت ایک لطیفہ**

ایک روایت یہ ہے کہ ملک عنبر نے اسیر شدہ امیروں کو دست بستہ اپنے سامنے بلوایا اور بادشاہی امیروں کو

علیحدہ کر کے ان پر بڑا عتاب کیا اور کہا - جنگ میں تم نے کچھ زیادہ سعی و تردد نہیں کیا تھا نہ تم میں سے کوئی مارا گیا تھا نہ زخمی ہوا تھا - صرف بیجا پور کے ایک آدمی کے گرتے ہی تم بھاگ کھڑے ہوئے - تم نے اپنے آقا کی نمک حلالی کا تو خوب مظاہرہ کیا کیا یہی نام و ننگ کی شرط تھی ؟" اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ ہر ایک کو میرے سامنے سو سو بیت مارے جائیں - بیت مارنے کے لئے سب سے پہلا شخص جو لایا گیا وہ پانچ صدی کا افسر اور ایک لطیفہ گو آدمی تھا - اس کو بیت مارنے ہی لگے تھے کہ اس نے فریاد کرتے ہوئے کہا - "میں نے تو سنا تھا ملک عنبر عادل اور انصاف پسند حاکم ہے - لیکن یہ بات غلط نکلی - بھلا یہ کہاں کا انصاف ہے جو دو ہزاری اور سہ ہزاری ہیں ان کو بھی سو سو بیت مارے جائیں اور مجھے بھی سو بیت جب کہ میں صرف پانصدی ہوں " عنبر کو یہ بات بڑی پسند آئی اور بیت مارنے کا حکم منسوخ کر دیا۔

اس کامیابی کے بعد عنبر نے عادل خاں کے ملک کو تاخت و تاراج کرنا شروع کر دیا چنانچہ اس نے قلعہ شعلہ پور (شولا پور) کو جو ابتداء سے اس سارے تنازعہ کی بناء تھا تاراج کر دیا - وہاں جو فوج تھی اس کا صفایا کر کے انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا - آگے بڑھ کر بادشاہی علاقوں کو روندتا چلا گیا: یہاں تک کہ ملک پور اور برہان پور تک کا علاقہ غیر آباد ہو گیا - جب دکن کے اس سانحہ کی اطلاع جہانگیر کو پہنچی تو آپ سے بہت صدمہ ہوا اور اس نے کشمیر سے لاہور کی طرف کوچ کر دیا۔

## خان خاناں کی نظر بندی

اب ہم سلطان پرویز اور مہابت خاں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں - شاہزادہ پرویز بنگال کی طرف کوچ کرنے کے بعد خانخاناں کے بارے میں بہت مشکوک تھا - کیونکہ اس کے بیٹے شاہجہاں کی قید میں تھے - اس کی بیٹی بھی جو شہزادہ دانیال کی بیوہ تھی اور تمام عورتوں میں بڑی مدبر اور صاحب رائے بھی باقی تھی شاہجہاں کے ساتھ تھی - اندیشہ تھا کہ وہ کسی وقت بھی دھوکہ دے جائے گا اس نے اس نے حکم دیا خان خاناں کو اس کے آدمیوں اور خاندان والوں کے ساتھ ہمارے خیمہ خاص کے ساتھ نظر بند رکھا جائے - خان خاناں کے کیمپ میں میاں فہیم نامی ایک غلام تھا جو خانخاناں کے سارے معاملات کا ذمہ دار اور اس کا گماشتہ تھا - انتظامی صلاحیتوں کے ساتھ وہ شجاعت و بہادری میں بھی مشہور تھا - اس کی غیرت نے گوارا نہیں کیا کہ اس طرح بے بس

ہوکر قید کی ذلتیں برداشت کی جائیں وہ مقابلہ کے لئے تیار ہوگیا اور اپنے بیٹوں اور ہمراہیوں کے ساتھ مارا گیا۔

**خرم کے لشکر میں افراتفری**

جب بادشاہی لشکر بنگالہ کی سرحدوں پر پہنچا تو مہابت خاں نے شاہجہاں کے متعین کردہ حاکموں اور وہاں کے زمینداروں کو تہدید آمیز پروانے لکھے ان کو ڈرا کر وعدہ وعید کرکے مطالبہ کیا گیا کہ وہ شاہجہاں کا ساتھ چھوڑ دیں۔ پھر اس نے اور بھی ضروری اور موثر کارروائیاں کیں جن سے شاہجہاں کا نظم ونسق درہم برہم ہوگیا۔ تمام زمیندار جن کے پاس جنگی کشتیاں اور نواڑے تھے ان میں سے بعض تو مجبور ہوکر شاہجہاں کے گماشتوں کی تعمیل کررہے تھے اور بعض برضا ورغبت اس کے حامی تھے ان کی بڑی تعداد مہابت خاں کی دھمکیوں اور بادشاہی احکام سے مرعوب ہو گئی اور لشکر سے بھاگ گئی۔ ملاح بھی کشتیوں سے کود کود کر دریا پار چلے گئے۔ اس علاقہ میں کشتیوں کی بڑی اہمیت ہے غلہ ماکولات ملبوسات سامان جنگ غرض سارے رسل ورسائل اور مواصلات کا دارومدار کشتیوں پر ہی ہے۔ کشتیوں کا سارا عملہ سلطان پرویز سے جا کر مل گیا یہ شاہجہاں کے لشکر پر بڑا تنگ وقت تھا کوئی لڑائی ہوئی نہ جھڑپ، مگر عالم یہ تھا، روز بروز نوج کی فوج اٹھ کر غنیم کی طرف چلی جاتی تھی لشکر کے کاروباری اور تاجر بھی ایک ایک کرکے کھسک گئے چنانچہ اس کے تیس چالیس ہزار کے لشکر میں سے صرف دس ہزار سوار رہ گئے ان میں سے بھی بیشتر فرار ہونے کا موقع ڈھونڈ رہے تھے۔

**خرم نرغہ میں**

اس وقت شاہجہاں کا لشکر ایک خاردار جنگل میں کیمپ لگائے پڑا تھا۔ شاہجہاں نے مجبوراً حکم دیا کہ لشکر کے اطراف چار دیواری کھڑی کر دی جائے۔ اب غلہ پہنچنے کا راستہ بالکل مسدود ہوگیا اتنے میں سلطان پرویز کی فوج نے پہنچ کر اس کا محاصرہ کرلیا۔ چند دن اسی محاصرہ میں گذر گئے روز بروز شاہجہاں کے لشکر کا حال خراب ہوتا جارہا تھا جو فوج تھی وہ لڑنے پر تیار نہیں تھی بڑے بڑے سردار بھی مقابلہ سے جی چرا رہے تھے اور صلح صفائی پر مائل ہوگئے تھے اس وقت راجہ بھیم اور شیر خاں نے بڑی بہادری کا ثبوت دیا انھوں نے باہر نکل کر شاہزادہ پرویز کی فوج پر حملہ کردیا۔ حالانکہ اس وقت بادشاہی توپ خانہ آگ برسا رہا تھا مگر دونوں بہادر گولوں کی بارش میں آگے بڑھتے رہے انھوں نے ایسی دلیرانہ جنگ کی کہ بیان سے باہر

**راجہ بھیم کی بہادری**

خاص طور سے راجہ بھیم کہ وہ خود تلوار سونتے اپنے جاں باز شہسواروں کے ساتھ حملہ پر حملہ کر رہا تھا آخر وہ غنیم کی فوجوں کو چیرتا پھاڑتا سلطان پرویز کی جمعیت خاص تک پہنچ گیا۔ اس درمیان میں جو بھی اس کے سامنے آیا اسے تلوار اور بھالے سے مار گرایا۔ سلطان پرویز تک پہنچتے پہنچتے اس نے کتنے ہی نامی گرامی جنگجو امیروں کو گھوڑوں کی زین سے اٹھا کر نیچے پھینک دیا۔ قریب تھا کہ چالیس ہزار بادشاہی فوج میں اس کے اس طوفانی حملہ سے بھگدڑ مچ جائے کہ مہابت خاں نے ایک مست ہاتھی کو اس کے سامنے چھوڑ دیا مگر راجہ بھیم اور شیر خاں نے راجپوتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اس پر حملہ کیا اور تلوار برچھی کے وار کر کے اس کی سونڈ کاٹ دی اور ہاتھی کو نیچے گرا دیا۔ جب بھی وہ لشکر کے "قلب" پر رستمانہ حملہ کرتا تھا دونوں لشکروں سے مرحبا اور آفریں کی صدائیں اٹھتی تھیں آخر وہ خود مہابت خاں چند نامور بہادروں کے ساتھ اس کے مقابل آیا راجہ بھیم اس وقت تک کافی زخم کھا چکا تھا پھر بھی اس نے مہابت خاں کا جم کر مقابلہ کیا اور بڑی بہادری سے لڑنے کے بعد گھوڑے سے گر پڑا جب اس کا سر کاٹنے کے لئے ایک شخص آگے بڑھا تو اس کی غیرت نے آخری بار جوش مارا اور اس نے اٹھ کر اپنے حریف کا کام تمام کر دیا اور مرتے دم تک تلوار ہاتھ سے نہیں چھوڑی۔ شیر خاں نے بھی راجپوتوں کی ایک جمعیت کے ساتھ جاں نثاری کا حق ادا کر دیا۔

**خرم کا بنگال سے فرار**

معرکہ کارزار کی گرماگرمی اس درجہ پہنچی کہ دو تین تیر شاہجہاں کے کپڑوں کو چھو کر نکل گئے اور تین چار تیر اس کی سواری کے گھوڑے پر آ کر لگے اور بارہ ہزار سواروں میں سے عبداللہ خاں کے پانچ سو آدمی اور بعض دوسرے خیر خواہ کام آگئے۔ شاہجہاں کلمہ اور استغفار پڑھتے ہوئے دوبارہ غنیم پر حملہ کرنے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا رہا تھا کہ عبداللہ خاں سامنے آگیا اور گھوڑے کی باگ پکڑ کر گستاخانہ طور پر اسے آگے بڑھنے سے روک دیا اور کہا "آپ کے آباؤ اجداد خصوصاً فردوس مکانی بابر بادشاہ کئی بار دس بیس سواروں کے ساتھ میدان جنگ سے پہلو بچا کر نکل گئے اور پھر تیاری کر کے کامیاب ہو گئے اگر زندگی ہے تو سلطنت کہیں نہیں گئی وہ حضور کی رکاب سے بندھی ہے۔ اس طرح عبداللہ خاں اور چند دوسرے امیر شاہجہاں کو میدان

جنگ سے علیحدہ نکال لے گئے۔ غنیم نے توپ خانہ، ہاتھی خزانہ اور ساز و سامان لوٹ لیا، مالِ غنیمت سلطان پرویز کے آدمیوں نے اپنے قبضہ و تصرف میں لے لیا۔ ادھر شاہجہاں زندگی اور موت کی بازی کھیل رہا تھا ادھر اس کے حرم میں شاہزادہ محمد مراد بخش کی ولادت ہوئی اُس نے نومولود کو بعض خدام کے ساتھ اللہ توکل پر قلعہ رہتاس بھجوا دیا اور محل خاص کو ہمراہ لے کر دکن کی طرف چلا گیا۔ مہابت خاں نے ساری روداد دربار میں بھجوا دی جہانگیر نے شاہجہاں کے حال پر بہت افسوس اور رنج کیا جب یہ اطلاع پہنچی کہ شاہجہاں نے بنگالہ کے حادثوں کے بعد دکن کا رخ کیا ہے تو اس نے سلطان پرویز کو دوبارہ تعاقب کرنے کا حکم دیا اور فرمان جاری کر دیا کہ مہابت خاں کو بنگالہ کے نظم و نسق کو سنبھالنے کے لئے چھوڑ کر وہ خود بلا تاخیر دکن کی طرف روانہ ہو جائے۔ برہان پور کے صوبہ دار سربلند رائے کے نام بھی حکم گیا کہ شاہجہاں اگر پہنچے تو وہ محصور ہو جائے اور شہر کی حفاظت کرتا رہے باہر نکل کر جنگ کرنے کی جرأت نہ کرے۔

## داراب خاں کی غداری اور قتل

جب شاہجہاں نے بنگالہ کا صوبہ داراب خاں کے سپرد کیا تھا تو اس کے بیوی بچوں کو اپنے پاس یرغمال رکھ لیا تھا اس حادثہ کے بعد اس کے خاندان کو شاہزادہ محمد بخش کی ہمراہی میں رہتاس میں بھجوا دیا اور داراب خاں کو خط لکھا کہ "دکن سے ہمارے پاس ملک عنبر اور وہاں کے دوسرے سرداروں کے خطوط پہنچے ہیں کہ وہ لوگ ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ اب تم یہاں جلد آجاؤ تا کہ ہم مل کر دکن روانہ ہو جائیں"۔ داراب خاں نے بگڑے ہوئے حالات کو دیکھ کر عذر معذرت کی اور شاہجہاں کے ساتھ نہیں گیا یہ اُس کی بڑی حماقت تھی کیونکہ شاہجہاں کے دکن جاتے ہی سلطان پرویز نے صوبہ بنگالہ پر مہابت خاں کو مقرر کر دیا اور شاہجہاں کے تعاقب میں جانے کی تیاریاں کرنے لگا اسی دوران میں اس نے خطوط لکھ کر داراب خاں کو اپنے پاس بُلایا۔ جب وہ آیا تو مہابت خاں نے سلطان پرویز کے اشارہ پر اُسے قتل کر دیا۔ ادھر عبداللہ خاں جب داراب خاں کے آنے سے مایوس ہو گیا تو اس نے داراب خاں کے بڑے لڑکے کو جو اس کی تحویل میں تھا شاہجہاں سے حکم حاصل کئے بغیر قتل کر دیا۔

## خان اعظم کی وفات

اسی سال خان اعظم کوکہ کے انتقال کی خبر بادشاہ کو پہنچائی گئی۔ خان اعظم صوری و معنوی کمالات سے آراستہ مستعد زمانہ شخص تھا نظم و نثر میں بڑی اچھی دست گاہ تھی۔

اسی زمانہ میں بادشاہ نے مہابت خاں کی درخواست پر اس کے بیٹے خانہ زاد خاں کو جو کابل میں باپ کی نیابت کر رہا تھا کابل سے بلا کر باپ کے پاس بنگال روانہ کر دیا۔ اس کی جگہ خواجہ ابوالحسن کو کابل کا صوبہ دار بنا دیا اور اس کے بیٹے احسن اللہ کو ظفر خاں کا خطاب دے کر باپ کی نیابت کے لئے کابل بھیج دیا۔

## بیسواں سال

(جلوس کا بیسواں سال مطابق ۱۰ ربجادی الاخریٰ ۱۰۴۳ھ)

حسب معمول بادشاہ نے اس سال بھی کشمیر کی سیر کا ارادہ کیا اب راستہ میں نئی عمارتیں منزل بہ منزل موجود تھیں جن میں قیام وطعام کا شاہانہ ساز وسامان تیار رہتا اس لئے باربرداری کا خرخشہ بھی نہیں تھا۔ مزے سے شکار کرتے ان عمارتوں میں ٹھہرتے ہوئے شاہی قافلہ کشمیر پہنچ گیا "ڈل" کے کنارے اونچی جگہ پر ڈیرہ لگایا گیا۔ وہاں سے دور دور تک پہاڑوں کا دشت وصحرا کا دل فریب نظارہ دکھائی دیتا تھا۔ ایک طرف شہر کے مکانوں کا سلسلہ عجب سماں پیدا کرتا تھا۔ پھر جدھر بھی نظر اٹھ جاتی قسم قسم کے پھول دامن نگاہ کو تھام تھام لیتے تھے۔ وہاں کی آب وہوا، سبزہ زار، فضاؤں کی نغمگی، باغ، باغوں میں پھولوں اور پھلوں سے لدے ہوئے پودے اور درخت کس کس کا ذکر کیا جائے شاعروں سیاحوں اور مورخوں نے اس جنت ارضی کی بہت کچھ تعریف کی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ سو میں سے ایک کا حق بھی ادا نہیں ہوسکا ہے۔ شعرائے ہفت اقلیم نے کشمیر کی باغ وبہار سرزمین کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ اپنی جگہ مسلم ہے لیکن وہاں کی خزاں کے متعلق ملا طغرائی مشہدی کا یہ رنگین قطعہ عجب بہار دیتا ہے۔ ؎

کشمیر بود فصل خزاں عالم نور
ہر طالب فیض دید نش ہست ضرور
گوئی کہ بایں باغ چمن ساز قضا
آوردہ نہاں شعلہ از گلشن طور

دوسرا ایک شعر ہے ؎

زغربال اشجار زر بیختہ
بہ صحن چمن اشرفی ریختہ

**بھمبر کی آب وہوا**

جب کشمیر کی سیر سے جی بھر گیا تو بادشاہ نے وہاں کے متعلق آدمیوں کو اپنی فیض رسانی سے فیضیاب کرکے پنجاب کی طرف کوچ کردیا۔ جب قافلہ بھمبر کی منزل پر پہنچا تو بے وقت کی برف باری سردی اور ہواؤں

کے جھکڑ ہے جو زمہریر کی طرح سرد تھے ۔ بہت سے آدمی ہلاک ہو گئے ۔ بھمبر کی منزل پر آب و ہوا کا عجب حال ہے ۔ عین ماہ تیر (سن الٰہی) میں جب کہ زمین و آسمان بھٹی کی طرح تپتے رہتے ہیں۔ کوتل کے دامن میں حدت اور گرمی گرائی مقامات کے موسم کی طرح ایسی ہوتی ہے کہ مسافر کپڑے اتار کر برہنہ بھی سو جائے تو گرمی کے مارے سو نہیں پاتا ۔ لیکن اسی عالم میں پہاڑ کے اوپر چلے جائیں تو ایسی سردی اور خنکی ہوتی ہے کہ لحاف اوڑھے بغیر سونا محال ہو جاتا ہے اس منزل کی تعریف میں بہترین طرز یہی لکھا جا سکتا ہے کہ

"بھمبر گئے بغیر "لایستوی اصحاب النار و اصحاب الجنۃ" کا مفہوم سمجھ میں نہیں آسکتا"

## برہان پور کا معرکہ

لاہور پہنچنے پر برہان پور کے واقعہ نگار کی رپورٹ ملاحظہ میں پیش کی گئی کہ جب بنگالہ سے شاہجہاں کی واپسی کی خبر دکن میں پہنچی تو یاقوت حبشی اور ملک عنبر استقبال کے لئے بہار کی سرحد پر ایک بھاری لشکر لے کر پہنچے اور برہان پور کا محاصرہ کر لیا ۔ شاہجہاں نے بھی وہاں پہنچنے کے بعد نظام الملک کی اس فوج کے ساتھ تین دفعہ برہان پور کے قلعہ پر حملہ کیا اور ہر بار بادشاہی صوبدار سے سخت مقابلہ ہوا ۔ جب لڑائی پورے عروج پر پہنچی تو قلعہ سے متصلہ میدان میں شاہ قلی خاں اور سربلند رائے نکل آئے اور حملہ آور فوج سے انھوں نے جان توڑ کر مقابلہ کیا ۔ چنانچہ ان کے حملہ میں شاہجہاں کے نامی گرامی سردار جیسے شیر انداز خاں اور شاہ بیگ وغیرہ ہلاک اور زخمی ہو گئے ۔۔۔ بادشاہی فوج میں سے لودھی خان، بابا میرک اور بہت سے راجپوت سردار مارے گئے شاہجہاں کے لشکر نے قلعہ کے دروازہ پر قبضہ کر لیا تھا مگر عین اس وقت سید جعفر بخشی ایک تیر کھا کر گھوڑے سے گر پڑا ۔ اس کے گرنے پر شاہجہاں کا لشکر پسپا ہو گیا اور قلعہ میں داخل نہ ہو سکا ۔ اس معرکہ کے بعد شاہجہاں نے شہر کا محاصرہ کر لیا ۔ اسی دوران میں وہ بیمار پڑ گیا ذہنی صدموں اور جسمانی عارضوں کے سبب وہ میدان میں ٹھیر نہیں سکتا تھا ۔ اس پر سلطان پرویز کے قریب پہنچنے کی خبریں بڑے زور شور سے اٹھ رہی تھیں ناچار وہ محاصرہ اٹھا کر نظام الملک کے ایک تعلقہ میں چلا گیا ۔

## عبداللہ خاں کی معافی

دربار میں جب ان حالات کی رپورٹ پہنچی تو بادشاہ نے سربلند رائے کے نام عنایت آمیز فرمان خلعت کے ساتھ بھیجا اور چار ہزاری منصب پر ایک ہزار کا مزید اضافہ دے کر رام راجہ کا خطاب دیا ۔ یہ خطاب دکن کے

قدیم ہندو راجاؤں کے ہاں مروج تھا۔ اسی اثناء میں خان جہاں لودھی اور رفدائی خاں کا عریضہ پہنچا کہ وہ حسب الحکم احمد آباد سے دکن پہنچ گئے ہیں ساتھ ہی شہزادہ پرویز کے بطور ایلغار دکن پہنچنے کی اطلاع بھی آگئی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عبداللہ خاں نے خان جہاں کو پیغام دیا ہے کہ وہ اس نمک حرامی اور شاہجہاں کا ساتھ دینے پر نادم اور پشیمان ہے اور سلطان پرویز سے اپنے قصوروں کی معافی کا خواستگار ہے۔ ؎

گر قبول افتد زہے لطف و کرم

اس مصرعہ کے جواب میں بادشاہ کی زبان پر یہ رباعی آئی۔

باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نا امیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

ان ہی دنوں بادشاہ نے مرزا رستم صفوی کے بیٹے مرزا دکنی کو شاہ نواز خاں کا خطاب دیا منصب اور عہدہ مرحمت کیا اور بادشاہی عنایات سے نوازا۔ اسی زمانہ میں شاہزادہ دانیال کے بیٹے طہمورث اور ہوشنگ شاہجہاں سے جدا ہو کر حضور میں پہنچے۔ بادشاہ نے ان پر بڑی عنایات کیں اور اپنی بیٹی بہار بانو بیگم کو طہمورث سے اور خسرو کی بیٹی ہوشمند بانو کو ہوشنگ سے منسوب کر دیا۔

**کابل کا باغی سرغنہ**

اسی زمانہ میں کابل سے فتنہ انگیزوں کی نقل و حرکت کی خبریں پہنچیں۔ خاص طور سے خداداد کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ سرکشی اور فتنہ پردازی پر اتر آیا ہے۔ ان باغیوں کی سرکوبی کے علاوہ بادشاہ کابل کی آب و ہوا سے بھی لطف اندوز ہونا چاہتے تھے۔ اس لئے شاہی قافلہ نے کابل کی طرف کوچ کر دیا۔ دوسرے اور تیسرے کوچ ہی میں افتخار خاں خداداد کے بیٹے احمد بیگ کو لے کر خدمت میں حاضر ہو گیا۔ خداد کابل کے تمام فتنوں کی جڑ تھا۔ اگر ہم اس کی بغاوت کے آغاز سے اس کے قتل ہونے تک کے واقعات درج کرنا چاہیں تو سلسلۂ کلام سے دور جا پڑیں گے۔ مختصر یہ کہ اس کے قتل کے بعد بادشاہ نے اس کا سر آگرہ بھجوا دیا اور حکم دیا کہ ہر جگہ اس کی تشہیر کر کے شہر کے دروازے پر اسے آویزاں کر دیا جائے۔

# اکیسواں سال

(جلوس اکیسواں سال مطابق ۲۲ر جمادی الاخری ۱۰۳۵ھ)

اب ہمارا قلم اس نئے فتنہ کے متعلق حقائق و واقعات قلم بند کرنا چاہتا ہے جو اسس سال رونما ہوا ایسا واقعہ سلاطین سلف میں سے شاید ہی کسی کو پیش آیا ہوگا۔

## مہابت خاں کے مظالم

جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں مہابت خاں سلطان پرویز سے علیحدہ ہونے کے بعد بنگالہ جیسے زرخیز سیر حاصل صوبہ کا مختار مطلق بن گیا تھا۔ بنگال میں اختیارات سنبھالنے کے بعد ہی اس نے وہاں کے تمام جاگیرداروں کے خلاف بلا اس فرق کے کہ کون مجرم ہے کون نہیں ایک وسیع انتقامی کارروائی کی سب کے محالات (تعلقہ جات) اور ہاتھیوں کو ضبط کرلیا۔ کافی مقدار میں سونا اور روپیہ بھی اپنے قبضہ میں لے لیا اور وہاں کے باشندوں پر ظلم و زیادتی اور سختی سے حکومت کرنے لگا۔ "خالصہ" کے جتنے محالات تھے ان کو بھی اس نے اپنے تصرف میں لے کر بادشاہی دفتر کے دیوانیوں اور متصدیوں کو وہاں سے بے دخل کردیا اس پرطرہ یہ کہ اس نے اس سارے عرصہ میں ایک پائی تک شاہی خزانہ میں جمع نہیں کرائی۔ اس کی ان ظالمانہ کارروائیوں کے خلاف بنگالہ سے بڑی شکایتیں پہنچنے لگیں۔

## آصف خاں کی کارگذاری

آصف خاں تو پہلے ہی سے جلا بیٹھا تھا مہابت نے لوز محل کی مدد سے جس طرح شاہجہاں کو تنگ کیا تھا اور بے شمار زر و جواہر اور خزانہ اپنے تصرف میں لے چکا تھا اور جس طرح وہ اس ضلع کے باشندوں کو ستار ہا تھا یہ سب باتیں آصف خاں کے لئے بڑا اچھا مواد فراہم کر رہی تھیں چنانچہ اس نے اس سے بروقت فائدہ اٹھایا اور اس کی ایک ایک حرکت کو بادشاہ کے علم میں لاتا رہا اور اس کے ظالمانہ رویہ کے خلاف بادشاہ کو پوری طرح برگشتہ کردیا۔ جہانگیر عادلانہ مزاج رکھتا تھا۔ مظلوموں کے شکوہ و فریاد کو سننے اور اس کی تلافی کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا تھا۔ اس نے مہابت خاں کی ان کارروائیوں کی تحقیقات کرنے اور اسے ہاتھیوں اور خزانہ کے ساتھ اپنے ہمراہ دربار میں لانے کے لئے "عرب دست غیب" نامی کو مقرر کیا۔

### مہابت خاں پر عتاب

عرب دست غیب نے بنگالہ پہنچ کر تمام مقدمات کی تفتیش و تحقیق کی مہابت خاں سے اس کے جو مذاکرات ہوئے ان کے نتیجہ میں مہابت خاں نے بادشاہی ہاتھی اس کے حوالہ کر دیئے اور اپنی حاضری کے لئے چند دن کی مہلت چاہی۔ اس کے بعد اس نے اپنی مقررہ فوج کے علاوہ چند ہزار نئے منتخب کردہ راجپوتوں کو بھی اپنے ہمراہ لیا اور بارگاہ شاہی میں تسلیمات کے لئے بنگالہ سے روانہ ہو گیا۔ عرب دست غیب مہابت خاں کی آمد سے پہلے ہاتھیوں کے ساتھ حضور میں پہنچ گیا اور جو بھی حقیقت حال اس کی نظر میں تھی تفصیل سے اس کی رپورٹ پیش کر دی تھی۔ مہابت خاں بھی ایک دو مہینے بعد ہی اپنی آراستہ پیراستہ فوج کو لے کر بادشاہی لشکر میں حاضر ہو گیا۔ اس دوران میں آصف خاں خاموش بیٹھا نہیں رہا وہ بنگال کے جاگیرداروں اور نامی گرامی امراء کے گماشتوں اور وکیلوں اور عام ستم رسیدہ لوگوں کے جتھے بنا بنا کر بادشاہ کی سواری کے وقت اور عام اوقات میں موقع بے موقع حضور میں پہنچاتا رہا ان کی فریادوں اور استغاثوں سے بادشاہ بہت تنگ اور بے آرام ہو رہا تھا۔ جب مہابت خاں نے حاضری کی عرض داشت پیش کی تو حکم ہوا کہ وہ پہلے ستم رسیدہ مظلوموں کے حقوق ادا کر کے انہیں مطمئن کر دے اور بادشاہی مطالبات خزانہ میں داخل کر دے اس کے بعد اسے حاضر ہونے کی اجازت ہو گی۔

جہانگیر عدالت گستری اور فریاد رسی میں اس درجہ محتاط تھا کہ نور محل سے انتہائی تعلق خاطر اور باوجود کہ وہ ہر ملکی اور مالی مسئلہ میں برابر کی شریک اور دخیل تھی مظلوموں کے استغاثہ اور فریاد رسی کے معاملہ میں کسی طرح کا دخل نہیں دے سکتی تھی اور فریقین میں سے کسی فریق کی حمایت و سفارش کی اسے جرأت نہیں ہوتی تھی۔ بارہا بادشاہ نے اس سے یہ کہا تھا کہ سلطنت کا سارا دارو مدار تم پر رہے گا۔ البتہ مظلوموں کے معاملات میں تم مجھے بالکل معذور سمجھنا میں کسی کی مداخلت گوارا نہیں کر سکتا۔ اس لئے نور محل بھی اس معاملہ میں مہابت خاں کی کوئی مدد نہیں کر سکتی تھی حالانکہ یہ ساری آگ اسی کی لگائی ہوئی تھی۔

### مہابت خاں کی رسوائی

اسی اثناء میں آصف خاں نے اپنے دشمن پر ایک اور کاری ضرب لگائی۔ اس زمانہ میں یہ قاعدہ تھا کہ بادشاہ کی اجازت کے بغیر کوئی امیر اور عہدہ دار اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی نہیں کر سکتا تھا۔ مہابت خاں نے اپنی لڑکی کا نکاح بادشاہ کے اذن کے بغیر خواجہ برخوردار نقش بندی سے کر دیا تھا آصف خاں

نے اس معاملہ کو بھی بڑی رنگ آمیزی سے بادشاہ کے سامنے پیش کیا اور اسے مہابت خاں کی خود رائی اور غرور پر محمول کرا دیا اور بادشاہ سے حکم نکلوا دیا کہ خواجہ برخوردار کو بڑی ذلّت کے ساتھ پابرہنہ قید خانہ میں پہنچا دیا جائے اور اس نے لڑکی کے جہیز میں جو جواہرات ہاتھی اور ساز و سامان دیا ہے۔ بعد تحقیقات سب ضبط کر لیا جائے۔ اس کے علاوہ دو بارے سخت گیر تحصیلدار مقرر کئے گئے کہ بنگال کے مظلوموں اور جاگیرداروں کے استغاثوں کی تحقیقات کر کے مہابت خاں سے ان کے حقوق کی بازیابی کا انتظام کریں اور برسوں سے جو سرکاری واجبات و مطالبات ہیں ان کا محاسبہ کر کے حسابات صاف کر لیں۔ آصف خاں اپنے سب سے بڑے طاقت ور دشمن کو جو شجاعت و تدبیر اور چال بازی میں مشہور تھا۔ ذلیل کرنے اور نیچا دکھانے کے لئے کمربستہ ہو گیا تھا۔ مگر اس نے اس مقابلہ کو غیر اہم اور معمولی سمجھ رکھا تھا، وہ اپنے اس طاقت ور مدمقابل کو بہ نظر حقارت دیکھتا رہا اور اس کام کے لئے جس احتیاط اور انتظام کی ضرورت تھی اس کی فکر نہیں کی ؎

ستیزہ بجائے رساند سخن
کہ ویراں کند خان و مان کہن

اس کے اسی غرور اور بے تدبیری کی وجہ سے سلطنت ایک بہت بڑے خطرہ سے دوچار ہو گئی اور خود اسے بڑی شرمندگی اور خفت اٹھانی پڑی۔

## جہانگیر کے اغوا کی سازش

غرض یہ کہ ان دنوں مہابت خاں اپنے مکافات اعمال میں بڑی ذلّت و خواری سے دوچار تھا۔ وہ نہایت مغموم و رنجیدہ رہتا تھا اور رات دن اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کی فکر میں لگا رہتا تھا۔ اسی حال میں بادشاہی لشکر دریائے بہت کے کنارے پہنچ گیا۔ دریا پر لشکر کے عبور کرنے کے لئے ایک پل باندھ دیا گیا تھا۔ لشکر کے گذرنے اور تمام متعلقہ اداروں کی منتقلی کے لئے وہاں پڑاؤ ڈال دیا گیا۔ حسب دستور بادشاہ کی روانگی سے ایک دن پہلے تمام امیر امراء اور ان کے لشکر دریا کو عبور کرنے لگے چنانچہ تمام اراکین دربار اور بڑے بڑے امیر و منصب دار۔ یہاں تک کہ آصف خاں، فدائی خاں اور خواجہ ابوالحسن بھی جو سلطنت کے مدارالمہام تھے دریا عبور کر گئے اور بادشاہ کی رکاب میں صرف نور محل، صادق خاں بخشی، امیر منصور بدخشی، شجاع خاں، مقرب خاں اور چند گنتی کے عہدہ داروخواص اور خواجہ سرا جیسے خدمت پرست خاں، جواہر خاں

عرب دست غیب اور فصیح خاں رہ گئے۔ یہ بات بہر حال بڑی حیرت انگیز تھی کہ آصف خاں اپنی عقل و دانائی کے باوجود جب کہ وہ ایسے زہریلے سانپ سے کھیل رہا تھا اپنے ولی نعمت کو تنہا چھوڑ کر دریا کے پار چلا گیا اور وہاں اپنے محبوبوں کے ساتھ عیش و عشرت میں غافل پڑا رہا۔ اس کے مقابلہ میں مہابت خاں چشم براہ و گوش برآواز پوری طرح چوکنا اور چوکس تھا۔ وہ امیر و وزیر کی اس بے خبری اور چوک کو کس طرح نظر انداز کر جاتا جیسے ہی اسے اس کی اطلاع ملی اس نے اپنے لشکر کو خفیہ احکامات دیدیئے کہ وہ خاموشی سے مسلح اور کمربستہ ہو جائیں۔ پھر وہ اپنی فوج کے سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ سوار ہو گیا اور تقریباً دو ہزار سواروں کو پل پر متعین کر دیا کہ وہ اس طرف سے جانے والوں کو تو چلے جانے دیں مگر اُدھر سے کوئی لوٹ کر آنا چاہے تو اسے ہرگز نہ چھوڑیں۔ اس انتظام کے بعد اُس نے اپنے نشان اور اسباب وغیرہ کو اس فوج کے ہمراہ بھیج دیا جسے اس نے پل پر متعین کیا تھا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا لشکر دریا کو عبور کر رہا ہے۔ مگر خود چار پانچ ہزار سواروں کے ساتھ بادشاہی خیمہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ناکہ بندی کرنے والے دستہ کو اس نے ہدایت کر دی تھی کہ اگر کسی طرف سے حملہ اور مقابلہ ہو تو پل کو آگ لگا کر جلا دیں اور کسی طرف سے بھی ادھر تک پہنچنے نہ دیں۔

**شاہی خیمہ کا محاصرہ**

مہابت خاں نے خیمہ شاہی کے قریب پہنچتے ہی محاصرہ کے احکام دیدیئے جب اس کی فوج نے دولت خانہ کو گھیر لیا تو وہ اپنے چند خاص آدمیوں کے ساتھ بارگاہ میں داخل ہو گیا۔ خواص اور خواجہ سرا سراسیمہ ہو کر خوابگاہ میں دوڑے ہوتے گئے۔ جہانگیر پہلی رات کی بے خوابی کے سبب گہری نیند میں تھا۔ خادموں نے پیروں کی مالش کر کے اسے بیدار کیا اور اس آفت کی اطلاع دی۔ مہابت خاں نے خوابگاہ تک پہنچتے پہنچتے چند عہدہ داروں اور پردہ داروں کو جنھوں نے اسے روکنا چاہا تھا، مار گرایا تھا اس لئے دوسروں کو ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ آگے بڑھ کر اُس کا راستہ روکتے سب اِدھر اُدھر کھسک گئے تھے اور جان کی خیر منا رہے تھے۔ بادشاہ نے آنکھیں ملتے ہوئے خمار آلودہ حالت میں تلوار ہاتھ میں لے لی اور اُٹھ کر کھڑا ہوا۔ بس اسی وقت مہابت خاں اپنے گروہ کے ساتھ سامنے آگیا اسے دیکھ کر بادشاہ نے کڑک کر کہا۔ "اے مہابت نمک حرام اس طرح اندر چلے آنے کا کیا مطلب ؟" غالباً اس رعب دار آواز کا اُس پر اثر ہوا کہ اس نے بڑھے کر کے ساتھ آداب تسلیمات شروع کر دیں اور مقررہ طریقے کے مطابق ثنا خوانی کی اور دشمنوں کا

شکوہ کرتے ہوئے قدم بوسی کی آرزو کا اظہار کیا اپنے ہمراہیوں کو تخت کے سامنے دو رویہ کھڑا کر دیا خود عاجزانہ بڑھ کر قدم بوسی کی اور بادشاہ کے اطراف تین پھیرے لگائے دست بستہ سامنے کھڑے ہو کر التماس کی کہ "حضور کے بدخواہوں نے مجھے معتوب کر کے آستان بوسی کی سعادت سے محروم کر دیا تھا۔ اب میں موقع پاکر عرض حال کے لئے حاضر ہو گیا ہوں اور امیدوار ہوں کہ اس قصور میں کہ میں نے حسب الحکم شاہزادہ کے ساتھ رہ کر تلوار چلائی اور جاں فشانی کا ثبوت دیا اپنے سامنے سزا دیدیں مگر ان بد دین دشمنوں کے حوالہ نہ کریں"۔ جہانگیر نے دوبارہ تلوار کے قبضہ پر ہاتھ بڑھایا کہ اس کی گستاخی کی سزا دی جائے مگر میر منصور بخشی نے ترکی زبان میں یہ کہہ کر روک دیا "یہ وقت شاہانِ باوقار کے تحمل و بردباری کے امتحان کا ہوتا ہے حضور عجلت نہ فرمائیں"۔ چنانچہ جہانگیر نے قبضہ پر سے ہاتھ کھینچ لیا اور اس کی دلدہی کے لئے چند کلمات کہے۔

## جہانگیر قید میں

اس وقت تک کافی تعداد میں راجپوت خیمہ کے اندر اور باہر پہنچ گئے تھے ان کی تعداد ہر لمحہ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ تمام بادشاہی محافظ دستہ کے عہدہ دار اور بارگاہ کے خواص بے دست و پا ہو گئے تھے وہ اس وقت کوئی خدمت بجا نہ لا سکے ادھر وہ غدار چاپلوسی اور خوشامد کے ساتھ اپنے اثر و رسوخ کا اظہار کرتا جا رہا تھا۔ آخر اس نے خادموں سے کہا "سواری اور شکار کا وقت آگیا ہے۔ منہ دھونے کے لئے طشت اور آفتابہ لائیں اور پوشاک خاص حاضر کریں" منہ دھونے کے بعد بادشاہ نے کپڑے بدلنے کے بہانے نور محل کے پاس جانا چاہا تاکہ اس سے اس معاملہ میں مشورہ کر لیا جائے اور کوئی تدبیر نکالی جائے۔ مگر اس بدبخت نے اندر جانے کی اجازت نہیں دی اور عرض کیا "حضور باہر ہی پوشاک بدل لیں اور جلد سوار ہو کر اس غلام کو اپنی رکاب میں چلنے دیں تاکہ موقع طلب لوگ کوئی نامناسب حرکت نہ کر بیٹھیں" جہانگیر مجبور ہو گیا اور پوشاک اور جواہرات پہن کر تیار ہو گیا۔

## نور جہاں کا فرار

جب نور محل کو اس سانحہ کی اطلاع ہوئی تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اس نے فوراً بھیس بدل لیا اور سواری کے مہتمم جواہر خاں ناظر اور دوسرے خواجہ سراؤں کو ساتھ چلنے سے روک دیا اور خود کسی نہ کسی طرح پل کے اس طرف چلی گئی۔ پل پر جو راجپوت متعین تھے وہ مہابت خاں کے حکم کے مطابق ادھر سے جانے والوں کو روک نہیں رہے تھے۔ اس لئے اسے بھی کسی نے نہیں روکا اور وہ آسانی سے

دریا عبور کر گئی۔ دوسرے کنارے جا کر اُس نے آصف خاں اور دوسرے امیروں کو اطلاع دی اور انھیں خوب سرزنش کی اپنے بے خبر بھائی کی تو اُس نے خوب ہی خبر لی کہ تمہاری عقل چرنے چلی گئی ہے۔ کیا یہی تمہاری نمک حلالی ہے کہ اپنے ایسے ولی نعمت کو تم نے اس طرح "تنہا اور غافل دشمن کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا"۔ اس کے بعد وہ تمام امیروں کو ساتھ ساتھ لے کر بادشاہ کی رہائی کی تدبیر کرنے لگی۔

## قیدی بادشاہ کی سواری

ادھر مہابت خاں بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے تسلی دیتے ہوئے خیمہ سے باہر لایا۔ شاہی خدام نے بہت چاہا کہ سواری کے خاص گھوڑے اور ہاتھی کو سامنے لے آئیں مگر مہابت خاں کے آدمیوں کے ہجوم اور روکنے کی وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکے۔ مہابت خاں نے خود اپنا گھوڑا حاضر کیا، مگر بادشاہ کی غیرت نے سوار ہونے سے انکار کر دیا اور سرکاری گھوڑا طلب کیا۔ راجپوت مجرا بجا لائے، اور سواری کے اطراف گھیرا باندھ لیا۔ چند قدم بڑھنے کے بعد مہابت خاں اپنا ہاتھی لے کر آیا۔ اور منت سماجت کر کے بادشاہ کو اس پر سوار کرا دیا۔ اور دونوں طرف دو مسلح راجپوتوں کو بٹھا دیا۔ اس وقت فیل خانہ کا داروغہ سرکار کی خاص تھنی کو لے کر آ گیا اور بڑی کوشش کر کے سواری کے قریب پہنچ گیا اور برابر موقع کی تلاش میں رہا کہ بادشاہ کو اس پر سوار کرائے مگر مہابت خاں کے اشارہ پر اس کو اور اُس کے لڑکے کو وہیں قتل کر دیا گیا۔ البتہ خواصوں کا کا داروغہ مقرب خاں بڑی کوشش کر کے عماری پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن اس جد وجہد میں اس کی پیشانی پر الف کی طرح ایک زخم لگ گیا جس سے خون کے قطرے بہنے لگے۔ بہر حال وہ اوپر پہنچ کر مگس رانی کے لئے بیٹھ گیا۔ مہابت خاں کے حکم سے اس کے ہتھیار اتار لئے گئے۔ خدمت پرست خاں عہدہ دار نے جو بادشاہ کے لئے شیشہ اور پیالہ اُٹھائے رہتا تھا۔ راجپوتوں کے دھکے کھاتے ہوئے کسی نہ کسی طرح عماری کے ایک کنارہ کو تھام لیا تھا کچھ دیر اسی طرح لٹکے رہنے کے بعد اوپر پہنچنے میں وہ بھی کامیاب ہو گیا۔

## شہریار کے خیمہ میں قیام

پہلے تو مہابت خاں سواری کے ہاتھی کو اپنے خیمہ کی طرف لے گیا اور بڑے ادب کے ساتھ عذر خواہی کرتے اور ثناگوئی کرتے ہوئے نیچے اُتارا اپنے بیٹوں کو نذر پیش کرنے کے لئے حاضر کیا اور بادشاہ کے پاس ان کو متعین کر دیا۔ بعد میں جب اس کو نور جہاں کا خیال آیا تو اس کی تلاش شروع

کی۔ لیکن چڑیا پہلے ہی اڑ چکی تھی، اس کے بچ کر اپنے بھائی کے پاس چلے جانے کی اطلاع ملی تو وہ دستِ افسوس ملنے لگا اور اپنے ہمراہیوں کو برا بھلا کہنے لگا۔ اب اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے اور یہ معاملہ آخر کس نتیجہ پر پہنچا کر رہے گا؟ بہر حال اس نے بادشاہ کو دوبارہ سوار کرایا چونکہ بادشاہی خیمہ لوٹ لیا گیا تھا اس لئے شہزادہ شہریار کے خیمہ میں جو اس وقت تک کھڑا ہوا تھا، بادشاہ کو لے جاکر پورے اعزاز کے ساتھ ٹھیرا دیا اور خود دست بستہ حضور میں کھڑا ہو گیا۔ اس کے آدمیوں نے اطراف سے ناکہ بندی کر دی۔ اس وقت شجاع خاں جس کا اس سارے جھگڑے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بڑی سعی و جہد کے بعد بادشاہ کی خدمت میں پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا مگر مہابت خاں کے اشارہ پر اسے کافروں نے شہید کر دیا۔

### جہانگیر کی مصلحت سازی

غدار مہابت خاں اپنے منصوبہ میں کامیاب ہو گیا تھا۔ لیکن آئندہ کے متعلق اس کے سامنے کوئی تدبیر نہ تھی، بد حواس حوصلہ باختہ، ہر گھڑی ایک نئے خیال اور نئی فکر میں لگا رہتا تھا۔ اس کے مقابلہ میں جہانگیر نے پورے ہوش و حواس، حوصلہ و تدبیر کا ثبوت دیا، جو کچھ وہ کہتا تھا، وہ موقع کے مناسب اور قرین صواب ہوتا تھا۔ غیب سے بادشاہ کے دل میں یہی مصلحت آئی کہ خود کو اس کا ہم خیال اور حامی ظاہر کرے اور اس کی موافقت کرتا رہے۔ چنانچہ اس سے کہا "تم نے یہ بہت خوب کیا کہ مجھے اس بد مذہب رافضی کے پنجہ سے بچا کر اپنے اختیار میں لے لیا اور اس بدخواہ کے ہاتھ باندھ دیئے، مہابت بھی ہر لحظ عقیدت اور فدویت کا اظہار کرتا تھا اور غدر معذرت کرتا رہتا تھا۔ اس نے شاہی تخت منگوالیا۔ دستور کے مطابق بادشاہ کو اس پر بٹھایا جو شراب بادشاہ نوش کرتا تھا وہ حاضر کر دی۔ خود عقیدت مند بندوں کی طرح خدمت بجالاتا رہا۔

### فریقین میں مراسلت

شاہی قافلہ میں نورمحل کے پہنچنے کے بعد مباحثہ اور مشورہ کے بعد طے پایا کہ صبح ہوتے ہی نور جہاں بیگم کو ہاتھی پر سوار کر کے تمام امیر اس بدبخت سے انتقام لینے کے لئے جائیں اور بادشاہ سلامت کو اس کی قید سے چھڑا لائیں۔ نورمحل کو اس تجویز سے پوری طرح اتفاق نہیں تھا کیونکہ بادشاہ دشمن کے اختیار میں تھا اور اس کی جان خطرہ میں پڑ سکتی تھی۔ لیکن اس خیال سے کہیں اس پر بزدلی کا

الزام نہ آئے اس نے اسے قبول کر لیا اس کے علاوہ کوئی اور تدبیر بھی اس کے ذہن میں نہیں آرہی تھی اور بجز اس پر راضی ہونے کے کوئی دوسری راہ سامنے نہیں تھی۔ جب اس ارادہ کی خبر جہانگیر کو ملی تو اس نے مہابت خاں کے کہنے پر نور محل اور آصف خاں کے پاس تسلی اور اطمینان کا پیغام بھیجا اور اسے کسی اقدام کو کرنے سے سختی کے ساتھ روک دیا اور باصرار کہلوایا کہ "جب میں یہاں ہوں تو تم کو مقابل آنے جنگ کرنے اور مجھ پر تیر بندوق چلانے کی جسارت نہ کرنا چاہیے۔ یہ مصلحت کے خلاف ہے " میں یہاں نہایت آرام سے ہوں میری طرف سے کوئی وسوسہ نہ کریں " تصدیق کے لئے میر منصور کے ہاتھ اپنی انگشتری بھی بھجوا دی۔ مہابت خاں نے بھی صادق خاں کے ذریعہ آصف خاں کو یہ پیغام دیا کہ " سلطنت کا نظم و اختیار چونکہ تمہارے منحوس ہاتھوں میں تھا اور تم اپنے آپ کو افلاطون وقت سمجھتے تھے۔ اس لئے تمہارے ولی نعمت کا یہ حال ہوا اب مصلحت عامہ اور تمہاری اپنی بھلائی بھی اسی میں ہے کہ کچھ عرصہ تک وزارت اور بادشاہ کی خدمت کے فرائض مجھ ناکارہ پر چھوڑ دو اور تم پنجاب یا اپنی جاگیر میں جاکر بیٹھ جاؤ۔"

**پہلی ناکام لڑائی**

نورجہاں اور آصف خاں نے بادشاہ کے پیغام کو مہابت خاں کے دباؤ کا نتیجہ سمجھا اور اپنی کوششوں سے باز نہ آئے اور طے کیا کہ پہلے فدائی خاں، بہادر اور یکہ تاز سپاہیوں کو لے کر اپنے جوہر آزمائے، چنانچہ صبح ہوتے ہی فدائی خاں دریا کے کنارے پہنچا۔ راجپوتوں نے حسب ہدایت پل کو جلا دیا اور لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر بہادر حملہ آوروں کی تیر اندازی اور دریا کے چڑھاؤ کی پرواہ کئے بغیر بڑھتے چلے گئے اور دریا میں اپنے گھوڑے ڈال دیئے اور پیرتے ہوئے دوسرے کنارے پر دولت خانہ شاہی کے سامنے جا پہنچے، ان میں سے ایک جماعت جس کی موت آچکی تھی ضرور غرق آب ہو گئی۔ بعض دریا کے تلاطم کا تو مقابلہ کرکے کنارے پہنچ گئے مگر ایسے نیم جان اور کمزور ہو گئے کہ اپنی فوج سے جاکر نہ مل سکے۔ اس طرح ساری فوج میں سے صرف ستر آدمی پیش قدمی کرکے مہابت خاں کی فوج کے مقابلہ پر پہنچے اور بہادرانہ حملہ کر دیا۔ لیکن جب کچھ مارے گئے اور کچھ زخمی ہو گئے تو مقابل پر ٹھہر نہ سکے اور فدائی خاں سے جاکر ملنے کے لئے پسپا ہو گئے۔ فدائی خاں نے بھی جب دیکھا کہ کچھ پیش نہ گئی تو بس وہ جیسے وہاں پہنچا تھا ویسے ہی الٹے پاؤں لوٹ آیا۔

## نور جہاں کا اقدام

دوسرے دن کہ جمادی الآخر کا آخری دن تھا۔ آصف خاں تمام امیروں کے ساتھ ملکۂ علیا کو ہاتھی پر سوار کرکے روانہ ہوا۔ نور جہاں نے اپنے پاس دو ترکش اور دو کمانیں ایک بندوق روشن قلیچہ کے ساتھ رکھ لی اور ہمراہیوں کا حوصلہ بڑھاتی ہوئی روانہ ہوئی۔ پہلے ہی سے ایک پایاب راستہ دریافت کرلیا گیا تھا۔ اس راستہ میں بعض جگہ غار اور ٹیلے تھے۔ بہرحال تمام جاں نثار جان ہتھیلی پر رکھے ہوئے بیگم کی رکاب میں دریا میں داخل ہوگئے۔ راستہ دشوار گذار تھا۔ دو تین گہرے غار تھے۔ بعض جگہ پانی بہت گہرا تھا اس لئے فوج کے گذرنے میں بڑی دقت ہو رہی تھی لشکر کا سارا انتظام اور ترتیب بگڑ گئی تھی۔ فوج ایک طرف امیر دوسری طرف سب افراتفری میں چلے جارہے تھے۔ بڑی صعوبتوں کے بعد دریا عبور کرکے سر اٹھایا تو دیکھا دوسری طرف غنیم ان کے انتظار میں ہے۔ آصف خاں، خواجہ ابوالحسن اور ارادت خاں سب سے پہلے نور محل کی عماری کو پیچھے چھوڑ کر دریا کے کنارے پہنچے۔ مہابت خاں کی فوج اور جاہل راجپوت جنگی ہاتھیوں کو لئے ہوئے سدراہ بنے ہوئے تھے تو انھوں نے پانی میں بڑھ کر تیر باری شروع کردی،.. اور بندوقیں سر کرنے لگے۔

## آصف خاں کی شکست

ابھی آصف خاں اور خواجہ ابوالحسن بیگم کے ساتھ پانی میں تھے کہ فوج کا اگلا حصہ تیر بان اور بندوق کی گولیوں کی بوچھار سے منہ پھیر کر پلٹ آیا۔ ان میں سے جن لوگوں نے دلیری دکھائی اور پانی سے باہر نکلنے میں کامیاب ہوگئے وہ ہتھیاروں کے بوجھ اور کپڑوں کے بھیگ جانے کی وجہ سے خود کو سنبھال نہ سکے پھر بھی انھوں نے تلواریں سونت کر مہابت خاں کی فوج پر حملہ کردیا۔ لیکن وہ کب تک لڑتے پیچھے سے جب کمک نہیں پہنچی تو ان میں سے بیشتر مارے گئے اور زخمی ہوگئے۔ باقی منتشر ہوکر بھاگ گئے۔ اب راجپوت ملکہ کی سواری کے مقابل اور قریب پہنچ چکے تھے۔ ان کی تلواروں اور برچھیوں سے سواری کے اطراف بہت سے نوجوان خاک و خون میں لوٹ گئے۔ چنانچہ نورمحل کے ہاتھی کے اطراف جواہر خاں ناظر محل، ندیم خوجہ بیگم اور دوسرے ممتاز آدمی قربان ہوگئے تھے۔ ہاتھی اونٹ گھوڑے اور آدمیوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ اس بری طرح گڈمڈ ہوگئے تھے کہ ایک دوسرے کے دھکے سے دریا میں گرتے جارہے تھے۔ اور یوں غرق ہو رہے تھے جیسے مرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتے ہوں۔

## نور جہاں خطرہ میں

اس قیامت کے ہنگامہ میں کہ روزِ محشر کا نظارہ دکھائی دے رہا تھا، ایک تیر بیگم کی عماری میں شہریار کی شیر خوار بچی کے بازو میں آکر لگا۔ بیگم نے بچی کے بازو سے تیر کھینچ کر نکالا، اس کی دایہ پریشان ہو رہی تھی اُسے دلاسا دیا اور بچی کے زخم کی مرہم پٹی کی۔ راجپوتوں نے بیگم کے ہاتھی کی سونڈ پر بھی تلوار کے دو وار کیے اور چند برچھیاں ماریں۔ مہاوت کو بھی زخمی کر دیا۔ ہاتھی ان زخموں کی تاب نہ لا کر دریا میں لوٹ گیا۔ فیل بان اپنے زخموں اور ہاتھی کے مضطرب ہونے کے سبب ہاتھی کو سنبھال نہ سکا اور ہاتھی گہرے پانی میں جا گرا، چند غوطے کھائے پھر زور لگا کر تیرتے ہوئے اس ہلاکت سے کنارے نکل آیا۔ اس وقت عماری سے عورتوں کی چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔ خواجہ ابو الحسن کا گھوڑا تیروں کی بوچھاڑ سے پانی میں اُچھل کود کرنے لگا کیونکہ اس کو دو تین زخم لگے تھے، آخر وہ سوار سمیت گہرے پانی میں جا گرا ابو الحسن بھی اُلٹ کر پانی میں جا پڑا۔ لیکن اس کے ہاتھ میں زین کا دستہ آگیا تھا۔ اس لیے ڈوبا نہیں اور نور محل کے ملاح کی مدد سے اس گرداب بلا سے نجات پا کر ساحل پر آگیا۔

## فدائی خاں کا دلیرانہ حملہ

آصف خاں اور خواجہ ابو الحسن جس مقام سے دریا کو عبور کر رہے تھے۔ اس سے دو تیر پرتاب کے فاصلہ پر سے فدائی خاں بڑی پامردی کے ساتھ دریا کو عبور کر گیا۔ فدائی خاں کے بعد پیچھے جا کر آصف خاں کا بیٹا ابوطالب الہیار شیر خواجہ اور دوسرے بہت سے جاں بازوں نے دریا پار کر لیا تھا۔ فدائی خاں نے کنارے پہنچتے ہی اپنے بہادر سپاہیوں اور بادشاہی ملازموں کو اکٹھا کیا اور دشمن کے سر پر جا پہنچا اور ایک دلیرانہ حملہ میں مقابل کی صفوں کو الٹ دیا۔ راجپوت اس کے مقابل سے ہٹ گئے اور وہ جنگ کرتے ہوئے بادشاہ کے خیمہ تک جا پہنچا۔ مہابت خاں کی فوج اس کے مقابل ہو گئی اور ایک سخت معرکہ برپا ہو گیا۔ فدائی خاں کے آدمیوں نے تیر اندازی شروع کر دی، ان کے چھوڑے ہوئے تیر خیمہ کے اندر بادشاہ کے نشیمن تک پہنچ رہے تھے۔ مخلص خاں نے خود کو بادشاہ کے سامنے ڈھال بنا کر کھڑا کر دیا۔ اس وقت مہابت خاں نے عرض کیا۔ "پاجی کی جرأت اور بے ادبی تو ملاحظہ فرمائیے کہ ولی نعمت کے مقابل تیر اندازی کر رہا ہے اور انجام کی طرف سے بالکل بے پرواہ ہے"۔ اس کے بعد بادشاہ نے فدائی خاں کو جنگ بند کر دینے کے احکام بھیجے مگر اس نے ان پر توجہ نہیں کی اور جنگ جاری رکھی۔

## فدائی خاں کی شکست

فدائی خاں کے داماد عطاء اللہ، سید مظفر اور وزیر بیگ نے ایک رسالہ کے ساتھ بڑی جاں نثاری دکھائی ان میں سے کچھ لوگ زخمی بھی ہو گئے، خود فدائی خاں کو اور اس کے گھوڑے کو تین چار تیر لگے۔ اس نے بڑی کوشش کی کہ اپنی جمعیت کے ساتھ اندر بادشاہ کے پاس پہنچ جائے اور کچھ کر دکھائے، مگر مہابت خاں کے فوج کے ہجوم کی وجہ سے جس کو برابر کمک ملتی جا رہی تھی، وہ مجبور رہا۔ اس وقت فدائی خاں کی کمک پر کوئی بھی پہنچ نہ سکا۔ پھر بادشاہ کی طرف سے جنگ نہ کرنے کا حکم بار بار مل رہا تھا۔ اسے مجبوراً پسپا ہونا پڑا۔ اس نے تیر کر دریا عبور کیا اور رہتاس (پنجاب) میں، جہاں اس کے بیٹے بھتے چلا گیا۔ اپنے گھر کی عورتوں اور بچوں کو وہاں کے زمینداروں کے ایک تعلقہ میں جن سے اس کے دیرینہ تعلقات اور قدیم مراسم تھے۔ ٹھہرا دیا اور خود جریدہ دہلی کی طرف چلا گیا۔

## آصف خاں کا فرار

آصف خاں خوب جانتا تھا کہ مہابت خاں اس سے بری طرح انتقام لے گا، کیونکہ یہ سب کچھ اسی کا کیا دھرا تھا۔ ع

"اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست"

اس لئے وہ بھاگ کر اپنی جاگیر اٹک میں جا بیٹھا۔ تیر خواجہ الیاد اور دوسرے بیشتر شاہی ملازم آبرو بچا کر جدھر منہ اٹھا، اُدھر نکل گئے۔ خواجہ ابوالحسن، ارادت خاں، معتمد خاں، مؤلف اقبال نامہ اور کچھ دوسرے لوگ مہابت خاں سے عہد و پیمان اور امان لے کر ملاقات کے لئے پہنچ گئے۔ اس نے ان کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا، لیکن ملاقات کے وقت اس قدر ان کو لعنت ملامت کی اور بیہودہ کلمات کہے کہ ان کو سننے سے مر جانا کہیں بہتر تھا، ان سب کو اس نے دیّوس، نامرد کہا، عورت سے بدتر قرار دیا، غرض خوب ڈانٹ پھٹکار کی۔

## اٹک پر مہابت خاں کا حملہ

آصف خاں اپنے کوئی دو ڈھائی سو عزیز اقارب اور نوکروں کے ساتھ قلعہ اٹک میں جا بیٹھا تھا۔ اس لئے مہابت خاں نے اس کے تعاقب میں پہلے تو ایک راجپوت فوج بھیج دی، جس نے بطور ایلغار پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس عرصہ میں اس نے نورمحل کو بادشاہ کے پاس پہنچا دیا تھا اور وہ دونوں رنج و الم میں شریک، مہابت خاں کی نگرانی میں دن گذار رہے تھے۔ شاہی جوڑے کی نگرانی کے لئے اس نے نصف فوج کو تو بادشاہ کی خدمت میں چھوڑ دیا اور بقیہ فوج کو لے کر آصف خاں

کی سرکوبی کے لئے پہنچ گیا۔ آصف خاں جس جمعیت پر بھروسہ کرکے اس کی پناہ میں ٹھٹک پہنچا تھا وہ معمولی سی جد و جہد کے بعد مہابت خاں سے جا کر مل گئی اور آصف خاں اپنے بیٹے ابوطالب اور خلیل اللہ ولد میران کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا۔ مہابت خاں نے اس کو بڑی بے حرمتی کے ساتھ قید کر لیا اور اپنے ساتھ حضور میں لے آیا۔ اسی زمانہ میں اس نے عبدالخالق طوانی اور شاہجہاں کے بخشی محمد تقی کو جسے اس نے برہان پور میں گرفتار کرکے اپنے ساتھ قید میں رکھ چھوڑا تھا۔ راجپوتوں کے حوالہ کر دیا۔ ان کے علاوہ خواجہ عبدالصمد اور ملا محمد کو بھی کہ یہ دونوں بڑے عالم و فاضل اور آصف خاں کے مصاحب و صلاح کار تھے۔ راجپوتوں کے حوالہ کر دیا۔ کافروں نے ان سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔

## ملا محمد کی شہادت

ان مارے جانے والوں میں ملا محمد بھی تھے جو اس زمانہ کے مشہور عالم حافظ قرآن اور ایک صالح آدمی تھے۔ اگر وہ وہاں سے فرار ہو جاتے تو ان کو کوئی گزند نہیں پہنچتا تھا۔ لیکن تقدیر میں یہی لکھا تھا کہ وہ مظلوم مارے جائیں اور مہابت خاں کے نامۂ اعمال میں اُن کے خون کی سرخی بھی شامل رہے۔ انھوں نے یہ سوچ کر کہ مہابت خاں کو مجھ درویش سے کیا واسطہ فرار ہونا پسند نہیں کیا اور وہیں ٹھہرے رہے اور مارے گئے۔ کہتے ہیں مہابت خاں پہلے ان کو قتل کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے حکم دیا کہ ان کے پیروں میں زنجیر ڈال دی جائے۔ لیکن جب طوق اور زنجیر ڈالی گئی تو دو مرتبہ اچھی طرح کسنے کے باوجود زنجیر ان کے پیروں میں سے کھُل کر نکل گئی، وہ بزرگ چونکہ برابر قرآن اور وظیفہ پڑھ رہے تھے اس لئے ان کے لب ہلتے جاتے تھے۔ یہ دیکھ کر مہابت خاں نے ان پر سحر و افسوں پڑھنے کا الزام لگایا اور قتل کرا دیا۔ قاضی رکاب اور بعض دوسرے ہمراہیوں نے بہت کچھ ملا کی خوبیاں بیان کرکے ان کی سفارش کی، مگر وہ اور زیادہ غضب آلود ہو گیا اور اُن کی شہادت کا حکم دیدیا۔ غضب خدا کا آخر یہ کیسی سخت دلی اور شقاوت قلبی تھی۔

## مہابت خاں کا رویہ

بادشاہ پر اور ملکہ پر یہ دن بڑے سخت تھے اس زمانہ میں جہانگیر نے بڑی بردباری اور حوصلہ سے کام لیا اور اس بد عاقبت کے ساتھ برابر لطف و مدارات سے پیش آتا رہا سچ کہا ہے۔ ع

مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش

؎ چو در طاس رخشنده افتاد مور
رہا نندہ را چارہ باید نہ زور

بادشاہ اس سے گفتگو کرتے ہوئے برابر اس کی مراعات اور موافقت کا لحاظ کرتے تھے۔ نور محل نے بھی تقاضائے وقت کی بنا پر بادشاہ سے یہی کہا کہ "آپ جہاں تک ہو سکے میرے بھائی کے خلاف شکوہ شکایت ہی کرتے رہیے اور اس سے یہی کہیے کہ جو کچھ ہوا وہ ان دونوں بھائیوں اور بہن کے حسد کا نتیجہ تھا۔ اس معاملہ میں یہ نہ ہوتا تو بہتر ہوتا۔ نہ تیرا کوئی قصور ہے نہ میرا" مہابت خاں کا بھی بادشاہ کے ساتھ بڑا مؤدبانہ رویہ تھا وہ ہمیشہ فدویانہ انداز میں پیش آتا تھا اور خدمت گاری میں کوتاہی نہیں کرتا تھا۔ شہنشاہ ہند کو وہ مقررہ دستور کے مطابق تخت پر بٹھاتا تھا اور خود تجربہ کار وزیروں کی طرح دیوان وزارت پر کھڑا رہتا تھا۔ ملکی معاملات و مسائل میں بادشاہ کی زبان سے جواب حاصل کر کے احکام جاری کراتا تھا۔ ان دنوں بادشاہ کی طرف سے امن و امان کے احکام دور و نزدیک تمام حاکموں کے پاس روانہ کئے گئے۔ بادشاہ اسے ازراہ لطف بیٹھنے کی اجازت دیتے تھے، وہ کبھی تو اطاعت امر میں بیٹھ جاتا تھا اور کبھی پاس ادب سے کھڑا رہتا تھا۔

**بادشاہ کی شکایت**

بادشاہ کو البتہ ایک بات سے بڑی تکلیف تھی حالت سفر میں بادشاہ ہاتھی پر عماری میں بیٹھتے تھے اور عماری کے آگے پیچھے دو راجپوت ضرور بٹھائے جاتے تھے۔ راجپوت چونکہ بھنگ پیتے ہینگ کھاتے اور بڑے گندہ دہن رہتے ہیں ان کی بدبو سے جہانگیر کو بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ اسی لئے وہ ان کو بدل دینے یا ان کو ہٹا دینے کے لئے مہابت خاں سے کہتا رہتا تھا۔ آخر اس نے صرف ایک راجپوت کو مقرر کر دیا جو عماری کے پیچھے بیٹھا کرتا تھا۔ اس حال میں بادشاہی قافلہ کوچ بر کوچ کابل کی طرف بڑھتا رہا۔ راستہ میں بادشاہ بزرگوں کے مزارات کی زیارت یا شکار کے لئے بھی جاتا تھا مگر مہابت خاں ہر جگہ اور ہر وقت سایہ کی طرح لگا رہتا تھا، اور اسے تنہا نہیں چھوڑتا تھا۔

**شاہی قافلہ کابل میں**

آخر کار شاہی قافلہ اوائل خورداد (ماہ سن الٰہی) میں حویلی کابل میں داخل ہوا۔ بادشاہ اسی بدبخت کی ہمراہی میں فردوس مکانی بابر بادشاہ اور اپنے چچا زاد بھائیوں کے مقبروں پر فاتحہ پڑھنے اور کابل کے باغوں

عمارتوں اور شکار کے لئے تشریف لے گئے۔ ان ہی دنوں توران کا ایلچی نذر محمد خاں کے تحائف اور خطوط لے کر حاضرِ بارگاہ ہوا۔ جو تحفہ وہ لایا تھا، دربار میں اس کی قیمت کا تخمینہ پچاس ہزار روپیہ لگایا گیا۔

## احدیوں اور راجپوتوں کی نزاع

کابل کے دوران قیام میں شاید صاحب قران تیمور کی روحانی امداد شامل حال تھی کہ نورمحل کی درپردہ سعی وجہد نے کچھ اثر دکھایا اور مہابت خاں کے اقتدار میں خلل پڑنے لگا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ کچھ دن قبل نورجہاں کی تجویز پر۔ احدیوں کا ایک نیا رسالہ بنایا گیا۔ اس میں منتخب اور بہادر آدمیوں کو بھرتی کیا گیا تھا۔ شکارگاہ کو افغانوں کی دست اندازی سے محفوظ رکھنے کے لئے اس رسالہ میں سے قراولوں کی ایک جمعیت کو علیحدہ کرکے نگرانی اور پاسبانی پر مقرر کر دیا گیا تھا۔ ایک دن بعض اکھڈ راجپوتوں نے جو مہابت خاں کے غرہ میں احدیوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اپنے باربردار جانور اور گھوڑے شکارگاہ میں چرنے چھوڑ دیے۔ احدی اور قراول ان کو روکنے لگے مگر وہ نہیں مانے آپس کی گفتگو مقاتلہ ومجادلہ میں بدل گئی۔ ایک دو احدی مارے گئے اور چند زخمی ہوئے۔ اس پر تمام احدی اور قراول متفق ہو کر دیوان شاہی میں استغاثہ لے کر آئے۔ مہابت خاں نے کہا، مجرموں کی نشان دہی کرو توان کو سزا دی جائے گی۔ مستغیث اس جواب سے مطمئن نہیں ہوئے۔ کیونکہ اس سے طرف داری صاف ظاہر ہو رہی تھی اور سب مل کر شورش پر آمادہ ہو گئے۔ اس ہنگامہ کے وقت نورمحل کی طرف سے بھی ان کو اشارہ پہنچ گیا اور انھوں نے باہم اتفاق کرکے راجپوتوں پر جو قریب ہی پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے حملہ کر دیا۔ بس ایک بہت بڑا ہنگامہ برپا ہو گیا اور باقاعدہ لڑائی چھڑ گئی۔

## راجپوتوں کی شکست اور فرار

راجپوت اس میں شک نہیں سپاہی زادے اور مرد میدان ہوتے ہیں اور کسی قوم کو اپنا مقابل نہیں سمجھتے لیکن وہ اپنے غرور میں آپ مست تھے اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اس لئے بالکل بے پروا رہتے تھے۔ دوسرے ان کے پاس سوائے تلوار اور برچھی کے دوسرا کوئی ہتھیار نہیں تھا ان کے برخلاف احدیوں میں بڑے اچھے نشانہ باز کمان دار تھے اور جتنے قراول تھے۔ وہ اس گمراہ جماعت کی زیادتیوں کی وجہ سے پہلے ہی سے خار کھائے ہوئے

تھے اور بس بہادر کے طالب تھے اس لئے ان کا حملہ ایسا بھر پور تھا کہ لڑائی چھڑنے کے بعد ہی راجپوت مغلوب ہو گئے اور مقاومت نہ کر سکے۔ عجب کشاکش اور دارو گیر کا عالم تھا۔ راجپوتوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا عام ہجوم ہو گیا اور سب نے مل کر ان کا فروں پر بڑا سخت حملہ کیا چنانچہ مہابت خاں کو خبر ہونے تک تقریباً ایک ہزار راجپوت جن میں سے اکثر مشہور جمعیت دار اور مہابت خاں کے خاص خاص آدمی تھے، مارے گئے اور زخمی ہو گئے اور ان کے مہاروں کی ایک بڑی جماعت بھی اپنی جزا پر پہنچ گئی۔ راجپوت احدیوں اور قراولوں کے مقابلہ سے بدحواس ہو کر بھاگے تو اُن کی چار چار سو پانچ پانچ سو کی ٹکڑی اطراف و اکناف غاروں اور دروں میں جا کر چھپ گئی، وہاں ایک دوسری آفت ٹوٹی، یہ ہزارہ کے افغان تھے انھوں نے ان مغروروں کو دست بدست پکڑ کر بکریوں کی طرح اپنی بغل میں دابا اور کوتل ہندوکش سے پار لے جا کر فروخت کر دیا اور ان کے پاؤں کی رگ کاٹ کر چوپائی پر لگا دیا۔

## مہابت خاں کی پریشانی

جب یہ ہنگامہ ختم ہو گیا تو مہابت خاں کو اس کی اطلاع ملی وہ حیران و پریشان سوار ہو کر راجپوتوں کی مدد پر پہنچا۔ لیکن اس اثنا میں بہت سے بادشاہی آدمی جوق درجوق احدیوں اور قراولوں کی کمک پر پہنچ گئے تھے۔ ہنگامہ پسند افغان بھی بے شمار جمع ہو گئے اور بادشاہی ملازموں کی مدد کرنے لگے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر بعض خیر خواہوں نے مہابت خاں کو آگے بڑھنے سے روک لیا اور اس کی باگیں پھیر کر میدان سے باہر لے آئے۔ اس کے چہرہ کا رنگ فق ہو چکا تھا۔ اس نے بھی اس سراسیمگی میں مقابلہ کرنا مناسب نہ جانا اور دولت خانہ بادشاہی میں جا کر پناہ حاصل کی اور کوتوال خاں، خلیل اللہ خاں، جمال محمد خواص کو بیگم کے چند آدمیوں کے ساتھ فساد کی روک تھام کے لئے متعین کر دیا۔ دوسرے دن اس نے دربار میں انکشاف کیا کہ فساد کے بانی خواجہ ابوالحسن کا بھائی قاسم خاں اور اُس کا داماد بدیع الزماں تھے ان دونوں نے لڑائی کے وقت احدیوں کی کمک پر اپنے آدمی بھیجے تھے۔ دونوں ملزموں کو اس نے اسی وقت ختم کرا دیا اور دوسرے شرکائے فساد کو سروپا برہنہ گھروں سے نکال کر قید کر دیا اور ان کے گھر ضبط کر لئے اور لٹوا دیئے۔ اس واقعہ کے بعد سے اس کا اثر و اقتدار خلل پذیر ہو گیا۔ اس نے احدیوں سے بہت کچھ نباہنا چاہا اور تلافی و تدارک

کی کوشش کی مگر کوئی بات نہیں بنی آخر بادشاہ نے ایک دو مہینے کے اندر احدیوں کے کے رسالہ کو توڑنے کا حکم دے دیا اور ان کو برطرف کر دیا گیا۔

**شہزادہ خرم کی اطاعت** اسی زمانہ میں دکن سے یہ رپورٹ بارگاہ شاہی میں آئی کہ نظام الملک کا مدارالمہام عنبر اسی سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔ شاہجہاں کو جب عنبر کے مرنے کی اطلاع ملی اور ادھر سے مہابت خان کے فتنہ و فساد کی خبریں بھی اس تک پہنچیں۔ دوسری طرف اس نے سلطان پرویز کے بڑھتے ہوئے غلبہ کو بھی دیکھ لیا تو ناچار ہو کر اس نے حضور میں عریضہ لکھا جس میں اپنی بے قصوری کا اظہار کیا تھا۔ اور کردہ و ناکردہ جرائم کی معافی چاہی تھی۔ بادشاہ نے حکم دیا "اگر وہ رہتاس اور آسیر کے قلعے بادشاہی ملازمین کے سپرد کر دے اور سلطان دارا شکوہ، اور سلطان اورنگ زیب کو حضور میں بھیج دے تو اس کی درخواست قبول کی جائے گی" شاہجہاں نے دونوں شاہزادوں کو حضور میں روانہ کر دیا اور دونوں قلعے بادشاہی کارندوں کے حوالے کر دیئے اور خود سلطان پور اور ندربار کے راستے اکبر پور کے گھاٹ کو عبور کیا اور ایلغار کرتے ہوئے ماندو پہنچا اور وہاں سے حقیقت حال دربار میں لکھ بھیجی۔

بادشاہ نے آغاز شہر پور (ماہ سن الٰہی) میں کابل سے ہندوستان کو مراجعت کی اسی دوران میں اطلاع ملی کہ شاہجہاں نے اجمیر پہنچنے کے بعد ٹھٹھہ کا رخ کیا ہے۔

**نور جہاں کی درپردہ کارروائی** اب ہم نور محل کی اس تدبیر کے متعلق کچھ لکھیں گے جو اس نے جہانگیر کو خود اختیار بنانے کے سلسلہ میں کی تھی۔ جیسا کہ ہم کہہ آئے ہیں۔ مہابت خاں کا گھمنڈ اسی روز ٹوٹ گیا تھا۔ جب کہ راجپوتوں اور احدیوں کے درمیان خانہ جنگی ہوئی تھی۔ دوسرے جہانگیر شراب کی محفلوں میں بالعموم دونوں بھائی بہن (آصف خاں نور جہاں) کا مذاق اڑاتا رہتا تھا اور اکثر کہتا تھا "نور جہاں نے تو میرے ملک کو چوپٹ کر دیا ہے۔ میرے اور میرے بیٹے کے درمیان نزاع برپا کر رکھی ہے۔ اگر نور محل کی محبت میرے دل پر مسلط نہ ہوتی تو میں ان دونوں بھائی بہنوں کا منحوس چہرہ کبھی بھی نہ دیکھتا۔ کبھی جہانگیر مہابت خاں سے کہتا۔ نور جہاں تمہاری فکر میں لگی ہوئی ہے اس کی طرف سے ہوشیار رہنا" بادشاہ کی ان باتوں سے وہ سمجھنے لگا کہ بادشاہ اس کا موافق اور حامی ہے۔ بتدریج اس کے دل کا غبار چھٹتا گیا۔ اور وہ بادشاہ کی طرف سے

زیادہ سے زیادہ مطمئن ہو گیا۔ چنانچہ دولت خانہ کے اطراف راجپوتوں کی پہرہ بندی میں بھی بہت کچھ کمی ہو گئی۔ کچھ سہولتیں ملیں تو بیگم نے اندر ہی اندر نامہ و پیام کے سلسلے استوار کر لئے۔ راستہ میں اُس کی اپنی جاگیروں یا شہریار کی جاگیروں پر سے گذر ہوتا تو وہ کارگذار اور رازداں آدمیوں کو تحریری اور زبانی پیغامات بھجواتی اور بعض کو خلوت میں بلاکر بخوبی اپنی تجویزیں ذہن نشین کرادیتی۔

**نورجہاں کی سازش**

نورجہاں نے پیام رسانی کے ذریعہ جاگیرداروں اور زمینداروں سے مطالبہ کیا کہ وہ تجربہ کار منتخب اور جنگ آزما آدمیوں کو "سہ بندی" کے نام سے بھرتی کریں اور ان کو متفرق ٹکڑیوں میں لشکر کی گذرگاہ پر بھجوادیں کہ وہ ایک دوسرے سے دور فاصلہ فاصلہ سے ٹھیر جاتیں۔ اس تجویز کے مطابق تقریباً دو تین ہزار سواروں کو جو اپنے وقت کے جنگجو اور بہادر سپاہی تھے جاگیروں کے عمال نے خفیہ طور پر بھرتی کر لیا اور ان کو پھٹے پرانے کپڑے پہنا کر دور و نزدیک کے فاصلوں پر بے روزگاروں کی ٹولیوں کی شکل میں بٹھادیا کہ یہ فوج کے بیکار جوان ہیں جو نوکری کی تلاش میں بھٹک رہے ہیں۔ اب مسئلہ ان جوانوں کو اکٹھا کرنے کا تھا۔

**فوج کا معائنہ**

نورمحل کی تجویز پر بادشاہ نے مہابت خاں کو بلاکر اس پر بڑے اعتماد کا اظہار کیا۔ اُس کی خدمت گذاریوں اور وفاداریوں کو سراہا۔ دوسروں کی نمک حرامیوں کا شکوہ کیا۔ اور اس احتیاط کے ساتھ کہ وہ اصل معاملہ کو نہ بھانپ لے خلوت میں اُس سے کہا۔ "اس ہنگامہ میں بعض موقع پرستوں نے اپنے سپاہیوں کی تخفیف کردی ہے اور ان کو برطرف کردیا ہے۔ اگر تم امراء کی جمعیتوں کا "محلہ"[1] کرادو تو مناسب ہوگا۔" مہابت خاں نے یہ تجویز مان لی اور جگہ جگہ نقیبوں اور گماشتوں کو بقید تاریخ و روز متعین کردیا کہ امراء اپنی اپنی فوج کا معائنہ کرائیں گے۔ سب کی طرح نورمحل کے کارندوں کے پاس بھی نقیب اطلاع دینے پہنچا۔ نورجہاں کو مطلع کیا گیا۔ بیگم نے اس کے جواب میں بڑی درشتی سے کہا۔ "ہم کو اگرچہ فوج اور محلہ سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ہم کو تو جو کچھ بادشاہ سلامت دیتے ہیں۔ ہم اسی میں سے ارباب نشاط کا اور آرائش

---

[1] "محلہ" فوج کی اصطلاح تھی جسے فوج کے جائزہ اور معائنہ کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔

وزیبا لش کا خرچ پورا کر لیتے ہیں۔ تاہم یہ بتا دو کہ میری تین گز کی اوڑھنی دوسرے مردوں کی تیس تیس گز کی پگڑیوں سے کمتر ثابت نہیں ہو گی۔" اس نے یہ الفاظ اس غصہ اور غیرت سے کہے کہ بناوٹ نہیں معلوم ہوتی تھی۔ مہابت خاں کو جب یہ پیغام پہنچایا گیا تو اس نے اول فول بکنا شروع کر دیا اور محل لینے کی کارروائی سختی سے شروع کر دی اور نورجہاں کے تمام کمان داروں پر اپنے نگران کار مقرر کر دیئے۔

جس دن بیگم کے آدمیوں کا معائنہ مقرر کیا گیا تھا۔ نورمحل نے یہ انتظام کرا دیا کہ سیدھے ہاتھ پر تو قدیم فوجی فاخرہ زرین وردیوں میں، عمدہ عمدہ ہتھیار سجاتے ہوئے اور ان نذرانوں کو لئے ہوئے کھڑے ہوں جو محل کے وقت دی جاتی ہیں اور عمدہ عمدہ تحائف بھی ساتھ رکھیں۔ بائیں طرف نئے بھرتی شدہ ملازم سپاہیانہ وردیوں میں شکستہ ہتھیاروں کے ساتھ گمنام امیروں کے نام پر کھڑے رہیں۔ رات کے وقت بادشاہ نے مہابت خاں سے بڑے اخلاص کا مظاہرہ کیا اور کہا۔ "کل نورجہاں کی فوج کا محلہ ہو گا، اس کے تلنگیوں سے خود کو دور ہی رکھنے کی کوشش کرنا اور پوری طرح محتاط رہنا۔"

## جہانگیر کی رہائی

دوسرے دن جب معائنہ شروع ہوا تو مہابت خاں کو بادشاہ کی تنبیہ یاد تھی۔ چنانچہ وہ احتیاط اور حفاظت کے پیش نظر دوسرے دنوں کے برخلاف اس دن باگیں کھینچے ہوئے بادشاہ کی سواری کے ساتھ ساتھ ہی چل رہا تھا۔ جیسے ہی بادشاہ کا ہاتھی نورمحل کی فوج کی دورویہ صفوں میں داخل ہوا نقیبوں نے دائیں جانب کی فوج کے محلہ کا چیخ چیخ کر اعلان کیا۔ بادشاہ، مہابت خاں اور اس کے ہمراہی اس طرف متوجہ ہو گئے۔ اس وقت ان فوجیوں کی زرق برق وردیاں آنکھوں میں چکاچوند پیدا کر رہی تھیں۔ جیسے ہی مہابت خاں اور اس کے ساتھی دائیں جانب متوجہ ہوئے اچانک بائیں جانب کھڑے ہوئے بہادر نوجوان تلواریں کھینچے ہوئے اور نیزے تولتے ہوئے بڑھے اور بڑی تیزی سے چشم زدن میں انھوں نے بادشاہی ہاتھی پر سوار محافظ راجپوت کو اور فیل بان کو جو اسی بدبخت کے مقرر کردہ تھے مار گرایا، اور بادشاہ کو ان کے قبضے سے چھڑا لیا۔ پہلے سے ایک فیل بان کو مسلح اور تیار رکھا گیا تھا۔ جیسے ہی پہلا مہاوت گرا وہ جست لگا کر ہاتھی پر پہنچ گیا۔ مہابت خاں اور اس کے آدمی اس فتنہ سے خبردار ہوتے ہی بائیں جانب پلٹے: ان کے پیٹھ پھیرتے ہی دائیں جانب کی قدیم فوج نے حملہ کر بادشاہ

کے ہاتھی کو نئی بھرتی شدہ سپاہیوں کے ساتھ اپنے حلقہ میں لے لیا اور دشمنوں کے مقابلہ پر آ گئے۔ اسی اثناء میں دوسرے تمام امراء بھی گھوڑے دوڑاتے ہوئے بادشاہ کی رکاب میں پہنچ گئے اور جاں فشانی کے لئے تیار ہو گئے۔

### مہابت خاں کا فرار

مہابت خاں نے جب دیکھا کہ سارا نقشہ ہی دگرگوں ہو گیا ہے اور اب اس کے اختیار میں کچھ نہیں رہا تو جان گنوانا خلاف مصلحت جان کر ایک کنارہ پر ہو گیا اور پھر اس طرح وہاں سے غائب ہوا کہ اس کے سایہ کو بھی اس کی خبر نہ لگی۔ اس کی راجپوت فوج اور دوسرے ہمراہی بھی متفرق ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ بہرحال بادشاہ بغیر کسی جنگ و جدال کے ایسے خطرناک قوی دشمن کے چنگل سے صحیح سلامت نکل آیا۔ اسی وقت جہانگیر نے نورمحل سے مہابت خاں کا تعاقب کرنے اور اس کے پیچھے لشکر بھیجنے کے متعلق مشورہ کیا۔ نورمحل نے کہا "ہرگز نہیں اس فکر میں آپ نہ پڑیئے، اور اس کو چھوڑ دیجئے کہ جہاں چاہے چلا جائے۔ بلکہ آپ بلندخاں خواص کے ذریعہ بڑے لطف و اخلاص کا اظہار کرتے ہوئے یہ پیغام بھجوایئے کہ "عقلمندی کی بات یہی ہے کہ تم بیگم کے آدمیوں کے شر سے خود کو بچاؤ اور ان سے پہلے دریا کو عبور کر جاؤ"۔ چنانچہ مہابت خاں دریائے رہتاس کو عبور کر کے ٹھیر گیا اور بادشاہی خیمہ گاہ اسی جگہ قائم و برقرار رہا۔

### آصف خاں کی رہائی

شام کے وقت بادشاہ نے افضل خاں کو مہابت خاں کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ "آصف خاں کو مع اس کے بیٹے کے اور دانیال کے بیٹوں کو رہا کر دے، اور خود شاہجہاں کے تعاقب کے لئے چلا جائے۔ تاکہ تیرے قصور ہم معاف کر دیں"۔

مہابت خاں نے دانیال کے دونوں بیٹوں کو تو بڑے اعزاز کے ساتھ افضل خاں کے حوالہ کر دیا، اور آصف خاں کے بارے میں معذرت کی کہ "چونکہ میں بیگم کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں اس لئے لاہور سے گذرنے تک آصف خاں اور اس کے بیٹے کو سپرد کرنے سے معذور ہوں"۔ جہانگیر کو اس کے جواب پر بڑا طیش آیا، مگر تقاضائے وقت کی خاطر ضبط سے کام لیا اور دوبارہ افضل خاں کو اس کے پاس بھیجا اور اپنی اور بیگم کی طرف سے کلام الٰہی کی قسم کھائی اور اطمینان دلایا۔ کوئی تین چار منزل تک آگے پیچھے قافلے چلتے

رہے اور نامہ و پیام کا تبادلہ جاری رہا آخرکار اُس نے آصف خاں کو اپنے پاس بلا کر اس سے بھاری بھاری قسمیں اٹھوائیں۔ خلعت اور ہاتھی دے کر اسے بادشاہ کے پاس بھجوادیا البتہ اس کے بیٹے ابوطالب کو مزید چند دن تک روکے رکھا تاکہ کوئی فوج اس کے مقابلہ پر نہ بھیجی جائے بعد میں اسے بھی پورے اعزاز کے ساتھ رخصت کردیا۔

**خرم کی ٹھٹھہ کو روانگی** ماہ آبان (الٰہی) کے اوائل میں لاہور کے قریب شاہی قافلہ نے نزول کیا۔ شاہجہاں نے اس وقت تک دونوں شہزادوں کو حضور میں بھیج دیا تھا اور رہتاس و آسیر کے دونوں قلعے بھی حسب الحکم بادشاہی گماشتوں کے حوالہ کردیئے تھے اور باپ کی اور نورمحل کی خوشنودی اور مرضی حاصل کرنے کے لئے اجمیر آکر ٹھہر گیا تھا۔ لیکن اسے یہی معلوم ہوا کہ ان شرائط کی پابجائی کے باوجود بیگم کا دل اس کی طرف سے صاف نہیں ہوا ہے اور بادشاہ کی بے توجہی علیٰ حالہ اور جھگڑا بدستور موجود ہے۔ لہٰذا شاہجہاں نے باپ کی خدمت میں جانا مناسب نہ جانا اور ایران یا کسی اور طرف نکل جانے کا ارادہ کرکے ٹھٹھہ کی راہ لی۔ بادشاہ کو شاہجہاں کے اجمیر سے ٹھٹھہ جانے کی اطلاع واقعہ نگاروں کی رپورٹ سے ملی۔

**بنگال کے خزانہ کی ضبطی** لاہور میں داخل ہونے کے بعد بادشاہ نے لاہور کی صوبہ داری کی خلعت تو آصف خاں کو دی اور بدستور سابق خواجہ ابوالحسن کو وزارت پر مامور کیا اور افضل خاں کو خانساماں مقرر کیا۔ میر جملہ کو میر بخشی کی خدمت پر فائز کیا گیا۔ اسی اثنا میں اطلاع ملی کہ مہابت خاں شرقی علاقہ سے جنوب کی طرف متوجہ ہوا ہے آگے نہ معلوم کہاں جا کر ٹھہرے گا۔ یہ بھی اطلاع ملی تھی کہ بنگالہ سے مہابت خاں کے سارے اموال و اسباب اور جاگیر کے محاصل مع ہاتھیوں کے اس کے پاس لائے جارہے ہیں بادشاہ نے دہلی کے قریب پہنچنے کے بعد صفدر خاں کو امراء کی ایک جماعت کے ساتھ ایک ہزار احدیوں کا دستہ دے کر مذکورہ رقوم اور مال و اسباب کو ضبط کرنے پر متعین کیا۔ مہابت خاں کے آدمی خزانہ لے کر شاہ آباد پہنچے تھے کہ بادشاہی جمعیت بھی پہنچ گئی۔ فریقین میں خوب لڑائی ہوئی آخر صفدر خاں نے سرائے کو آگ لگادی اور مخالف جمعیت کو قتل و زخمی کرکے خزانہ اپنی تحویل میں لے لیا اور حضور میں روانہ کردیا۔ بادشاہ نے صفدر خاں کو اسی فوج کے ساتھ ایک اور جمعیت دے کر مہابت خاں کی سرکوبی کے لئے مامور کردیا۔

## سلطان پرویز کی وفات

اسی سال بارگاہ میں سلطان پرویز کے انتقال کی خبر پہنچی جو شاہجہاں کے تعاقب پر لگا ہوا تھا۔ خان خاناں کی عرض داشت بھی پہنچی۔ جس میں مہابت خاں کے تعاقب اور تنبیہ کی پیش کش کی گئی تھی، بادشاہ نے اس کو منظور کر لیا۔ اسی دوران میں مہابت خاں کی درخواست بھی پہنچی۔ اس نے قصور کی معافی چاہی تھی اور شاہجہاں کا تعاقب کرنے کی پیش کش کی تھی۔ دکن کی رپورٹ سے معلوم ہوا، وہاں عنبر کے انتقال کے بعد یاقوت حبشی نے جو وہاں کا مشہور سردار تھا، بادشاہی حکام سے اطاعت و خیر خواہی کا معاہدہ کر لیا۔

## خرم کی دکن کو واپسی

ٹھٹھ کے خبر رسانوں نے اطلاع دی کہ شاہجہاں چار سو سواروں کو لے کر ٹھٹھ پہنچا تھا اور ایران جانا چاہتا تھا۔ ٹھٹھ کے حاکم شریف الملک نے شاہجہاں کا مقابلہ کیا۔ مگر شاہجہاں نے باوجود قلت سپاہ کے اسے شکست دے کر بھگا دیا اور وہ شہر میں آکر محصور ہو گیا۔ شاہجہاں کو اس وقت پرویز کے فوت ہو جانے کی اطلاع ملی۔ علاوہ ازیں وہ بیمار پڑ گیا اور کچھ دوسرے موانعات بھی پیش آئے اس لئے اس نے ایران جانے کا ارادہ ترک کر دیا ٹھٹھ پر حملہ کرنے اور اس کا محاصرہ کرنے کی بھی فکر نہیں کی اور واپس دکن چلا گیا۔ اسی زمانہ میں آصف خاں کو ہفت ہزاری منصب اور ہفت ہزار سوار پر ترقی ملی۔

دکن کی روداد سے معلوم ہوا کہ نظام الملک کی شہ پر عنبر کے بیٹے فتح خاں نے ایک بھاری فوج لے کر خاندیس اور برار کے بادشاہی علاقہ پر حملہ کر دیا۔ اس وقت خاندیس اور برار کی صوبہ داری پر سربلند رائے کی جگہ خان جہاں لودھی فائز تھا۔ وہ حملہ آوروں سے مقابلہ کے لئے برہان پور میں لشکر خاں کو نائب بنا کر روانہ ہو گیا۔

اسی اثناء میں شاہجہاں کے احمد آباد سے دکن پہنچنے کی اطلاع ملی کہ وہ ناسک کے قریب بمقام جنیر ٹھیرا ہوا ہے۔ شاہجہاں نے ٹھٹھ جاتے وقت اجمیر کے راستہ سے چار سو پندرہ کوس جریبی کی مسافت چار مہینے میں ستر کوچ اور پچاس مقام میں طے کی تھی۔ واپسی کے وقت احمد آباد کے راستہ دو سو ساٹھ کوس کا فاصلہ چالیس کوچ اور دس مقام میں طے ہوا تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مہابت خاں بھی شاہجہاں کے تعاقب کے بہانے دکن میں شاہجہاں کے پاس پہنچ گیا اور اس سے مل کر خلوص و وفا شعاری

اور تلافیٔ مافات کے عہد و پیمان کرلے۔

## خان جہاں لودھی کی سیاسی غلطی

اس زمانہ میں دکن سے بڑا ہی دلچسپ قصہ عرض شاہی میں پہنچا کہ خان جہاں لودھی جب نظام الملک کے امراء کی سرکوبی کے لئے گیا تو وہ نظام الملک کے ایک بہترین سربرآوردہ سردار حمید خاں حبشی کے مقابل جاکر ٹھیر گیا۔ حمید خاں کے پاس ایک خوبصورت عورت تھی جسے اس نے معاشقہ کرکے اپنے عقد میں لے لیا تھا۔ وہ اس عورت کا غلام بنا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اس کی خوشنودی کے لئے ذلت پر بھی راضی ہوگیا تھا چنانچہ اس فاجرہ نے نظام الملک سے تعلقات قائم کر رکھے تھے اور اس کو بھی اس طرح قابو میں کرلیا تھا کہ محل کے اندر بس وہی مالک و مختار تھی اور باہر اُس کا شوہر حمید خاں سیاہ وسپید کا مالک بنا ہوا تھا۔ اس ملعونہ نے شوہر کے واسطہ سے خان جہاں سے بھی ربط ضبط بڑھالیا۔ ہدیئے تحفے بھیج کر نامہ و پیام کے ذریعہ اُس نے خان جہاں کو منہ بولا باپ بنالیا اس کے ربط ضبط کی وجہ سے میدان رزم بزم میں تبدیل ہوگیا اور دوستی و موافقت کے رشتے استوار ہوگئے۔ غرض اس عورت کی کوششوں سے نظام الملک نے اپنا کھویا ہوا علاقہ جو ہزارہا آدمیوں کے مارے جانے اور کروڑہا روپیہ خرچ ہونے کے بعد عرش آشیانی اکبر اور جنت مکانی جہانگیر کے قبضے میں آیا تھا۔ خان جہاں کو چار پانچ لاکھ ہون اور دو تین لاکھ کے جواہر دے کر خرید لیا۔ اور اس لالچی افغان (خان جہاں لودھی) نے موقع پاکر اس ملک کو فروخت کردیا اور ایک دو محالات کے محصول کے عوض دو بادشاہوں، دو تین شہزادوں متعدد امیروں کی برسہابرس کی محنت و جاں فشانی کو اور کروڑوں کی رقم کو، جو وہاں خرچ ہوچکی تھی رائیگاں کردیا۔ تمام حاکموں نے خان جہاں کے حکم پر نظام الملک کے گماشتوں کو اپنے علاقے سپرد کردیئے اور اس کی اطاعت قبول کرلی۔ خان جہاں کی اس کارروائی کی اگر کسی نے مخالفت کی تو وہ احمد نگر کا قلعہ دار خنجر خاں تھا۔ اس نے خان جہاں کے حکم اور تحریر کو بالکل رد کردیا اور جواب دیا میں بادشاہ کے حکم کے بغیر قلعہ کی چابی کسی کو نہ دوں گا سمجھو وہ میرے سر سے بندھی ہوئی ہے۔ البتہ قلعہ کے اطراف کے پرگنے اور تعلقے نظام الملک کے آدمیوں کے قبضہ میں آگئے۔

## دکن کی چالاک حسینہ

کہتے ہیں وہ مکارہ سربرآوردہ آدمیوں کی عورتوں کو جو صورت سے اچھی اور سیرت کی بری ہوتی تھیں۔ نظام الملک کے دل کو

مسخر کرنے کے لئے بہکا کر عیش و عشرت کی محفلوں میں شریک کرتی تھی۔عنبر کی وفات کے بعد کفاف نامی ایک امیر امور مملکت کو سرانجام دیتا تھا۔اس چالاک عورت نے ملک اور فوج کے سارے اختیارات اُس کے ہاتھ سے اس طرح اپنے قبضہ میں کر لئے تھے کہ سب کچھ اس کے اشارہ سے بندھا ہوا تھا اس کا اقتدار اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ جب وہ سواری کے لئے باہر نکلتی تھی تو بڑے بڑے امراء اور سردار اُس کی رکاب میں یا اس کے ہاتھی کے ساتھ پیدل چلتے تھے اور اپنے عریضے یا بادشاہی پروانے پیش کرتے تھے۔یہاں یہ واضح رہے کہ عادل شاہی اور نظام شاہی سلاطین میں ہمیشہ سے عداوت اور فوج کشی رہتی تھی۔اس کے اور اُس کے شوہر کے زمانۂ اقتدار میں عادل شاہ نے ایک آراستہ لشکر جنگی ہاتھی اور توپ خانہ لے کے نظام شاہی سلطنت پر حملہ کر دیا۔نظام الملک نے اس کے مقابلہ کی تیاریاں کیں۔اس موقع پر اس آفت کی پرکالہ نے کہا کہ اس جنگ کے سارے اختیارات مجھے دیدیئے جائیں اور مجھے فوج کا سپہ سالار بنا دیا جائے اگر میں بادشاہ کے اقبال سے دشمن پر غالب آگئی تو صدیوں تک لوگوں کی زبانوں پر رہے گا کہ نظام الملک کی ایک عورت نے بیجاپور کے بادشاہ سے مقابلہ کر کے اسے بھگا دیا اور اگر خدا نہ کردہ قضیہ اس کے برعکس ہوا تو لوگ یہی کہیں گے۔ ایک بادشاہ نے ایک عورت کو مغلوب کر دیا۔اس کے بعد آپ اس شکست کا بدلہ لینے کا انتظام کر سکتے ہیں۔نظام الملک کو اس کی تجویز پسند آئی اور اس نے اپنی اس محبوبہ نازنین کو سپہ سالار بنا دیا۔اس نے بڑے نظم و ضبط سے فوجوں کو مرتب کیا ہاتھیوں کو تیار کیا۔ایک بھاری توپ خانہ تیار کرایا اور خود ہتھیار باندھے۔رخ پر مرصع نقاب ڈالے' ہاتھی پر سوار ہو کر نکلی امیر امراء کو اپنی خوش بیانی سے ایسا مائل کیا کہ وہ جان لڑانے پر تیار ہو گئے۔دکن میں دستور تھا کہ جب کوئی اہم معاملہ آپڑتا تھا تو جڑاؤ' سونے اور چاندی کے بہت سارے کڑے بنا کر رکھ لئے جاتے تھے اور فوج کو اس کے کارناموں پر انعام میں دیئے جاتے تھے اس نے بھی بے شمار کڑے بنا کر اپنے ساتھ رکھ لئے اور دشمن کے مقابل پر ساعت بہ ساعت یمین و یسار کے امیروں کو حوصلہ دلاتی اور اکساتی رہی جو بھی کچھ بہادری دکھاتا اس کو اس کے مرتبہ سے کچھ زیادہ ہی مرصع یا طلائی کڑے دے کر نوازتی اور خالی خولی وعدہ پر نہ ٹالتی توپ خانہ کے پیادوں کی تالیف قلب کے لئے مٹھائی سے بھرے ہوئے ٹوکرے دکن کے دستور کے مطابق تیار رکھے تھے برابر وہ ٹوکرے چاندی کے کڑوں کے ساتھ توپ خانہ پر بھجواتی رہی۔

ان تدبیروں سے اس نے فوج کا دل ہاتھ میں لے لیا اور ایک بھرپور حملہ کر کے عادل شاہ کی فوج کو اپنے سامنے سے بھگا دیا۔ اس کے مردانہ حملوں سے غنیم کے چند ہزار آدمی مارے گئے اور گرفتار ہو گئے۔ فتح و نصرت کے بعد وہ نظام الملک کی خدمت میں پہنچی اور پہلے سے زیادہ معزز اور محبوب بن گئی۔

مختصر یہ کہ خان جہاں لودھی اس عورت کے جھانسہ میں آگیا اور ایسے بڑے ملک کو اس معمولی معاوضہ پر جو ہندوستان کے بادشاہوں کے ایک روزہ انعام کے برابر بھی نہیں ہاتھ سے دیدیا اور خود کو اپنے ولی نعمت کے اور ایک دنیا کے سامنے رسوا کر لیا۔

## خان خاناں کا انتقال

ان ہی دنوں بادشاہ نے آصف خاں کے بیٹے ابوطالب کو شائستہ خاں کا خطاب دیا اسی سال بیرم خاں کا بیٹا خان خاناں (عبدالرحیم)، جو اپنے زمانہ کا بے مثل اور نامور امیر تھا۔ بہتر سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔ بادشاہ کو اس کی وفات کا بڑا صدمہ ہوا۔

## بادشاہی تمغہ

کئی سال سے یہ دستور چلا آرہا تھا کہ ایک مدور طلائی پترہ جس کا وزن ایک تولہ ہوتا تھا۔ اس کے ایک طرف تو سکہ کا نشان ہوتا تھا اور دوسری طرف ایک شیر کی شکل ہوتی تھی جس پر آفتاب کو سوار بنایا گیا تھا۔ خاص خاص میروں کو دیا جاتا تھا کہ وہ اسے فیتہ میں باندھ کر اپنی پگڑی میں لگایا کریں۔ بعض امراء گردن میں ڈال لیتے تھے اور وہ سینہ پر حفظ جان کے لئے تعویذ کی طرح لٹکتا رہتا تھا۔ اس سال بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ اعزازی نشان پانچ تولہ سونے کی بڑی شبیہ میں تیار کرایا جائے اور مخصوص و مقرب امیروں کو دیا جائے۔

انہی دنوں توران کے بادشاہ امام قلی کے پاس سے خواجہ عبدالرحیم ایلچی جو ایک مشہور خاندان کا فرد تھا۔ نامۂ محبت و اتحاد لے کر آیا جس میں ایران سے جنگ کے لئے مدد کا اظہار کیا گیا تھا اور شاہنشاہ اور ولیعہد کے درمیان جو اختلاف پیدا ہو گیا تھا اس کے اصلاح کی پیش کش کی گئی تھی۔

## مہابت خاں کی خطا بخشی

اسی زمانہ میں مہابت خاں نے جو مدت سے آوارہ اور سرگرداں پھر رہا تھا۔ پے در پے کئی ایک عرض داشتیں حضور میں بھیجیں ان میں اظہار ندامت اور اعتراف قصور کیا گیا تھا۔ معذرت اور معافی چاہی تھی

اور درخواست کی تھی کہ خطا بخشی ہو تو حضور میں آکر تسلیمات بجالائے گا اور بدستور سابق شاہجہاں کی مہم پر روانہ ہو جائے گا ۔ جرم بخش اور خطا پوش بادشاہ نے اس کی درخواست کو قبول کر لیا ۔ اور اس کے دربار میں حاضر ہونے کے بعد دکن روانہ کر دیا۔

اس کے بعد بادشاہ نے اوائل ماہ اسفندیار میں کشمیر کے ارادہ سے کوچ کیا اور شکار کھیلتے ہوئے اس ماہ کے اواخر میں دریائے چناب پر قیام فرمایا۔

---

## بائیسواں سال

(جلوس کا بائیسواں سال مطابق دو ماہ رجب سن ایک ہزار چھتیس ہجری ۱۰۳۶ھ)

اس سال کے پہلے ہی دن یہ نامبارک خبر ملی کہ بنگالہ کے حاکم مکرم خاں کا انتقال ہو گیا وہ کشتی پر محفل جمائے دریا کی سیر اور تفریح میں مشغول تھا کہ کشتی الٹ گئی ۔ اور مکرم خاں غرق ہو گیا ۔ بادشاہ نے فدائی خاں کو اس شرط پر کہ وہ ہر سال بادشاہ اور نور محل کی سرکار میں دس لاکھ روپیہ کی پیش کش اور نقد جمع کرائے گا بنگالہ کا صوبہ دار مقرر کر دیا۔

**جہانگیر کی بیماری**

کشمیر پہنچنے کے بعد جہانگیر کا پرانا مرض عود کر آیا اور وہ بہت سخت بیمار ہو گیا ۔ اطبار علاج سے عاجز آگئے اور مرض روز بروز بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ بادشاہ کے لئے ہاتھی اور گھوڑے کی سواری بھی جس کا بہت شوق تھا ممکن نہ رہی۔ وجع مفاصل کے اثرات نمایاں تھے ۔ بادشاہ نے بڑی کوشش کی کہ کشمیر کے سبزہ زار میں سیر و تفریح سے دل بہلاتا رہے مگر روز بروز جی اچاٹ ہوتا گیا ۔ کھانے پینے کی تمام چیزوں حتیٰ کہ افیون سے بھی جو برسوں کی رفیق تھی نفرت ہو گئی ۔ بجز چند پیالہ شراب کے کسی چیز کی رغبت نہیں رہی ۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ بس اب چل چلاؤ کا وقت آگیا ہے ۔

**شہریار کا کوچ**

اس اثناء میں شہریار بھی روتین بیماریوں میں مبتلا ہو گیا تھا ۔ بادشاہ

---

ؔ ’’اقبال نامہ‘‘ میں بیسواں سال لکھا ہے ۔

کا حال دیکھ کر شہریار کے ہوا خواہوں نے لاہور چلنے کا مشورہ دیا۔ اس ارادہ سے بیگم نے اسے بہت روکا۔ مگر اس نے منت سماجت کر کے علاج کے بہانے اجازت حاصل کرلی اور کشمیر سے رخصت ہوگیا۔ خسرو کے بیٹے داور بخش کو نورمحل نے شہریار کی قید اور نگرانی میں رکھا تھا اس بے جوہر نے اسے وبال اور بوجھ سمجھ کر وہیں حضور میں چھوڑ دیا۔ بادشاہ نے اسے ارادت خاں کے حوالہ کردیا۔

## جہانگیر کا انتقال

آخر کار بادشاہ نے بھی کشمیر سے لاہور کی طرف کوچ کر دیا۔ واپسی میں راجور کی منزل پر پڑاؤ ڈال دیا گیا تھا، وہاں تک پہنچتے پہنچتے بادشاہ نے راستہ ہی میں شراب کا ایک پیالہ مانگا پیالہ آیا تو منہ سے لگا لیا۔ مگر شراب حلق سے اتر نہ سکی اس نے کُلّی کردی۔ راجور میں دولت خانہ تک پہنچتے پہنچتے نزع طاری ہوگئی آخر چاشت کے وقت آخر ماہ صفر سن ایک ہزار سینتیس ہجری (۱۰۳۷ھ) میں ہندوستان کا شہنشاہ سفرِ آخرت پر روانہ ہوگیا۔ ؎

چرخ را جام نگوں داں کز عشرت تہی ست
بادہ از جام نگوں جُستن نشان ابلہی ست

## لاہور میں تدفین

بادشاہ کے آنکھیں پھیرتے ہی اندر باہر ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ اس حادثہ سے نورجہاں بیگم کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہوگئی۔ اس نے اس لئے تجہیز و تکفین اور ملکی مصلحتوں پر مشورہ کرنے کے لئے بھائی کو بلا بھیجا اور بار بار پیغام بھیجے مگر آصف خاں حیلے بہانے کرتا رہا اور نہیں آیا۔ نورجہاں بیگم روتی دھوتی ماتم کرتی ہوئی رفیقِ حیات کی نعش لے کر لاہور آئی اور وہاں اپنے باغ میں اسے دفن کردیا۔

## داور بخش کی تخت نشینی

اُدھر نورجہاں کے بھائی آصف خاں نے سلطنت کی نئی بساط بچھا کر مہرے آگے بڑھانے شروع کر دیئے ابھی بادشاہ کی میت بے گور و کفن پڑی ہوئی تھی کہ اس نے اعظم خاں اور دوسرے چند امیروں کے مشورہ واتفاق سے خسرو کے بیٹے داور بخش کو قید سے نکال کر سلطنت آرائی کی بشارت دی جس کی توقع اسے وہم و خیال میں بھی نہیں تھی۔ داور بخش خوب جانتا تھا کہ یہ بادشاہت دو تین ہفتہ سے زیادہ کی بہار نہیں رکھتی ہے۔ اس کے پیچھے جان کو خطرہ میں ڈالنا عقلمندی نہیں اس لئے وہ اس پر راضی نہیں ہوا اور بڑے شد و مد سے انکار کرتا رہا۔ مگر ان

لوگوں نے نہیں مانا۔ عہد و پیمان کئے۔ قسمیں کھائیں۔ تسلیاں دیں اور مصلحت وقت کے حوالے دیتے اور اسے قربانی کے بکرے کی طرح لے جا کر تخت پر بٹھا دیا اور سر پر چتر شاہی بلند کر کے نذر رندرانے تعظیمات بجالاتے اور مبارک بادیاں دینے لگے۔

## آصف خاں کا ایلچی

بھنبر کی منزل پر پہنچے تو آصف خاں نے ایک ایلچی بنارسی داس نامی کو اپنی خاص مہر والی انگوٹھی دی اور اسے زبانی پیغام دے کر بڑی عجلت میں شاہجہاں کے پاس بھجوا دیا۔ اس کو تاکید کر دی کہ وہ تیز رفتاری سے یلغار کرتے ہوئے پہلے مہابت خاں کے پاس جائے پھر اسے لے کر شاہجہاں کی خدمت میں پہنچے اور جتنا جلد ہو سکے شاہجہاں کو روانہ کرنے کا انتظام کر دے۔

## نور جہاں کی نظر بندی

نورجہاں بھی شہریار کی سلطنت کے لئے بہت مضطرب و بے قرار تھی اس کی دوسری بہن صادق خاں کے عقد میں تھی صادق خاں بھی اس معاملہ میں نورجہاں کا ہم خیال و ہم راز تھا۔ آصف خاں نے پہلا کام یہ کیا کہ دونوں بہنوں کے دروازوں پر پہرہ بٹھا دیا اور امراء کی آمد و رفت نامہ و پیام کا سلسلہ بالکل بند کرا دیا۔

## شہریار اور داور کی لڑائی

شہریار لاہور میں ان واقعات سے بالکل غافل تھا۔ جب اسے باپ کے انتقال کی خبر ملی تو اس نے وہاں فوراً ہی اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا امیر و وزیر بھی مقرر کر دیئے اور لاہور کے خزانہ پر قبضہ کر کے ایسی دریا دلی اور سخاوت کی کہ خزانہ میں نو لاکھ روپیہ تھا اس میں سے اس نے ایک ہفتہ کے اندر ستر لاکھ امراء کی حمایت حاصل کرنے کے لئے نئے ملازم بھرتی کرنے اور ان کو پیشگی انعام اور تنخواہیں دینے میں اٹھا دیئے۔ حالانکہ اس کی فرماں روائی کی مدت دو ہفتہ سے زیادہ نہیں رہی۔ داور بخش اور آصف خاں کے مقابلہ میں اس نے شاہزادہ دانیال کے بیٹے کو جو اس کے ہمراہ تھا سپہ سالار بنا کر بھیجا۔

دوسری طرف سے آصف خاں داور بخش کو بڑے شاہانہ تجمل کے ساتھ ہاتھی پر بٹھائے لا رہا تھا اس کے ہراول پر سادات بارہہ کے خواجہ ابوالحسن اور مخلص خاں متعین تھے۔ جب یہ لوگ لاہور کے قریب دریا کو عبور کر کے اس طرف آئے تو دونوں فوجوں میں جنگ چھڑ گئی۔ ابھی پوری طرح لڑائی شروع بھی نہیں ہوئی تھی کہ شہریار کی فوج کے قدم اکھڑ گئے

بعض نے بھاگ کر لاہور کے قلعہ میں پناہ لی اور بعض داور بخش کے لشکر سے آکر مل گئے۔ شہریار قلعہ کے قریب بے چینی سے فتح کی خوش خبری کا انتظار کر رہا تھا مگر جب لڑائی فتح کے بجائے ناکامی اور شکست کی اندوہناک خبر ملی تو بدحواس ہو کر قلعہ کے اندر چلا گیا اور محصور ہو گیا۔ داور بخش کی فوج نے آکر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔

**شہریار کی گرفتاری**

دوسرے دن صبح طلوع آفتاب کے ساتھ ہی اکثر آدمی قلعہ کے اندر سے اور باہر سے آصف خاں کے پاس پہنچنے لگے اور امان طلب کر کے اس کے ہمراہ ہو گئے۔ آخرکار شہریار کو مرغ بے پروبال کی طرح قلعہ سے نکال کر داور بخش کے سامنے کھڑا کر دیا گیا۔ اُس نے مجرموں کی طرح تعظیم و تسلیمات کیں آصف خاں نے اسے اندھا کر کے قید خانہ میں ڈال دیا۔۔۔دانیال کے بیٹوں کو بھی شہریار کی طرح اندھا کر کے اس کے ساتھ ہی قید کر دیا گیا۔ اس کارروائی کے بعد یمین الدولہ آصف خاں نے ان واقعات کی مکمل رپورٹ شاہجہاں کی خدمت میں لکھ بھیجی۔

**بنارسی داس ایلچی دکن میں**

اب بنارسی داس کا حال سنئے۔ یاد ہو گا کہ اسے آصف خاں نے بھنبر کی منزل سے اپنی انگوٹھی اور خاص پیغام دے کر شاہجہاں کے پاس بھیجا تھا۔ بنارسی داس نے بڑی تیزی سے یہ سفر طے کیا۔ چنانچہ بھنبر سے نظام الملک کے تلو تک کی یہ طویل مسافت اس نے صرف بیس دن میں طے کی۔ اور آصف خاں کی ہدایت کے مطابق پہلے وہ مہابت خاں کے پاس پہنچا اور اسے ساری سرگذشت سے مطلع کر دیا۔ مہابت خاں نے یہ سن کر بنارسی داس کو ہمراہ لیا اور اسی وقت شاہزادہ کی حرم سرا پر پہنچا اور محل کے اندر یہ خبر پہنچا دی۔ شاہجہاں کو یہ خبر ملی تو وہ فوراً ہی حرم سرا سے باہر آیا۔ بنارسی داس نے پہلے تو خدمت میں یمین الدولہ کی مہر پیش کی پھر آداب داں قاصدوں کی طرح تعظیم بجالایا اور تعزیت و تہنیت کے مراسم ادا کئے۔ باپ کی موت پر شاہجہاں کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ روتے ہوئے اس نے سارے حالات معلوم کئے۔

**خرم کی دکن سے روانگی**

شاہجہاں نے اس اطلاع کے بعد زیادہ تاخیر نہیں کی زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ میں ساری تیاریاں کر لیں اور ماہر نجومیوں کی تجویز کے مطابق آخر ربیع الاول سن ایک ہزار سینتیس ہجری (۱۰۳۷ھ) کی مبارک گھڑی میں کوچ کر دیا۔ احمد آباد کے راستہ روانگی عمل میں آئی۔ ڈاک چوکی کا انتظام کر کے امان اللہ

کے ہاتھ ایک فرمان آصف خاں کے پاس بھجوایا جس میں بنارسی کے پہنچنے کی اطلاع دی تھی اور اپنے عازم دارالخلافہ ہونے کے متعلق آگاہ کر دیا تھا۔

## خان جہاں لودھی کی گستاخی

خان جہاں لودھی اس وقت بھی برہان پور میں صوبہ دار تھا۔ شاہجہاں نے اس کے سابقہ قصوروں کو نظرانداز کر کے ایک مرحمت آمیز فرمان جاں نثار خاں کے ذریعہ اس کے پاس بھجوایا۔ خان جہاں لودھی نے جو نمک حرامی کی تھی اُسے اسی کا دغدغہ لگا ہوا تھا پھر وہ اس وقت تک واقف نہیں ہو سکا تھا کہ وہاں شہریار اور نور جہاں بیگم پر کیا بیتی ہے۔ اس نے اس نے دریا خاں روہیلہ اور دکن کے دیوان آقا افضل کے بہکانے سے جو پہلے شہریار کا بھی دیوان رہ چکا تھا۔ نامناسب اور گستاخانہ جواب دیدیا۔ حسب قاعدہ فرمان کے جواب میں عرض داشت بھی نہیں بھیجی بس جو کچھ کہنا تھا زبانی کہہ دیا اور شاہجہاں کے ایلچی نثار خاں کو رنجیدہ اور آزردہ کر کے الٹے پاؤں لوٹا دیا۔ ؎

چو تیرہ شود مرد را روزگار
ہماں او کند کش نیاید بکار

لودھی نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ وہ اپنے بیٹوں کو سکندر خان لوحانی کے ساتھ برہان پور میں چھوڑ کر ایک لشکر لے کر نکلا۔ دوسرے بادشاہی ملازم مثلاً راجہ گج سنگھ وغیرہ بھی اس کی رفاقت پر مجبور ہو گئے تھے۔ وہ ان سب کو ہمراہ لے کر مانڈو پہنچا اور مالوے کے اکثر قصبوں اور تعلقوں کو تاخت و تاراج کر کے بعض جگہ اپنے عاملوں کو مقرر کر دیا اور بغاوت و مخالفت کا اعلان کرنے کے بعد برہان پور لوٹ گیا۔

## شیر خاں کا احمد آباد پر تقرر

جب شاہجہاں کی سواری بابا پیاری کے گھاٹ پر پہنچی تو شیر خاں عرف ناہر خاں کی عرض داشت خدمت میں پہنچی جس میں اُس نے اپنی اطاعت اور خدمت گذاری کا اظہار کیا تھا اور سیف خاں کے فاسد ارادوں سے مطلع کیا تھا کہ اپنے سابقہ جرم کی وجہ سے کہ اس نے عبداللہ خاں کے ساتھ بدسلوکی کی تھی اندیشہ ناک اور خجل ہے۔ اور اسی لئے مخالفت پر کمربستہ ہو گیا ہے۔ شاہجہاں نے احمد آباد کی صوبہ داری کا فرمان اس کو دیدیا اور یہ احکام بھی درج کرا دیئے کہ وہ وہاں کے نظم و نسق کو درست کرنے کے بعد سیف خاں کو نظربند کر دے اور احمد آباد میں اپنا

ایک نائب چھوڑ کر سیف خاں کو اپنے ساتھ حضور میں لے آئے۔ بابا پیاری کے گھاٹ سے شاہجہاں نے نربدا کو عبور کیا اور سنورہ کی منزل میں پہنچ کر "جشن وزنؒ" کے لئے قیام کا حکم دیدیا۔

**سیف خاں کی سفارش اور معافی**

شاہجہاں کی بیوی "نواب قدسیہ ممتاز محل" کی بڑی بہن سیف خاں کے عقد میں تھی ممتاز محل کو اپنی بہن سے بہت زیادہ محبت تھی جب اس کو وہاں کے حالات کی افراتفری اور سیف خاں کی بیماری کی خبر ملی تو اپنی بڑی بہن کی پریشانیوں کے خیال سے وہ بہت مضطرب اور بے چین ہو گئی اور شاہجہاں سے سیف خاں کے بارے میں سفارش کی۔ بیگم کی درخواست پر شاہجہاں نے خدمت پرست خاں کو حکم دیا کہ شیر خاں کے پاس پیغام بھیج دیا جائے کہ وہ بذات خود اس بات کی نگرانی اور احتیاط رکھے کہ سیف خاں کو نظر بند کرنے میں خون خرابہ نہ ہو اور اس کی جان محفوظ رہے۔

اسی منزل میں دلیر خاں بارہہ نے آکر قدم بوسی کی۔ شیر خاں کی عرض داشت بھی پہنچی جس میں اس نے شہریار کے اندھا کئے جانے اور قید ہو جانے کی خبر لکھی تھی۔ یہ خبر وہاں لاہور کے صرافوں کے خطوط سے معلوم ہوئی تھی۔ سیف خاں بھی خدمت میں پہنچا وہ ہلاکت کے کنارے پہنچ چکا تھا۔ بیگم (نواب قدسیہ) کی سفارش پر اس کے جرائم معاف کر دیئے گئے اور اسے عنایات سے نوازا گیا۔ جاں بخشی کی خبر سن کر آن واحد میں اس کی بیماری جاتی رہی اور وہ رو بہ صحت ہو گیا۔ اس عطیۂ الٰہی پر جس کا وہم و گمان تک اسے نہ تھا شکر بجا لایا۔

**شیر خاں کی باریابی**

جب سواری احمد آباد سے بارہ کوس پر محمود آباد نامی مقام پر پہنچی تو شیر خاں عیسیٰ خاں اور مرزا ولی کے ساتھ حاضر خدمت ہوا۔ شاہجہاں نے شیر خاں کو پانچ ہزاری کا منصب اور احمد آباد کی صوبہ داری عطا فرمائی عیسیٰ خاں کو چار ہزاری منصب اور دو ہزار سوار کا درجہ دے ٹھٹھہ کی حکومت پر مامور کیا گیا۔

**بھائیوں کے قتل کی ہدایت**

خدمت پرست خاں کو یمین الدولہ آصف خاں کے پاس دست خاص سے لکھا ہوا ایک فرمان دے کر بھیجا

---

ؒ سال گرہ کا جشن یہ بھی عہد اکبری کی ایجاد کردہ رسم تھی بادشاہ کو اشرفیوں وغیرہ سے تول کر صدقہ دیا جاتا تھا۔

کہ تم نے جو کچھ کیا۔ اسے ہم بہ نظر پسندیدگی دیکھتے ہیں۔ اگر امن وامان کے تحفظ اور فتنہ و آشوب کے خاتمہ کے لئے شہریار اور دانیال کے بیٹوں کو جو مفسد اور فتنہ انگیز ہیں۔ عدم آباد کو روانہ کر دیا جائے تو قرین مصلحت ہوگا ؎

سزاوارِ ملک تا بر تن است
تن ملک را فتنہ بر آہن است

اس فرمان کے پہنچنے پر آصف خاں نے حکم کی تعمیل کی اور ۲۲ جمادی الاول کو ان شہزادوں کو قتل کرا دیا اور مخالفوں کی جڑیں ہمیشہ کے لئے کاٹ دیں۔ اور منبروں پر صاحبقران ثانی شاہجہاں کا خطبہ پڑھنے کے احکام جاری کر دیئے۔

**اجمیر میں مسجد کی تعمیر**

جب صاحبقران کی سواری رانا کی سرحدوں پہ پہنچی تو رانا کرن جس نے شاہزادگی کے زمانہ میں بڑی جاں نثاری کا ثبوت دیا تھا۔ سلام کے لئے پہنچا اور عنایات شاہانہ سے نوازا گیا۔ اجمیر پہنچنے کے بعد بادشاہ پیادہ پا حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے مزار پر گیا اور وہاں کے خادموں اور مستحقوں کو کافی بڑی رقم مرحمت کی اور حکم دیا کہ وہاں ایک سنگین مسجد تعمیر کرائی جائے۔ چنانچہ ماہر معماروں کو سازو سامان کے ساتھ اسی وقت متعین کر دیا گیا۔

**آگرہ میں شاہجہاں کا داخلہ**

مہابت خاں کی درخواست پر صوبہ اجمیر کے محالات اس کی جاگیر میں دیدیئے اور جگہ جگہ رعیت کی اور رعایا کی حفاظت و نگرانی کے لئے خدا ترس اور حق شناس حاکم مقرر کر دیئے۔

آخر جمادی الاخریٰ سن مذکور (۱۰۳۷ھ) کو شاہانہ سواری دارالحکومت آگرہ میں داخل ہوئی اور لوگوں نے نئے بادشاہ کے دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔

اس کی دو کمزوریاں تھیں ـــ نورجہاں اور کشمیر

جن کے سہارے وہ ۲۲ سال تک حکومت کرتا رہا

# چند اہم تاریخیں

## جہانگیر بادشاہ

| | |
|---|---|
| پیدائش | ۳۰ر اگست سنہ ۱۵۶۹ء |
| تخت نشینی | ۲۴ر اکتوبر سنہ ۱۶۰۵ء |
| وفات | ۲۹ر اکتوبر سنہ ۱۶۲۷ء مطابق ماہ صفر سنہ ۱۰۳۶ھ<br>بمقام راجوری — مدفن = لاہور |

## نور جہاں

| | |
|---|---|
| ولادت | سنہ ۱۵۷۷ء |
| وفات | سنہ ۱۶۴۵ء |

منتخب اللباب

# مغلیہ دورِ حکومت

حصہ دوم

## دورِ شاہجہانی

مصنف
ہاشم علی خاں
(خافی خاں نظام الملک)

مترجم
محمود احمد فاروقی

نفیس اکیڈیمی
اسٹریچن روڈ ۔ کراچی ۱

# فہرست عنوانات

# منتخب اللباب حصہ دوم دورِ شاہجہانی

## ۱۰۳۷ھ تا ۱۰۶۷ھ

## جلوس کا ساتواں سال



## جلوس کا آٹھواں سال

# ہندوستان کا معمار شہنشاہ

از:- محمد اقبال سلیم گاھندری

برعظیم ہند میں سلطنت آرائی اور فرماں روائی کی تاریخ میں سلطنت مغلیہ کا زرین عہد ایک ناقابلِ فراموش یادگار ہے۔ اس کی بےلازوال تابانی بابر سے عالمگیر تک کے اولو العزم جہاں دار و جہاں کشا فرماں رواؤں کی مرہونِ منت ہے۔ جس بہادری اور شجاعت اور جس تدبر و سیاست سے انھوں نے اس خطۂ ارض کو بنانے سنوارنے کا فریضہ سرانجام دیا اور جس محنت اور سلیقہ سے انھوں نے ہندوستان میں ایک نئی تہذیب اور ایک نئے تمدن کو پروان چڑھایا اس کی مثال ملکوں اور قوموں کی تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔

یوں تو خاندان بابری کا ہر فرد اپنی جگہ شاہانہ خصوصیات کا حامل اور بساطِ حکمرانی کا شہسوار تھا مگر خصوصیت کے ساتھ شاہجہاں بادشاہ کو مشیت الٰہی نے جو شان و شکوہ اور عظمت و اقتدار عطا کیا تھا وہ سلاطین سلف میں کم ہی لوگوں کو ملا ہوگا۔ اگر ہم سلاطین مغلیہ کے سارے عہد کو ایک انگوٹھی سے تشبیہہ دیں تو عہد شاہجہانی اس انگوٹھی میں نگینہ کی مثال رکھتا ہے۔ شاہجہاں بادشاہ کا عہد بلاشبہ مغل شہنشاہی کے انتہائی عروج و کمال کا عہد ہے۔

عہد شاہجہانی کی کتنی یادگاریں برعظیم ہند کے سینہ پر جابجا قائم و دائم ہیں۔ اتنی یادگاریں ہندوستان کے عہدِ قدیم سے اب تک شاید ہی کسی فرماں روا نے چھوڑی ہوں گی۔ مغل امپائر کے البم میں ہم ہر جگہ شاہجہاں کی حیرت انگیز اور سحور کن عمارتوں کا دل کش نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ آگرہ کے تاج محل سے دہلی کی جامع مسجد تک دیکھتے چلے جائیے۔

"کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است"

تاج محل کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے جیسے اس عمارت کے در و بست میں پورا عہد مغلیہ اپنی تمام تر آب و تاب کے ساتھ سما گیا ہے۔ اس میں بابر کی آن بان ہمایوں کی بردباری اکبر کا جاہ و جلال جہانگیر کی نازک مزاجی اور شاہجہاں کا سوز و ساز سب کچھ شامل ہے تاج محل

میں حسن و عشق جمال و جلال اس طرح یک جا ہو گئے ہیں کہ اس کے سامنے سر بھی جھک جاتا ہے اور دل بھی۔

چنانچہ ہندوستان میں ہند و عہد سے مسلمانوں کے زوال تک امن و امان اور خوش حالی کا جو دور دورہ شاہجہاں کے عہد میں ملتا ہے کسی اور زمانہ میں نظر نہیں آتا۔ علوم و فنون کی ترقی روز افزوں تعمیرات صنعت و حرفت کا عروج اور تجارت کی گرم بازاری اسی زمانہ مین نظر آتی ہے۔ عہد شاہجہانی میں ملک قحط، افلاس، فوج کشی اور بغاوتوں کے مصائب سے محفوظ رہا۔ رعایا کامل امن و سکون کے ساتھ اپنے اپنے کام میں مصروف رہی۔ اس سارے نظم و نسق کے پیچھے شاہجہاں کا دل و دماغ حرکت کر رہا تھا اور ہندوستان اس کے حوصلہ اس کے تدبر اس کی انتظامی صلاحیت اور اس کی وسیع النظری کی بدولت حقیقی معنوں میں جنت نشان بن گیا تھا۔

عہد شاہجہاں کی سب بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس نے عقائد و نظریات میں ان تمام تر بدعتوں کا دروازہ بند کر دیا۔ جو اکبر کے لادینی تصورات کی وجہ سے مسلمانوں کی تہذیب و تمدن میں سرایت کر گئی تھیں۔ اور جہانگیر کی عیش پسندی نے ان کی طرف سے اغماض برتا تھا۔ شاہجہاں نے برسر اقتدار آنے کے بعد۔ دین الٰہی کے تمام تر مظاہر کو مسدود کر دیا اور جو مراسم ناگزیر حیثیت اختیار کر گئی تھیں ان کو اس نے دینی بد عقیدگی تک اثر انداز ہونے نہیں دیا۔ اکبر اور جہانگیر کے بعد اگر شاہجہاں جیسا مسلم دل و دماغ رکھنے والا بادشاہ برسر اقتدار نہ آتا تو کم از کم ہندوستان میں مسلمانوں کی تہذیب بری طرح مسخ ہو کر رہ جاتی اور مشرکانہ رسوم و رواج اس حد تک مسلمانوں کی زندگی میں سرایت کر جاتے کہ ہندوستان میں ہندوؤں کے ساتھ ان کا وہ امتیاز باقی نہیں رہتا، جس کی بنیاد پر مسلمان آج تک اپنے ملی وجود کو مستقل طور پر منواتے چلے آئے ہیں بہر حال جس طرح تاج محل شاہجہاں کے اختراع پسند دماغ کا ایک شاہکار ہے مسلم تہذیب کا تحفظ بھی اس کی خوش عقیدگی کا بہت بڑا کارنامہ ہے بلکہ مسلم تہذیب کی آبیاری تاج محل کی تعمیر سے زیادہ اہم اور قابل قدر کارنامہ ہے۔ خافی خاں نے عہد شاہجہانی کے متعلق مستند اور قابل اعتماد ذرائع سے ان حالات کو جمع کر کے بڑی خوبی سے قلم بند کیا ہے۔ شاہجہاں کی زندگی عروج و زوال کا عبرتناک مرقع ہے جس کو پڑھنے سے دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ منتخب اللباب کا تیسرا حصہ جو دورِ اورنگ زیب، اور چوتھا حصہ جو شاہ عالم سے ناصر الدین محمد شاہ تک ہے بہت جلد آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں

# ابوالمظفر شہاب الدین صاحب قران ثانی شاہجہان بادشاہ

ہندوستان کا وہ فرماں روا جس کا عہد زریں مغل
دور کا منتہائے کمال تھا جس نے بڑی شان و
شوکت سے بادشاہت کی مگر جس کا آغاز شدید
کشمکش اور وحشت نوردی میں گذرا اور جس کا
انجام نہایت ہی عبرت ناک ہوا۔ وہ تاج محل
کا بانی اور ہندوستان میں مغل تہذیب کا
روشن مینار تھا۔

# تخت نشینی کا جشن

(جلوس کا پہلا سال مطابق ۱۰۳۷ھ)

شاہجہاں کے دار الخلافہ آگرہ میں پہنچنے کے بعد ، رجمادی الآخر سن دس سو سینتیس ہجری (۱۰۳۷ھ) (مطابق ۲۵- بہمن) دن کے ڈیڑھ ساعت پر تخت نشینی کی رسم ادا کی گئی. تمام مساجد میں نئے بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور سونے چاندی کے سکوں پر شاہجہاں کے القاب ڈھالے گئے۔ ہندوستان کے لوگوں نے اس تخت نشینی پر خوشیاں منائیں۔ ؎

شہ گیتی ستاں جمشید ثانی	سرافرازی دہ تاج کیانی
خداوندہ ازاں شاہ جہانش	مسخر شد زمین و آسمانش

بارگاہ شاہی میں رقص و سرود کی محفلیں جمیں۔ ہاؤ ہو عیش و نشاط کے جلسے منعقد ہوئے ؎

وزاں جشن فرح بخش و طرب خیز	جہاناں شد زمیں از عیش لب ریز
نہ تنہا ساز عشرت شد طرب ساز	کہ برگ عیش عالم شد خدا ساز
جہاں امروز داد خورمی داد	زمادر گوئی آں دم خورمی زاد

باہر کی محفلوں سے فارغ ہو کر جب بادشاہ محل کے اندر گئے تو ملکہ ممتاز محل (نواب قدسیہ ارجمند بانو بیگم) نے سونے چاندی کے تھال اور لعل و گہر کے طبق نچھاور کئے اس کے بعد جہاں آرا بیگم اور دوسری خواتین نے تعظیم و تسلیم اور تہنیت کے مراسم ادا کئے۔ بادشاہ نے ممتاز محل کو دو لاکھ اشرفی اور دو (چھ) لاکھ روپیہ اور جہاں آرا بیگم، روشن آرا بیگم، ثریا بانو بیگم کو ایک لاکھ روپیہ مرحمت فرمایا۔ علاوہ ازیں ممتاز محل کو

سالانہ دو لاکھ اور بڑی بیٹی جہاں آرا بیگم کے لئے ستر ہزار روپیہ کی منظوری دی اور دوسری خواتین کے لئے پچاس پچاس ہزار روپیہ مقرر کئے۔ شاہزادہ داراشکوہ، شجاع اور اورنگ زیب کے لئے جو لاہور میں تھے۔ چار لاکھ (ساڑھے چار لاکھ) جہاں آرا بیگم کے حوالے کیا۔ شاہزادہ مراد بخش کو جو اس وقت حضور میں تھا ایک لاکھ روپیہ عنایت کیا۔

## غیر شرعی قوانین کی منسوخی

تخت نشینی کے بعد پہلے ہی دربار میں بادشاہ نے غیر شرعی مراسم اور بدعتوں کی ممانعت کے احکام دیئے۔ مثلاً بادشاہ کی کسی عنایت پر یا بادشاہ کے پانی پیتے وقت سجدہ کرنے کا رواج تھا اسے منسوخ کر دیا گیا۔ "سجدہ زمین بوس" کی جگہ صرف چار مرتبہ تسلیمات کا حکم دیا گیا۔ عربی ہجری سال کی جگہ شمسی الٰہی سن کا رواج تھا۔ اس کے ساتھ جلوس اکبری کے سن کی قید بھی لگی ہوئی تھی۔ اس کو بھی منسوخ کر دیا اور اپنے سن جلوس پر ہجری سن کو مقدم رکھنے کا حکم دیا۔ اور الٰہی مہینوں کی ہجری سن سے مطابقت کرنے کا انتظام کرایا۔ علماء، فضلاء اور فقیروں کے لئے سلام کا طریقہ مقرر کیا کہ وہ دعا مسنون سے پہلے سلام علیک کہیں اور رخصت کے وقت سورۂ فاتحہ پڑھیں۔ سکہ میں بھی تبدیلی ہوئی۔ اشرفی اور روپیہ کے ایک رخ پر کلمۂ توحید اور چار خلفا کے اسم گرامی تھے اور دوسرے رخ پر بادشاہ کا نام۔ دوسرے سکے بغیر مہر اور ماہ کے رواج دیئے گئے۔ نورالدین جہانگیر بادشاہ کے نام کے ساتھ "جنت مکانی" لکھنے کا حکم ہوا۔

## امراء کے تقررات اور مناصب

یمین الدولہ آصف خاں کے نام مبارک بادی کا خط لکھا گیا تو بادشاہ نے اس کے القاب کے ساتھ یہ الفاظ بھی لکھائے "بہ عموئی بہ جان برابر آصف خاں" (عزیز از جان چچا) اور اسے دربار میں حاضر ہونے کی ہدایت کی۔ مہابت خاں کو "خان خاناں سپہ سالار مہابت خاں" کا خطاب اور سات ہزاری اور سات ہزار سوار سہ اسپہ اور دو اسپہ کا منصب ملا۔ چار لاکھ روپیہ نقد بھی دیا گیا علاوہ ازیں مرصع آلات ہاتھی، خاصہ کا گھوڑا مع طلائی ساز کے مرحمت فرمایا۔ اگر ہم یہاں عہد شاہجہانی کے امیروں کے نام ان کے مناصب اور ان کو دیئے جانے والے عطایا کی فہرس لکھیں تو بڑی طوالت ہوگی حسب موقع ان کا ذکر آتا رہے گا۔ آگے ہم بادشاہ کے لئے "اعلیٰ حضرت" یا "صاحبقران ثانی" کے القاب لکھیں گے۔

قاسم خاں کو بنگالہ کی صوبہ داری پر مقرر کیا گیا۔ صوبہ بہار سے مرزا رستم صفوی کو ہٹا کر

خان عالم کو مقرر کیا گیا۔ صوبہ کابل لشکر خاں کے تفویض ہوا اور پنجاب و ملتان کا صوبہ آصف خاں کے مقرر کردہ آدمیوں پر بحال رکھا گیا۔ برہان پور پر خان جہاں لودھی کو برقرار رکھا گیا۔ حالانکہ اس سے بادشاہ کو بڑی خفگی تھی۔ مگر اس وقت مصلحت کا تقاضہ یہی تھا۔ صوبہ مالوا مظفر خاں کو اور کشمیر اعتقاد خاں کو ملا۔ صوبہ اودھ پر باقر خاں اور الہ آباد پر جہانگیر قلی خاں حسب سابق بحال رہے کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ ویسے بھی عام طور پر سارے ملک میں صوبہ داری، قلعہ داری اور فوج داری اور عاملی کے عہدوں پر زیادہ تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ سابقہ آدمیوں کو ہی بحال رکھا گیا۔

## شاہزادوں کی لاہور سے آمد

تینوں شاہزادے لاہور میں تھے حسب الحکم وہ یمین الدولہ (آصف خاں) کے ساتھ حضور میں پہنچے۔ ان کے استقبال کے لئے محمد مراد بخش محل کی بیگمات کے ساتھ نکلا اور اُن کو خدمت شاہی میں پہنچایا۔ اعلیٰ حضرت ازراہ شفقت اٹھ کھڑے ہوئے اور ہر ایک کو سینہ سے لگا کر دیر تک چمٹائے رکھا۔ شہزادوں نے بھی نذر نثار پیش کی۔

آصف خاں نے بیس ہزار اشرفی جواہرات کا ایک تھال اور دو ہزار روپیہ قدم بوسی کے وقت نذر پیش کئے۔ بادشاہ نے اس کا سر اٹھا کر اپنے سینہ سے لگا لیا اور اس سے بغل گیر ہوئے اسے خلعت، گھوڑا، ہاتھی جواہرات اور دوسرا ساز و سامان عطا فرمایا۔ اس انعام میں وہ قیمتی پر تلہ بھی تھا جس کی قیمت ایک لاکھ روپیہ تھی اور اسے جنت مکانی جہانگیر بادشاہ نے دکن کی فتح کے انعام میں (شاہجہاں کو) عنایت کیا تھا۔ آصف خاں کو آٹھ ہزاری آٹھ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب اور وکالت کا عہدہ "عمو" (چچا) کے لقب کے ساتھ مرحمت فرمایا۔

آصف خاں کے بڑے لڑکے شائستہ خاں کو پانچ ہزاری چار ہزار سوار کا منصب دیا گیا۔ اس دن تیس امیروں کو ترقی اور اضافہ ملا۔ یمین الدولہ کی تجویز پر ارادت خاں میر بخشی کو مسند وزارت اور مرجع قلمدان تفویض ہوا۔ صادق خاں کو میر بخشی بنایا گیا۔

---

(جلوس کا دوسرا سال مطابق دس سو اڑتیس ہجری (۱۰۳۸ھ)

## بے مثل سائبان "دل بادل"

اس جشن کی خاص چیز بادشاہی شامیانہ تھا جو اس جشن کے لئے خاص طور سے کشمیر کے فراش خانہ کے کاریگروں نے تیار کیا تھا۔ طول و عرض میں اس کی پہنائی زمین و آسمان کو شرما رہی تھی۔ بلندی چرخ بریں سے چشمک زن تھی۔ اس کی تیاری میں کافی رقم خرچ ہوتی تھی اور بڑا عرصہ لگا تھا۔ اس کا نام "دل بادل" رکھا گیا تھا۔ اس کو کھڑا کرنے کے لئے دو ہزار فراشوں نے ہاتھیوں کی مدد سے تقریباً دو ماہ تک جدوجہد کی تب جاکر وہ کھڑا کیا گیا۔ اس عالیشان سائبان کے نیچے رنگ و نور کا سیلاب سا امنڈ آیا۔ عیش و عشرت کی محفلیں منعقد ہوئیں۔ حسین رقاصاؤں نے رقص کے کمال دکھائے خوش نوا گلوکاروں نے موسیقی اور سرود کا سحر باندھ دیا ؎

زرقص شاہدانِ لالہ رخسار
ثم از بہر اصول آمد بہ گلزار

ز آتش گاہ مینا شعلہ سرزد
خرد چوں دود از محفل بدر زد

جشن شاہانہ میں جتنی افسر سے کر ہفت ہزاری امیر تک کو خلعت اضافہ گھوڑا ہاتھی اور جواہر سے حسب مراتب نوازا گیا۔ علماء، فضلاء، شعراء اور ارباب طرب سب نے اپنی اپنی قسمت کا لکھا پایا اور خوب پایا۔ لشکر خاں کو کابل کا صوبہ دار مقرر کیا گیا۔ ممتاز محل کو پچاس لاکھ روپیہ۔ بیگم صاحب۔ یعنی جہاں آرا بیگم (بڑی بیٹی) کو بیس لاکھ روپیہ نقد اور شاہزادوں کو پانچ لاکھ روپیہ انعام میں ملا۔ اس جشن میں جملہ ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپیہ بخشش و انعام میں صرف ہوا اس میں سے تیس لاکھ روپیہ امراء کو اور باقی محل کی خواتین اور شاہزادوں کے حصہ میں آیا۔

## توران کے ایلچی کی آمد

خواجہ عبد الرحیم مشہور سادات خاندان سے تھا۔ وہ والی توران امام قلی خاں کی طرف سے بہ حیثیت نمائندہ کے آیا تھا۔ اسے پچاس ہزار روپیہ اور دوسری عنایات سے نوازا گیا۔ خواجہ نے عبد اللہ خاں فیروز جنگ کے لئے جو اپنی حرکتوں کے سبب بادشاہ کا معتوب اور عرصہ سے قید میں تھا سفارش کی۔ بادشاہ نے اسے رہائی دے کر پانچ ہزاری، پانچ ہزار سوار کا منصب اور پچاس ہزار روپیہ نقد عنایت کیا۔

۔۔۔۔۔۔

**معافیاں تبادلے اور تقرر** دکن میں یاقوت حبشی عنبر کی ہمسری کا دعوے دار تھا وہ بھی بارگاہ شاہی سے رجوع کرچکا تھا۔ اسے تین ہزاری منصب، خلعت، گھوڑا، ہاتھی اور نقارہ مرحمت ہوا۔ دکن کی صوبہ داری سے خان جہاں لودھی کا مالوہ کی صوبہ داری پر تبادلہ ہوگیا اس کی جگہ مہابت خاں کو دکن کا صوبہ دار بنایا گیا۔ مہابت خاں کو حکم ہوا کہ وہ اپنے بیٹے خان زماں کو فوراً دکن روانہ کردے۔

خواجہ عبدالرحیم طبعی موت مرگیا تو اس کے بیٹے کو شاہانہ عنایات سے نوازا گیا۔ دریا خاں لودھی نے بادشاہ کے ساتھ شاہزادگی کے زمانہ میں گستاخانہ رویہ رکھا تھا اور قولاً وفعلاً بے ادبی کا مرتکب ہوا تھا۔ اب وہ نادم و شرمندہ حاضر ہوگیا اور عفو کا طالب ہوا، بادشاہ نے اسے معاف کردیا۔ چار ہزاری اور تین ہزار سوار کا منصب خلعت اور گھوڑا عطا کیا۔ خواجہ ابوالحسن کو ترقی ملی اور وہ پانچ ہزاری پانچ ہزار سوار کے منصب پر مامور ہوا۔

**کابل پر اوزبکوں کا حملہ** نذر محمد خاں شاہزادگی کے زمانہ میں بڑا عقیدت مند تھا۔ لیکن کثرت شراب کی وجہ سے بس بہکتا رہتا تھا۔ جس وقت سلطنت کے مناقشے برپا تھے اس نے لوگوں کے بہکانے سے کابل پر فوج کشی کردی تھی اور اطراف و اکناف کے علاقوں پر بارہا تاخت و تاراج کرچکا تھا اور اس علاقہ کی رعیت کو بہت ستاتا رہا تھا۔ اس کے بڑے بھائی امام قلی خاں نے اسے بہت منع کیا مگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا اور اس طرف امن و امان کو قائم نہ ہونے دیا۔ اس کے آدمی جہاں بھی جو کچھ ملتا تھا اٹھائے جاتے تھے ماکولات، حیوانات ملبوسات میں سے جو چیز بھی ان جفاکاروں کے ہاتھ پڑجاتی وہ اسے نہیں چھوڑتے تھے۔ اور وہاں کے سادات، شرفا، صلحا، علما اور مشائخ کو تنگ کرتے اور ستاتے رہتے تھے۔ بارہا ہزیمت اٹھاکر بھاگ جاتے پھر قزاقوں کی طرح لوٹ مار کے لئے نکل آتے تھے۔ جب ان لوگوں نے کابل کا محاصرہ کرلیا تو تین ماہ محصورین نے بڑی تنگی اور مصیبت سے بسر کئے مال گذاری دینے والی رعیت ان ظالموں کا تختۂ مشق بنی رہی۔ ان کے مقابلہ پر ظفر خاں، یعقوب خاں، شمشیر خاں اور سعادت خاں وغیرہ اور کابل و اطراف کی کمک دینے والی فوجیں متعین رہیں۔ اس عرصہ میں یہ کبھی غالب اور کبھی مغلوب ہوتے رہے اس گروہ کے ہاتھوں وہاں کے مسلمانوں نے جو مصیبت اٹھائی اگر اس کی تفصیلات بیان کی جائیں تو قارئین طول خاطر ہوجائیں گے۔ مختصر یہ کہ اعلیٰ حضرت کو ان کے ظلم وستم کی

اطلاع ملی تو خواجہ ابوالحسن مشہدی مخاطب بہ لشکر خاں کو ان فتنہ پردازوں کی سرکوبی کے لئے کابل روانہ کیا۔ اس کے پیچھے خان خاناں مہابت خاں کو بھی دوسرے امراء کے ساتھ بھیج دیا۔ یہ فوجیں ابھی سرہند بھی نہ پہنچی تھیں کہ اوزبکوں کے فرار کی خبر ملی۔ حکم ہوا کہ سرہند میں لشکر ٹھہر جائے اور لاہور سے شاہزادوں کے عملہ کے آدمیوں اور محل کی خادماؤں کو لے کر واپس آئے۔

سہرند کو پہلے سرہند کہتے تھے اسی مقام سے غزنوی سلطنت کی حدود شروع ہوجاتی تھیں۔ یہاں تک کا سارا علاقہ غزنی بادشاہوں کے قبضہ میں تھا۔ سرہند کا نام بڑا موزوں اور اسم با مسمیٰ تھا۔ بعد میں جب ممالک محروسہ ہندوستان کے بادشاہوں کی سلطنت سرحد تا سرحد بڑھتی چلی گئی اور کئی حدود اس میں شامل ہوگئیں کہ کابل اور قندھار کے اس پار تک کسی دوسرے فرماں روا کا نام ونشان تک نہ رہا۔ اس لئے بادشاہی سلامت نے حکم دیا کہ اب اس مقام کو سرہند کے بجائے سہرند لکھا جائے۔

لشکر خاں رخصت ہونے کے بعد کسی جگہ توقف کئے بغیر ۱۶ محرم کو کابل پہنچ گیا تھا وہاں سے اس نے اپنے پہنچنے اور اوزبکوں کے فرار ہوجانے کی رپورٹ دربار میں بھیجی۔ بادشاہ نے قاضی زاہد کے ہاتھ ایک لاکھ روپیہ بھیجا کہ یہ رقم کابل کے ان سیدوں اور شریف خاندانوں میں تقسیم کردی جائے جن کو لٹیروں سے نقصان پہنچا ہے۔ بادشاہ کو کابل کے فتح ہوجانے اور اوزبکوں کے فرار ہوجانے کی کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ کیونکہ وہ ان مظالم کی روداد سن کر سخت غم زدہ ہوگیا تھا جو وہاں کے مسلمانوں پر توڑے گئے تھے۔ یہ رنج و ملال بادشاہ کے چہرہ سے صاف ظاہر تھا کہتے ہیں بلخ اور بدخشاں کے ایک سال محصول سے دوچند سے بھی زیادہ رقم محمد خاں کے قبضہ میں آگئی تھی۔ لٹیروں نے جو کچھ لوٹا وہ اس کے علاوہ تھا۔

## ایران اور ہندوستان کے محاصل

یہاں ہندو توران کے محاصل کا کچھ ذکر آ گیا ہے تو ہم یہاں ایران، توران اور ہندوستان کے محاصل اور جمع بندی کی تفصیل مؤلف بادشاہ نامہ کے حوالے سے درج کرتے ہیں۔ میں نے بھی دفتروں کی چھان بین کر کے جو معلومات حاصل کی تھیں ان کو بھی پیش نظر رکھا ہے اور تخمینی حساب لکھ دیا ہے۔

پورے ایران کا محصول جو "پیش کش" کی مد میں وصول ہوتا ہے۔ وہ تقریباً دو کروڑ

پچاس لاکھ روپیہ تک شمار کیا گیا ہے ۔ اس میں "عشاری" کی رقوم شامل نہیں ہیں کیونکہ وہ متعین ومقرر نہیں ہوتیں ۔ مذکورہ رقم عراق کے آٹھ لاکھ بارہ ہزار "تومان" کے برابر ہوتی ہے ۔ اگر "عشاری" کی رقوم اندازاً شامل کر لی جائیں تو یہ رقم دو کروڑ پچھتر لاکھ روپیہ ہوگی جو کم وبیش آٹھ لاکھ نوے ہزار تومان کے مساوی ہے اگر تومان کی رقم ہندوستان کے تیس روپیہ کے مساوی مانی جائے تو یہ پچاس عباسی سکہ ہوگی ۔ اس حساب سے ہندوستان میں رعیت سے ۵ ۳ عباسی محصول میں لئے جاتے ہیں ۔ ایران میں ہر سال کی جمع بندی مقرر ہے آفات وحادثات سے ان میں کچھ زیادہ فرق نہیں پڑتا ہے ۔ اس کے برخلاف ہندوستان کی جمع بندی کا معاملہ یہ ہے کہ ایک ہی سال میں لاکھوں سے ہزاروں ہزاروں سے سیکڑوں تک فرق پڑ جاتا ہے ۔ بہرحال ایران کا مجموعی محصول بشمول تین چار صوبوں کے صرف صوبۂ دکن کے محصول کے چھٹے حصہ کے برابر بھی نہیں ۔ بلخ اور بدخشاں کے محالات کا محصول جیسا کہ لکھا جاتا ہے ۔ تیس لاکھ روپیہ سے تجاوز نہیں کرتا ۔ یہ رقم ایک کروڑ بیس لاکھ "خانی" کے برابر اور ہندوستان کے سب سے کم آمدنی والے صوبہ کے مساوی ہے یہاں تو ایک امیر کی تنخواہ بھی اس سے کہیں زیادہ ہوتی ہے ۔

ہندوستان کے بیس صوبوں کا محصول اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) کے عہد میں آٹھ ارب دام تھا ۔ جس سے آٹھ سو کروڑ دام مراد ہے جس کے بیس کروڑ روپیہ بنتے ہیں ۔ اس کے بعد زمانہ حال یعنی محمد شاہ بادشاہ کے عہد تک بیجاپور اور حیدرآباد کے صوبہ سے تین ارب دام قلمبند کئے گئے ۔ جزیہ کی رقم اس کے علاوہ ہے جس کی بڑی سے بڑی مقدار باون لاکھ روپیہ تک ہوتی ہے اور جو "خلد منزل" کے زمانہ میں بہت کچھ گھٹ گئی تھی ۔ اگرچہ احمدآباد اور دوسرے صوبوں کے سیر حاصل اور ویران پرگنوں کے محاصل میں کچھ زیادتی ہوتی ہے جس کا ثبوت دفاتر کے اندراجات سے ملتا ہے مگر بہ حیثیت مجموعی ملک کی عام ویرانی اور خرابی کے سبب جو کچھ وصول یابی ہوتی ہے اس کو ضبط تحریر میں ہی نہ لایا جائے تو بہتر ۔ تاہم خلد منزل شاہ عالم کے ذکر میں ہم ملک ومال سپاہ ورعیت کا حال بھی بیان کریں گے ۔

**دیوان خاص وعام کی تعمیر** ازمنۂ سابق میں جب بادشاہ دربار عام منعقد کرتے تھے تو کھلے میدان میں چھت نہ ہونے کے سبب

بارش یا دھوپ سے لوگوں کو بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے حکم دیا کہ قلعہ آگرہ میں جو دارالحکومت تھا ایک اونچی عمارت چالیس ستونوں پر بنائی جائے تاکہ دیوان عام کے وقت امراء دھوپ اور بارش سے محفوظ رہیں ایسی ہی عمارتیں لاہور اور برہان پور میں بنائی گئیں ان کو "دیوان خاص و عام" سے موسوم کیا گیا۔ اس عمارت کے تیار ہوجانے پر اس کی تعریف میں طالبائی کلیم نے یہ قطعہ کہا ہے۔

این تازہ بنا کہ عرش ہمسایۂ اوست رفعت حرفی ز ریخۂ پایۂ اوست

(زرتبعیت)

با نیست کہ ہر ستون سبزش سرویست کاسائش خاص و عام در سایۂ اوست

## والیٔ توران کی سفارت

جہانگیر کی زندگی میں والی توران امام قلی خاں نے جو خط بھیجا تھا اس میں شاہجہاں کے متعلق یہ فقرے درج تھے۔

"شاہ عباس (ایران) نے موقع پاکر قندھار کے قلعہ پر قبضہ کر لیا ہے اگر آپ شاہزادہ شاہ جہاں کو جن پر اصحاب غرض کی لگائی بجھائی کی وجہ سے نافرمانی کا الزام لگا یا گیا ہے تسخیر قندھار کی مہم پر مقرر کردیں تو بہتر ہوگا وہ آجائیں تو ہم دونوں بھائی مل کر پہلے قندھار کو فتح کریں گے اس کے بعد خراسان پر قبضہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے اور اس سارے علاقہ کو جناب والا کے زیر تصرف لے آئیں گے۔ اس مفتوحہ علاقہ میں سے جو بھی آپ مجھے عنایت فرمائیں گے، میں اس پر بخوشی قناعت کروں گا اور ہمیشہ ممالک محروسہ سرکار کی اعانت و امداد کے لئے کوشاں رہوں گا"

شاہجہاں کے بادشاہ بننے کے بعد توران سے خواجہ عبدالرحیم حضور میں پہنچا تو اس نے بھی باوجود اس تاخت و تاراج کے جو نذر محمد خاں اور اس کے بھائی کی طرف سے کابل میں ہوچکی تھی اسی مضمون کی تحریر پیش کی تھی۔ مگر خواجہ عبدالرحیم ہندوستان ہی میں اپنی منزل مقصود کو پہنچ گیا تھا اس لئے اس کا جواب نہیں دیا گیا تھا۔ اس زمانہ میں کابل کے قضیہ کی وجہ سے دونوں حکومتوں کے درمیان ایک حجاب سا حائل ہوگیا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے خطا بخشی کے طور پر اس خط و سفارت کا جواب لکھوا دیا۔ جس میں چشم پوشی اور اظہار مہربانی کیا گیا تھا۔ اس کے

ساتھ ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ نقد اور دوسرے تحائف وغیرہ حکیم محمد صادق[1]، خواجہ محمد صادق[2] ولد خواجہ عبدالرحیم مرحوم کی سفارت میں روانہ کئے اور حضرت صاحبقران امیر تیمور کے روضہ کے مجاوروں کے لئے بھی بیس ہزار روپیہ بھجوائے۔

**نرسنگھ دیو کی بغاوت** ججھار سنگھ بندیلہ کا باپ نرسنگھ دیو جہانگیر کی شاہزادگی کے زمانہ سے اب تک برابر بادشاہی ملازمت میں تھا۔ جہانگیر کے آخری زمانہ میں نظم ونسق کے خلل پذیر ہو جانے کے سبب ججھار سنگھ[3] نے بغاوت پر کمر باندھ لی تھی۔ بادشاہی حدود میں وہ دست درازی کرتا رہتا تھا اور مسافروں کو لوٹ لیا کرتا تھا۔ لوٹ مار سے اس نے خوب روپیہ پیدا کر لیا اور اپنی رعیت کو بھی ستانے اور تنگ کرنے لگا۔ بادشاہ اس کی سرکوبی کی فکر میں تھے کہ اس کے جہنم رسید ہونے کی خبر آگئی۔ اس کا باپ نرسنگھ دیو اس خبر کو سننے کے بعد اس شعر کے مطابق ؎

بدگہر با کسے وفا نہ کند اصل بد در خطا خطا نہ کند

اپنے بدکردار بزرگوں کی روش پر چلا گیا ایک تو بیٹے کے جمع کردہ خزانہ کا تاؤ تھا۔ دوسرے خاردار اور دشوار گذار جنگلوں کی پناہ گاہوں کا سہارا تھا۔ چنانچہ وہ سال جلوس کے آخر میں آدھی رات کو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دارالخلافہ اکبر آباد سے فرار ہو گیا اور جاتے ہی مردم آزاری اور فتنہ وفساد کا سلسلہ شروع کر دیا اور اپنی دست اندازیوں سے رعایا اور مسافروں کو تنگ کرنے لگا۔

نرسنگھ دیو کی شر انگیزیوں کی اطلاع بادشاہ کو ہوئی تو اس نے اس فتنہ کو جڑ پیڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے ایک وسیع فوجی کارروائی کا حکم دیا۔ جس کے مطابق خان خاناں سپہ سالار مہابت خاں کو دس ہزار سوار اور پانچ ہزار بندوقچیوں اور پانچ سو بیلداروں اور تبر داروں کے ساتھ گوالیار کے راستہ سے اس کے تعاقب میں بھیجا۔ اس کے علاقہ پر حملہ کرنے کے لئے سید مظفر خاں بارہہ، اسلام خاں، دلاور خاں، راجہ رام داس، نظر بہادر

---

[1] بادشاہنامہ میں حکیم حاذق لکھا ہے۔

[2] بادشاہنامہ میں محمد صدیق لکھا ہے۔

[3] ججھار (ن)

اور دوسرے دس امیروں کی تعیناتی ہوئی۔ مہابت خاں کو ایک لاکھ روپیہ دیا گیا۔ دوسرے امراء کو بھی اسی طرح شاہانہ عنایات سے نوازا گیا۔ خان جہاں لودھی صوبہ دار مالوا کے نام بھی حکم جاری کیا گیا کہ وہ اپنے ہمراہیوں اور امدادی فوجوں کے ساتھ مہابت خاں کی مدد پہ پہنچے۔ بھارت سنگھ بندیلہ کے نرسنگھ دیو سے وراثتی جھگڑے تھے اور دونوں میں پرانی عداوت تھی۔ بھارت سنگھ کو بھی اس کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے ہدایت دی گئی۔ کالپی کی طرف سے اس کے علاقہ پر فوج کشی کرنے کے لئے عبداللہ خاں فیروز جنگ کو مامور کیا گیا۔ مشرقی سمت سے بہادر خاں روہیلہ کو مقرر کیا گیا کہ وہ دو ہزار بندوقچیوں، بیل داروں اور تبر داروں کو لے کر حملہ کرے۔ یمین الدولہ آصف خاں کی ایک جمعیت کو بھی ایک علیحدہ کمان دار کے ماتحت مقرر کیا گیا۔

## گوالیار کا سفر

ان انتظامات کے بعد خود بادشاہ سلامت نے بھی شکار کے لئے اس علاقہ کی طرف کوچ کر دیا۔ فتح پور پہنچنے پر انتیسویں (بحساب قمری) سال گرہ کا جشن (جشن وزن) منعقد کیا۔ یکم ربیع الثانی مطابق آذر ماہ الٰہی مجلس شاہانہ آراستہ کی گئی اور بادشاہ کو زر و جواہر سے تولا گیا جو صدقہ میں دیدیئے گئے ؎

از دولت وزن شاہ فرخندہ سیر　　زر گشت عزیز و آبرو یافت گہر
در پلۂ میزان چو در آمد گوئی　　خورشید نشست در افق تا بہ کمر

اس محفل کی زیب و زینت اور امراء و ارباب استحقاق کو دینے دلانے میں جتنی رقم خرچ ہوئی اس کا حساب حد تحریر سے باہر ہے۔

جشن سے فارغ ہو کر سیر و شکار کے لئے بادشاہ کی سواری قلعۂ گوالیار پہنچی۔ قلعہ کے اندر جا کر بادشاہ نے تمام عمارتوں اور انتظامات کا معائنہ کیا۔ جب بادشاہ قلعہ کے قید خانہ پر پہنچے تو قیدیوں کے بارے میں تفتیش کی اور بجز چند آدمیوں کے جن کو شرعاً و عرفاً حبس دوام میں رکھنا جائز تھا۔ بقیہ تمام قیدیوں کو جو اس عذاب میں مدت سے گرفتار تھے رہا کر دیا۔

## عجیب و غریب بچے

کشمیر کی رپورٹ سے ایک عجیب و غریب واقعہ کی اطلاع ملی کہ ایک شخص حسن محمد نامی کے گھر ایک لڑکی تولد ہوئی جو ساتویں دن ہی بولنے لگی۔ اس نے بڑی صاف زبان میں اپنے والدین کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ

اس شہر کے لوگوں پر ایک بڑی آفت آنے والی ہے۔ شہر والوں کو تاکید کردو کہ وہ خدا کی راہ میں خیر خیرات اور صدقہ دیں۔ دوسرے ایک اور بچہ کے متعلق بھی اطلاع ملی کہ باقر نامی کشمیری کے گھر لڑکا تولد ہوا جس کے بول و براز کے خارج ہونے کی کوئی راہ نہیں تھی۔

## نرسنگھ دیو کی شکست

جھجھار[1] کے خلاف جو فوجیں متعین تھیں انھوں نے حملہ کر کے اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا جو اس نے اپنی حفاظت کے لئے بنا لیا تھا بادشاہی امیروں نے جب سختی سے ناکہ بندی کر دی اور بادشاہ بھی ان کا دل بڑھانے کے لئے قلعہ گوالیار پہنچ گئے تو وہ اپنے انجام سے ڈرا اور اپنے نمائندہ کو بھیج کر خطا بخشی کی درخواست کی کہ اس دفعہ اگر حضور میرے جرائم کو معاف فرمادیں تو پھر میں کبھی نافرمانی کی جرأت نہیں کروں گا۔ اسی درمیان میں اطلاع ملی کہ عبداللہ خاں، بہادر خان روہیلہ اور بہار سنگھ نے قلعہ ایرچ کو جو باغیوں کی مضبوط پناہ گاہ تھا فتح کر لیا اور تقریباً تین ہزار کافروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بادشاہ نے اس کارنامہ پر جاں نثار سرداروں کو شاہانہ عنایات سے نوازا بہار سنگھ بندیلہ کو نقارہ کا اعزاز عطا کیا۔ جب لشکر کے امیر اور سردار حضور میں کامیاب و کامران حاضر ہو گئے تو ان کی سفارش پر جھجھار[2] سنگھ کے عفو اور معذرت کو قبول کر لیا گیا اسے حضور میں دست بستہ لایا گیا اس نے باریابی پر ایک ہزار اشرفی نذر دی اور پندرہ لاکھ روپیہ چالیس ہاتھی جرمانہ میں ادا کئے۔ اس کے سارے علاقہ میں سے صرف چند محال جو چار ہزاری اور چار ہزار سوار کے منصب کے برابر تھے اس کے نام بحال رکھے گئے۔ بقیہ سارا علاقہ عبداللہ خاں اور خان جہاں لودھی کی تنخواہوں میں ضبط کر لیا گیا۔

---

[1] یہاں جھجھار سنگھ سے مراد نرسنگھ دیو ہے جیسا کہ لکھ آئے ہیں جھجھار سنگھ ولد نرسنگھ دیو مر چکا تھا اور اس کے باپ نے بغاوت کی تھی۔

[2] یہاں جھجھار سنگھ غلط ہے۔ نرسنگھ دیو ہونا چاہیے۔

(جلوس کا تیسرا سال مطابق سن ایک ہزار اکتالیس ہجری (۱۰۴۱ھ))

تخت نشینی کا تیسرا جشن بھی بڑے تزک و احتشام سے منعقد ہوا اس سال مہابت خاں کا تبادلہ دکن کی صوبہ داری سے دارالملک دہلی کی صوبہ داری پر ہو گیا دکن پر اس کی جگہ ارادت خاں وزیر کو صوبہ دار بنایا گیا۔ وزارت کا مرصع قلمدان افضل خاں خانساماں کے سپرد ہوا۔ خانساماں کا عہدہ میر جملہ کو دیا گیا عنبر کا بیٹا چنگیز خدمت میں حاضر ہو چکا تھا اسے دو ہزار پانچ سو اور ہزار سوار کا منصب ملا۔ منصور خاں کو خطاب سے نوازا گیا۔

**بامیان کی فتح** کابل کی اطلاعات سے معلوم ہوا کہ بامیان نامی قلعہ کو جو بلخ اور کابل کے درمیان واقع تھا بادشاہی لازموں نے اوزبکوں کے قبضہ سے نکال کر بہ تقاضائے مصلحت مسمار کرادیا ہے۔ ایران کا ایلچی بحری بیگ تخت نشینی کی مبارک باد کا خط لے کر آیا ہوا تھا عجلت کی وجہ سے وہ کوئی ہدیہ نہیں لا سکا۔ جب باریاب ہوا تو بادشاہ نے اسے بیس ہزار روپیہ جیغہ اور خلعت عطا کی۔

**سفید ہاتھی** اکبر کو ہاتھیوں کا بہت شوق تھا چنانچہ اس نے اپنے عہد میں چھ ہزار ہاتھی جمع کرتے تھے۔ اس کو ساری عمر سپید ہاتھی کی آرزو رہی مگر لوگ اس کا نام ہی لیتے تھے۔ اس وقت تک وہ نہ دیکھنے میں آیا تھا، نہ کہیں پکڑا گیا تھا۔ ان دنوں صاحبقران ثانی کی خوش نصیبی سے یہ ہاتھی دستیاب ہو گیا۔ خواجہ نظام نامی ایک تاجر پیگو اور آچھی کی بندرگاہ کی طرف گیا ہوا تھا۔ وہاں اسے ہاتھی کا ایک بچہ جس کا رنگ خاکستری مائل تھا اور ٹھیک سے معلوم نہ ہوتا تھا کہ وہ کس رنگ کا ہے نہایت لاغر اور کمزور نظر آیا اس نے خرید لیا۔ یہ خریداری اس نے صرف اس کے انوکھے رنگ کی وجہ سے کی تھی۔ وہ اس ہاتھی کے بچہ کو لے کر ہندوستان آ گیا اور بارہ سال تک اس کی پرورش کرتا رہا اس عرصہ میں اس کے رنگ کی سیاہی چھٹتی چلی گئی اور وہ سفیدی مائل ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ بلور اور کافور کی طرح بے عیب سفید براق نکل آیا۔ یہ تاجر سید دلیر خاں کی جاگیر میں عرصہ تک مقیم رہا تھا اس کو جب خبر ہوئی تو اس نے اس کمیاب گراں بہا ہاتھی کو خاطر خواہ قیمت دے کر خرید لیا اور پیشکش کے طور پر بارگاہ شاہی میں روانہ کر دیا۔ بادشاہ کو یہ ہاتھی بہت پسند آیا اس کا نام گجبت[1]

---

[1] بادشاہنامہ میں اس کا نام "گجپتی" لکھا ہے۔

رکھا۔ ایک دن جب بادشاہ اس پر سوار تھا طالبائی کلیم نے فی البدیہہ رباعی کہی۔

برفیل سفیدیت کہ مینا ورگزند شد بخت بلند ہرکہ او دیدہ فگند
چوں شاہ جہاں بروبرآمد خورشید شد از سپیدۂ صبح بلند

## خان جہاں کے سابقہ قصور

خان جہاں لودھی کا اصل نام پیرم تھا، جہانگیر کے دور حکومت میں وہ ترقی کرکے ادنیٰ درجہ سے بلند مراتب تک پہنچ گیا تھا۔ دربار کی اور دکن کی شورش کے زمانہ میں اپنے قدیم ولی نعمت کے حق نمک کو اس نے ملحوظ نہیں رکھا تھا جس کا ذکر ہم کر آئے ہیں کہ اس نے نظام الملک کے آدمیوں سے ساز باز کرلی تھی اور بالاگھاٹ کے علاقہ کو جس کی جمع ہندی پچپن کروڑ دام کی ہوتی تھی اور جو دو بادشاہوں کے خزانہ کے کروڑ ہا روپیہ خرچ ہونے اور ہر جگہ کے لاکھوں شرفا اور سادات کے قربان ہوجانے پر فتح ہوا تھا اس نے صرف چھ لاکھ ہون کے لالچ میں چھوڑ دیا تھا۔ اس کا دوسرا جرم یہ تھا کہ جب شاہجہاں دکن سے دارالحکومت کی طرف روانہ ہوا تھا تو اس کے نام عنایت آمیز فرمان دستخط خاص سے جاں نثار خاں کے ذریعہ روانہ کیا تھا اور اس سے رفاقت کی فرمائش کی تھی مگر اس نے بڑی خودسری دکھائی تھی۔ فرمان کے آداب بھی ملحوظ نہیں رکھے تھے اور جواب میں بیہودہ کلمات زبان سے ادا کئے تھے۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ جسارت کی کہ برہان پور سے مالوہ میں داخل ہوگیا اور بعض محالات کو تاخت وتاراج کرتا رہا۔ پھر اس نے مانڈو کا محاصرہ کرلیا۔ مگر جب اعلیٰ حضرت کے تخت سلطنت پر جلوس کی خوش خبری پہنچی تو بہلول وغیرہ اس کے ہمراہی امیر اپنے انجام سے ڈر کر متفرق ہوگئے اور وہ مانڈو کا محاصرہ چھوڑ کر برہان پور بھاگ گیا تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے بادشاہ کے پاس تہنیت کی عرض داشت روانہ کی تھی۔ جس میں اپنی گذشتہ حرکتوں پر معافی چاہی تھی۔

صاحبقران ثانی بخوبی جانتے تھے کہ اس کے قول وفعل کا کوئی اعتبار نہیں اور وہ محض مجبوری کی وجہ سے عذر خواہی کر رہا ہے تاہم اس کی خطا بخشی کردی اور کچھ عرصہ تک برہان پور اور برار کا صوبہ اسی کے ماتحت رہنے دیا تھا۔ بعد میں جب مہابت خاں کو دکن کی صوبہ داری پر مقرر کیا تو اسے مالوہ کا صوبہ دار بنادیا۔ جب وہ جھجار سنگھ بندیلہ کی مہم پر مامور ہوا تھا تو فتح کے بعد بارگاہ میں حاضر ہوا تھا۔ اس وقت بھی بادشاہ نے اس کے ساتھ کسی طرح کی بے التفاتی نہیں برتی، بلکہ اس کے ساتھ اتنی مہربانی اور شفقت کا

سلوک کیا کہ اُس کے مخالف حیران رہ گئے۔ لیکن جیسا کہ مشہور ہے۔ "الخائن، خائف" وہ ہمیشہ اپنے مجرمانہ اعمال سے خوف زدہ اور بادشاہ کے اس غیر معمولی تحمل پر اندیشہ ناک رہتا تھا۔

## خان جہاں کا بے جا خوف

مخلص خاں کا ایک بیٹا لشکری نامی تھا۔ خان جہاں کے بیٹوں سے اس کی بڑی دوستی تھی وہ کبھی کبھی ہنسی مذاق میں بلکہ اپنی دوستی جتلانے کے لئے اُن سے کہتا رہتا تھا کہ ان قصوروں کے بعد بادشاہوں کے دام انتقام سے غافل رہنا احتیاط کے خلاف ہے۔ کوئی دن نہیں جاتا ہے کہ تم لوگوں کو اپنے کرتوتوں کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ بیٹوں نے اس کی باتیں باپ تک پہنچادیں وہ بھی بڑا متوحش اور پریشان ہوگیا۔ یہاں تک کہ دربار میں حاضری چھوڑ دی مجرا سلام بھی ترک کردیا۔ گھر میں چھپ کر بیٹھ گیا اور دروازہ پر اپنے خاص ہزار سوار حفاظت کے لئے متعین کر دیئے۔

بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو اس نے اسلام خاں کو بھیج کر تسلی دلاسا دیا اور اس بے جا توہم کا سبب دریافت کیا۔ اس کے جواب میں اُس نے بادشاہ کی خفگی کا اندیشہ ظاہر کیا اور یہ عرض کیا کہ افغان قوم میں اور تمام صاحب عزت اشخاص میں میں ایک آبرودار آدمی ہوں، مگر میں اپنی عزت آبرو جان و مال سب کچھ بادشاہ سلامت پر فدا کر سکتا ہوں اس لئے التماس ہے کہ حضور میری جاں بخشی کا فرمان مرحمت فرمادیں، یا پھر حکم دیدیں، تو میں اپنا کٹا ہوا سر نیزہ پر چڑھا کر بھجوادوں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ یمین الدولہ کی مہر لگا کر ایک امان نامہ اسے دیدیا جائے۔ اس عنایت کے بعد چند روز بدستور سابق وہ سلام کے لئے جاتا رہا پھر بہکانے والے مصاحبوں نے اسے بہکایا کہ بادشاہ کی یہ ساری مہربانیاں رنگ لاکر رہیں گی۔ ابھی تو چھری تیز کی جارہی ہے۔ اس کے دل میں پھر خوف و ہراس پیدا ہوگیا اور وہ فرار ہونے کے انتظام میں لگ گیا۔ آصف خاں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے بادشاہ کو صورت حال بتائی اور اس کے دروازہ پر چوکی پہرہ لگانے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے یہ کہہ کر کہ تحقیق کئے اور قصور ثابت ہوئے بغیر چوکی بٹھادینے سے اُس کی بے عزتی ہوگی۔ آصف خاں کی تجویز کو قبول نہیں کیا۔

## خان جہاں لودھی کا فرار

اسی دوران میں اس نے تمام ہاتھی گھوڑے اور جواہرات باقاعدہ نہرست بنا کر بطور نذر اور پیش کش کے خدمت میں بھجوا دیئے کہ انھیں سرکار میں ضبط کر لیا جاتے۔ بادشاہ نے چند ہاتھی اور جواہر قبول کئے اور بقیہ معاف کر دیئے۔ آخر کار وہ بادشاہ کے غضب و عتاب سے ڈر کر ایک رات کو دو گھڑی گذرنے پر اپنے چھوٹے بڑے تمام متعلقین کے ساتھ نکل گیا۔ بعض کو تو اس نے ہاتھیوں پر اور بعض کو گھوڑوں پر برقع اڑھا کر بٹھا دیا۔ اس کے ساتھ دو ہزار بہادر پٹھان تھے جو اکثر اس کے قبیلے کے اور باہم ایک جان دو قالب تھے۔ بارہ تو اس کے بیٹے اور داماد تھے۔ دو تین سو پیادہ اور شاگرد پیشے کے قدیم ہوا خواہ تھے۔ آگرہ سے یہ قافلہ طبل و نقارہ بجاتے ہوئے باہر آیا۔ کچھ دیر بعد اس کے فرار کی اطلاع بادشاہ کو ہوئی تو اس نے اسی وقت خواجہ ابوالحسن اور خدمت پرست خاں عرف رضا بہادر سید مظفر خاں بارہہ اور نصیر خاں وغیرہ تقریباً بیس نامور امیروں اور راجاؤں کو خلعت وغیرہ عطا کر کے اس کے تعاقب میں روانہ کیا اور سخت گیر فوج داروں کو متعین کیا کہ وہ ان امیروں کو فوری شہر سے نکلنے پر مجبور کر دیں بلکہ اس وقت تک دیوان پر بیٹھا رہا جب تک کہ محمد رضا بہادر، میر آتش اور سات آٹھ امیروں، دو تین راجاؤں کے شہر سے نکل جانے کی اطلاع نہیں ملی اس میں رات کی گیارھویں ساعت گذر گئی اس کے فرار کی اطلاع ملنے سے ان امراء کے باہر نکلنے تک چار ساعت وقت لگ گیا۔ مذکورہ امیروں کے نکل جانے کے بعد بادشاہ نے بقیہ سب کو عاجلانہ روانگی کی تاکید کرائی اور وعدہ وعید کے بعد جب اطمینان ہو گیا تو اٹھ کر محل کے اندر چلا گیا۔ اتنی مختصر سی مہلت میں لشکر کا تیار ہو کر نکل جانا ناقابل یقین ہے۔ لیکن اس زمانہ میں اطاعت امرا اسی درجہ کی تھی۔ تین چار ساعت میں ہاتھی گھوڑے، اونٹ ساری تیاریوں کے ساتھ حاضر ہو گئے جو اس زمانہ کے لحاظ سے ناممکن ہی معلوم ہوتا ہے اور عقل اسے باور نہیں کرتی مگر ایسا ہو کر رہا۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ دوسرے دن جب کہ دن کی چند ساعت ہی گذری تھیں۔ یہ لشکر دھول پور پہ، جو اکبر آباد سے اٹھارہ کوس پر ہے پہنچ چکا تھا۔

## خان جہاں سے خوں ریز مقابلہ

جس وقت لشکر دھول پور پہنچا ہے خان جہاں لودی چنبل پور کی ندی کے کنارے ٹھیرا ہوا تھا اور اپنے بیٹوں اور قبیلوں کو ندی عبور ... کا انتظام کرا رہا تھا کہ اچانک پیچھے سے گرد و غبار اٹھتا ہوا نظر آیا اور

تھا بادشاہی لشکر مقابل آ گیا۔ دن کا ایک پہر دو گھڑی گذرے تھے کہ فریقین میں مقابلہ و مقاتلہ شروع ہو گیا اس وقت تک خانجہاں لودھی نے اپنے مال اسباب اہل و عیال کو ندی کے اس پار بھجوا دیا تھا اور دریا کے کنارے بعض دشوار مقامات پر مورچے بنا تے تھے اور مقابلہ کے لئے بڑی ثابت قدمی سے جما ہوا تھا۔ اس وقت عجلت میں بس چند امیر اپنے چند خاص خاص آدمیوں اور احدیوں برقندازوں کی جمعیت لے کر وہاں پہنچے تھے۔ ہر ایک کی فوج اور باقی امیر گھوڑے دوڑاتے ہوئے ان کے پیچھے چلے آ رہے تھے۔ ان امیروں نے پہنچتے ہی حملہ کر دیا۔ دونوں طرف کے جاں نثار سپاہی اپنے آقاؤں پر قربان ہونے کے لئے آگے بڑھے۔ بادشاہ کے جاں نثار جان توڑ کر مقابلہ کے لئے پیش قدمی کرنے لگے۔ خاص طور سے خدمت پرست خاں یعنی رضا بہادر، توپ خانہ کے دستہ کو لے کر بڑھا احدیوں کے بخشی مرحمت خاں اور سید مظفر خاں بارہہ نے تیر اندازی شروع کر دی۔ دونوں طرف سے تیروں کی ایسی بوچھاڑ ہوئی کہ فضا تیروں سے ڈھک گئی جنگ جو دلاور اور یکہ تاز بہادر جی کھول کر اپنے ہنر دکھانے لگے۔ اس معرکہ میں ایک تیر خدمت پرست خاں کی پیشانی میں آ کر لگا اور خون کا فوارہ سا چھوٹ گیا، مگر وہ دم واپسیں تک برابر مردانہ وار لڑتا رہا آخر اپنی جان بادشاہ پر نثار کر دی۔ جنگجو پٹھان اس وقت جان پر کھیل کر لڑ رہے تھے۔ ان کا پلہ بھاری ہوتا ہوا دیکھ کر راجہ بیٹھل داس اور پرتھوی راج راجپوتوں اور دوسرے بہادروں کی ایک جماعت کے ساتھ ہندوستان کے جاں نثاروں کی رسم کے مطابق گھوڑوں سے اُتر گئے (تاکہ فرار ہونے کا خیال تک نہ آئے)، اور مخالفوں پر دلیرانہ حملے کرنے لگے اس دست بدست جھڑپ میں یہ دونوں بھی زخمی ہو گئے۔ ان کے بعد خواص خاں بخشی اور مرحمت خاں نے بھی بڑھ چڑھ کر حملے کئے۔ چند مشہور پٹھان سرداروں کو لقمہ تیغ بنا دیا۔ مگر خود بھی کاری زخم کھا کر اپنی جان نذر کر دی۔ اب سید محمد جو سید مظفر خاں بارہہ کا پوتا تھا۔ سادات بارہہ کے انیس نوجوانوں کو لے کر نکلا اور دادا کی آنکھوں کے سامنے اپنے ولی نعمت پر قربان ہو گیا۔ خود سید مظفر خاں بچاس ہمراہیوں کے ساتھ بُری طرح زخمی ہو گیا راجہ بیٹھل داس کے دو بھائی چند راجپوتوں اور تقریباً ستر مغل احدیوں کے ساتھ لودھیوں کے ہاتھ مارے گئے۔ ؎

نہ آسود لشکر ز خون ریختن زدشمن بدشمن در آویختن

پرتھی راج راٹھور کا خود خان جہاں سے مقابلہ ہو گیا دونوں نے ایک دوسرے کو بھالوں سے زخمی کر دیا تھا مگر دونوں کی زندگی ابھی باقی تھی اس لئے مقابلہ سے دوسری طرف ہٹ گئے۔ خان جہاں کی طرف بھی کافی جانی نقصان ہوا۔ خود خان جہاں کے دو بیٹے عظمت خاں اور حسین خاں اس کا داماد شمس خاں اپنے دو بھائیوں محمد خاں اور محمود خاں کے ساتھ جو خان عالم لودھی کے پوتے تھے اور بلا مبالغہ یہ تینوں جوان اپنے وقت کے نہایت دلیر اور بہادر نوجوان تھے ساٹھ افغانوں کو لے کر جن میں سے اکثر خان جہاں کے دور اور نزدیک کے رشتہ دار تھے آگے بڑھے تھے۔ ان لوگوں نے اپنے اہل وعیال کا جوہر کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ دریا کو عبور کر کے اس پار جا نہ سکے تھے۔ اور خود اپنی بہادری کے جوہر دکھا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راحت پا گئے۔

## خان جہاں کا فرار

جس وقت خان جہاں کے بیٹے لڑ رہے تھے، خان جہاں اُن کے قسم دینے پر موقع پاکر میدان کارزار سے نکل گیا۔ اس کے ساتھ بس چند سوار اور دو عورتیں تھیں جو ندی عبور کر کے اس پار چلی گئی تھیں اس کی جمعیت کے آدمیوں کی عورتوں کا ایک گروہ بھی ساتھ تھا۔ سات بیٹے اور قریبی رشتہ دار تھے پٹھانوں کی ایک اور جمعیت جان بچا کر نکل آئی تھی ان میں سے اکثر کی عورتیں پانی میں کود کر جان دے چکی تھیں۔ ان سب نے دریائے چنبل کو عبور کر لیا۔ جن کشتیوں پر انھوں نے دریا پار کیا تھا۔ ان کو توڑ کر ناکارہ کر دیا گیا اور لوگ سیدھی راہ چھوڑ کر بے راہ راستہ سے ایک طرف کو نکل گئے۔ اس کی فوج اور بہیر کے باقی چھوٹے بڑے تمام آدمی مع مال وعیال لوٹ لئے گئے اور اسیر بنا لئے گئے۔

## خان جہاں کا تعاقب

جب لڑائی ختم ہو گئی اور خان جہاں دریا پار کر کے چلا گیا تو پیچھے رہ جانے والے امیر اور ان کی فوجیں میدان میں پہنچیں ان میں فدائی خاں خواجہ ابوالحسن، معتمد خاں، نائے راؤ، خان زماں اور راجہ جے سنگھ وغیرہ تھے اس وقت لشکر بے خوابی اور جدوجہد کی وجہ سے تھک گیا تھا۔ پھر جاں بحق مقتولین کی تجہیز تکفین بھی ضروری تھی۔ خان جہاں جس راستے سے گیا تھا اس کا بھی پتہ چلانا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ کشتیاں موجود نہیں تھیں جن کے ذریعہ دریا عبور کیا جاسکتا۔ نیز جو لوگ زخمی ہو گئے تھے قدرتی طور پر انھوں نے دریا عبور نہ کرنے پر اصرار کیا۔ اس لئے لشکر نے اس دن کا بقیہ حصہ

اور وہ رات وہیں دریا کے کنارے بڑے خوف و وحشت میں گذاری۔ اس عرصہ میں کشتیوں کو فراہم کرنے کی کوشش کی گئی۔ مقتولین کو دفن کیا اور زخمیوں کے مرہم پٹی علاج معالجہ ہوا آخرکار دوسرے دن دوپہر کے بعد دریا کو عبور کیا گیا۔ . . . . . . . . .

. . . . . . . اس وقت تک خان جہاں اور دریا کو عبور کر کے تعاقب کرنے والے امیروں میں سات پہر کا فرق پڑ گیا تھا۔ امراء شاہی ہر طرف سراغ لگاتے ہوئے گوالیار اور چندیری کے راستہ پر تعاقب میں بڑھتے رہے۔ فرار ہونے والی اور تعاقب کرنے والی دونوں فوجیں آگے پیچھے گونڈوانہ برار سے بھی آگے نکل گئیں۔

خان جہاں جب بندیل کھنڈ پہنچا تھا تو وہاں کے راجپوتوں نے اس کی ہر طرح سے مدد کی تھی اور اس مصیبت میں بڑی رفاقت کا ثبوت دیا تھا اور اسے گونڈوانہ تک پہنچا دیا تھا۔ گونڈوانہ کی سرحد پر پہنچنے کے بعد اس نے نظام الملک کے تعلقہ کا رخ کیا۔ جہاں کے لوگوں کی حمایت اسے حاصل تھی۔ راستہ میں جتنے صحرا نشین ملتے تھے وہ ان کو نقد انعام دے کر رہبری پر آمادہ کر لیتا تھا اور ان کو ہدایت کرتا جاتا تھا کہ وہ تعاقب کرنے والی فوج کو غلط راہ پر ڈال دیں چنانچہ ان لوگوں نے ہر جگہ بادشاہی لشکر کو بھٹکا کر دشوار گذار خاردار جنگلوں میں پھنسا دیا۔

سید مظفر خاں، خواص خاں اور راجہ بہتھی راج وغیرہ سخت زخمی ہو گئے تھے۔ علاج کے لئے ان کا دھول پور میں ٹھہر جانا ناگزیر تھا۔ جب ان تفصیلات کی اطلاع دربار میں پہنچی تو بادشاہ نے ان کو واپس بلا لیا اور ان کو خلعت و انعام عطا کیا۔

بہلول میانہ اور سکندر لودہی خان جہاں کو برگشتہ کرنے والوں میں پیش پیش تھے۔ لیکن جب وہ دکن سے روانہ ہوا تھا تو ان دونوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اب جب وہ دوبارہ وہاں پہنچ گیا تو دونوں اس کے ساتھ مل گئے۔

**شاہ ایران سے مراسلت** ایران کا سفیر بحری بیگ شاہ عباس کا مراسلہ لے کر آیا تھا۔ اور ابھی تک وہ ٹھیرا ہوا تھا۔ رخصت نہیں ہوا تھا۔ اسی درمیان میں ایران سے شاہ عباس کے انتقال اور شاہ صفوی کے جانشین ہونے کی خبر پہنچی۔ اس خبر کے آنے پر اعلیٰ حضرت نے بحری بیگ کو رخصت کر دیا اور اپنی طرف سے میر ترک کو اسی طرح عجلت میں روانہ کیا جس طرح بحری بیگ آیا تھا (یعنی کسی تحفہ تحائف کے بغیر) ایک

خط تعزیت و تہنیت پر مشتمل اس کے ساتھ ارسال کیا گیا۔ اس خط میں حمد و صلوٰۃ کے بعد شاہ عباس کی وفات اور شاہ صفوی کی تخت نشینی پر تعزیت و تہنیت دی گئی تھی۔ شاہ عباس کے لئے "عم جم جاہ" کے الفاظ استعمال کئے تھے۔ اس کے بعد دونوں حکمران خاندانوں میں مستحکم روابط اور اتحاد و الفت کی خواہش ظاہر کی تھی۔ پھر چند جملے اس سلسلہ میں تھے کہ۔ جنت مکانی (جہانگیر) کے انتقال کے بعد میں تخت سلطنت پر بیٹھا تو مخالفوں اور باغیوں کی سارے ہندوستان میں کس طرح سرکوبی کرنی پڑی اور کس طرح ہندوستان کا ضبط و نظم عمل میں آیا۔ ان امور سے فراغت کے بعد میں مرحوم چچا (شاہ عباس) کے پاس سفارت بھیجنے ہی والا تھا کہ ان کے انتقال کی اور آپ کی تخت نشینی کی خبر ملی۔ پھر یہ توقع ظاہر کی تھی کہ جس طرح یہاں جلوس سلطنت مبارک ثابت ہوا اسی طرح وہاں بھی تخت نشینی باعث برکت ہو گی۔ پھر یہ فقرہ تھا کہ مرحوم شاہ کو عرش آشیانی (اکبر بادشاہ) اپنا بیٹا اور جنت مکانی (جہانگیر) بھائی سمجھتے تھے۔ اسی رشتہ سے میں ان کو اپنا چچا کہتا تھا۔ لہٰذا اب میں ان کے فرزند کو اپنا فرزند سمجھتا ہوں اور توقع کرتا ہوں کہ جو دوستانہ روابط مرحوم نے رکھے تھے وہ فرزند بھی ان کو ملحوظ رکھے گا۔ اس کے بعد یہ تحریر تھا کہ چچا مرحوم نے عجلت میں بحری بیگ کو سفارت پر روانہ کیا تھا۔ اس خبر پر اُسے جلد رخصت کیا جا رہا ہے اور صحیح النسب سید کو عجلت میں احوال پُرسی کے لئے بھیجا جا رہا ہے کہ وہ ہماری طرف سے تعزیت و تہنیت کے مراسم ادا کرے اور اس فرزند کے اقتدار و استحکام کے لئے جس طرح کی مدد کی ضرورت ہو اس سے ہم کو مطلع کر دے تاکہ اس کا اہتمام کر دیا جائے۔ ہم نے اس معتمد ایلچی کو عجلت میں روانہ کیا ہے اور وہاں سے اچھی خبروں کے متمنی ہیں۔

## افغانوں کی غیر اسلامی رسومات

صوبہ کابل کے واقعہ نگار اور وہاں کے ناظم لشکر خاں نے عرض داشت روانہ کی کہ گمراہ افغان احکام شریعت کی اصلاً پابندی نہیں کرتے ہیں اور اپنے گمراہ پیر کی جو ایک بے دین اور ملحد شخص ہے اور اس نے طرح طرح کی بدعتوں کو اس سرزمین میں رواج دے دیا ہے۔ پیروی اور اتباع کرتے ہیں اس کی باتوں کو (استغفر اللہ) اپنے باطل عقیدہ میں قرآن کی آیت اور حدیث کا درجہ دیتے اور ملحدوں کے طریقے پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ چنانچہ اپنے ہم مشربوں کی مجلس منعقد کر کے گائے کو بغیر ذبح کئے پکا کر کھاتے ہیں اور عورتوں کو عقد کے بغیر ہی اپنے تصرف میں لے آتے ہیں

اور جب طلاق دینی ہوتی ہے تو تین کنکریاں عورت کے ہاتھ میں دے کر گھر سے نکال دیتے ہیں۔ بیوہ عورتوں کو میت کا متروکہ قرار دے کر وارثوں کو ان سے نکاح کر لینے دوسرے کو بخش دینے یا ان کی خرید و فروخت کا اختیار دے دیتے ہیں جو بھی آفت کا مارا مسافر ان کے علاقہ میں جا نکلتا ہے اس کو گرفتار کر کے فروخت کر دیتے ہیں۔ میت کے متروکہ سے لڑکی کو کوئی حصہ نہیں دیتے قتل اور راہزنی کو آباؤ اجداد کی سنت جان کر کار خیر سمجھتے اور اس میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور اسے بڑی خوبی اور بہادری سمجھتے ہیں۔ ان بدنہاد افغانوں کے متعلق "بادشاہ نامہ" میں جو کچھ لکھا گیا ہے اگر ہم اسے یہاں درج کریں تو ڈر ہے ہم پر متعصب ہونے کا الزام لگا دیا جائے گا۔ اس عرض داشت پر بادشاہ نے حکم صادر کیا کہ "تورہ" اور شریعت کو نافذ کرنے والے حکام ان کی اصلاح اور تنبیہ کے لئے کوشاں رہیں بڑی سختیوں اور ہنگامہ و فساد کے بعد یہ بدعتیں کم ہوئیں پوری طرح تو ان کو ختم نہیں کیا جا سکا چنانچہ ان مذموم بدعتوں کے آثار اس قوم میں اب تک پائے جاتے ہیں۔

## دکن پر فوج کشی

دکن کی اطلاعات سے معلوم ہوا کہ خان جہان لودھی نظام الملک کے پاس دولت آباد پہنچنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ خواجہ ابوالحسن اور دوسرے امیر جو اس کے تعاقب میں گئے تھے۔ بگلانہ پہنچ کر وہاں کے زمینداروں کے تعاون سے ٹھیر گئے اور دکنیوں سے بارگاہ سلطانی کے معتوب ملزم کو حوالہ کر دینے یا اپنے پاس سے نکال دینے کے لئے بہت کچھ مراسلت کی مگر اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ یہ لوگ قلعہ کے چند روزہ ذخیرہ پر بہت مغرور تھے اور احکام شاہی کی اطاعت دل سے نہیں کرتے تھے۔ اس اطلاع پر سلطانی غضب جوش میں آ گیا اور خود بادشاہ نے غرۂ ربیع الآخر سن ایک ہزار انتالیس (۱۰۳۹ھ) جنوب کا عزم کر لیا جب کوچ بہ کوچ سواری شاہانہ نربدا ندی سے گذر گئی اور شاہی لشکر خاندیس کی سرحد میں داخل ہو گیا تو بادشاہ نے تین فوجیں جن کی مجموعی تعداد پچاس ہزار سوار تھی ارادت خاں اور شائستہ خاں کی سرکردگی میں بشمول اعظم خاں اور راجہ گج سنگھ پیش قدمی کے لئے متعین کر دیں۔ پھر ارادت خاں کو سارے لشکر اور تینوں سرداروں پر حاکم بنا دیا۔ اوائل ماہ جمادی الآخری میں برہان پور میں داخلہ ہوا۔ بادشاہ نے اس شہر کو "دارالسرور" کے نام سے موسوم کیا۔ خواجہ ابوالحسن جو خان جہان لودھی کی گرفتاری پر مامور کیا گیا تھا۔ حاضر خدمت ہوا اور اس نے خان جہان کے نظام الملک کے پاس پناہ لے جانے اور دکنیوں کے امداد دینے کا سارا حال بیان کیا۔

جلوس کا چوتھا سال مطابق سن ایک ہزار انتالیس ہجری (۱۰۳۹ھ)[1]

ہر سال کی طرح تخت نشینی کا جشن بڑے اہتمام سے منایا گیا محل و دربار میں کوچہ و بازار میں نغمہ و سرود کے جلسے منعقد ہوئے مسرت و نشاط کے ہنگامے گرم ہوئے لوگ چنگ و رباب کی تانوں میں آہ و فریاد کو بھول گئے اور سب نے دل کھول کر خوشیاں منائیں۔

مغنی ز طنبور شد گرز دار | نگرد و چراغوج غم خوار و زار
پیالہ بہ چشک زدن گشت گرم | زجوشِ ادا بستہ شد راہ شرم
بروں تاخت از شیشہ گلبانگ مے | خموشی گریزاں شد از بند نے

بیگمات اور امرا نے جو نذرانے دیئے وہ بیس لاکھ روپیہ کے تھے اس سے دگنے بادشاہ نے انعام و اکرام میں خرچ کئے ممتاز محل کا سالانہ وظیفہ اضافہ کے بعد بارہ لاکھ روپیہ ہو گیا۔

**تلنگانہ پر حملہ**

سات ہزار سوار منصب دار اور احدیوں کو راؤ رتن اور وزیر خاں کے ہمراہ تلنگانہ کے سرکشوں کی تادیب کے لئے مقرر کیا گیا۔ اس سال عنبر حبشی کا داماد رحیم خاں اور بہروز خاں جو نظام الملک کا امیر تھا۔ خدمت شاہی میں باریاب ہوئے۔ اول الذکر کو پانچ ہزاری دو ہزار سوار کا منصب اور دوسرے کو دو ہزاری ہزار سوار کا منصب خلعت اور دوسرے انعامات کے ساتھ عطا فرمایا۔ خواجہ ابوالحسن کو شاہ نواز خاں وغیرہ کے ساتھ ناسک ترمک کے قلعہ اور اس کے اطراف کے علاقہ پر فوج کشی کے لئے بھیجا گیا۔ احمد آباد کے ناظم شیر خاں کو حکم دیا گیا کہ احمد آباد میں اپنے نائب کو چھوڑ کر وہ ابوالحسن کی مدد پر چلا جائے۔ بگلانہ کے راجہ کو بھی اس ضلع کی فتح کے لئے لشکر کے ساتھ مامور کیا گیا۔

**دکنیوں کی گوریلا لڑائی**

عبد اللہ خاں بہادر بھی کابل سے حاضر خدمت ہو گیا۔ ادھر دکن کی مہم پر اعظم خاں اور شائستہ خاں مامور تھے مگر ان دونوں میں موافقت نہ ہو سکی اس لئے شائستہ خاں کی جگہ عبد اللہ خاں کو اس مہم کا سردار اور نگران بنایا گیا اور شائستہ خاں کو حضور میں طلب کر لیا گیا۔ اس درمیان میں اطلاع ملی

---

[1] شمسی اور قمری تاریخوں کے فرق کی وجہ سے جلوس کا چوتھا سال ۱۰۳۹ھ اور ۱۰۴۰ھ دونوں سنوں پر مشتمل تھا۔ متن کی ترتیب سے صرف ۳۹ لکھا گیا ہے۔

کر تقریباً بارہ ہزار دکنیوں کی فوج شائستہ خاں اور خانِ اعظم کے لشکر پر قزاقانہ حملے کر رہی ہے۔ بادشاہی لشکر کے چند تجربہ کار آدمی چھاپہ مار فوجوں کے ہاتھوں مارے گئے ہیں اور بہت سے سپاہی زخمی ہو چکے ہیں۔ دکنیوں کی گوریلا فوج پر بادشاہی لشکر نے بھی حملہ کر دیا اور ان کی ایک بڑی تعداد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آخر کار یہ گوریلا دستے فرار ہو گئے۔ بادشاہی لشکر کے جو نامی گرامی سردار مارے گئے تھے ان میں امام قلی خاں، جان سپار خاں اور شجاعت خاں کے لڑکے، راجہ مان سنگھ کا بھتیجا راجہ ستر سال[1] اور اس کے دو لڑکے منصب داروں کی ایک جمعیت اور چھوٹے عہدہ دار اور ملازموں کا ایک گروہ شامل تھا۔ راجہ گردھرداس اور پانچ راجپوت کاری زخم کھا کر گھوڑے سے زمین پر گر پڑے۔ بادشاہ نے مقتولین کے بیٹوں اور عزیزوں کو بلا کر منصبوں میں اضافہ کیا، خلعت اور گھوڑا عطا کیا اور زخمیوں کو الطاف شاہانہ اور انعامات سے نوازا۔

**جادو رائے کی غداری** نظام الملک کا ایک امیر جادو رائے اپنے بیٹوں، بھائیوں اور پوتوں کے ساتھ بارگاہ شاہی میں بہت پہلے حاضر ہو گیا تھا۔ اس کے قبیلے کو مجموعی طور پر چوبیس ہزاری پندرہ ہزار سوار کے منصب ملے تھے دکن کی اس فوج کشی کے موقع پر بعض بدبختوں کے بہکانے پر وہ لشکر سے فرار ہو گیا اور نظام الملک کی ملازمت کا قصد کر کے دولت آباد کے قلعہ کے نیچے جا کر ٹھیر گیا۔ نظام الملک اس سے سخت برہم تھا اس کی واپسی کی اطلاع ملی تو اس نے یہ طے کر لیا کہ ملاقات کے وقت اسے غفلت میں رکھ کر گرفتار کر لیا جائے گا اور قید میں ڈال دیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں اس نے اپنے بعض محرم اور رازدار آدمیوں سے مشورہ کیا اور اس منصوبہ پر عمل کرنے کے لئے اس کا انتظار کرتا رہا۔

**جادو رائے کا قتل** جس دن جادو رائے کو قلعہ کے اندر ملاقات کے لئے طلب کیا گیا تھا خلوت کے بہانے اس کے ساتھ صرف اس کے دو بیٹوں ایک پوتے اور معدودے چند آدمیوں کو اندر جانے کی اجازت ملی! جوں ہی وہ اندر

---

[1] چتر سال

عمل ہوا اچانک ایک جماعت نے کمیں گاہ سے نکل کر ان پر حملہ کر دیا اور جادو رائے کو زندہ گرفتار کر لینا چاہا۔ جادو رائے نے بھی اپنے بیٹوں اور ہمراہیوں کے ساتھ ہتھیار سنبھال لئے اور چاروں طرف حملے کرنے لگا۔ چند ایک کو قتل کیا اور بعض کو زخمی، پھر خود بھی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نذر اجل ہو گیا۔ اس طرح اسے اپنے قدیم و جدید اور آقاؤں کی نمک حرامی کا ہاتھوں ہاتھ صلہ مل گیا۔

## ایک باہمت عورت

جادو رائے کی بیوی کا نام "گرجائی تھا" وہ بڑی با اختیار عقلمند اور ہوشیار رانی تھی۔ اسے جب اپنے شوہر اور بیٹوں کے مارے جانے کی اطلاع ملی تو اس نے قطعاً واویلا اور ماتم نہیں کیا اپنے بھائی جگ دیو اور دوسرے سپاہیوں کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو گئی جو کچھ زر و زیور نقدی اور مال و اسباب تھا، گھوڑوں اور ہاتھیوں پر جو اس کے ساتھ تھے لدوا دیا اور بقیہ زائد از ضرورت بھاری سامان کو اسی جگہ ڈھیر کر کے جلا دیا اور بڑی مستقل مزاجی کے ساتھ نقارہ بجاتے ہوئے سندکھیر کی طرف جو اس کے باپ اور شوہر کا وطن اور ان کی قدیم جاگیر تھی روانہ ہو گئی نظام الملک نے اس کے پاس تسلی آمیز کئی پیام بھیجے اور واپس آجانے کی فرمائش کی مگر اس نے ان کا بھروسہ اور یقین نہیں کیا۔ اور اپنی جاگیر کا از سر نو بندوبست اور انتظام کرکے بادشاہی لشکر میں واپس آگئی۔ اعظم خاں کے توسط سے اس کے بھائی جگ دیو کو چار ہزاری تین ہزار سوار کا منصب اس کے پوتے پتنگ راؤ کو تین ہزاری ڈیڑھ ہزار سوار کا منصب اور ایک لاکھ تیس ہزار روپیہ کا عطیہ اور اس کے وطن اور جاگیر کی بحالی کا پروانہ مرحمت کیا گیا۔

## شمالی سرحد پر ہنگامے

خان جہاں لودی اپنی شرپسندیوں سے باز نہیں آیا تھا وہ بادشاہ کو اس موقع پر جب کہ دکن کی مہم درپیش تھی۔ وحشت ناک خبروں سے پریشان کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے شمالی کوہستان سے کابل اور حسن ابدال کی پہاڑیوں میں بسنے والے افغان قبیلوں کے نام جو ہمیشہ سرکشی کرتے رہتے تھے بغاوت پھیلانے کے لئے پیام بھجوائے۔ جب اس کے یہ فساد انگیز خطوط افغان سرداروں کے نام پہنچے تو خلیلی، مہمندی، داؤد زئی یوسف زئی، لودی قبیلے اور دو بیلے ہر طرف سے مور و ملخ کی طرح کوہستان نکل آ ور پشا کے

اطراف کے علاقوں میں انھوں نے غارت گری اور قتل و خون کی وارداتیں شروع کر دیں اور پشاور کے قلعہ کو فتح کر لینے کی جدوجہد کرنے لگے۔ بادشاہی آدمیوں نے ان کا مقابلہ کیا پھر ان کے غلبہ سے مجبور ہو کر قلعہ میں محصور ہو گئے۔ مگر جب ان راکشسوں نے بہت تنگ کر دیا تو مجبوراً قلعہ سے نکل آئے اور یک بارگی ان پر ٹوٹ پڑے۔ ایک سخت جنگ کے بعد ان کے قدم اکھاڑ دیئے اور کھلے میدان شکست فاش دی پھر اس بری طرح ان کو پکڑ پکڑ کر مارا کہ تمام افغانوں کا دماغ ٹھکانے آگیا۔ اس فتح کی خبر حضور میں پہنچی اور سب نے جان لیا کہ جس شخص نے بھی یہ فتنہ برپا کرایا تھا۔ اس نے ایک باطل خیال باندھا تھا جس سے بجز افغانوں کی ہلاکت کے کچھ اور حاصل نہ ہوا۔

## دیانت خاں کا انتقال

اسی اثناء میں اطلاع ملی کہ احمدنگر کے قلعہ دار دیانت خاں کا انتقال ہوگیا۔ دیانت خاں بڑا با اصول اور وفادار حاکم تھا۔ جس زمانہ میں خان جہاں لودھی نے چھ لاکھ ہون لے کر مفتوحہ علاقوں کو نظام الملک کے حوالہ کر دیا تھا۔ دیانت خاں نے احمدنگر کا قلعہ سپرد نہیں کیا اور محاصرہ کے دوران ہزاروں دکنیوں کو اس نے توپ و تفنگ کا نشانہ بنا دیا تھا۔ اس کی وفات پر بادشاہ نے بڑے افسوس کا اظہار کیا اور اس کی جگہ جاں نثار خاں کو احمدنگر کی قلعہ داری پر مقرر کیا۔ انہی دنوں نظام الملک کے تین اور امیر سادات خاں، شرزہ خاں اور ناؤجی حضور میں پہنچ گئے اور بادشاہی ملازمت میں شامل کر لئے گئے۔

## خواجہ ابوالحسن کا ناکام حملہ

خواجہ ابوالحسن تلنگانہ میں دکنی فوجوں سے نبرد آزما تھا۔ انہی دنوں اس علاقہ میں بڑا سخت قحط پڑ گیا۔ پھر نظام الملک کی گوریلا فوج چھاپے مار مار کر سخت پریشان کرتی رہی ان دو مصیبتوں میں بادشاہی لشکر سخت پریشان اور بدحواس ہوگیا۔ یہاں تک کہ جان کے عوض بھی روٹی کے ایک ٹکڑے کا ملنا محال ہوگیا۔ لشکری بھاگ کھڑے ہونے پر تل گئے تھے۔ خواجہ ابوالحسن نے حکم دیا کہ فوج ویران دیہاتوں میں زیر زمین گھتوں کی جستجو کرے جیسا کہ دکن میں رواج تھا کہ تہ خانے اور کنوئیں کھود کر ان میں غلہ کا ذخیرہ محفوظ اور پوشیدہ کر دیتے تھے۔ اس کے علاوہ بادشاہی لشکر نے بیس بیس، تیس تیس کوس تک دھاوا مار کر خاردار گھنے جنگلوں پر حملہ کیا۔ جہاں غریب رعایا اپنے مال و اسباب اہل و عیال اور سال بھر کا غلہ لے کر پناہ گزیں

ہو گئی تھی۔ ان کوششوں کے نتیجہ میں لشکر کو کافی مقدار میں غلّہ اور دوسرے اجناس و ماکولات کے ذخیرے ہاتھ آ گئے۔

انہی حالات میں نظام الملک کی فوج کے آنے کی خبریں گرم ہوئیں۔ دکنی فوج محلدار خاں کی سرکردگی میں سات ہزار سوار پر مشتمل تھی۔ ان کے مقابل خواجہ ابوالحسن بہادر جاں بازوں کو لے کر نکلا۔ ایک سخت لڑائی کے بعد جس میں دونوں طرف سے بکثرت آدمی مارے گئے۔ دکن کی فوج ہزیمت کھا کر بھاگ گئی۔ مگر اس طرح کی معمولی ایک دو کامیابیوں کے باوجود بادشاہی لشکر کے حالات اطمینان بخش نہیں تھے۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ دکنی فوجوں کے مقابل اس کا نظم وضبط بالکل ناقص تھا جس کا سب سے بڑا سبب بادشاہی امیروں اور سرداروں کی ناچاقی اور باہمی چپقلش تھی ہر ایک بڑا بن کر رہنا چاہتا تھا۔ کوئی کسی کا حکم ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا تھا۔ جب اس صورت حال کی بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو اس نے یمین الدولہ آصف خاں کو دکن کی تینوں فوجوں کا سپہ سالار بنا کر روانہ کیا۔ وہ دوسرے ہی دن پورنا پہنچ گیا۔ مگر وہاں اچانک سخت بیمار پڑ گیا۔ ناچار مظفر خاں کے ساتھ بارگاہ میں لوٹ آیا۔

### خان جہاں کا سراغ

اس دوران میں اعظم خاں وغیرہ نے خان جہاں لودھی کی سرکوبی کے لئے نمایاں کارگذاری کردکھائی۔ کہتے ہیں اعظم خاں برسات کے موسم میں بمقام جالنہ مقرب خاں دکنی کے پرگنہ بیرو میں ٹھیر گیا تھا اور موقع کے انتظار میں گھات لگائے ہوئے تھا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ یمین الدولہ کو فوجوں کا اعلیٰ کمان دار مقرر کر دیا گیا ہے تو اس کی غیرت جوش میں آ گئی اور وہ ایلغار کرتے ہوئے دشمن کی تلاش میں روانہ ہو گیا۔ رات دن کے کوچ کے بعد آخر ایک صبح کو موضع راجوری میں وہ خان جہاں لودھی کے سر پر جا پہنچا۔ اس وقت وہ بالکل غافل اپنے فوجیوں میں تجارتی مال جو لوٹ کر لایا گیا تھا تقسیم کر رہا تھا۔ اس وقت مقرب خاں بھی نظام الملک کی ایک فوج کو لے کر خان جہاں کے قریب ہی اس کی مدد کے لئے پڑاؤ ڈالے پڑا تھا۔ بادشاہی فوج کی آمد سن کر ہی وہ نہایت بدحواس ہو گیا۔ اور بھاگ کھڑا ہوا۔ اعظم خاں کی فوج نے خان جہاں کے لشکر کو چاروں طرف سے نرغہ میں لے لیا۔

## افغانوں کا فرار

دریا خاں کا لڑکا بہادر خاں جو اپنے باپ سے شدید عداوت رکھتا تھا۔ اعظم خاں کے ہراول کا کمان دار تھا اس نے راجہ جے سنگھ راجہ جیتل داس، انی راتے اور دوسرے بہادر راجپوتوں کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دیا اس کی پشت پر سپہ دار خاں، خواص خاں، سردار خاں، احدیوں کا بخشی مرحمت خاں، توپ خانہ کا داروغہ اہتمام خاں تھے جو تیر اندازی برقندازی اور بان کاری کے ذریعہ حملہ آور دستہ کی مدد کر رہے تھے۔ خان جہاں نے جو اس بلائے ناگہانی کو آتا ہوا دیکھا تو جلدی جلدی اپنے لشکر کو تیار کیا اور بڑی سراسیگی کے عالم میں عورتوں کو ہاتھیوں اور گھوڑوں پر سوار کرا کے آگے روانہ کر دیا اور خود اپنے آدمیوں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو گیا جن میں سے بعض کی زین کس دی گئی تھی اور بعض ننگی پیٹھ ہی تھے۔ کیونکہ زین کسنے تک کا موقع نہیں ملا تھا۔ پھر وہ حملہ آور فوج سے لڑتے بھڑتے ان کے نرغہ سے نکل گیا اور پہاڑوں اور غاروں کی طرف ایڑ لگا دی۔ اس وقت مغل فوج اس کی لشکر گاہ کو لوٹنے میں مصروف ہو گئی تھی اور اس کی تنظیم بھی بگڑ گئی تھی، لیکن جو تجربہ کار افسر تھے وہ برابر خان جہاں کے تعاقب میں لگے رہے انھوں نے اپنی اس فوج کو بھی جمع کرنے کی فکر نہیں کی جو لوٹ مار میں مصروف تھی بلکہ سخت گیر سزاولوں کو مقرر کر دیا کہ وہ لشکریوں کو اکٹھا کر کے آگے بڑھائیں اور خود اپنی جمعیت کے ساتھ اس کے تعاقب پر آگے بڑھ گئے۔ اور افغانوں کا پیچھا کرتے رہے۔ اس دوڑ دھوپ میں جو مفرور افغان بھی ان کے ہاتھ آیا۔ انھوں نے اُس کا سر کھیرے ککڑی کی طرح اڑا دیا۔

## ایک خوں ریز لڑائی

بہادر خاں تو اپنے باپ کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا۔ اس نے بڑا دلیرانہ اقدام کیا اور اس دریائے خون میں بے کھٹکے کمر کمر سینہ سینہ گھستا چلا گیا۔ اہتمام خاں اور نرہر داس اس کے ہمراہ تھے وہ اسی طرح بڑھتے ہوئے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا اور بہادری کے ساتھ افغانوں پر حملے کرنے لگا۔ خان جہاں نے دیکھا کہ یہ سیل بلا پہاڑوں پر سے بھی گذرا جاتا ہے تو اس نے بڑے اضطراب میں اس ہاتھی کو جس پر اس کی عورتیں سوار تھیں۔ افغانوں کی ایک جماعت کے ساتھ سیوگاؤں بھجوا دیا جو راستہ ہی میں ایک پہاڑ کی بلندی پر واقع ہے۔ پھر مقابلہ

کے لئے اپنے غول میں کھڑا ہو گیا اور اپنے بھتیجے کو جس کا نام بھی بہادر خاں تھا اور جو اپنے زمانہ کا بڑا زور آور سمجھا جاتا تھا اور بہادر خاں مذکور کا ہم پلہ و ہمسر تھا۔ اس کے مقابلہ پر بھیجا۔ بہادر خاں (اول الذکر) کی افغان جمعیت پیچھے غارت اور لوٹ میں لگ گئی تھی اور وہ گنتی کے چند سواروں کے ساتھ اوپر چڑھ آیا تھا، وہ اور اس کے ساتھی ملت سپاہ کے پیش نظر گھوڑوں سے پیادہ ہو گئے اور جاں بازوں کی طرح انھوں نے ایک دوسرے سے جڑ کر بڑی دلیرانہ لڑائی لڑی۔ اس ہنگامہ میں بہادر خاں اور اس کے ہمراہیوں نے جس پامردی اور بہادری کا مظاہرہ کیا اس کو تفصیل سے بیان کیا جائے تو رستم کی داستانیں فراموش ہو جائیں۔ آخر بڑی جاں فشانی کے بعد جب اس نے غنیم کے بہت سے سواروں کو مار گرایا تھا۔ تیر کے دو زخم اور تلوار کا ایک گھاؤ کھا کر جو چہرہ اور پہلو پر لگے تھے۔ وہ بادشاہ پر قربان ہو گیا۔ نرہر سنگھ جہالہ وغیرہ بھی بلا تاخیر پہنچ گئے۔ اور داد شجاعت دیتے ہوئے راجپوتوں کی ایک جمعیت کے ساتھ بادشاہ سلامت پر نثار ہو گئے۔ راجپوتوں کے گرتے ہی افغانوں نے دوسرے بہادروں پر حملہ کر دیا اور وہاں ایک قیامت کا ہنگامہ بپا ہو گیا ؎

بسا زہرۂ شیر مرداں گداخت
صدا بر لب کوہساراں نواخت

## بہادر خاں کی بہادری

میدان کارزار بادشاہی امیروں پر بہت تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ سپہ دار خاں، خواص خاں اور مرحمت خاں نے ایک پہاڑی پشتہ کی آڑ لے لی تھی اور وہیں سے تیر اندازی کر کے دشمن کی مدافعت کر رہے تھے۔ جس وقت بہادر خاں زخموں سے چور مقابلہ کر رہا تھا۔ راجہ بہار سنگھ بھی عقب سے پہنچ کر اس کی مدد کرنے لگا تھا۔ اسی درمیان میں اعظم خاں بھی اس معرکہ سے واقف ہو کر وہاں پہنچ گیا تھا۔ راجہ جے سنگھ، بٹھل داس راجہ انوپ سنگھ اور دوسرے راجپوت جو اپنے سرداروں سے جدا ہو گئے تھے۔ یہ خبر سن کر رام رام کہتے ہوئے نیزے بھالے سنبھالے پہنچ گئے۔ اب میدان کارزار اتنی شدت سے گرم ہوا کہ دو تین ساعت تک ہتھیار نیچے نہیں ہوئے اور فریقین ان تھک لڑائی لڑتے رہے۔ باپ بیٹے اور بھائی بھائی میں ایسا خون پشا کہ الامان الحفیظ ہر شخص خوں ریزی میں سبقت اور پہل کرنا چاہتا

تھا جس کسی کو ایک زخم لگ جاتا وہ دوسرے زخم کی آرزو میں سردھڑ کی بازی لگا دیتا تھا یہاں تک کہ بہادر خان (خان جہاں کا بھتیجہ) مسلسل کئی زخم کھانے کے بعد گر پڑا۔ خان جہاں اس کے گرنے کے بعد وہاں ٹھیر نہ سکا اور فرار ہو گیا۔ اس کے ساتھ تمام افغان بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ بہادر خان زخموں سے چور چور گر پڑا تھا مگر ابھی اس میں جان باقی تھی۔ آخر وقت میں بھی غیرت کے سہارے وہ اٹھ کھڑا ہوا اور تلوار سونت کر بادشاہی لشکر پر حملہ کر دیا۔ آخر بندوق کی ایک گولی اسے آکر لگی اور وہ دوبارہ گر پڑا۔ ایک راجپوت نے آگے بڑھ کر اس کا سر کاٹ دینا چاہا مگر اس نے کمر سے جمدھر نکال کر اسی طرح پڑے پڑے ایسا وار کیا کہ راجپوت کا کان صاف کٹ گیا۔ راجپوت بھی زخمی ہونے کے باوجود پیچھے نہیں ہٹا اور اس کا سر کاٹ لیا اور اسے اس کی انگوٹھی اور ہتھیاروں کے ساتھ اعظم خاں کے سامنے لاکر رکھ دیا۔ اعظم خاں نے قصبے کے دروازہ پر اس کا سر آویزاں کرنے کے لئے بھجوا دیا اور اس کی انگشتری جس پر اس کا نام کندہ تھا۔ حضور میں بھجوا دی اور اس کے باقی اسلحہ اور انگوٹھیاں اسی راجپوت کو بخش دیں۔ چونکہ بادشاہی لشکر مسلسل تیس کوس کا دھاوا مار کر یہاں پہنچا تھا۔ اس لئے گھوڑوں کے نعل جھڑ گئے تھے اور سُم گھس چکے تھے سوار بھی بے خوری اور بے خوابی اور رات دن کی دوا دوش سے نڈھال ہو گئے تھے اس لئے لشکر سستانے کے لئے وہیں ٹھہر گیا۔

## خان جہاں کا فرار

خان جہاں کو اس سے بڑھ کر کیا چاہیے تھا اس نے بادشاہی لشکر کے اس قیام کو غنیمت جانا! اپنے اہل و عیال اور قبیلہ کو لے کر اور آگے نکل گیا۔ اس درمیان میں تقریباً تین سو افغان مقتول اور زخمی ہو کر اس سے جدا ہو گئے تھے۔ اعظم خاں نے درویش محمد نام کے ایک افسر کو خان جہاں کے تعاقب پر مامور کر دیا تھا۔ خود بھی بلا فاصلہ اس کے عقب میں روانہ ہو گیا تھا۔ اس وقت خان جہاں پر ایسا تنگ وقت تھا کہ اس کا وہ ہاتھی جس پر عورتیں سوار تھیں تھک کر رک گیا تھا اور آگے بڑھنے پر آمادہ نہیں ہوتا تھا ناچار اس نے عورتوں کو اتار کر بر تیغ پہنا کر گھوڑوں پر سوار کرا دیا وہ ہاتھی بعض افغانوں کے عیال و ناموس اور ایک محافظ دستہ جو پیچھے رہ گیا تھا۔ بادشاہی لشکر کے ہاتھ آگیا۔ ان سب کو قید کر لیا گیا۔

---

**تھکن اور پیاس**

جب رات ہوئی اور افغان دشوار گذار مقامات اور غاروں تک پہنچ گئے تو دونوں لشکر ایسے ماندہ اور عاجز ہو چکے تھے کہ جو جہاں پہنچا تھا۔ گرسنہ تشنہ وہاں بے دم ہو کر پڑ گیا تھا۔ کہتے ہیں اعظم خاں ایک نہر کے قریب پہنچ چکا تھا۔ لیکن لشکر پر کسی تھکن اور ماندگی طاری تھی کہ باوجود شدت پیاس کے پانی تک پہنچنے کی ہمت نہیں رہی تھی۔ راستہ کی تکان مارے ڈال رہی تھی۔ نہر کے کنارے جانا اور پانی پینا بھی دشوار معلوم ہو رہا تھا۔ سب نے اسی طرح پیاس کی حالت میں صبح کر دی۔ اور بعض تو وہیں پڑے پڑے تشنگی سے مر گئے۔ صبح ہوئی تو تعاقب کو ترک کر دیا گیا اور لشکرگاہ کی طرف لوٹ کر باربردار دستوں تک پہنچ گئے۔ جب یہ ساری تفصیل بادشاہ کے گوش گذار ہوئی تو اس نے ہر ایک کے لئے خلعت گھوڑا ہاتھی جواہر وغیرہ روانہ کئے اور اپنی عنایات سے سب کو نوازا۔

**ساہو بھوسلہ کی باریابی**

اسی زمانہ میں سیواجی کے باپ ساہو بھوسلہ نے جو جادو رائے مقتول کا داماد تھا (سیواجی جادو رائے کا نواسا ہوتا تھا) اس کے قتل ہو جانے کے بعد نظام الملک سے ناراض ہو کر بارگاہ شاہی کی طرف رجوع کیا اور اپنی جاگیر پونہ اور چاکنہ سے اعظم خاں کو عریضہ لکھ کر امان طلب کی۔ اعظم خاں کی سفارش پر دربار سے اس کے نام طلبی کا فرمان صادر ہو گیا اور وہ اپنی قوم کے دو ہزار سواروں کے ساتھ حضور میں پہنچا۔ بادشاہ نے اسے چھ ہزاری پانچ ہزار سوار کا منصب عطا کیا۔ خلعت دی، مرصع اسلحہ علم نقارہ گھوڑا ہاتھی اور دو لاکھ روپیہ کا انعام بھی مرحمت کیا۔ اس کے تمام ہمراہیوں کو بھی منصب دیا گیا اور نقد اسی ہزار روپیہ عطا کیا۔ اس کا مرتبہ اور اعتبار کافی بلند کر دیا۔ یہ شخص اس فساد عظیم کی جڑ ہے جو دکن کے چھ صوبوں میں عرصے سے برپا ہے اور اب تک اس کی نمک حرام قوم مالی اور جانی نقصان پہنچانے میں پیش پیش رہتی ہے۔ ان کا تا ہنوز پوری طرح قلع قمع نہیں ہو سکا۔ دکن کے باقی حصوں کے رہنے والے بھی اس کا سدباب نہیں کر سکے ہم اس کا تفصیلی ذکر خلد مکاں اورنگ زیب کی سلطنت کے تذکرے میں کریں گے اور ان کے حسب نسب اور سرکشی و بغاوت کے حقیقی اسباب پر روشنی ڈالیں گے۔

## خان جہاں کی دولت آباد واپسی

راجوڑی سے خان جہاں جان بچا کر بھاگ نکلا تھا دربار شاہی سے ہر طرف فرمان اور احکام جاری کر دیئے گئے کہ ممالک محروسہ کے تمام حکام زمیندار اور سردار اور بادشاہی بسزا ول خان جہاں کی سرکوبی کے لئے تیار رہیں اور اس سے غافل نہ بیٹھیں۔ راجوڑی کی خوں ریز لڑائی اور ہولناک فرار کے بعد خان جہاں اور دریا خاں بیجاپور کی طرف چلے گئے وہاں بھی وہ بادشاہی فوجوں کے حملوں سے ڈر کر اور بیجاپوریوں کی بے توجہی کی وجہ سے زیادہ عرصہ نہیں ٹھیر سکے۔ پھر نظام الملک کی پناہ کی توقع میں دوبارہ دولت آباد لوٹ آئے۔ اعظم خاں کو جب ان کے دولت آباد پہنچنے کی اطلاع ملی تو وہ باوجود اس سال غلہ کی گرانی اور چارہ گھاس کی کمیابی کے جس کا حال ہم بیان کر آئے ہیں دولت آباد روانہ ہوگیا۔ ویسے بھی نظام الملک کے اس قلعہ کی فتح و تسخیر کی آرزو بہت پہلے سے اس کے دل میں چٹکیاں لے رہی تھی۔ اب یہ بہانہ بھی ہاتھ آگیا تھا۔ اس نے دولت آباد پر فوج کشی میں تاخیر مناسب نہ جانی اور پیش قدمی کر دی۔

## اعظم خاں کی فوج کشی

نظام الملک اپنے مال و عیال فوج اور رعیت کو لے کر دولت آباد میں قلعہ بند ہوگیا اور ایک بھاری فوج بادشاہی لشکر کے مقابلہ پر روانہ کر دی۔ اس مرتبہ ایک دشوار گذار مقام کتل پر جہاں دکنیوں نے خاطر خواہ مورچے بنا رکھے تھے مقابلہ ہوا۔ کافی سخت لڑائی کے بعد جب دونوں طرف سے بکثرت آدمی کام آگئے دکنیوں کو شکست ہوئی اور ان کی ایک جماعت ماری گئی اور اسیر بنالی گئی۔ اس لڑائی کے بعد جب اعظم خاں نظام الملک کے علاقہ میں داخل ہوا تو اس نے امراء کو پرگنے اور محال تقسیم کر دیئے۔ اور دکن کے جاگیرداروں کے گماشتوں کو ہر جگہ سے بے دخل کر دیا۔ اس نے قلعہ منصور گڑھ پر بھی توپ و تفنگ کی ضرب سے قبضہ کرلیا۔ یہ قلعہ نظام الملک کے ایک غلام منصور نامی کا بنایا ہوا تھا اس کے علاوہ دوسرے قلعے بھی بادشاہی فوج کے قبضہ میں آگئے حالانکہ ہر قلعہ پر محصور دکنیوں نے قلعہ داری کا پورا پورا حق ادا کیا اور مدافعت کرتے رہے اب اگر ہم ان کے محاصروں، قلعہ کشائی اور جاں بازی کا ذکر لے بیٹھیں تو بڑی طوالت ہوگی۔ ان قلعوں کی تسخیر میں بکثرت محصورین مارے گئے اسیر ہوئے۔ بعض لوگ امان طلب کرکے اور قلعہ سپرد کرکے محفوظ ہوگئے۔

## خان جہاں کا تیسرا فرار

خان جہاں لودھی دولت آباد میں بڑی مشکل میں پھنس گیا تھا ایک طرف تو نظام الملک کے مغلوب ہونے کے آثار نظر آرہے تھے دوسری طرف اس زمانہ میں اس آفت کا قحط پڑا تھا کہ توبہ بھلی' کال اور وبا کی وجہ سے ہر طرف نفسی نفسی کا عالم تھا اور محشر کا سماں بندھا ہوا تھا۔ خان جہاں نے جو کچھ مال و متاع تھا سب بیچا جتنے اہل و عیال خادم اور لشکری تھے اکٹھا کئے اور شمال کا قصد کر کے کتل انتور کی راہ سے جو بہت دشوار گذار راستہ سمجھا جاتا ہے۔ روانہ ہوا۔ یہاں سے اتر کر دیہی گاؤں اور موضع ہوتا ہوا سلطان پور کی سرحد پر پہنچا۔ پھر تعلقہ اداسی کو بائیں طرف چھوڑ کر دریائے نربدا کو عبور کرلیا۔

## بادشاہی امیروں کا تقرر

جب اس کی روانگی کی اطلاع بادشاہ سلامت کو ہوئی تو اس نے عبد اللہ خاں اور سید مظفر خاں کو بلا تاخیر اس کے تعاقب پر مامور کردیا۔ اس وقت یہ دونوں بستر مرض سے صحت یاب ہو کر اُٹھے تھے عبد اللہ خاں فرداپور کے پہاڑ کے دامن میں تھا اور سید مظفر خاں حضور میں۔ اُن کے ہمراہ سرفراز خاں' ورگاداس' مادھوسنگھ اور کیتاز خاں اور امراء کی ایک جماعت کو متعین کیا گیا۔ ان امیروں کو جلد روانہ کرنے کے لئے دو سو سخت جان بہادر گُرز برداروں کو مقرر کیا گیا۔ حکم ہوا کہ دو گرز بردار عبد اللہ خاں کے پاس جائیں اور سلطان پور بیجا گڑھ کے راستے پر سزاولی کرکے اسے نربدا عبور کرادیں۔ اسی طرح دو دو گرز بردار ہر ایک امیر کے ساتھ مامور ہوئے کہ ان سب کو گویا "ہانک ہانک کر" دریا کے کنارے اکٹھا کردیا جائے۔

عبد اللہ خاں اور سید مظفر خاں بیجا گڑھ کی سرحد پر ملے وہاں سے کوچ بہ کوچ مسافت طے کرتے ہوئے سرونج (مالوا) پہنچ گئے۔ وہاں معلوم ہوا کہ لشکر کی آمد سے دو دن قبل خان جہاں وہاں پہنچا تھا اس نے بادشاہی فیل خانہ کے دو ہاتھی بھی کھول لئے۔ جب مقامی محافظ فوج نے تعاقب کیا تو وہ ہاتھیوں کو لے کر آگے چلا گیا۔

## راجپوتوں سے مقابلہ

جس وقت خان جہاں دارالحکومت اکبرآباد سے فرار ہوا تھا تو دکن جاتے ہوئے اس کا گذر بکرماجیت ولد جھجار بندیلہ کے

---

ے ن۔ جوشپرہ۔

تعلق پہلے سے ہوا تھا۔ بکرماجیت نے اس کی ضیافت مہمان داری کی تھی اور بدرقہ بھی ہمراہ کر دیا تھا اسی بات پر دربار سے وہ معتوب ہو گیا تھا۔ اس دفعہ بھی خان جہاں سابقہ مہمان نوازی کے بھروسہ پر اس کی سرحد پر پہنچا۔ بکرماجیت پچھلے قصوروں کی تلافی کی فکر میں تھا ہی اب جو یہ ہاتھ سے نکلا ہوا شکار از خود اس کی طرف آیا تو اس کو تلافیٔ مافات کا بڑا اچھا موقع مل گیا اور وہ اس شکار کو قابو میں کرنے کے لئے اپنی فوج کے ساتھ سوار ہو کر سرحد پر آیا۔ اتفاق کی بات کہ خان جہاں کو اس کے ارادوں کی خبر لگ گئی تھی اور وہ اپنے اہل و عیال کو لے کر جو وبال جان ہو رہے تھے۔ راجہ کی سرحد سے نہایت تیزی اور عجلت کے ساتھ نکل گیا تھا۔ البتہ دریا خاں نصف کوس کے فاصلہ سے اس کے پیچھے بطور چنداول آرہا تھا اس سے راجپوتوں کی مڈبھیڑ ہو گئی دونوں فریق ایک دوسرے سے مقابلہ پر اتر آئے اور کافی تعداد میں پٹھان اور راجپوت مارے گئے عین لڑائی میں بندوق کی ایک گولی دریا خاں کی پیشانی پر آکر لگی اور وہ وہیں سرد ہو گیا۔ راجپوتوں کو معلوم نہیں تھا کہ اصل سردار تو اس سے آگے نکل گیا ہے اس لئے وہ دریا خاں کو ہی خان جہاں سمجھ رہے تھے۔ چنانچہ انھوں نے اس کا سر کاٹ لیا اور اس کے مال و عیال کو لوٹ لیا۔ دریا خاں کے ہمراہیوں نے غیرت و جاں بازی کا حق ادا کر دیا۔ بعضوں نے اپنی بیویوں تک کو قتل کر دیا اس معرکہ میں تقریباً چار سو افغان جن میں دریا خاں کا لڑکا بھی شامل تھا مارے گئے اور تقریباً دو سو بندیلے ہلاک ہوئے بکرماجیت نے دریا خاں ... اور اس کے لڑکے کے سر کو حضور میں بھجوا دیا اس بہادری کے انعام میں خلعت، جمدھر مرصع شمشیر اور نقارہ پایا۔

دریا خاں کے مارے جانے کا خان جہاں کو بہت صدمہ ہوا کیونکہ وہ اس کو اپنا ہمدم ہمراز اور وفادار دوست سمجھتا تھا اس کی موت سے اس کا ایک بازو ٹوٹ گیا بہرحال وہ اس کے غم میں آنسو بہاتا یلغار کرتے ہوئے بڑھتا چلا گیا۔ جب سہنڈہ سے پندرہ کوس پر پہنچا تو ساتھیوں اور جانوروں کے تھک جانے اور اہل و عیال اور زخمیوں کو آرام پہنچانے کی خاطر ایک دن راستہ میں قیام کر لیا۔ بس یہی ایک مقام اس کے لئے وبال جان بن گیا۔

### ہولناک تعاقب اور مقابلہ

سب۔ مظفر خاں بارہہ جو میدان شجاعت میں ہر جگہ آگے آگے نظر آتا تھا بلائے بے درماں کی طرح اس کے سر پر آپہنچا۔ خان جہاں نے اپنے ساتھ دلیر اور تجربہ کار پانچ سو سوار روک لئے بقیہ زخمی سوار و

واہل وعیال کو خزانہ اور لٹے پٹے بھیر (بار بردار دستہ) کے ساتھ ایک منزل آگے روانہ کردیا اور خود مظفر خان کے مقابلہ پر سامنے آگیا دونوں میں اس دن بڑا ہی حیرت انگیز مقابلہ ہوا۔ بارہہ کے سید پروانہ وار آگے بڑھ کر پٹھانوں پر ٹوٹ پڑے مگر ادھر بھی سنگین چھاتی والے جوان کھڑے تھے۔ انھوں نے اس بہادری سے ان کے حملہ کو روکا کہ سید بھی آفریں کہہ اٹھے۔ غرض دونوں طرف سے حملے اور حملوں کی بندش دیکھنے کے لائق تھی ایک دوسرے کے مقابل دونوں فریق نے اپنے اپنے جوہر اور کمال خوب دکھائے ؎

چو برق از رگِ ابر بہر مصاف بروں گشت شمشیرِ خود از غلاف
چناں گشت دست و بغل کارزار کہ شد تیغ ہا جفت مقراض وار

خان عالم کے داماد شیرزاد نے آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ کیا اور اپنے ولی نعمت پر جان نچھاور کردی درگاداس راجپوت بھی اس کی رفاقت میں دنیا سے رخصت ہوگیا خان جہاں کے بھی اکثر ساتھی سفرِ آخرت پر پابرکاب ہوگئے خاص طور سے اس کا لڑکا محمود خاں جس نے افغانی غیرت وجوش میں بے تکان دشمن پر حملے کئے اور سادات کی تلوار کا لقمہ بن گیا۔ خان جہان کا دوسرا بیٹا بندوق کی گولی کھاکر لڑائی کے کام کا نہ رہا خود خان جہاں کو بھی نمایاں زخم آئے۔ ناچار اپنے ناموس وعیال کی حفاظت کے خیال سے وہ ہاتھی گھوڑے زخمی ساتھیوں کو جو سواری کے قابل نہ تھے۔ وہاں چھوڑ کر صحرا کے راستوں پر نکل گیا، بلکہ بعض کارآمد اسباب اور محبوب جانوروں کو عمداً چھوڑتا چلا گیا تاکہ تعاقب کرنے والے اس مال غنیمت کو لوٹنے میں جتنی دیر مشغول رہیں وہ جان بچاکر نکل جائے۔ اس تعاقب میں بیس ہاتھی اور عمدہ گھوڑے، توپ اور علم بھاندوں کے زمیندار امرسنگ کے ہاتھ آگئے اس نے یہ مال غنیمت دوسرے ہاتھیوں کے ساتھ دربار میں بھجوادیا۔

### آخری خوفناک مقابلہ

خان جہاں اپنے بقیۃ السیف آدمیوں اور چند ہمدموں کے ساتھ کالنجر کے قصبہ میں پہنچا۔ وہاں کے قلعدار نے اس کا راستہ روک کر اس کے اکثر رفیقوں کو تہِ تیغ کردیا۔ خان جہاں کا بیٹا حسن خاں بھی ایک جماعت کے ساتھ اسیر بنالیا گیا۔ خان جہاں وہاں سے بھی جان بچاکر جدیدہ نکلا اور تالاب سندرہ تک اس نے باگ نہیں کھینچی مگر وہاں کی مٹی نے اس کا دامن تھام لیا تھا اس لئے

وہ اس دوادوش کے بجائے غنیم سے لڑکر جان دینے پر تیار ہوگیا۔ اپنے ساتھیوں کو سخت قسمیں دیں کہ وہ اس کا ساتھ چھوڑکر نکل جائیں۔ چند آدمی جن کو اپنی جان عزیز تھی۔ ساتھ چھوڑکر چلے بھی گئے۔ مگر ایک جماعت جو دیرینہ نمک خوار تھی اور جان پر وفا کو ترجیح دیتی تھی جانے پر راضی نہ ہوئی اور اس کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ ہر ایک نے دل خلوص سے کہا کہ اگر ہمارا سر بھی کٹ جائے تو ہم پیمان وفا سے نہیں پھریں گے۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ سید مظفر خاں مادھوسنگھ اور دو سو گرزبرداروں کے ساتھ پیامِ موت بن کر آپہنچا۔ بدنصیب خان جہاں آخری مقابلہ کے لئے تیار ہوگیا۔ اپنے بیٹے عزیز خاں نامی کو کہ جسے وہ بہت عزیز رکھتا تھا اور اب تک اسے مقابلہ کے لئے آگے نہیں بڑھایا تھا دو ہاتھیوں کی پناہ میں چند افغانوں کے ساتھ مورچہ بنا کر بیٹھ گیا۔

مادھوسنگھ نے گرزبرداروں کے ساتھ پیش قدمی کرکے حملہ کردیا۔ خان جہاں بھی زخمی شیر کی طرح غراتے ہوئے بڑھا اور بہادری سے حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے لگا ؎

خرامیدہ شیراں بگشت آمدند
نہنگاں زدریا بدشت آمدند
دراں عرصہ شوری برانگیختند کہ در چشم محشر نمک ریختند
زبس تند گیہائے شمشیر کیں لب زخم بر تیغ گفت آفریں

**خان جہاں کا انجام**

خان جہاں جی جان سے اٹھا ہوا تھا اس نے خوب دل کھول کر داد مردانگی دی اور عرصۂ کارزار میں کوئی کسر نہ چھوڑی' یہاں تک کہ اس کی زندگی کی مہلت ختم ہوگئی۔ وہ مادھوسنگھ کی برچھی کے وار سے لڑکھڑا کر گر پڑا۔ گرتے ہی اس پر چاروں طرف سے وار ہونے لگے۔ وہ بڑی خودداری کے ساتھ سارے وار سہتا رہا اور برابر بیٹھے بیٹھے ہی دشمنوں کی مدافعت کرتا رہا۔ دم واپسیں تک اس نے ایسا مقابلہ کیا کہ دوست اور دشمن دونوں آفریں کہتے رہے حریفوں کے مقابلہ اور ان کے حملوں کو روکنے میں اس نے کوئی کوتاہی نہیں کی آخر سید مظفر خاں کے وہاں پہنچنے تک جان لیوا زخم سے نڈھال ہوکر اپنی جان جان آفریں کو سپرد کردی۔ کہتے ہیں شاہ قلی نامی گرزبردار نے اس کا سرتن سے جدا کیا تھا۔

خان جہان جب اکبر آباد سے چلا تھا تو اس کے ساتھ افغانوں کی ایک بڑی جمعیت تھی پھر اس سارے عرصہ میں کافی تعداد میں افغان اس کے جھنڈے تلے آکر جمع ہوتے رہے تھے اس ساری تعداد میں سے چند افغان تو راستہ میں اہل و عیال کی رفاقت کے سبب گرفتار ہو گئے تھے اور تیس اور افغان تھے جو اس کا قصہ تمام ہونے کے بعد اپنی جان سلامت لے گئے تھے بس ان کے علاوہ اس کی جمعیت کے تمام پٹھان تیغ و تفنگ تیر و سناں کا نشانہ بن گئے اور آخر وقت تک شرط وفا داری کو نباہتے رہے۔ جو بچے تھے وہ اس کے گر پڑنے کے باوجود جاں نثاری کا ثبوت دیتے رہے ؎

نیاسود لشکر زخوں ریختن زد شمن بدشمن در آویختن
سر سروراں زیر گرز گراں چو سندان نزدیک آہنگراں

اس دن سید مظفر خاں کا پوتا بھی ستائیس جانباز آدمیوں کے ساتھ قربان ہو گیا۔ چند سادات اور راجپوتوں نے دو دو زخم کھائے اور اپنی بہادری کا تمغہ چہروں پر نقش کر لیا۔ فتح کے بعد مقتولین کے سروں کی تقسیم ان کے گھوڑوں اور ہتھیاروں کے قبضہ کے متعلق گرز برداروں اور سادات میں کشیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ مگر معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ عبداللہ خاں اس قضیے کے ختم ہونے پر وہاں پہنچا۔ لشکر والوں سے ساری روداد سننے کے بعد اس نے خان جہاں اور اس کے بیٹے ... اور اس کے ہمراہیوں کے سر گرز برداروں کے ساتھ مولف "جہانگیر نامہ" خواجہ کامگار کی سرکردگی میں بادشاہ کے حضور میں بھجوا دیئے خان جہاں کا ایک بیٹا جان جہاں زندہ بچ کر دریا خاں کی بیوہ کے پاس چلا گیا تھا اور اُس کے ہاں پناہ لے لی تھی۔ مگر اس عورت نے اسے گرفتار کر لیا اور بہادر خاں کے چھوٹے بھائی جلال کے ساتھ یکہ تاز خاں کی معرفت بارگاہ والا میں بھجوا دیا۔

اللہ تعالیٰ کی بھی عجب شان ہے خان جہاں لودھی کے سر کی نیزہ پر تشہیر کرائی گئی۔ اس سر کے مالک نے کتنی ہی کھوپڑیوں کے مینار کھڑے کر دیئے تھے وہ ایک ادنیٰ مرتبہ سے اس مقام بلند تک پہنچا تھا کہ اپنے غرور میں بادشاہزادوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتا تھا چنانچہ اعلیٰ حضرت سے نزاع کا باعث اس کا یہی غرور و تکبر تھا نہ معلوم اس نے اپنے ایام حکومت میں کتنے مظلوموں کے دل دکھائے تھے اور کون کون سے ستم لوگوں پر ڈھاتے تھے۔ اپنے وقت میں وہ ... کے چار صوبوں کا والی و مختار تھا اور وہاں کے دو بادشاہوں

سے ہمسری کا دعویٰ کرتا تھا مگر آہ کہ آج وہ سر بڑی ذلت وخواری کے ساتھ نیزہ پر چڑھا شہر بہ شہر تشہیر کے لئے گشت کرایا جا رہا ہے تاکہ منتقم حقیقی کی بارگاہ سے غافل بننے والے متکبروں کو عبرت ہو سے

کجا این سرِ اقتدار چناں — مگر از پئے عبرتِ دگراں
سری راکہ بودی زصندل سرِ و ستاں — نہ دانش بہ بازی پر از کاہ و گرد

## حضور شاہی میں باغیوں کے سر

جس وقت اعلیٰ حضرت برہان پور میں دریا ئے تاپتی میں کشتی پر دریا کی سیر کر رہے تھے خواجہ کامگار نے خان جہاں کا سر ملاحظہ میں پیش کیا۔ بادشاہ نے اس ابتہٰ فساد کے خاتمہ پر خدا کا شکر ادا کیا اور شادیانہ بجانے کا حکم دیا۔ سر کے لانے والے کو اور تمام جاں نثار بندوں کو جنھوں نے اس معرکۂ کارزار میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کی تھی اضافے دیئے گئے خلعت گھوڑا ہاتھی جواہر سے سرفراز کیا گیا۔ دریا خاں اور خان جہاں دونوں کے سر آگے پیچھے مختصر سی مدت میں بادشاہ کی نظر سے گذرے تھے اس مناسبت سے طالبا آملی نے یہ قطعہ تہنیت فی البدیہہ کہا اور پیش کیا۔

قطعہ سے

این خردہ فتح ازلی ہم زیبا بود — این کیف دو بالا چو نشاط افزا بود
از رفتن دریا سر پیرا ہم رفت — گویا سر او حباب دریا بود

یہ قطعہ بادشاہ کی طبع دشوار پسند کو بہت بھایا۔

## دکن کا سال غم

بندوں کا رازق اعلیٰ جب اپنی مخلوق کے گناہوں اور نافرمانیوں کو حد سے تجاوز کرتا ہوا دیکھتا ہے تو اس کا قہر قحط وبا اور دوسرے مصائب کی صورت میں نازل ہوتا ہے۔ چنانچہ دکن میں سن ایک ہزار اتالیس ہجری (۱۰۳۹ھ) کے آغاز میں ایسا سخت سیلاب آیا کہ ساری زراعت تباہ و برباد ہوگئی اور انتہائے جنوب سے احمد آباد تک اس سال تقریباً کوئی پیداوار نہیں ہوئی۔ یہ وہاں کے باشندوں کے لئے ایک قدرتی تنبیہ تھی غریب غربا تو اس سے ہوش میں آگئے مگر وہاں کے صاحب ثروت مغرور و سرکش لوگ اسی طرح غافل و مست رہے انھوں نے غلہ اور اناج کے بڑے بڑے ذخیرے جمع کرلئے تھے۔ اپنی ضروریات کی ساری چیزیں اکٹھا کر رکھی تھیں مگر ایسے سخت دل تھے

کہ کبھی کسی دوسرے پر رحم نہیں کھایا۔ اس سال یعنی سن ایک ہزار چالیس ہجری (۱۰۴۰ھ) میں کہ اس سال کی تاریخ ہی - سال غم "- سے نکلتی ہے۔ ماہ تیر کی ابتدا سے ماہ مہر کے آخر تک کہ یہ چار مہینے بارش کے ہیں وہاں شدید امساک باراں ہوا کہ آسمان پر بھولے سے بھی ابر کا کوئی ٹکڑا نظر نہیں آیا آسمان ایسا کنجوس بن گیا تھا کہ زمین شبنم کے قطرہ قطرہ تک کو ترس گئی اور خشک سالی کی وجہ سے لوگ دانہ دانہ کو محتاج ہو گئے اور پیٹ کی آگ میں ان کا خرمن ہستی جل جل کر راکھ ہونے لگا۔ ؎

چناں آسماں بر زمیں شد بخیل
کہ لب تر نکردند زرع و نخیل

روٹی کا تو نام ونشان بھی زمین سے اٹھ گیا، نانبائیوں کی دکانیں خالی پڑی بھائیں بھائیں کرنے لگیں۔ ؎

نشاں از ابر باراں چناں رفت — کہ گفتی برج آبی ز آسماں رفت
ہوا گر قطرہ ابری جلوہ میداد — بدی بے آب ہم چوں کاغذی باد
اگر یک قطرہ آبی آتشیں بود — جو آب آبلہ پردہ نشیں بود

مختصر یہ کہ قحط سالی اپنی شدت وکمال پر پہنچ گئی، لوگ بھوکوں مرنے لگے اور غریبوں کی آہ و بکا سے فضا گونجنے لگی۔ قحط میں اس کثرت سے لوگ مرے کہ کفن دفن کی رسوم بے معنیٰ ہو کر رہ گئیں۔ ماتم وعزاداری کے بجائے موت پر خوشی و مبارک بادی کا موقع تھا کہ بھوک وگرسنگی کی مصیبت سے مرنے والا چھٹکارا پا گیا۔ لوگ تنگ آکر گروہ در گروہ ترک وطن کرنے لگے۔ بھوکوں کے قافلے ایک جگہ سے دوسری جگہ مارا مارا پھرتے ہوئے نظر آتے تھے۔ یہ سب لوگ مشرق اور مغرب کی طرف نکلے چلے جا رہے تھے مگر ناتوانی کا یہ عالم تھا کہ گدائی کا کشکول بھی اٹھایا نہیں جاتا تھا۔ بیشتر تو پہلی منزل تک پہنچنے سے پہلے ہی آخری منزل پر جا پہنچے۔ شہر ہو کہ جنگل، ہر جگہ آدمیوں کی کھوپڑیاں اور ہڈیاں بکھری ہوئی نظر آتی تھیں۔ ؎

ز بس در کوچہ فرش مردہ افتاد — نشاں از کوچہ تابوت می داد
بساں شیشۂ ساعت دو دنیا — پر از خالی شد از موتیٰ و احیاء

ان بھوکوں کی نگاہ جس جانب اٹھتی تو روٹی ہی نظر آتی تھی اور وہ اسے بھوکی نظر د

سے کھانا چاہتے تھے ؎

نظرہا قرصِ مہ کرد تا راج بنانِ شب فلک ہم گشت محتاج

؎

ز تنگی فقیر و گر غنی بود بہ خوانِ رزق او غم خوردنی بود

**قحط کے خوفناک واقعات**

راقم اوراق نے اس وقت کے معتبر لوگوں سے اسی سرزمین دکن میں جو واقعات سنے ہیں اور جو کچھ وہاں کے بوڑھے دہقانوں نے بتایا ہے اور اس سلسلہ میں "بادشاہ نامہ" کے مؤلف نے جو تفصیلات دی ہیں اگر ان سب کو یہاں بیان کیا جائے تو ان کا کوئی یقین نہیں کرے گا اسے بس عبارت آرائی پر محمول کرے گا۔ بہر حال اس قحط میں لوگ مردم خوری پر اتر آئے تھے۔ ماں باپ اپنے جگر گوشوں کو کاٹ کاٹ کر کھا گئے تاکہ بچہ بھوک کی تڑپ اور مصیبت سے بچ جائے اور خود بھی بھوک کے مرنے سے نجات پا جائیں اگر وہ ایسا نہ کرتے تو خوف تھا کہ دوسرے بے باک آدم خور بھوکے ان کو اور ان کے بچے کو بھون کر کھا جاتے۔ اگر امیر و وزیر ایک دوسرے کے گھر شادی کی رسموں کے خوان یا دوسری کھانے پینے کی چیزیں بھجواتے تھے تو راستہ میں بھوکوں کے غول ان کو جھپٹ لے جانے کے لئے ہجوم کرتے تھے اس لئے سپاہی خوان اٹھانے والے کو تلواروں اور ڈھالوں کے سایہ میں لے جاتے تھے اور ان بھوکوں کی دست برد سے اسے محفوظ رکھتے تھے۔ نان بائیوں نے یہ وطیرہ کر رکھا تھا کہ وہ راتوں میں جا کر پرانی پرانی ہڈیاں بٹور لاتے تھے اور چکی میں پیس کر ان کا آٹا بنا لیتے تھے۔ پھر اس میں کیڑا لگا، پرانا گیہوں پیس کر ملا دیتے تھے اور اس کی روٹیاں پکا کر مال داروں کے گھر تحفہ اور ہدیہ بنا کرلے جاتے تھے۔ کسی مردہ کا سوکھا گوشت بھی پڑا مل جاتا تو لوگ اسے چبا چبا کر مزے سے تناول کر جاتے تھے۔ بازار والوں نے یہ کارروائی کی کہ مزاروں اور قبرستانوں کے مجاوروں سے باقاعدہ خرید و فروخت کے معاہدے کرلئے کہ وہ پرانے یا تازہ مردوں کا گوشت فراہم کرتے رہیں گے۔ جب یہ بھید کوتوال اور افسران عدالت کو معلوم ہوا تو ان ظالموں کو سزائیں دی گئیں۔

کہتے ہیں ایک بوڑھی بال نوچتے ہوئے ایک دن قاضی کے پاس پہنچی اور اس کے سامنے یہ قضیہ رکھا کہ مجھ سے اپنے بیٹے کی بھوک اور بے قراری نہیں دیکھی گئی میرا ہمسایہ

بھی بھوک سے بڑا بے چین ہو رہا تھا میں نے اپنے بیٹے کو تکلیف سے بچانے کے لئے اپنے ہمسایہ کے حوالہ کردیا کہ وہ اسے ذبح کر کے پکائے۔ کیونکہ میرا دل اسے ذبح کر کے کھانے پر راضی نہیں ہوتا تھا۔ جب اُس نے پکا لیا تو میں نے بھوک سے بے چین ہو کر اس سے ایک لقمہ دینے کے لئے کہا مگر اس بے مروت نے میرے جگر گوشہ کے گوشت کا ایک ٹکڑا اور ہڈی کا ایک ریزہ تک مجھے نہیں دیا۔

اس سال چارہ اور گھاس کی کمیابی کا حال کیا لکھا جائے۔ اگر خلال کے لئے بھی ایک تنکہ کی ضرورت ہوتی تھی تو وہ سونے کے تار کے مول ملتا تھا۔ چنانچہ ایک شاعر نے چارہ کی کمیابی کو اس خوبی سے بیان کیا ہے ؎

بہ ہوش باش کہ رنداں کہہ فروش ترا
بجائے کاہ مبادا کہ زعفرانت دہند

دال کے دانے تو بس سمجھو زمرد زبرجد کے ہم وزن ملتے تھے وہ بھی بڑی کوششوں کے بعد۔ لوگوں کے ترک وطن کرنے اور ہزاروں کے ہلاک ہو جانے کی وجہ سے رونق دار کے بازار، محلے کے محلے خالی ہوتے جاتے تھے اور شہر ویرانے بن گئے تھے۔ ان ویران محلوں اور کوچوں میں آب باراں کے بجائے غم برس رہا تھا۔ اس سال کا نام ہی "سال غم" پڑ گیا اس سے اس سن کی تاریخ بھی نکلتی ہے۔

**قحط زدوں کی امداد** بادشاہ سلامت نے ہر شہر میں اور مشہور قصبوں میں خاص طور سے برہان پور میں لنگر قائم کرا دیئے تھے۔ بادشاہ نے بھی اور یمین الدولہ اور دوسرے امراء نے بھی محتاجوں کی کثیر تعداد کی وسیع پیمانہ پر امداد کی اور بھاری رقمیں خرچ کیں، دکن کے اکثر پرگنے خاص طور پر صوبہ خاندیس اور بالاگھاٹ قحط سالی کی آفت سے بالکل ہی ویران ہو گئے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ متاثر ہونے والے دامن کوہ کے علاقے تھے۔ نند گانو کا پرگنہ باہل اور سلطان پور وغیرہ تو بہت زیادہ ویران اور بے چراغ ہو گئے تھے۔ بادشاہ نے ان علاقوں کے سرکاری محاصل میں کوئی تیس چالیس کروڑ دام کی تخفیف دیدی ان کے علاوہ بھی دکن کے دفاتر دیوانی دوسرے ویران شدہ محالات کو بھی برابر تخفیف دیتے رہے۔ ان میں سے خاص طور سے سلطان پور کی بڑی بری حالت تھی۔ وہ چالیس سال سے ویران ہوتا جا رہا تھا۔

خان جہاں بہادر کی صوبہ داری کے زمانہ میں جب کہ حقیقت خاں دیوانی کا حاکم اور گنگا رام عامل تھا۔ یہ ویرانی انتہا پر پہنچ گئی تھی۔ اس علاقہ کو بھی کامل تخفیف دے کر اطراف سے رعیت کو لاکر بسایا گیا اور بڑی کوشش سے اس ویرانہ کو آباد کیا گیا۔

**دھارور کی فتح**

اب ہم اصل واقعات کی طرف آتے ہیں۔ اس پریشانی کے دور میں اعظم خاں نے بڑے حسن تدبیر اور جاں بازی کا مظاہرہ کیا قلعہ دہارور کو جس میں ایک بڑا اور آباد شہر تھا۔ اور بہت بڑی تجارتی منڈی ہونے کے سبب وہاں لاکھوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی فتح کر لیا۔ اس حملہ میں بھی ایک بڑی جماعت کام آگئی۔ قلعہ کے اندر اور باہر سے نظام الملک کے ساٹھ[1] ہاتھی اسی گھوڑے کافی مال و جواہر، جو حد شمار سے باہر تھا اعظم خاں کے ہاتھ آیا۔ جو لوٹ میں گیا وہ اس کے علاوہ تھا۔ لشکریوں میں سے کوئی شخص نہیں جس کو زیور اور مروارید نہ ملا ہو، اکثر لوگ جو قحط سالی سے مفلس قلاش ہو گئے تھے۔ دولت مند اور مال دار ہو گئے۔ مٹی کے برتنوں کی جگہ چینی اور غوری کے برتن استعمال کرنے لگے۔ سونے چاندی کی قیمت گر کے نصف ہو گئی۔

جب بادشاہ کو دہارور کی اس عام لوٹ اور اعظم خاں کے ہاتھ بکثرت جواہر آنے کی اطلاع ملی تو بادشاہ نے حکم بھیجا کہ ہر طرح کے جواہرات توپ خانہ کا سامان، قیمتی جانور اور غلہ کے ذخیرے جہاں بھی ہوں بحق سرکار ضبط کر لئے جائیں اور باقی اشیاء سپاہیوں اور لوٹنے والوں کو بخش دی جائیں۔ دہارور میں نظام الملک کی نانی اپنے رشتہ داروں اور خاندان کے ساتھ گرفتار کر لی گئی تھی۔ اسیروں کے گروہ میں سے چند مشہور اور عالی خاندان عورتوں اور مردوں کو فتح نامہ کے ساتھ حضور میں روانہ کر دیا گیا اور باقی اسیروں کو آزاد کر دیا۔ اس کارنامہ پر بادشاہ نے اعظم خاں اور اس کے ہمراہیوں کو عنایات سے نوازا اور قلعہ قندھار کے محاصرہ کے لئے بادشاہی امداد روانہ کی۔

**رندولہ خاں کی سفارت**

اسی اثناء میں خبر ملی کہ ایک معزز عالی مرتبہ امیر رندولہ خاں عادل شاہ کی طرف سے مصالحت کی درخواست

---

[1] ن۔ ستر ہاتھی

سے کر آ رہا ہے لہٰذا اعظم خاں نے کوچ ملتوی کر دیا اور ٹھیر گیا۔ اس کے استقبال کے لئے اپنے بیٹے ملتفت خاں کو یاقوت خاں حبشی کے ساتھ بھیج دیا۔ اور بڑے اعزاز سے اس کی پذیرائی کی۔ تمہیدی کلمات کے بعد جو گفتگو ہوئی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ "رندولہ خاں اپنے باپ فرہاد خاں کے ہمراہ دس ہزار سواروں کی فوج کے ساتھ عادل شاہی سلطنت کی حفاظت اور نگرانی پر متعین ہے۔ اس سے قبل بادشاہ سلامت اور عادل شاہ کے مابین اس شرط پر صلح ہوئی تھی کہ وہ بادشاہی افواج کی مدد سے نظام الملک کے خلاف فوج کشی کرے گا اور اس کے عوض نظام الملک کے قلعوں میں سے پانچ قلعے اور کوکن کے بعض علاقے اس کو دیدیئے جائیں گے۔" یہ تو معاہدہ تھا۔ لیکن عملاً عادل شاہی دربار یہ نہیں چاہتا تھا کہ نظام الملک کا بالکل ہی خاتمہ ہو جائے وہ اس کو مغلوں کے اور اپنے درمیان پاسنگ بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔ اسی لئے وہ بادشاہی افواج کی اعانت میں کج دار و مریز کی پالیسی پر عمل پیرا تھا۔ اب جب کہ نظام الملک کے قلعے فتح ہوتے جا رہے تھے۔ عادل شاہ اپنا حصہ چکانے کے لئے مطالبہ کر رہا تھا کہ "دھارور ان پانچ قلعوں میں شامل ہے جن کی کامل وضاحت معاہدہ میں کر دی گئی ہے۔ اس لئے دھارور کو عادل شاہی حکومت کے حوالہ کر دیا جائے۔"

اعظم خاں نے اس کے جواب میں کہا کہ "قلعوں کے عطا کرنے کا معاملہ نظام الملک کے خلاف تمہاری امداد و اعانت پر موقوف تھا۔ تمہاری طرف سے ہم کو کوئی مدد نہیں مل سکی۔ دھارور کے قلعہ کی تسخیر کے وقت بھی تم نے کوئی مدد نہیں کی۔ نہ اس مہم میں کوئی حصہ لیا اس صورت میں تمہاری یہ درخواست بے موقع اور عہد نامہ کی پابندی کا مطالبہ بے جا ہے۔ تاہم اب اگر کوئی صورت نکل سکتی ہے تو وہ یہ ہے کہ جب ہمارا لشکر پایان گھاٹ پر فوج کشی کرے تو تمہاری فوجیں مخالفوں کے شکست کھا کر پراگندہ ہونے کے انتظار میں بالکل تیار اور کمر بستہ رہیں اور جب اس سمت پر وہ رخ کریں تو تم ان کا راستہ روک کر اپنی بہادری اور دلیری کا ثبوت دو اگر تمہاری طرف سے عمدہ خدمات کا اظہار ہوگا تو مفتوحہ قلعہ کے لئے دربار میں تمہاری سفارش کر دی جائے گی۔"

## نظام الملک کی عادل شاہ سے صلح

بہرحال اعظم خاں نے رندولہ خاں کو ناندیر کی طرف رخصت کر دیا اور خود قلعہ قندہار کی

تسخیر کے ارادہ سے روانہ ہو گیا۔ نظام الملک کو جب رندولہ خاں کی ناکام سفارت کا علم ہوا تو اس نے عادل شاہ سے مصالحت کر لینے کے لئے سلسلہ جنبانی کی اور اس پر بھی تیار ہو گیا کہ وہ قلعہ شولاپور کو جو ابتداء سے دونوں کے درمیان اس موروثی نزاع کا باعث بنا ہوا تھا، عادل شاہی حکومت کے حوالہ کر دے گا۔ نظام الملک کی یہ کوشش کامیاب ہو گئی اور دونوں حکومتوں نے بادشاہی لشکر کے خلاف اتحاد واتفاق کا معاہدہ کر لیا۔

اعظم خاں کے مقابلہ میں جب نظام شاہی سردار مقرب خاں اور بہلول خاں کا محاذ ٹوٹنے لگا اور بادشاہی افواج کی ضرب سے وہ پسپا ہونے لگے تو انھوں نے رندولہ خاں سے سابقہ وموجودہ اتحاد کا حوالہ دے کر اس کی سرحدوں میں سے گذرنے کا اجازت نامہ طلب کیا۔ اسی اثناء میں اعظم خاں کی تحریر بھی اس کے پاس پہنچی کہ دشمن بالاگھاٹ کی طرف فرار ہونا چاہتا ہے دوستی اور ہوا خواہی اسی میں ہے کہ عہد وپیمان کے مطابق تم اس کا راستہ روک دو اور نتیجہ کے منتظر رہو۔ رندولہ خاں دکن کے دونوں فرماں رواؤں کے معاہدہ صلح کے بعد اس مطالبہ کو قبول نہیں کر سکتا تھا اس لئے اس نے عذر معذرت کر لی اور نظام الملک کی مدد کرتا رہا۔

## پرینڈہ کی شکست

اعظم خاں نے یہ ساری روداد بادشاہ کو لکھ بھیجی۔ دربار سے سردار خاں کو تین ہزار سوار دیئے گئے۔ سید دلیر خاں کی کمان میں تمام احدیوں کو کر دیا جو پہلے خواجہ ابوالحسن کی کمان میں تھے پھر ان دونوں کو اور رشید خاں کو اعظم خاں کے پاس بھیج دیا۔ جب یہ کمک پہنچ گئی تو اعظم خاں نے عادل شاہی علاقہ پر حملہ کر دیا اور قصبہ پرینڈہ عادل شاہی تعلقہ کو تاخت وتاراج کر کے بازاروں اور عمارتوں کو آگ لگا دی اور قلعہ پر حملہ کر دیا۔ مختصر سے عرصہ میں قلعہ کی دیوار گولہ باری اور ہاتھیوں کی ضرب سے ٹوٹ گئی اور قلعہ کا پہلا احاطہ فتح ہو گیا اور محصورین بڑی مشکل میں مبتلا ہو گئے۔ تاہم انھوں نے بڑی پامردی کے ساتھ مدافعت کی اور بڑی توپ کو لوہے کے ٹکڑوں اور تانبے کے پیسوں سے بھر بھر کر چھوڑنے لگے۔ اس شدید گولہ باری سے بادشاہی لشکر آگے بڑھ نہ سکا اس کے چند کارآمد سردار ہلاک ہو گئے۔ اور جانور بھی مر گئے۔ پہلی صفوں کے گرتے ہی بقیہ لشکریوں کا حوصلہ پست ہو گیا۔ یہ پہلے ہی سے ناقہ کشی اور جانوروں کی لاغری کے سبب بیزار بیزار سے تھے۔ حرکت وجدوجہد کی ذرہ

برابر بھی ان میں قوت نہیں رہی تھی۔ دکن کے چھاپہ مار دستوں کی گوریلا کارروائیوں نے ان کو بالکل تہی دست کر دیا تھا۔ قلعہ کی شدید گولہ باری نے ان کے لئے پسپا ہونے کا اچھا موقع پیدا کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ محاذ سے ہٹنے لگے ان کو پسپا ہوتے ہوئے دیکھ کر محصورین کی جرأتیں اور بڑھ گئیں اور وہ قلعہ سے باہر نکل آئے جو سوار پہلے حصار میں داخل ہو گئے تھے ان کو تلوار کی دھار پر رکھ لیا جو جان بچا کر نکلے وہ بد حواس ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اعظم خاں نے جب دیکھا کہ کہیں سے رسد ملنے کا امکان نہیں ہے اور قحط کی وجہ سے لشکر بھوکوں مر رہا ہے۔ تو اُس نے قلعہ کی تسخیر کو ملتوی کر دیا اور چند روز بعد محاصرہ اٹھا کر دھارور چلا گیا۔

بالا گھاٹ سے آصف خاں اور خان جہاں کی مہم سے فارغ ہو کر سید مظفر خاں اور عبداللہ خاں بادشاہی لشکر گاہ میں لوٹ آئے اور بارہ شعبان سن دس سو چالیس ہجری (۱۰۴۰ھ) کو حضور والا میں باریاب ہوئے۔ بادشاہ نے سید مظفر خاں کو خان جہاں کا خطاب اور پانچ ہزاری پانچ ہزار سوار کا اضافہ عطا فرمایا۔ عبداللہ خاں کے منصب میں بھی ایک ہزار اور ہزار سوار کا اضافہ کیا گیا اور اس کے تمام ہمراہیوں اور برادری کے لوگ بھی عنایات شاہانہ سے سرفراز ہوئے۔ نظام شاہی فوجوں کی سرکوبی کے سلسلہ میں تہدید آمیز فرمان جاری ہوئے اور تازہ دم فوجیں توپ خانہ کے ساتھ دشمن کے خلاف روانہ کر دی گئیں۔

---

(جلوس کا پانچواں سال مطابق سن ایک ہزار چالیس ہجری (۱۰۴۰ھ)

۷ار شعبان کو پانچویں سال کا جشن منعقد ہوا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ جشن کی آرائشات اور دوسری تقریبات میں جو کچھ خرچ کا اندازہ ہے وہ سب حاجت مندوں اور قحط کے ماروں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اس موقع پر ایران کا قاصد محمد علی نامی شاہ صفیؒ کا خط لے کر آیا۔ بادشاہ نے اسے قزل باشی تاج مرصع جیغہ الماس کے دستہ کا خنجر دو طلائی تھال، مرصع پاندان، ارگجے کے دو پیالے عطا فرمائے ان چیزوں کی مجموعی قیمت بیس ہزار روپیہ ہوتی تھی۔ شاہ ایران نے تین گھوڑے اور دوسرے تحائف روانہ کئے تھے جن کی قیمت کا تخمینہ تین لاکھ ہوتا تھا۔ اسی دن قطب الملک کے بھیجے ہوئے پانچ لاکھ روپیہ، بہت سے جواہرات اور کوہ پیکر ہاتھی بھی حضور میں پیش کئے گئے۔

**ابدال کی سرکوبی** صوبۂ الہ آباد سے اطلاع ملی کہ وہاں ابدال نامی ایک کافر نے گھنے جنگلوں کے اندر قلعے اور حصار بنا کر بغاوت کر دی تھی اور اطراف و اکناف میں وہ لوٹ مار اور مردم آزاری میں مصروف رہتا تھا۔ قلیج خاں نے بڑی محنت و تردد کے بعد اس کے تمام قلعوں کا ایک ایک کر کے محاصرہ کر لیا اور انھیں فتح کر لیا۔ اس مہم میں بادشاہی فوج کے کافی آدمی شہید ہوئے کافر بھی کوئی ہزار کے قریب غازیوں کی تلواروں کا لقمہ بن گئے۔ ان کے علاوہ اس کے ہزار سے زائد مرد اور عورت "جوہر" کر کے اپنے ہاتھوں ہلاک ہو گئے۔ اور وہ خود موقع پا کر وہاں سے بھاگ گیا اسلامی لشکر کو کافی مال و اسباب غنیمت میں ملا۔ وہاں کے دشوار گذار مقامات کو آگ لگا کر تباہ کر دیا گیا اور اس کفرستان کا نام اسلام آباد رکھ دیا گیا وہاں کے بت خانوں کو مسجدوں میں تبدیل کر دیا گیا۔

سال رواں کی دوسری فتوحات میں قلعہ ستوندہ کی تسخیر قابل ذکر ہے۔ یہ قلعہ سپہ دار خاں کی کوششوں سے فتح ہوا تھا وہاں کا فسادی مقدم جو خود کو سید کہلواتا تھا امان لے کر حاضر ہو گیا۔ سپہ دار خاں کی تجویز پر اسے تین ہزاری اور ہزار سوار کا

---

لہ سلطان صفوی۔

تہ حیدرآباد اور گولکنڈہ۔ زبان زدِ۔

منصب دیا گیا۔

**قلعہ قندھار کی مہم**

نصیر خاں نے گذشتہ سال قندھار کے قلعہ اور قصبہ کو فتح کرنے کی بڑی کوشش کی تھی مگر بعض موانعات کی وجہ سے اس نے اس مہم کو ملتوی کر دیا تھا۔ اس سال وہ شہباز خاں وغیرہ کو ساتھ لے کر نہایت تیز رفتاری سے مذکورہ قصبہ پر پہنچا اور اچانک حملہ کر دیا قلعہ کے محافظ سرافراز خاں سمندر خاں اور سیدی سردار نے مدافعت کا سامان کیا اور حملہ آوروں پر توپ و تفنگ سے گولہ باری شروع کر دی۔ دونوں میں بڑا سخت معرکہ ہوا آخر کار۔ بادشاہی بہادروں نے بڑی سعی و جہد کے بعد قصبہ پر قبضہ کر لیا اور تقریباً چھ ہزار عورتوں مردوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا۔ غنیمت میں پانچ سو گھوڑے ایک سو اونٹ کافی مال و اسباب جو نظام الملک کی سرکار کا تھا ہاتھ آیا۔ اس کے علاوہ تاجروں اور رعایا کا بھی کافی مال و اسباب بادشاہی آدمیوں نے لوٹ لیا۔ قصبہ کا محافظ سرافراز خاں خوف زدہ ہو کر نظام الملک کے پاس بھاگ گیا۔ نصیر خاں نے اسیروں کو رہا کر دیا اور قلعہ کو فتح کرنے کی تدبیریں کرنے لگا۔

**آتشیں لڑائی**

نصیر خاں کی فوج نے قلعہ کا محاصرہ کرنے کے بعد چند مقامات پر نقب لگائی۔ یہ سرنگیں فصیل تک پہنچ گئی تھیں اب ان کو بارود بھر کر اڑانا رہ گیا تھا کہ دکنیوں کی امدادی فوج رندولہ خاں اور بہلول خاں کی کمان میں پہنچ گئی پھر بھی اس عرصہ میں ایک سرنگ۔ جو اس برج کے نیچے تھی جس کو برقندازوں نے اپنی پناہ گاہ بنا رکھا تھا تیار ہو گئی تھی اسے آگ دکھا دی گئی اس حادثہ میں پانچ سو آدمی اڑ گئے۔ اس نقصان کے باوجود محصورین امدادی فوج کے آجانے کی وجہ سے سرگرم اور پرجوش تھے۔ امدادی دستے چاروں طرف مورچے باندھ کر حملے کرنے لگے ادھر سے قلعہ والے توپ بندوق اور زنبورک سے مسلسل گولہ باری کرنے لگے۔ آتشیں بان پھٹنے والے ڈبے اور بڑے بڑے پتھر بادشاہی لشکر پر آکر گرنے لگے، دھماکوں چیخوں سے پوری فضا دہلنے لگی اور بادشاہی لشکر میں بڑی افراتفری مچ گئی ؎

زتیر دلیران پیکار تیز
زمیں لالہ خیز آسماں لالہ ریز

## قلعہ والوں کی بہادری

دشمنوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا تھا قلعہ سے آتشیں گولوں کی بارش ہو رہی تھی مگر نصیر خاں نے ہمت نہیں ہاری اور مخالفوں کے حملوں کو روکتا رہا اور اس ہنگامۂ کارزار میں بقیہ زیر زمین نقبوں میں سے تین میں کسی نہ کسی طرح بارود بھروا کر تیار کر لیا۔ ان کو آگ لگانے کا بھی پورا اہتمام اور سامان ہو گیا۔ اس موقع پر اعظم خاں اپنی فوج کے ساتھ آپہنچا۔ کیونکہ اسے نصیر خاں کے یلغار کر کے قلعہ پر پہنچنے کی خبر مل چکی تھی۔ اس تازہ دم کمک سے بادشاہی لشکر کی ہمت بندھ گئی اور مذکورہ سرنگوں میں اعظم خاں کے سامنے آگ لگا دی گئی ان کے پھٹتے ہی ایک دیوار اور برج اڑ گئے۔ ان کے ساتھ دشمنوں کی ایک بڑی جماعت ہلاک ہو گئی۔

محصورین پر بڑا نازک وقت تھا قلعہ کا برج اڑ گیا تھا۔ حصار جگہ جگہ سے گر چکا تھا۔ کافی جانی نقصان برداشت کرنا پڑا تھا۔ پھر اعظم خاں کی تازہ دم کمک حملہ آوروں کو تقویت پہنچا رہی تھی مگر ان سب باتوں کے باوجود قلعہ والوں نے ایسی عدیم المثال بہادری کا مظاہرہ کیا اور اس خوبی سے قلعہ داری کے فرائض انجام دیئے کہ اپنے تو اپنے مخالف فوج بھی ان کی تعریف و تحسین کرنے لگی۔ دکنیوں نے اس طرح ڈٹ کر حملہ آوروں کا مقابلہ کیا اور ان کو آگے بڑھنے سے روکا کہ اس دن قلعہ فتح نہیں ہو سکا۔ یہاں تک کہ رات دونوں فریقوں کے درمیان حائل ہو گئی۔ یہ رات بڑی جدوجہد کی رات تھی قلعہ والے رات بھر پتھر اور گچ کی دیواریں اٹھانے میں لگے رہے اور بادشاہی آدمی دوسری نقبوں کو بارود سے بھرتے رہے۔

## قلعہ پر قبضہ

صبح ہوتی تو قلعہ والوں نے باہم مشورہ کیا کہ آخر کار یہ قلعہ بھی دوسرے قلعوں کی طرح دشمن کے قبضہ میں چلا جائے گا اور ہم سب موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ امان طلب کر کے قلعہ کی چابیاں حوالہ کر دیں اور خود کو قید و اسارت کی مصیبت اور تیر و سناں کے اندیشوں سے بچا لیں۔ چنانچہ سات سمجھدار آدمیوں کو انھوں نے امان کا پیغام دے کر بھیجا ان لوگوں نے آکر قلعہ کی چابی بادشاہی سرداروں کے حوالہ کر دی۔ قلعہ سے دس ہاتھی ایک سو سولہ توپیں جن میں چار مشہور توپیں۔ "غیرتی کلاں" "غیری خورد" "بجلی"۔ اور

ملک ضبط، تھیں دوسرے سازوسامان کے ساتھ قبضہ میں آگئیں۔

## دولت آبادمیں اندرونی خلفشار

اس دوران میں نظام الملک کے قلعہ میں ایک سیاسی خلفشار برپا ہوگیا۔ نظام الملک نے ملک عنبر کے مرنے کے بعد اس کے بڑے بیٹے فتح خاں کو سپہ سالار اور مدارالمہام بنادیا تھا پھر بدگمانی کی وجہ سے جو دکن کے بادشاہوں کا خاصہ ہے اسے غفلت میں گرفتار کرلیا۔ اور قید میں ڈلوادیا اور اس کی جگہ اس کے ایک عمدہ غلام مقرب خاں کو سپہ سالار، خواص خاں حبشی کو اپنا وزیر مقرر کردیا۔ لیکن مقرب خاں سے بھی نظام شاہ کی موافقت نہیں ہو سکی اور دوسرے امرا بھی اس سے حسد کرنے لگے۔ لہٰذا نظام الملک نے دوبارہ فتح خاں کو قید سے نکال کر اپنی سلطنت کا وزیراعظم بنادیا اس کارروائی سے مقرب خاں رنجیدہ ہوکر اعظم خاں کے پاس بھاگ گیا۔ دربار سے اسے چھ ہزاری 'چھ ہزار سوار کا منصب ملا ایک لاکھ روپیہ اور دوسرے انعامات عطا کئے گئے۔ اس کے ساتھ وہاں کے نامی گرامی چالیس اور اشخاص بھی آگئے تھے ہر ایک کو حسب مراتب منصب اور خلعت دی گئی۔

## دکنی فوج کا حملہ

اب برسات سر پر تھی اس لئے اعظم خاں نے برسات کا موسم گذارنے کے لئے بیدر کی طرف کوچ کردیا۔ دوسری غرض یہ تھی کہ اس کوچ سے عادل خاں کے ارادوں کا بھی پتہ چل جائے گا۔ اس وقت رندولہ خاں اور بیجاپور کے دوسرے امیروں کی طرف سے مصالحت کی بات چیت بھی ہورہی تھی۔ لیکن ابھی اعظم خاں نے تین چار منزل بھی طے نہیں کی تھیں کہ دشمن نے اپنی کارروائیاں شروع کردیں۔ ایک دن بادشاہی دستے ایک گاؤں میں چارہ اور رسد لینے کے لئے گئے۔ اس وقت راجپوتوں اور گاؤں کے چودھریوں میں لڑائی چھڑ گئی دونوں طرف سے کمک پہنچ رہی تھی۔ اس لئے یہ جھگڑا کافی طول پکڑ گیا۔ اسی اثناء میں غنیم کے سات ہزار سوار رندولہ خاں اور تین چار امراء کی سرداری میں اچانک پہنچ گئے۔ انہوں نے گاؤں والوں کو اپنی حمایت میں لے کر بادشاہی لشکر پر حملہ کردیا۔ اس موقع پر دکنیوں نے غلبہ پالیا اور شہباز خاں اپنے لڑکے کے ساتھ پیادہ ہوکر لڑنے پر مجبور ہوگیا۔ آخر وہ ساٹھ آدمیوں کے ساتھ لڑتے ہوئے بادشاہ پر قربان ہوگیا رشید خاں '

بہادر خاں اور یوسف خاں راجپوتوں کی ایک جمعیت کے ساتھ بہادری سے لڑتے ہوئے زخمی ہو کر گر پڑے ان کے علاوہ احدیوں منصب داروں کی ایک بڑی تعداد ماری گئی اور زخمی ہوئی۔ مختصر یہ کہ اس ہلاکت سے ایک احدی بھی بچ کر نکل نہ سکا۔ جن نامی گرامی امیروں کو دکنی پہچانتے تھے اور وہ زخمی پڑے ہوئے تھے ان کو دکنیوں نے گرفتار کر لیا اور اپنے سرداروں کے پاس بھجوا دیا۔

جب اعظم خاں کو اس سانحہ کی اطلاع ملی تو وہ برق رفتاری سے وہاں پہنچا مگر دکنی فوج وہاں سے جا چکی تھی۔ اعظم خاں کی نظر جب ان مقتولین اور مجروحین پر پڑی تو وہ افسوس سے ہاتھ ملنے لگا اور زخمیوں کے علاج معالجہ اور حفاظت کا انتظام کر کے واپس چلا گیا۔ اس حادثہ کی تلافی کے لئے بادشاہی فوج نے بیجاپور کے علاقہ میں بہت تاخت و تاراج کی اور بکثرت آدمیوں کو قید کر لیا۔ لیکن ان کا فائدہ مقتولین کو اور ان زخمیوں کو کیا پہنچ سکتا تھا۔ ان کارروائیوں سے تو بیجاپور اور نظام الملک کے علاقوں میں فتنہ وفساد اور زیادہ بڑھتا گیا۔ دکن کی قحط سالی اور جنگ کے اس عذاب نے تو بندگان خدا کی زندگی حرام کر دی تھی۔

## ملکہ ممتاز محل کی وفات

بارہ ذی قعدہ سن دس سو چالیس ہجری (۱۰۴۰ھ) کو ملکہ ممتاز محل کے بطن سے شدید درد زہ کے بعد جو دس پہر تک جاری رہا ایک لڑکی تولد ہوئی۔ اسی تکلیف میں ملکہ کا انتقال ہو گیا۔ بادشاہ کو اس سانحہ سے بڑا سخت غم ہوا جو مرتے دم تک دل سے لگا رہا۔ ملکہ کی یاد میں بادشاہ نے رنگین کپڑے اور جواہر پہننا عطر خوشبو لگانا چھوڑ دیا تھا۔ جشن وزن اور جشن جلوس میں نغمہ اور موسیقی بھی سننی ترک کر دی تھی، کیونکہ راگ اور سرود پر نوحہ و ماتم کا گمان ہونے لگتا تھا۔ جب بھی ممتاز محل یاد آتی تھی بادشاہ سرد آہ کھینچ کر کہا کرتے تھے ؎

زندگی بہر دیدن یار است
یار چوں نیست زندگی عار است

جب بھی اس حد صفت ملکہ کے مزار پر وہ جاتا تھا آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جھڑنے لگتی تھی۔ اکثر کہا کرتا تھا۔ بادشاہت کا لطف بلکہ زندگی کا مزہ نہیں رہا۔ اس کے بغیر سارا نشاط غم میں تبدیل ہو گیا جس وقت حرم سرا میں جاتا تھا تو پُر نم آنکھوں کے ساتھ اسی

وقت لوٹ آتا تھا اور کہتا تھا ۔ کسی کا چہرہ دیکھنے کو جی نہیں چاہتا " واقعی دونوں میاں بیوی بڑے خوش نصیب تھے کہ وہ زندگی بھر ایک دوسرے کی محبت میں سرشار رہے حقیقت میں دنیا کی کوئی نعمت غم گسار ہمدم و رفیق سے بڑھ کر نہیں۔ ۱۴ سال کی ازدواجی زندگی میں چودہ اولادیں ہوئی تھیں ۔ جن میں سے سات زندہ رہیں ، چار بیٹے ، تین لڑکیاں ۔ مرحومہ کے خزانہ سے ایک کروڑ روپیہ نکلا یہ رقم اور دوسرے متروکہ ساز و سامان کے دو حصے کرکے بادشاہ نے ایک حصہ بڑی لڑکی بادشاہ بیگم کو دیدیا اور بقیہ نصف چاروں شہزادوں میں تقسیم کر دیا۔

## نظام الملک کی گرفتاری

بالاگھاٹ سے اعظم خاں اور تقرب خاں حاضر خدمت ہوئے ۔ اسی اثناء میں اطلاع ملی کہ عنبر کے بیٹے فتح خاں نے ۔ رہائی پانے اور سپہ سالار بن جانے کے بعد نظام الملک کو غفلت میں دھوکہ دے کر گرفتار کرلیا اور قید میں ڈال دیا اس طرح اس نے اپنی قید کا اس سے انتقام لے لیا ۔ فتح خاں نے اس کارروائی کے بعد بادشاہ سلامت کے پاس ایک عریضہ لکھا کہ اس نے یہ خدمت انجام دی ہے اور وہ بارگاہ شاہی کا عقیدت مند خیرخواہ غلام ہے ۔

## بادشاہی لشکر کی تباہی

اسی اثناء میں یہ عرض داشت کہ خواجہ ابوالحسن بادشاہی لشکر کو لے کر ایک پہاڑ کے دامن میں برساتی نالہ کے قریب موسم برسات گذارنے کے لئے ٹھیر گیا تھا اس نالہ میں پانی اس قدر کم تھا کہ لشکر کی ضروریات کو بھی پورا نہیں کرسکتا تھا مگر تو شہریور ماہ الہٰی کو مسلسل تین دن تک ایسی سخت بارش ہوئی کہ وہ نالہ طغیانی پر آگیا اور لشکر کو منتقل ہونے کی مہلت نہ دی ۔ پھر پہاڑ پر سے جو سیلاب اُترا تو سارا دامن جل تھل ہوگیا ۔ لشکر اس پانی میں ہر طرف سے گھر کر رہ گیا ۔ ناچار سارا ساز و سامان وہیں چھوڑ دیا گیا اور اہل و عیال کو ہاتھیوں اور گھوڑوں پر سوار کرا کے لشکری تیرتے ہوئے اس جان لیوا سیلاب سے بمشکل باہر نکل آئے جن کے پاس بار بردار ۔ اور سواری نہیں تھی اور تیرنا بھی نہیں جانتے تھے وہ بہتے بہاتے فاشا سمندر میں پہنچ گئے ۔ خواجہ ابوالحسن کے خزانہ میں سے اشرفیوں کا ایک تھیلہ اور روپیوں کے پانچ تھیلے تو اُٹھا لئے گئے تھے ۔ بقیہ کو اُٹھانے کی فرصت نہ ملی ۔ نہ معلوم اس وقت تعطل زدہ ، غریب اور بے چارہ لوگوں کا کیا حشر ہوا ہوگا

**بارود کا دھماکہ** اورنگزیب سے خبر ملی کہ پرورش خاں بارہہ کے ہمسایہ میں ایک بارود فروش کا گھر تھا اس کے بارود کے ذخیرہ میں غیب سے جو آگ لگی تو خان کا دیوان خانہ بھی اس کے ساتھ اڑ گیا۔ پرورش خاں اور اس کے دوست جو محفل میں بیٹھے تھے سب کے سب اس حادثہ میں ہلاک ہو گئے۔

**ماہی مراتب کا اعزاز** قمری سال کے حساب سے ربیع الاول میں بیالیسویں سال گرہ کا "جشن وزن" ہر سال کی طرح منایا گیا۔ نصیر خاں کو اس موقع پر "مراتب ماہی" کا اعزاز دیا گیا۔ دکن میں اس سے بڑھ کر دوسرا کوئی اعزاز نہیں ہے۔ سلاطین دہلی سے پہلے جس بادشاہ نے "ماہی مراتب" دیا۔ وہ اعلیٰ حضرت شاہجہاں ہیں اور پہلے جس شخص کو یہ اعزاز ملا وہ نصیر خاں ہے۔

**نظام الملک کا قتل** عنبر حبشی کے بیٹے فتح خاں نے آخر کار نظام الملک کو قید خانہ میں گلا گھونٹ کر مار ڈالا اس کے درباریوں اور امیروں میں سے خواص خاں عبداللہ خاں معلم (جو نظام الملک کا خاص مشیر تھا) سید خلیفہ قلعدار، سادات خاں، سیدی بلال (جس کا خطاب شمشیر خاں تھا) اعتماد راؤ، دیانت راؤ وغیرہ کوئی بارہ آدمیوں کو بھی اس نے قتل کرا دیا اور ایک جماعت کو قید کر دیا پھر بادشاہ کے پاس یہ ساری حقیقت لکھ بھیجی کہ اس نے یہ عذاب محض بادشاہ کی رضا جوئی کے لئے کیا ہے۔ اسی کی تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس نے نظام الملک کے دس سالہ لڑکے کو باپ کا قائم مقام بنا کر تخت پر بٹھا دیا ہے اور اب احکام کا منتظر ہے۔ یہ عریضہ پیش ہوا تو بادشاہ کو اس کی نمک حرامی پر بڑا غصہ اور افسوس ہوا۔ مگر مصلحت ملکی کے تقاضہ پر اور اس وجہ سے بھی کہ شاہجہاں کو نظام الملک سے بڑی سخت خفگی اور ناراضگی تھی، اسے جواب لکھدیا کہ "ہم بقیہ زیر تسخیر ملک کو اس لڑکے کی یتیمی اور مظلومی کے پیش نظر اسی کے نام بحال کرتے ہیں۔ لیکن فتح خاں نظام الملک کے بیش قیمت جواہرات اور مشہور ہاتھیوں کو اپنے لڑکے کے ساتھ حضور میں روانہ کرے" خط کے ساتھ بادشاہ نے ایک خلعت مرصع "کھپوہ" جو دکنیوں کا مخصوص ہتھیار ہے اور گیارہ گھوڑے اس کے لئے روانہ کئے گئے۔ شاہی احکام سخت سزاولوں کے ہمراہ جواہرات اور ہاتھی لانے کے لئے روانہ کئے گئے۔

**عادل شاہی علاقہ پر حملہ**

عادل شاہ نے ناعاقبت اندیشی سے کام لے کر نظام الملک سے قلعۂ شولاپور پر مصالحت کر لی تھی اور بادشاہ کی مرضی کے خلاف نظام شاہی حکومت سے یک طرفہ معاہدے کر لئے تھے اس لئے اس کی گوشمالی کے لئے بادشاہ نے آصف خاں کی سرکردگی میں امرائے شاہی اور راجاؤں کو روانہ کیا۔ ان ہی دنوں لاہور میں اسد خاں کے انتقال کی اور جوناگڑھ میں جہانگیر قلی خاں ولد اعظم خاں کی وفات کی خبر پہنچی۔

شمسی سال کے حساب سے بادشاہ کی اکتالیسویں سال گرہ کا "جشن وزن" مقررہ دستور پر منعقد ہوا۔ آصف خاں نے سب سے پہلے بھالکی کے قلعہ کا رخ کیا وہاں کے قلعدار نے ایک دن مدافعت اور مقابلہ کیا۔ پھر وہاں سے فرار ہو گیا۔ بادشاہی فوج نے قلعہ کے تمام ساز و سامان اور ذخائر پر قبضہ کر لیا کافی مال تو لوٹ میں چلا گیا تھا پھر بھی ایک بہت بڑی رقم سرکاری کارندوں کے ہاتھ آگئی۔ مصلحت ملکی کے پیش نظر یہ قرار پایا تھا اور اس کے احکام بھی جاری کر دیئے گئے تھے کہ عادل شاہیوں کا جو قلعہ بھی فتح ہو وہ فتح خاں کے گماشتوں کے سپرد کر دیا جائے چنانچہ وہ بھالکی کے قلعہ کو بھی اسی کے مقرر کردہ آدمیوں کے حوالہ کر دیا گیا۔ جو اودگیر کے قلعہ میں تھے۔ وہاں سے کوچ کر کے گلبرگہ کے قلعہ پر شاہی لشکر پہنچا مگر اس کے اطراف و اکناف کا معائنہ کرنے کے بعد اس کے محاصرہ کو فی الحال مصلحت کے خلاف سمجھا گیا اور بادشاہی امیر بیجاپور کی طرف بڑھ گئے۔ راستہ میں عادل شاہ کا ایک سردار رزاق اللہ صلح کا پیام اور معافی نامہ مناسب نذرانوں کے ساتھ لے کر آیا۔ اور عفو جرائم کی درخواست کی۔ رزاق اللہ کم گو آدمی تھا۔ وہ اپنے معاملہ کو ٹھیک سے پیش نہ کر سکا۔ امرا نے محض اس کے رجوع کرنے کو اپنے ارادہ کے التوا کے لئے کافی نہیں سمجھا اور رزاق اللہ ناکام و مایوس بیجاپور چلا گیا۔

اس درمیان میں بارگاہ شاہی کے اہم اہم واقعات یہ تھے۔ شاہزادہ محمد شجاع اپنی والدہ کا تابوت لے کر دارالحکومت گیا تھا وہاں تابوت پہنچا کر وہ واپس حضور میں آگیا۔ فتح خاں حبشی نے اب تک جواہرات اور ہاتھی نہیں بھیجے تھے اس لئے اس کی گوشمالی کے لئے وزیر خاں کو روانہ کیا گیا اس کے ساتھ تقریب خاں دکنی کو جو فتح خاں سے پرانی عداوت

رکھتا تھا۔ دس ہزار سواروں اور چند امیروں کے ہمراہ ذریہ خاں کے ساتھ مقرر کیا گیا۔

## عادل شاہی امیروں کی سیاسی چال

جب آصف خاں بیجاپور کے قلعہ پر پہنچ گیا تو عادل شاہی فوجوں نے اطراف سے گوریلا جنگ شروع کردی ان کے چھاپہ مار دستے موقع پاکر بادشاہی لشکر پر حملے کرتے رہتے تھے۔ جب بادشاہی فوج ان کی خبر لیتی تو وہ بھاگ کر چھپ جاتے تھے۔ لڑائی کی یہ نوبت تھی کہ مصطفیٰ خاں ولد ملا محمد لاری نے جو بیجاپور کا معتبر امیر تھا۔ خفیہ پیغام بھیج کر اپنے اخلاص و تعاون کا اظہار کیا اور یہ وعدہ کیا کہ میں جلد ہی موقع پاکر قلعہ کا ایک دروازہ کھلوا کر بادشاہی لشکر کو اندر بلالوں گا۔ چند دن بعد اُس نے اپنے بیٹے محمود رضا نامی کو رات میں تنہا بھجوایا وہ یمین الدولہ سے آکر ملا اور سخت قسمیں کھاکر عہد کیا کہ موقع پاکر وہ قلعہ کا دروازہ کھلوادے گا اسی طرح وہ ہر روز ہر ہفتہ اسی طرح کا وعدہ کرتا۔ مگر اس کے وعدے موعودہ اوقات میں پورے نہیں ہوتے اس کے بعد عادل شاہ کا ایک رازدار دبیر جس کا نام بھی شیخ دبیر تھا صلح کا پیغام لے کر آیا اسی ہیر پھیر میں کافی عرصہ گذر گیا بالآخر معلوم ہوا کہ یہ خود عادل شاہ کی چال تھی تاکہ زیادہ سے زیادہ مہلت اور وقت مل جائے۔

## حقیقت حال کا انکشاف

آخر تنگ آکر آصف خاں نے محاصرہ میں سختی شروع کردی اور نقب مورچے وغیرہ لگانے میں پہلے سے زیادہ سعی کی۔ ان کارروائیوں کے بعد خود مصطفیٰ خاں علانیہ یمین الدولہ کے پاس عادل شاہ کی طرف سے اظہار ندامت کا پیغام لے کر آیا اور ایک برباد شدہ ملک کی استطاعت کے مطابق نذرانہ وغیرہ پیش کیا اور فوجوں کی پامالی سے رعیت اور ملک کے تباہ و غارت ہوجانے کے عذر کئے۔ آصف خاں نے اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے تمام امیروں کی مشاورت طلب کی۔ اور طے پایا کہ فی الحال اس کے ملک اور رعیت کی تباہ حالی کے پیش نظر چالیس لاکھ روپیہ کا ہرجانہ عائد کیا جائے اور اطاعت و وفاداری کا اس سے معاہدہ لکھوالیا جائے۔ چنانچہ یہ عہدنامہ دونوں طرف سے تحریر کردیا گیا اور بہادر خاں یوسف خاں کو جو چھاپہ مار لڑائی میں زخمی ہو گئے تھے اور انھیں میدان سے اُٹھا کر لے گئے تھے بلا لیا گیا اور یہ معاہدہ ان کے سپرد کردیا گیا۔ یمین الدولہ کے ایک معتمد شیخ عبدالرحیم کو قلعہ والے چالیس لاکھ روپیہ سپرد کرنے کے لئے اپنے ساتھ لے گئے۔

عبدالرحیم کو قلعہ میں دو روز تک مہمان رکھا گیا۔ تیسرے دن یہ عذر کر کے کہ ہم بعد میں اپنے آدمیوں کے ذریعہ مذکورہ رقم خود بھجوا دیں گے اسے خالی ہاتھ رخصت کر دیا دوسرے دن دو معتبر اور چرب زبان آدمی یمین الدولہ کے پاس آئے اور چند اور شرائط پیش کیں۔ آصف خاں نے ان شرائط کو بھی قبول کر لیا۔ یہ دونوں آدمی جب رخصت ہونے لگے تو انھوں نے کاغذ کا ایک پرزہ آصف خاں کی مسند کے نیچے رکھ دیا۔ اس پر لکھا ہوا تھا۔

"ہمارے جو رفیق صلح کی گفتگو کے لئے آئے تھے ان کی اصل غرض یہ تھی کہ آپ کے لشکر اور گھوڑوں کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں چونکہ قحط سالی اور غلہ کی نایابی کے سبب لشکری اور جانوروں کا برا حال تھا۔ سب ہڈی چمڑا نظر آ رہے تھے گھوڑوں کے سامنے گھاس کا تنکا تھا نہ کسی جگہ چولھا جل رہا تھا۔ کہیں سے پکوان کی مہک آ رہی تھی۔ نہ کسی مطبخ سے دھواں اٹھتا ہوا دکھائی دے رہا تھا تو انھوں نے جان لیا کہ حملہ آور لشکر نہایت نازک صورت حال سے دو چار ہے اور زیادہ عرصہ تک مقاومت نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا واپس ہو کر انھوں نے معاہدہ کا ورق پلٹ دیا اور اپنے ارادے بدل دیئے۔ ان کا خیال ہے کہ بادشاہی لشکر آخر تنگ آکر واپس چلا جائے گا اس لئے اب وہ دفع الوقتی کے لئے حیلے بہانے کر رہے ہیں۔ ہم چونکہ بارگاہ شاہی سے دلی عقیدت رکھتے ہیں اس لئے ہم نے حقیقت واقعہ سے آپ کو خبردار کر دینا ضروری جانا۔"

**دکنیوں کے چار زبردست حملے**

مختصر یہ کہ ان کی غدارانہ گفتگوؤں کے سبب صلح طے نہیں ہوئی اور دوبارہ جنگ چھڑ گئی اور محاصرہ طویل تر ہو گیا۔ ان دنوں دکنیوں نے چار لڑائیاں بڑی بہادری سے لڑیں یہ لڑائیاں انھوں نے قلعہ کے اندر سے بھی کیں، اور باہر نکل کر بھی یہ دلیرانہ حملے انھوں نے

کبھی تو غفلت میں کئے اور کبھی باقاعدہ مطلع کرکے بلاشبہ ان لڑائیوں میں انھوں نے شجاعت اور بہادری کی مثال قائم کردی ۔ عادل شاہ کے امیروں کا اندازہ بالکل ٹھیک تھا ۔ بادشاہی لشکر کو کسی طرف سے بھی رسد نہیں مل رہی تھی ۔ اطراف و اکناف میں جس قدر غلہ تھا وہ دکنی قلعہ کے اندر پہلے ہی پہنچا چکے تھے اور جو نہیں لے جا سکے تھے اسے انھوں نے باہر جلا دیا تھا ۔ چارہ غذا کا نام نشان تک نہیں چھوڑا تھا ۔ کبھی کبھی جو مٹھی بھر چارہ میسر آجاتا تھا وہ جانوروں کی ایک داڑھ میں بھی نہیں سماتا تھا ۔ گھوڑے اس قدر کمزور اور لاغر ہوگئے تھے کہ ایک قدم اٹھانا بھی ان کے لئے دشوار ہو رہا تھا ۔ لہٰذا (......خاں وزیر اعظم) نے مناسب یہی جانا کہ اس سال محاصرہ ترک کرکے بیجاپور کے کسی سرسبز شاداب ضلع میں لشکر کو پہنچا دیا جائے ۔ تاکہ لشکری اور جانور بھوک اور فاقہ کے اس عذاب سے بچ جائیں وہیں سے بیجاپور کے علاقوں کو تاخت و تاراج کرتے رہیں اور دکنیوں کے ان سیاسی ہتھکنڈوں کی تلافی کی کوئی صورت نکالیں ۔

## آصف خاں کی پسپائی

بہرحال آصف خاں نے بیجاپوریوں کے حسب توقع محاصرہ اٹھا کر دریا کے کنارے کنارے کوچ کر دیا ۔ لشکر رائے باغ کی طرف جو آج کل مرتضیٰ آباد کہلاتا ہے اور بہت ہی سرسبز و شاداب خطہ ہے لوٹ مار کرتے ہوئے روانہ ہوگیا اور بیجاپور والوں نے اطمینان کا سانس لیا ۔ راستہ میں جن مین پر بھی زراعت اور کھیتی نظر آتی تھی وہ لشکریوں کی دست برد سے بے برگ و گیاہ رہ جاتی تھی اور گھوڑوں کے سموں سے اچھی طرح پامال ہو جاتی تھی ۔ جو آبادیاں تھیں گھر اور بازار راستہ میں ملتے گئے ۔ لشکر نے انھیں ایسا تباہ و برباد کیا کہ پیوند زمین ہو گئے اور ان کا نام و نشان تک باقی نہیں رہا ۔ رعایا کے مرد عورت چھوٹے بڑے ہر ایک کو عدم آباد پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی جو ملتا تھا تہ تیغ کر دیا جاتا تھا ۔ اس غارت گری کے ساتھ لشکر کوچ کرتے ہوئے بیجاپور کے تعلقہ محال آباد پہنچا اور اسے بھی دوسری بستیوں کی طرح بے چراغ بے نشان کر دیا ۔ یہاں تک کہ برسات کا موسم آگیا ، پھر تو اس ملک میں دور دور تک گھاس اور دانہ کی شکل نظر نہیں آتی ۔ ہر طرف سیلاب اور جل تھل ہوگیا ۔ ناچار آصف خاں بادشاہی علاقہ کی طرف روانہ ہوا اور شولاپور سے آگے بڑھ کر چھاؤنی ڈال دی —

## فتح خاں کی اطاعت

جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں بادشاہ نے جواہرات اور ہاتھی وصول کرنے کے لئے وزیر خاں کی سرکردگی میں ایک فوج کا تعین کر دیا تھا۔ جب فتح خاں کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے ایک ایلچی ابوالفتح نامی کو دربار میں روانہ کیا اور یہ پیغام دیا کہ مطلوبہ جواہر اور ہاتھی میرا بیٹا عبدالرسول لے کر حاضر خدمت ہو رہا ہے۔ لہٰذا متعینہ فوج کو پیش قدمی سے روک دیا جائے۔ اس درخواست پر بادشاہ نے فوج کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ آخر عبدالرسول تیس ہاتھی نو گھوڑے اور آٹھ لاکھ روپیہ کی مالیت کے جواہر لے کر حاضر ہو گیا۔ بادشاہ نے اسے خلعت مرصع "کیپوہ" اور ایک ہاتھی عطا فرمایا اور اپنی عنایات سے سرفراز کیا۔

---

(جلوس کا چھٹا سال مطابق سن ایک ہزار اکتالیس ہجری ۱۰۴۱ھ)

چھٹے سال کا جشن اواخر ماہ شعبان سن ایک ہزار اکتالیس ہجری کو منعقد ہوا۔ حسب معمول زینت و آرائش کی گئی۔ سلاطین اور امراء آداب تسلیم بجا لائے نذریں گذرانیں۔ پیش کش دی اور ہر ایک حسب مراتب بادشاہ کی عنایات سے فیض یاب ہوا۔ شاعروں کی اور صالحین کی ایک جماعت بھی شاہی عنایات سے نوازی گئی۔ اس سال کا نذرانہ پانچ لاکھ روپیہ کا تھا۔

## بادشاہ کی دکن سے واپسی

بادشاہ سلامت چوبیں رمضان المبارک سن ایک ہزار اکتالیس ہجری (۱۰۴۱ھ) کو برہان پور سے دارالحکومت اکبر آباد (آگرہ) کی طرف روانہ ہوئے۔ عبدالرسول ولد فتح خاں کو دولت آباد واپس کر دیا گیا اور دکن کے صوبہ پر یمین الدولہ آصف خاں کے تقرر کے احکام جاری ہوئے۔ مگر آصف خاں رکاب شاہی سے جدا نہیں رہنا چاہتا تھا اور اس ذمہ داری کو قبول نہیں کر رہا تھا۔ اس لئے مہابت خاں کو حضور میں طلب کر کے دکن کی صوبہ داری اس کو تفویض کر دی۔ اور آصف خاں کے نام حکم بھیجا کہ وہ دکن میں خان زماں کو مامور کر دے اور خود مہابت خاں کے وہاں پہنچنے سے قبل دربار میں حاضر ہو جاتے۔ صوبہ مالوا پر نصیر خاں کو مقرر کر کے رخصت کیا۔

ان انتظامات کے بعد بادشاہ پچاس کوچ اور آٹھ مقام کے بعد اکبر آباد کے

قریب پہنچ گئے۔ دکن سے یمین الدولہ نے آکر اسی جگہ اپنے ہمراہیوں اور بیٹوں کے ساتھ حاضری دی۔ آٹھ گھڑی اس جگہ قیام کرنے کے بعد پہلی ذی الحجہ کو شاہانہ سواری دارالحکومت آگرہ میں داخل ہوئی۔ خان جہاں کے بیٹے عبداللہ خاں نے کبر سنی کی وجہ سے بہار کی صوبہ داری کی درخواست کی تھی۔ اس کو بہار پر مقرر کردیا۔ دہلی سے مہابت خاں بھی پہنچ گیا۔ باریابی کے بعد اسے دکن کی طرف رخصت کردیا۔ ممتاز محل کی برسی پر مجلس فاتحہ منعقد ہوئی بادشاہ نے ایک لاکھ روپیہ ایصال ثواب کے لئے مستحق عورتوں اور مردوں میں تقسیم کرایا۔ پھر اس مرحومہ کے نام پر سالانہ ایک لاکھ روپیہ ایصال ثواب کی غرض سے مقرر کردیا۔

## ہوگلی میں فرنگیوں کا قلعہ

انہی دنوں مشرقی بندرگاہ ہوگلی (کلکتہ) کے فتح ہونے کی خوش خبری پہنچی اس بندرگاہ پر عرصہ سے فرنگیوں نے قبضہ کر رکھا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ہوگلی کی بندرگاہ راج محل بنگالہ سے بیس کوس پر واقع ہے۔ فرنگیوں نے وہاں اپنی تجارتی کوٹھی قائم کر رکھی تھی اور آباد بھی ہو گئے تھے۔ بادشاہی سرکار سے انھوں نے یہاں اپنا گودام رکھنے اور قیام کرنے کے لئے زمین کا ایک قطعہ حاصل کرلیا تھا۔ پھر بتدریج انھوں نے اس مقام پر پختہ حصار برج اور فصیل تعمیر کرلی، ایک توپ خانہ بھی نصب کردیا، اور اپنی ایک عبادت گاہ بھی جسے وہ کلیسا کہتے ہیں بنالی۔ اس طرح قدم جمانے کے بعد وہ بادشاہ کی اطاعت سے انحراف اور قانون شکنی کا ارتکاب کرنے لگے اور اس علاقہ کے مسلمانوں کو اور مسافروں کو ستانے لگے۔ اپنے اس علاقہ کو وہ روز بروز زیادہ سے زیادہ مستحکم کرتے جا رہے تھے۔

## نصرانیوں کے رسوم وقوانین

اس قوم کی ایک ناپسندیدہ حرکت یہ ہے کہ انھوں نے اکثر ساحلی بندرگاہوں پر اپنے علاقے قائم کر رکھے ہیں ان علاقوں میں جو ہندو مسلمان آباد ہیں، انھیں اپنی رعیت بنا رکھا ہے۔ ان کو یوں تو کوئی جانی اور مالی نقصان نہیں پہنچاتے ہیں۔ لیکن جب ان کی رعیت میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے اور اس کا فرزند یا وارث نابالغ ہوتا ہے تو اس کا مال اور ترکہ اپنی سرکار میں ضبط کرلیتے ہیں اور خورد سال وارثوں کو خواہ وہ ہندو ہوں کہ مسلمان، برہمن ہوں کہ سید، اپنا غلام بنا کر نصرانی کردیتے ہیں۔ چنانچہ اب تک کوکن اور دکن کی بندرگاہوں پر، جہاں ان کے قلعے بنے ہوئے ہیں اور وہ خود مختارانہ حکومت کرتے ہیں ان کا یہی وطیرہ اور معمول ہے۔ اس

ظلم سے واقف ہونے کے باوجود محض روٹی کے لالچ میں ہندو مسلمان اور دوسری تمام قومیں ان کے تعلقوں میں جا جا کر آباد ہو رہی ہیں۔ دوسری بات یہ کہ وہ اپنے علاقہ میں کسی فقیر کو قدم رکھنے نہیں دیتے۔ اگر نادانستہ کوئی فقیر وہاں جا نکلتا ہے تو ہندو ہونے کی صورت میں اسے اتنی اذیت پہنچاتے ہیں کہ اس کے زندہ رہنے کی امید نہیں رہتی اور اگر فقیر مسلمان ہو تو اُسے چند دن قید رکھنے اور پریشان کرنے کے بعد چھوڑ دیتے ہیں۔ جو مسافر بھی ان کے علاقے سے گزرتا ہے۔ محصول لینے کے لئے اُس کی تلاشی لیتے ہیں اگر اُس کے پاس سے تمبا کو فروخت کے لئے برآمد ہوتا ہے تو اس کو ستانے اور ذلیل کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔ کیونکہ تمباکو لے جانے کے مجاز صرف مقررہ اجارہ دار ہیں۔ دوسرے کو اجازت نہیں۔ مسافر صرف اپنے استعمال کی حد تک تمباکو لے جا سکتا ہے۔

ان کی عبادت گاہیں ہندوؤں کے بُت خانوں کے برخلاف بڑی صاف ستھری نظر آئیں۔ ہر روز وہ معبدوں میں کافوری شمعیں روشن کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بی بی مریم کے چوبی بُت رنگ و روغن کر کے بڑی آرائش کے ساتھ بنا رکھے ہیں۔ لیکن انگریزوں کے کلیسا میں کہ وہ بھی نصرانی ہیں یہ تصویریں بتوں کی شکل میں نہیں ہوتی ہیں۔ میں بارہا ان مقامات پر ان کی بندرگاہوں میں گیا ہوں ان کے عالموں سے مل کر مذاکرات بھی کئے ہیں۔

**ہوگلی پر حملہ**

اب ہم اصل سلسلہ کلام کی طرف آتے ہیں۔ جب مشرقی ساحل کے فرنگیوں کے خلاف قانون کارگزاریاں بادشاہ کے علم میں آئیں تو بادشاہ نے قاسم خاں کو بنگالہ کا صوبہ دار بنا کر رخصت کیا اور روانگی کے وقت اسے خفیہ ہدایات دیں کہ وہ اس قوم کی گوشمالی اور سرکوبی کر کے ان کے قلعہ پر قبضہ کرے۔ قاسم خاں نے وہاں پہنچے کے بعد فرنگیوں کے خلاف سخت کارروائی کی۔ نوارے اور کشتیاں فراہم کر کے دریا کے راستہ سے حملہ کیا اور خشکی کی طرف سے بھی ان پر فوج کشی کی اور تین ماہ کے محاصرہ کے بعد ان کے غرور کو خاک میں ملا دیا اور اس حصار اور قلعہ کو ڈھا کر زمین کے برابر کر دیا تقریباً پچاس ہزار رعیت نے فرنگیوں کے چنگل سے چھوٹنے کے بعد قاسم خاں کے پاس آکر پناہ لی۔ اس لڑائی میں دس ہزار فرنگی اور رعیت کے آدمی مارے گئے ایک ہزار چار سو اسیل فرنگی اور ان کے علاوہ عیسائی بن جانے والوں کی ایک جماعت اسیر بنالی گئی۔ اس محاصرہ

اور معرکہ میں ایک ہزار سے نمایاں مسلمان بھی شہید ہوئے۔

**قلعہ کالنہ پر قبضہ**

اس سال لشکری خاں صوبۂ کابل سے آکر بار یاب ہوا چار ہزار اشرفی ایک لاکھ روپیہ اور چند گھوڑے پیش کئے۔ بادشاہ نے اسے دہلی کی صوبہ داری پر مقرر کر دیا۔ اس عہد کی ایک اور قابل ذکر فتح قلعہ کالنہ کی تسخیر ہے اس قلعہ کے تحت نظام الملک کے سات پرگنے تھے اور اس وقت ان کا محصول چھ لاکھ روپیہ تھا۔ اب اس کا اندراج "سرکار کالنہ صوبۂ خاندیس" کے عنوان سے مال گذاری کے رجسٹروں میں ہوتا ہے۔ یہ قلعہ کسی لڑائی کے بغیر ہی ہاتھ آگیا۔ جس کی کچھ تفصیل ہم یہاں لکھتے ہیں۔

جب فتح خاں کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو نظام الملک کے دور و نزدیک کے تمام عہدہ دار اور امراء اس سے متنفر ہوگئے۔ اس وقت کالنہ کا قلعہ دار محمود خاں تھا۔ اس نے فتح خاں سے انحراف اور سرکشی اختیار کر لی مگر زیادہ دنوں تک وہ اس کی مخالفت پر قائم نہیں رہ سکا آخر جان و مال کے خوف سے اس نے دوبارہ فتح خاں کی اطاعت اور ملازمت کرنی چاہی، اس غرض سے اس نے سیواجی مردود کے باپ ساہو بھوسلہ کو جس کے تصرف و جاگیر میں اس وقت کوکن کا پورا ضلع تھا، وسیلہ بنانا چاہا اس کی اطلاع صلابت خاں کے لڑکے خان زمان کو ہوگئی جو اس وقت دکن میں باپ کی نیابت کر رہا تھا اس نے فتح آباد سرکار آسیر کے قلعدار میر قاسم کو جو قلعہ کالنہ کے قرب و جوار میں تھا خط لکھا کہ وہ محمود خاں کو مشورہ دے کر قلعہ بجائے فتح خاں کے بادشاہی آدمیوں کے سپرد کردے۔ میر قاسم نے اس سلسلہ میں محمود خاں کو لکھا۔ پھر وہ محمود خاں کے طلب کرنے پر خود قلعہ کالنہ میں گیا اور اس کو پوری طرح تسلی دلاسا دے کر اور وعدہ کر کے ہموار کر لیا۔ پھر اس سلسلہ میں اس نے بادشاہ کا فرمان منگوایا کہ بادشاہ کا فرمان سپرد کرتے وقت اس پر اپنی پوری ہتھیلی کا نشان بھی ثبت کر دیں۔ اس فرمان کے آنے کے بعد اس نے قلعہ مع محالات کے بادشاہی گماشتوں کے حوالے کر دیا۔ محمود خاں کو چار ہزاری دو ہزار سوار کا منصب اور پچاس ہزار روپیہ نقد دیا گیا۔ اس کے دو بیٹوں کو بھی منصب مرحمت ہوا۔

**چند متفرق واقعات**

بنگال میں زنگیوں کے قلعہ کو فتح کرنے کے تین دن بعد قاسم خاں کا انتقال ہوگیا۔ بادشاہ نے بنگالہ پر اس کی

جگہ اعظم خاں کو مقرر کردیا۔

اسی سال سلطان پرویز کی بیٹی کریمہ سلطان کی شادی داراشکوہ سے ہوئی۔ دلہن سات لاکھ روپیہ کا جہیز لے کر آئی۔ شادی پر رقص و سرود کے جلسے جس دھوم دھام سے منعقد ہوئے وہ حدِ بیان سے باہر ہیں۔

عادل شاہ کا سردار اعتماد خاں ترکمان اس سے ناراض ہو کر حضور میں پہنچا اسے دربار سے منصب، قزلباش خاں کا خطاب اور بیس ہزار روپیہ نقد ملا۔ محمد معصوم کابلی کو بھی ایک ہزار پانچ سو کا منصب اور اسد خاں کا خطاب ملا۔

صوبہ بہار سے اطلاع ملی کہ وہاں چھتیس بت خانے مسمار کر دیئے گئے اور نئی مسجدیں تعمیر کی گئیں۔

جنت مکانی جہانگیر بادشاہ کے انتقال کے وقت نذر محمد خاں نے جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں بے باک ازبکوں کو لے کر کابل میں بڑی لوٹ مچائی تھی۔ اور حدود سرکار میں ملک و مال اور رعیت کو تباہ کرنے میں اس نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اعلیٰ حضرت نے باوجود انتقام اور سزا پر قدرت رکھنے کے اس کے ساتھ لطف و مہربانی کا ہی سلوک روا رکھا تھا۔ بعد میں جب نذر محمد خاں نے وقاص حاجی کے ذریعہ معافی نامہ بھجوایا تھا تو بادشاہ نے اس کے ساتھ تربیت خاں کو اپنا عنایت نامہ دے کر بھیجا ایک لاکھ روپیہ اور ہندوستان کے تحفے بھی بھجوائے۔

شاہزادہ محمد شجاع کی شادی رستم مرزا صفوی کی لڑکی سے ہوئی، اس تقریب میں ارباب طرب اور مستحقوں نے لاکھوں کا فائدہ اٹھایا۔ پورے شہر کی آرائش اور چراغان میں ہی کافی رقم صرف ہوئی اس دھوم دھام کو بیان کرنے سے قلم عاجز ہے۔

**ایران کی سفارت** محمد علی بیگ جو شاہ عباس مرحوم کے پاس سے تین لاکھ روپیہ کی سوغات لے کر کچھ عرصہ پہلے آیا تھا۔ اس کو اس سال رخصت کر دیا گیا۔ مجموعی طور پر اسے ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ نقد دیئے گئے آلات مرصع اور دوسری عنایات اس کے سوا ہیں۔ اس کے ہمراہ صفدر خاں کو سفیر بنا کر روانہ کیا اور چار لاکھ روپیہ کی سوغات بھیجی۔ جو خط بارگاہ شاہی سے روانہ کیا گیا تھا۔

اس میں مراسم تہنیت و تعزیت ادا کیے گئے تھے۔ خان جہاں لودھی کی سرگذشت، دکن کے آٹھ قلعوں کی تسخیر اور نصرانیوں کے قبضہ سے بندرگاہ ہوگلی کی بازیابی کی تفصیلات درج تھیں اور شاہ ایران سلطان صفی کو زیادہ سزائیں نہ دینے کی نصیحت پیرایہ انداز میں اشارتاً کنایتاً کی گئی تھی۔ ایران کے بادشاہ ناحق خوں ریزی کے بہت زیادہ عادی تھے۔ شاہ صفی تو سفاکی اور خوں ریزی میں اپنے باپ دادا سے کہیں زیادہ رسوا اور بدنام تھا۔ شاہ جہاں نے زبانی بھی اس سلسلہ میں خدا ترسی کی تلقین کی تھی۔

ممتاز محل کے عرس میں چاندی کے کٹہروں، طلائی اور میناکار قندیلوں اور دوسرے لوازمات کے لئے چھ لاکھ روپیہ اور مقررہ ایک لاکھ روپیہ سالانہ مستحقوں کے لئے خزانہ سے ادا کیا گیا۔

**طاعون کی وبا**

اس زمانہ میں شہر میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی اور روز بروز وبا کا زور بڑھتا گیا۔ خود بادشاہ بھی قلعہ سے مع حرم کے باہر آگئے اور دریا کے کنارے قیام کیا۔ چند دن بعد جب وبا کا زور ٹوٹ گیا تو محل والوں کے ساتھ قلعہ اکبرآباد میں داخل ہوگئے۔

**اورنگ زیب کا ہاتھی سے مقابلہ**

ہر سال کی طرح اس سال بھی شاہی جھروکہ کے نیچے ہاتھیوں کی لڑائی کا جشن منعقد ہوا۔ اس مرتبہ بادشاہ کے دل میں آیا کہ تمام شاہزادے گھوڑوں پر سوار ہو کر ہاتھیوں کا مقابلہ دیکھیں۔ جب مقابلے شروع ہوئے تو شیر شکار فیل افگن شاہزادہ محمد اورنگ زیب اپنے گھوڑے پر سوار ہاتھیوں کے بالکل قریب چلا گیا وہ جوانی و شجاعت کی ترنگ میں دونوں مست ہاتھیوں سے جو ایک دوسرے سے گتھے ہوئے تھے بے خوف برابر اپنے گھوڑے کو ان کی طرف ایڑ لگاتا جارہا تھا۔ یہاں تک کہ ان میں سے ایک ہاتھی نے پلٹ کر بادشاہزادہ پر حملہ کر دیا۔ ہاتھی سر پر چلا آرہا تھا کوئی اور ہوتا تو بھاگ جاتا مگر شاہزادہ نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی اور اس بلائے سیاہ کے سامنے ڈٹ کر کھڑا ہوگیا۔

به مردی ز جا یک سر مو نہ شد — زریزش چناں پیل یک سو نہ شد
زنگیں سرشتہ زبس پیکرش — نہ جنبید جز نبض از پیکرش

## اورنگ زیب کی بہادری

باوجود اس کے کہ بادشاہزادہ کی عمر حد بلوغ کو نہیں پہنچی تھی۔ اس نے مردانی بہادری کو ہاتھ سے جانے نہ دیا اور بہ فضل خدا برچھی اٹھا کر ایسی سخت ضرب لگائی کہ اس دیو ہیکل ہاتھی کی پیشانی پھٹ گئی ؎

بہ تکلیف فطرت دلیری نمود      بہ سنی کہ تکلیف بروی نبود
درین سن اگر بودی افراسیاب      ہمی گشتی از دیدن فیل آب

لوگ مبہوت ہو کر تماشہ دیکھ رہے تھے اس دلیرانہ حملہ پر سب طرف سے آفرین کا غلغلہ بلند ہوا اور لوگوں نے چاروں طرف سے چار قل پڑھ کر شہزادہ کی طرف پھونکے تاکہ وہ نظر بد سے محفوظ رہے۔ ہاتھی زخم کھا کر اور بپھر گیا لوگوں نے بہت کچھ چرخیاں اور آتش بازی چھوڑی گرز اور آنکس لگانے ہر قسم کے ہتھیار آزمائے مگر ہاتھی نہیں ٹلا۔ اسی طرح خشمناک شہزادہ پر جھپٹا اور مع گھوڑے کے اسے اپنے دانتوں پر اٹھا لیا۔ شاہزادہ نے بھی بڑی پھرتی سے کام لیا کود کر گھوڑے سے علیحدہ ہو گیا اور اسی لمحہ تلوار کھینچ کر بڑی چستی سے دوبارہ ہاتھی پر حملہ کر دیا۔

شاہزادہ محمد شجاع سے نہ رہا گیا اور وہ اس بھیڑ میں سے کہ لوگ ایک پر ایک گرے جارہے تھے اور آتشبازی کے دھوئیں میں چہرے نظر نہیں آرہے تھے ہوا تک کے گذرنے کا راستہ تک نہیں رہا تھا اپنا گھوڑا بڑھا کر صفوں کو چیرتا ہوا آگے نکلا۔ لیکن وہاں آتش بازی کے پھٹنے سے گھوڑا چراغ پا ہو گیا۔ شجاع خود کو سنبھال نہ سکا اور گھوڑے سے گر پڑا۔ اس وقت راجہ جے سنگھ نے ہمت کی اور گھوڑا بڑھا کر ہاتھی تک پہنچا اس کا گھوڑا بھی بدک گیا قریب تھا کہ وہ بھی گر پڑتا مگر اس نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھال لیا اور ہاتھی پر متواتر چند برچھیاں ماریں اس وقت گرز برداروں اور بادشاہی محافظوں نے ہاتھی کو اپنے نرغہ میں لے لیا۔ اس درمیان میں اس کے حریف ہاتھی کو بھی اس کی طرف دوڑا دیا گیا اور اس نے بھی بڑھ کر زبردست حملہ کیا۔ چاروں طرف کے حملوں سے ہاتھی بدحواس ہو کر بھاگ کھڑا ہوا اور دونوں شاہزادے اس بلائے ناگہانی سے محفوظ ہو گئے، دونوں کے زندہ سلامت رہ جانے پر بادشاہ نے اللہ کا بڑا شکر ادا کیا۔ دونوں کو سینہ سے چمٹا لیا۔ اور حکم دیا کہ شاہزادہ محمد اورنگ زیب کو اشرفیوں سے تول کر اشرفیاں صدقہ کر دی جائیں، چنانچہ اشرفیوں کے پانچ تھیلے درویشوں

اور مستحقوں میں تقسیم کیے گئے۔

## ساہو بھوسلہ کی سرکشی

عنبر حبشی کے بیٹے فتح خاں نے جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں۔ بادشاہ کی اطاعت اختیار کرلی تھی اور حسب الحکم اپنے بیٹے عبدالرسول کو حضور میں بھیج کر کارپردازان سلطنت کے وسیلے سے عفو جرائم کی درخواست کی تھی اعلیٰ حضرت نے نظام الملک کے بعض محالات جو پہلے ساہو کو مصلحتاً عطا کردیے تھے دوبارہ اس کے حوالہ کردیے۔ اس کارروائی سے ساہو کو بڑا رنج پہنچا اور وہ خفا ہو کر بیجاپور میں عادل خاں کے پاس چلا گیا اور وہاں سے فتنہ انگیزیاں شروع کردیں پھر عادل شاہ کو دولت آباد کی فتح کے لیے آمادہ کرکے ایک بھاری لشکر اور قلعہ شکنی کا ساز و سامان بیجاپور سے حاصل کرلیا اور دولت آباد کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس زمانہ میں برسہا برس کے مسلسل قحط کی وجہ سے دولت آباد کے قلعہ میں ذخائر خالی پڑے تھے اور فتح خاں کو یہ اندیشہ بھی تھا کہ اس کی خوں ریزیوں اور سختیوں کی وجہ سے امراء اور سردار ناراض ہیں وہ اس نازک وقت میں جیسا کہ چاہیے رفاقت و تعاون نہیں کریں گے۔ غرض وہ اس وقت بیجاپور کی اس لشکر کشی کی وجہ سے سخت پریشان تھا جب کوئی تدبیر نہ سوجھی تو اس نے خان خاناں مہابت خاں سے رجوع کیا اور اسے ساہو کی کارگزاریوں اور بیجاپور کی فوج کشی کی اطلاع دی اور قلعہ دولت آباد بادشاہی آدمیوں کے سپرد کردینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور بڑے اصرار سے خان خاناں کو دولت آباد آنے کی دعوت دی۔

## خان خاناں کی فوج کشی

خان خاناں کی مراد بر آئی اس نے فوراً اپنے بیٹے خان زماں کو ملازمین بارگاہ کی ایک جمعیت کے ساتھ روانہ کردیا اور اس کے پیچھے خود بھی روانہ ہوگیا۔ خان زماں جب دولت آباد کی منزل پر پہنچا تو اسے اطلاع ملی کہ ساہو نے راستہ روکنے کے لئے ایک فوج بھیج دی ہے۔ اس نے اپنے چھوٹے بھائی لہراسپ کو بہادروں کے دستہ کے ساتھ بیجاپور والوں کے مقابلہ پر بھیج دیا خود بھی اپنی فوج کی ترتیب و صف آرائی کرلی اور لڑائی کے لئے بالکل تیار ہوگیا۔ ابھی وہ قصبہ پھولمری[1] تک نہیں پہنچا تھا کہ بیجاپور کی فوج سامنے سے نمودار ہوئی اس کا

[1] نا - پھولری

پہلے تو لہراسپ سے پھر خان زماں سے مقابلہ ہوا۔ ایک زوردار جھڑپ کے بعد دکنیوں کو شکست ہوگئی اس لڑائی میں دونوں طرف سے کافی آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے دکنی فوج پسپا ہوکر دولت آباد سے سات کوس پر جاکر ٹھیر گئی تھی۔ خان زماں نے کھڑکی سے دو کوس پر اپنا کیمپ لگا دیا تھا۔

## ساہو اور فتح خاں کی صلح

بیجاپور کے سرداروں نے جب بادشاہی فوج کو حائل پایا تو انھوں نے فتح خاں سے مصالحت کی سلسلہ جنبانی کی اور فتح خاں نے بدعہدی اور پیمان شکنی کرکے بیجاپور والوں سے صلح کرلی۔ شرط یہ تھی کہ فتح خاں ساہو کو تین لاکھ روپیہ اور چند گھوڑے دے گا اور وہ قلعہ میں ذخائر اور ضروریات اپنے انتظام میں پہنچا دے گا۔ اس صلح کے بعد دونوں نے بادشاہی لشکر کے خلاف جنگ چھیڑ دی اوپر اور نیچے دونوں طرف سے گولہ باری شروع ہوگئی۔ پتھر اور تیر ہر طرف سے برسنے لگے۔

## قلعہ دولت آباد پر حملہ

خان خاناں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے خان زماں کو لکھا کہ وہ قلعہ والوں اور بیجاپوریوں کے مقابلہ پر کمربستہ رہے اور مورچے بناکر نقب لگانے کا انتظام کرائے اور عادل خاں کے لشکر کو قلعہ کے نیچے سے ہٹانے کی کوشش کرے تاکہ قلعہ میں رسد پہنچنے نہ پائے۔ ان ہدایتوں کے بعد خان زماں نظام پور پہنچا اور وہاں سے دکنیوں کو پسپا کرنے اور مورچے لگانے کی فکر کرنے لگا۔ روزانہ کے گشت میں جہاں بھی بیجاپوری لشکر کے آدمی نظر آتے ان کو تیر و سناں کا نشانہ بنا دیا جاتا۔ اس درمیان میں فتح خاں نے خیریت خاں بیجاپوری کو جو دکن کا ایک صاحب الرائے امیر تھا چھ سو سواروں کے ساتھ قلعہ میں بلا لیا۔ اس کے بعد فریقین شب و روز ایک دوسرے پر حملے کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دکنی ہزیمت اٹھاکر قلعہ کے نزدیک سے ہٹ گئے۔

اب خان خاناں بھی موقع پر پہنچ چکا تھا اس نے ایک فوج تو قلعہ کی رسد اور غلہ کی ناکہ بندی کے لئے متعین کی کہ کسی راہ سے بھی قلعہ والوں کو ذخائر نہ مل سکیں اور پانچ ہزار سواروں کی ایک فوج خان زماں کی کمان میں دے کر اسے بیجاپور کی فوج کے مقابلہ پر بھیجا۔ دوسرے سرداروں کو نقب لگانے مورچے بنانے اور قلعہ شکنی کے

انتظامات پر مقرر کیا۔ دولت آباد کا قلعہ ایک ایسا ناقابل تسخیر قلعہ ہے کہ اس کی خوبیاں اظہار و بیان سے باہر ہیں وہ ایک قلعہ نہیں بلکہ حقیقت میں تو قلعے ہیں جو پایہ بہ پایہ مدور پہاڑ میں تراشے گئے ہیں اور بلندی تک چلے گئے ہیں، وہ ایسا قلعہ تو تھا نہیں کہ اسے زینہ کمند ڈال کر اور نقب لگا کر فتح کر لیا جاتا، محاصرہ اور قلعہ شکنی کے عام طریقے اس قلعہ کے سامنے بس مذاق معلوم ہوتے ہیں۔ اس وقت صرف ایک یہ بات کہ قلعہ رسد اور ذخیروں سے خالی تھا امید اور توقع کا باعث تھی۔ اسی امید پر محاصرہ کرنے والے ہمت باندھ کر سعی وجہد کر رہے تھے۔

**یاقوت اور کھیلوجی کا فرار** یاقوت حبشی پہلے نظام الملک کا غلام تھا۔ پھر وہ بادشاہی ملازمت میں آگیا تھا۔ اب اس نے پھر غداری پر کمر باندھ لی۔ پہلے تو وہ اپنی طرف کے مورچوں سے قلعہ میں رسد پہنچاتا رہا اور جب یہ بھانڈا پھوٹ گیا تو بھگوڑے غلاموں کی طرح لشکر سے نکل کر اپنے قدیم مالکوں سے جا کر مل گیا۔ اب قلعہ میں غلہ پہنچانے اور غلہ روکنے کی جدوجہد میں دونوں فوجوں نے رات دن ایک کر دیئے، دونوں فریق ایک دوسرے پر سخت حملے کرتے رہے۔ بیجاپوری لشکر نے بادشاہی فوج کی اطراف سے ناکہ بندی کر دی اور رسد اور غلہ پہنچنے کے راستوں پر اور مورچوں پر حملے کرنے لگے۔ اس وقت قلعہ کے اوپر سے نیچے میدان میں دور دور تک ایک وسیع کش مکش تھی اور جدال و قتال کا ایک غیر مختتم معرکہ جاری تھا۔ اسی اثناء میں کھیلوجی نامی دکنی جو عرصہ پہلے بادشاہی ملازمت میں آگیا تھا اور ترقی کرکے پانچ ہزاری پانچ ہزار سوار کے منصب پر پہنچا تھا یاقوت کی طرح بادشاہی لشکر سے نکل کر عادل شاہ کی فوج میں چلا گیا۔ اس کے آجانے سے دکنیوں کو بڑی تقویت ہو گئی اور انھوں نے اس رات قلعہ میں چار سو گائیں پہنچانے کی کوشش کی اور بادشاہی لشکر پر ایک زبردست حملہ کیا۔

**بہلول خاں کا حملہ** بہلول خاں بیجاپور کی فوج کا ایک بہترین جرنیل تھا۔ اس نے اور یاقوت وغیرہ نے چاروں طرف سے بادشاہی مورچوں پر حملہ کر دیا۔ یہ لڑائی دوسرے دن دوپہر تک جاری رہی۔ سارے میدان میں انسانی سر گیند کی طرح لڑھکتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ آخر خان خاناں اور تمام بادشاہی سردار خود

صف آرا ہو کر دکنیوں کے مقابلہ پر آ گئے۔ گھوڑوں کی دوڑ سے گرد و غبار ایسا اٹھا کہ آسمان نظروں سے اوجھل ہو گیا ؎

ز گرد سیاہ آسماں گشت تیغ — ہمہ گرز بارید و پولاد و تیغ

غبار زمیں بر ہوا راہ بست — عناں سلامت بروں شد ز دست

اس موقع پر دو تین سردار جیسے جگناتھ راٹھور وغیرہ راجپوتوں کی ایک جمعیت اور بعض مشہور مسلمان سردار کام آ گئے آخر کار بہلول ہزیمت کھا کر بھاگا، دکنیوں کے بکثرت آدمی اور گھوڑے مارے گئے اور بہت سے اسیر بنا دیئے گئے۔

## فتح خاں کا حملہ

بادشاہی فوج نے بہلول کے پسپا ہوتے ہی بلا توقف دشمن کے "بھیر" (باربردار اور رسد بردار دستے) پر حملہ کر دیا۔ وہاں بھی سخت معرکہ پیش آیا۔ بادشاہی فوج کو اس حملہ میں کافی مال غنیمت ہاتھ آیا، غلّہ کے بڑے بڑے ذخیرے جو دشمن نے قلعہ پر پہنچانے کے لئے جمع کئے تھے سب قبضہ میں آ گئے۔ لشکری جو لے جا نہ سکے اُسے وہیں آگ لگا کر خاکستر کر دیا۔ عین اس وقت فتح خاں لشکر کے مورچوں کو فوج سے خالی دیکھ کر قلعہ سے باہر نکلا اور اس مورچے جس کی نقب قلعہ کے حصار کے نیچے تک پہنچا دی گئی تھی حملہ کر دیا۔ اس کے حملہ سے جو شور و غوغا بلند ہوا تو خان خاناں اپنے یکہ تاز بہادروں کو لے کر موقع پر پہنچا اس کے پیچھے تمام جانباز نوجوان دوڑے گھوڑوں کی ٹاپوں، بگل نفیری اور نقارے کی آوازوں سے میدان دہل گیا۔ فتح خاں اُفتاں خیزاں بڑی مشکل سے قلعہ میں بھاگا مگر دکنیوں نے جاتے ہوئے مورچے کے سارے ساز و سامان کو لوٹ لیا اور کافی نقصان پہنچایا۔

## رسد کی فراہمی

بادشاہی فوج میں چند دن سے رسد بالکل نہیں پہنچ رہی تھی۔ رات دن کی لڑائی ایسی تھی کہ گھوڑے کی زین سے اُترنے تک کی فرصت نہیں مل رہی تھی گھاس لکڑی وغیرہ لاد کر لانے کا موقع کہاں ملتا آخر خان خاناں نے خان زماں کو ایک بھاری فوج دے کر رسد لانے کے لئے بھیجا اور دو ہزار سواروں کو قراولی کے لئے راستہ پر متعین کیا تاکہ دشمن کے اچانک حملوں کی روک تھام کرتے رہیں۔ بیجاپور کے لشکر کو جب اس انتظام کی خبر ملی تو وہ بگولے کی طرح دوڑے، اور بادشاہی قراول فوج پر حملہ کر دیا۔ تاہم بڑی جد و جہد کے بعد مسلسل ہدو پہنچے پر چاروں

طرف سے لشکر میں رسد آنے لگی۔

خان زمان کی طرف جو نقب تھی۔ بارود سے بھردی گئی تھی۔ ۹ ر شوال کو طے پایا کہ صبح کے وقت سرنگ میں آگ لگادی جائے چنانچہ حکم دیا گیا کہ تمام جاں باز بہادر حملہ کے لئے حاضر ہو جائیں، مگر مورچے پر جو لوگ متعین تھے۔ انھوں نے بڑی جلد بازی سے کام لیا ابھی اندھیرا ہی تھا، حملہ کے لئے بھی فوج موقع پر نہیں پہنچی تھی۔ ان لوگوں نے بارود میں آگ لگادی۔ قلعہ کی دیوار کوئی ۲۸ گز تک اڑ گئی۔ لیکن اندھیرا ابھی کافی تھا۔ پھر جو گرد و غبار اٹھا تو تاریکی میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ فوج کے قلعہ کشا بہادر بھی اس وقت تک پہنچ نہیں پائے تھے، اس لئے کسی نے قلعہ میں داخل ہونے کی جرأت نہیں کی۔ ادھر محصورین نے بندوقوں کی باڑھ مارنی شروع کردی۔ آتشیں ڈبے اور آتشیں بان پھینکنے لگے اور لکڑی تختہ جو کچھ بھی ہاتھ آیا اسے روک بناکر راستہ کو بند کرنا شروع کردیا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر خان خاناں نے خود کمر ہمت باندھی اور اپنے ہمراہیوں کو لے کر اس سنگ اندازی اور آتش بازی میں آگے بڑھنا چاہا مگر اسے دوسرے امیروں نے باصرار روک دیا۔

**پہلے حصار پر قبضہ** آخر صبح کے قریب بادشاہی فوج نے ہر طرف سے شکستہ فصیل پر ایک بڑا حملہ کیا اس حملہ میں مغل اور راجپوت دونوں شریک تھے فصیل پر ایک سخت مقابلہ ہوا محصورین کی ایک بڑی تعداد ماری گئی اور بادشاہی فوج پہلی شہر پناہ میں جسے "عنبر کوٹ" کہتے تھے داخل ہو گئی۔ محصورین شکست کھا کر خندق مہاکوٹ پر چلے گئے اور حملہ آور فوج عنبر اور یاقوت کی حویلیوں کو پناہ گاہ بنا کر بیٹھ گئی اور قلعہ میں سرنگ لگانے کا انتظام کرنے لگی۔ پہلے حصار میں آتش بازی کا جتنا ذخیرہ تھا وہ قبضہ میں آگیا، جتنی توپیں تھیں ان کا رخ پھیر کر دوسرے حصار کی طرف کردیا گیا۔

**قلعہ میں رسد کی کمی** جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں دولت آباد کا قلعہ آٹھ قلعوں کا مجموعہ ہے۔ بادشاہی فوج نے اگرچہ پہلا حصار فتح کر لیا تھا، لیکن بقیہ سات حصاروں کو فتح کر لینا ایک امر محال تھا اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن قلعہ میں رسد اور غذا بالکل ختم ہو چکی تھی اور لوگ جانوروں کے سوکھے چمڑے

اور ہڈیوں پر گذارا کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ قلعہ والوں کی اس مجبوری کے سبب خان خاناں نے اس ناقابل تسخیر قلعہ کو فتح کرنے کے لئے کمر ہمت باندھی تھی۔ پہلے حصار میں جب ہنگامۂ دار و گیر برپا تھا تین چار ہزار دکنی سواروں نے حملہ کر کے بادشاہی فوج کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور ان کے پیچھے دو تین ہزار پیادوں برقندازوں اور تیر اندازوں نے جو سیاہ کپڑے پہنے ہوتے تھے رات کی تاریکی میں ایک ہزار غلے کے تھیلے شیر حاجی تک پہنچا دیے اور خندق سے متصل جو درز یچہ ہے وہاں ڈلوا دیے۔ اور اس کارروائی کے بعد وہ برق رفتاری کے ساتھ وہاں سے غائب ہو گئے۔ قلعہ والوں نے اس وقت باہر نکل کر اس فوج پر جو حصار میں داخل ہو چکی تھی حملہ کیا اور وہاں سے غلہ اٹھانے کے لئے پہنچ گئے۔ خان خاناں کو غلہ پہنچانے کی اس سازش کا پہلے سے علم ہو گیا تھا۔ اس نے سواروں اور پیادوں کی ایک جمعیت پہلے ہی خندق کے باہر مقرر کر دی تھی جو گھات لگا کر بیٹھی ہوئی تھی۔ چنانچہ جب دکنی فوج قلعہ سے نکلی تو اس جمعیت سے اس کا سخت مقابلہ ہوا اور بادشاہی فوج نے اسے شکست دے کر غلہ کے ذخیرہ پر قبضہ کر لیا۔

## بیجاپوری سردار کی واپسی

دوسرے قلعہ کے سقوط کے لئے بادشاہی فوج نے نقب لگانے کا انتظام کیا اور محاصرہ سخت کر دیا۔ اس دوران میں قلعہ والوں پر تنگ دستی اور فاقہ کی وجہ سے حالات بہت تنگ ہو گئے۔ اب فتح خاں بھی بہت زیادہ ہراساں ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے اہل و عیال اور ساز و سامان کو تیسرے قلعہ میں جس کا نام "کلا کوٹ" تھا منتقل کرا دیا۔ اور خود اپنے رفیقوں کے ساتھ "مہاکوٹ" میں ٹھہرا رہا۔ یاد ہو گا خیریت خاں بیجاپوری فتح خاں کی مدد کے لئے قلعہ میں داخل ہو گیا تھا۔ اب جو فقر و فاقہ اور محاصرہ کی سختیاں ناقابل برداشت ہو گئیں تو اس نے خفیہ طور پر خان خاناں کے پاس پیغام بھیجا کہ اس کو جان کی امان ..........

.......... اور عادل شاہ کے پاس جانے کی اجازت دیدی جائے۔ خان خاناں نے اس کی درخواست قبول کر لی اور جواب دیا کہ "اگر تم شاہی ملازمت میں آنا چاہو تو تم کو عمدہ منصب دلایا جائے گا اور اگر عادل خاں کے پاس واپسی کا ارادہ ہے تو راستہ کھلا ہے۔ اپنے آقا کے لئے ہمارا ایک خط اور خلعت بھی

پلٹنے جانا: اس اطمینان کے بعد خیریت خاں ایک رات موقع پاکر اپنے دو سو آدمیوں کے ساتھ قلعہ سے نکل آیا اور خان خاناں کی خدمت میں پہنچ گیا۔ خان خاناں نے اس رات اس کی خاطر تواضع اور ضیافت کی صبح اپنے اجلاس میں اس کو خلعت دی۔ عادل شاہ کے نام ایک خط مع خلعت کے سپرد کیا۔ پھر وہ فرمان جو بادشاہ کے دستخط خاص سے عادل خاں کی معافی کے سلسلہ میں آیا تھا پڑھ کر سنایا اور اس کے حوالہ کردیا۔ اس فرمان میں بادشاہ نے اپنے عزم دکن کا بھی اظہار کیا تھا۔ اس کارروائی کے بعد خیریت خاں کو ضروری سامان سفر وغیرہ دے کر رخصت کیا۔

**دکن کے چھاپہ مار دستے** خیریت خاں جب نامہ اور خلعت لے کر بیجاپور روانہ ہوگیا تو خان خاناں نے قلعہ کے محاصرہ کو اور زیادہ سخت کردیا۔ اسی درمیان میں اسے اطلاع ملی کہ برار اور برہان پور سے قلعہ شکنی کا جو سازو سامان اور خزانہ آرہا ہے اس کو لوٹنے کے لئے غنیم کے چھاپہ مار دستے راستہ پر جمع ہوگئے ہیں۔ خان خاناں نے اس سامان کو حفاظت سے لانے کے لئے خان زماں کو مقرر کیا۔ خان زماں کو اس طرف جاتے ہوئے بھی اور واپس آتے وقت بھی بڑی سخت لڑائیاں لڑنی پڑیں ہر جگہ غنیم کے چھاپہ مار دستے دائیں بائیں سے حملہ کرتے رہتے تھے۔ ہر روز جنگ کرنی پڑتی تھی۔ بعض وقت تو حملوں کی یہ شدت رہتی تھی کہ ایک دو کوس کا راستہ بھی مسلسل شام تک جنگ کرنے کے بعد طے نہیں کرپاتے تھے۔ ان لڑائیوں میں فریقین کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ جس وقت خان زماں رسد اور ذخیرہ لے کر قریب پہنچا تھا۔ ایک سخت معرکہ پیش آیا۔ اتفاق سے اسی دن بیجاپور اور نظام الملک کے پندرہ ہزار سواروں کی فوج چھاپہ مار دکنی فوج کی مدد پر آگئی۔ اس کے علاوہ چاروں طرف سے مزید کمک بھی پہنچتی رہی۔ اس طرح دکن کے سوار پیادے ملا کر کوئی ایک لاکھ کا لشکر ہوگیا۔ جس نے بادشاہی فوج کو چاروں طرف سے گھیرلیا۔ خان خاناں کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے بھی ایک فوج مدد کے لئے بھیج دی۔ اس موقع پر بڑی سخت لڑائی ہوئی، بے شمار آدمی دیکھتے ہی دیکھتے موت کے گھاٹ اتر گئے اور سارا میدان مقتولین کے خون سے لالہ زار ہوگیا۔

دو لشکر بہم در خروش آمدند ــــ دو دریائی خون بہ جوش آمدند
تو گفتی ہوا لالہ بارد ہمے ــــ ز پولاد ہا ژالہ بارد ہمے

اگرچہ خزانہ اور ذخیرہ حفاظت کے ساتھ لشکر میں پہنچ گیا۔ لیکن بادشاہی لشکر کو اس معرکہ میں سخت جانی اور مالی نقصان برداشت کرنا پڑا۔

**دکنیوں کا خوفناک حملہ**

ابھی یہ واقعات درپیش تھے کہ عادل خاں کا ایک عمدہ افسر مراری پنڈت جو تلوار اور قلم دونوں کا دھنی تھا۔ ایک بھاری فوج لے کر مقابلہ پر آگیا۔ اس کے مقابلہ پہ خان زماں ایک بھاری فوج اور توپ خانہ لے کر پہنچا۔ بادشاہی فوج نے تیراندازی کرتے ہوئے اور بندوقیں چھوڑتے ہوئے دشمن پر حملہ کیا جواب میں دکنی لانبے لانبے بھالے لئے نعرے لگاتے ہوئے ٹوٹ پڑے اور تابڑ توڑ سخت حملوں کے بعد بادشاہی لشکر کا زور توڑ دیا۔ قریب تھا کہ خان زماں کو شکست ہوجاتی۔ خان خاناں کو خبر ہوئی تو اس نے "قلعہ کے محاصرہ" پر فوج کے ایک حصہ کو چھوڑ دیا اور بقیہ فوج کو لے کر خان زماں کی مدد کے لئے پہنچ گیا۔ خان خاناں کے پہنچنے کے بعد پھر ایک سخت لڑائی ہوئی، دونوں طرف سے نامی گرامی سردار مارے گئے اور کئی ہزار آدمی کام آگئے۔ بادشاہی لشکر میں رام چند راوت اور تین بڑے بڑے سردار دشمن کے ہاتھوں قربان ہوگئے۔ جب لڑائی اپنے عروج پر تھی، دکنیوں کی صف میں دکن کا مشہور جرنیل یاقوت حبشی جس کا ذکر آچکا ہے۔ اپنے قبیلے کے آدمیوں کے ساتھ مارا گیا۔ اس کی اور اس کے ساتھیوں کی لاشوں کو میدان سے اٹھا کر لے جانے کے لئے دکنیوں نے بڑے سخت حملے کئے اور بڑا زور لگایا۔ لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکے اور ہر طرف کشتوں کے پشتے لگ گئے۔

دو لشکر چو مورو ملخ تاختند ــــ نبردی چناں در جہاں ساختند
جگر تاب شد نعرہائے بلند ــــ گلوگیر شد حلقہائے کمند

کہتے ہیں ایسی سخت لڑائی دکن میں بہت کم لڑی گئی۔ مختصر یہ کہ شام ڈھلنے تک برابر لڑائی ہوتی رہی۔ رات بادشاہی فوج کے آدمیوں نے بڑے خوف و ہراس میں بسر کی۔ ہر دم دکنیوں کے حملے کا اندیشہ اور خطرہ رہا۔ چنانچہ سپاہی گھوڑوں کی باگیں تھامے ہوئے تیار اور منتظر رہے۔ جب صبح ہوئی تو ایک اور سخت لڑائی ہوئی۔ آخر کار

دشمن شکست کھا کر بھاگ گیا۔ خان زماں نے کچھ دور تک تعاقب کر کے بہت سے گھوڑے اور ہتھیار قبضہ میں کر لئے اور دشمن کی ایک بڑی تعداد کو گرفتار کر لیا۔ خان خاناں فاتحانہ شان کے ساتھ دولت آباد کے مفتوحہ حصار میں داخل ہوا۔

**دوسرے حصار کی صلح**

اب دوسرے قلعے کی دیوار تک بھی نقب لگا دی گئی تھی۔ اور اس کو بارود سے بھر کر تیار کر دیا گیا تھا۔ اس کو آگ لگائی جانے والی تھی کہ قلعہ کے چند سرداروں نے فتح خان کی طرف جان کی امان اور ایک رات کی مہلت دینے کا پیغام بھیجا۔ خان خاناں نے قبول نہیں کیا اور سرنگ اڑانے کا حکم دے دیا۔ نقب کے پھٹنے پر قلعہ کا ایک برج اور دیوار کا پندرہ گز کا حصہ اڑ گیا۔ محصورین نہاکوٹ کے اوپر سے گولہ باری اور آتش باری کر رہے تھے مگر بادشاہی فوج کے دستے شکستہ دیوار میں سے اندر داخل ہو گئے۔ دوسرے حصار میں داخل ہوتے ہی خان خاناں نے اسی دن تیسرے حصار پر مورچال باندھنے کا حکم دے دیا۔ دوسرے حصار کے سقوط کی خبر جب مراری پنڈت وغیرہ کو ملی تو وہ عادل شاہی اور نظام الملکی سرداروں کے ساتھ پھر مقابلہ پر آیا اور خان زماں سے ایک اور مقابلہ کر کے ناکام واپس چلا گیا۔

**ترنک پر قبضہ**

اسی اثناء میں نظام الملک کے "قلعہ ترنک" کے قلعدار محل دار خاں نے جو فتح خان کے مظالم سے تنگ تھا قلعہ سپرد کرنے کا پیغام بھجوایا۔ خان خاناں نے جواب میں کہا کہ اگر تم کوئی حسن کارکردگی دکھلانا چاہتے ہو تو اپنے تعلقہ سے متصل کوہستان میں بیناپور پر حملہ کرو اور اس پر قبضہ کر کے ساہو کے مال اسباب اور اہل و عیال کو گرفتار کر لو اس کارکردگی کا تم کو بہتر سے بہتر انعام ملے گا جسے سمجھ کر محل دار خاں نے حملہ کر کے ساہو کے خاندان کو جس میں اس کی لڑکی بھی تھی گرفتار کر لیا۔ اس حملہ میں ڈیڑھ لاکھ ہون چار سو گھوڑے چار ہاتھی محل دار خاں کے قبضہ میں آگئے اس کے سپاہیوں نے بھی لوٹ مار کر کے بہت کچھ حاصل کر لیا۔ جب اس کامیابی کی اطلاع اس نے خان خاناں کو دی تو خان خاناں بڑا خوش ہوا اور محل دار خاں کے نام آفرین لکھ بھیجی خلعت، گھوڑا اور جیغہ وغیرہ روانہ کیا اور اسے اپنی خدمت میں بلا بھیجا۔

---

**قلعہ دولت آباد پر قبضہ**

فتح خاں کو جب بادشاہی افواج کی مسلسل کامیابیوں کی اطلاع ملی تو اس کے حوصلے پست ہوگئے۔ آخرکار اس نے اپنے پسر کے عبدالرسول کو اطاعت کا پیغام دے کر بھیجا کہ وہ قلعہ کی کنجی حوالہ کرنے پر راضی ہے بشرطیکہ اسے امان کا قول اور اہل وعیال کو قلعہ سے منتقل کرنے کے لئے ایک ہفتہ کی مہلت دی جائے۔ خان خاناں نے اس کی درخواست قبول کرلی اور اس کی مدد کے لئے دو لاکھ پچاس ہزار روپیہ، ہاتھی اور پالکیاں عبدالرسول کے ہمراہ بھجوادیں۔ فتح خاں کے قلعہ سے نکلنے کے بعد ۱۹ ذی الحجہ سن ایک ہزار بیتالیس ہجری (۱۰۴۳ھ) کو اٹھاون دن کے خوں ریز محاصرہ کے بعد وہ نو حصار والا قلعہ فتح ہوگیا۔ اور دولت آباد میں "ابوالمظفر شاہجہاں بادشاہ غازی" کا خطبہ پڑھا گیا اور نظام الملک جو نو عمری سے ہی فتح خاں کی قید میں تھا۔ بادشاہی امراء کی قید میں آگیا۔

**دولت آباد کا شہر اور قلعہ**

کہتے ہیں دولت آباد کے نو قلعوں میں سے پانچ تو سطح زمین پر ہیں اور چار ایک مدور پہاڑ پر بنے ہوئے ہیں۔ اس قلعہ کا مجموعی دَور ساڑھے پانچ ہزار شاہجہانی گز اور ایک کوس دس جریب میں ہے۔ اس کی بلندی ایک سو چالیس گز ہے۔ زمانۂ قدیم میں اس کا نام دھاراگیر یا دیوگیر تھا۔ بعد میں جب سلطان محمد تغلق نے اس قلعہ کو اور دکن کے بیشتر علاقوں کو فتح کیا اور اپنی آبادکردہ دہلی کو برباد کرکے لوگوں کو وہاں لے جاکر بسایا تو اس کا نام دولت آباد رکھا۔ لیکن جس شہر اور عمارت کی بنیاد جبر و ظلم پر رکھی جاتی ہے وہ آباد نہیں رہتی۔ چنانچہ محمد تغلق کے مفتوحہ علاقوں میں بھی بہت جلد رخنے پڑگئے۔ اس نے جن لوگوں کو زبردستی دہلی سے لاکر یہاں بسایا تھا۔ ان میں سے اکثر اپنے وطن مالوف کو لوٹ کر چلے گئے۔ اس کے بعد جب دکن کے سلطان علاؤالدین حسن، بہمنی نے دکن میں اپنی مستقل سلطنت قائم کی تو اس نے بھی اس دارالحکومت میں جو جبر و استبداد پر قائم ہوا تھا، ٹھیرنا پسند نہیں کیا اور گلبرگہ کو "حسن آباد" کا نام دے کر اپنی سلطنت کا پایۂ تخت بنالیا۔ دارالحکومت کی منتقلی کے بعد دولت آباد کا شہر بالکل ہی ویران ہوگیا۔ صرف قصبۂ کھرکی میں تھوڑی سی آبادی رہ گئی اور دولت آباد کا نام (جو شہر کا نام تھا) صرف قلعہ کے لئے زبان زد ہوگیا۔ سلاطین دکن کے دفاتر میں قلعہ کا یہی نام (دولت آباد) لکھا جانے لگا

**شہر اورنگ آباد** شاہجہاں کے زمانہ میں خاص طور سے شاہزادہ محمد اورنگ زیب کی صوبہ داری کے عہد میں زین العابدین خوافی کی سعی واہتمام سے قلعہ سے سات کوس کے فاصلہ پر اورنگ آباد کے نام سے ایک اچھا خاصہ شہر آباد ہوگیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ میں سارے دکن میں اس جیسا آباد اور معتدل آب وہوا کا شہر نہیں ہے جہاں ہر قسم کے پھل اور میوے دستیاب رہتے ہیں۔ ہاں صوبہ تلنگانہ میں فرخندہ بنیاد" حیدر آباد ایسا شہر ہے جو "خجستہ بنیاد" اورنگ آباد سے ہمسری کا دعوٰی کرسکتا ہے۔ لیکن اب تو وہ بھی ویران ہوگیا ہے۔ دولت آباد کے قلعہ کی تعریف میں حاجی محمد جان قدسی نے کہا ہے

| | |
|---|---|
| حصاری کہ مثلش ندیدست کس | بود قلعہ دولت آباد و بس |
| فلک را رخ از رفعت پایہ رش | کبود است از پرتو سایہ اش |
| بود مملکت را عروس ایں حصار | کہ پائیش بود از شفق زرنگار |

**دولت آباد پر بیجاپور کا حملہ** ۲۶ ذی الحجہ کو قلعہ کے فتح ہونے کی خوش خبری شاہجہاں کو ملی خان خاناں اور اس کے ہمراہی عنایات شاہانہ سے نوازے گئے۔ نصیر خاں کو خان دوراں کا خطاب اور ایک ہزاری مع ہزار سوار کا اضافہ ملا۔ خان خاناں نے خان دوراں کو مرتضٰی خان کے ساتھ قلعہ کی حفاظت پر متعین کیا اور قلعہ دار مقرر کر کے دکنیوں کی سرکوبی کے لئے ظفر نگر کی طرف روانہ ہوگیا وہاں دکنیوں سے بڑی سخت لڑائیاں ہوئیں جن میں بیجاپوریوں کا مشہور سردار ماناجی مارا گیا اور عادل شاہی حکومت نے خوف زدہ ہوکر مصالحت کی سلسلہ جنبانی کی۔ مراری نے جو بیجاپور کا وزیر اعلیٰ تھا۔ اندولہ خاں کے باپ فرہاد کو مصالحت کا پیام دے کر خان خاناں کے پاس روانہ کیا مگر اس تجربہ کار سپہ سالار نے ان کی باتوں کا اعتبار نہیں کیا اور ان کے ایلچی کو باریابی کی اجازت نہیں دی۔ دکن کے سردار جب مصالحت سے مایوس ہوگئے تو پھر سب نے مل کر قلعہ دولت آباد پر قبضہ کر لینے کا ارادہ کیا اور نظام پور پہنچ کر مورچے لگا دیئے اور قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ خان خاناں کو جب اس کی خبر ہوئی تو غلہ اور رسد لے کر وہ دولت آباد کی طرف روانہ ہوا۔ خان دوراں نے خان خاناں کی کمک کا انتظار نہیں کیا۔ اور قلت تعداد کی پرواہ کئے بغیر قلعہ سے نکل کر دشمن پر حملہ کردیا اور بہادرانہ حملے

کرکے ان کو قلعہ کے پاس سے بھگا دیا۔ مگر کئی بار جمع ہو کر شوخی کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ خان خاناں رسد اور غلہ کے ساتھ وہاں پہنچ گیا اور دس ہزار بیل ہر قسم کی چیزوں کے بوجھ سے لدے ہوئے قلعہ میں بھجوا دیئے اور خود برہان پور کی طرف چلا گیا۔ خان دوراں نے بھی بادشاہی حکم پہنچنے پر مرتضیٰ خاں کو مستقل قلعہ دار مقرر کر دیا اور خود اپنی صوبہ داری پر مالوا چلا گیا۔

## فرنگیوں کے خلاف فوجی کارروائی

دکن کے ساحلی علاقوں اور بگلانہ کے تعلقہ میں فرنگیوں نے بعض قلعوں پر قبضہ کر رکھا تھا بادشاہی فوجوں کی پیش قدمی سے ڈر کر وہ ان قلعوں کو خالی چھوڑ کر نکل گئے۔ اس علاقہ میں سیدی فولاد اور سیدی مفتاح نظام الملک کے سردار بھی تین ہزار سواروں اور پیدل فوج کے ساتھ موجود تھے وہ بھی وہاں سے فرار ہو گئے۔ بادشاہی فوج پر بگلانہ کے علاقہ پر راجہ بہاری متعین تھا۔ اس نے ان کا تعاقب کیا اور سیدی فولاد کے ہاتھی اور اہل و عیال کو اس نے گرفتار کر لیا۔ چار سو فرنگی مرد اور عورتیں بھی اپنے تصویری بتوں کے ساتھ جو ان کے کلیسا میں رکھے جاتے ہیں گرفتار کر لئے گئے۔ راجہ بہاری نے ان سب کو مع مال غنیمت حضور میں بھجوا دیا۔ بعض فرنگیوں نے تو اسلام قبول کر لیا اور بقیہ کو قتل کر دیا گیا۔ ان ہی دنوں فتح خاں نظام الملک کے اور قلعہ دولت آباد کے ہاتھیوں اور مال و اسباب کے ساتھ اسیروں کے ساتھ پہنچا تھا۔ حکم ہوا کہ مال و اسباب تو سرکار میں ضبط کر لیا جائے، اور نظام الملک کو قلعہ گوالیار میں کہ اس کے عزیز و اقارب پہلے ہی سے وہاں قید تھے بھجوا دیا۔ فتح خاں کے لئے سالانہ دو لاکھ روپیہ کا وظیفہ مقرر ہوا۔ اس کی ذاتی ضروریات کا ساز و سامان اس کے لئے معاف کر دیا گیا۔

## شجاع کا دکن پر تقرر

اب تک شاہزادہ دارا شکوہ اور محمد شجاع کو کوئی منصب نہیں ملا تھا۔ خان خاناں کی تجویز پر محمد شجاع کو سامنے سات سو روپیہ یومیہ کے عوض دس ہزاری پانچ ہزار سوار کا منصب عطا کر کے دکن روانہ کر دیا گیا۔ اس زمانہ میں یہ قاعدہ تھا کہ جب تک شاہزادوں کو کسی خدمت پر مامور نہیں کیا جاتا تھا منصب نہیں دیا جاتا تھا۔ چونکہ بادشاہ بڑے لڑکے شاہزادہ دارا شکوہ کو تمام فرزندوں میں بہت زیادہ چاہتے تھے اور اس کو خود سے جدا کرنا گوارا نہیں تھا اس لئے

اب تک اسے کسی خدمت پر مامور نہیں کیا تھا۔ اور نہ کوئی منصب دیا گیا تھا۔ لیکن اب شجاع کو منصب عطا کرنے کے بعد یہ ضروری ہو گیا کہ بڑے شاہزادہ کے وقار کو برقرار رکھنے کے لئے اسے بھی منصب عطا کیا جائے چنانچہ بادشاہ نے خلاف قاعدہ کسی خدمت پر مامور کئے بغیر داراشکوہ کو بارہ ہزاری چھ ہزار سوار کا منصب دیگر عنایات کے ساتھ عطا فرمایا۔

محمد شجاع کو دکن روانہ کرتے وقت خلعت، گھوڑا، ہاتھی سونے چاندی کے ساز کے ساتھ مع دیگر عنایات کے مرحمت کیا گیا۔ شاہزادہ کے ساتھ سید خان جہاں، سید عالم بارہہ، راجہ جے سنگھ راجہ بیٹھل داس اور دوسرے امراء کو اضافہ اور انعامات دے کر مقرر کیا۔ غرض بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ شاہزادہ کو رخصت کیا گیا۔ نجومیوں کی تجویز پر بادشاہ نے ہدایت کی کہ شاہزادہ رتھ پر سوار ہو کر نوبت بجاتے ہوئے رخصت ہو۔

اسی سال صادق خاں میر بخشی کا انتقال ہو گیا۔ بادشاہ نے شاہزادہ محمد اورنگ زیب کو مامور کیا کہ وہ اس کے پس ماندگان کو تسلی دلاسا دینے کے لئے جائے اور اس کے بڑے بیٹے جعفر خاں کو اپنے ساتھ حضور میں لے آئے۔ میر بخشی کے عہدہ پر صادق خاں کی جگہ اسلام خاں کو مقرر کیا گیا۔ خان دوراں کو حکم دیا گیا کہ وہ مالوہ میں اپنا نائب مقرر کر کے شاہزادہ محمد شجاع کی رکاب میں دکن چلا جائے۔ برار اور بالاگھاٹ کے زمینداروں کے نام بھی قلعہ گیری کے سامان فراہم کرنے اور انتظام کرانے کے لئے احکام صادر کئے گئے۔

---

## (جلوس کا ساتواں سال مطابق سن ایک ہزار بیالیس ہجری (۱۰۴۲ھ)

ساتویں سال کا جشن بھی حسب سابق ترتیب دیا گیا۔ اس سال محل دار خاں دکنی کو اس کی حسن کارگذاری کے صلہ میں جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ چار ہزاری اور دو ہزار سوار کا منصب مع گھوڑا ہاتھی مرصع تلوار اور بیس ہزار روپیہ عطا کیا گیا۔

**رعایا کے نقصان کی تلافی**

بادشاہ نے اوائل ماہ شعبان مطابق وسط بہمن میں کشمیر کا ارادہ کیا۔ اس سفر کے لئے تاکیدی احکام جاری کر دیئے گئے تھے۔ اگر کسی بھی شخص نے راستہ میں کھیتی باڑی سے ایک خوشہ بھی توڑا تو اس کا ہاتھ قطع کر دیا جائے اور کھیت والے کو اس کی دگنی قیمت دلائی جاتے۔ جن مقامات پر راستوں کی تنگی کی وجہ سے فوج اور بار بردار دستوں کو کھیتوں میں سے گذرنا ناگزیر

ہو جائے تو وہاں جتنی اراضی لشکر کی روند میں آجائے اس کی باقاعدہ پیمائش کے لیے بادشاہ نے امانت دار خدا ترس جزرس نگران مقرر کئے۔ اس زمانہ میں سفر کے اسی ضابطہ پر عمل ہوتا رہا کبھی کوئی شکایت سننے میں نہیں آئی۔

## کشمیر کی طرف کوچ

۲۳ ماہ مذکور میں سواری شاہانہ دارالملک دہلی پہنچی۔ بزرگان دین کی زیارتوں سے فارغ ہو کر بلاتوقف لاہور کی طرف کوچ کر دیا گیا۔ چھ رجب کو لاہور میں منزل ہوئی۔ یہاں یمین الدولہ آصف خاں نے بیس لاکھ روپیہ کے خرچ سے ایک بڑی عمارت تیار کی تھی اس کی درخواست پر بادشاہ اس محل میں تشریف لے گئے اس نے چھ لاکھ روپیہ جواہرات اور جنس و نقد کی پیش کش کی۔ بادشاہ نے لاہور کے نظم ونسق کا معائنہ کیا پھر میاں محمد میر سے جن کے روحانی کمالات کا سکہ دلوں پر بیٹھا ہوا تھا ملاقات کے لئے گئے اور ان کی خانقاہ کے خدام اور مستحقین کو ایک خطیر رقم عطا کی۔ لاہور میں بادشاہ کا قیام ۵ ماہ رجب تک رہا۔ لاہور سے کشمیر کی طرف کوچ کرنے کے بعد بادشاہ نے کشمیر کے راستوں کی تنگی کے پیش نظر شاہزادوں کو اور آصف خاں اور دوسرے امراء کو حکم دیا تھا کہ وہ گھاٹیوں کو اطمینان خاطر سے پہلے عبور کر جائیں۔ ان کے عبور کرنے کے بعد بادشاہ کی سواری جائے گی اس انتظام کے سبب لشکر کو وہ زحمتیں اٹھانی نہ پڑیں جو اس سے پہلے کے بادشاہوں کو سفر میں برداشت کرنی پڑتی تھیں۔ نسبتاً آسانی سے یہ راستہ طے ہو گیا پھر بھی کشمیر کا راستہ ایسا دشوار گذار ہے کہ دقتوں اور پریشانیوں کا پیش آنا ناگزیر ہے۔ محمد جان قدسی نے کشمیر کے دشوار گذار راستہ کی خوب تعریف کی ہے ؎

معاذ اللہ از راہ پیر پنجال | کہ مثلش دیدہ کم چرخ کہن سال
سراپا گشتہ حیرت چرخ والا | کہ رہ ایں کوہ را چوں رفت بالا
بود مشکل گذشتن زیں رہ تنگ | دریں رہ راہ رو نقشے است بر سنگ
گرو ہی دست از جان بر فشاندہ | دریں رہ چوں گرہ بر تار ماندہ
ز تلغ رہ بسر غلطیدہ یکسر | چناں کز رشتہ بگستہ گوہر

شاہی قافلہ اٹھارہ ذی الحجہ کو خانپور کے جنت نظیر خطہ میں پہنچ گیا اور اس گلبار سراپا بہار مقام پر راستہ کی زحمت و تکان اتارنے کے لئے عیش و تنعم کی محفلیں

آراستہ کی گئیں۔ اب ہم اس سرزمین بہار آفریں کے سبزہ زاروں اور سرود نغمہ کی ان محفلوں کی کیا توصیف کریں یہ ذکر طوالت کا باعث ہوگا۔ افصح الشعراء عرفی نے اس سرزمین کی تعریف میں بڑے اچھے شعر کہے ہیں۔ اس کا یہ شعر تو سارے مضمون کا جامع ہے ۔

ہر سوختہ جانی کہ بہ کشمیر در آید
گر مرغ کباب است کہ با بال و پر آید

کشمیر کی تعریف میں ملا طغرائی مشہدی کے یہ چند شعر بھی بڑے نمونے کے ہیں۔

گل و سنبل درین گلشن نبا شد ۔۔۔ بہار این جا بہشتی آشنا شد
شفق سر جوش رنگ لالہ زارش ۔۔۔ فلک یک پشتۂ سبز از بہارش
نداند مرغ این گلشن رمیدن ۔۔۔ نگردد سبزہ اش سیراز دمیدن
کشیدہ کوہہا از سبزۂ خاک ۔۔۔ بجوش سبزۂ و گل سر بہ افلاک
بجائے قلۂ کوہش رسیدہ ۔۔۔ کہ رنگ از چہرۂ رفعت پریدہ
زموج لالہ از بس خوردہ پہلو ۔۔۔ بود رالاہش بصد باریکی مو
زطغیان گل و سنبل بہ گلگشت ۔۔۔ نہ کوہش می شود معلوم نے دشت
زمین گل آسمان گل بحر و بر گل ۔۔۔ نہ ماندہ در عدم گوئی دگر گل
سرود و حسن این جا ہم عنا نند ۔۔۔ گل و تے ہر دو جنس یک دکا نند
ترنم ریز ہر سو خوش خرامی ۔۔۔ بہ پائے نغمہ در سیر مقامی
بہ مطرب نے دل اینجا بستہ دارد ۔۔۔ کہ یک دم بے لب او بر نیارد

اس خطۂ سرسبز و خوش آثار میں بادشاہ نے سیر و تفریح میں اپنا وقت گذارا اور بزم نشاط کے لطف اٹھائے اس دوران میں البتہ ایک خبر نے دل کو مکدر کر دیا۔ حضور میں عرض داشت پہنچی کہ شاہزادہ محمد شجاع کی بیوی جو مرزا رستم صفوی کی لڑکی تھی ایک لڑکی کی ولادت کے بعد فوت ہو گئی۔ بادشاہ نے نو مولود لڑکی کا نام دل پذیر بانو بیگم رکھا۔

## پرینده اور ملک میدان

شاہزادہ محمد شجاع برہان پور میں جا کر ٹھیر گیا تھا۔ اور قلعہ پرینده کی تسخیر کی فکر کر رہا تھا۔ پرینده کا قلعہ نظام الملک

کے قلعوں میں بڑا مستحکم قلعہ تھا۔ اعظم خاں نے اس کو فتح کرنے کے لئے بڑا وقت ضائع کیا تھا، مگر اسے بھی وہاں سے ناکام لوٹنا پڑا تھا۔ اس وقت وہاں کا قلعدار آقا رضوان نامی تھا۔ اعظم خاں کی ناکامی کے بعد عادل شاہ نے تین لاکھ ہون رضوان کو دے کر اس سے قلعہ کو خرید لیا تھا اور اسے اپنے فرستادہ سیدی فرحام نامی کی تحویل میں دے دیا تھا پرینده میں ایک بہت بڑی توپ "ملک میدان" نامی تھی کہتے ہیں کہ اتنی بڑی اور اتنی عمدہ ساخت کی توپ شاید ہی کہیں ہو اس کے دہانہ میں ایک مسلح آدمی بلا کسی تنگی کے اطمینان سے بیٹھ سکتا تھا۔ یہ توپ پہلے قلعہ احمد نگر میں تھی۔ زمانہ کی الٹ پھیر میں اس پر سیدی عنبر کا قبضہ ہو گیا اور اُس نے احمد نگر سے پرینده میں منتقل کرا دیا۔ اب عادل شاہ نے اسے بیجاپور منگوا لیا تھا۔

**شجاع کا پرینده پر حملہ**

شجاع کے برہان پور آنے کے بعد خان خاناں نے آکر باریابی حاصل کی۔ گفتگو اور مشورہ میں طے پایا کہ سب سے پہلے قلعہ پرینده کی مہم سر کی جائے اور اس کی تسخیر کے لئے ایک لشکر متعین کر دیا جائے۔ شاہزادہ نے جوانی کے جوش اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے بڑی عجلت سے کام لیا۔ قلعہ کشائی کے ساز و سامان فراہم کئے نہ مناسب بندوبست کیا۔ خان خاناں اور خان زماں کو ہمراہ لے کر قلعہ پرینده پر فوج کشی کے ارادہ سے کھاپور پہنچ گیا۔ یہاں سے خان زماں کو راجہ جے سنگھ اور دوسرے امرا کے ہمراہ ہراول کے طور پر قلعہ گیری کا کچھ سامان دے کر روانہ کر دیا اور حکم دیا کہ راستہ میں جہاں بھی بیجاپور کے تعلقے میں ان کو تاخت و تاراج کر کے ہر جگہ بادشاہی تھانے قائم کرتے چلے جائیں۔

**ساہو بھوسلہ کی شرارت**

اسی درمیان میں خبر ملی کہ ساہو بھوسلہ نے نظام الملک کے خاندان کے ایک آدمی کو جو کسی قلعہ میں قید تھا اغوا کر کے اپنی نگرانی میں لے لیا ہے اور اس کی وراثت کا دعویٰ کر کے شرانگیزوں کی ایک جماعت کے ساتھ ہنگامہ اور فساد شروع کر دیا ہے اور ظفر نگر کے علاقہ کو لوٹ لیا ہے۔ شجاع نے اس کی سرکوبی کے لئے خواص خان کو تین ہزار سوار دے کر متعین کیا اور حکم دیا کہ اس کو ملک سے خارج کرنے کے بعد مارکونده کو جسے بھوسلہ کا وطن بتایا جاتا ہے غارت کر دیا جائے۔ اسی درمیان میں یہ خبر اُڑنے لگی کہ عادل شاہ کی طرف سے اندولہ خاں امرائی

اور دکن کے دوسرے چار نامی گرامی سردار ایک بہت بڑی فوج لے کر پرینده کی مدد کے لئے پہنچ گئے ہیں۔

## قلعہ دار پرینده کی ہلاکت

بیجاپور کی امدادی فوج کے پہنچنے تک خان زماں قلعہ کے قریب پہنچ چکا تھا جب اسے غنیم کی فوج کی اطلاع ملی تو وہ تیزی سے ایک کوس پر ہٹ آیا اور ایک نالہ کے قریب جس میں پانی بہت کم تھا، پڑاؤ ڈال دیا اور مورچے باندھے نقب لگوانے کا انتظام کرنے لگا۔ بیجاپوریوں کی کمک آنے سے پہلے قلعہ والے بھی موقع پاکر باہر نکل آتے تھے اور بادشاہی فوج کے مورچوں پر حملے کرتے رہتے تھے اور کافی نقصان پہنچاتے تھے انہی حملوں کے دوران ایک دن پرینده کا قلعدار سید تقی زرجام قلعہ کے ایک سوراخ میں سے میدان کا معائنہ کر رہا تھا۔ اس وقت بندوق کی ایک گولی اسی سوراخ کے راستہ اس کی آنکھ میں آکر لگی اور وہ اس صدمہ سے فوت ہوگیا۔ عادل شاہ کو بھیجا ہوا نیا قلعدار چونکہ وہاں پہنچ نہ سکا تھا۔ اس لئے قلعہ پہلے کے ایک قلعدار کے انتظام میں آگیا۔

## دکنیوں کی جنگی چال

جب شاہزادہ شجاع بیر کے پرگنہ پر پہنچا تو الوہ سے خان دوراں بھی ایک عمدہ فوج لے کر مدد پر آگیا۔ رمضان کے اوائل میں شاہزادہ قلعہ سے تین کوس پر پہنچا اور دائرہ باندھ کر پڑاؤ ڈال دیا مگر ابھی لشکر کے خیمے کھڑے بھی نہیں ہوئے تھے کہ غنیم کی چھاپہ مار فوج اطراف سے نکل آئی اور لشکرگاہ پر حملہ کردیا اور چارہ گھاس اور رسد کو لوٹ لینے کی کوشش کی دوسرے دن تو رسد اور باربرداری پر دشمن نے بڑے سخت حملے کئے۔ رسد پر خان خاناں کا لڑکا لہراسپ اور حکیم خوش حال متعین تھے دشمن کے حملوں سے یہ مغلوب ہوگئے۔ جب خان خاناں کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ خان زماں کے ساتھ اس طرف آیا اور دشمن پر حملہ کردیا۔ جب لڑائی اپنے زور پر پہنچی تو دکنیوں نے ایک جنگی چال سے کام لیا وہ بظاہر شکست کھاتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے اور اس ترتیب واندازہ سے کہ خان خاناں ان کے پیچھے پیچھے لگا چلا آئے اور اس طرح وہ اسے اپنی بڑی فوج تک لے آئیں۔ جب تک خان خاناں ان کی اس چال کو سمجھتا، دکن کے گوریلا دستوں نے اس کو اطراف سے گھیر لیا اور اس طرح حلقہ بندی کردی کہ اس کا نرغہ سے زندہ نکل آنا محال ہوگیا اسی طرح خان زماں کو بھی ایک جگہ نرغہ میں

لے لیا۔

## خان دوران کا حملہ

خان دوران اس ہنگامہ کے شروع ہونے پر ہاتھی پر سوار ہو گیا تھا اور اپنے مقام پر کھڑے ہو کر ان جاسوسوں کا انتظار کر رہا تھا جنہیں میدان جنگ کی خبر لانے کے لئے متعین کر دیا گیا تھا۔ جاسوس اطلاع لے کر آئے کہ دشمن نے اپنی تین فوجوں کو اس طرح آگے بڑھایا ہے کہ ایک فوج نے تو خان زماں کی جمعیت کو نرغہ میں لے رکھا ہے اور دوسری دس بارہ ہزار کی فوج خان خاناں کو گھیرے ہوئے ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کی مدد سے عاجز آ گئے ہیں۔ تیسری امدادی فوج نے باوشاہی جمعیت کے اطراف ناکہ بندی کر رکھی ہے۔ اس عرصہ میں خان خاناں کے ہمراہیوں کی ایک بڑی جماعت جس میں راجہ موہن داس بھی شامل ہے کام آ چکی ہے۔ جب یہ اطلاعات خان دوران کو ملیں تو وہ سرعت کے ساتھ خان خاناں کی مدد کے لئے روانہ ہو گیا۔ وہ عین اس وقت میدان میں پہنچا جب کہ دکنیوں کی فوج زخمیوں کو اٹھا کرلے جانا چاہتی تھی اور ایک گروہ اس کی مزاحمت کر رہا تھا۔ خان دوران نے پہنچتے ہی دلیرانہ حملے شروع کر دیئے اور جگر شگاف نعروں سے زمین آسمان دہلنے لگے ؎

زبس نعرہ کامد بروں از کمیں
فروافتاد آسماں برزمیں

خان دوران نے زبردست حملہ کر کے لاشوں اور نیم جان زخمیوں کو میدان سے اٹھا کر گھوڑوں پر بندھوا لیا اور خان خاناں کی مدد پر پہنچ گیا اس کی آمد سے خان خاناں کو تقویت ملی اور وہ زور لگا کر دشمن کے نرغے سے نکل آیا اور دشمن ہزیمت کھا کر بھاگ گیا۔ اس درمیان میں شاہزادہ بھی اس جنگ مغلوبہ کی خبر پا کر ہاتھی پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا تھا مگر راستہ ہی میں خان دوران اور خان خاناں نے مل کر مخالفوں کی ہزیمت پانے کی اطلاع دی اور شاہزادہ کو پیش قدمی سے روک دیا۔ شاہزادہ نے خان دوران کی اس کارنامہ پر بڑی تعریف کی۔

دکنی فوج کے چھاپہ مار دستوں نے شاہی لشکر کو سخت پریشان کر دیا تھا وہ مورچوں پر باربرداری پر اور رسد پر چھاپے مارتے رہتے تھے۔ لشکر کے بہت سے آدمی ان کے حملوں میں ہلاک ہو گئے۔ چارہ گھاس اور سامان رسد کبھی تو پورا پہنچ جاتا تھا

اور کبھی نصف۔ ایک دن جب کہ بادشاہی لشکر کے آدمی چارہ اور رسد لاد کر لشکر کی طرف روانہ ہوئے تو دشمن کی ایک فوج نے ان کا محاصرہ کرلیا اور دو رویہ حملے کرنے لگے۔ اسی دوران میں ایک آتشیں بان گھاس سے لدے ہوئے ایک اونٹ پر آکر گرا اور سوکھی گھاس ہوا کے جھکڑ سے دھڑا دھڑ جلنے لگی۔ پھر اس کے شعلے دوسرے اونٹوں کے لوجھوں میں بھی لگ گئے جب تک لشکر خبردار ہو، بہت سارے ہاتھی اور اونٹ جل کر راکھ ہو گئے۔ اس بار دکنیوں نے پوری طرح غلبہ پالیا اور بادشاہی لشکر میں گھاس کا ایک تنکا تک نہیں پہنچ سکا۔ خان خاناں کو جب اطلاع ملی تو وہ سوار ہو کر موقع پر پہنچا۔ راستہ میں اسے معلوم ہوا کہ شاہزادہ بھی سوار ہو کر آرہا ہے تو اس نے کہلوا بھیجا کہ حضورِ جہاں تک پہنچ چکے ہیں وہیں ہاتھی پر سوار ٹھہر جائیں اور جب تک ہم جان نثار بندوں کی جان میں جان ہے آگے نہ بڑھیں۔ جب دشمن کو خان خاناں اور شہزادہ کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے کچھ اونٹوں کو تو ہلاک کر دیا اور بعض کی رسیاں کاٹ کر ان کے بوجھ اٹھوا لئے اور فرار ہو گیا۔ البتہ چند ہیمہ بردار ہاتھیوں اور اونٹوں اور ادھ جلے جانوروں کو انھوں نے واپس ہنکا دیا۔

## دکنی فوج سے ایک اور لڑائی

جب چھاپہ ماردستوں کی ان کارروائیوں سے بادشاہی لشکر بہت تنگ آگیا تو خان خاناں نے مشورہ دیا کہ بادشاہی فوج آخر رات میں سوار ہو کر اچانک دکنیوں کی لشکرگاہ پر حملہ کرے اور ان کی رسد کو لوٹ لے۔ مگر سرداران لشکر کی باہمی مخالفت اور حسد کی وجہ سے اس کی خبر غنیم کو بھی مل گئی اور وہ ہوشیار ہو گیا اس نے اپنا ساز و سامان رسد وغیرہ لدوا کر اس دستور کے مطابق جو وہاں اب تک رائج ہے۔ چند سرداروں کو باربرداری کے ساتھ روانہ کر دیا۔ چنانچہ جب بادشاہی لشکر دکنیوں کی لشکرگاہ تک پہنچا تو دن نکل آیا تھا اور ان کی باقاعدہ فوج مقابلہ کے لئے مستعد اور تیار کھڑی تھی اس نے اس حملہ کی اصل غرض تو فوت ہو گئی۔ صرف غلہ سے لدے ہوئے چند بیل جو بوجھ کے مارے رہ گئے تھے اور چارہ گھاس کے چند اونٹ اور بیل جو ریوڑ سے بچھڑ گئے تھے۔ بادشاہی آدمیوں کے ہاتھ آگئے اور بس۔ اس وقت راجہ جے سنگھ کا بیجاپور کی فوج سے مقابلہ ہوا اور ایک سخت لڑائی ہوئی دکنی فوج کا ایک نامور سردار ہود ہوجی نامی جو پہلے سے زخمی تھا۔ چند ساتھیوں

کے ہمراہ گرفتار ہوگیا۔

**شجاع میدان جنگ میں**

اسی اثنار میں خبر پہنچی کہ خان خاناں کا ایک ملازم کا کا پنڈت رسد اور غلہ لے کر لشکر کے قریب پہنچ گیا ہے اور دکنی فوج اس کو روکنے کے لئے سوار ہوگئی ہے۔ خان خاناں نے شاہزادہ سے کہا کا کا پنڈت کے ہمراہ اتنی جمعیت ہے کہ وہ دکنیوں سے سمجھ لے گا۔ یہ ایک اچھا موقع ہے۔ ان کی فوج دو۔گئی ہوتی ہے ہم سوار ہوکر ان کے "بھیر" (رسد اور باربرداری) پر حملہ کر دیں اور اسے لوٹ لیں۔ اس تجویز کے مطابق کسی فوج کو متعین کرنے پر مشورہ ہونے لگا تو شاہزادہ نے کہا "ہم خود سوار ہوکر جانا چاہتے ہیں۔ ہم بھی تو دیکھیں کہ دکن کی فوج کس طرح لڑتی ہے؟" چنانچہ لشکرگاہ پر لہراسپ کو جگ راج اور تین چار امیروں کے ساتھ چھوڑ کر بقیہ فوج نے دشمن کے بھیر کا رخ کیا۔ دکنیوں کو (جن کی خبر رسانی کا انتظام بہت عمدہ تھا) اس کی بھی خبر ہوگئی انھوں نے پہلے طریقہ پر "بھیر" کو لدوا کر آگے روانہ کر دیا اور چھپروں کو آگ لگا دی اور خود لڑائی کے لئے تیار ہوکر سامنے آگئے۔ جب فوجیں مقابل ہوئیں تو بڑی سخت لڑائی ہوئی طرفین سے بکثرت آدمی مارے گئے اور اسیر ہوئے جن میں غنیم کی تعداد زیادہ تھی۔ مراری پنڈت زخمی ہوکر گھوڑے سے گر پڑا اور دکنی دوبارہ میدان معرکہ سے بچ کر نکل گئے اور شاہزادہ اپنے کیمپ پر واپس آگیا۔

**شاہی لشکر میں پھوٹ**

خان خاناں اور خان دوراں دونوں صاحب داعیہ سردار تھے ان دونوں میں بڑی مخالفت پیدا ہوگئی۔ خان دوراں اکثر بڑی ہلکی باتیں کہتا رہتا تھا۔ مثلاً یہ کہ "میں نے خان خاناں کو موت کے پنجہ سے چھڑایا اور اس کی جان اور آبرو اس کو بخش دی" ان باتوں سے نزاع اور رقابت بڑھتی چلی گئی۔ فوج بھی خان خاناں کی سخت گیری سے تنگ تھی اور شکایت کرتی رہتی تھی۔ اسی لئے خان خاناں دشمن کے خلاف جس تدبیر اور منصوبہ پر عمل کرنا چاہتا، اس کی اطلاع قبل از وقت دشمن کو مل جاتی تھی اور وہ اس کی مدافعت اور توڑ کے لئے پہلے سے تیار رہتے تھے۔ ان حالات میں قلعہ کی تسخیر کے لئے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی فصیل تک۔ کوچۂ سلامت" (سرنگ) اور نقب بارہا پہنچا دی گئی مگر ہر بار محصورین

اس سے واقف ہو گئے اور اندر ہی اندر سے اس کو تباہ کردیا۔ البتہ ایک نقب کے پھٹنے سے برج کا ایک حصہ اڑ گیا مگر اس سے کوئی فائدہ اٹھایا نہیں جا سکتا تھا۔ اصل میں قلعہ والوں نے پہلے سے واقف ہو کر اندر سے نقب لگا کر اس نقب کا بارود نکال لیا تھا۔ اس لیے وہ پوری طرح نہیں پھٹی۔

## شاہی لشکر کی ناکام واپسی

دوسری طرف چارہ گھاس اور جلانے کی لکڑی کی کمی اور رسد کے منقطع ہو جانے کے سبب لشکر بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔ سواری اور باربرداری کے بہت سے جانور چارہ نہ ملنے اور دشمن کے متواتر حملوں سے ہلاک ہو گئے۔ آخر کار شاہزادہ نے خان خاناں کی تائید سے محاصرہ اٹھا لیا اور برہان پور کی طرف کوچ کر دیا۔ محاصرہ ماہ ذی الحجہ کے اوائل میں اٹھایا گیا تھا۔ اس طرح محاصرہ کی مدت سات ماہ ہو گئی تھی۔ ان سات مہینوں میں بے حد و حساب آدمی اور جانور ہلاک ہو گئے تھے۔ پھر برہان پور پہنچتے پہنچتے دو مرتبہ غنیم بیر کے قصبہ کے قریب سامنے آیا اور بڑے سخت مقابلے ہوئے اور دونوں طرف سے کافی آدمی مارے گئے جب بارگاہ شاہی میں شاہزادہ محمد شجاع کی ناکام واپسی کی خبر پہنچی تو بادشاہ بہت برہم ہوا اور اُس نے شاہزادہ اور خان خاناں دونوں کو معتوب کر کے حضور میں طلب کر لیا۔

## مسلمانوں کے بدعقیدہ فرقے

کشمیر کی سیر کے بعد آخر ربیع الاول میں بادشاہ لاہور کی طرف واپس ہوئے۔ جب بھمبر کی منزل پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس سرزمین کے مسلمان کلمۂ توحید تو پڑھ لیتے ہیں مگر اس کا مطلب سمجھتے ہیں اور نہ اسلام کے طور طریق سے واقف ہیں یہاں تک کہ کافروں تک کو اپنی بیٹیاں نکاح میں دیدیتے اور دونوں طرف سے رشتہ داریاں اور نسبتیں رکھتے ہیں۔ ایسی رشتہ داریوں کی ممانعت کے لئے سخت احکام نافذ کئے گئے پنجاب کی سرحد میں سواری پہنچی تو ایک جماعت نے آ کر استغاثہ کیا کہ اس علاقہ کے کافروں نے مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کو جبراً اپنے گھر میں ڈال لیا ہے اور وہ مسجدوں کو بھی برباد کرتے رہتے ہیں۔ حکم ہوا ان کو قید کر دیا جائے اگر وہ توبہ کر کے اسلام قبول کر لیں تو ان عورتوں سے ان کا از سرِ نو عقد پڑھوا دیا جائے۔ ورنہ ان کو قتل کر کے ان کے گھر، مال وغیرہ ضبط کر لیں مسجدوں کو انہی کے ہاتھوں سے تعمیر کرائیں اور بت خانوں کو منہدم کرادیں۔

اسی زمانہ میں خبر پہنچی کہ خان زماں، خان خاناں سے ناراض ہو کر حضور میں پہنچ گیا ہے اس کے ساتھ ہی مہابت خاں خان خاناں کے ناسور کے عارضہ میں انتقال کر جانے کی خبر پہنچی اس کی تاریخ وفات "زمانہ آرام گرفت" سے نکالی گئی۔ اس مقولہ پر مدح و ذم میں صاحب ذوق اشخاص نے بہت کچھ طبع آزمائی کی ہے۔

---

## جلوس کا آٹھواں سال مطابق سن ایک ہزار چوالیس ہجری (۱۰۴۴ھ)

**نئے عہدے اور تقررات**

آٹھویں جشن پر شاہانہ عنایات سے ہر شخص بہرہ مند اور فیض یاب ہوا۔ اس سال ۵ رجمادی الآخر کو بادشاہ دارالسلطنت لاہور میں داخل ہوا۔ حکم صادر ہوا کہ سرکار ہانڈیہ کے بعض محال جو مالوا کی سرحد کے متصل تھے اور احمد آباد کے علاقے جو نربدا اور تاپتی کے کنارے تھے صوبہ خاندیس میں شامل کر دیے جائیں۔ اب تک صوبہ خاندیس اور برار ایک ہی صوبہ دار کے ماتحت رہتے تھے حکم ہوا کہ ان پر علیحدہ علیحدہ دو صوبہ دار مقرر ہوں۔ نظام الملک کے نو مفتوحہ صوبہ بالاگھاٹ پر خان خاناں کے بیٹے خان زماں کو مقرر کیا گیا۔ یہ صوبہ سمندر کے ساحل اور کوکن کے ساحل تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کی آمدنی ایک ارب بیس کروڑ دام کی تھی۔ صوبہ برہان پور جس میں پائیں گھاٹ کے بعض محال شامل کر دیئے گئے تھے۔ خان دوراں کا تقرر عمل میں آیا۔ شاہزادہ محمد شجاع دکن سے آکر باریاب ہوا۔ شاہزادہ محمد اورنگ زیب کو اب تک پانچ سو روپیہ یومیہ ملتے تھے اس سال اس کو دس ہزاری چار ہزار سوار کا منصب مع لوازمات عطا کیا گیا۔

دکن کے نو مفتوحہ علاقہ میں ساہو برابر فتنہ و فساد مچاتا پھر رہا تھا اور بارہا اس کی شکایات عرض شاہی میں پہنچ چکی تھیں۔ اس کی سرکوبی کے لئے بادشاہ نے شاہزادہ محمد اورنگ زیب کو دکن بھیجنے کی تجویز کی اور خان دوراں اور خان زماں کو احکام صادر کر دیئے کہ وہ شاہزادے کے دکن پہنچنے سے پہلے وہاں چلے جائیں اور نظام شاہی افسروں کی سرکوبی کے لئے کوشش کرتے رہیں۔ چنانچہ مالوے سے خان دوراں برہان پور گیا اور نظام شاہی سرداروں کے خلاف فوجیں متعین کیں اور بڑی سخت لڑائیوں کے بعد قلعہ کے نیچے سے باغی فوجوں کو بھگا دیا۔

## بادشاہ کی اکبر آباد واپسی

۰ر شعبان کو لاہور سے دارالملک دہلی کی طرف کوچ ہوا اثنائے راہ میں سواری پر ہی میاں محمد میر اور دوسرے بزرگوں سے ملاقات کی اور مزاروں کی زیارت کرتے ہوئے منزل بہ منزل روانہ ہوتے۔ وسط رمضان میں بادشاہ کی سواری دہلی پہنچی اور شہر کے کنارے ایک باغ میں قیام کیا گیا۔ اسی منزل پر داراشکوہ کے گھر میں بیٹے کی ولادت کی خوش خبری پہنچی، بادشاہ نے اس کا نام سلیمان شکوہ رکھا۔ دہلی میں بادشاہ نے جنت آشیانی ہمایوں بادشاہ کے مقبرہ اور دوسرے بزرگوں کے مزار کی زیارت کی اس کے بعد دارالحکومت اکبر آباد کی طرف کوچ کر دیا۔ تین چار خوشیاں جمع ہوگئیں تھیں۔ ایک تو تخت مرصع (تخت طاؤس) تیار ہوگیا تھا جس میں خطیر رقم اور بہت سے جواہر جڑے گئے تھے اور طے ہوا تھا کہ جشن نوروز میں اس پر جلوس کیا جائے گا۔ دوسرے عید الفطر آگئی تھی تیسرے شاہزادہ سلیمان شکوہ کی ولادت کی خوشی تھی۔ لہذا بادشاہ نے عید کے دوسرے دن دارالخلافہ اکبر آباد میں داخل ہونے کے بعد ایک بہت بڑا جشن منعقد کیا۔

## تخت طاؤس

اس جشن میں بڑے اہتمام سے آرائش اور زیبائش کی گئی تھی۔ اس میں ایک زرباف مخمل کا کوچ تھا جو احمد آباد کے کارخانہ میں تین سال کی مدت میں ایک لاکھ دس ہزار روپیہ کی لاگت سے تیار ہوا تھا۔ اس کوچ کی مناسبت سے فرش اور لوازمات بھی تیار کئے گئے تھے پوری محفل زرین فرش فروش، رنگین آئینہ بندی سے جگ مگ جگ مگ کر رہی تھی۔ در و دیوار سے طلائی شعاعیں پھوٹتی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں، محفل کی ساری رونق تو تخت مرصع سے تھی جو سات سال کی مدت میں ایک کروڑ روپیہ کی لاگت پر تیار ہوا تھا۔ عراق کے سکہ میں یہ رقم ایک سو تیس ہزار تومان ہوتی ہے۔ چودہ لاکھ روپیہ کا تو سونا لگا تھا اور باقی رقم میں بیش قیمت جواہرات لگائے گئے تھے۔ اس تخت کی تعریف میں محمد جان قدسی نے کہا تھا ؎

زہے فرخندہ تخت پادشاہی — کہ شد ساماں بہ تائید الٰہی

فلک روزی کہ می کردش مکمل — زر خورشید را بگداخت اول

رساند گر فلک خود را بپائش — دہد خورشید و مہ را رونمائش

دہد شاہجہاں را بوسہ برپای | ازاں شد پایۂ قدرش فلک سای
چو تاریخش زباں پرسید از دل | بگفت اورنگ شاہنشاہ عادل

## جشن مسرت

بادشاہ کے تخت پر بیٹھنے کے بعد موسیقاروں نے راگ چھیڑ دیئے اور رقاصاؤں نے رقص کے کمال دکھانے شروع کئے۔ امراء مراسم تہنیت وتسلیم بجا لائے ایک مخلوق بادشاہ کی عنایات سے مالا مال ہوگئی بزرگوں، شاعروں اور ارباب طلب کے دامن زر وجواہر سے بھر دیئے گئے۔ غرض ایسا رنگا رنگ جشن تھا کہ مہر و ماہ بھی رشک سے تکے جا رہے تھے ؎

جشنی بہ ہزار دل فروزی | اختر ہمہ در سپند سوزی
ایام بدل نشاط افروز | ہم چوں شب عید و صبح نوروز

زمین وآسماں اس کی داد دے رہے تھے۔

ہمیں بس وصف ایں فردوس آئین | کہ باشد جلوہ گاہ خسرو دیں
بہ ذوق جشن تو روزی نقارہ | گلو از صورت بلبل گشت پارہ
نفیر و کرنا گشتند دم ساز | سرود زیر و بم شد ہر طرف ساز

اس جشن کے ۱۹ دنوں میں بادشاہ نے جی کھول کر انعام اور بخشش دی کوئی محتاج ایسا نہیں رہا جو غنی نہ ہوگیا ہو لوگوں نے اس داد و دہش کے طفیل برسوں کا ساز و سامان جوڑ لیا۔

## نجابت خاں کا سری نگر پر حملہ

کوہستان ولایت پنجاب کے فوج دار نجابت خاں نے عرض داشت بھیجی کہ اگر سری نگر کے باغی زمیندار کی مہم میرے سپرد کر دی جائے اور دو ہزار سوار سرحدی کے حساب سے مجھے دیئے جائیں تو میں اس علاقہ کو حدود سرکار میں شامل کرا دوں گا یا وہاں کے زمینداروں سے معقول پیش کش وصول کر لوں گا۔ بادشاہ نے اس کی درخواست قبول کر لی۔ اس نے فوج کشی کر کے بڑی محنت اٹھائی اور وہاں کے حاکم نشین قلعہ اور دوسرے دشوار گذار مقامات کو فتح کر لیا گھاٹی کے راستہ کو وہاں کے زمینداروں نے سنگ وگچ کی دیوار کھڑی کر کے بند کر دیا تھا اور محافظ فوج مقرر کر رکھی تھی نجابت خاں نے حملہ کر کے اس کو ڈھا دیا اور راستہ کو کھول دیا۔ اس علاقہ کا سردار بھاگ کر پہاڑوں میں چلا گیا پھر اس نے مجبور ہو کر دس لاکھ روپیہ

بادشاہ کے حضور میں اور ڈیڑھ لاکھ روپیہ نجابت خاں کے لئے روانہ کرنے کا اقرار کرلیا۔ اور مصالحت کی درخواست کی۔

**کشمیریوں کی چال**

نجابت خاں اس کی باتوں میں آگیا اور ناتجربہ کاری سے پوری طرح تحقیق کر کے اطمینان نہیں کرلیا اور صلح کی درخواست قبول کرلی۔ کشمیر کے زمیندار کا وکیل تھوڑے سے طلائی آلات اور چاندی کے برتن کچھ سنگ ریزے اپنے ساتھ لایا تھا جن کی مالیت ایک لاکھ روپیہ ہوتی تھی۔ بیس دن تک یہ وکیل نجابت خاں کی نگرانی میں رہا اس کے بعد بقیہ رقم لانے کے بہانے نکل کر چلا گیا۔ ضمانت میں وہ بطور یرغمال دو آدمیوں کو جو ٹھاٹ باٹ کی پوشاک پہنے ہوئے تھے اپنے عوض چھوڑ گیا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دونوں گمنام اور معمولی آدمی تھے جو خود اس کارروائی سے بے خبر تھے۔

**نجابت خاں خطرہ میں**

اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر باغیوں نے اطراف سے سارے راستہ بند کر دیئے اور رسد غلہ وغیرہ پہنچنے نہ دیا انہی سخت ناکہ بندی کر رکھی تھی کہ کسی قاصد کا آنا جانا بھی دشوار ہوگیا۔ رسد کے نہ پہنچنے سے لشکر کا حال بالکل تباہ ہوگیا۔ اس عرصہ میں باغی زمیندار برابر مکارانہ عرض داشتیں بھیجتا رہا اور طے شدہ رقم میں سے ایک چھدام تک ادا نہیں کی، یہاں تک کہ برسات کا موسم آگیا۔ اب تو لشکر والوں پر حالات بہت زیادہ تنگ ہوگئے۔ بارش اور سردی سختی سے سخت ہوتی چلی گئی ہر طرف سے سیلاب نے فاقہ زدہ آدمیوں اور جانوروں کو گھیر لیا۔ رات دن کی بارش نے ہر طرف جل تھل کر دیا، جہاں جہاں سرکاری تھانے تھے باغی ان پر آئے دن حملے کر کے تباہ کر دیتے تھے۔ آخر تنگ آکر نجابت خاں اپنے آدمیوں کو لے کر اس ہلاکت سے نکل جانے کی فکر کرنے لگا۔ اسی اثناء میں خبر ملی کہ اس نے جس گوجر کو قلعہ میں متعین کر کے یہاں تک پیش قدمی کی تھی، وہ باغیوں کے ہاتھوں اپنی جمعیت کے ساتھ مارا گیا ہے اور باغی سواروں اور پیادوں کی ایک کثیر تعداد نے تمام راستوں کو بند کر رکھا ہے۔

بہرحال اس مہم کا انجام یہ ہوا۔ نجابت خاں سارے لشکر توپ خانہ اور مال واسباب کو تباہ کر کے گنتی کے چند آدمیوں کے ساتھ بھیس بدل کر بڑی مشکل سے اس ہلاکت سے جان بچا کر نکلا۔ لوگوں کے بیوی بچے جو غاروں اور جنگلوں میں چھپ گئے تھے۔ باغی مفسدوں کے ہاتھ گرفتار ہوگئے۔ جب ان واقعات کی رپورٹ دربار میں ہوئی تو بادشاہ نے

نجابت خاں کا منصب منسوخ کر دیا اور اس کی جگہ مرزا خاں ولد شاہنواز خاں کو مقرر کیا گیا اور حکم دیا کہ نجابت خاں سے مذکورہ طے شدہ پیش کش وصول کی جائے۔

## بندیلہ کی دوسری بغاوت

جھجار سنگھ بندیلہ کو بادشاہ نے معافی دے کر خان خاناں کے ہمراہ دکن روانہ کر دیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد وہ خان خاناں سے رخصت لے کر اپنے وطن چلا گیا تھا اور اپنی جگہ اپنے بیٹے بکرماجیت نامی کو چھوڑ دیا تھا۔ بندیلہ نے اب پھر موقع پاکر سرکشی اختیار کر لی تھی۔ چنانچہ اس نے گڈھ کے زمیندار بھیم نرائن کو مکر و حیلہ سے اپنے پاس بلا کر اس کے ہمراہیوں سمیت قتل کر دیا تھا۔ اور اس کے قلعہ پر قبضہ کر کے سارا سامان اور اس کے خزانہ کا دس لاکھ روپیہ اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ بھیم نرائن کا لڑکا حضور میں تھا اس کو جب ان واقعات کی اطلاع ملی تو اُس نے حضور میں عرض کیا۔ بادشاہ نے اس کو کئی ایک نصیحت آمیز احکام بھیجے کہ وہ اپنی اس شورہ پشتی کو ترک کر دے اور بھیم نرائن کا مال اس کے وارثوں کے حوالہ کر دے مگر اُس کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ اس کا بیٹا بکرماجیت بھی اشارہ پاکر بغیر اجازت دکن سے اٹھ کر چلا آیا۔ جب برہان پور میں خان دوراں کو اُس کے فرار کی اطلاع ملی تو اُس نے مالوے تک اُس کا تعاقب کیا۔ سرکاری فوج جب اُس کے سر پر جا پہنچی تو بڑی سخت لڑائی ہوئی طرفین سے بہت سے آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے۔ بکرماجیت کو بھی دو زخم لگے اور وہ بڑی مشکل سے جان بچا کر باپ کے پاس پہنچ سکا۔

## باغیوں کے خلاف کارروائی

دربار سے ان باغی باپ بیٹوں کی سرکوبی کے لئے عبداللہ خاں بہادر، سید خان جہاں اور خان دوراں کو جو اس کے تعاقب میں مالوا آکر ٹھیر گئے تھے اور حکم کا انتظار کر رہے تھے۔ چند اور امیروں کے ساتھ مقرر کیا گیا۔ اب مالوہ کا صوبہ حسب سابق خان دوراں کے سپرد کر دیا گیا اور صوبہ برہان پور پر اللہ وردی خاں کو صوبہ دار بنا دیا گیا۔ برار کو بالا گھاٹ کے تحت کر کے خان زماں کے حوالہ کر دیا۔ جب جھجار سنگھ بندیلہ کو بادشاہی فوجوں کے مقرر ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے دربار میں اپنا وکیل بھیجا اور خان خاناں آصف خاں کو اپنا سفارشی بنا کر درخواست کی کہ بادشاہ سلامت دربار کے کسی بھی آدمی کو مقرر کر دیں جو اس کا ہاتھ پکڑ کر اس خطا پوش بارگاہ میں لے جا کر کھڑا کر دے۔

## بندیلہ کے خلاف اورنگ زیب کا تقرر

بادشاہ نے سندر کب رائے کو جو دربار کا شاعر تھا بہ سبب ہم جنس کے اس کے پاس بھجوا دیا اور حکم دیا کہ اگر وہ سرکار ساتوا (ساتوڑا) کے تعلقہ کو جس کی آمدنی تیس لاکھ روپیہ تھی بادشاہی آدمیوں کے سپرد کرے اور اپنے بیٹے بکرماجیت کو حضور میں بھجوا دے اور خود بدستور سابق دکن میں خان زماں کے پاس چلا جائے تو اس کے قصور معاف کر دیئے جائیں گے سندر کب رائے نے وہاں پہنچ کر اس سے گفت و شنید کی تو اس کی مکارانہ باتوں سے پتہ چل گیا کہ وہ محض مہلت حاصل کرنے کے لئے یہ حیلے حوالے کر رہا ہے اور اس عرصہ میں دشوار گزار مقامات کو مستحکم کر لینا چاہتا ہے۔ اور اپنے علاقہ کے خاردار جنگلوں اور دشوار گذار راستوں کے بھروسہ میں اطاعت کے لئے آمادہ نہیں ہے۔ اس تحقیق کے بعد سندر کب رائے مایوس ہو کر لوٹ آیا۔ بادشاہ نے نامی گرامی امراء کو اس مہم پر مقرر کر دیا تھا پھر بھی احتیاطاً محمد اورنگ زیب کی فوج کو بھی۔ جو دکن کے لئے تیار کی گئی تھی۔ اس کافر کی سرکوبی کے لئے مقرر کر دیا اور پورے لشکر کی سرداری شاہزادہ کے سپرد کر کے مزید ایک ہزار سوار کا اضافہ دوسری عنایات کے ساتھ منظور کیا۔ شائستہ خاں اور رستم خاں دکنی شاہزادہ کی ہمراہی میں روانہ کئے گئے۔

ان ہی دنوں بنگالہ کے زمینداروں کی پیش کش میں بارہ لاکھ روپیہ نقد اور جنس کی صورت میں وہاں کے صوبہ دار کی طرف سے ملاحظہ میں پیش کئے گئے۔

حکیم مسیح الزماں عرف حکیم منظفر کعبتہ اللہ سے لوٹ کر آ گیا تھا اس کو سورت کی بندرگاہ کا متصدی (گماشتہ) مقرر کیا گیا۔ سورت کی بندرگاہ مع مال و اسباب کے نواب قدسیہ بیگم کی جاگیر اور انعام میں دیدیا گیا تھا۔ منظفر کا تقرر بیگم کی نیابت کے لئے ہوا تھا اس کے تین ہزاری پانچ سو سوار کے منصب کو بھی بحال کر دیا گیا۔

## بادشاہ کی دکن کو روانگی

ان انتظامات کے بعد وسط ماہ ربیع الثانی سن ایک ہزار چالیس ہجری (۱۰۴۰ھ) میں دکن کی طرف بادشاہ نے کوچ کر دیا۔ دکن کے اس دوسرے سفر کی تاریخ حضور میں نکالی گئی ــــ "بادشاہ جہاں ایں سفر مبارکباد"۔ اسی سفر کے موقع پر میر کـ حسین خوافی کو ایک لاکھ روپیہ کے تحائف اور دو ہزار اشرفیاں دے کر نذر محمد خاں کے پاس سفارت کے لئے روانہ کیا گیا۔

## قلعہ آوندچھہ پر حملہ

اب ہم عبداللہ خاں اور دوسرے امرار کی ان کوششوں کا کچھ ذکر کرنا چاہتے ہیں جو جھجار کی مہم کے سلسلہ میں انھوں نے کیں شہزادہ اورنگ زیب کی آمد سے پہلے ہی یہ نامی گرامی امیر قلعۂ آوندچھہ تک پہنچ گئے تھے۔ یہ بڑا پُر فضا زرخیز پرگنہ تھا اسے جنت مکانی جہانگیر بادشاہ نے جھجار کے باپ نرسنگھ دیو کو ابوالفضل کو قتل کرنے کے صلہ میں عطا کیا تھا اس قلعہ تک پہنچنے میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ راستہ نہایت دشوار گذار گھنی جھاڑیوں اور درختوں سے بھرا ہوا تھا کئی ہزار بیل دار اور تبردار مقرر کئے گئے جو جھاڑیوں کو صاف کرتے جاتے تھے اس طرح دن بھر میں بہ مشکل نصف کوس کا راستہ طے ہوتا تھا۔

## آوندچھہ کی فتح

جھجار سنگھ آوندچھہ میں پانچ ہزار سواروں اور بے شمار برقندازوں کے ساتھ قلعہ بند ہو گیا تھا اور اطراف میں بھی بہت سے سوار اور پیادے مقرر کر رکھے تھے جو درختوں کے جھنڈ اور غاروں میں چھپے ہوئے مسلمان فوج پر بندوقوں اور تیروں سے حملے کرتے رہتے تھے۔ روزانہ دونوں طرف کے لوگ ان جھڑپوں میں ہلاک اور زخمی ہوتے رہتے تھے۔ اس طرح لڑتے بھڑتے جب لشکر اوندچھہ سے ڈیڑھ کوس پر پہنچا تو ہراول کی فوج نے جس کا کمان دار راجہ دیبی سنگھ تھا اور جو جھجار کے قلعہ کی وراثت کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس کے چند مورچوں پر پہلے ہی حملہ میں قبضہ کر لیا اور اُس کے بہت زیادہ آدمی مارے گئے۔ اور قید کر لئے گئے۔ اس حملہ کا جھجار پر ایسا ہول طاری ہوا کہ وہ مقابلہ کئے بغیر اپنے لڑکے بکرماجیت اہل و عیال اور مال و اسباب لے کر قلعہ دہامونی میں منتقل ہو گیا۔ یہ قلعہ اس کے باپ کا بنایا ہوا تھا اور نہایت ہی دشوار گذار مقام پر واقع تھا۔ جھجار نے ایک راجپوت سردار کو اوندچھہ میں قلعہ کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا اور برقندازوں کی ایک جمعیت بھی اُس کے ساتھ کر دی۔

شاہی لشکر کے بہادروں کو جب اس کے فرار ہونے کی اطلاع ملی تو انھوں نے فتح کے شادیانے بجاتے ہوئے قلعہ پر حملہ کر دیا اور دو تین دن کی کوشش کے بعد قلعہ کو فتح کر لیا بادشاہ کے اشارہ پر قلعہ اوندچھہ راجہ دیبی سنگھ کے سپرد کر دیا گیا اور اُس کی چابی حضور میں بھیج دی گئی۔

**دھامونی پر حملہ**

اس کے بعد جنگل کو صاف کرتے ہوئے فوج دھامونی کی طرف روانہ ہوئی اور دو دن بعد وہاں پہنچ کر مورچہ لگانے اور نقب کھودنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ وہاں کی زمین اتنی سنگلاخ اور سخت تھی کہ فولاد بھی کند پڑ جاتا تھا تاہم بہادروں نے ہمت باندھ کر یہ کام کر لیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں محصوروں کا ناطقہ بند کر دیا۔ قلعہ والوں نے بھی اس عرصہ میں توپ، بندوق اور آتشیں ہتھیاروں کے استعمال میں کمی نہیں کی سو سو اور دو دو سو من کے پتھر بھی بادشاہی فوج پر پھینکے۔ ان کی شب و روز کی آتش بازی میں بہت سے آدمی شہید ہوئے۔

**دھامونی کی فتح**

بادشاہی فوج نے آخر کار طے کیا کہ ایک رات زینے لگا کر قلعہ پر چڑھائی کر دی جائے۔ اس موقع پر ججھار نے خوف زدہ ہو کر صلح کا پیام دے کر میاں جی کو بھیجا۔ ابھی صلح کی یہ گفتگو شروع نہیں ہوئی تھی کہ بہادر رُہیلوں کی جمعیت اور نظر بہادر نے ہمت کر کے قلعہ کی جنوبی سمت سے کمندوں کے ذریعہ چڑھائی شروع کر دی اور قلعہ کے اندر پہنچ کر قلعہ کے دروازہ کو آگ لگا دی۔ اب ججھار سنگھ کے ہوش سلامت نہ رہے۔ وہ رات کی تاریکی میں قلعہ سے نکل کر جنگل میں چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد محصورین کی طرف سے بالکل خاموشی طاری ہو گئی۔ لیکن بادشاہی فوج کو ابھی ججھار کے فرار کی اطلاع نہیں ملی تھی۔ اس لئے طے پایا کہ صبح ہونے کے بعد فوج قلعہ میں داخل ہو گی، مگر جو لوگ لوٹ اور غارت کے لئے بے چین تھے وہ صبر نہ کر سکے جس طرف سے بھی راستہ ملا قلعہ میں داخل ہو گئے اور سرداروں کی بات کو نظر انداز کر دیا۔ خان دوراں کو اطلاع ہوئی تو وہ قلعہ میں آیا اور لوگوں کو سختی کے ساتھ لوٹ مار کرنے سے روک دیا اور جگہ جگہ سخت آدمی مقرر کر دیئے کہ وہ نگرانی کرتے رہیں۔

**بارود کا دھماکہ**

اسی ہنگامہ کے دوران ایک برج کی طرف سے آواز آئی کہ دشمن کی ایک بڑی جماعت اس جگہ باہر نکلنے کے لئے جمع ہو گئی تھی مگر نکل نہ سکی اب یہاں چھپی ہوئی اپنے انجام کی منتظر ہے۔ علی اصغر ولد محمد جعفر بڑا کارداں اور شناس جوان تھا، اس نے کہا میں وہاں جا کر ان کو گرفتار کر کے لے آتا ہوں۔ خان دوراں نے اندھیری رات ہونے کے سبب اس کو بہت کچھ روکا۔ مگر وہ نہیں مانا، اس جگہ پہنچ گیا وہاں ایک بارود خانہ تھا جس میں بارود بھری ہوئی تھی قلعہ والوں نے حملہ کے وقت اس

کا منہ کھول دیا تھا۔ اس وقت تماشائیوں اور لوٹنے والوں کا ایک گروہ مشعل لے کر اس مکان میں گھوم پھر رہا تھا۔ جیسے ہی وہ نوجوان وہاں پہنچا۔ مشعل کا گل جھڑ کر اس بارود خانہ میں گر گیا بس ایک دھماکہ کے ساتھ وہ پورا برج اور دیوار کا اٹھارہ گز کا حصہ اڑ گیا اور تقریباً دو سو آدمی اس نوجوان اور اس کے ہمراہیوں سمیت دھماکہ سے ایسے اڑے کہ ان کی لاشوں کو پہچاننا دشوار ہو گیا۔ قلعہ کے باہر اسی برج اور دیوار کے نیچے ایک سو سے زائد راجپوت بھی تھے وہ بھی نیچے دب کر مر گئے۔

**پوشیدہ دفینے** دوسرے دن جب کہ خان دوراں خاں نے مال واسباب کی ضبطی اور مدفون خزانوں کی تلاش کے لئے جگہ جگہ آدمیوں کو مقرر کیا تو لوگ یہ خبر لائے کہ جنگل میں ایک کنوئیں میں سونے کے سکے اور چاندی کے برتن بھرے ہوئے پائے گئے۔ خان دوراں خود اس کنوئیں پر پہنچا اور دوسرے کنووں کی تلاش کے لئے بھی آدمی بھیجے دو تین اور کنووں میں جو غلہ رکھنے کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ سونے کے دفینے ملے اس مہم میں کافی زرومال لوٹ اور غارت میں پراگندہ ہو گیا سرکار میں دو لاکھ پچاس ہزار روپیہ اور بیس من چاندی کے برتن جمع ہوئے۔ معلوم ہوا کہ اسی طرح کے اور کنووں میں بھی سونا دفن کیا گیا ہے۔ جب اس کی رپورٹ بادشاہ کو ہوئی تو حکم دیا گیا کہ سید خان جہاں اسی جگہ ٹھیر کر وہاں کا بندوبست کرے اور دوسرے کنووں اور دفینوں کا کھوج لگائے اور خان دوراں باقی امراء عبداللہ خاں وغیرہ کے ساتھ جھجار کے تعاقب میں جائے۔

**شاہ پور اور چوراگڑھ کی فتح** اطلاع ملی کہ جھجار شاہ پور پہنچ گیا ہے جہاں پرانی گڑھی موجود تھی اور پہلے یہی مقام اس علاقہ کی حاکم نشین جگہ تھی' جھجار یہاں سے برار کے علاقہ میں گونڈوانہ اور دیوگڑھ کی طرف نکل جانا چاہتا تھا۔ خان دوراں اور عبداللہ خاں اس اطلاع پر شاہ پور کی طرف روانہ ہو گئے۔ انہی دنوں گونڈوانہ کا زمیندار فوت ہو گیا اس کے مرنے اور بادشاہی فوج کے شاہ پور پہنچنے کی خبر جھجار کو ایک ساتھ ملی۔ وہ حواس باختہ ہو گیا ناچار اس نے قلعے کی توپوں کو توڑ کر بے کار کر دیا عمارتوں کو بارود سے اڑا دیا جس سازوسامان کو ساتھ لے جانا محال تھا اسے آگ لگا دی۔ پھر جواہرات قیمتی مال واسباب نقد روپیہ سونا طلائی اور نقرئی اشیاء اور ظروف ہاتھیوں گھوڑوں پر بار کر دیئے اور اہل و عیال کو سوار کرا کے دو ہزار سوار دل

کے ساتھ رات کے وقت دیوگڑھ کی طرف چلا گیا۔ عبداللہ خاں اور خان دوراں کو خبر ہوئی تو وہ شاہ پور اور جوراگڑھ کے قلعوں میں کہ ایک دوسرے سے متصل تھے داخل ہو گئے اور اور جو سامان جلنے سے رہ گیا تھا اُسے قبضہ میں لے لیا، وہاں کے بُت خانوں کو مسمار کرا کے اذان دلوائی اور قلعہ کو لائق اعتماد آدمیوں کی تحویل میں دے کر وہاں راجپوتوں کی ایک جمعیت کو مقرر کر دیا۔

## ججھار کا فرار

ججھار کے متعلق اطلاع ملی کہ وہ روزانہ سات آٹھ کوس سے زیادہ کی مسافت طے نہیں کر سکتا ہے۔ اس کے اور بادشاہی فوج کے درمیان چندرہ روز کا فرق پڑ گیا تھا۔ پھر بھی ان دونوں سرداروں نے اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ اس طرف شاہزادہ اورنگ زیب کو ججھار کے فرار اور لشکر کی فتح کی خبر ملی تو وہ یلغار کرتے ہوئے پہنچ گیا۔ لیکن عبداللہ خاں کی فوج بہت آگے نکل چکی تھی اس لئے شاہزادہ نے لشکر کے آرام لینے اور وہاں کے نظم و نسق کے خیال سے دھامونی میں چند دن توقف فرمایا اودھر تعاقب کرنے والی فوج روزانہ سترہ اٹھارہ اور کبھی کبھی بیس بیس کوس کے دھاوے مارتے ہوئے ججھار کے تعاقب میں جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ یہ لوگ چاندہ کے راجہ کی سرحد میں پہنچ گئے۔ یہ علاقہ گونڈوانہ اور دیوگڑھ کی سرحد سے مل جاتا ہے۔ چاندہ میں خبر ملی کہ ججھار نے یہاں سے چار کوس پر قیام کیا تھا۔ لیکن بادشاہی فوج کے آنے کی خبر سُن کر گھوڑوں کو دانہ چارہ کھلائے بغیر ہی آگے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس دن بادشاہی فوج نے بیس کوس کا دھاوا مارا تھا اور آرام نے بغیر تعاقب میں چلی آ رہی تھی۔ اس اطلاع پر وہ ٹھیری نہیں اور تعاقب میں آگے روانہ ہو گئی اور غروب آفتاب کے وقت باغیوں کے سر پر جا پہنچی۔ ان کو خبر ہوئی تو وہ وہاں سے اٹھ کر اور آگے نکل گئے۔ غرض اسی طرح آگے پیچھے دونوں لشکر رات دن یلغار کرتے رہے۔

## خوفناک تعاقب

بادشاہی لشکر کو اطلاع ملی کہ باغیوں نے ہاتھیوں اور اونٹوں کو جن میں سے کچھ پر خزانہ وغیرہ لدا ہوا ہے اور کچھ خالی ہیں ساتھ نہ لے جا سکنے کی وجہ سے جنگل میں ہنکا دیا ہے اور لشکر سراسیمہ وار بھاگا جا رہا ہے۔ اس اطلاع پر بادشاہی لشکر ان ہاتھیوں کی تلاش میں جانا چاہتا تھا مگر خان دوراں اور عبداللہ خاں نے روک دیا اور ان ہاتھیوں اور گھوڑوں کا لالچ چھوڑ کر لشکر افتاں خیزاں دشمن کے

تعاقب پر لگا رہا۔ اس دوا دوش میں گھوڑوں کے نعل تک جھڑ گئے تھے اور طے مسافت میں بڑی دشواری ہو رہی تھی آخر کار اس کو ایک مقام پر گھیر لیا۔

جھجار کو اس کی فرصت نہیں ملی تھی کہ وہ اپنے کافرانہ شعار کے مطابق بیوی بچوں کے "جوہر" کی باقاعدہ رسم ادا کر لیتا، جلدی میں اُس نے اپنی بڑی رانی پارتی نامی کو دو جمدھر مار کر گرا دیا اور دوسری عورتوں اور بچوں کو ایک ایک کر کے تلوار سے ہلاک کر دیا۔ ان کی لاشیں بجز اس کے خورد سال بچہ بکرماجیت کے راستہ میں بادشاہی آدمیوں کے قبضہ میں آگئیں۔ اب جھجار نے اپنے نام اور آبرو کے لئے آخری لڑائی لڑی اور ایک دو مقابلوں میں بہادر خاں کے چچا کو اور چند اور آدمیوں کو قتل اور زخمی کر دیا۔ اس کی بھی ایک بڑی جماعت ماری گئی۔ پھر وہ مال واسباب سے لدے ہوئے بہت سے ہاتھی گھوڑے چھوڑ کر چند ہاتھیوں کے ساتھ جن پر اس کے خورد سال بچے مرصع آلات اور اشرفیاں تھیں، بھاگ نکلا۔ اب اس کا رخ گلکنڈہ کے تعلقہ کی طرف تھا۔

## جھجار کا انجام

خان دوراں نے محمود بیگ خوافی کو ہاتھیوں، مال واسباب اور اس کے اہل وعیال کو جنھیں وہ راستہ میں چھوڑتا جا رہا تھا۔ تحویل میں لینے کے لئے اپنے پیچھے مقرر کر دیا اور خود برابر اس کے تعاقب میں بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ بقیہ ہاتھی بھی مع جواہرات اور اسباب اور اس کی بچی ہوئی عورتوں کے بادشاہی آدمیوں کے قبضہ میں آگئے مگر جھجار اور اس کے بیٹے بکرماجیت کا پتہ نہیں چلا۔ اب چونکہ گھوڑوں میں جان نہیں رہی تھی۔ آدمی بھی جاں بلب ہو رہے تھے۔ خان دوراں نے ایک تالاب پر پہنچ کر قیام کیا تاکہ جھجار کے متعلق کسی اطلاع کے ملنے تک وہاں آرام کر لیں اسی دوران میں جھجار کے مع بکرماجیت مارے جانے کی اطلاع آگئی معلوم ہوا جنگل میں اس علاقہ کے گونڈوں سے جب اس کی مڈبھیڑ ہوئی اور اس کا حال احوال انھیں معلوم ہوا تو ان لوگوں نے اس پر حملہ کر دیا اور دونوں کو قتل کر دیا چنانچہ یہ گونڈ باپ بیٹے دونوں کا سر بطور نذر بادشاہی سرداروں کے پاس لے کر آئے۔ ایک روایت یہ ہے کہ جو آدمی اس کے قتل ہونے کی اطلاع لاتے تھے وہ خان دوراں کو اس مقام پر لے گئے، اور خان اُن کے کٹے ہوئے سر اور اُن کے نام کی انگوٹھیاں اپنے ساتھ لے آیا اور ان گونڈوں کو خلعت نقد روپیہ اور گھوڑے دے کر رخصت کیا اور سروں کو عرض داشت کے ساتھ محبوب بیگ نامی

ایلچی کے ذریعہ حضور میں بھجوا دیا۔

چو بدکردی مباش ایمن ز آفات
کہ واجب شد طبیعت را مکافات

جس وقت ججھار کے مفتوحہ تعلقہ شمشپور میں نزول شاہانہ ہوا تھا یہ سر عرض داشت کے ساتھ ملاحظہ میں پیش ہوئے حکم ہوا کہ ان کو محل کے دروازہ پر آویزاں کر دیا جائے۔ ججھار کی اس ساری مہم میں جو کچھ نقد روپیہ طلائی اور نقرئی آلات اور جواہرات مختلف مقامات سے اور فرار کے وقت راستہ میں ملے وہ سب ایک کروڑ روپیہ کی مالیت کے تھے یہ وہ رقم تھی جو سرکار کے خزانہ میں جمع کرائی گئی اس کے علاوہ جو لوٹ میں غارت ہوئی اس کا کوئی حساب نہیں۔ عبداللہ خاں جب لوٹ کر آیا تو وہ چاندہ کے راجہ سے پانچ لاکھ روپیہ نقد اور ایک لاکھ روپیہ کے جواہرات اور دوسرا سامان اور دو مشہور ہاتھی لے کر آیا۔ اور حضور میں پیش کر دیا چاندہ کے زمیندار پر سالانہ ایک لاکھ روپیہ اور پچیس ہاتھی پیشکش کے طور پر عائد کئے گئے کہ وہ یہ خراج ہر سال پہنچاتا رہے۔

---

## (جلوس کا نواں سال مطابق ایک ہزار پینتالیس ہجری ۱۰۴۵ھ)

### شاہ پور میں بادشاہ کا قیام

اس سال سفر میں جشن سالانہ منایا گیا۔ جشن سے فارغ ہونے کے بعد بادشاہ سلامت ججھار کے باپ نرسنگھ دیو کی تعمیر کی ہوئی عمارتوں اور تالابوں کو دیکھتے ہوئے اور سیر و شکار کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ اسی دوران میں اطلاع ملی کہ بعض نامعلوم مقامات پر ججھار کے دفن کئے ہوئے خزانے موجود ہیں۔ بادشاہ نے تحقیقات کے لئے اسحاق بیگ کو مقرر کیا۔ جہاں بھی پتھر کے بنے ہوئے مکانات نظر آتے تھے فوج کے آدمی ہاتھوں ہاتھ انہیں مسمار کر دیتے تھے۔ اس سرزمین میں پتھر کی بے شمار طولانی اور مربع سلیںؔ ہر جگہ پڑی ہوئی ملتی ہیں قدرتی طور پر وہ ایسی ہی

---

لہ یہ پتھر "سنگ سیلو" کہلاتا ہے لانبے لانبے پتھر کے پرت سنگلاخ زمین سے نکل آتے ہیں دکن کے بھی اکثر علاقوں میں ان کا استعمال عام ہے فرش بنانے کے کام آتا ہے۔ دیہاتوں جنگلوں میں ایک پر ایک رکھ کر دیواریں کھڑی کر لیتے ہیں اور چھت پر بھی ان کو ڈال دیتے ہیں بہت ہلکا اور کمزور پتھر ہوتا ہے۔

ہوتی ہوتی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ سنگ تراشوں نے تراش تراش کر بنایا ہے۔ ان پتھروں سے چونے اور مٹی کی مدد کے بغیر ہی مکان بنا لیتے ہیں جو بادو باراں اور سیلاب و آتش سے محفوظ رہتے ہیں مگر ان کو گراتے وقت کچھ زیادہ زحمت نہیں ہوتی، آسانی سے مسمار ہو جاتے ہیں۔

جھجار کے پورے تعلقہ میں سے بادشاہ نے ایک پرگنہ چھپرہ نامی کو جس کے تحت نو سو گاؤں تھے اور جمع بندی آٹھ لاکھ روپیہ کی ہوتی تھی۔ خالصہ کے لئے مختص کر دیا۔ شاہی فوج اور شاہزادہ اورنگ زیب کی جمعیت کے جو آدمی دفینوں کی تلاش میں گئے تھے انھوں نے کنوؤں اور نامعلوم مقامات سے ساٹھ لاکھ روپیہ برآمد کیا۔ سید خان جہاں نے ایک کروڑ سے زائد رقم برآمد کر کے جمع کرائی اس روپیہ کو قلعۂ اکبرآباد روانہ کر دیا گیا۔

## عادل شاہ کے نام فرمان

راستہ میں شاہزادہ اورنگ زیب نے آکر باریابی حاصل کی پھر سب مل کر سرونج کے راستہ دکن کی طرف روانہ ہو گئے۔

عادل شاہ کی کچھ حرکتیں ایسی تھیں کہ بادشاہ اس سے ناراض تھا پھر اس نے نظام الملک کی جس طرح مدد کی تھی وہ اور زیادہ باعث ملال تھا۔ اس کے علاوہ بارہا یہ شکایات سننے میں آئی تھیں کہ حیدرآباد میں خطبہ ایران کے طریقہ پر پڑھا جاتا ہے۔ اور شاہ ایران کا نام خطبہ میں شامل رہتا ہے۔ بادشاہ نے ان دونوں حکمرانوں کے پاس نصیحت آمیز فرامین کے ساتھ دو سفیروں کو روانہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ مکرمت خاں کو شاہی فرمان "دھوپ" کا قبضہ اور مرصع پر تلہ دے کر جیسا کہ دکن کا طریقہ تھا۔ بیجاپور روانہ کیا گیا۔ اس کے ذریعہ یہ پیغام دیا گیا کہ وہ ساہو اور نظام الملک کے دوسرے مفسد سرداروں کو اپنی ملازمت سے علیحدہ کر کے۔ بیجاپور سے خارج کر دے اور نظام الملک کے قلعوں، مشہور توپ "ملک میدان" اور دوسری توپوں اور قلعوں سے دست بردار ہو جائے اور ان علاقوں کو بادشاہی آدمیوں کے حوالہ کر دے اور پہلے کی طرح پیش کش وغیرہ دے کر اطاعت اختیار کرے تو بہت جلد شاہانہ توجہات سے نوازا جائے گا۔ ورنہ افواج شاہی اس کے علاقہ میں داخل ہو جائیں گی۔ اگر اس نے حسب فرمان حکم کی تعمیل کی تو ازراہ ترحم اس کو شولاپور کا قلعہ جس کی اسے بہت آرزو ہے اور جو نظام الملک کے ساتھ اس کی قدیم نزاع کا باعث رہا ہے اور ساحلی علاقوں میں کوکن بندرگاہ جیول تک جو نظام الملک کے تعلقہ سے متعلق ہے اور جس کا محصول

نولاکھ ہون ہوتا ہے اس کو عنایت کر دیا جائے گا۔ یہ علاقہ ہماری اور اس کی اولاد کی زندگیوں میں بھی اسی سے متعلق رہے گا۔ اس مضمون کی مناسبت سے فرمان میں اس کو اور بھی نصائح لکھے گئے تھے آخر میں یہ دھمکی تھی کہ جو کچھ ہم نے لکھا اور کہلوایا ہے اگر اس کے خلاف ظاہر ہوگا تو جو کچھ انجام ہے وہ اس کے سامنے آکر رہے گا نتائج کی تمام تر ذمہ داری اسی کے سر رہے گی کرمت خاں کو ہدایت کر دی گئی کہ اگر وہ اطاعت قبول کرے تو جلد از جلد اس سے ہم کو مطلع کر دیا جائے تاکہ عہد و پیمان کے لیے باقاعدہ فرمان اور امان نامہ بھیج دیا جائے۔

**قطب شاہ کے نام فرمان** گولکنڈہ کے قطب الملک کے پاس بھی میر عبداللطیف کے ہمراہ جو ایک تربیت یافتہ سفیر تھا۔ شاہی پیغام بھیجا گیا۔ اس فرمان کے چند مندرجات ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔[1]

> ہم دینِ محمدی اور اہلِ سنت و جماعت کے پیرو اور اس کے حامی ہیں ہم پر واجب ہے کہ جہاں بھی ہمارا حکم جاری ہو وہاں ہم احکام شریعت اور ضوابط ملت کو جاری اور بدعت وضلالت کو ختم کر دیں۔ ہماری اطلاع میں یہ آیا ہے کہ تمہارے ملک میں صحابہ جن کی فضیلت اور علو مراتب پر آیات قرآنی اور احادیث و آثار شاہد ہیں اور جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت و واسطہ رکھتے ہیں تبرا اور سب وشتم کیا جاتا ہے۔ اور تم اس کو روکتے ہو نہ مجرموں کو اس کی سزا دیتے ہو۔ لہٰذا ہم حکم دیتے ہیں کہ اپنے ملک سے اس مذموم عمل کو ختم کرا دو اور کوئی

---

[1] مصنف نے اس فرمان کے القاب حسب ذیل لکھے ہیں۔

ایالت و امارت پناہ، ارادت و عقیدت دستگاہ، خلاصۃ الماجد کرام، سلالۃ الاکارم عظام نقاوۂ خاندان عز و علا، عزادۂ دودمان مجد و اعتلاء، زبدۂ مخلصان صلاح اندیش، خلاصۂ متخصصان سلوت کیش، مورد الطاف شاہنشاہی، مصدر آداب خیرخواہی جوہر مرآت صفا و صفوت، فروغ ناصیۂ دولت و رفعت، سزاوار عاطفت بیکراں بنہایۃ الملک المنان قطب الملک بہ شمول عنایات پادشاہانہ مستظہر بودہ بداند

بدبخت اس کا مرتکب ہو تو اس کو سزا دلاؤ۔ ورنہ ہم پر اس ملک کی تسخیر کی جد و جہد لازم ہو جائے گی اور اس ولایت کے باشندوں کا خون حلال ہو جائے گا۔ ہم کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہاں شاہ ایران کا خطبہ پڑھا جاتا ہے جب تم ہماری عقیدت اور ارادت کا دعویٰ کرتے ہو تو پھر والیٔ ایران کی طرف رجوع کرنے کا کیا جواز ہے۔ بہر حال اس کے بعد فرماں روائے ایران کا نام خطبہ میں شامل نہ کیا جائے اور ان ممالک میں صرف ہمارے نام نامی کا خطبہ پڑھا جائے۔ جو رقومات ہماری پیش کش وغیرہ کے سلسلہ میں تمہاری طرف واجب الادا ہیں وہ عاجلانہ ادا کر دی جائیں تمہارے باپ سلطان محمد قطب الملک مرحوم کی صادق الاعتقادی اور حسن خدمات کے پیش نظر ہماری تمام تر شاہانہ عنایات تم پر مبذول رہیں گی، اطاعت گذاری کی شرط اور مقررہ مطالبات کی ادائیگی کو قبول کر لینے کی صورت میں وابستگان سرکار کی طرف سے تمہارے ملک کو کسی ضرر اور نقصان کا اندیشہ نہیں رہے گا۔ ہم تمہارے پاس اپنے ایک روشناس بندہ عبداللطیف کو بھیج رہے ہیں جو کچھ اس کی زبانی ہم نے کہلوایا ہے اس کی تعمیل ہونی چاہیے۔ یہ پیش کش جواہرات اور ہاتھیوں کے ساتھ اس طرح روانہ کی جائے کہ جشن نوروز کے موقع پر دولت آباد میں وہ ہمارے ملاحظہ سے گذرے۔ اور اگر ان احکامات کو قبول نہیں کیا جائے گا تو ہم تمہارے ملک پر حملہ کرنے کے لئے فوجوں کو مقرر کر دیں گے ۔:

**ججھار کے بچوں کی باریابی**

خان دوران اور عبداللہ خاں نقد پیش کش نیز ججھار اور راجہ چاندہ کے ہاتھیوں وغیرہ کے ساتھ پہنچے اور باریاب ہوئے۔ ججھار کے اہل خاندان میں سے رانی پاربتی تو کاری زخموں کے لگنے کی وجہ سے مر چکی تھی البتہ دوسروں کے زخم مندمل ہو گئے تھے۔ چنانچہ اس کا چھوٹا لڑکا درگا اور پوتا درجن سال

خدمت میں پیش کئے گئے۔ دونوں کو مسلمان بنا لیا گیا۔ پہلے کا نام اسلام قلی اور دوسرے کا علی قلی رکھا گیا۔ عورتوں کو بھی کلمۂ شہادت کی تلقین کرکے محل میں داخل کر لیا گیا۔ خان دوران کو اس مہم کی کامیابی پر "بہادری" کا خطاب خلعت چارقد وزری قبائیں، تلوار، مرصع خنجر اور دو ہزار سوار کا اضافہ ملا۔ اس اضافہ سے خان دوراں کا منصب پانچ ہزاری اور پانچ ہزار سوار تک پہنچ گئی۔

**دولت آباد روانگی**

برہان پور کے قریب پہنچنے کے بعد بادشاہ شہر میں تشریف نہیں لے گئے۔ بلکہ شہر سے باہر کرادہ نامی مقام پر جو ایک سرسبز مقام اور شکارگاہ ہے اور "دارالسرور" کے نام سے مشہور ہے قیام فرمایا اور ۵ دن وہاں قیام کرنے کے بعد ۲ ر شعبان کو دولت آباد کا ارادہ کیا۔

**بیجاپور کے خلاف فوجی کارروائی**

۲۸ دن کے سفر کے بعد دولت آباد سواری پہنچی دو کوس پر قتلو کے حوض کے کنارے شاہی کیمپ لگایا گیا۔ بالاگھاٹ کا صوبہ دار خان زماں حاضر خدمت ہوا۔ نظام الملک کے گوالیار میں قید ہوجانے کے بعد ساہو نے نظام الملک کے خاندان کے ایک مجہول النسب لڑکے کو وارث اور والی بناکر شورش بپا کر رکھی تھی اور ایک لشکر اپنے اطراف اکٹھا کرکے بعض محالات اور قلعوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کی تنبیہ اور تادیب کے لئے بادشاہ نے خان دوراں بہادر، بہادر خاں، خان زماں اور شائستہ خاں اور دوسرے جو بیس کارگذار امیروں کو اڑتالیس ہزار سوار دے کر جو اس وقت شاہی کمان میں حاضر تھے روانہ کیا۔ روانہ کرتے وقت ان کو ہدایت کی کہ اگر عادل خاں اس بدبخت کی گوشمالی میں تعاون کرے تو اس کے ملک کو نقصان نہ پہنچایا جائے ورنہ ولایت بیجاپور کو بھی تاخت و تاراج کرتے جائیں۔ مذکورہ فوجوں میں سے بیس ہزار سواروں کی ایک جمعیت علیحدہ کرکے اسے خان زماں، سید شجاعت خاں اور بہادر خاں روہیلہ کی کمان میں احمد نگر کی طرف روانہ کیا کہ وہ پہلے ساہو کے وطن چاند کونڈہ پامال کرکے کوکن کی طرف پیش قدمی کریں اور اس علاقہ کو ساہو کے قبضہ سے نکال لیں شائستہ خاں، الہ وردی خاں اور سید عبدالوہاب خاندیسی کو جو مشہور یکہ تاز اور بہادر سمجھے جاتے تھے جنیر اور ناسک کے قلعوں اور ان کے ملحقات کی تسخیر کے لئے مقرر کیا گیا۔ خان دوراں کو حکم ہوا کہ وہ قندھار اور ناندیر کے درمیان بیجاپور اور گولکنڈہ کی سرحد پر

ٹھیرا رہے اور آودگیر اور اودسہ کی تسخیر کے بعد بیجاپور کو تاخت وتاراج کرنا شروع کر دے ان تینوں نوجوان کے سرداروں کو خلعت، تلوار، خنجر، مرصع جمدھر، گھوڑا، ہاتھی وغیرہ دے کر رخصت کر دیا اور خود بدولت قلعہ دولت آباد میں داخل ہو گئے۔

**رام سیج کی فتح** اوائل شوال میں شائستہ خاں کی عرض داشت پہنچی کہ رام سیج کا قلعہ احمد خاں نیازی کی کوشش سے قبضہ میں آگیا ہے۔ عین اسی موقع پر جھجار کا ایک لڑکا اور ایک بھائی جو بادشاہی فوج کے پنجہ سے بچ کر نکل گئے تھے پکڑے ہوئے آئے۔ بادشاہ نے ان دو عرض داشتوں کو بقیہ قلعوں کی فتح کے لئے نیک فال جانا اور ان دونوں اسیروں کو اسلام نہ قبول کرنے کی صورت میں قتل کروا دیا۔

**بیجاپور پر حملہ** چونکہ بیجاپور نے اطاعت اختیار نہیں کی تھی اور ان کی مخالفت کی تازہ بتازہ شکایات حضور میں پہنچی تھیں۔ اس لئے بادشاہ نے سید خان جہاں کو سپہدار خاں اور رستم خاں وغیرہ کے ساتھ دس ہزار سوار دے کر بیجاپور کو تاخت وتاراج کرنے کے لئے خان دوراں کی کمک پر روانہ کیا۔ خان زماں اور دوسرے تمام سرداران فوج کو حکم ہوا کہ ہر طرف سے فوج کشی کر کے بیجاپور کی حدود میں داخل ہو جائیں اور سب سے پہلے عادل شاہ کے نامی گرامی سردار رندولہ خاں کی خبر لیں۔ خفیہ طور پر یہ حکم دیا کہ اگر عادل خاں اطاعت پر تیار ہو جائے تو حملہ روک دیا جائے اور اس کی اطلاع حضور میں کی جائے۔

**نلدرگ پر قبضہ** شائستہ خاں کی عرض داشت پہنچی کہ نلدرگ کا قلعہ اور اس کے نواحی پرگنے بادشاہی تصرف میں آگئے ہیں۔ ان ہی دنوں حیدر آباد کا فرستادہ سفیر ملا تقی حسب الحکم جشن نوروز میں کچھ جواہرات پانچ ہاتھی اور دوسرے تحائف جن کی قیمت ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ ہوتی ہے مبارک باد اور عرض داشت کے ساتھ لے کر آیا۔ جشن نوروز میں شاہزادوں امیروں قطب الملک اور راجہ جاندہ کی پیش کشوں کا مجموعی تخمینہ بیس لاکھ روپیہ ہوتا ہے۔

جھجار کے بقیہ ہمراہیوں میں سے نرسنگھ دیو ولد بکرماجیت، بہادر نامی افغان کی رفاقت میں چاندہ کے راستہ بہلول بیجاپوری کے پاس جا رہا تھا۔ الہوردی خاں نے دونوں کو گرفتار کر کے حضور میں پہنچا دیا نرسنگھ دیو نے اسلام قبول کر لیا مگر بہادر کو قتل کر دیا گیا۔

**عادل شاہ سے نامہ و پیام**

۲۸ ذی قعدہ کو عادل خاں کے پاس سے میر ابوالحسن اور قاضی ابو سعید چند جواہرات مرصع آلات اور عرض داشت لے کر آئے جس میں عجز و ندامت کا اظہار اور آئندہ کے لئے اطاعت گذاری کا اقرار کیا گیا تھا۔

کرمت خاں کو عادل خاں کے پاس سفارت پر بھیجا گیا تھا وہ جب بیجاپور پہنچا تو اسے بڑے اعزاز سے شہر میں لایا گیا۔ عادل شاہ نے بظاہر اطاعت و خدمت کا ہی مظاہرہ کیا مگر اس کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ خفیہ طور پر مخالفوں کی مدد کرتا رہے گا۔ کرمت خاں نے حقیقت حال سے بادشاہ کو مطلع کر دیا۔ اس کی رپورٹ پر جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں بادشاہ نے بیجاپور پر فوج کشی کے احکام صادر کر دیئے۔ اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ انشاء اللہ ہم اسے بیان کریں گے۔

**قطب شاہ کی اطاعت**

اب ہم یہاں چند فقرے قطب الملک کے رویہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ جب بادشاہی سفیر عبداللطیف حیدرآباد پہنچا' تو قطب الملک نے بڑی عقیدت و ارادت کے ساتھ شکر و ثنا کہتے ہوئے فرمان شاہی کا استقبال کیا اور حاجب (عبداللطیف) کو بڑے اعزاز کے ساتھ شہر میں لایا گیا اور پیش کش کی تیاری کا حکم دیا گیا۔ جمعہ کے دن قطب الملک نے خود جامع مسجد میں جاکر حکم دیا کہ خطبہ میں اصحاب رسول کا نام لیا جائے اور شاہ ایران کے نام کے بجائے بادشاہ سلامت کا نام پڑھا جائے۔ جب شاہجہاں کا نام خطیب نے لیا تو قطب الملک نے سونے چاندی کے پھول نچھاور کئے۔ پھر شاہجہاں صاحب قران ثانی کے نام کا سکہ ضرب کرا کے تازہ ڈھالی ہوئی اشرفیاں دوسرے تحائف جواہرات کے ساتھ حضور میں بھجوایا اس طرح دہلی کے شاہان سلف کی صدیوں کی آرزو پوری ہو گئی۔

**کوکن پر قبضہ**

الہٰوردی خاں کوکن کے قلعوں کی تسخیر کے لئے گیا ہوا تھا۔ اس کی عرض داشت سے ظاہر ہوا کہ چاندہ' مرددرد' جھولا' کھتر' راجدھیر' ہنوتت اور دھرب وغیرہ پچیس قلعے جو بڑے دشوار گذار مقامات پر تھے اور نظام الملک کے رشتہ داروں کے قبضہ میں تھے بڑی محنت و تردد کے بعد بادشاہی ملازمین کے قبضہ میں آ گئے۔

شائستہ خاں ان قلعوں اور ان کے ماتحت تعلقوں اور محالات کے نظم و نسق اور

محاصل کی وصولی کے لیے گیا اور وہاں کے سیر حاصل ۱۱ پرگنے جیسے سنگمنیر، گلشن آباد، چاندور، اور انگولہ وغیرہ جن کی آمدنی دو کروڑ ساٹھ لاکھ دام ہوتی تھی، سرکار کے محکمہ دیوانی کے تحت کر دیے۔ ساہو کے بیوی بچے اور باغیوں کی ایک بڑی جماعت جو نظام الملک کے وابستگان میں سے تھے اسیر ہو گئے۔ البتہ ساہو کا ایک بیٹا سیوا نامی ایک جمعیت کے ساتھ ایک دشوار گزار قلعہ میں جو سمندر سے گھرا ہوا تھا جا کر پناہ گزیں ہو گیا تھا۔ اس کارنامہ پر بادشاہ نے شائستہ خاں کو حضور میں طلب کیا اور بے پایاں عنایات سے نوازا۔

## کلیانی پر حملہ

خان دوران بہادر اور اس کے ہمراہی قندھار پہنچنے کے بعد اودتہ اور اودگیر کے قلعوں پر جو سرحد کے متنازعہ فیہ قلعے تھے فوج کشی کرنا چاہتے تھے کہ ان کو حکم ملا کہ ان قلعوں کی فتح پر بیجاپور کے علاقہ پر فوج کشی کو ترجیح دی جائے۔ اسی اثنا میں اس کام کے لئے سید خان، جہان اور خان زماں کے مقرر ہونے اور بھیجے کی خبریں گرم ہوئیں۔ خان دوراں نے حکم کے مطابق بہیر و بار برداری، اور زائد اسباب کو بھتورا ندی کے کنارے چھوڑ دیا اور اچھے تنہ سواروں کی جمعیت لے کر یلغار کرتے ہوئے قصبہ کلیانی پر حملہ کر دیا یہ وہاں کا بڑا مشہور اور آباد شہر تھا۔ وہاں کے تقریباً دو ہزار آدمی اس حملہ میں ہلاک ہوئے اور بے شمار چھوٹے بڑے عورت مرد اسیر بنائے گئے۔ وہاں جس قدر تجارتی مال اور مویشی فوج کے ہاتھ آ گیا اور لوٹ و غارت گری کی نذر ہو گیا اس کی تفصیل میں نہ جانا ہی بہتر ہے۔

## نارائن پور کی لوٹ

کلیانی کو خراب کرنے کے بعد نارائن پور کے قصبہ پر جو کلیانی سے ایک یا ڈیڑھ کوس پر واقع ہے اور مال تجارت سے مالا مال تھا حملہ کر دیا۔ وہاں کے باشندے مال و اسباب چھوڑ کر اپنی جان اور آبرو بچانے کے لئے نکل بھاگے کلیانی کی طرح یہاں بھی قتل و غارت گری اور اسیر بنانے کی کارروائی عمل میں آئی۔ کوئی سوار اور پیادہ ایسا نہیں رہا جو اس لوٹ سے مالا مال نہ ہو گیا ہو بلکہ حال یہ تھا کہ لوٹ کے مال کی زیادتی کی وجہ سے راستہ چلنا دشوار ہو گیا ہر پیادہ اور سوار نے ناگزیر ضرورت مال پھینک کر اپنے آپ کو سبک بار کرنا چاہا کیونکہ بوجھ کے مارے ایک دو کوس سے زیادہ طے نہیں کر سکتے تھے ناچار یہ کیا کہ رات راستہ میں بسر کی اور سارا مال و اسباب ان کے مالکوں کے

سر مار نے رکھ دیا جن کو اسیر بنا کر ساتھ لے جا رہے تھے اور انھیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے اور موضع بھالکی پہنچے، جو دوسری آبادیوں سے قریب تر مقام تھا، بہیر (باربردار فوج) کو اسی جگہ بلا لیا وہاں غلہ گھاس اور جلانے کی لکڑی اس قدر تھی کہ اس کو آدمی اور جانور ایک ہفتہ میں بھی اکٹھا نہیں کر پائے۔ پھر وہاں سے یلغار کی تو محمد آباد بیدر تک جہاں بھی آبادی نظر آئی چشم زدن میں فوج کے ہاتھوں اس کا صفایا ہو گیا جہاں بھی حملہ کیا آبادی کا نام و نشان رہنے نہ دیا جس جگہ بھی پہنچے اشیاء کے ذخیرے جمع کر لئے۔ عورتوں کے لئے ستر تک نہیں چھوڑا۔ چنانچہ تین چار دن میں پچاس آباد قصبے اور دیہات تاراج ہو گئے۔

**بیجاپوریوں کی ہزیمت** بیجاپور کی طرف سے بہلول خاں، یاقوت خاں اور خیریت خاں مقابلہ پر آئے ان کے نمودار ہوتے ہی بادشاہی فوج کے ہراول بے سنگھ نے حملہ کر دیا اور بڑی سخت لڑائی کے بعد دکنی فوج فرار ہو گئی۔ بادشاہی لشکر نے وہاں سے کوچ کر کے لوٹ کا سارا مال اسیروں اور باربرداروں کے ساتھ ناندیر بھجوا دیا اور بیجاپور کے نواحی علاقوں کی تاخت و تاراج کے لئے آگے بڑھ گیا اور جہاں جہاں بستی نظر آئی اسے ویرانہ بنا دیا۔ غنیم کی فوج کبھی کبھی راستہ میں حائل ہو جاتی تھی۔ مگر مقابلہ کرنے پر اپنے آدمی اور گھوڑے ضائع کر کے بھاگ جاتی تھی۔

**گلبرگہ اور ہیراپور پر حملہ** یہاں تک کہ بادشاہی لشکر گلبرگہ سے گذر کر ہیراپور کے قصبہ میں پہنچا جو مال تجارت سے معمور تھا، اسے بھی طرفۃ العین میں خاک سیاہ کر دیا۔ یہاں بھی لشکر کو سونا چاندی سکے کپڑے وغیرہ، اور بے شمار آدمی اسیر بنا لئے گئے دوسرے دن جب لشکر ہیراپور کے متصل بھورہ ندی کے کنارے ٹھیرا ہوا تھا تو دکن کی فوج کے دستے نمودار ہوئے، دونوں طرف سے یکہ تاز بہادروں نے بڑھ بڑھ کر مقابلے کئے۔ طرفین سے خوب ہی داد مردانگی دی گئی۔ غنیم کی فوج میں ہر گھڑی اضافہ ہوتا جا رہا تھا اور لڑائی کا میدان خوب گرم تھا ؎

چو لشکر بہ لشکر در آمیختند قیامت ز گیتی برانگیختند

نفیر از دلیراں برآمد باوج ز ہر گوشہ می رفت خوں موج موج

آخر بڑی سعی و جہد کے بعد دکن کی فوج پسپا ہو کر بھاگی اور بادشاہی لشکر اس کا تعاقب کرتے ہوئے اور تاخت و تاراج کرتے ہوئے، بیجاپور سے دس بارہ کوس پر پہنچ گیا

اسی اثناء میں مکرمت خاں کی ایک تحریر پہنچی کہ بیجاپوریوں نے شاہ پور کے تالاب کو توڑ دیا ہے۔ واضح رہے لشکر کو اگر پانی مل سکتا تھا تو اسی تالاب سے سب آدمیوں کو قلعہ میں داخل کر کے برج اور فصیل کو مستحکم کر دینے میں، بیجاپور سے چند کوس تک گھاس غلہ اور پانی کا کال پڑ گیا۔

**شولا پور پر حملہ**

خان دوراں کو جب یہ اطلاعات ملیں تو اس نے بیجاپور کا ارادہ فسخ کر دیا اور دوسرے علاقوں کو پامال کرتا ہوا مکلا پور اور شولا پور کے قصبوں اور نواحات پر حملہ کر دیا اور وہاں سے بھی بے شمار مال و اسباب قبضہ میں کر لیا۔ اس طرح قطب الملک کی سرحد تک سارا علاقہ ویران اور بے چراغ ہو گیا۔ اسی اثناء میں بادشاہ کا حکم پہنچا کہ عادل خاں بعد از خرابی بصرہ خواب غفلت سے چونکا ہے اور میر ابوالحسن اور قاضی ابو سعید کو اطاعت نامہ اور تحائف کے ساتھ حضور میں بھیجا ہے اور اپنے جرائم کی معافی طلب کی ہے لہٰذا اب اس کے ملک کو تاخت و تاراج کرنا بند کر دیا جائے ؎

ہرچہ دانا کند کند ناداں
لیک بعد از قبول رسوائی

خان دوراں نے حسب الحکم عمل کیا اور اودے اور آودگیر کے قلعوں کی طرف جو پہلے نظام الملک کے علاقہ کے تھے واپس چلا گیا۔

**سراد ہون پر قبضہ**

سید خان جہاں نے قلعہ سراد ہون پر پہنچنے کے بعد جو بیجاپور کے راستہ پر تھا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کے قلعہ دار عنبر نامی نے تین دن تک توپ و تفنگ سے مدافعت کی آخر ہراساں ہو کر قلعہ حوالہ کر دیا۔ اور ایک بڑی جمعیت کے ساتھ اسیر ہو گیا۔ اس فتح کے بعد خان جہاں نے قصبہ کانتی تک یلغار کی اور اپنا تھانہ وہاں قائم کر کے قلعہ کانتی کو فتح کر لیا۔ بہت سے محصور تلوار کا لقمہ بن گئے اور قلعہ سے بہت بڑا ذخیرہ مال و اسباب اور توپ خانہ ہاتھ آ گیا۔ قصبہ دیو گا تو بھی قبضہ میں آ گیا۔

**خوں ریز لڑائی**

یہاں سے آگے بڑھنے پر بیجاپور کی فوج مقابلہ پر آ گئی اور ایک سخت لڑائی ہوئی دکنی چنداول اور فوج کے عقب پر زبردست حملے کر رہے تھے بہادروں کے نعروں سے اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے میدان جنگ لرز رہا تھا ؎

دلیران جنگی وراں رست خیز
سناں بہر خوں ریز کردند تیز

سارا دن لڑائی ہوتی رہی غروب آفتاب کے وقت فریقین ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے۔ اس جنگ میں بیجاپور کا مشہور سپہ سالار کاری زخم کھا کر زمین پر گر گیا اس کے ہمراہی اسے دست بدست اٹھا کر لے گئے۔ دونوں طرف سے بہت سے آدمی اس معرکہ میں کھیت رہے اور بے شمار زخمی ہوئے۔ کہتے ہیں دس کوس تک مقتول اور زخمی پڑے ہوئے تھے۔

## اندولہ خاں سے مقابلہ

اس لڑائی کے بعد سید خاں جہاں دہاراسیون پہنچا اور زخمیوں کے علاج کے لئے کچھ عرصہ وہاں پڑاؤ ڈال دیا۔ اسی اثناء میں خبر آئی کہ اندولہ خاں باوجود زخم نہ بھرنے کے دوبارہ بادشاہی لشکر کے مقابل آگیا ہے۔ سید خان جہاں اس خبر پر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مقابلہ کے لئے پہنچ گیا سارا دن معرکہ کارزار گرم رہا اندولہ خاں کے باپ نے بڑی دوڑ دھوپ کی۔ دونوں طرف سے کافی لوگ زخمی اور ہلاک ہوئے اور دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ سے ہٹ گئے۔ سید خان جہاں دوبارہ دہاراسیون لوٹ آیا۔ چند دن بعد جب زخمیوں کو صحت ہوگئی تو اس نے اپنے "بھیر" کو محفوظ جگہ پہنچا دیا اور گلبرگہ کی طرف پیش قدمی کی۔ دشمن سے مقابلہ ہوا تو ایک بڑی جمیعت ہلاک اور زخمی ہوگئی آخر کار سید خان جہاں خود "قول" سے نکل کر غنیم کے مقابلہ پر آیا اور ایک سخت لڑائی لڑ کر دشمن کو مغلوب کر دیا۔

اس طرح بیرو دہارور تک کہ لشکر وہاں موسم باراں کا کیمپ لگانے جا رہا تھا، ہر روز غنیم سے مقابلہ ہوتا رہا۔ دشمن کبھی "ہراول" پر اور کبھی "چنداول" پر حملے کرتا تھا اور کبھی "قول" پر چھاپہ مار کر لوٹ مار کرتا تھا۔ غرض لشکر دشمن سے بچتے بچاتے نہایت تیز رفتاری کے ساتھ بڑھتا رہا۔ بہت سے آدمی اس سفر میں مارے گئے اور زخمی ہوگئے اور بار بار دشمن سے مقابلہ کر کے اس کو بھگانا پڑا۔ یہاں تک کہ لشکر دہارور جا کر ٹھیر گیا۔

## خان زماں کی پیش قدمی

اب ہم کچھ ذکر خان زماں کی کوششوں کا کرتے ہیں۔ وہ حسب الحکم پہلے احمد نگر آیا۔ پھر غذا اور رسد جمع کرنے کے لئے "بھیر" کو وہاں چھوڑ دیا اور خود ساہو کے تعاقب میں روانہ ہوا اور ایک مؤثر کارروائی

کے بعد ساہو کو اس ضلع سے بھگا دیا۔ ساہو وہاں سے عادل خاں کے پاس چلا گیا۔ جب اس کی رپورٹ بادشاہ کو دی گئی تو حکم آیا کہ وہ خان دوراں اور سید خان جہاں کی طرح بیجاپور کے علاقہ کو تاخت وتاراج کرنے کے لئے آگے بڑھ جائے۔ اس حکم پر خان زماں نے اپنا اسباب اور رسد وغیرہ بہادر خاں کے ساتھ ایک محفوظ مقام پر پہنچا دیا اور خود فوج لے کر عادل خاں کے ملک میں داخل ہو گیا۔ جہاں بھی اس کے قدم پہنچے آبادی کا نشان اٹھتا چلا گیا۔ ہر جگہ وہ بیجاپور کے لشکر سے لڑتا بھڑتا لوٹ مار کرتا ہوا قصبہ کولاپور پہنچ گیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ بڑی کوشش سے اس کو فتح کر لیا اور دشمن کے بہت سے آدمی قتل کر دیئے اور اسیر بنا لئے۔

**ساہو جی سے جنگ** اسی اثناء میں خبر ملی کہ ایک جماعت اس ضلع کے قریب کوہستان میں ٹھہری ہوئی ہے اس کے پاس مال واسباب اہل وعیال اور مویشی بہت زیادہ ہیں خان زماں نے ان پر حملہ کرنے کے لئے ایک جمعیت کو مقرر کر دیا جس نے اس کو تاخت وتاراج کر کے اسیر بنا لیا چنانچہ ان میں سے دو ہزار مرد اور عورتیں بچے اور جوان فروخت کئے گئے۔ خان زماں نے کولاپور میں ایک چوکی قائم کر کے بیجاپور کی طرف اقدام کیا اور دریائی کیشنا گنگا (کرشنا) کے کنارے پہنچ گیا۔ یہاں ساہو اپنی اور بیجاپور کی ایک فوج لے کر حملہ آور ہوا اور شام ہونے تک لڑتا رہا۔

اس رات خان زماں نے شاہ بیگ خاں کو راجپوتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اپنے "بہیر" کو محفوظ مقام پر پہنچا دیا اور جاسوسوں کی رہبری میں نصف رات کو سوار ہو کر دکنیوں کے "بہیر" پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ ساہو اس بات سے خبردار ہو گیا تھا اسی لئے اس نے اپنے "بہیر" کو لدوا کر محفوظ مقام پر بھجوایا تھا اور خود خان زماں کے راستہ پر بیٹھ گیا۔ یہاں بھی ایک سخت لڑائی ہوئی آخر دکنی ہزیمت اٹھا کر بھاگ گئے خان زماں کے ہاتھ تھوڑا بہت سامان آگیا۔

**قصبہ مرچ پر قبضہ** خان زماں اسی طرح جنگ کرتے ہوئے قصبہ مرچ تک جو ایک آباد مقام تھا پہنچا اس کے بعد راستے بھر کی آبادی کو بے چراغ کر دیا۔ ہر جگہ مقابلہ ومقاتلہ کرتے ہوئے بھتورہ ندی کے کنارے پہنچ گیا اور وہاں چند دن توقف کر دیا۔ اسی اثناء میں حکم پہنچا کہ چونکہ عادل خاں نے اطاعت قبول کر لی ہے۔ اس لئے

اس کے علاقہ کو چھوڑ کر حضور میں واپس آجائے۔

اسی زمانہ میں اطلاع ملی کہ دولت آباد کے ماتحت ان کی تنکی نام کے چار قلعے خان خانان آصف خاں کی مقررہ فوج کے ہاتھ پر فتح ہو گئے۔

انہی دنوں وقاص حاجی جو اس سے قبل بھی نذر محمد خاں (والی توران) کے پاس سے سفارت پر آیا تھا اور قیمتی انعامات لے کر گیا تھا حاضر بارگاہ ہوا وہ نذر محمد خاں سے ناراض ہو کر خفیہ طور پر وہاں سے نکل گیا تھا اب اس بارگاہ کی خدمت گزاری کی توقع میں حاضر ہوا تھا۔ بادشاہ نے اسے ہزاری منصب آٹھ سو سوار پر عطا کیا اور نقد بیس ہزار روپیہ بھی مرحمت فرمایا۔

## عادل شاہ کے نام فرمان

عادل خاں اب پوری طرح ہوش میں آچکا تھا۔ اس نے مکرر بادشاہ کی شبیہ (تصویر) امان نامہ اور معافی کا فرمان مع پنجہ کے روانہ کرنے کی درخواست کی۔ حکم دیا گیا کہ شبیہ، مع پنجہ اور عہدنامہ قطعہ "دھوپ" مرصع، محمد حسین، ابوالحسن اور عادل خاں کے فرستادہ قاضی ابوسعید کے ہمراہ روانہ کر دیا جائے۔ بادشاہ کی تصویر قیمتی زمرد کے فریم میں جڑ کر امان نامہ کے ساتھ جس پر زعفران سے بادشاہ کے پنجہ کا نقش تھا مع فرمان کے روانہ کر دی گئی۔ ہم اس فرمان کے مضمون کو القاب حذف کر کے مختصراً یہاں درج کرتے ہیں۔

جو عرض داشت ان دنوں تم نے اس بارگاہ میں روانہ کی تھی وصول ہوئی۔ تمہارے اخلاص، اطاعت اور صدق ارادت سے آگاہی ہوئی۔ اس بات کی تصدیق مکرمت خاں کی عرض داشت سے بھی ہو گئی ہے اور یہ تحقیق ہو گیا کہ ہم نے جو کچھ تم سے کہا تھا اسے تم قبول کر چکے ہو اور اب اطاعت و فرماں برداری کے مسلک پر کاربند ہو۔ بنا برایں ہم تمہارے گذشتہ قصوروں کو معاف کرتے ہیں اور از سر نو تم کو اپنی عنایات سے سرفراز کرتے ہیں۔ ہم عادل خاں مرحوم کے اخلاص اور خدمات کے پیش نظر تمہارے ساتھ کسی طرح کی بے توجہی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ لیکن چند

کوتاہ اندیش آدمیوں نے تم کو ایسی راہ پر ڈال دیا جس کا انجام ندامت کے سوا کچھ اور نہ تھا اسی لئے ہم تمہارے ملک کی اس قدر خرابی پر راضی ہو گئے ۔ بہرحال اب جب کہ تم اس غلط راہ سے شاہراہ ہدایت پر لوٹ آئے ہو اور ہر معاملہ میں ہمارے فرمودات کو قبول کر چکے ہو ہم وہ سارا علاقہ جو تم کو مرحوم عادل خاں سے وراثت میں ملا تھا، تم کو دوبارہ عنایت کرتے ہیں ۔ علاوہ ازیں نظام الملک کے علاقہ میں سے شولاپور کا قلعہ مع متعلقہ محال کے جسے ہم نے عادل خاں مرحوم سے لے کر نظام اور ملک عنبر کے حوالہ کر دیا تھا نیز قلعہ پر ینڈہ اور اس کے نواحی پرگنے بھی اور بعض کوکن کے محالات جو نظام الملک سے متعلق تھے اس علاقہ کے قلعوں سمیت اور چاکنہ کا پرگنہ جو سب ملا کر پچاس پرگنے ہوتے ہیں اور جن کی جمع بندی بیس لاکھ ہوتی ہے تم کو مرحمت کرتے ہیں اور یہ اقرار کرتے ہیں کہ جب تک تم اور تمہاری اولاد اور جانشین ان شرطوں پر جو اس فرمان کے ذیل میں درج ہیں اور یہ بمنزلہ عہدنامہ کے ہے، عمل پیرا رہیں گے انشاء اللہ تعالےٰ ہماری طرف سے ہماری اولاد اور ہمارے عہدہ داروں کی طرف سے تمہارے ملک کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا ۔ اور یہ بات نسلاً بعد نسلٍ قرناً بعد قرنٍ برقرار اور پائدار رہے گی ۔ تم بیس لاکھ روپیہ کی پیش کش نقد و جنس میں جسے تم نے بقیہ مطالبات کی معافی کے بعد قبول کر لیا ہے جلد پہنچا دو۔

ہم نے قطب الملک کو بھی جن جن باتوں کی ہدایت کی تھی وہ اس نے پورے اخلاص سے قبول کر لیں اب وہ بداعتقادوں کے زمرہ سے نکل کر اہل سنت والجماعت میں شامل ہو گیا ہے جس طرح تمام ممالک محروسہ میں خطبہ خلفائے اربعہ

کے نام اور ہمارے القاب کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اسی طرح اس نے خطبہ پڑھوایا ہے اور درہم و دینار پر ہمارے نام کا سکہ بھی لگوایا ہے اور تقریباً پچاس لاکھ روپیہ کی پیش کش جو جلوس کے بعد ہم نے اس پر مقرر کی تھی وہ خدمت میں پہنچا دی ہے اس لئے ہم نے قطب الملک کے ساتھ مراعات رکھی ہیں۔ یہ طے کر دیا کہ وہ نظام الملک کو جو سالانہ چار لاکھ ہون دیتا ہے۔ ان میں سے دو لاکھ ہون سرکار کو پہنچا دیا کرے۔ اب تم کو بھی کہ تم دکن کے سب سے بڑے سردار ہو۔۔۔ اور قطب الملک کے بڑے بھائی کی جگہ ہو، یہ چاہیئے کہ قطب الملک کے ملک کو کوئی ضرر پہنچانے اور اس کے متعلقہ محالات میں دخل اندازی کی کوشش نہ کرو اور اس سے نقد و جنس کے کوئی مطالبات نہ کرو۔ ہاں جو ہدیئے اور تحفے تمھارے بزرگوں سے مروج ہیں۔ ان میں کوئی حرج نہیں ان پر اکتفا کر لو یہ بات بھی اس قرارنامہ کی ایک شرط سمجھی جائے۔

ہم نے طے کر دیا ہے کہ ساہو اور ملازمان شولاپوری اور تمھارے ملازمین میں سے کسی کو ہم اپنے ہاں باریابی کا موقع نہیں دیں گے اور کسی کو قول او پیمان پر اپنے پاس طلب نہ کریں گے اسی طرح تم کو بھی چاہتے کہ ہمارے کسی ملازم کو اپنے ملک میں آنے دو نہ اپنے ہاں ملازم رکھو۔ ظاہر ہے کہ جب ساہو کو کہیں راہ نہیں ملے گی تو وہ تمھارے پاس آئے گا ہم تم کو اجازت دیتے ہیں کہ تم اس کو ملازم رکھ لو۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ قلعہ ترنک وغیرہ جو اس کے قبضہ میں رہ گئے ہیں ملازمین شاہی کے حوالہ کر دے اس صورت میں بجز توپ خانہ کے سامان کے ہم ساہو اور اس کے ہمراہیوں کے مال و اسباب اہل و عیال کی کوئی مزاحمت نہیں کریں گے۔ اگر ساہو برگشتہ ہو کر سرکشی

کرے تو تم مقدور بھر سعی و جہد کرکے اس کو اس کی سزا دو یا اپنے حدود سے اسے خارج کردو۔

اسی طرح تم نظام الملک کے کسی نوکر کو بھی اپنے پاس راستہ نہ دو اگر کسی کو نوکر رکھنا ضروری ہی ہو جائے تو پھر اُس کے ساتھ نظام الملکی کا نام نہ لگایا جائے اور جلد ہی مکرمت خاں کو عہد نامہ اور پیش کش کے ساتھ روانہ کردو۔ ہم بھی خدا کو شاہد بنا کر عہد کرتے ہیں کہ یہ اقرار سدِ سکندری کی طرح ہمیشہ بحال رہے گا۔ عہد نامہ کو ہم نے اپنے پنجۂ خاص اور دستخط سے مزین کردیا ہے اور حکم دیا ہے کہ اس امان نامہ کا خلاصہ طلائی لوح پر کندہ اور منقش کرا کے تمہارے پاس روانہ کردیا جائے ضروری ہے کہ آیت "لئن شکرتم لازیدنکم و لئن کفرتم ان عذابی لشدید" کے حسب الحکم اس عطیہ کے شکرانہ کو دل و زبان سے بجالاؤ۔

## عادل شاہ کا جواب

عادل شاہ نے اس کے جواب میں جو عرضداشت بھیجی اس کا مضمون اگرچہ قابل تحریر نہیں ہے مگر آخر میں اُس نے ایک بڑی اچھی غزل درج کی تھی۔ بس سمجھ لو کہ بلبل شیراز حافظ نے اس وقت سے تین صدی چند سال پہلے یہ غزل بس صرف عادل شاہ کے لئے کہی تھی۔ غزل خالی از لطف نہیں ہے۔ اسی لئے ہم اسے یہاں نقل کرتے ہیں۔

## غزل

جوزا سحر نہاد حمائل برابرم یعنی غلام شاہم و سوگند می خورم
شکر خدا کہ از مدد بخت کارساز کامی کہ خواستم ز خدا شد میسرم
گردید نام شاہ جہان حرز جانِ من وزایں خجستہ نام برا عدا مظفرم
شاہا من ار بہ عرش رسانم سرِ فضل مملوک ایں جنابم و مسکین ایں درم
گر باحدت نمی شود از بندہ ایں حدیث از گفتۂ کمال دلیلی بیاورم
برمن فتادہ سایۂ خورشید سلطنت اکنوں فراغت است ز خورشید خاورم

نامم ز کار خانۂ عشاق محو باد　　گر جز محبت تو بود شغل دیگرم
اے شاہ شیرگیر چہ کم گرد و ار شود　　در سایۂ تو ملک قناعت میسرم
عہد الست من ہمہ با مہر شاہ بود　　در شاہراہ عمر ازیں عہد نگذرم

**قطب شاہ کا عہدنامہ** اس سال کی پہلی صفر کو عبداللطیف چالیس لاکھ روپیہ نقد جواہرات مرصع آلات ایک سو ہاتھی اور گھوڑے لے کر گولکنڈہ سے آیا اور قطب الملک کی عرض داشت اور عہد نامہ خدمت میں پیش کیا۔

## عبداللہ قطب الملک کا عہدنامہ

چونکہ اعلیٰ حضرت صاحب قران ثانی نے ازراہ کرم اس حقیر خطۂ زمین کو اس نیاز مند کو مرحمت کیا ہے۔ یہ مرید صدق و اخلاص سے عہد کرتا ہے کہ ہمیشہ اس ملک میں چار یار (اصحاب رسول) کا خطبہ جس میں ان اکابردین کے معزز نام صراحتاً لئے جائیں گے جمعہ اور عیدین میں بلا انقطاع پڑھا جاتا رہے گا نیز اس خطبہ میں حضرت والا کا نام نامی اور لقب گرامی بھی شامل رہے گا۔

یہ مرید ہرگز اپنی سابقہ روش پر نہیں چلے گا اور ہمیشہ زر سرخ و سفید پر وہ سکۂ مبارک جو بارگاہ شاہی سے کندہ کرکے بھجوایا گیا ہے ضرب دیا جاتا رہے گا۔

میں یہ بھی قبول کرتا ہوں کہ نظام الملک کے سلسلہ کے چار لاکھ ہُنوں کے منجملہ دو لاکھ ہُنوں جس کے آٹھ لاکھ روپیہ ہوتے ہیں ہر سال بلا عذر خالصہ سرکار میں پہنچاتا رہوں گا۔ نیز اس بتیس لاکھ کی رقم میں سے جو اب تک میری طرف واجب الادا رہ گئی ہے آٹھ لاکھ کی قسط سالانہ دو لاکھ ہون کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔

اس کے بعد ہمیشہ میں سرکار والا سے صمیم قلب سے یک رنگ رہوں گا اور مخالفوں کا تہِ دل سے دشمن اور مخالف رہوں گا۔ چنانچہ میں نے مولینا شیخ عبداللطیف کے سامنے قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی ہے کہ جو کچھ میں نے عہد کیا ہے اس کے

خلاف نہیں کروں گا اگر خدانخواستہ میں اس کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوا تو حکومت قاہرہ میرا ملک مجھ سے چھین لینے میں حق بجانب ہوگی۔

درگاہ والا کی اطاعت اور بندگی میں پیش قدمی کرنے کی وجہ سے میرے ہم چشم میری عداوت پر کمربستہ ہو گئے ہیں۔ اگر مستقر خلافت کو حضور والا کی واپسی کے بعد ناعاقبت اندیشی سے یہ لوگ اس نیاز مند کے ملک پر دست درازی کریں تو ۵
بادشاہی عہدہ دار یعنی دکن کا صوبہ داران کے مقابلہ میں میرا معاون اور مددگار رہے اگر صوبہ دار کے اغماض سے فائدہ اٹھا کر عادل خاں زبردستی اس عاجز سے کوئی رقم وصول کرے گا تو وہ سالانہ پیش کش کے ان آٹھ لاکھ روپیہ میں سے مجرا ہوتی رہے گی "۔

(تحریر ماہ ذی الحجہ ۱۰۴۵ھ)

اس سال جھجار اور گونڈوانہ کے زمینداروں کے اموال حکام دکن کی پیش کش اور چالیس قلعوں کے محصول سے جن کے ملحقہ علاقوں کی آمدنی تقریباً ایک کروڑ روپیہ ہوتی ہے دو کروڑ سے زائد روپیہ بادشاہی خزانہ میں داخل ہوا ؎

شاہا بجہت کشور اقبال گرفت　　تیغت ز عدو ملک و سر و مال گرفت
چل قلعہ بہ یک سال گرفتی کہ بکیش　　شاہان نتوانند بہ چل سال گرفت

### عادل شاہ کا عریضہ

بیجاپور سے کرمت خاں نقد پیش کش، جواہرات اور ہاتھی اور عادل شاہ کا عریضہ لے کر آیا۔ عادل شاہ نے معاہدہ کے مطابق نظام الملک کے کوکن والے بعض تعلقہ جات کا مطالبہ کیا تھا اور یہ عرض کی تھی کہ

"بادشاہ سلامت پر روشن ہے کہ میری کم خدمتی کے سبب اس ملک کی ہراساں خوردہ رعیت بھاگ گئی ہے اور حضور والا کے تشریف کے باوجود کہ حضور بخیر و خوبی اس ملک میں موجود ہیں رعیت اپنے وطن کو لوٹ کر نہیں آرہی ہے

ظاہر ہے کہ ملک کی آبادی کے بغیر میں پیش کش کی ادائی اور
ملک داری کے فرائض سرانجام دینے سے معذور رہوں گا۔
دوسرے یہ کہ فدوی کے پاس سواری کا ہاتھی تک نہیں رہا
ہے وہ امیدوار ہے کہ حضور خاصہ کے ہاتھیوں میں سے ایک
ہاتھی عنایت فرماکر اس بندہ کو سربلند فرمائیں ؟

اس کے تمام التماس قبول کر لئے گئے حکم ہوا کہ عہد نامہ طلائی لوح پر کندہ کر کے دل آسوبھا ؟ نامی ہاتھی کے ساتھ عادل خاں کے لئے روانہ کیا جائے اس کے عہد نامہ میں پرینده، شولاپور اور چاکنہ کے قلعے اور کوکن کا ساحل سمندر تک بشمول بند رگاہ جیول اور راج پوری چودہ محال بھی درج کر دیئے گئے۔ طے ہوا کہ جس طرح قطب الملک کے امان نامہ میں...... تحریر کیا گیا تھا تمام شرائط خدا اور رسول کی شہادت سے لکھ کر بھیجی جائیں۔

## اورنگ زیب دکن کا صوبہ دار

دکن کے چار صوبوں کا صوبہ دار محمد اورنگ زیب کو مقرر کیا گیا اور شہزادہ کو خلعت، دوسو گھوڑے، دو ہاتھی، تلوار، مرصع جمدھر اور دو لاکھ روپیہ نقد عنایت فرمایا۔ خان عماں کو امدادی افواج کے ساتھ بادشاہزادہ کی خدمت میں مقرر کر کے ۲۸ صفر (مطابق ۱۶ امرداد) سن ایک ہزار چھیالیس ہجری (۱۶۳۶ء) کو دولت آباد سے بادشاہ نے کوچ کیا اور ٹونڈا پور کے گھاٹ کو عبور کر کے سواری برہان پور پہنچی اور وہاں کرارہ میں جو بہترین شکار گاہ ہے قیام کیا گیا۔

برسات کا موسم گذارنے کے لئے دو ہفتہ وہاں قیام رہا۔

## گولکنڈہ کی قیمتی انگشتری

وسط ربیع الاول میں وہاں سے کوچ کر کے عاجلانہ سفر کیا گیا اور اس ماہ کے آخر میں نربدا ندی سے گذر کر قلعہ ماندو کے قریب پہنچے وہاں کچھ عرصہ قیام رہا ندی کو لشکر نے اکبر پور کے گھاٹ سے عبور کیا۔ ایک جوہری عبداللطیف کے ہمراہ گولکنڈہ گیا تھا اس نے عرض کیا کہ قطب الملک کے پاس یاقوت کی ایک انگشتری سرکار کے لائق ہے حکم ہوا کہ اسے لکھ دیا جائے کہ وہ اس انگشتری کو حضور میں بھیج دے۔ قطب الملک نے یہ انگشتری جس کا وزن "بارہ سرخ" تھا اور پچاس ہزار روپیہ اس کی قیمت تھی اور نہایت خوش رنگ اور بے عیب تھی بھجوادی جو بہت پسند آئی یہ پچاس ہزار روپیہ اس کی باقی ماندہ پیش کش میں محسوب کر دیئے

گئے۔ اس کے مکمل کے التماس کے مطابق بادشاہ نے اپنی تصویر مرصع فریم میں جڑوا کر عہد نامہ اور خاصہ کا ہاتھی "ظفرنشان" قطب الملک کے لئے روانہ کر دیا۔

**اودگیر اور اوسہ کی فتح**

اسی اثناء میں اطلاع ملی کہ اودگیر اور اوسہ کے قلعے جو فتح نہیں ہو سکے تھے۔ خان دوراں کی کوششوں سے تین چار ماہ کے محاصرہ کے بعد فتح ہو گئے۔ اودگیر قلعہ دار سیدی مفتاح اور اوسہ کے حارس (محافظ) بھوج راج نے امان طلب کی اور شاہی عنایات کی توقع میں قلعہ کی چابیاں بھجوا دیں۔ خان دوراں کی تجویز پر سیدی مفتاح کو تین ہزاری پانچ سو سوار کا اور بھوج راج کو ہزاری پانچ سو سوار کا منصب عطا کیا گیا۔ اور خان دوراں بھی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ شاہی عنایات سے نوازا گیا۔

جمادی الآخر کی پہلی تاریخ کو اجین میں سواری پہنچی۔ جشن جلوس کے لئے قیام کا حکم دیا گیا۔

---

## (جلوس کا دسواں سال مطابق سن ایک ہزار چھیالیس ہجری ۱۰۴۶ھ)

**اجمیر کی زیارت**

دسویں سال کا جشن سفر کے لحاظ سے منعقد کیا گیا۔ ہر شخص حسب مراتب نقد اور جنس سے فیض یاب کیا گیا۔ جشن سے فارغ ہونے کے بعد دارالحکومت کی طرف اجمیر کے راستہ سے روانگی عمل میں آئی۔ اجمیر میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی زیارت کی گئی۔ وہاں سے بادشاہ سیر و شکار کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔

**ساہو بھوسلہ کی اطاعت**

اسی دوران میں خان زماں کی عرض داشت پہنچی کہ قلعہ جنیر وغیرہ ساہو کے قبضہ میں رہ گئے تھے بڑی کوشش کے بعد فتح کر لئے گئے۔ ساہو نے امان طلب کر کے بادشاہی ملازمت کے لئے درخواست دی تھی مگر اس خانہ زاد نے اس کو قبول نہیں کیا اور اسے عادل خاں کی ملازمت اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ اس نمائشی نظام الملک کو جسے ساہو نے شورش اور فتنہ انگیزی کے لئے تخت پر بٹھا رکھا تھا گرفتار کر لیا گیا قلعہ میں جو توپ خانہ اور مال و اسباب پایا گیا وہ سرکار میں ضبط کر لیا گیا اور اس علاقہ سے ساہو کا کامل اخراج کر دیا گیا ہے۔

خان زماں اس انتظام کے بعد بادشاہ کے پاس حاضر ہو گیا۔

**مشہور ہاتھی گجموتی**

خان دوراں آودگیر اور اوسہ کی مہم سے فارغ ہو گیا تھا اس کو اطلاع ملی کہ قطب الملک کے پاس گجموتی نامی ایک نہایت عمدہ ہاتھی ہے اسے عبداللطیف کی موجودگی میں پوشیدہ رکھا گیا تھا۔ اس نے اس ہاتھی کو ضبط کرنے کے متعلق دربار سے احکام منگوائے اور بڑی تلاش اور سعی کے بعد اسے پچیس ہزار ہون کے ساتھ حاصل کر لیا۔ اس کے بعد خان دوراں نے دیوگڑھ کے زمیندار پر فوج کشی کی اور وہاں کے دشوار گزار مقامات اور اس ضلع کے حاکم نشین قلعہ کو فتح کرنے کی کوشش کی دیوگڑھ کی مدد پر چاندہ کا حاکم بھی پہنچ گیا تھا خان دوراں نے ان دونوں کی سرکوبی کی اور قلعہ کو فتح کر لیا اور اس سے ایک لاکھ روپیہ نقد ایک سو ستر ہاتھی اور دوسرے تحائف لے کر اور اس پر سالانہ چار لاکھ روپیہ کی پیش کش عائد کر کے قلعہ اس کے سپرد کر دیا پھر وہاں سے دریائے نربدا کے کنارے کالی جیٹھ تک جو صوبہ خاندیس کا تعلقہ ہے فوج کشی کر کے وہاں کے زمیندار سے بھی نقد روپیہ سامان اور ہاتھی وصول کر کے حضور میں بھجوا دیئے۔

**جشن شاہانہ**

۱۰ شعبان کو بادشاہ قلعہ اکبرآباد میں داخل ہوئے اور فتوحات کا جشن اور چھیالیسویں سال گرہ کا "جشن وزن" جو شمسی سال کے حساب سے ہوتا تھا منعقد کرنے کا حکم دیا۔ اس جشن میں اکثر امراء اور ملازمین سرکار کو اضافہ اور ترقی ملی اور صلحا فضلاء شعراء اور ارباب طرب بھی انعامات سے مالا مال کر دیئے گئے۔ مغنیوں اور رقاصاؤں نے اپنے فن کے مظاہرے کئے۔ بادشاہ نے بہت پہلے سجدہ کو منع کر کے زمین بوسی اور چار تسلیمات کا حکم دیا تھا اس جشن میں زمین بوسی کی بھی اس لئے ممانعت کر دی کہ اس میں بھی سجدہ سے مشابہت ہوتی تھی۔ صرف چار تسلیمات باقی رکھی گئیں۔

**اورنگ زیب کی منگنی**

ان ہی دنوں میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ مرصع آلات ساچق کے طور پر شاہ نواز خاں صفوی کے گھر بھجوائے گئے کیونکہ اس کی بیٹی شاہزادہ محمد اورنگ زیب سے منسوب تھی۔

**شاہجہاں کی بیماری** ان ہی دنوں بادشاہ کی طبیعت خراب ہوگئی، اُمرا، اور رعایا ناسازی مزاج کے سبب پریشان رہے۔ حکیموں کے علاج اور لاکھوں روپیہ کے نقد و جنس کے صدقات مستحقوں محتاجوں کو دینے پر صحت اور شفا ہوئی۔ بادشاہ کے غسل صحت کا جشن منایا گیا تو بیگمات اور امراء نے لاکھوں روپیہ تصدق کیا۔ بیگم صاحبہ نے آٹھ پائے کا مرصع تخت جس کی لاگت دو لاکھ پچاس ہزار روپیہ کی تھی نذرانہ میں پیش کیا۔ اس جشن میں خان دوراں بھی دکن سے آکر شریک ہوا اور وہاں کے زمینداروں کی طرف سے دو سو ہاتھی اور آٹھ لاکھ روپیہ کی پیش کش گذرانی، قطب الملک کا ہاتھی جس پر اُس نے اپنی طرف سے ایک لاکھ روپیہ کا ساز بندھوایا تھا پیش کیا۔ بادشاہ نے اس تحفہ کو بہت پسند کیا اور خان دوراں کو ہزاری منصب ہزار سوار کا اضافہ اور نقد و جنس میں عطیات مرحمت فرمائے۔ سیدی مفتاح کو حبش خاں کا خطاب دیا، عادل خاں کے پوتے اسمٰعیل کو جو قلعہ اودگیر سے اسیر کیا گیا تھا وظیفہ مقرر کر کے قلعہ میں نظر بند کر دیا اس جشن میں کوئی تیس لاکھ روپیہ کے نذرانے پیش ہوئے ان میں بعض اشیاء کی قیمت شامل نہیں ہے کیونکہ ان کی لاگت تشخیص نہیں ہو سکی تھی۔

**سکندر اعظم کی غلطیاں** کہتے ہیں ایک دن بادشاہ کی محفل میں سکندر ذوالقرنین کا ذکر چھڑ گیا کہ اس سے کبھی کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوئی جس پر اعتراض کیا جا سکے۔ بادشاہ نے کہا اگر مورخوں کا اعتقاد مان لیا جائے تو وہ تو اسے نبوت سے بھی منسوب کر دیتے ہیں اور اعتراض کا کوئی موقع نہیں نکل سکتا ورنہ سکندر کا نوشابہ کے پاس ایلچی کے بھیس میں جانا نہایت ہی غلط اقدام تھا کیونکہ عقلمندوں کے نزدیک کسی ایسے عمل کو جو آشنا ہو جائے تو سخت ندامت اٹھانی پڑے بلا ضرورت اختیار کرنا عقل سے بعید ہے۔ دوسرے یہ کہ اس نے دارا کو جو خط لکھا تھا اس میں یہ مضمون بھی تحریر کیا تھا۔

شد آں مرغ کو خایہ زریں نہاد

(وہ مرغ مرگیا جس نے سونے کا انڈا دیا تھا)

اپنے باپ دادا کو مرغ سے نسبت دینا بزرگوں کے طریقہ کے خلاف ہے۔

ان ہی دنوں کسی صوبہ کے افسر ال کا ذکر آیا کہ وہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ محفل مات

اور جزرسی کی وجہ سے سختی کرتا ہے بادشاہ نے فرمایا "دنیا کا کاروبار بلکہ بعض دینی معاملات بھی بلا مسامحت اور مصالحت کے انجام نہیں دیئے جا سکتے۔ چنانچہ امیرالمومنین حضرت علیؓ کے دور خلافت میں کہ ان کی نگاہ احکام شرع کے اجراء پر مرکوز رہتی تھی بعض امور سے اس دور فتن کو ملحوظ رکھتے ہوئے اغماض کرنا ضروری تھا مگر حضرت نے ایسا نہیں کیا اس لئے مقابلہ مقاتلہ اور شہادت تک بات پہنچ گئی اور ہزاروں اصحاب رسول اس لپیٹ میں آگئے اس سلسلہ میں بادشاہ نے جو کچھ فرمایا اس مختصر تاریخ میں ان کے درج کرنے کی ہمت نہیں، شاہجہاں نامہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

غرۂ ذی الحجہ کو شاہزادہ محمد اورنگ زیب شادی کے لئے دکن سے آکر باریاب ہوا نمائشی نظام الملک جو اسیر ہو کر حضور میں پہنچا تھا۔ سابق نظام الملک کے ساتھ قید کردیا گیا۔

دکن کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ خان زماں نے اس دنیا سے جہان آخرت کی طرف کوچ کر دیا۔

## شاہ ایران کے نام خط

اس سال بادشاہ ایران شاہ صفی کے پاس حسینی نامی سفیر کو تلوار مرصع بیج جس کی قیمت پچاس ہزار روپیہ تھی اور خط دے کر روانہ کیا گیا۔ خط میں دکن کی فتوحات اور ججہار کی سرکوبی اور دوسرے حالات درج تھے خط کے ساتھ قلعہ دولت آباد کا ایک نقشہ بھی بھیجا گیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ چار دانگ عالم کے سیاح اس نہ طبق قلعہ کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

## اورنگ زیب کی شادی کا جشن

اسی سال شاہزادہ محمد اورنگ زیب کی شادی کا شاہ نواز خاں کی بیٹی سے جشن منعقد کرنے کے لئے حکم دیا گیا۔ وسط ذی الحجہ میں دس لاکھ روپیہ شادی کے جشن کی تیاری کے لئے مرحمت فرمایا۔ اس ماہ کی ۲۲ تاریخ کو مرزا شاہ نواز خاں صفوی کے گھر سے مہندی کی رسم لوازمات کے ساتھ آئی، اس موقع پر بڑی شان دار آتش بازی چھوڑی گئی، مطربوں اور رقاصاؤں نے محفل کو اپنے ہنر دکھا کر مسحور کر دیا ہے

برقص شاہدان لالہ رخسار نم از بہر اصول آمد بہ گلزار
نفیر و کرنا گشتند دم ساز سرود زیر و بم شد ہر طرف ساز

دوسرے دن شہر گشت کی رسم کے موقع پر شاہزادہ باپ کی خدمت میں حاضر ہوا باپ نے خلعت، چار تب، دو بیش بہا تسبیح لآلی، تلوار، جمدھر مرصع پر تلہ، دو ہاتھی، جن پر طلائی نقرئی اور مینا کاری کے ساز تھے عطا کئے اور مروارید کا سہرہ اپنے ہاتھ سے شاہزادہ کو باندھ کر شاہ نواز خاں کے گھر رخصت کیا۔

اس موقع پر جو زیبائش آرائش اور آتش بازی کی گئی تھی اس کو کس طرح بیان کیا جائے لوگ اسے عبارت آرائی پر محمول کریں گے۔

بادشاہ خود کشتی پر بیٹھ کر دریا کے راستے شاہ نواز خاں کے مکان پر آئے اور دونوں کا عقد چار لاکھ روپیہ کے مہر پر منعقد ہوا، جشن مسرت نغمہ و سرود سے دوبالا ہو گیا۔

دل افروز جشنی شد آراستہ — درون و برون ہر دو پیراستہ
سراپردہ ہائے مکلل کلاہ — کشیدند بر دور کہ جشن گاہ
بزرگان درگاہ برخاستند — عروسانہ جشنے بر آراستند

تمام قدیم و جدید بندگان سرکار نے دونوں طرف سے فاخرہ خلعتیں پائیں تسلیمات مبارک باد کا غلغلہ بلند ہوتا رہا، بادشاہ نے خلعت اور عنایات سے سب کو نوازا۔

## پرتھی راج کی سرکشی

عرض شاہی میں پہنچا کہ جُھجھار کی اولاد میں سے پرتھی راج نامی ایک لڑکا اس کے فرار کے وقت بچ کر نکل گیا تھا اب اس نے ایک جمعیت فراہم کر کے اپنے وطن کے علاقوں میں گشت لگانا اور لوٹ مار کرنا شروع کر دیا ہے۔ بادشاہ نے خان دوراں کو حکم دیا کہ اس فتنہ پرداز کی سرکوبی کے لئے وہ مالوہ کو اپنی صوبہ داری پر چلا جائے۔ خان زماں کے انتقال کی وجہ سے دکن کی صوبہ داری اور نظام الملک کے تعلقہ جات پر شائستہ خاں کا تقرر ہوا کہ وہ شاہزادہ محمد اورنگ زیب کے آنے تک وہاں کا نظم و نسق سنبھال لے۔

## پرتاب سنگھ کی بغاوت

اس سال کا ایک واقعہ علاقہ فسرتی کے زمیندار پرتاب سنگھ کی گوشمالی ہے۔ وہ حلقہ اطاعت سے نکل کر راہزنوں کے جرگہ میں شامل ہو گیا تھا۔ دربار سے عبداللہ خاں فیروز جنگ کو حکم ہوا کہ صوبہ بہار کی امدادی فوج کو لے کر وہ بہار جائے اور اس کو سزا دے۔ فیروز جنگ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ فوج کشی کی اور اس کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا پرتاب سنگھ قلعہ کی مضبوطی اور

کثرتِ ذخائر پر مغرور تھا وہ بادشاہی فوج کی مدافعت پر کمربستہ ہوگیا۔ ہفتوں مہینوں فریقین میں لڑائی ہوتی رہی دونوں طرف سے بے شمار آدمی قتل اور شہید ہوگئے۔ چنانچہ محمد یار بیگ کے دو بیٹے جو مشہور اور روشناس بہادر تھے ایک جمعیت کے ساتھ کام آگئے۔ آخر چھ ماہ کے محاصرہ کے بعد قلعہ فتح ہوگیا قلعہ کی حویلی میں بھی پرتاب سنگھ چند دن بڑی سختی جھیلتے ہوئے بے آبی کی حالت میں محصور رہا آخر عاجزانہ پناہ طلب کرتے ہوئے بیوی بچوں کے ساتھ عبداللہ خاں کے پاس حاضر ہوگیا۔ یہ دہشت آنے پر حکم ہوا کہ پرتاب کو اس کے جرائم کی مکافات میں عدم آباد پہنچا دو اور اس کی بیوی کو مسلمان کرکے اپنے پوتے کے نکاح میں دیدو۔ قلعہ کی لوٹ کے بعد سرکار میں چھبیس ہاتھی، پچاس گھوڑے اور سامان اور کپڑے وغیرہ جمع کرائے گئے۔

اس سال شاہزادہ داراشکوہ کو تین ہزاری ہزار سوار کا اضافہ جس سے اس کا منصب پندرہ ہزاری سات ہزار سوار کا ہوگیا۔ شاہزادہ محمد اورنگ زیب اور محمد شجاع کو بھی دو ہزاری ہزار سوار کی ترقی ہوئی اور اُن کا منصب بارہ ہزاری سات ہزار سوار کا ہوگیا۔ ہر ایک کو آفتاب گیر (چتر) بھی مرحمت فرمایا۔

**قحط سالی اور گرانی**

اس سال امساکِ باراں کے سبب تین مہینے تک بارش نہیں ہوئی اور غلہ مہنگا ہوگیا۔ قحط کی وجہ سے لوگ سخت پریشان ہوگئے۔ بارہا عدالت کے عہدہ دار شہر کے صلحا اور فضلاء اور عام و خاص کو لے کر بارش کی دعا کے لئے بیرونِ شہر گئے۔ آخر نزولِ رحمت ہوا اور اللہ کی مخلوق قحط کی آفت سے بچ گئی۔

**میر جملہ کا انتقال**

میر جملہ میر بخشی ایران کے سادات و اعیان میں سے تھا وہ جنت مکانی جہانگیر بادشاہ کے زمانہ میں قطب الملک کے پاس سے نکل کر ایران چلا گیا تھا پھر وہاں سے لوٹ کر خانوادۂ تیموری کی ملازمت اختیار کر لی تھی اور ترقی کرکے امرائے عظام کے زمرہ میں شامل ہوگیا تھا اس سال اس کا انتقال ہوگیا بادشاہ نے اس کی جگہ بخشی دوئم معتمد خاں کو میر بخشی مقرر کردیا۔

**بگلانہ کا سرسبز علاقہ**

بگلانہ کی ولایت تیس میر حاصل پرگنوں پر مشتمل ہے آب و ہوا نہایت معتدل ہے نہروں کے کنارے پھل دار اور سایہ دار

درخت بکثرت ہیں اور قسم قسم کے فواکہات دستیاب ہوتے ہیں سرسبزی اور شادابی میں کشمیر سے ہم چشمی کرتا ہے۔ سورت کی بندرگاہ اور دولت آباد کے درمیان ساٹھ کوس کی مسافت پر واقع ہے وہاں کا زمیندار بہرجی نامی ہے۔ جس کی گدی باون واسطوں سے قائم رہی ہے۔ جب شاہزادہ محمد اورنگ زیب دکن پر رخصت ہونے لگا تو اُس نے بگلانہ کے تو قلعوں ملہیر وغیرہ کو فتح کرنے کی از خود درخواست کی اس مہم پر بادشاہ نے مامور کر کے شاہزادہ کو بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔

## تبت کی سنگلاخ سرزمین

تبت اکیس کم حاصل پرگنوں پر مشتمل ایک ولایت ہے جو طول و عرض میں سیر حاصل صوبوں سے بھی بڑی ہے۔ کشمیر کی سرحد سے متصل واقع ہے۔ ۳۷ قلعے اسی ولایت سے متعلق تھے ان دنوں اس سرزمین سے ایک لاکھ روپیہ سے زیادہ کی تحصیل نہیں ہوتی تھی کیونکہ وہاں کی بیشتر اراضی سنگلاخ اور ناکارہ ہے۔ ایک ندی وہاں ہے کہ آسام کے ملک کی طرح اس کی ریت سے دو ہزار تولہ کم عیار سونا وہاں کے حاکم کے خزانہ میں جمع ہوتا ہے البتہ وہاں انگور، میٹھا خربوزہ زردآلو، شفتالو اور دوسرے میوے بکثرت ہوتے ہیں۔ عہد جہانگیر میں حاکم کشمیر ہاشم خاں ولد قاسم خاں نے اس علاقہ پر لشکر کشی کی تھی مگر بجز قتل و خون کے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اس سال کشمیر کے حاکم ظفر خاں نے تبت پر حملہ کر کے اسے فتح کیا اس مہم کی تفصیل میں پڑنا تحصیل حاصل ہے۔ بہر حال بادشاہی گماشتوں نے دو لاکھ روپیہ وہاں کے حاکم کے اہل و عیال سمیت ضبط کر لیا بقیہ تاخت و تاراج کی نظر ہو گیا۔

# عہدِ شاہجہاں کے اکابر

شاہجہاں نامہ کی جلد اول کا اختتام جلوس کے دسویں سال کے آخر مطابق سن ایک ہزار سینتالیس ہجری (۱۰۴۷ھ) پر ہوتا ہے اور اس کے خاتمہ میں مصنف نے اس زمانہ کے اولیا اور علماء کا تذکرہ کیا ہے ہم اس سے استفادہ کر کے اس عہد کے اصحاب کبار کا مختصر حال لکھتے ہیں۔

**سید محمد رضوی**

سید محمد رضوی کے بزرگوں کا خاندان بخارا سے تعلق رکھتا ہے ان کی جائے پیدائش احمد آباد گجرات ہے پانچ واسطوں سے ان کا سلسلہ شاہ عالم بخاری سے ملتا ہے جن کا مزار احمد آباد میں ہے اور شاہ عالم کی نسبت اکیس واسطوں سے امیرالمومنین حضرت علی بن طالبؓ پر ختم ہوتی ہے۔ سید صاحب ظاہری اور باطنی خوبیوں کے مالک تھے۔ اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) سے جلوس سے پہلے دومرتبہ ملاقات ہوئی تھی۔ جلوس کے بعد اپنے بیٹے سید جلال کو تہنیت کے لئے دارالسلطنت بھجوایا تھا۔ جلوس کے آٹھویں سال آپ کا انتقال ہوا۔ اپنی ولادت کی تاریخ خود انھوں نے شیخ سعدی کے اس مصرعہ سے نکالی تھی۔ ع

من و دست و دامان آل رسول

فرمایا کرتے تھے مجھے اس تاریخ کے ذریعہ بشارت دی گئی ہے۔

**سید جلال گرامی**

سید جلال گرامی سید محمد رضوی مذکورہ بالا کے بیٹے ہیں حسن اخلاق حسن سیرت سے آراستہ تھے اکثر علوم عقلی اور نقلی پر بڑا عبور تھا موزونی طبع بھی حاصل تھی کبھی کبھی زبان معرفت میں رنگین اشعار بھی کہتے تھے چنانچہ یہ دو شعر ان ہی کے طبعزاد ہیں۔

در نخوت و کبر لا علا جم چکنم | باآنکہ اسیر اختیا جم چکنم
می رم ز نیاز و ناز دلبر نکشم | من عاشق معشوق مزا جم چکنم

ان کی تاریخ ولادت "وارث رسول" سے نکالی گئی ہے۔ ہندوستان میں اس خاندان کی ابتدا سید جلال مخدوم جہانیاں سے ہوئی جن کا شہرہ اُچھ سے ہر جگہ پہنچا۔ مخدوم جہانیاں کے پوتے سید برہان الدین جو قطب عالم کے نام سے مشہور تھے اس عہد کے بادشاہ سے اختلاف ہو جانے کی وجہ سے گجرات آگئے اور احمد آباد سے تین کوس پر قصبۂ بتوہ میں انھوں نے سکونت اختیار کر لی اور وہیں دفن ہوئے۔

**سید محمد** دوسرے سید محمد ہیں جو شاہ عالم کے نام سے مشہور ہیں ان کا مزار شہر احمد آباد سے باہر ہے ان کے سلسلہ کا تذکرہ سلاطین احمد آباد کے حالات کے تحت لکھا جائے گا۔

**میاں میر** میاں میر حقیقت و معرفت کے بہت بڑے شناور تھے ان کا وطن ملتان کا تعلقہ سیہوان ہے۔ آغاز شباب میں وہ لاہور آگئے چالیس سال تک وہ گم نامی اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرتے رہے ان کے حال سے کوئی واقف نہ ہو سکا۔ بعد میں جب ان کے احوال اس اخفا سے اظہار پر مائل ہوتے۔ انھوں نے دوبارہ دنیا کی طرف رجوع کیا۔ پھر بھی وہ لوگوں کے جمگھٹ سے دل برداشتہ ہی رہتے تھے حکام کی تو صورت دیکھ کر ہی ان کی طبیعت منغض ہو جاتی تھی۔ پوری عمر انھوں نے شادی نہیں کی ؎

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود
ز ہرچہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است

بادشاہ دو مرتبہ اس مرد باخدا سے ملنے گئے مگر میاں میر نے قطعاً بادشاہ کی تعظیم و تکریم نہیں کی جیسا کہ بعض فقرا و مشائخ' سلاطین کے ساتھ روا رکھتے ہیں ان کی اس بے نیازی سے بادشاہ سلامت اور بھی ان کے گرویدہ ہو گئے

**ملّا شاہ بدخشی** ملا شاہ بدخشی بدخشاں سے لاہور آکر میاں میر کی خدمت میں رہے اپنے پیر کی طرح وہ بھی اہل زمانہ سے گریزاں رہتے تھے سردی کا موسم وہ لاہور میں اور موسم گرما کشمیر میں بسر کرتے تھے۔ آخر پیر کے حسب الحکم وہ کشمیر ہی میں گوشہ

نشین ہو گئے۔

**خواجہ خواند محمود** خواجہ خواند محمود[1] خواجہ علاء الدین عطار کے پوتے تھے۔ ان کو واقف اسرار الٰہی سمجھا جاتا تھا۔ عرش آشیانی اکبر بادشاہ کے زمانہ میں ہندستان آکر بادشاہ سے ملاقات کی تھی پھر کشمیر جا کر مقیم ہو گئے تھے وہاں انھوں نے ایک بڑی خانقاہ بھی تعمیر کرائی۔ جس کے لئے بادشاہ کی طرف سے مدد معاش کے طور پر چند موضع مل گئے تھے وہیں انھوں نے اپنی عمر گذار دی۔

**شیخ ناصر** شیخ ناصر کا اصل نام ناصر محمد ہے۔ ان کے پیر شیخ ناصر کے نام سے مشہور تھے۔ یہ صاحب وجد و حال بزرگ تھے ارباب دانش و کمال میں اُن کا بڑا مرتبہ تھا۔ گجرات میں اقامت رکھتے تھے۔ کافی عرصہ تک سیاحت میں زندگی گذاری تھی۔ شاہجہاں کی شاہزادگی کے زمانہ میں کچھ عرصہ رکاب میں بھی رہے تھے ان دنوں بھی خواہ گرمی ہو یا جاڑا جبہ روئی دار جامہ پشمینہ کی نیم آستین کہ اس میں بھی روئی بھری ہوتی تھی پہنا کرتے تھے اور ہمیشہ مسلح رہتے تھے۔ بعد میں جب وہ گوشہ نشین ہو گئے تو بادشاہ کی طرف سے یومیہ امداد بھی ہوتی تھی گھوڑا اور ہاتھی بھی تھا مگر ان کا یہ معمول رہتا تھا کہ سب کچھ فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے تھے اور خود جنگل جا کر گھاس اور لکڑی کاٹ کر لاتے تھے اور اسے فروخت کر کے اپنی غذا کا سامان کرتے تھے اور کبھی درختوں کے پتے اور جڑیں کھا کر ہی گذارا کر لیتے تھے۔

**حیرت انگیز کمالات** لوگوں نے بڑے عجیب و غریب امور اُن سے صادر ہوتے ہوئے دیکھے ہیں۔ مثلاً وہ لکڑی سے مچھلی بنا کر اسے پانی میں تیرا دیتے تھے۔ پانی کے قطرہ سے مروارید بنا دیتے تھے ٹھیکری کو اشرفی یا روپیہ میں تبدیل کر دیتے تھے۔ غالباً ان کو علم جفر، تکسیر، تسخیر اور علم ریاضی میں جو ولایت کے ضمنی علوم ہیں کامل مہارت تھی۔

ایک دن جشن کی ایک مجلس میں جب کہ ارباب طرب نغمہ سرائی کر رہے تھے وجد میں آ گئے۔ اسی حال میں پینے کے لئے پانی مانگا اور تھوڑا سا پی کر دوسروں کو دے دیا جس

---

[1] بادشاہنامہ میں خواجہ خاوند لکھا ہے۔

کسی نے بھی اس پانی کے ایک دو گھونٹ لئے تو اُسے اس میں شہد یا مصری کے گلاب آمیز شربت کا ذائقہ ملا۔

دوسرا عجوبہ یہ کہ راجہ بکرماجیت غیر مذہب کا آدمی تھا آئین وطن سے واقف نہیں تھا اس نے ایک دن بادشاہ سے عرض کیا کہ میں نے ایک دن شیخ کو ان کی جوانی کے دنوں میں جب کہ ان کی ڈاڑھی میں ایک بھی بال سفید نہ تھا، نماز میں مشغول دیکھا تھا۔ اس وقت ان کی ڈاڑھی کے سیاہ بال سفید ہو گئے تھے اور سرتن سے علیحدہ ہو گیا تھا مگر وہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

اسی سلسلہ میں دارا شکوہ اور قاضی محمد اسلم نے عرض کیا کہ انھوں نے ہمارے سامنے مٹی کے کوزہ میں پر و بال پیدا کر دیئے اور اُسے اُڑا دیا اور خود نظروں سے غائب ہو گئے۔ شاہجہاں نامہ میں اس طرح کے بہت سارے قصے درج ہیں اختصار کے سبب ہم ان کو ترک کرتے ہیں۔

**ملا میر** دوسرے ایک بزرگ ملا میر ہرات و خراسان کے صاحب کمال اصحاب میں سے تھے عنفوان شباب ہی میں وہ وطن چھوڑ کر ہندوستان آ گئے تھے پھر یہاں سے کعبۃ اللہ کا احرام باندھ کر زیارت حرمین کے لئے گئے۔ وہاں سے واپس آنے کے بعد ملا عبد السلام لاہوری سے علوم عقلی و نقلی حاصل کئے اور کتب حدیث پر عبور حاصل کیا۔ کچھ ہی عرصہ میں ان کا شمار اکابر شیوخ میں ہونے لگا۔ کچھ عرصہ تک بادشاہ اور شاہزادہ کی خدمت میں بھی ملازم اور خلوت کے مصاحب کی حیثیت سے رہے آخر اس دنیا سے بخیر و خوبی دوسرے عالم کے سفر پر روانہ ہو گئے۔

**شیخ عبدالحق دہلوی** شیخ عبدالحق دہلوی کو علوم عقلی و نقلی اور فنون صوری و معنوی خاص طور سے تفسیر و حدیث میں بڑا کمال حاصل تھا ان فنون میں تو سارے ہندوستان میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ اکثر علوم میں ان کی تالیف کردہ سو کتابیں ہیں۔ ان میں سے ان کی شرح مشکوٰۃ علم حدیث میں بڑے اعتبار کی کتاب ہے اور بہت مشہور ہے۔ کلام اللہ کے حافظ بھی تھے اور بیت اللہ کے طواف کی سعادت بھی حاصل کی تھی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں اکبر بادشاہ کے زمانہ میں ایک مدت تک احادیث کی تحقیق اور ان کی صحت کے لئے کام کرتے رہے۔ ۹۰ سال کی عمر پائی تھی۔

**شیخ نورالحق**

شیخ نورالحق شیخ عبدالحق کے بیٹے تھے یہ "تاریخ زبدہ" کے مولف ہیں۔ اس زمانہ کے نیک سیرت علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ دونوں باپ بیٹوں کا مزار دارالخلافہ دہلی میں ہے۔ دونوں کا ظہور محمد اکبر بادشاہ کے عہد میں ہوا تھا۔

---

(جلوس کا گیارھواں سال مطابق ایک ہزار سینتالیس ہجری ۱۰۴۷ھ)

**متھرا اور جدوار کے ہنگامے**

جلوس کا گیارھواں جشن ہر سال کے معمول کے مطابق منعقد ہوا۔ اطلاع ملی کہ متھرا کے فوجدار مرشد قلی خاں نے وہاں کے ایک سرکش زمیندار پر حملہ کیا تھا۔ بندوق کی ایک گولی لگنے سے ہلاک ہوگیا۔ دربار سے اس کی جگہ اللہ وردی خاں کو مقرر کیا گیا۔ جدوار کے پرگنہ میں شرپسندوں کی ایک جماعت نے بغاوت کردی تھی بادشاہ نے ان کی سرکوبی کے لئے اصالت خاں کو احدیوں کے بخشی شیخ فرید ولد قطب الدین خاں کے ساتھ مقرر فرمایا۔ فوج نے جاکر باغیوں کے قلعہ اور جائے پناہ کو محاصرہ میں لے لیا اور ان کی ایک بڑی جماعت جاں سپار خاں کے لڑکے ساتھ اس لڑائی میں ماری گئی اور محصورین مغلوب اور اسیر ہوگئے۔

**قندھار کی گذشتہ تاریخ**

اس سال کی ایک بڑی کامیابی قلعہ قندھار کی تسخیر اور علی مردان خاں کی ہندوستان میں آمد ہے۔ اس کی کچھ تفصیل ہم درج کرتے ہیں۔ قندھار کا قلعہ محمد اکبر بادشاہ کے جلوس کے چالیسویں سال مرزا مظفر صفوی کے رجوع کرنے کے بعد تیموری خاندان کے قبضہ میں آگیا تھا، جہانگیر بادشاہ کے زمانہ میں ایران کے شاہ عباس نے اس خاندان سے بڑی محبت اور رفاقت کا اظہار کیا تھا۔ اسی کے زمانہ میں ہندوستان سے خان عالم سفارت پر ایران گیا تھا اور اس نے بڑی کامیابی سے اپنی سفارت کے فرائض انجام دیئے تھے اور دونوں بادشاہوں میں مفاہمت اور روابط پیدا کردیئے تھے وہ جب ایران سے لوٹنے لگا تھا تو شاہ ایران نے زنبیل بیگ کو اپنا ایلچی بنا کر اس کے ساتھ روانہ کردیا تھا اور زبانی نامہ و پیام کے ذریعہ قندھار کے سلسلہ میں دوستانہ مطالبہ کیا تھا۔ جہانگیر نے اپنے امراء اور اہل دربار سے اس معاملہ میں مشورہ کیا ایک گروہ تو اس خیال کا حامی تھا کہ قلعہ کی آمدنی اس کے خرچ کو پورا کردیتی ہے مزید کچھ فائدہ ۔ ۔ سے نہیں ہوتا ہے تو اسے ایران کے حوالہ کردینے میں

کوئی ہرج نہیں جب کہ اس طرح ایران کے ساتھ اتحاد اور دوستی کے روابط مستحکم ہو جانے کی توقع ہے۔ بعض نے اس کے خلاف رائے دی تھی۔ بعد میں جب جہانگیر نے شاہجہاں سے جو دکن میں تھا مشورہ طلب کیا تو اس نے لکھ دیا تھا کہ اس قلعہ کو ایران کے سپرد کرنے میں بادشاہ کی نیت بجز دوستی اور رفاقت کے کچھ اور نہیں ہے مگر دور و نزدیک ہر جگہ ظاہر بین لوگ اس کو ہماری کمزوری اور عاجزی پر محمول کریں گے۔ جہانگیر بادشاہ نے اس رائے کو پسند کیا تھا اور ایران کے ایلچی کو معذرت آمیز جواب دیدیا تھا یہ بات واضح تھی کہ اس جواب پر شاہ عباس کی غیرت جوش میں آجائے گی اور وہ قلعہ قندھار کی تسخیر کے لئے فوجیں متعین کردے گا اس لئے عاقبت بینی کے طور پر بادشاہ نے ملتان کے صوبہ دار خان جہاں لودھی کو لکھا تھا کہ وہ کمک کے لئے قلعہ کے نیچے جاکر ٹھیرا رہے۔ خان جہاں بادشاہ کے تقرب اور فرزندی کے ادعا اور ناز میں قندھار جانے میں سستی کرتا رہا اور اپنے رشتہ دار عبدالعزیز خاں کے لئے وہاں کی قلعداری کی درخواست کی اور اسے قلعدار مقرر کرا کے روانہ کردیا اور یہ اطمینان دلایا کہ وقت پر وہ بھی کمک لے کر وہاں پہنچ جائے گا۔

**قندھار پر ایران کا قبضہ**

زنبیل بیگ ایلچی نے یہ ساری صورت حال شاہ ایران کو لکھ بھیجی اور اسے قلعہ قندھار پر حملہ کردینے کی ترغیب دی چنانچہ شاہ ایران خود قندھار پر فوج لے کر پہنچ گیا۔ عبدالعزیز خاں وہاں ڈیڑھ ماہ تک محصور رہا اس عرصہ میں خان جہاں کی طرف سے اسے کوئی کمک نہیں پہنچی۔ اسی زمانہ میں نورجہاں بیگم کی وجہ سے جہانگیر اور شاہجہاں کے درمیان جب کہ وہ دوسری دفعہ دکن گیا ہوا تھا نزاع پیدا ہوگئی تھی ان حالات کی وجہ سے عبدالعزیز خاں نے قلعہ شاہ عباس کے حوالہ کردیا اور شاہ کی خدمت میں حاضری دے کر ہندوستان لوٹ آیا۔ شاہ عباس نے جہانگیر کے سترہ سن جلوس میں مطابق سن ایک ہزار بتیس ہجری (۱۰۳۲ھ) میں گنج علی خاں کو قلعہ قندھار پر مقرر کرکے اصفہان مراجعت کی تھی۔ گنج علی خاں کی وفات پر اس کا بیٹا خان علی مردان خاں قلعہ دار اور اس ولایت کا ناظم بنایا گیا تھا۔

**قندھار کی واپسی کی کوشش**

جب اعلیٰ حضرت شاہجہاں تخت نشین ہوئے تو قندھار کا کانٹا برابر ان کے دل میں کھٹکتا رہا مگر بندیلہ اور خان جہاں لودھی کی مہم اور دو مرتبہ دکن جانے کی وجہ سے قندھار کا عزم نہیں کیا جاسکا۔

دوسری مرتبہ جب دکن سے واپسی ہوئی تھی تو بادشاہ نے کابل کے صوبہ دار سعید خاں کے نام حکم صادر کیا تھا کہ :

> "چونکہ قلعہ قندھار کی تسخیر کے لئے کسی ایک شاہزادہ کو بھیجنے کا ارادہ پیش نظر ہے اس لئے تم کسی ایک تجربہ کار سخن فہم بادشاہی ملازم کو اس ضلع کی ضروری تفصیلات حاصل کرنے کے لئے قندھار روانہ کرو وہ خفیہ طور پر علی مردان خاں سے بھی ملاقات کرے اور حتی المقدور کوشش کرے کہ وہ ایران سے تعلق توڑکر اس بارگاہ کی طرف رجوع کرے اسے ترقی مراتب کا یقین دلاکر پوری طرح مائل کر لیا جائے"

سعید خاں نے اس کام کے لئے ذوالقدر خاں کو مامور کرکے قندھار روانہ کردیا۔ اس نے قندھار جاکر علی مردان خاں سے ربط ضبط پیدا کیا اور ہر طرح اسے سمجھا بجھاکر وعدہ وعید کے ذریعہ اسے مائل کرنا چاہا۔ علی مردان خاں نے اس کی ضیافت اور خاطر تواضع کی اور اس کے جواب میں شاہ ایران کے پاس نمک اور موروثی حقوق کا ذکر کرکے معذرت چاہی اور ذوالقدر خاں کو رخصت کردیا اور کہدیا کہ وہ خط کا جواب اپنے کسی معتمد آدمی کے ذریعہ روانہ کردے گا۔ پھر اس نے علی بیگ نامی کو خط اور سوغات دے کر ظفر خاں عرف ابوالحسن کے پاس جو پہلے اپنے باپ کی نیابت میں کابل کا صوبہ دار تھا اور علی مردان خاں سے اس کے دوستانہ تعلقات اور مراسلت تھی روانہ کیا اس خط میں مذکورہ معاملہ کا کوئی ذکر نہیں تھا البتہ زبانی ایران کے صوفیانہ طریقہ پر یہ کہلوادیا تھا کہ دوبارہ اس طرح کے نامہ وپیام کا سلسلہ نہیں ہونا چاہیے۔

## علی مردان خاں کے خلاف سازش

شاہجہاں کو اس پر بڑا غصہ آیا اور اس نے جلوس کے دسویں سال کے آخر میں قندھار کی تسخیر کے لئے پیش خانہ شاہی کو نکالنے کا حکم دیدیا اور فوجیں مقرر کردیں۔ علی مردان کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ قلعہ کے برج دوبارہ کو مستحکم کرنے میں مصروف ہوگیا اور اس قلعہ کی پہاڑی پر ایک اور چھوٹا قلعہ بھی تعمیر کرادیا اور ساری روداد شاہ صفی کو لکھ کر کمک کی درخواست کی، شاہ صفی کے مزاج میں بڑی سفاکی تھی وہ خون بہانے میں بہت جری تھا۔ بعض خاص امور

بدخواہ امیر جو خود کو بادشاہ کا بڑا خیر خواہ بنائے ہوتے تھے علی مردان خاں سے حسد اور عداوت رکھتے تھے۔ انھوں نے چند معاملات میں بادشاہ کے مزاج کو اس سے برگشتہ کر دیا تھا اور اس کو قتل کرانے کی فکر میں لگے رہتے تھے جب علی مردان خاں کا عریضہ پہنچا تو ان لوگوں نے مستی اور نشہ کے عالم میں شاہ صفوی کو ایسی الٹی پٹی پڑھائی کہ وہ پہلے سے زیادہ برآشفتہ ہو گیا اور اس نے علی مردان خاں پر بزدلی کا الزام لگایا۔ اور اپنا مزید رعب قائم کرنے کے لئے دل میں اس کے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ہندوستان سے اس کی مراسلت اور نامہ و پیام کی بھنک بھی اس کے کان میں پڑ گئی ہو۔

شاہ صفی نے علی مردان خان کے جواب میں سب سے پہلے تو اس کے بیٹے محمد علی کو طلب کر لیا۔ علی مردان خاں نے حکم شاہی کے پہنچتے ہی اپنے بیٹے کو مع تحائف اور پیش کش اصفہان کو روانہ کر دیا اس کے باوجود بادشاہ کی بدگمانی رفع نہیں ہوئی اور اس نے سیاوش نامی امیر کو جسے پہلے مشہد مقدس بھیجا گیا تھا دکھلاوے کے لئے لکھ بھیجا کہ وہ سازوسامان اور خراسان کی فوج لے کر قندھار کی کمک پر پہنچ جائے مگر خفیہ اسے یہ پیغام دیا کہ "وہ وہاں پہنچنے کے بعد علی مردان خاں کو پیام دے کہ" بعض ضروری باتیں بالمشافہ کہنے کے لئے ارشاد کی گئی ہیں" اس بہانہ قلعہ میں داخل ہوکر اس کو گرفتار کرے اور مع اہل و عیال اسے حضور میں روانہ کر دے یا اس کا سر کاٹ کر اصفہان بھیج دے "

## سیاوش اور علی مردان خاں

سیاوش مشہد سے قندھار روانہ ہو گیا اور بادشاہ کے ارشاد کے مطابق علی مردان خان کو اپنے کمک لانے کی اطلاع دی اور زبانی پیغام کے بارے میں بھی لکھدیا۔ اس درمیان میں علی مردان خاں وحشت افزا خبریں سن سن کر بہت زیادہ مشکوک ہو گیا تھا۔ سیاوش کے خط سے اس کے شبہات اور قوی ہو گئے اور اس نے شاہجہاں بادشاہ کی طرف رجوع کرنے کی بدنامی کو گوارا کر لیا۔ اور سیاوش کو جواب میں لکھ بھیجا کہ "بہ چند وجوہ تمہارا قندھار آنا خلاف مصلحت ہے" اس مسئلہ پر مزید نامہ و پیام ہوا تو طرح طرح کی افواہیں پھیلنے لگیں اور ہر جگہ اس گفتگو کا چرچا ہو گیا۔ آخر علی مردان خاں نے درشت اور کھرا جواب سیاوش کو لکھ دیا۔ سیاوش نے حقیقت حال سے شاہ ایران کو مطلع کر دیا۔

**قندھار پر قبضہ**

اس درمیان میں علی مردان خاں نے کابل کے صوبہ دار سعید خاں اور عوض خاں قاقشال کو جو غزنین میں تھا اور حاکم ملتان قلیج خاں کو خطوط لکھے اور اپنے رجوع کرنے اور کمک طلب کرنے کا اظہار کیا ۔ سعید خاں کے خط کے ہمراہ بادشاہ سلامت کے نام بھی ایک عرض داشت روانہ کردی صوبداروں اور فوج داروں نے علی مردان خاں کے خطوط بجنسہٖ حضور میں روانہ کردیئے اور جواب کا انتظار نہ کرکے ہر ایک اپنی کارگذاری جتلانے کے لئے فوج لے کر قندھار روانہ ہوگیا ۔ عوض خاں غزنین سے روانہ ہوا اور دوسرے امراء کی نسبت قریب ہونے کی وجہ سے سب سے پہلے قندھار پہنچ گیا ۔ علی مردان خاں اُسے بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ قلعہ میں لے گیا اور اواخر شوال سن ایک ہزار اڑتالیس ہجری (۱۰۴۸ھ) قندھار میں شاہجہاں بادشاہ کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری ہوگیا۔ علی مردان خاں نے نو اشرفی اور نو روپیہ جن پر صاحب قرآن ثانی کا سکہ مضرب تھا مع عرض داشت اور قلعہ کی طلائی کنجی اپنے ملازم احمد بیگ کے ہمراہ بارگاہ شاہی میں روانہ کردی اور وہاں کے قاضی کو جو سیاوش سے مل گیا تھا قتل کرادیا۔

**قندھار کی طرف فوجوں کی روانگی**

جب علی مردان خاں کی پہلی عرض داشت سعید خاں کے عریضہ کے ساتھ اس کے ملازم کے ذریعہ دربار میں پہنچی تو بادشاہ نے تمام صوبہ داروں اور حکام کو احکامات صادر کردیئے کہ وہ جلد از جلد قندھار پہنچ جائیں۔ ایک لاکھ روپیہ خلعت مع خنجر و تلوار اور مرصع جیغہ وغیرہ کے ساتھ علی مردان کے لئے بھجوایا اور سعید خاں نے اُس کے ہمراہیوں کی مدد کے لئے چار لاکھ روپیہ روانہ کیا اور قندھار کی قلعداری پر ملتان کے قلیج خاں کو جو اصل و اضافہ کے ساتھ پانچ ہزاری پانچ ہزار سوار کے منصب پر فائز ہوا تھا ۔ نامزد کردیا اور اس سلسلہ میں فرامین جاری کردیئے ۔ سعید خاں کو مختار مقرر کیا کہ وہ جس طرح مناسب جانے علی مردان خاں کے ہمراہیوں کے ساتھ رعایت کا سلوک کرے ۔ بادشاہ نے احتیاطاً شاہزادہ محمد شجاع کو بھی بیس ہزار سوار دے کر کابل کی طرف رخصت کردیا کہ وہ کابل جاکر ایران سے آنے والی خبروں کا منتظر رہے ۔ اور اگر شاہ صفی کے قندھار پہنچنے کی اطلاع ملے تو خود بھی کمک کے لئے فوراً قندھار پہنچ جائے اور اگر شاہ ایران اپنے امیروں کو مقرر کرکے بھیجے تو وہ فرزند بھی ٹھیرا رہے اور خان دوراں کو ایک عمدہ فوج دے کر بھیج دے ۔ وزیر خاں ناظم پنجاب کے نام حکم گیا کہ وہ رسد، غلہ، ذخیرہ، اور اپنا توپ خانہ شاہزادہ

کے پاس پہنچا دے۔

**سیاوش کی شکست**

جب سعید خاں شاہی فرمان اور عنایات شاہانہ کو لے کر پہنچا تو علی مردان خاں نے ہندوستان کے طریقہ پر قلعہ سے باہر آکر فرمان کا استقبال کیا۔ اسی اثنار میں خبر پہنچی کہ سیاوش ایران کے چار پانچ امراء کے ساتھ آٹھ نو ہزار سوار لے کر قندھار سے دس بارہ فرسخ تک پہنچ چکا ہے۔ اس خبر پر سعید خاں اپنی فوج اور دوسرے امراء، راجاؤں کی امدادی فوجوں اور علی مردان خاں کی جمعیت کو لے کر قزلباشوں کے لشکر کے استقبال کے لئے روانہ ہوا۔ دونوں طرف سے لڑائی ہوئی اور ایک جماعت قتل وزخمی ہوگئی۔ آخر کار قزلباشوں کو شکست ہوگئی۔ سیاوش اپنے توشک خانۂ خیمہ کو آگ لگا کر اور باقی اسباب کو چھوڑ کر فرار ہوگیا۔ سعید خاں نے علی مردان خاں کو اپنے بیٹے خانہ زاد خاں کے ساتھ بارگاہ شاہی میں روانہ کردیا اور خود قلیچ خان کے ہمراہ دوسرے بندگان بارگاہ کو لے کر قندھار کے ماتحت قلعوں بست وغیرہ کی تسخیر کا اہتمام کرنے لگا پھر حسب الحکم قلعہ قلیچ خاں کے حوالہ کردیا۔ اس اثنار میں یہ افواہ اڑی کہ سیاوش کی ہزیمت کی اطلاع پر شاہ صفی نے قزلباشوں کی دوسری فوجوں کو روانہ کردیا ہے چنانچہ سعید خاں نے شاہزادہ محمد شجاع کو کمک کے لئے لکھ بھی دیا تھا مگر بعد میں تحقیق ہوا کہ سیاوش نے فرار کے وقت ایک فوج کو قندھار کے اطراف کے قلعداروں کی کمک کے لئے متعین کیا تھا اس کے علاوہ دوسری فوجوں کی آمد کی شہرت بالکل بے بنیاد ہے۔

**علی مردان خاں کا استقبال**

جب علی مردان خاں کابل پہنچا تو شاہزادہ محمد شجاع نے اس کے استقبال کے لئے خان دوران خاں اور دوسرے امراء کو روانہ کیا اور اسے بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ لایا گیا اس نے خانہ زاد خاں کی راہنمائی میں ہندوستان کے آداب کے مطابق حاضری دی۔ شاہزادہ نے ارشاد شاہی کے مطابق چارقبائوں والی خلعت مع مرصع آلات طلائی اور مینا کاری کے ساز والے گھوڑے دو ہاتھی نقرئی ساز کے ساتھ عنایت فرمائے۔

**قندھار کے دوسرے قلعوں کی تسخیر**

سعید خاں اور قلیچ خاں نے بست کے قلعدار اور گرشک کے علاقہ کی تسخیر کے لئے فوجیں روانہ

کردیں، راجہ جگت سنگھ اور قلیج خاں اور سعید خاں کے افسروں کی کوشش سے ایک دو قلعے تو بس ایک ہی دھاوے میں فتح ہو گئے اور بعض تین تین چار چار ماہ کے محاصرے کے بعد ہاتھ آئے ان محاصروں میں دونوں طرف سے کافی آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے خاص طور سے قلعہ بُستَ کی یورش میں کہ وہاں کے قلعہ دار محراب خاں نے جو شاہ ایران کا غلام تھا بہت جم کر مقابلہ کیا اور خود اُس نے تقریباً سو آدمیوں کو قتل کیا اور تین سو آدمیوں کو زخمی کر دیا۔ غرض بڑے سخت مقابلہ کے بعد یہ قلعہ فتح ہو سکا۔ دو قلعدار لڑے بغیر فرار ہو گئے۔ اگر ہم ان مہموں کی تفصیل میں پڑ گئے تو اختصار نویسی کا مدعا فوت ہو جائے گا۔ مختصر یہ کہ چار ماہ کی مدت میں اس طرف کے تمام قلعے بادشاہی ملازمین کے قبضہ میں آ گئے ...

محراب خاں قلعدار بُست نے بڑے سخت مقابلہ اور زخمی ہونے کے بعد امان طلب کر کے قلعہ سپرد کر دیا اور قلیج خاں کی خدمت میں حاضر ہو گیا اس سے عمدہ مناصب اور دوسری عنایات کے بہت کچھ وعدے کئے گئے مگر اس نے قبول نہیں کیا۔ لہٰذا اس کو خلعت دے کر اس کے ہمراہیوں سے ہتھیار رکھوا لئے گئے اور ان کی دوسری اشیاء اور سازو سامان حوالہ کر کے سب کو رخصت کر دیا گیا۔

اب ہم علی مردان خاں کا باقی حال آئندہ بیان کریں گے۔ یہاں کچھ دوسرے واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

**آسام پر فوج کشی** ملک آسام کے حالات اور وہاں کے وحشی بد وضع باشندوں کی خوراک پوشاک رہن سہن کی تفصیلات انشاء اللہ عالمگیر بادشاہ غازی کے حالات کے ضمن میں بیان کئے جائیں گے۔ اعلیٰ حضرت شاہجہاں کے عہد میں بنگالہ کے صوبہ داروں اور فوج داروں نے خاص طور سے اسلام خاں نے اس ملک پر اپنے بھائی میر زین العابدین، اللہ یار خاں اور عبدالوہاب خاں اور میر ہاشم سمنانی اور دوسرے امراء کے ہمراہ بارہا فوج کشی کی ان فوجوں نے وہاں تاخت و تاراج کی۔ شرپسندوں کو قتل کیا اور قلعوں کی تسخیر میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ لیکن اس ملک میں پانچ مہینے بڑی شدت کی بارش ہوتی ہے اور پھر بارش کے ختم ہونے پر ایسی دلدل اور کیچڑ ہو جاتی ہے کہ فوجوں کی آمد و رفت دشوار ہو جاتی ہے اس کیچڑ میں وہاں کے باشندے جس آسانی سے آمد و رفت کر لیتے تھے اتنی آسانی سے شاہی فوج نقل و حرکت نہیں کر سکتی تھی، علاوہ ازیں وہاں سحر اور جادو کا بڑا زور

ہے۔ آب و ہوا میں اور وہاں کی غذا میں سمیات کا ایسا اثر ہوتا ہے کہ اجنبی مسافر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ خاص طور سے برسات کے آخر میں جب کہ زہریلے درخت دُھل کر صاف ہو جاتے ہیں تو ان کے زہریلے اثرات ہوا میں پھیل جاتے ہیں اور یہ مسموم ہوا نو وارد مسافروں کے لئے آفت جان بن جاتی ہے۔ پھر اگر سارا سفر ایک دو روزہ ہوتا بھی تو ایک بات تھی۔ وہاں تو کافی مدت صرف کرنی پڑتی تھی۔ بہرحال ان سب وجوہ سے وہاں کے تمام شہروں اور قلعوں کو فتح کر لینے کے باوجود اسلام خاں کے قدم اس سرزمین میں جم نہ سکے۔ اس ساری فوج کشی میں بادشاہی فوجوں اور سرداروں نے جو سخت مہمیں سر کیں اور کارنامے کر دکھائے ان کی تفصیل طوالت کا باعث ہوگی۔ مختصر یہ کہ اس خون آشام سرزمین میں ہزاروں سوار اور بہادروں کے ضائع ہونے کے بعد اسلام خاں نے کوچ بہار کو فتح کر لیا اور بھیم نرائن اور وہاں کے دوسرے زمینداروں کی قرار واقعی سرکوبی کر دی۔ اس کارنامہ پر وہ شاہانہ عنایات سے سرفراز کیا گیا۔ بعد میں اسلام خاں کو بادشاہ نے وزارت کے لئے دارالحکومت طلب کر لیا تو اس علاقہ کا سارا بند و بست درہم برہم ہو گیا۔

## شاہ ایران کا سفیر

بادشاہ نے علی مردان خاں کے نام فرمان جاری کر دیا اور اُسے پانچ ہزاری پانچ ہزار سوار کا منصب مع نقارہ و مراتب عنایت کیا۔ چونکہ ایران کا ایلچی یادگار بیگ جسے شاہ صفی نے تعلقات کے ٹوٹنے سے پہلے روانہ کیا تھا دارالخلافہ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ بادشاہ نے میر خاں میر تزک کو اس کے استقبال کے لئے بھجوایا اور باریابی کا موقع دیا۔ حاضری کے بعد اس نے شاہ ایران کا خط نظر سے گذرانا اس خط میں قلعۂ ایروان کی فتح کا ذکر کیا گیا تھا کہ "قلعہ پر صرف بارہ ہزار سوار اور تین چار بڑی بندوقوں کے ساتھ حملہ کیا گیا تھا۔ حملے کے دوران گولہ باری کی شدت سے گھبرا کر لشکر کے قدم اکھڑ گئے۔ تھے لشکر کی افراتفری کو دیکھ کر خود شاہ نے بڑھ کر حملہ کیا اور قلعہ کو فتح کر لیا" خط کے ساتھ شاہ ایران کے تحائف اور ہدایا بھی پیش کئے۔ بادشاہ نے سفیر کو تین مرتبہ کی باریابی میں مجموعی طور پر نوے ہزار روپیہ نقد خنجر مرصع اور دوسری عنایات سے سرفراز کیا۔

## راجا جگ سنگھ کی وفات

انہی دنوں راجہ جگ سنگھ کی وفات کی خبر پہنچی۔ جگ سنگھ ہندوستان کے عالی مرتبہ راجاؤں میں سے تھا اور بادشاہ سے نسبی قرابت بھی رکھتا تھا۔ اس کے لڑکے جسونت کو ماتمی خلعت عطا کی گئی اور اصل و اضافہ کے ساتھ

اسے چار ہزاری چار ہزار سوار کا منصب عطا کیا۔

دارا شکوہ کے گھر میں لڑکے کے تولد کی خبر پہنچی۔ اس کا نام سپہر شکوہ رکھا گیا۔

**بگلانہ کا علاقہ**

شاہزادہ محمد اورنگ زیب بگلانہ کی تسخیر کے لئے مامور کیا گیا تھا۔ دکن کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ بگلانہ کا علاقہ فتح ہو چکا ہے۔ جیسا کہ ہم کہہ آئے ہیں بگلانہ بتیس پرگنوں اور دو قلعوں پر مشتمل ایک چھوٹا سا خطہ ہے ان میں سے دو قلعے سالیر اور ملیر اس علاقہ کے کافی بلند اور مشہور قلعے ہیں۔ بگلانہ ایک ہزار چار سو سال سے اس ولایت کے حاکم بہرجی کے آباء و اجداد کے تصرف میں تھا اس کا محصول پندرہ لاکھ روپیہ کا تھا۔ یہ راجہ زمانہ سابق میں صاحب سکہ حکمران تھے۔ بگلانہ بلحاظ لطافت آب و ہوا نہروں اور ثمردار درختوں، خاص طور سے آم انگور اور سبزہ و گل کی وجہ سے کشمیر کا مقابلہ کرتا ہے۔ وہاں انگور کے خوشے انجیر اور ترنج کے وزن کے بارے میں ثقہ آدمیوں سے بھی ایسی بڑے مبالغہ کی باتیں سنی ہیں انھیں نقل کرنے سے کوئی حاصل نہیں۔ البتہ راقم الحروف خود وہاں دو سال تک رہا ہے۔ میں نے مخروطی انگور آٹھ آثار کا ترنج بھی اسی وزن کا اور آم ڈیڑھ آثلہ کا تلوایا ہے۔ یہاں کا کمودی چاول دکن کے تمام صوبوں میں تحفہ کے طور پر مشہور ہے وہاں کا آم بھی دکن کے خاص و عام میں بڑے ہونے اور دراز فصل ہونے کے باعث بڑی شہرت رکھتا ہے۔

**سید عبدالوہاب خاندیسی**

شاہزادہ اورنگ زیب نے دکن پہنچنے کے بعد محمد طاہر کو جسے وزیر خاں کا خطاب اور برہان پور کی صوبہ داری ملی تھی، اور اس کے ساتھ مالوجی کو پانچ ہزار سوار اور پیادہ فوج اور بے شمار قلعہ گیری کا سامان دے کر بگلانہ پر فوج کشی کے لئے متعین کیا۔ مگر انہی دنوں ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آگیا۔ سید عبدالوہاب خاندیسی بڑا مشہور اور بہادر سردار تھا اس عہد کا رستم کہلاتا تھا۔ برہان پور میں خان دوراں سے ملاقات کے موقع پر اس نے ہاتھ سر تک اٹھائے بغیر سلام علیک کہدیا اس پر دونوں میں کچھ بدمزگی ہو گئی اور پھر بات اتنی طول کھینچ گئی کہ وہ خان دوراں کی مجلس سے ناراض ہو کر نکلا اور نقارہ بجاتے ہوئے سیدھے حضور کا راستہ لیا اور جریدہ یلغار کرتے ہوئے دارالسلطنت پہنچ گیا۔

اس واقعہ کی رپورٹ برہان پور سے آچکی تھی اور خان دوراں کے خط سے بھی تفصیلات

معلوم ہو گئی تھیں۔ بادشاہ کو خان دوراں کی رعایت اس کی سرداری کی وجہ سے بھی کرنی تھی۔ دوسری طرف عبدالوہاب کی طرف داری ازراہ قدردانی پیش نظر تھی۔ بہرحال جب وہ خدمت میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے پہلے تو اسے یہ کہا کہ "تم خان دوراں کے ساتھ بدسلوکی کرکے اپنے سردار کی اجازت کے بغیر کیوں آ گئے" پھر لطف و مہربانی کا اظہار کرکے حکم دیا کہ وہ اس کی تلافی اس طرح کرے کہ جلد از جلد وہ بگلانہ چلا جائے اور شاہزادہ کی فوج کے ساتھ ملہیر کے قلعہ کو فتح کرنے کی کوشش کرے اس نئے تقرر کے بعد اسے خلعت دے کر رخصت کر دیا اور محمد طاہر کا تبادلہ کرکے اس مہم کا "میر مور چال" براہ راست دربار سے احکام بھیج کر اسی کو مقرر کر دیا۔

**عبدالوہاب کا ملہیر پر حملہ**

سید عبدالوہاب نے محاذ پر پہنچنے کے بعد قاعدہ کے مطابق مورچال بڑھانے نقب لگوانے اور قلعہ گیری کے دوسرے مقررہ طریقوں پر کوئی توجہ نہیں دی اور اس سلسلہ میں لوگوں کے اعتراضات کا ہدف بنتا رہا۔ بعد میں جب محاصرہ تین مہینے تک طول پکڑ گیا تو وہ ایک رات کو چار پانچ جاں باز کوہ نورد سیدوں ایک نشان بردار اور نفیری نواز اور ایک سقے کو لے کر دوسرے سرداروں کو اطلاع دیئے بغیر لشکر سے نکل گیا اور دشوار گزار راستوں سے ہوتا ہوا اندھیری راتوں میں سفر کرتا رہا اور تین دن تین راتیں وہاں کے غاروں میں بسر کیں۔ چوتھے دن وہ اچانک پہاڑ کی بلندی پر فتح کا نشان لہراتا ہوا نمودار ہوا اور نفیری بجوادی کہ اس کی وحشت اثر آواز نے غنیم کے دل کو دہلا دیا۔ فوج کے بہادروں نے جب اسے فتح کا نشان اڑاتے ہوئے پہاڑ کی بلندی پر دیکھا تو دستہ دستہ وہ بھی جاں بازی دکھاتے ہوئے سید عبدالوہاب کے پاس پہنچ گئے اور قلعہ کے دروازہ پر جا کر دم لیا قلعہ کا حاکم نشین حصار کرکوہ میں واقع تھا اور اس کی بلندی تقریباً دو کوس کی مسافت پر تھی اس کو ہندوستان کی زبان میں "باڑی" کہتے ہیں۔ اصل قلعہ اس باڑی سے مزید نصف کوس کی بلندی پر واقع تھا۔ بہرجی راجہ حملہ آور فوج کو قلعہ کے دروازہ پر دیکھ کر حواس باختہ ہو گیا اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اوپر دوسرے قلعہ میں چلا گیا۔ جاں باز سپاہیوں نے معمولی کوشش کے بعد باڑی کے حصار کو فتح کرکے فتح کا شادیانہ بجوادیا۔

**بگلانہ کے قلعوں کی فتح**

تین دن کے مزید محاصرہ کے بعد ہی حاکم بگلانہ اور دوسرے محصورین تنگ آ گئے اور حاکم نے اپنی والدہ کو امان کی درخواست دے کر بھیجا اور درخواست کی کہ اسے سلطان پور کا پرگنہ وطن داری اور معاش

کے طور پر دیدیا جائے ۔ اس کی درخواست شاہزادہ اورنگ زیب کی خدمت میں پیش کی گئی تو شاہزادہ نے اس وجہ سے کہ سلطان پور کا پرگنہ رعیت کی ویرانی اور قحط سالی کی وجہ سے ان دنوں بہت کم حاصل ہو گیا تھا منظور کر لیا اور قلعہ سال مذکورہ کے شوال کے اواخر میں فتح ہو گیا ۔ اور پھر تھوڑے ہی عرصہ میں سالہیر وغیرہ دوسرے آٹھ قلعے بھی فتح ہو گئے ۔ محمد طاہر کو ملہیر کا قلعہ دار بنایا گیا ۔

بباول کے قلعدار نے جو بھرجی کے چچازاد بھائی ادنا نامی سے تعلق رکھتا تھا کچھ عرصہ تک مقاومت کی مگر آخر کو گرفتار کر لیا گیا ۔ بگلانہ کے پرگنے قحط، فوج کشی اور لوگوں کی ہلاکتوں کے سبب مسلسل چند سال تک آفتوں کا نشانہ بنے رہے ۔ ان کی جمع بندی چار لاکھ روپیہ مقرر کر دی گئی اور حکم ہوا کہ رجسٹروں میں اس علاقہ کو "ملک" کا عنوان دیا جائے ۔ سلطان پور کا پرگنہ کچھ عرصہ تک بھرجی کے انعام میں ہی مقرر رہا جب وہ فوت ہو گیا تو اس کے بیٹے بیرم نامی کو مشرف باسلام کر کے اسے سلطان پور کے پرگنہ کے علاوہ پوتنار کا پرگنہ انعام میں دیدیا گیا ۔ اسے دولت مند خاں کا خطاب اور ڈیڑھ ہزاری منصب بھی عطا کیا گیا ۔

## عبدالوہاب کے سابقہ حالات

جب اس مہم کی تفصیل عرض شاہی میں پہنچی تو عبدالوہاب کو عنایات شاہانہ سے نوازا گیا اور اسے دلاور خاں کا خطاب دینا چاہا مگر اس نے قبول نہیں کیا ۔ کہتے ہیں سید عبدالوہاب سادات رسول میں تھا اس کے بزرگ مشہد مقدس میں امام رضا کے مزار کے جاروب کش تھے ۔ وہ تلاش رزق میں صوبہ خاندیس کی طرف نکل آیا اور وہاں بباول اور راتوڑیر کے پرگنہ میں سکونت اختیار کر لی کچھ عرصہ بعد اس نے ان پرگنوں سے متصل پہاڑ پر رہنے والے کافروں سے جہاد کرنے کا ارادہ کر کے بادشاہی فوج کی ملازمت اختیار کر لی اس ملازمت کے دوران میں اس کی حسن کارکردگی اور معرکہ آرائی کی وجہ سے اسے رستم زماں سمجھا جانے لگا ۔ ویسے ثقہ بزرگ اس کے کارناموں کے بارے میں بہت کچھ بیان کرتے ہیں مگر مبالغہ آرائی کے شبہ کی بناء پر ان کو نظرانداز کر کے ہم مختصراً چند واقعات لکھتے ہیں ۔

## عبدالوہاب کی جرأت

جس زمانہ میں وہ بباول اور راتوڑیر کا فوجدار تھا اس کی پہاڑی سرکش قوموں اور بھیلوں سے لڑائی ہوئی اس نے پہاڑ کے دامن میں ان کافروں سے مقابلہ کے لئے اپنا خیمہ لگوا دیا ۔ ابھی اس کی جمعیت

کوہستان میں داخل نہیں ہوئی تھی کہ وہ رات کے وقت یکہ وتنہا سیاہ لباس میں پہاڑ کی طرف روانہ ہوگیا اور جاسوسوں کی طرح چپ چاپ اس مقام پر جہاں پہاڑیوں کا سردار اپنی عورت کے ساتھ سو رہا تھا پہنچ گیا اور بھیلوں کے طریقہ پر بڑی مہیب آواز میں اس کو بیدار کردیا وہ پریشان ہوکر گھر سے باہر نکل آیا اور اپنے حریف کو پہچاننے کی کوشش کرنے لگا سید عبدالوہاب نے اس سے بڑے ملائم لہجہ میں کہا "ڈر نہیں سید عبدالوہاب بھائی (اس ضلع میں وہ سید عبدالوہاب بھائی کے نام سے ہی پکارا جاتا تھا) تجھ سے ملنے آیا ہے اور دیکھ لڑائی اصل میں ہمارے اور تیرے درمیان ہے پھر ہمارے اور تیرے آدمی بلاوجہ کیوں مارے جائیں؟" یہ کہتے ہوئے غلاف سے تلوار نکال کر اس کے ہاتھ میں دے دی اور اس کی طرف سے منہ پھیر کر کھڑا ہوگیا اور کہا۔ بس تو سمجھ لے تجھے کیا کرنا ہے؟" باغیوں کا سردار حیران رہ گیا۔ کچھ کرنے کی اس کو جرأت نہیں ہوئی اور وہ بے اختیار اس سید کے پیروں پر گر پڑا اور عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اس کی اطاعت قبول کرلی۔

## عبدالوہاب کی فوجی چال

کاکا سلطہور کی گڑھی اورنگ آباد سے دو منزل پر سرراہ ہے یہ گڑھی ہزار سال پرانی مٹی کی بنی ہوتی ہے مگر اتنی مضبوط ہے کہ کیا کوئی پختہ قلعہ ہوگا۔ یہاں کا حاکم کاما تھا جو ابتدائے عہد شاہجہانی میں راہزنی کرتا رہتا تھا اور اس علاقہ کا مشہور سرکش اور سرغنہ تھا۔ اس کے خوف سے فرداپور کا راستہ بالکل بند ہوگیا تھا بڑے بڑے منصب دار اور امیر اس کی سرکوبی کے لئے مقرر ہوئے مگر کچھ نہ کرسکے۔ آخر میں عبدالوہاب نے اس کو سیدھا کرنے کی ذمہ داری اپنے سر لے لی اور کافی عرصہ تک اس کا محاصرہ کئے رہا جب دیکھا کہ بغیر مکر اور چال کے اس پر قابو پانا مشکل ہے تو مصلحتاً محاصرہ اٹھا کر چند کوس کے فاصلہ پر چلا گیا اور وہاں ایک چار دیواری بناکر خود کو کافروں میں محصور کردیا۔ اور ان پر یہی ظاہر کیا جیسے وہ ان سے مغلوب ہوگیا ہے ایک رات شکار کے بہانے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نکل کر مفقود الخبر ہوگیا۔ جب کاما کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنی جمعیت لے کر اس نئے حصار پر حملہ کرنے اور اس کے بقیہ محصوروں کو تاخت وتاراج کرنے کے لئے پہنچ گیا ابھی وہ کچھ کرنے نہ پایا تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ سید عبدالوہاب نے اپنے جنگجو آدمیوں کے ساتھ کاما کی گڑھی میں پہنچ کر اس پر قبضہ کرلیا ہے۔

۲۴ صفر کو بادشاہی جھنڈے لاہور کے ارادہ سے کھول دیئے گئے۔ بادشاہ نے

سیف خاں کو اکبر آباد کی نگرانی پر مقرر کر دیا اور اوائل ربیع الاول میں دہلی کے قریب نزول فرمایا۔ وہاں ایک ہفتہ قیام کرنے کے بعد آگے کے لئے کوچ کر دیا۔

---

(جلوس کا بارھواں سال مطابق سن ایک ہزار اڑتالیس ہجری ۱۰۴۸ھ)

## صفدر خاں کی سفارت

یکم جمادی الثانی کو اثنائے سفر میں جلوس کا بارھواں جشن منایا گیا۔ ۱۵ رجمادی الثانی کو بادشاہ لاہور کے قلعہ میں داخل ہوئے صفدر خاں ایران کی سفارت پر گیا ہوا تھا اس نے اپنے فرائض اس خوبی سے انجام دیئے کہ خود شاہ صفی اس سے ملنے اُس کے مکان پر پہنچا اور صفدر خاں نے ایک لاکھ روپیہ کی پیش کش گذرانی۔ بادشاہ نے اس کے ایران سے رخصت ہوتے تک نو ہزار تومان اتنی گھوڑے مع طلائی اور فیروزہ ساز کے اسے عطا کئے۔ ایران سے واپسی کے بعد اس نے بادشاہ کی خدمت میں شاہ ایران کے بھیجے ہوئے پانچ سو عربی اور عراقی گھوڑے دوسرے تحائف کے ساتھ جن کی جملہ قیمت پانچ لاکھ روپیہ ہوتی تھی۔ بطور پیش کش گذرانے۔ بادشاہ نے ان میں سے چند گھوڑے اس کو بخش دیئے۔

## علی مردان خاں کی باریابی

علی مردان خاں کے پہنچنے کی خبر ملی تو بادشاہ نے معتمد خاں اور تربیت خاں میر بخشی اور تن بخشی کو حکم دیا کہ دولت خانہ کے دروازہ پر جاکر استقبال کریں اور حضور میں لے آئیں۔ علی مردان خاں نے ایک ہزار مہریں نذر دیں بادشاہ نے اسے خلعت، خنجر، مرصع تلوار، جیغہ، دو ہاتھی اور دو گھوڑے مع طلائی میناکار اور نقرئی ساز کے اور چار طلائی تبہ کر ان سب کی مجموعی قیمت ایک لاکھ روپیہ ہوتی تھی اور ہزاری ہزار سوار کا اضافہ عطا کیا۔ سرکار کی ایک حویلی بھی رہنے کے لئے عطا کی، علی مردان خان کے دس معتمد آدمیوں کو بھی بیس ہزار روپیہ نقد، خلعت، گھوڑا اور ہر ایک کے مناسب حال منصب عطا فرمایا۔

یادگار بیگ ایران سے آیا ہوا تھا رخصت ہونے کے لئے لاہور میں ٹھیرا ہوا تھا، اس نے خدمت میں حاضری دی، اسے بھی از سرِ نو بیس ہزار روپیہ دے کر رخصت کیا بادشاہ صفی کے لئے دو لاکھ پچاس ہزار روپیہ کے تحفے یادگار بیگ کے حوالہ کئے۔

علی مردان خاں کو کشمیر کی صوبہ داری عطا کی اور کشمیر اُس کی جاگیر میں دے دیا، صوبہ داری

پر تقرر کے موقع پر خلعت، مرصع آلات، پچاس ہزار روپیہ کے زرکار کپڑے جو احمد آباد، کشمیر اور بنگالہ کے بنے ہوئے تھے دیئے، ایک پاندان پانوں سے بھر کر اور ایک طلائی سلفہ دان بھی مرحمت کیا اور اس سے کہا۔ پان ہندوستان کی ایک فائدہ مند نعمت ہے اس کے کھانے کی عادت ڈال لو۔ دوسرے دن پانچ لاکھ روپیہ نقد، دس تھان سفید اور نفیس پارچے عطا کئے اور علی بیگ سلطان کو جو علی مردان خاں سے قریبی رشتہ رکھتا تھا کشمیر کی نیابت پر مقرر کر کے خلعت اور چار ہزار روپیہ عطا کیا اور رخصت کر دیا۔

افضل خاں تجربہ کار وزیروں میں سے تھا ستر سال کی عمر میں اس کا انتقال ہو گیا بادشاہ کو اس کی وفات کا بہت ملال ہوا۔ اس کی جگہ وزارت کے لئے بنگالہ کے صوبہ دار اسلام خاں کو طلب کرنے کے لئے فرمان جاری کر دیا گیا۔ اسلام خاں کے پہنچنے تک خالصہ کے دفتر کے پیش کار جس کے ذمہ "دفتر تن" بھی تھا۔ دیانت رائے کو قائم مقام وزیر بنایا گیا۔

## مراد بخش کا پہلا منصب

جعفر خاں نے ارباب طلب اور منصب داروں کی تنخواہ کا سیاہہ (برآورد تنخواہ) ملاحظہ میں پیش کی۔ محمد مراد بخش کو اس وقت تک پانچ سو روپیہ یومیہ ملتے تھے۔ سیاہہ پیش ہوتے پر اُسے دس ہزاری دس ہزار سوار کا منصب مع مراتب کے عطا کیا گیا۔ شاہزادہ محمد شجاع بھی کابل سے آکر راجہ جگت سنگھ کے ساتھ باریاب ہوا۔ بادشاہ خان دوراں کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اس نے تین لاکھ روپیہ کے جواہر اور دوسرے تحفے پیش کئے۔

## چنپت کی سرکشی

اطلاع ملی کہ جھجار کی اولاد میں سے ایک کم عمر لڑکے پرتھی راج نامی کو ایک بدنہاد شخص چنپت نے اس کا قائم مقام بنا کر پرگنوں میں لوٹ مار کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ وہاں کے فوجدار باقی خاں نے اس کی سرکوبی کے لئے بڑی کوشش کی مگر وہ قابو میں نہیں آسکا۔ حکم ہوا کہ پٹنہ کا صوبہ دار عبداللہ خاں اس کے انتظام کے لئے وہاں پہنچ جائے۔ عبداللہ خاں کے "تیول" (جاگیر) کو بھی اسلام آباد کی سرکار میں مقرر کر دیا گیا اور پٹنہ کا صوبہ شائستہ خاں کے حوالہ کر دیا۔

## شجاع کا بنگالہ پر تقرر

مرزا رستم قندھاری صفوی کی لڑکی شاہزادہ محمد شجاع کے عقد میں تھی اس کے فوت ہو جانے پر اعظم خاں کی لڑکی کو

محمد شجاع کے عقد میں دیدیا۔ اپنے سامنے اس کا نکاح پڑھوا کر بہت جلدی اُسے بنگالہ کو روانہ کر دیا۔ اس کے پیچھے ہی دُلہن کو اعظم خاں کے بیٹوں کے ساتھ روانہ کیا گیا کہ وہاں پہنچنے کے بعد شادی کا جشن منعقد کریں۔ شاہزادہ کو رخصت کرتے وقت تین ہزاری کا اضافہ کر دیا کہ اصل اور اضافہ ملا کر اس کا منصب پندرہ ہزاری نو ہزار سوار ہو گیا۔ ساچق کا خرچ دو ہزار روپیہ بھی عطا کیا۔ شاہزادہ محمد اورنگ زیب کو بھی محمد شجاع کے برابر منصب عطا کیا گیا۔

## قندھار کی طرف فوجوں کی روانگی

جب قندھار کی تسخیر کے لئے شاہ ایران کی اصفہان سے روانگی کی اطلاع ملی تو بادشاہی پیش خانہ کو کابل کی طرف روانہ کرنے کا حکم صادر ہوا۔ داراشکوہ کو ایک بڑی فوج اور کوہ پیکر ہاتھی اور آتشیں توپ خانہ دے کر آگے روانہ کر دیا اور حکم دیا کہ وہ نیلاب سے گذر کر شاہ صفی کی خبر پہنچنے تک ٹھیرا رہے۔ رخصت کرتے وقت دس لاکھ روپیہ دو سو گھوڑے ایک لاکھ روپیہ کے مرصع آلات اور دوسرا اسامان عنایت فرمایا۔ شاہزادہ کے ہمراہ خان دوراں بہادر، نصرت جنگ، فدائی خاں، ذوالفقار خاں، راجہ رائے سنگھ، راجہ جگت سنگھ وغیرہ صاحب فوج امیروں کو خلعت، گھوڑا، ہاتھی، مرصع آلات نقد روپیہ اور اضافہ دے کر رخصت کیا گیا۔

## بادشاہ کی کابل کو روانگی

بادشاہ نے یکم ذی قعدہ کو کابل کی طرف کوچ کر دیا اور علی مردان خاں کو دو بیٹوں کے ساتھ کشمیر رخصت کر دیا ماہ مذکور کے آخر میں دریائے بہت سے گذر کر وسط ذی الحجہ میں باغ حسن ابدال میں قیام کیا گیا۔ اوائل محرم سنہ دس سو انچاس ہجری (۱۰۴۹ھ) کو سواری پشاور پہنچی، وہاں سے بڑھ کر موضع علی مسجد میں قیام ہوا اس مہینہ کے آخر میں کابل کے آٹھ خانہ والے باغ میں نزول کیا گیا۔ نواح کابل میں ہزارہ افغانوں کی سرکشی کی بڑی شکایات تھیں۔ بادشاہ نے اُن کی سرکوبی کے لئے سعید خاں کو خان دوراں بہادر کے ساتھ مامور کیا اور شاہزادہ کو حکم دیا کہ وہ چند امراء اور توپ خانہ کے ساتھ غزنین میں جا کر ٹھیر جائے۔

## ہزارہ قبیلوں کی سرکوبی

سعید خاں بہادر اور خان دوراں نے اطلاع دی کہ ہزارہ قبیلہ کے اکثر افغانوں اور سرکشوں کو قرار واقعی سزا دے دی گئی ہے ان کے مال لوٹ لے گئے اور اہل وعیال اسیر بنا لئے گئے ہیں، اور ان کو بُری طرح پامال

کردیا گیا۔ ان کی ایک جماعت نے اطاعت اختیار کرلی ہے۔ حکم ہوا خان دوراں وہیں سے اپنے تعلقہ مالوا کی طرف روانہ ہوجائے اور سعید خاں ان افغان اسیروں کو لے کر حضور میں آئے۔ سعید خاں اس قوم کے ستائیس سرداروں کو لے کر حضور میں پہنچا۔ ان سب کو بادشاہ نے اپنی عنایات سے سرفراز کیا اور آخر ربیع الثانی کو لاہور کی طرف واپسی عمل میں آئی۔

---

## (جلوس کا تیرھواں سال مطابق سن ایک ہزار انچاس ہجری (۱۰۴۹ھ))

### اضافے اور ترقیاں

پہلی جمادی الثانی سن ایک ہزار انچاس ہجری کو جلوس کا تیرھواں جشن سفر کے انتظامات کے مطابق منعقد کیا گیا۔ اس ماہ کی ۱۲ رتاریخ کو دارالسلطنت لاہور میں نزول کیا گیا۔ کشمیر سے علی مردان خاں نے آکر باریابی حاصل کی اُسے ہزاری ہزار سوار کا اضافہ ملا اس کا منصب اس اضافہ پر سات ہزاری سات ہزار سوار کا ہوگیا۔ اسلام خاں نے بھی بنگالہ سے آکر حاضری دی اُسے وزارت کا مرصع قلمدان اور خلعت عطا کی گئی۔ اسلام خاں نے تین لاکھ روپیہ نقد اور جنس میں اور پچیس ہاتھی چاندی کے ساز کے ساتھ پیش کئے۔

یمین الدولہ کی بیوی کا انتقال ہوگیا تھا۔ پرسش کے لئے بادشاہ آصف خاں کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں سے اُٹھ کر علی مردان خاں سے ملنے کے لئے پہنچے، اُس نے ایک لاکھ روپیہ نقد اور جنس میں نذر پیش کیا۔ بادشاہ نے اُسے خلعت، گھوڑا، ہاتھی، مرصع خنجر اور بیش بہا مروارید عنایت کئے۔

### جشن چراغاں

محمد شجاع کے گھر میں فرزند کے تولد ہونے کی خبر پہنچی بادشاہ نے اس کا نام زین الدین رکھا۔ علی مردان خاں کے کارگزاروں نے "چراغاں" کی نمائش کی، جالی دار لکڑی کے سانچوں کے ذریعہ روشنی کے مظاہرے کرائے تھے۔ بادشاہ نے جھروکہ میں آکر یہ نمائش دیکھی اور بہت پسند کیا۔ عام تماشائی بھی اس سے بڑے حیرت زدہ اور متاثر ہوئے۔

### لاہور کی نہر کا منصوبہ

علی مردان خاں نے عرض کیا میرے ساتھ ایران کے چند نہر کھودنے والے ماہر ہیں اگر حکم ہو تو راوی سے ایک نہر نکال کر شہر میں سے کھیتوں اور باغوں تک پہنچا دی جائے اس سے شہر کی رونق بھی بڑھ جائے گی اور اراضیات کی

پیداوار میں بھی اضافہ ہوگا۔ بادشاہ کو یہ تجویز پسند آئی اور اس کے اخراجات کے لئے ایک لاکھ روپیہ منظور فرمایا۔ خان نے اپنے ایک معتمد کار معتمد آدمی کو اس کارِ خیر پر مقرر کر دیا اور لاہور سے انچاس کوس جرہی سے نہر کی کھدائی شروع ہوگئی اس نہر کا بقیہ حال ہم مناسب موقع پر لکھیں گے۔

## گونگا امیر

اس سال کا عجیب واقعہ یہ ہے کہ عبداللہ خاں بہادر جنوبی میں مشہور تھا اس کے ساتھ ایک بہت عمدہ سردار عبدالرحیم بیگ ازبک تھا۔ ان دونوں کے درمیان اختلاف اور ناراضگی ہوگئی۔ عبدالرحیم نے کچھ عرصہ تک بیماری کا بہانہ کیا۔ آخر میں گونگا بن گیا اس معاملہ میں اس نے اتنے ضبط کا ثبوت دیا کہ اپنے بیوی بچوں تک کو اس راز سے واقف نہیں کیا۔ اس کے گونگے ہو جانے کی بڑی شہرت ہوئی یہاں تک کہ عبداللہ خاں نے اور خبرنویسوں نے دربار میں لکھا۔ اس اطلاع پر بادشاہ نے اسے دربار میں طلب کر لیا جب حضور میں باریاب ہوا تو اس نے بے تکان بڑی روانی کے ساتھ بات کرنی شروع کر دی اور اپنی شکایات اور مدعا پیش کیا۔ اس کی اس تدبیر پر بادشاہ بڑے خوش ہوئے آفریں کہا۔ خلعت، گھوڑا اور بیس ہزار روپیہ عطا کیا۔

## محمد سلطان کی ولادت

شاہزادہ محمد اورنگ زیب کی عرض داشت سے معلوم ہوا کہ سفر کے دوران متھرا میں لڑکا تولد ہوا ہے۔ بادشاہ نے اس کا نام محمد سلطان رکھا۔ اس کے بعد ہی شاہزادہ دکن سے لوٹ کر حاضرِ خدمت ہوا ہزار اشرفی پچاس ہاتھی دوسرے جواہرات وغیرہ جن کی قیمت چھ لاکھ روپیہ ہوتی تھی نذرانہ میں گذرانے۔ دو لاکھ روپیہ کے تحفے علی مردان خاں اور دوسرے امرا۔ کو بھی دیئے۔

## خوفناک آتش زدگی

بنگالہ کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ ناگہانی حادثہ سے قلعہ کے اندر آگ لگ گئی۔ آگ اتنی خوفناک تھی کہ قلعہ کے احاطہ میں جتنے گھر اور عمارتیں تھیں، سب جل کر خاک ہوگئیں۔ یہاں تک کہ آگ شاہزادہ محمد شجاع کے خاص بنگلوں تک پہنچ گئی۔ ہزاروں سقوں اور آدمیوں نے آگ بجھانے کی کوشش کی، مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا، غسل خانہ کے اطراف اور خاص و عام کے ایوان میں اس طرح پھیل گئی کہ عورتوں، جواہر خانہ اور دوسرے ساز و سامان تک کو نکالنے کا موقع نہیں ملا۔ آگ کے شعلوں کے ساتھ محل کی عورتوں کی چیخ پکار بار بار بلند ہو رہی تھی۔ آگ کے شعلے آسمان کی خبر لے رہے تھے

شاہزادہ حواس باختہ سراسیمہ ادھر ادھر دوڑتا پھر رہا تھا۔ آخر بہت سی عورتوں کے جل جانے کے بعد کوٹھے کے ایک جانب زینے لگائے گئے اور بقیہ عورتوں کو بمقنعہ چادر پہنا کر کمرے رسیاں باندھ کر نیچے اتارا گیا۔ کچھ لوگ جان بچانے کے لئے کود پڑے اور ہاتھ پاؤں سے معذور ہو گئے۔ محل کی عورتوں میں سے اسی عورتیں جل کر مرگئیں جو کچھ باہر کے شاگرد پیشہ پرگنڈ اور جس قدر ساز و سامان جل کر راکھ ہوگیا اس۔ تو کوئی حساب ہی نہیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ پانچ لاکھ روپیہ جواہرات اور دوسری ضروریات شاہزادہ کے پاس بھیج دی جائیں۔ یہ واقعہ اہل عبرت کے لئے بہت کافی ہے۔

**کشمیر کا سفر**

آخر شوال اوائل اسفندار میں بادشاہ کشمیر کی سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ شاہزادہ محمد اورنگ زیب کو تین لاکھ روپیہ نقد، جواہرات وغیرہ دے کر دکن کے لئے رخصت کیا۔ شاہزادہ محمد مراد بخش کی بطور احتیاط قندھار کی حفاظت کے خیال سے کابل کی طرف روانہ کیا۔ اس کے ساتھ وزیر خاں ذوالفقار خاں وغیرہ کوئی بارہ امیروں کو روانہ کیا۔ کرمت خاں کو حکم دیا کہ وہ عجلت سے کابل جا کر ذخائر اور توپ خانہ کا سامان فراہم کرنے کا انتظام کرے۔

کشمیر کا راستہ برف سے اٹا ہوا تھا بادشاہ راستہ کی دشواری اور برف کی زحمتوں کو برداشت کرتے ہوئے کوچ بر کوچ کرتے کشمیر کی سرحد پر پہنچ گئے۔

**ظریف قیصر روم کی خدمت میں**

شاہجہاں کو عمدہ گھوڑوں کا بڑا شوق تھا۔ اس لئے گذشتہ سال ایک شخص ظریف نامی کو ایران کے ایلچی کے ہمراہ عراقی گھوڑوں کی خریداری کے لئے روانہ کیا تھا۔ اس نے یہ خدمت اچھی طرح انجام نہیں دی تھی پھر اس نے درخواست کی تھی کہ اگر حضور مجھے عرب اور روم کو بھجوائیں تو میں ایران کے سفر کی شرمندگی کو دور کرنے کی کوشش کروں گا۔ لہٰذا اس کو جلوس کے دسویں سال قیصر روم، سلطان مراد کے لئے خط ہدیہ اور کمر پٹہ مرصع اور جواہرات دے کر رخصت کیا تھا۔ ظریف عین اس وقت منزل مقصود پر پہنچا جب کہ قیصر روم بغداد کی تسخیر کے ارادہ سے جو شاہ ایران کے قبضہ میں آگیا تھا بس نکلنے ہی والا تھا۔ جب قیصر کو ظریف کے آنے کی اطلاع ملی تو اس کو بڑے اعزاز و اکرام سے طلب کیا ظریف نے خط بیش قیمت مرصع کمر پٹہ اور جواہرات گذرانے۔ قیصر نے خط بڑی تعظیم سے لیا اور مرصع کمر پٹہ دیکھ کر بہت خوش ہوا اور

کہا ۔ اس وقت جب کہ میں ایسی مہم پر جا رہا ہوں ایسے بادشاہ کی طرف سے ایسا ایک تحفہ شگون نیک اور فضل الہی سمجھتا ہوں ۔ دوسرے دن ظریف نے ہندوستان کے ہزار پارچے اپنی طرف سے پیش کئے۔ قیصر نے پسند کیا اور ظریف سے پوچھا ۔ ہندوستان میں اس نازک اور باریک کپڑے پر کن تھیاروں کے باندھنے کا رواج ہے ؟ ظریف نے تمام تھیاروں، بکتربند اور ہزار بیجی وغیرہ گنائے اور ایک بکتر بھی جو اُس کے ساتھ تھا، ملاحظہ میں پیش کیا۔ قیصر نے بہت پسند کیا اور ہزار قروش جس کا بیس ہزار روپیہ ہوتا ہے۔ ظریف کو انعام دیا اور کہا اس مہم سے میری واپسی تک موصل میں جو گھوڑوں کی منڈی ہے ٹھیرا رہے اور اپنا کام سرانجام دے ۔

**ترکی گھوڑوں کا تحفہ**

بعد میں جب قیصر بغداد کی تسخیر سے فارغ ہو کر واپس آیا تو ظریف کو ارسلان آقا کے ہمراہ خط اور اپنے خاصہ کی سواری کا ایک گھوڑا اس کی مرصع زین کے ساتھ، مروارید سے بنی ہوئی عبا بادشاہ کے لئے دے کر رخصت کیا ۔ شاہ ایران کے ایک سردار خلیفہ سلطان کی سواری کا گھوڑا جو سلطان مراد کے ہاتھ آگیا تھا مع خلعت ظریف کو مرحمت کیا۔ ظریف اس سال ارسلان آقا کی آمد سے پہلے ٹھٹھہ کے راستے پہنچا ۔ بادشاہ ارسلان آقا کی مہمان داری کے لئے ایک عہدہ دار کو بھیجا اور ٹھٹھہ و ملتان کے حاکموں کو احکامات بھی روانہ کر دیئے ۔ اور یہ حکم بھی دیا کہ ملتان کے خزانہ سے دس ہزار روپیہ دیا جائے اور جہاں وہ پہنچے صوبہ دار خاطر تواضع اور مہمان داری کریں اور نقد و جنس تحفہ دیں ۔ چنانچہ بادشاہی رقم کے علاوہ ان ضیافتوں ہی میں اُسے بیس ہزار روپیہ مل گیا ۔ غرض دونوں حضور میں پہنچے اور سرکاری خریداری کے باون گھوڑوں اور قیصر روم کے دو گھوڑوں اور مروارید کی عبا پیش کرنے کے بعد عنایات شاہانہ سے نوازے گئے ارسلان آقا کو بادشاہ نے پندرہ ہزار روپیہ خنجر جڑاؤ کمر پٹہ اور خلعت عطا کی ظریف کو فدائی خاں کا خطاب اور دو صدی سو سوار کا اضافہ آٹھ صدی سو سوار کی منصب میں عطا کیا ۔

**بغداد کی لڑائی**

شاہجہان نامہ میں ظریف کی زبانی بغداد کی تسخیر کا جو واقعہ درج ہے اس کا خلاصہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں ۔ قیصر روم اور فرمان روائے ایران کے مابین موروثی نزاع تھی ۔ قزلباشوں کے لشکر نے بغداد پر حملہ کر کے بڑے جدال و

قتال کے بعد بغداد کو فتح کر لیا۔ شاہ ایران نے بغداد پر بکتاش خاں کو حاکم مقرر کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب سلطان محمد مراد بغداد کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا تو شاہ صفی بھی اپنا لشکر لے کر اصفہان سے چلا اور بطلاق لبستان میں آکر ٹھہر گیا اور خلیفہ سلطان کو میر فتاح تفنگ چی باشی اور چند دوسرے امیروں کے ساتھ بکتاش خاں کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ ابھی سلطان مراد موصل سے بھی نہیں گذرا تھا کہ بغداد میں ایران کے تازہ لشکر پہنچنے کی خبر ملی۔

## سلطان محمد مراد کا حملہ

سلطان محمد مراد نے قلعہ بغداد کے نیچے پہنچنے کے بعد نامہ و پیام بھیجے اور جب دیکھا کہ اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا تو قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور فریقین میں ایک سخت لڑائی چھڑ گئی۔ ابتدا میں تو قزلباشوں نے مردانہ وار جنگ کی بارہا قلعہ سے نکل نکل کر سلطان محمد مراد کے لشکر پر حملے کئے چنانچہ ان حملوں میں باوجود کثرت سپاہ کے قیصر روم کا وزیر اعظم محمد پاشا نامی چند امیروں اور ایک کثیر جماعت کے ساتھ مارا گیا۔ ایران کے بھی بکثرت آدمی کام آگئے۔ بغداد کے اطراف کے سارے میدان پر قیصر روم کا لشکر پھیلا ہوا تھا اور وہ بے شمار توپ خانے لے کر آیا تھا توپ خانہ کی ایجاد انہی رومیوں نے کی تھی۔ وزیر اعظم کے مرنے کے بعد قیصر روم (سلطان محمد مراد) نے غضب ناک ہو کر خود حملہ کیا۔ اس حملہ کی شہرت پر بکتاش کے بعض ہمراہی جو پہلے رومیوں کی قید میں رہ کر سزا اور عذاب کا مزہ چکھ چکے تھے ہمت ہار گئے اور سردار کو صلح کر لینے اور قلعہ سپرد کر دینے کا مشورہ دینے لگے۔ سردار نے دوسروں سے مشورہ کیا تو انھوں نے اس ننگ و عار کو جو عقیدت آئینی قزلباشوں کے رویہ کے خلاف ہے قبول نہیں کیا اور کہا کہ ہم مارے جانے پر فرار کی رسوائی کو قبول نہیں کریں گے۔ مگر بکتاش خاں کے اس کے ہمراہی بغداد کے قتل عام اور اسیر ہونے کے خوفناک اندیشے ظاہر کر کے حواس باختہ کر رہے تھے چنانچہ وہ رات کے وقت خلیفہ سلطان اور دوسرے امراء کی اطلاع کے بغیر قلعہ سے نکل کر مصطفیٰ پاشا وزیر کی وساطت سے قیصر کی خدمت میں پہنچا اس خبر کے منتشر ہونے پر خلیفہ سلطان کے روکنے کے باوجود دوسرے حواس باختہ لوگ جدھر منہ اٹھا بھاگنے لگے۔ سلطان محمد مراد نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور حکم دیا کہ چاروں طرف سے نعرے لگاتے ہوئے حملہ کر دیا جائے اور توپیں ایک ساتھ قلعہ پر سر کی جائیں گولہ باری اور اس قیامت خیز شور و ہنگامہ سے محصورین کے دل دہلنے لگے اسی اثناء میں قلعہ کی دیوار کا ایک حصہ گولہ باری سے مسمار ہو گیا اور روم کے لشکری یورش کر کے اندر داخل ہو گئے

محصورین کے حوصلے گر گئے۔ ناچار انھوں نے امان طلب کر کے پناہ حاصل کی۔ مگر سلطان نے نے ان امیروں کو جو امان میں آ گئے تھے قتل کرا دیا۔ یہاں تک کہ ایک جماعت نے حضرت سید عبد القادر جیلانی اور امام اعظم ابو حنیفہ کوفی کے مقبرہ میں پناہ لے لی تھی، مگر اس کو بھی بے دریغ تلوار کے گھاٹ اتار دیا اور اس جماعت کا قتل عام کر دیا۔ اس وقت قزلباشوں کے قتل کا عجب ہنگامہ گرم تھا۔ خود بکتاش خاں کو بھی جسے اُس کے ہمراہیوں سمیت وزیر کے کہنے پر چند دن تک جان کی امان دے رکھی تھی۔ طرح طرح کی سزائیں دے کر ختم کر دیا گیا[له]۔ منصف مزاج دانشمندوں پر واضح ہے کہ تیموری خاندان دنیا بھر کے سلاطین کے مقابلہ میں زیادہ خطا بخش اور عفو نواز رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے کفار حربی کی بڑی بڑی خطائیں تک معاف کر دیں۔ حالانکہ اُن کا قتل عقلاً و شرعاً جائز تھا، مگر ان کے رجوع کرنے اور التجا کرنے پر ہمیشہ معاف کر دیا۔

## کشمیر میں چند دن

اب ہم کشمیر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ۹ ذی الحجہ کو بادشاہ نے تالاب ڈل کے کنارے نزول فرمایا۔ یہ ایسی فرحت افزا منزل ہے کہ کانوں میں کوئی آواز آتی ہے تو وہ پرندوں کے چہچہے ہوتے ہیں اور آنکھیں کچھ دیکھتی ہیں تو وہ گل و ریحان کے نظارے ہیں۔ چنانچہ ملا طغرا کہتا ہے۔ ؎

سرو و حسن ایں جا ہم عنانند — گل و مل ہر دو جنس یک دکانند
بہ مطرب نی چناں دل بستہ دارد — کہ یک دم بے لب او بر نیارد
نداند مرغ ایں گلشن رمیدن — مگر در سینۂ آتش سیر از دمیدن
ز دیں گل آسماں حل بحر و بر گل — نماند در عدم گوئی دگر گل

---

له بغداد کی اس لڑائی کے بارے میں خافی خاں کا یہ سارا بیان نہایت مغالطہ انگیز ہے۔ وہ اپنی مذہبی حمیت کی بنا پر قزلباشوں کی بہادری مجبوری اور رومیوں کے ظالمانہ قتل و خون کا یہ نقشہ پیش کر رہا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ تھا کہ بغداد کی ساری آبادی قزلباشوں کے خلاف ہو گئی تھی۔ سلطان مراد نے بغدادیوں کے اصرار پر فوج کشی کی تھی۔ قزلباشوں نے بغداد میں بڑے مظالم ڈھائے تھے۔ خود خافی خاں جگہ جگہ لکھتا آیا ہے کہ شاہ صفی ایک سفاک اور قتل و خون کا شائق انسان تھا۔

## پرتھی راج کی گرفتاری

ان فرحت افزا دنوں میں جھجھار کے بیٹے پرتھی راج کے گرفتار ہونے چنپت کے فرار ہو جانے اور اکثر کافروں کے قتل ہونے کی اطلاعات آئیں یہ کارگزاری عبداللہ خاں کے متعین کردہ امیر باقی خاں کی سعی وجہد کا نتیجہ تھی۔ حکم ہوا پرتھی راج کو گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا جائے۔ لیکن عبداللہ خاں نے اس مہم میں ذاتی طور پر زیادہ دلچسپی نہیں لی تھی اور جیسا کہ کوشش کرنی چاہیے تھی کوشش نہیں کی تھی اور اسی کی کوتاہی سے چنپت زندہ ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ لہٰذا بہادر خاں نے اس مہم کو سرانجام دینے اور فسادیوں کا پوری طرح قلع قمع کرنے کی ذمہ داری اپنے سر لے لی اور بادشاہ نے عبداللہ خاں کو دربار میں طلب کر لیا۔

عرض شاہی میں اطلاع پہنچی کہ مرحومہ ممتاز محل کی حقیقی بہن ملکہ بانو اہلیہ سیف خاں کا انتقال ہو گیا ہے، تو بادشاہ خود ان کے بچوں کو دلاسا دینے سیف خاں کے گھر گئے اور تینوں بیٹوں، محمد یحییٰ، محمد شافی اور ابو القاسم کو خلعت عنایت کی۔

## ڈل میں عکس چراغاں

اعلیٰ حضرت نے روم کے ایلچی اور دوسرے ملکوں کے ایلچیوں کو دعوت دی اور باغ حویلی نہر اور تالاب کے کنارے پر چراغاں کرایا۔ علی مردان خاں نے ڈل کے تالاب کے درمیان عمارتوں پر ایسا شاندار چراغاں کرایا کہ تماشائی حیرت زدہ رہ گئے اور بادشاہ کی طبع مشکل پسند کو بھی یہ نظارہ بہت پسند آیا۔ قیصر روم نے جو گھوڑا بھیجا تھا وہ دارا شکوہ کو عطا کر دیا۔

## خوفناک بارش اور طوفان

کشمیر کے اسی قیام میں بادشاہ نے وہاں کی مشہور سیرگاہ سنگ سفید جانے کا ارادہ کیا۔ یہ کشمیر سے دو تین منزل پر ہی واقع ہے۔ مگر راستہ نہایت دشوار گزار ہے۔ علاوہ ازیں اس علاقہ میں اکثر وقت ناوقت بارش اور برف باری ہو جاتی ہے۔ بادشاہ نے روانگی سے پہلے اچھی طرح تحقیق کرا لیا کہ بارش اور برف باری نہیں ہو رہی ہے۔ راستہ کی تنگی کے سبب حکم ہوا کہ لوگ غیر ضروری سامان اپنے ساتھ نہ لے جائیں، ویسے بھی ایک مقام سے زیادہ کا ارادہ نہیں تھا۔ اس لئے لشکر اور بازار والوں نے خیمہ اور سایہ ساتھ نہیں لیا اور دو روز سے زیادہ کا کھانے کا سامان بھی نہیں لیا۔ لیکن جیسے ہی گھاٹی کے اوپر پہنچے، بارش بڑے زور کی ہونے لگی، ہوا ایسی سرد چلنے لگی کہ گھوڑے سواروں سمیت کانپنے لگے، کھانا اور

اناج جو بھی تھا، نہ تو لوگ اسے کھا سکے، نہ اس کی حفاظت کر سکے۔ بارش تین چار دن تک مسلسل ہوتی رہی۔ آسمان سے چھاجوں پانی برس رہا تھا، اور زمین پر یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ہر چٹان میں سے چشمے پھوٹ کر بہنے لگے ہیں۔ سیلاب کی وجہ سے راستے ناپید ہو گئے تھے۔ آخر بادشاہ نے سیرگاہ کا ارادہ ترک کر دیا۔ اپنی اور خلق خدا کی زحمت کا خیال کر کے لوٹ آئے۔ راستے کیچڑ پانی سے بھرے ہوئے تھے۔ گھوڑے اور آدمی زانو زانو تک کیچڑ دلدل میں دھنس جاتے تھے۔ پھر اس پر تین چار دن کا فاقہ، سردی اور جاڑے کے صدمے، مینہ کا ٹتی ہوئی سرد ہوا، لشکر بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔ چار کوس کی منزل چھ پہر میں طے کی کہ رات کے دو پہر گذر جانے کے بعد جب کہ بہت سے آدمی اور جانور ضائع ہو گئے تھے۔ لشکر منزل پر لوٹ کر آیا۔ اکثر لوگوں نے تو گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے ہی رات کاٹ دی بادشاہ نے آرام... اور لوگوں کے پہنچ جانے کے لئے دو جگہ قیام کیا، پھر بارش نے مہلت نہیں دی اور لوگ بہت پریشان ہوئے۔

اس سال کی طغیانی میں ڈل کے کنارے کے چار ہزار گھر اور کشمیر کے سرحدی دیہات میں سے چار سو اڑتیس گاؤں اور بھمبر وغیرہ کے پرگنے ایسے صاف ہوئے کہ نام و نشان تک نہ رہا۔ خریف کی ساری فصل بہہ گئی اور قحط پھیل گیا۔ شہر میں بھی بہت سی عمارتیں گر گئیں چند دن تک بازار اور دکانیں بند رہیں وہاں کے بوڑھوں نے بیان کیا کہ ایسی طغیانی ہم کو یاد ہے نہ ہم نے اپنے بزرگوں سے کبھی سنی۔

اسی اثناء میں کابل کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ یوسف زئی افغانوں کی ایک جماعت نے سید دلاور خاں فوجدار پر حملہ کر کے اسے تین بیٹوں اور ایک بڑی جمعیت کے ساتھ قتل کر دیا اور سب کچھ لوٹ لیا۔ اس خبر سے بادشاہ کا دل ملکدر ہو گیا۔ انہی دنوں تو ڈرمل افضل خانی کو سرکار سرہند کی دیوانی۔ امینی اور فوجداری عطا کی اور رائے کا خطاب دیا اور لاہور واپسی کا حکم دے دیا۔

(جلوس کا چودھواں سال مطابق سن ایک ہزار پچاس ہجری ۱۰۵۰ھ)

**لاہور واپسی**

یکم جمادی الآخر سن ایک ہزار پچاس ہجری کو چودھویں سال کا جشن منایا گیا۔ بندگان حضور کے علاوہ مقامی باشندے بھی عنایات شاہانہ سے فیض یاب ہوئے۔ جشن کے بعد اسی ماہ کی سات تاریخ کو چھ ماہ کے قیام کے بعد کشمیر سے لاہور کی طرف کوچ کیا گیا۔ یکم شعبان کو لاہور کے دولت خانہ میں قیام ہوا یمین الدولہ کسی عارضہ کی وجہ سے سفر میں ساتھ نہیں گیا تھا لاہور میں تھا۔ خدمت میں حاضر ہوا۔ ارسلاق آقا کو پندرہ ہزار روپیہ سو تولہ کی ایک مہر اور اسی وزن کا ایک روپیہ خلعت کے ساتھ دے کر رخصت کر دیا۔

**سعد اللہ خاں کی ترقی**

سعد اللہ خاں جو شیخ سعد اللہ لاہوری کے نام سے مشہور تھا صاحب فضیلت آدمی تھا۔ علوم عقلی اور نقلی حفظ قرآن حسن تقریر و تحریر میں بڑا ماہر تھا۔ اس سے پہلے بھی باریاب ہو چکا تھا مگر اس کی تقدیر اس کی ذاتی صلاحیتوں کی ہم پایہ نہ تھی اس کے کمالات بادشاہ کی نظر میں اہمیت حاصل نہ کر سکے اور وہ بہت معمولی یومیہ معاوضہ پر مامور کیا گیا تھا مگر اس نے اس خدمت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ بعد میں اس کی قسمت نے یاوری کی اور وہ دوبارہ رمضان المبارک سن ایک ہزار پچاس ہجری میں موسوی خاں صدر کے محکمہ صدارت میں مناسب یومیہ معاوضہ پر خلعت اور گھوڑے کے ساتھ سرفراز کیا گیا۔ پھر ایک سال کے اندر نصیبہ کی یاوری سے وہ ہزاری ذات اور دو سو سوار کے منصب پر خان کے خطاب کے ساتھ مامور کیا گیا۔ پھر جلد ہی اسے فیل خانہ کی داروغگی کا عہدہ مل گیا۔ دوسرے سال ہی تین ہزاری دو ہزار سوار کے منصب پر خانسامانی کی خدمت دی گئی۔ چوتھے سال تو وہ ممالک محروسہ ہندوستان کا وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔ ساتویں سال سات ہزاری سات ہزار سوار پانچ ہزار دو اسپہ اور سہ اسپہ سوار کا منصب ملا اور دو کرور دام کا انعام عطا کیا گیا۔ اس نے اس قدر بادشاہ کے مزاج میں دخل پالیا کہ مقدمات وزارت کے علاوہ ملک کے تمام کلی اور جزوی معاملات اس کے صلاح اور مشورہ کے بغیر سر انجام نہیں پاتے تھے اس کا اعتبار و اعتماد اس درجہ بڑھ گیا کہ شاہزادہ دارا شکوہ تک اس سے رشک کرنے لگا اور باوجود ولی عہدی اور اختیار سلطنت کے اس کے حسد میں مبتلا ہو گیا۔ مگر اس کے خلاف ہر طرح کی

کوشش کرنے کے باوجود اس کا کچھ بگاڑ نہ سکا۔ یہ اس کی حسن نیت اور سلیم الفطرتی کا نتیجہ تھا کہ دہلی اور دکن کے تقریباً سب ہی بڑے بڑے امیر اس کے خلاف کارروائیاں کرتے رہے۔ مگر اس کی زندگی تک کہ اس نے سن ایک ہزار پینسٹھ ہجری میں وفات پائی اس کا بال تک بیکا نہیں ہوا، بلکہ ان ہی امراء میں سے اکثر کے معاملات درہم برہم ہو گئے اور ان کے مراتب گھٹ گئے اور بیشتر کی جان و مال ضائع ہوئے اور ان کے اہل وعیال کو بے آبرو ہونا پڑا۔ اس کا تفصیلی ذکر جلوس کے بیسویں سال کے تذکرہ میں کیا جائے گا۔

**دیوان خاص** غرض آشیانی اکبر بادشاہ کے زمانہ میں امرائے خاص کے ساتھ خلوت کی محفلیں جس جگہ منعقد ہوتی تھیں، وہ چونکہ حمام کے قریب تھا۔ اس لئے اس کا نام بھی غسل خانہ پڑ گیا تھا۔ اس سال بادشاہ نے فرمایا کہ اس کو دیوان خاص کہا جائے۔ علی مردان خاں کو اس سال کابل پر اور کابل سے سعید خاں کو کشمیر پر تبدیل کردیا۔ جعفر خاں سے خلاف مرضی ایک قصور ہو گیا تھا۔ اس لئے منصب سے برطرف کرکے مجرا سے منع کردیا۔ اطلاع ملی کہ شاہ قلی خاں کشمیر پہنچ نہ سکا اور وفات پا گیا۔ لہٰذا اس کی جگہ تربیت خاں کو مقرر کرکے رخصت کیا گیا۔ شاہزادہ محمد مراد بخش کو کابل رخصت کرکے فرمایا کہ وہ کابل پہنچ کر جس کام پر مامور کیا گیا ہے اسے سرانجام دے۔

**جام کی سرکشی** احمد آباد کی اطلاعات سے معلوم ہوا کہ زمیندار جام صوبہ دار کی اور احکام بادشاہی کی اطاعت نہیں کررہا تھا۔ اور محمود شاہ کے نام کا سکہ جاری کردیا تھا۔ اعظم خاں نے اس پر لشکر کشی کی۔ لڑائی میں دونوں طرف سے آدمی مارے گئے۔ آخر اُس نے اطاعت قبول کرلی اور تین لاکھ روپیہ سو گھوڑے کی پیش کش کا اقرار کرکے سکہ کو منسوخ کرنے کا تحریری عہد کرلیا ہے۔

اوڑیسہ کا صوبہ دار معتقد خاں آکر باریاب ہوا۔ ایک ہزار مہریں، ساٹھ ہاتھی مع جواہر اور دوسرے تحائف جن کی مجموعی قیمت چار لاکھ روپیہ ہوتی تھی پیش کش میں گذرانے۔

**جگت سنگھ کی بغاوت** کانگڑہ کے دامن کوہ کی فوج داری پر راجہ جگت سنگھ کا بیٹا راجہ روپ فوج داری پر مقرر تھا۔ اس سے بعض قصور ہو گئے تھے۔ جگت سنگھ نے بیٹے کے خلاف ایک سازش کے تحت یہ مشہور کیا کہ ان دونوں کے درمیان ناچاقی ہو گئی ہے اس کارروائی کے بعد اس نے بادشاہ کی خدمت میں درخواست کی کہ آگے کانگڑہ

کی نوج داری میرے سپرد کردی جائے تو میں ہر سال چار لاکھ روپیہ سرکار میں جمع کرادوں گا یہ رقم اس مقررہ جمع بندی کے علاوہ ہوگی جو زمیندار کے ذمہ رہتی ہے نیز راجہ روپ کی بھی قرار واقعی تنبیہ کردوں گا۔ اس کی یہ درخواست جب دربار سے منظور ہوگئی تو وہ کانگڑہ گیا، اور سرکشی اختیار کرلی اور اس علاقہ میں شرانگیزی کرنے لگا۔ اس ضلع میں ایک قلعہ تاراگڈھ مسمار کردیا گیا تھا۔ اس نے اس قلعہ کو اپنی جائے پناہ بنالیا۔ بظاہر وہ حیلے بہانے کرکے اپنے ارادوں پر پردہ ڈالے ہوئے تھا مگر اندر ہی اندر جنگ کا سامان اور ذخائر اکٹھا کرتا جا رہا تھا۔ بادشاہ کو اس کے ارادوں کی خبر ہوئی تو اس کی سرکوبی کے لئے تین فوجیں سید خان جہاں بہادر، سعید خاں بہادر اور سید اصالت خاں بہادر کی سرداری میں مقرر کی گئیں۔ ہر ایک کے ہمراہ چند امیر قلعہ گیری کا سامان اور توپ خانہ دیا گیا۔ پھر ان تینوں فوجوں کی کمان شاہزادہ محمد مراد بخش کے سپرد کی گئی اور ہر سردار کو عنایات شاہانہ سے نوازا گیا۔ اس مہم کا بقیہ ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔

---

## (جلوس کا پندرھواں سال مطابق سن ایک ہزار اکیاون ہجری ۱۰۵۱ھ)

**آصف خاں کا انتقال** یکم جمادی الآخر کو پندرھویں سال کا جشن جلوس منعقد ہوا ۱۷ شعبان سال رواں کو یمین الدولہ کا انتقال ہوگیا۔ اس کی متروکہ حویلی بیس لاکھ روپیہ لاگت کی تھی۔ کل دو کروڑ پچاس ہزار روپیہ جس میں سے تیس لاکھ روپیہ کے جواہرات تھے۔ بحق سرکار ضبط کئے گئے۔ مذکورہ نقد وجنس کی تفصیل اس نے خود تیار کرکے اسی دن جب کہ بادشاہ اس کی عیادت کے لئے گئے تھے پیش کی تھی، اور ان کی ضبطی کی فرمائش کی تھی۔ بادشاہ نے اس رقم میں سے پچیس لاکھ روپیہ اس کے فرزندوں کو بخش دیا حویلیوں کو دارا شکوہ کے حوالہ کردیا۔ اس کے ورثاء کو خلعت اور دوسری مراعات بھی عطا کیں خاص طور سے اس کے بیٹے شائستہ خاں پر بہت زیادہ عنایات مبذول رہیں۔ شائستہ خاں باپ کی زندگی ہی میں صوبہ بہار پر متعین تھا۔ بعد میں بھی وہ خوش حال ہی رہا۔

**کانگڑہ پر فوج کشی** اب ہم جگت سنگھ کی مہم کا بقیہ حال بیان کرتے ہیں۔ (مختصر) بادشاہی فوجوں نے مذکورہ قلعہ کو گھیر لیا۔ خاص طور سے سید

خان جہاں نے بڑی کارگزاری دکھائی۔ اس کے بڑے لڑکے نے ایک گھاٹی کے تنگ راستہ کو روک کر بادشاہی لشکر کو بہت تنگ کر رکھا تھا آخر وہ ایک سخت ضرب کے بعد ہزیمت کھا کر بھاگا اور گھاٹی پر بادشاہی فوج کا قبضہ ہوگیا مگر وہاں سے اس کے مستقر تک پورے راستہ میں چند ہزار بندوقچی غاروں چٹانوں اور درختوں کی آڑ میں بیٹھے ہوئے تھے اور مورچے بنا کر رکاوٹ ڈال رہے تھے۔ بہرحال سید خان جہاں نے جنگ کرتے ہوئے درختوں کو کٹاتے ہوئے پیش قدمی کی اور اس کے قلعہ تک پہنچ گیا۔ اس کارروائی میں بے شمار مرد وزن مارے گئے اور بہت سے مویشی غارت ہوئے اور بہت سے لوگ اسیر بنالیے گئے۔ قلعہ پر پہنچنے کے بعد نقب کھودنے اور مورچے بڑھانے کا انتظام کیا گیا۔ دوسری طرف سے سعید خان بہادر ظفر جنگ بھی اس پہاڑ کے دامن تک پہنچ گیا تیسری طرف سے سید اصالت خاں بھی راجہ جے سنگھ کے ساتھ بڑی جد وجہد کے بعد درہ میں داخل ہو کر سعید خاں کی فوج میں آکر مل گیا۔ مگر وہ ایک گھنا خار دار جنگل تھا۔ اونچی نیچی ناہموار پہاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں اور دشمن کے بندوقچی ہر جگہ گھات میں بیٹھے ہوئے آتش باری کر رہے تھے۔ اور اسلامی لشکر کو گولیوں کا نشانہ بنائے جا رہے تھے اس فوج کو کمک اور جنگل کٹوانے کے سامان کی ضرورت پڑگئی۔ یہاں تک کہ قلیچ خاں، رستم خاں، اللہ وردی خاں، اور بہادر خاں جو تینوں فوجوں کی مدد کے لئے شاہزادہ کے ہمراہ متقرر تھے۔ دو تین ہزار تبر داروں، بیل داروں اور سنگ تراشوں کو لے کر پہنچ گئے اور جنگل کاٹ کاٹ کر راستہ صاف کر دیا۔ دشمن کے آدمی وہاں سے پراگندہ ہوکر درختوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے اور شاخوں کی پناہ لے کر چند دن بسر کرنے لگے اور بہت سے کارآمد آدمی ضائع ہوگئے۔ آخر کار ہر طرف سے فوجیں سیل وسیلاب بڑھنے لگیں اور ان شرپسندوں کا قلع قمع کر دیا اور برج وحصار میں نقب لگا کر بارود بھر دی۔ سرنگ کے پھٹنے سے ایک برج دیوار کے ایک حصہ کے ساتھ اڑ گیا۔ مگر غنیم نے اس دیوار کے عقب میں احتیاط کے طور پر اسی دن ایک اور دیوار کھڑی کر دی تھی اور توپ خانہ کا بھی معقول انتظام کر رکھا تھا۔ اس لئے یورش میں بجز اس کے بہت سے بادشاہی آدمی کام آگئے، کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اسی طرح دوسرے قلعہ پر جو کافروں کی دوسری پناہ گاہ تھی۔ بہادر لشکریوں نے بڑی نمایاں جد وجہد کی، مگر وہاں بھی مسلمانوں کی ایک جماعت شہید ہوئی اور کوئی فائدہ نہیں ہو سکا۔

**خوں ریز محاصرہ اور جنگ** آخر جب محاصرہ طویل ہو گیا اور چند ہزار کافر جہنم رسید ہو گئے تو اس نے صلح کا پیغام دے کر اپنے لڑکے کو شاہزادہ کے پاس بھیجا۔ اپنے قصوروں کی معافی چاہی اور آیندہ اطاعت کا اقرار کیا مگر یہ بھی اس کا بہانہ تھا۔ صلح کی شہرت کے پس پردہ ذخائر جمع کرنے اور ازسرِ نو جنگ کی تیاریاں کرنے میں مصروف ہو گیا۔ پھر بے جا مطالبات اور نامعقول شرائط پیش کرکے شاہزادہ کو غضبناک کر دیا۔ لہٰذا دوبارہ لشکر نے فوج کشی اور قلعہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کریں۔ اس موقع پر جو یورش اور لڑائی ہوئی اس کی تفصیل کا موقع نہیں۔ مختصر یہ کہ پانچ دن کے محاصرہ میں ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ توپوں کے دہانے "مسلسل آگ اگل رہے تھے اور بندوقوں کی گولیاں برابر چادر کی طرح فضا میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کے تو جتنے آدمی مارے گئے" مارے گئے۔ صرف بادشاہی لشکر کے دو تین ہزار آدمی شہید اور زخمی ہوئے۔ آخر جب بے شمار کافر موت کے گھاٹ اتر گئے تو وہ ہراساں ہو گیا اور دونوں قلعے چھوڑ کر مع اہل وعیال اور مال واسباب کے جنگل میں فرار ہو گیا۔ بادشاہی فوج نے شادیانے بجاتے ہوئے فتح کے جھنڈے لہرا دیئے۔ جب یہ روداد بادشاہ کی عرض میں پہنچی تو سید خان جہاں، بہادر خاں اور راجہ جے سنگھ وغیرہ اور تمام سرداران فوج کو حسب مراتب عنایات شاہانہ سے نوازا گیا۔ تارا گڑھ کا قلعہ جگت سنگھ کا بنایا ہوا تھا مگر اس کا سابقہ تعلق وہاں کے اصل زمیندار پرتھی راج سے تھا جس کے باپ کو قتل کرکے جگت سنگھ نے اس پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا۔ بادشاہی فوج چونکہ پوری طرح قلعہ پر قابض نہیں ہو سکی تھی۔ اسی لئے اس مہم کے آئندہ مراحل کے احکام جاری کرتے وقت بادشاہ نے پرتھی راج سے کہا کہ وہ اپنے وطن جاکر اپنا انتظام کرکے گڑھی پر قبضہ کرے اور اس باغی کا قلع قمع کر دے۔

**کشمیر کے قحط زدہ عوام** کشمیر میں سیلاب اور طغیانی کی وجہ سے خریف کی فصل کو سخت نقصان پہنچا تھا۔ چند سال کے اناج کے ذخیرے ضائع ہو گئے تھے اور اس ولایت میں بڑا سخت قحط پڑا ہوا تھا۔ وہاں سے تقریباً تیس ہزار قحط زدہ آدمی دارالسلطنت میں آ گئے اور شاہی جھروکہ کے نیچے کھڑے ہو کر اپنی بدحالی کی فریاد کرنے لگے۔ بادشاہ نے ان لوگوں کے لئے ایک لاکھ روپیہ دے کر حکم دیا کہ ان غریبوں کے لئے دو تین جگہ لنگر قائم کیا جائے جہاں سے پکا ہوا کھانا یا کچا اناج ان میں تقسیم ہوتا رہے۔

کشمیر میں بھی تیس ہزار روپیہ مستحقوں کو عطا فرمایا۔ وہاں کے پریشان حال لوگوں کی دیکھ بھال کے لئے تربیت خاں کو احکام بھجوا دیئے۔ چونکہ تربیت خاں کشمیر کی مظلوم رعایا کی غمخواری جیسا کہ چاہیے نہ کرسکا اس لئے وہاں سے لوگ فریاد کرنے جوق جوق آتے جاتے تھے آخر بادشاہ نے کشمیر کی صوبہ داری پر ظفر خاں ولد خواجہ ابوالحسن خاں ناظم سابق کو مقرر کر دیا اور وہاں کے مستحقوں کے لئے مزید بیس ہزار روپیہ عنایت فرمایا۔

## جگت سنگھ کی اطاعت

جب دوبارہ شاہی فوج سید خان جہاں کی سرداری میں شاہزادہ کے ہمراہیوں کے ساتھ جگت سنگھ کے علاقہ پر حملہ آور ہوئی اور اُس نے وہاں کے دوسرے دشوار گزار مقامات کا محاصرہ کر لیا تو ازسرنو بڑی سخت لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ یمین الدولہ کا ایک عمدہ افسر خسرو بیگ جماعت دار جو نیا نیا بادشاہی ملازمت میں آیا تھا بہادروں کی ایک جماعت کے ساتھ شہید ہوگیا اس طرح کوئی پانچ سو سے زائد آدمی شہید ہوگئے۔ دونوں طرف سے بڑی جاں بازانہ اور دلیرانہ جنگ ہونے لگی۔ آخر جگت سنگھ نے گھبرا کر سید خان جہاں کے پاس اطاعت وندامت کا پیغام بھیجا اور خان جہاں کی سفارش پر بادشاہ نے اس کے قصور معاف کر دیئے۔ جاں بخشی امان اور اس کے مال وناموس کی بحالی کے احکام بھیج دیئے اور اسے حضور میں طلب کر لیا۔ حکم دیا گیا کہ قلعہ اور گڑھی کو مسمار کر کے زمین کے برابر کردیں۔

رائے مکند کو جو آصف خاں کا مستقل دیوان تھا پانچ صدی سو سوار کا منصب دیا گیا اور دفتر تن ، سے جسونت رائے کو ہٹا کر اسے مقرر کر دیا گیا۔ پھر سیر وتفریح کرتے ہوئے اور شکار کھیلتے ہوئے کشمیر کا راستہ طے کیا اور آخر شوال میں دارالحکومت لاہور پہنچ گئے۔ شاہزادہ محمد شجاع کو اس کی درخواست پر اڑیسہ کا صوبہ جو بنگالہ کا ضمیمہ ہے اور شہنواز خاں کو اڑیسہ کے بجائے سرکار جون پور دیدی گئی۔ شاہزادہ کی طرف سے محمد زماں طہرانی کو اڑیسہ کا نائب بنا کر رخصت کر دیا۔

شاہزادہ محمد مراد بخش اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جگت سنگھ کی مہم سے فارغ ہو کر حضور میں پہنچا وہ جگت سنگھ کو مع فرزندوں کے گردن میں پٹہ ڈال کر لایا تھا خدمت میں پیش کرنے پر بادشاہ نے ازراہ خطا بخشی اس کے قصور معاف کر دیئے۔

شاہزادہ اورنگ زیب نے حسب الحکم دکن سے آکر حاضری دی وہ نذر میں ایک لاکھ

بیس ہزار روپیہ نقد، جواہر اور ہاتھی لایا تھا۔ دو لاکھ روپیہ نقد مع عنایات اس کو دیئے گئے۔ شاہزادہ محمد مراد بخش کا دس ہزاری آٹھ ہزار سوار کا منصب تھا، اسے دو ہزاری کا اضافہ دیا گیا۔

## قندھار کی مہم پر دارا شکوہ کا تقرر

جب یہ اطلاع ملی کہ شاہ صفی ایران نے رستم خاں گرجی کو ایک لشکر اور بھاری توپ خانہ کے ساتھ قلعہ قندھار کی تسخیر کے لئے روانہ کر دیا ہے اور خود بھی روانہ ہونے والا ہے تو بادشاہ نے کابل اور قندھار کی طرف روانگی کا ارادہ کیا مگر شاہزادہ دارا شکوہ نے درخواست کی کہ حضور لاہور میں ہی آرام فرمائیں اور قزلباشوں کی مہم کو سر کرنے اور شاہ صفی کے سدباب کے لئے اس عقیدت مند فرزند کو موقع دیں۔ بادشاہ نے اس کی درخواست قبول کر لی۔

آخر محرم میں دارا شکوہ کو ایک بڑی فوج کے ساتھ رخصت کیا گیا اس فوج میں انتیس ہزار سوار تھے اور توپ خانہ کے سات ہزار سوار تھے احدی اور پیادہ بھی بے شمار ساتھ تھے ان کے علاوہ صوبہ جات کی امدادی فوجیں بھی تھیں۔ اس طرح پورے لشکر کی تعداد پچپن ہزار سے تجاوز کرتی تھی۔ نہایت ہی عمدہ چوبیس امیر جن میں سید خان جہاں، راجہ جسونت، راجہ جے سنگھ، رستم خاں، قلیچ خاں، بہادر خاں، الہ وردی خاں، قطب الدین خاں، تیر انداز خاں، یکہ تاز خاں وغیرہ شامل تھے۔ دارا شکوہ کے اصل منصب میں اضافہ کر کے بیس ہزاری بیس ہزار سوار کا منصب عطا ہوا۔ بارہ لاکھ روپیہ نقد دو سو گھوڑے، دو ہاتھی، مرصع آلات مرحمت کر کے بادشاہ نے ہدایات دیں اور نصیحتیں کر کے رخصت کیا۔ اور حکم دیا کہ لشکر کا جائزہ لے کر جائزہ کے مطابق ہر سوار کے سردار کو دس ہزار روپیہ نقد کے حساب سے ان کی جاگیروں کی تنخواہوں کے علاوہ سفر کی تیاری کے لئے بطور امداد امراء اور بادشاہی کارندوں کو دیئے جائیں، توپ خانہ کے احدی نقد معاوضہ پر ملازم ہیں۔ اس لئے ان کو تین ماہ کا پیشگی حساب ادا کر دیا جائے۔ دارا شکوہ کے ساتھ محمد مراد بخش کو بھی رخصت کیا کہ اگر قزلباشوں کی شورش سے فائدہ اٹھا کر بلخ اور بخارا کی فوج حرکت میں آئے تو ازبکوں کی تنبیہ کے لئے وہ بڑے بھائی سے مشورہ کر کے ان کے مقابلہ پر جائے اور اگر مصلحت یہ ہو کہ محمد مراد بخش بڑے شاہزادہ کے ساتھ ہی رہے تو پھر توران کی فوج کو روکنے کے لئے علی مردان خاں کو بھیجا جائے۔ اور کابل کی امدادی فوج شاہزادہ کی رفاقت کریں۔

خان دوراں، بہادر نصرت جنگ مالوا سے آگیا تھا اسے بھی شاہزادوں کے ہمراہ کر دیا گیا۔ حکم صادر ہوا کہ دونوں شاہزادے غزنیں پہنچ کر ٹھیر جائیں اور خان دوراں کے ہمراہ تیس ہزار سواروں کو مع توپ خانہ کے آگے روانہ کر دیں۔ اس ہراول فوج کے ساتھ سعید خاں، بہادر ظفر جنگ وغیرہ بھی روانہ ہوں۔ اگر شاہ ایران کی طرف سے مرف رستم خاں قندھار پر حملہ آور ہوا تو یہی فوج اس کے لئے کافی ہے اور اگر شاہ ایران کے خراسان پہنچ جانے اور سرحد ہرات سے گذر جانے کی خبر تحقیق سے مل جائے تو پھر شاہزادہ خود قندھار پہنچ جائے۔

## شاہ ایران کا انتقال

اسی اثنا میں شاہ ایران کے فوت ہو جانے کی اطلاع پہنچی ایک ہفتہ بعد یہ خبر پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ چودہ سال کی بادشاہت کے بعد شاہ ایران کا مشہد مقدس کے قریب انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ شاہ عباس ثانی تخت نشین ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ہی داراشکوہ کی عرض داشت پہنچی جس میں شاہ ایران کی وفات کی اطلاع تھی اور اس نے لکھا تھا کہ اگر حکم ہو تو لشکر اور توپ خانے کربلا و خراسان پر فوج کشی کر دی جائے۔ بادشاہ نے جواب میں لکھا کہ ایک یتیم خورد سال حکمران پر جس کی سلطنت ابھی قائم نہیں ہو سکی ہے چڑھائی کر دینا نیک سیرت سلاطین کی روش کے خلاف ہے۔ شاہزادہ مع لشکر جلد از جلد حضور میں واپس آجائے کیونکہ ہم اس فرزند کے دیدار کو ہفت اقلیم کی تسخیر سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔

اس زمانہ میں اطلاع پہنچی کہ مرزا رستم قندھاری صفوی جس نے پچاس سال کی مدت میں تین بادشاہوں کی خدمت کی تھی فوت ہو گیا اگرچہ وہ صفویہ خاندان کا فرد کہلاتا تھا اس نے نمایاں کارنامے بھی انجام دیئے تھے لیکن اس کے بعض اندازِ ا.. رین کے اطوار کے خلاف تھے۔ جس سے اکثر بادشاہ کو شکایات پیدا ہوتی رہتی تھیں۔

## چنپت کی اطاعت

چنپت کی مہم کو عبداللہ خاں کامیابی سے سرانجام نہیں دے سکا تھا۔ راجہ بہار سنگھ نے اس کی سرکوبی کا ذمہ لیا۔ پھر اُس نے تھوڑی ہی مدت میں جنگ کے بغیر ہی اس طرح مطیع کر لیا کہ ندامت کے ساتھ راجہ کے پاس آگیا اور اطاعت کا اقرار کرکے اس سے اپنے قصوروں کی معافی کے لئے سفارش کرائی۔ راجہ کی عرض داشت پر بادشاہ نے اس کے قصور معاف کر دیئے۔ اور بہار سنگھ کے ساتھ حسب سابق اس کو مقرر کر دیا۔ کیونکہ وہ راجہ بہار سنگھ کا ہی ..... ملازم تھا۔

**مراد بخش کی شادی**

شاہ نواز خاں صفوی کی بیٹی کی نسبت شاہزادہ محمد مراد بخش سے طے پائی تھی۔ شاہ نواز خاں اس وقت اوڑیسہ میں تھا۔ اس لئے اس کی بیوی لڑکی کو حسب الحکم حضور میں لے کر آئی۔ بادشاہ نے ایک لاکھ روپیہ کی ساچق بھجوائی۔ حنا بندی کی رسموں کے بعد لڑکی کو محل میں بلا کر دولت خانہ میں شادی کا جشن منعقد کیا گیا۔ چار لاکھ روپیہ مہر باندھا۔ اس موقع پر سارے شہر اور بازاروں میں روشنی اور آتش بازی کی نمائش ہوئی۔

**شاہان ہند میں کوئی سید نہیں تھا**

سخن فہم اصحاب پر ظاہر ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی عجب حکمت تھی کہ ہندوستان میں سلطنت کی ابتدا شہاب الدین سام عرف معز الدین غوری سے ہوئی' جو ہندوستان میں اسلام کو رواج دینے اور فتوحات کرنے والا پہلا بادشاہ ہے۔ اس کے عہد سے محمد شاہ عرف معز الدین کی بادشاہت کے آخر تک کئی ہزار بادشاہ تمام ممالک محروسہ اور ہندوستان کے ۲۲ صوبوں میں صاحب سکہ اور خطبہ گذرے ہیں اگر ان کی تاریخ کا بدقت نظر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے کوئی بادشاہ بھی صحیح الاصل سید نہیں ہوا مگر جب شاہ نواز خاں صفوی کی دو لڑکیاں عالمگیر بادشاہ اور محمد مراد بخش کے گھروں میں آئیں تو ان کی اولاد میں اعظم شاہ اور اکبر شاہ گذرے' پہلے بھی تیموری خاندان میں سادات کی لڑکیاں بیاہی گئی تھیں' ان کی اولاد بھی ہوئی مگر اس وسیع ملک ہندوستان میں ان میں سے کوئی حکمران نہیں بن سکا۔ دہلی کے شاہانِ سلف میں سے خضر خاں بن ملک داؤد یوں تو جب ظاہر پٹھانوں کی قوم سے تھا۔ لیکن بعض مورخ یہ دلیل لاتے ہیں کہ ایک دن سید جلال بخاری خضر خاں کے باپ کے مہمان ہوئے۔ خوردسال خضر خاں طشت و آفتابہ لے کر مہمانوں کے ہاتھ دھلا رہا تھا اس وقت سید کی زبان سے نکلا کہ "اس سید زادے کو کیوں تکلیف دی"؟ مشائخین کے اعتقاد میں جو کچھ خانوادہ مصطفوی کے کسی وارث کی زبان سے نکل جائے وہ لغو کلمہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن متکلمین کے نزدیک شرعاً نقلاً ایسے کلمہ کلام سے سیادت ثابت نہیں ہوتی۔ یہ مسئلہ ملاے اسمٰعیلیہ کے مباحث سے بہت مشابہ ہے۔ جو احمد آباد میں چراغ کش اور روافض کے نام سے مشہور ہیں اور امامیہ عالموں کے نزدیک وہ الحاد کے مجرم ہیں۔ احمد آباد میں اس قوم کے پیشوا ملا جیون نامی مجتہد سے میری بے تکلف ملاقات تھی

میں نے اس سے اسماعیلیہ، رافضی، اور چراغ کش ناموں کا سبب پوچھا تھا ان کے علم کلام اور فقہ کی کتابیں بھی ایک وقت نظر سے دیکھی تھیں۔ اگرچہ وہ تمام مسائل فروع و اصول میں مذہب شیعہ کے موافق ہیں۔ البتہ وہ بارہ امام کے بجائے تیرھویں۔ امام اسمٰعیل کے بھی قائل ہیں اور متعہ کا انکار کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے علمائے امامیہ ان کے قبول اسلام میں معترض ہیں بلکہ ایران کے علماء نے تو اس گروہ کے قتل و اخراج تک کا حکم دیا ہے۔ اس کے جواب میں یہ گروہ اسمٰعیل کی امامت کے ثبوت میں حجت اور سند لاتا ہے کہ کلینی میں۔ جو شیعوں میں حدیث کی معتبر کتاب سمجھی جاتی ہے درج ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے فرزند اسمٰعیل نامی کو جسے وہ بہت چاہتے تھے صغر سنی میں ہی امام کے لفظ سے مخاطب کرتے تھے، اور امام کا کلام لغو نہیں ہوتا۔ اسمٰعیلیوں کی اس حجت پر اس فرقہ کے نزدیک اسمٰعیل کا امام ہونا ثابت ہو گیا۔ لیکن "چراغ کش" کی وجہ تسمیہ ان کے فقہی مسائل کی تحریر بعد تقریر سے ظاہر نہ ہو سکی ہاں ملاجیون کہتا تھا کہ ہم "عید غدیر خم" کو کہ امامیہ بھی ۱۸ ذی الحجہ کو عید کا دن سمجھتے ہیں، خوشی مناتے ہیں۔ ہمارے مخالف ہم کو اس کا اتہام دیتے ہیں کہ ہم لوگ خُم (مٹکا) آٹے سے بھر کر زمین میں دفن کرتے ہیں اور اس فعل قبیح کے مرتکب ہوتے ہیں، جس کو انھوں نے مشہور کر رکھا ہے۔ بہرحال بات طویل ہو گئی۔ حاصل کلام یہ کہ شرعاً خضر خاں کی سیادت ثابت نہیں ہوتی۔ عالمگیر کے بیٹے بہادر شاہ نے خوشامدی عالموں کے کہنے پر خطبہ میں اپنے سید ہونے کا اظہار کرایا تھا مگر سب جانتے ہیں کہ عالمگیر بادشاہ اپنی سیادت کا قائل نہیں تھا اور سب پر ظاہر ہے کہ وہ والدہ کی طرف سے بھی کہ وہ راجہ کشتوار کی بیٹی تھی سید نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن بہادر شاہ کے متعلق جو یہ مشہور ہے کہ وہ ماں کی طرف سے سید تھا اس پر ہم انشاءاللہ بہادر شاہ کے بیان میں گفتگو کریں گے۔ بہرحال ہندوستان کے کسی بادشاہ کے سید ہونے کا ثبوت نہیں مل سکا۔

---

(جلوس کا سولھواں سال مطابق سن ایک ہزار باون ہجری ۱۰۵۲ھ)

## اللہ وردی خاں کی معزولی

سولھواں جشن بھی جمادی الآخر کے اوائل میں حسب دستور سابق انجام پایا۔ ادنیٰ و اعلیٰ سب حسب حال فیضیاب ہوئے شاہزادہ داراشکوہ اور محمد مراد بخش کابل اور غزنین سے لوٹ کر باریاب ہوئے۔ داراشکوہ

کو بادشاہ نے "شاہ بلند اقبال" کا خطاب دیا۔ یہ خطاب شاہزادگی کے زمانہ میں خود شاہجہاں کا تھا۔ محمد مراد بخش کو صوبہ ملتان میں جاگیر اور صوبہ داری عطا کی گئی اور اسے رخصت کردیا۔ الہ وردی خاں ہرزہ گوئی میں ضرب المثل تھا بلکہ اب تک اس کے بیٹے اور اس کا خاندان اس صفت سے موصوف ہے شاہزادہ سے گفتگو میں اس نے خلاف آداب کچھ کہہ دیا تھا۔ اس کی اطلاع پہنچی تو بادشاہ نے اسے منصب سے اُتار دیا اور اس کی وجہ معاش کے لئے شکر پور کا پرگنہ جس کی جمع بندی چونتیس لاکھ دام ہوتی ہے مقرر کردیا۔ یہ خاندان تیموریہ کی خطا بخشی ہے کہ ایسی خطاؤں پر بھی جن پر دوسرے بادشاہ قتل ہی کرا دیتے۔ یہ رعایت ملحوظ رکھتے تھے۔

کشمیر کے ناظم ظفر خاں کی عرض داشت پہنچی کہ بادشاہ نے جو ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی امداد کشمیر کی رعیت کو دی تھی۔ اس کی وجہ سے قحط کے دن ان کے لئے عید کے دن بن گئے۔ اب اگر مزید تیس ہزار روپیہ مرحمت کیا جائے تو بیل اور تخم ریزی کے اخراجات مال گزار رعایا پورے کرے گی اور یہ ویران دیہات از سر نو آباد ہو جائیں گے۔ اس کی یہ درخواست قبول کرلی گئی۔

رائے مکند آصف خانی کو شاہی بیوتات کا ناظم مقرر کیا گیا اور دفتر تن کی خدمت پر اس کی جگہ ملا علاء الملک کا تقرر عمل میں آیا۔

**لاہور کی نہر کی توسیع**

علی مردان خاں نے جو نہر لاہور میں تیار کرائی تھی اس پر ایک لاکھ روپیہ خرچ ہوا تھا۔ اس نہر سے بادشاہی باغ سرسبز ہو گئے خاص طور سے شالیمار باغ کہ دنیا میں اس درجہ کا کوئی دوسرا باغ نہیں ہے۔ اس نہر کو سب نے پسند کیا تھا لیکن شہر میں پانی کم تھا اس لئے بادشاہ نے مزید ایک لاکھ روپیہ ملا علاء الملک کو دیا کہ وہ نہر کے منبع اور عرض کو کشادہ کرا دے تاکہ یہ چشمہ فیض ہمیشہ جاری رہے۔

سید جعفر خلف شاہ عالم بخاری کو جن کا لقب سید جلال تھا۔ صدارت کل کے عہدہ پر موسوی خاں کی جگہ مقرر کیا گیا۔

اس سال کی ۱۰ شعبان کو لاہور سے دارالحکومت اکبر آباد کی طرف توجہ کی۔ التفات خاں ولد مرزا رستم صفوی کے لئے چالیس ہزار روپیہ سالانہ کا حکم صادر ہوا۔ تودرمل کو سرہند کی دیوانی کی خدمت پر حسن کارکردگی کے صلہ میں ہزاری ہزار سوار کا منصب دیا گیا۔

**اکبر آباد واپسی** آخر رمضان کو دار الخلافہ اکبر آباد میں بادشاہ داخل ہوئے۔ علی مردان خاں کو کابل کا صوبہ دار بنا کر عنایات شاہانہ سے معزز کرکے رخصت کیا۔

عبدالصمد عمودی کو شریف مکہ کے لئے نیک شگون کے لئے سفیر بنا کر بھیجا تھا وہ وہاں سے تحائف اور بیت اللہ کی چابی لے کر آیا تھا۔ اسے چالیس ہزار روپیہ مع خلعت گھوڑے اور ہاتھی کے انعام دیا گیا۔ عبداللہ خاں کو منصب سے برطرف کرکے ایک لاکھ روپیہ سالانہ مقرر کر دیا۔ سعد اللہ خاں کو پانصدی سو سوار کا اضافہ ملا اس طرح اس کا منصب ڈیڑھ ہزاری تین سو سوار کا ہوگیا۔ اس کو خلعت گھوڑا اور حلقۂ خاص کا ہاتھی عطا کیا۔

**تاج محل کے اوقاف** ممتاز محل کے مزار کی عمارت مکرمت خاں کے اہتمام میں بارہ سال کی مدت میں پچاس لاکھ روپیہ کے صرف سے تیار ہوئی۔ مقبرہ کے لئے چند گاؤں جن کی آمدنی چالیس لاکھ دام ہوتی تھی وقف کر دیئے۔ عمارت کے اطراف جو دکانیں تھیں ان کی بھی آمدنی ہوتی تھی اس طرح جملہ محصول اور کرایہ دو لاکھ روپیہ سے زائد وصول ہو جاتا تھا۔ یہ رقم اس مرحومہ کے روضہ کے خرچ کے لئے مقرر فرما دی تھی۔ یہ جس قدر پر فضا اور باصفا عمارت ہے اس کو کیا لکھا جائے جس نے بھی دیکھا ہے وہ اس کی خوبی کو بخوبی جانتا ہے۔

---

(جلوس کا سترھواں سال مطابق سن ایک ہزار ترپن ہجری ۱۰۵۳ھ)

**محمد معظم کی ولادت** یکم جمادی الآخر سن مذکور کو سترھویں سال کا جشن جلوس منایا گیا۔ عبدالصمد سفیر مکہ کو رخصت کے دن نقد وجنس کی صورت میں جملہ پینسٹھ ہزار روپیہ انعام دیا گیا۔ رائے رایاں نے ہاتھی گھوڑے پیش کش کرنے کے بعد منصب اور خدمت سے استعفا دیدیا اور بنارس کے مٹھ میں گوشہ نشین ہوگیا۔ شاہزادہ اورنگ زیب کی عرض داشت سے معلوم ہوا کہ اس کے گھر فرزند تولد ہوا ہے تو مولود کا نام بادشاہ نے محمد معظم تجویز کیا۔

**اجمیر کی زیارت** ۱۸ شعبان کو بادشاہ حضرت معین الدین چشتی کے مزار کی زیارت کے لئے اجمیر گئے۔ آٹھ رمضان کو وہاں پہنچ کر زیارت کی۔ وہاں کے خادموں کو دس ہزار روپیہ عنایت کیا کہ ایک بڑی دیگ بنا کر نذر کریں۔ کہتے ہوئے نیل گایوں کے

گوشت اور چاول پکا کر جنت مکانی جہانگیر بادشاہ کو ایصال ثواب کے لئے مستحقوں میں تقسیم کرائیں ۔ ایک سو چھتالیس من پختہ چاول گوشت اور گھی اس دیگ میں پکایا گیا۔ زیارت سے فارغ ہوکر واپس ہوئے اور دارالخلافہ اکبرآباد میں ۱۰ ارشوال کو داخلہ ہوا۔

**اضافے اور ترقیاں**

سعداللہ خاں کو اضافہ دے کر دو ہزاری پانچ سو سوار کا منصب دیا، اور میر سامانی کی خدمت پر مقرر کیا دیوان خاص کی داروغگی پر سعداللہ خاں کی جگہ باقی خاں کو مقرر کیا۔ راجہ کشن سنگھ کی وفات کی خبر ملی اور یہ معلوم ہوا کہ اس کی باندی کے بطن سے ایک لڑکا ہے مگر ہندوؤں میں کنیز کے فرزند کو ملک و مال میں وارث نہیں سمجھا جاتا اور اس کے ساتھ کھانا بھی نہیں کھاتے ہیں اسے غلام ہی سمجھا جاتا ہے اس لئے بادشاہ نے اس کے وطن کو اس کے چچازاد پوتے دلیپ سنگھ کو عطا کرکے راجہ کا خطاب دیا اور ہزاری ہزار سوار کا منصب مرحمت فرمایا۔ عبداللہ خاں فیروز جنگ کا سالانہ مقرر ہوگیا تھا۔ مگر دوبارہ چھ ہزاری چھ ہزار سوار کا منصب بحال کر دیا۔ صفی قلی خاں سپاہ منصور ایران کے زمرۂ امراء میں سے تھا وہاں سے آکر باریاب ہوا اسے ہزاری پانچ سو سوار کا منصب خلعت، گھوڑا، ہاتھی اور پندرہ ہزار روپیہ دیا گیا۔

**طاعون کی وبا**

دارالخلافہ میں طاعون کی وبا اور بخار پھیل گیا تھا اس لئے اوائل ذی الحجہ میں فتح پور کی طرف بادشاہ نے کوچ کیا کچھ عرصہ وہاں سیر و شکار میں مشغول رہ کر دارالخلافہ واپسی ہوئی پھر شدت وبا کے سبب دارالخلافہ میں ایک ہفتہ ٹھیر کر بادشاہ سموگڈھ چلے گئے محرم کے ختم ہونے پر وہاں سے واپسی ہوئی۔

**آگ سے جلنے کا حادثہ**

نواب جہاں آرا بیگم جس کا خطاب بادشاہ بیگم تھا، کی سال گرہ کے جشن کے دن ایک حادثہ ہوگیا اتفاق سے شمع کا شعلہ بادشاہ بیگم کے دامن میں لگ گیا، جس سے اس کے دونوں ہاتھ پیٹ اور سینہ جل گیا۔ چار کنیزیں آگ بجھانے کے لئے پروانہ وار آگے بڑھیں تو وہ بھی آگ کی لپیٹ میں آگئیں، چاروں خواصوں کے اکثر اعضا بھی جل گئے۔ بادشاہ بیگم کے آگ کی وجہ سے جگہ جگہ زخم ہوگئے۔ اعلیٰ حضرت کو اپنی اس بیٹی سے بہت محبت تھی۔ اس حادثہ پر بڑا رنج اور صدمہ ہوا۔ سال گرہ کی تقریب کا سارا سامان مہیا تھا، مگر یہ خوشی غم والم میں بدل گئی۔ حکیم مومنا اور دوسرے اطباء علاج کے لئے مقرر ہوئے۔ خاص طور سے حکیم داؤد جو حال ہی میں شاہ عباس کے پاس سے بھاگ کر حضور میں پہنچا

تھا معالجہ کرنے لگا۔ بادشاہ نے ساٹھ ہزار روپیہ مستحقوں کو صدقہ دیا اور صحت کے لئے دعائیں کرائیں۔ اس کے علاوہ ہررات بیگم کے تکیہ کے نیچے ہزار روپیہ رکھ کر صبح فقراء میں تقسیم کرا دیا جاتا تھا۔ جو خادمائیں جل گئی تھیں اُن میں سے دو کی حالت بہت زیادہ نازک تھی وہ اسی عذاب میں ختم ہوگئیں۔ دو خواصیں علاج سے ٹھیک ہوگئیں۔ بیگم کے زخم بخار کی شدت کے ساتھ چار پانچ ماہ تک مندمل نہیں ہوئے اور دوسرے امراض بھی پیدا ہوگئے۔ بادشاہ بیٹی کے غم میں بہت کم دربار میں آتے تھے۔ زیادہ تر بیگم کے بستر کے پاس ہی رہتے تھے۔

## معاش داروں کی بددعا

اتفاق کی بات کہ اس حادثہ سے کچھ ہی پہلے ایک قصہ یہ ہوا تھا کہ نئے صدر سید جلال نے باوجود خاندانی شرافت کے شرپسند پیش کاروں کے بہکاوے میں آکر یہ عرض داشت پیش کی تھی کہ معزول صدر موسوی خاں کی بے خبری کی وجہ سے بہت سے ایسے آدمیوں کو جو مستحق نہیں تھے "مدمعاش" مقرر ہوگئی تھی یہ لوگ جعلی اسناد اور فرامین کی بنیاد پر یومیہ پاتے اور اراضی رکھے ہوئے ہیں بادشاہ نے اسناد کی تحقیقات تک عام طور سے "یومیہ" کی ضبطی کے احکام صادر کردیئے تھے۔ اس سے صدر کی بھی بڑی بدنامی ہوئی تھی اور اس سے مستحقوں کو بھی بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ ان بے بضاعت مومن اور مومنات، مسلم اور مسلمات کی آہوں کی لپٹ ہی تھی، جس نے شہزادی کے دامن کو تھام لیا۔ شہزادی بادشاہ کی لختِ جگر تھی اس لئے بادشاہ کو اس حادثہ کا بڑا صدمہ اٹھانا پڑا۔ جب یہ بات بادشاہ کی سمجھ میں آئی تو بہ ستور سابق مردوں اور عورتوں سب کا یومیہ جاری کردیا ؎

آتش سوزاں نکند با سپند
آنچہ کند دودِ دلِ دردمند

## شہزادی کی صحت یابی

کہتے ہیں بادشاہ کو حقیقی محبت دارا شکوہ اور بادشاہ بیگم سے تھی اتنی کسی فرزند سے نہیں تھی۔ بیگم کی بیماری میں وہ رات میں دو دو پہر تک جانماز پر بیٹھا ہوا اللہ کے حضور دعائیں کرتا رہتا تھا اور زار زار روتا رہتا تھا۔ پانچ چھ ماہ تک حکیموں کی دوائیں اور مرہم چلتے رہے مگر خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا آخر بیگم کی سرکار کے ایک غلام عارف نامی نے ایک مرہم بنا کر دیا اس سے بہت فائدہ ہوا۔ اللہ نے کچھ صحت عطا کی بکامل صحت ہونے پر ہی جشنِ صحت منانے کا ارادہ تھا مگر حکماء کی زبان سے شفا کے بارے

میں امید افزا کلمات سنتے ہی ایک اچھا خاصا جشن منعقد کیا گیا جس میں حکماء صلحا اور فضلاء مستحقین اور ارباب طرب نے جھولیاں بھر بھر کر فیض حاصل کیا۔ شاہزادہ محمد اورنگ زیب بیگم کے عارضہ کا حال سنتے ہی یلغار کرتے ہوئے حضور میں آ پہنچا تھا۔ شاہزادہ محمد مراد بخش بھی ملتان سے بہن کی عیادت کے لئے پہنچ گیا تھا۔ دونوں شاہزادے شاہانہ عنایات سے فیض یاب ہوئے۔ شائستہ خاں بھی شاہزادی کی احوال پرسی کے لئے حاضر خدمت ہوا۔

**اورنگ زیب کی نظر بندی** شاہزادہ محمد اورنگ زیب سے چند بے عقلوں کے بہکانے کے سبب خلاف مرضی کچھ ایسے کام سرزد ہو گئے تھے کہ باپ کی طرف سے کم توجہی اور قہر وغضب کے آثار صاف نظر آرہے تھے۔ شاہزادہ نے از راہ غیرت اور پیش بینی اس سے پہلے کہ باپ کی طرف کسی بے لطفی کا علانیہ اظہار ہو خود نظر بند ہونے کا ارادہ کر لیا اور تلوار کمر سے کھول کر رکھدی اور چند دن تک گوشہ نشین ہو گیا اس کی جاگیر خالصہ کے تحت ضبط ہو گئی دکن کی صوبہ داری پر خان دوراں کو ہزاری ہزار سوار کا اضافہ اور دو کروڑ دام انعام دے کر مقرر کیا گیا اب اس کا منصب سات ہزاری سات ہزار سوار اور پانچ ہزار سوار دو اسپہ اور سہ اسپہ کا ہو گیا۔ پرتھی راج راٹھور کو دولت آباد کا قلعدار مقرر کیا گیا۔

بیگم کی کامل صحت پر دوبارہ جشن صحت منعقد کیا گیا شہزادی کو خالص سونے سے تول کر سونا مستحقوں میں تقسیم کرایا گیا۔ اس جشن کے فیض سے ہر گھر مستفید ہوا اور بڑی شان دار تقریب منائی گئی۔

جشن کے بعد شاہزادہ مراد بخش کو اس کے صوبہ پر بادشاہ نے رخصت کر دیا۔ شائستہ خاں کو بھی اضافہ دے کر پانچ ہزار پانچ ہزاری سوار دو اسپہ اور سہ اسپہ کا منصب عطا کر کے خدمت مفوضہ پر روانہ کر دیا۔ الہوردی خاں زیر عتاب تھا شاہزادہ بلند اقبال کی سفارش پر اس کا منصب اور جاگیر بحال کر دی۔ سید عبدالوہاب خاندیسی کو جس کی بہادری کا ہم ذکر کر آئے ہیں بگلانہ کی فوج داری اور قلعہ داری پر مقرر کیا گیا۔

**شاہی دربار میں قتل** امر سنگھ دو مہینہ تک تپ محرقہ (دق) میں مبتلا رہنے کے بعد صحت پا چکا تھا۔ وہ شام کے وقت مجرا بجالانے کے لئے حاضر دربار ہوا صلابت خاں نے اس کے علاقہ کی تقسیم کے سلسلہ میں اس کے چھوٹے بھائی جسونت کو وہ علاقہ

دیدیا تھا حالانکہ وہ بڑا بھائی تھا۔ اس بات پر امر سنگھ صلابت خاں سے انتقام لینے کی فکر میں تھا۔ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد جب کہ بادشاہ اپنے ایک امیر کے نام تحریر کردہ فرمان پر دستخط کر رہے تھے۔ امر سنگھ جھپٹ کر صلابت خاں کے پاس آیا اور جمدھر نکال کر اس کے سینہ میں گھونپ دیا جو قبضہ تک اُتر گیا اور صلابت خاں ایک آہ بھی کھینچ نہ سکا اور اسی وقت مر گیا۔ اس وقت خلیل اللہ خاں، ارجن ولد بٹھیل داس قریب ہی تھے ان دونوں نے آگے بڑھ کر امر سنگھ پر حملہ کر دیا۔ امر سنگھ ان کے مقابلہ میں ڈٹ کر کھڑا ہو گیا اور بہادری سے ان کے وار روکے اور زخمی ہو جانے کے باوجود پیچھے نہیں ہٹا آخر بادشاہی گرز بردار وغیرہ وہاں پہنچ گئے اور ایک دوسرے کی مدد سے اس جاہل راجپوت کا کام تمام کر دیا۔ اس جھڑپ میں ارجن اور چند دوسرے آدمی بھی زخمی ہو گئے تھے۔

## راجپوتوں میں اشتعال

اس حادثہ کے بعد جب امر سنگھ کی لاش کو میر خاں، میر تزک دولت خانہ کا مشرف ردار وغیرہ، ملوک چند باہر لے کر آئے تو پندرہ راجپوتوں نے جو امر سنگھ کے خدمت گار اور مشعلچی تھے تلواروں اور جمدھروں سے میر خاں اور ملوک چند پر حملہ کر دیا اور جو بھی ان کے سامنے آیا اس سے لڑنے لگے۔ ان کو روکنے کے لئے بہت سے گرز بردار اور منصب دار بھی وہاں پہنچ چکے تھے مگر ان بگڑے ہوئے راجپوتوں نے ایسی بہادری دکھائی کہ ملوک چند اور چند گرز بردار ان کے ہاتھوں مارے گئے میر خاں اور کچھ آدمی زخمی ہو گئے۔ کہتے ہیں جب تک ان پندرہ آدمیوں کو ٹھکانے لگایا گیا دربار کے اندر اور باہر بہت بڑا ہنگامہ برپا ہو گیا اور صرف مشعلچیوں کے ہاتھوں سرکار کے چند کارآمد آدمی ضائع ہو گئے۔

## راجپوتوں سے خوں ریز لڑائی

جب اس ہنگامہ کی خبر پھیلی تو بعض راجپوت بدحواس ہو کر اسی رات فرار ہو گئے اور امر سنگھ کے وفادار نوکروں نے صبح ہونے سے پہلے ہی ارجن کے گھر پر حملہ کر دیا۔ آخر یہ معاملہ یہاں تک طول پکڑ گیا کہ دربار سے پہلے تو ان کی سرکوبی کے لئے ایک فوج متعین کی گئی۔ پھر فساد کے بڑھ جانے کے اندیشہ سے ایک دو مصالحت پسند راجپوتوں کو ان کے پاس بھجوایا اور یہ پیام دیا کہ امر سنگھ اور دوسرے جو لوگ اس فساد کے بانی تھے اپنی سزا کو پہنچ گئے تم لوگ بے قصور ہو پھر تم کس لئے بے سبب خود کو تیر و سناں کا نشانہ بنا رہے ہو۔ یہ بات ان دلیر جاہلوں کی سمجھ میں

نہیں آئی اور وہ اپنے آقا کے بعد بغیر کسی سردار کے جنگ کرنے پر تل گئے اور مصالحت کا جواب ہتھیاروں سے دینے پر آمادہ ہو گئے۔ آخر کار بادشاہ نے سید خان جہاں، رشید خاں انصاری، سید عبدالرسول بارہہ اور دوسرے بادشاہی ملازموں کو توپ خانہ کے ساتھ ان کے مقابلہ پر بھیجا۔ جب جنگ زور و شور سے ہونے لگی تو سید عبدالرسول خان جو ایک بہادر نوجوان تھا سادات بارہہ کی ایک جماعت کے ساتھ مارا گیا۔ سید غلام محمد ایک شہسوار سردار تھا، چار پانچ بڑے منصب داروں کے ساتھ پیادہ ہو گیا اور بڑی بہادری سے حملہ کرنے لگا اور باوجود زخمی ہونے کے ان کو بری طرح پسپا کر دیا۔ شام ہونے تک لڑائی مسلسل جاری رہی اور تمام راجپوتوں کو چن چن کر ختم کر دیا گیا۔ لڑائی کے ختم ہونے کے بعد بادشاہ نے سید غلام محمد اور دوسرے سرداروں کو، جو سب کے سب بری طرح زخمی ہوئے تھے اور اس معرکہ میں ہلاک ہونے والوں خاص طور سے ارجن وغیرہ کے وارثوں اور صلابت خاں کے بیٹوں خلیل اللہ خاں اور میر خاں کو نمایاں اضافہ خلعت، گھوڑا اور جواہر مرحمت ہوئے۔

---

(جلوس کا اٹھارواں سال مطابق سن ایک ہزار چھپن ہجری (۱۰۵۶ھ)

**سپہر شکوہ کی ولادت**

تخت نشینی کا اٹھارواں جشن حسب معمول منایا گیا۔ اطلاع ملی کہ دارا شکوہ کے گھر لڑکا تولد ہوا ہے۔ بادشاہ نے اس کا نام سپہر شکوہ رکھا اور رونمائی کا دو لاکھ روپیہ عنایت کیا۔

**مبارز خاں روہیلہ**

ملتان سے ایک حادثہ کی اطلاع ملی کہ مبارز خاں روہیلہ کے اوپر مکان گر پڑا اور وہ ملبہ میں دب کر مر گیا۔

**خان دوراں کی طلبی**

خان دوراں کو ایک ضروری کام کے لئے دکن سے حضور میں طلب کر لیا گیا۔ راجہ جے سنگھ کے نام حکم صادر ہوا کہ وہ اپنے وطن سے دکن کو چلا جائے اور خان دوراں کے واپس آنے تک وہاں کا بندوبست کرتا رہے۔

**امام قلی خاں کی مدد**

پہلے اطلاع مل چکی تھی کہ نذر محمد خاں نے اپنے بھائی امام قلی خاں کو مغلوب کر کے ملک وہاں پر قبضہ کر لیا ہے اور امام قلی خاں سب کچھ ہاتھ سے نکل جانے کے بعد بڑی بے سروسامانی اور پریشان حالی میں بیت اللہ کے ارادہ سے روانہ ہو گیا ہے۔ بادشاہ نے اس کی مدد کے لئے کعبۃ اللہ کے سفر خرچ کے عنوان سے ایک

لاکھ روپیہ بھجوایا تھا مگر اس سے پہلے کہ یہ رقم پہنچتی، امام قلی خاں مدینہ منورہ میں فوت ہو گیا۔

**ایک قیمتی مروارید**

اس ایک لاکھ روپیہ میں سے بادشاہی کارندوں نے ایک امرودی مروارید کا دانہ جس کا وزن تینتالیس سرخ (رگومچی) تھا۔ تیس ہزار روپیہ میں خرید لیا اور وہ مروارید اور گھوڑے بادشاہ کے لئے لے کر آئے جوہریوں نے اس مروارید کی لاگت کا تخمینہ پچاس ہزار روپیہ لگایا۔ انھوں نے عرض کیا کہ اگر اس وزن کا مروارید پچاس ہزار روپیہ میں بھی لینا چاہیں تو اس کا مل جانا دشوار ہو گا۔ دفتری کاغذات اور رجسٹروں سے سرکاری جواہر خانہ میں اس جیسے مروارید کے داخلہ کا سراغ نہیں ملتا۔ بادشاہ نے اس مروارید کو سرپیچ میں جس پر بارہ ٹنگ کا لعل اور چوبیں دانے مروارید کے ٹکے ہوئے تھے اور جس کی قیمت چار لاکھ روپیہ تھی۔ شامل کرنے کا حکم دیا۔ پھر اس کو اپنی خاص تسبیح میں امام کے طور پر لگوا دیا، اور اسے مرنے تک اپنے پاس ہی رکھا۔

**بادشاہی جواہر خانہ**

اس جواہر کا ذکر آ ہی گیا ہے تو میں بادشاہی جواہر خانہ کا بھی کچھ تذکرہ کر دینا چاہتا ہوں۔ جس دن شاہجہاں تخت نشین ہوا تقریباً دس کروڑ روپیہ کے مرصع سامان اور جواہرات موجود تھے ان میں سے سال زیر تحریر تک دو کروڑ روپیہ کے جواہرات انعام اور تحفوں میں نکل گئے۔ بادشاہ نے ان میں سے پانچ کروڑ روپیہ کے جواہرات تو جواہر خانہ کے انعام میں رکھے اور سال رواں تک دو کروڑ روپیہ کے جواہرات انعام میں اور تحائف میں دیئے اور پچاس لاکھ روپیہ صدقات اور جشن وزن (سال گرہ) کے نچھاور وغیرہ میں صرف ہوئے۔ پانچ کروڑ روپیہ کے جواہرات "جواہر خانہ انعام" میں داخل کر دیئے اور باقی جواہرات توشک خانہ کے تحت پوشاک خاص کی مد میں شامل کئے گئے۔ ان میں دو تسبیحیں شامل ہیں۔ جو ایک سو چھبیس ۱۲۶ مروارید کے دانوں کی بنی ہوئی ہیں اور سترہ دانے رنگین اور شفاف یاقوت کے ہیں۔ ان دونوں تسبیحوں کی قیمت بیس لاکھ روپیہ ہے۔ مروارید کے ہر دانہ کا وزن ستیس رتی کا ہے۔ یہ عرش آشیانی اکبر کے زمانہ سے۔ "جواہر خانہ پوشاک خاص" میں داخل ہیں۔

**مناقب مرتضوی**

میر محمد صالح مشکین قلم ولد میر عبداللہ زرین رقم ترمذی نے جس کا تخلص کشفی تھا اپنی ایک تالیف۔ "مناقب مرتضوی" لکھ کر پیش کی۔ بادشاہ نے چند ورق کا مطالعہ کیا اور پانچ ہزار روپیہ اور ایک ہتھنی انعام میں دی۔

**جشن صحت یابی**

بادشاہ بیگم کی صحت کے آثار دیکھ کر ہی دو جشن منائے گئے تھے جن میں المختصر لاکھ روپیہ خرچ ہوا تھا۔ پھر کچھ زخم تازہ ہوگئے تھے وہ جب مندمل ہوئے تو بادشاہ بیگم نے تیسرا غسلِ صحت ماہِ رمضان میں کیا اور پھر ایک بڑا جشن منعقد کیا گیا۔ غسل کے بعد ایک ہزار اشرفی اور پانچ ہزار روپیہ مستحقوں کو دیا گیا اور عارف چیلہ کو جس کے مرہم سے فائدہ ہوا تھا چاندی میں تولا گیا اور وہ چاندی خلعت اور گھوڑا اسے عطا ہوا۔ جب شہزادی سلام کے لئے آئی تو بادشاہ نے لعل و مروارید اور سونے چاندی سے بھرا ہوا تھال جس کی قیمت ایک لاکھ روپیہ تھی، اپنے ہاتھ سے بادشاہ بیگم کے سر پر سے نچھاور کیا۔ پھر شاہزادوں اور دوسری بیگمات کی طرف سے بھی طلائی پھولوں اور جواہرات کے تھال نچھاور ہوئے۔ بادشاہ نے ایک سو تیس دانہ کی "سمرنی" جس کی قیمت پانچ لاکھ روپیہ تھی اپنے ہاتھ سے بیگم کے ہاتھ میں باندھ دی۔ دوسرے دن لاکھ روپیہ کا گوشوارہ جس میں دو آب دار موتی اور دو الماس لگے ہوئے تھے عنایت فرمایا۔ یہ جشن ایک ہفتہ تک منایا گیا اور ہر روز بیٹی پر نئی نئی عنایات ہوتی رہیں۔ بیگم کی جاگیر بندر سورت کا محصول گیارہ لاکھ روپیہ بھی بیگم کے نام انعام میں واگذار کر دیا۔ طبیبوں کو جو انعام دیا گیا، مکہ مدینہ اور دوسرے مقامات پر جو صدقات بھیجے گئے ان کے علاوہ کُل بیس لاکھ روپیہ انعامات میں صرف ہوا۔

**اورنگ زیب کو معافی**

نواب قدسیہ بیگم کی سفارش پر شاہزادہ محمد اورنگ زیب کا قصور معاف کر کے سابقہ پندرہ ہزاری دس ہزار سوار کا منصب اور جاگیر بحال کر دی اور مزید عنایات سے نوازا۔

**نذرانے اور انعامات**

حکیم داؤد کو دو ہزاری دو سو سوار کا منصب گھوڑا، ہاتھی، ایک مُہر اور ایک روپیہ کہ ان میں سے ہر ایک کا وزن پانچ سو تولہ کا تھا۔ مع خلعت کے بیگم کے معالجہ کے انعام میں مرحمت کیا۔ حکیم مومنا کو جس کا سالانہ تیس ہزار روپیہ بندھا ہوا تھا، ایک ہزاری ایک سو سوار کا منصب ملا اور دوسری عنایات سے بھی نوازا گیا۔ دوسرے امیر درباری حسب مدارج شاہانہ عنایات سے سرفراز کئے گئے۔

بیگم کی شفا کے لئے بادشاہ نے حرمین کے مستحقوں کے لئے ایک لاکھ روپیہ کی منت مانی تھی ایک لاکھ اور شریف مکہ کے لئے چار لاکھ روپیہ احمد سعید کے ذریعہ مکہ معظمہ بھجوا دیا۔ جشن

کے موقع پر رقص و سرود کی جو محفل منعقد ہوئی اور دنیا جہان کے ماہران آرائش نے جس شان کا
چراغاں کیا۔ اس کو کہاں تک بیان کیا جائے قلم اس سے عاجز ہے۔

**فقیر کا حیرت انگیز علاج**

آخر ذی قعدہ میں کشمیر کے ارادہ سے بادشاہ لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔ بیگم کا علاج یونانی، ہندوستانی اور یورپ کے حکماء نے کیا تھا عارف چیلہ کا مرہم بھی لگایا تھا مگر جب کشمیر کو کوچ ہوا تو دوبارہ زخم ہرے ہو گئے اور بادشاہ کو بہت پریشانی ہوئی۔ ایک دن جب کہ متھرا میں منزل تھی وہاں کے فوجدار محمد علی نے عرض کیا کہ ہامون نامی ایک فقیر ہے اس کے پاس ایک ایسا مرہم ہے جو ہر قسم کی جراحتوں اور زخموں میں کامل فائدہ پہنچاتا ہے۔ بادشاہ نے اس کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ تین چار دن میں اس کے مرہم سے بہت فائدہ ہوا اور ہفتہ نہیں ہوا تھا کہ زخم کے نشانات تک غائب ہو گئے اور مرض بالکل زائل ہو گیا۔ دہلی پہنچنے کے بعد کامل صحت کا غسل ہوا۔ ہامون فقیر کو روپیہ میں تول کر وہ روپیہ دیدیا گیا۔ اس کی بیوی کو خلعت اور زریں لباس عطا ہوا۔ محمد علی فوجدار کو بھی اضافہ ملا اور خطاب دیا گیا۔

**اورنگ زیب کا احمد آباد پر تقرر**

شاہزادہ محمد اورنگ زیب کو احمد آباد کا صوبہ دار بنا کر خاص عنایات سے نوازا گیا اور آخر ذی الحجہ میں اسے رخصت کیا۔

**سرہند اور لاہور کی منزل**

جب سواری سرہند پہنچی تو جشن نوروز اور بادشاہ بیگم کے غسل صحت کی خوشی منائی گئی۔

اوائل صفر میں لاہور کے باغ فیض بخش میں نزول ہوا قلعہ کی عمارتوں اور باغوں کی تفریح کے بعد چھ ماہ صفر کو وہاں سے کشمیر کی طرف کوچ کیا گیا۔ اس موقع پر دکن سے خان دوراں آکر باریاب ہوا۔

**بلخ پر حملہ کا ارادہ**

بلخ اور بدخشاں کی سلطنت کے اختلال، ازبکوں کے ظلم و تعدی، باپ بیٹوں کی باہمی نزاع، عبدالعزیز خاں کے تباہ ہو جانے اور نذر محمد خاں کی تباہیوں کی اطلاعات بار بار پہنچتی رہی تھیں۔ بادشاہ نے علی مردان خاں کو کابل بھیج کر ارشاد فرمایا۔ بلخ و بدخشاں کی مہم ہمارے پیش نظر ہے۔ بہت جلد ہم شاہزادہ کو اس طرف روانہ کریں گے۔ لشکر کے پہنچنے تک اس مہم کی ذمہ داری تم پر ہے۔ تم وہاں

سازوسامان اور تجربہ کار اور کارروار آدمیوں کو فراہم کرنے کی کوشش کرو۔ اس کے پیچھے ہی میر بخشی اصالت خاں کو کمک اور نگرانی کے لئے علی مردان خاں کے پاس روانہ کردیا۔

**قندھار کا قلعہ دار**

اسی اثناء میں قندھار کے قلعہ دار صفدر خاں کے انتقال کی خبر پہنچی۔ بادشاہ نے اس کے بیٹوں کو اضافہ عطا کیا اور ماتمی خلعت روانہ کی۔

**بادشاہ سلامت کشمیر میں**

اب شاہی لشکر کشمیر کے دشوار گذار راستوں کو طے کرنے لگا۔ جہاں کی برف باری لوگوں کے ہاتھ پیر کو سرد کردیتی تھی۔ طغرائی مشہدی نے کہا ہے ؎

زبیم برف آں کوہ خطرناک رمیدہ مردمک از چشم افلاک
چناں دردی برودت پا فشردہ کہ آتش در درون سنگ مردہ

یکم ربیع الاول کو بادشاہ کشمیر کے دولت خانہ میں داخل ہوئے۔ وہاں کے باشندوں کی زبانی ظفر خاں کے حسن سلوک کی اطلاع ملی تو بادشاہ نے ایک لاکھ روپیہ اس رقم میں سے معاف کردیا۔ جو اس کے ذمہ واجب الادا تھی۔ کشمیر میں بادشاہ ہر روز یا ہر ہفتہ کسی نئے پسندیدہ باغ اور مقام کی سیر کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ صفاپور بادشاہ بیگم کی جاگیر میں تھا اور یہ اسم بامسمّیٰ مقام تھا۔ بیگم نے اس باغ میں شاہانہ ضیافت کی، اور چراغاں کرایا۔ جب بادشاہ تشریف لے گئے تو بیگم نے نذرانہ میں بھاری رقم اور جواہرات کی پیش کش کی۔

**مراد بخش کو ترقی**

بادشاہ نے محمد مراد بخش کو دو ہزاری کا اضافہ دیا اس طرح اس کا منصب بارہ ہزاری نو ہزار سوار ہوگیا۔ خان دوراں کو عنایات شاہانہ سے نواز کر دکن پر دوبارہ رخصت کردیا۔

**بدخشاں کی مہم**

علی مردان خاں کو بدخشاں کی مہم پر مامور کیا گیا تھا، وہ اس طرف قندھار کو کمک پہنچانے کے بہانہ سے روانہ ہوچکا تھا۔ علی مردان خاں کی عرض داشت پہنچی کہ اس کے مقابلے پر قزلباشوں کے کوچ کرنے کی خبریں گرم ہیں۔ بادشاہ نے اس کی مدد کے لئے راجہ جگت سنگھ، بہادر خاں، قلیچ خاں، نجابت خاں، راجہ رائے سنگھ، راجہ بہار سنگھ، مرزا خاں نبیرۂ عبدالرحیم خان خاناں

شمس الدین بنی مختار کو چند دوسرے امراء کے ساتھ روانہ کیا ۔ بارہ ہزار ہندوقچیوں کا ایک دستہ بھی ان کے ساتھ مقرر کیا گیا ۔ دار السلطنت کے خزانے سے بیس لاکھ روپیہ بھی بھیج دیا گیا ۔

## ڈل پر چراغاں

بادشاہ نے کچھ عرصہ تک ڈل کے تالاب کے کنارے جو بہت پسندیدہ مقام تھا قیام کیا اور راتوں میں وہاں چراغاں کراتے رہے۔ بادشاہ نے ڈل کو ہمیشہ دوسرے مقامات پر ترجیح دی تھی ۔ ظفر شاعر اس کی تعریف میں کہتا ہے ؎

دریں دریا چناں جوش سرود است — کہ ہر موجش ز آب نغمہ رود است
ز عکس لالہ رخسارانِ سرکش — فتادہ ماہیاں در دام آتش
ز ہر زورق صدائے نغمہ تر — زدہ موج طرب بر گوش اختر
رگ طنبور رشک موج آب است — پستش کاسہ چشم حباب است

## خان دوراں کا قتل

لاہور کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ خان دوراں کو اس کے ایک نو مسلم کشمیری خدمت گار نے رات کے وقت جمدھر مار کر ہلاک کر دیا ۔ وہ زخمی ہونے کے بعد پانچ پہر تک زندہ رہا تھا ۔ اور اس نے اپنا سارا مال ومتاع اپنے لڑکوں کے نام کر دیا اور اس کی وصیت بادشاہ کی خدمت میں بھیجنے کے لئے لکھوادی۔ خان دوراں کا سلوک عوام کے ساتھ اچھا نہیں تھا وہ بڑی سختی اور بے قاعدگی سے پیش آتا تھا ۔ آخر مظلوموں کی آہ نے اس کا کام تمام کر دیا ۔ اس سے قطع نظر وہ ایک بڑا تجربہ کار افسر قلعہ شکن اور جنگجو امیر تھا ۔ بادشاہ کو اس واقعہ پر بڑا صدمہ ہوا اس کی وصیت کے مطابق اس کے بیٹوں میں ترکہ تقسیم کرادیا اور ان کو منصب عطا کر کے سرفراز کیا ۔ بیٹوں میں جو کچھ تقسیم ہوا اس کے علاوہ ساٹھ لاکھ روپیہ بہ حق سرکار ضبط کر لیا گیا ۔ سید محمد اور سید محمود دونوں بڑے بیٹوں کو ہزاری ہزار سوار کا منصب ملا چھوٹے بیٹے عبد النبی کو پانصدی کا منصب عطا ہوا۔

شائستہ خاں کا الہ آباد سے مالوہ پر تبادلہ کر دیا گیا۔

(جلوس کا انیسواں سال مطابق سن ایک ہزار پچپن ہجری (۱۰۵۵ھ)

**اسلام خاں کا دکن پر تقرر**

انیسویں سال کا جشن کشمیر جنت نظیر میں منعقد کیا گیا۔ اس موقع پر اسلام خاں کو دکن کا صوبہ دار بنا کر عنایات شاہانہ کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ اصل منصب میں اضافہ کے بعد وہ چھ ہزاری اور پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب دار ہو گیا۔ اس کے بھائی سیادت خاں کو اس کے ساتھ متعین کیا گیا۔

**سعد اللہ خاں وزیر اعظم**

سعد اللہ خاں نے اپنی استعداد و صلاحیت سے بادشاہ کے پاس بڑا رسوخ پیدا کر لیا تھا جو ہر شناس قدر داں بادشاہ نے اس کے جوہر۔۔۔۔ کو بخوبی پرکھ لیا تھا۔ اسلام خاں کو دکن پر مقرر کرنے کے بعد اس کی جگہ۔ وزارت کل کے عہدہ پر سعد اللہ خاں کا تقرر عمل میں آیا۔ اسے وزارت کا مرصع قلمدان، خلعت اور جمدھر مرحمت ہوا۔ منصب میں بھی ایک ہزار اور پانچ سو سوار کا اضافہ ملا۔ اب وہ پانچ ہزاری پانچ سو سوار کا منصب دار بن گیا۔

**بلخ کی خانہ جنگی**

اصالت خاں نے امیر الامراء علی مردان خاں کے پاس جانے کے بعد لشکر کی تنظیم، رسد کی فراہمی اور راستوں کی نگرانی کے لئے امراء کو متعین کیا اس کے پیچھے دوسرے بادشاہی امیر بھی یکے بعد دیگرے کابل پہنچنے لگے۔ اسی دوران میں غوربند کے تھانہ دار خلیل بیگ نامی نے آکر مطلع کیا کہ بلخ اور بدخشاں میں بڑی خانہ جنگی برپا ہے۔ باپ بیٹوں یعنی عبدالعزیز خاں، سبحان قلی خاں اور نذر محمد خاں کے درمیان جھڑپیں ہو رہی ہیں اور اوزبکوں کا خون رائیگاں بہہ رہا ہے۔ عبدالعزیز خاں کی طرف سے سبحان قلی خاں، قلعہ شادماں کی تسخیر کے لئے گیا تھا۔ اس کی کمک کے لئے قلعۂ کہمرد (جو ایک سرحدی قلعہ ہے) کا قلعدار گیا ہوا ہے۔ اور کہمرد اس وقت خالی پڑا ہے اگر میرے ہمراہ ایک فوج کر دی جائے تو میں اس پر قبضہ کر لوں گا۔

**قلعہ کہمرد پر قبضہ**

علی مردان خاں نے تین ہزار سواروں کو جن میں خود اس کی جمعیت کے ہزار سوار شامل تھے اپنے غلام فرہاد کی سرداری میں روانہ کر دیئے۔ ان کو ہدایت کر دی کہ اگر یہ خبر صحیح نکلے تو قلعہ پر حملہ کرنا اور حقیقت حال سے برابر مطلع کرتے رہنا۔ اگر یہ اطلاع درست نہ ہو تو قلعہ پہ فوج کشی نہ کی جائے صرف

اطراف واکناف کے علاقوں کو تاخت و تاراج کرتے رہیں۔ جب فرہاد اور خلیل بیگ کھمرد پہنچ کر محاصرہ کرنے لگے تو قلعہ والے ہندوستان کی فوج کی آمد سن کر ہی ایسے ڈرے کہ قلعہ بند نہ ہوئے، بلکہ قلعہ چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ خلیل بیگ اور فرہاد نے قلعہ پر اس آسانی سے قبضہ کر لیا کہ نہ کوئی تلوار میان سے نکلی نہ کوئی تیر کمان سے چھوٹا۔ لیکن قلعہ میں نہ غلہ تھا نہ گھاس، اور نہ کوئی اور ذخیرہ۔ خلیل بیگ اور فرہاد کو یہ خوش فہمی رہی کہ نذر محمد خاں اس وقت اپنے آدمیوں اور بیٹوں کے ہاتھوں خود پریشان ہو رہا ہے وہ کھمرد کا رخ نہیں کرے گا۔ لہٰذا انھوں نے اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے اس نو مفتوحہ قلعہ کے برج اور فصیل کو مستحکم کرنے اور اس میں ذخیرہ جمع کرنے کی فکر نہیں کی نہ تجربہ کار آدمیوں کو اس کی حفاظت پر مامور کیا۔ صرف مبارز خاں کے پوتے سرمست نامی کو پچاس سواروں اور چند توپچیوں کے ساتھ قلعدار مقرر کر دیا اور خود دونوں اطراف واکناف کے علاقوں پر حملہ کرنے اور ذخیرہ فراہم کرنے کے لئے نکل گئے۔

## کھمرد پر دشمن کا قبضہ

کمک پر آئے ہوئے بادشاہی امیر کھمرد کی فتح کے انتظار میں دن گن رہے تھے جب قلعہ پر قبضہ ہو جانے کی خبر ملی تو انھوں نے دور بینی سے کام لیا اور اصالت خاں کو آگے روانہ کر دیا کہ وہ غوربند جا کر ٹھیر جائے۔ اگر قلعہ کو واپس لینے کے لئے اوزبکوں نے پیش قدمی کی تو وہ فوراً قلعہ والوں کی مدد کے لئے پہنچ جائے۔ ادھر خلیل بیگ اور فرہاد کمک کا انتظار نہ کر سکے اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے ڈر کر وہاں سے روانہ ہو گئے اور اصالت خاں سے آکر مل گئے۔ اس دن خبر پہنچی کہ اوزبکوں کی فوج آخر رات میں اچانک قلعہ کھمرد میں داخل ہو گئی۔ قلعدار سرمست خواب خرگوش میں مست پڑا تھا۔ دشمن کی آمد کی خبر سن کر بدحواس بھاگا اور غلہ رکھنے کے ایک خالی کمرہ میں چھپ کر اپنی جان بچائی۔ اوزبک حملہ آور بہت سے آدمیوں کو قتل اور زخمی کر کے صحرا میں چلے گئے۔ امیر الامراء کو جب اس حادثہ کی اطلاع ملی تو اس نے اصالت خاں کو ایک منظم فوج دے کر قلعہ والوں کی کمک کے لئے فوری روانہ کر دیا اور خود بھی اس طرف روانہ ہو گیا۔

**بدخشاں کی طرف کوچ**

ابھی وہ دو تین منزل بھی نہیں بڑھا تھا کہ سننے میں آیا۔ قلعہ ازبکوں کے قبضہ میں چلا گیا ہے۔ قلعدار بھی زخمی حالت میں اپنے ہمراہیوں سمیت بہ حال تباہ آ گیا۔ امیرالامراء نے دَرّوں پر فوجوں کو متعین کر دینا چاہا تھا کہ ہندوستان کے دَرّوں پر نذر محمد خاں کی فوجوں کے پہنچ جانے کی خبریں ملیں جو امیرالامراء کے لشکر کا راستہ روکنے کے لئے بڑھ رہی تھیں اس لئے اصالت خاں اور خلیل بیگ نے دَرّوں پر قبضہ کرنے سے روک دیا کہ ان دروں میں ایک دو سوار بھی پہلو بہ پہلو نہیں جا سکتے۔ پھر جگہ جگہ ذخیرہ رکھنے کی اور جہاں جہاں سے گذریں تھانے قائم کرنے کی ضرورت ہوگی اور ابھی تمام امدادی فوجیں پہنچ نہیں پائی ہیں۔ اس لئے ہم کو فوج سے جدا ہو کر آگے نہیں نکل جانا چاہیئے۔ آخر یہ طے پایا کہ فی الحال قلعہ پر فوج کشی کا خیال چھوڑ کر بدخشاں کو فتح کرنے کی ہمت کرنی چاہیئے۔ اور پنج شیر کے راستہ بدخشاں کی طرف کوچ کر دینا چاہیئے۔ اسی اثناء میں بہادر خاں اور چند دوسرے امدادی امیر پہنچ گئے۔

**راستہ کی دشواریاں**

چند منزل لشکر آگے بڑھا تھا کہ پنج شیر کا تھانہ دار دولت بیگ ایک جماعت کو لے کر آیا جو اس راستہ سے پوری طرح واقف اور خبردار تھی۔ ان لوگوں نے بتایا کہ اس راستہ سے گذرنا دشوار ہے۔ البتہ لشکر گھاٹیوں اور دَرّوں سے جریدہ، وہ بھی بڑی مشکل سے جا سکتا ہے۔ لیکن اس سارے بھاری سامان اور اسباب اور باربرداری کو لے کر عبور کرنا بہت مشکل ہے۔ پھر دشمنوں کی فوج کے مقابلہ پر ندی نالوں پر پل باندھنا محال ہو جائے گا۔ ایک اور دشواری یہ ہے کہ موسم سرما قریب ہے۔ رسد اور چارہ ساتھ لئے بغیر آگے بڑھ نہیں سکتے۔ کیونکہ برف باری سے چارہ اور رسد کا ملنا محال ہوگا۔ جانور گھاس کی کمی کی وجہ سے بڑی چمڑا ہو جائیں گے۔ برف اور جاڑے میں جس جگہ گریں گے وہاں سے پھر اٹھ نہ سکیں گے۔ اس طرح ساری فوج تباہ ہو جائے گی۔ اِن موسم بہار کے آغاز میں ان خطرناک راستوں کو عبور کیا جا سکتا ہے۔

**فوج کی پیش قدمی**

امیرالامراء نے یہ مشورے قبول نہیں کئے اور یہ تجویز رکھی کہ دو ہزار منتخب تجربہ کار جنگجو سوار ایک سخت جان شہسوار

غلام کی سرداری میں روانہ کئے جائیں۔ اور یہ لوگ چند دن کی ضروری غذا جو وہ باسانی اپنی پشت پر اور گھوڑوں پر اٹھا سکتے ہیں۔ لے کر چاق و چوبند گھوڑوں پر سوار ہو کر قزاقوں کی طرح گھاٹیوں اور دروں کو عبور کریں اور بدخشاں کے نواح میں حملہ کریں اور اس علاقہ کے حالات سے واقف ہو کر واپس آجائیں۔ اس صورت میں ممکن ہے۔ وہاں کے بعض قبیلے ہماری فوج سے آکر مل جائیں۔ اس حملہ کی سربراہی اصالت خاں کے ذمہ کی گئی۔

## پنج شیر اور گل بہار

یہ فوج سات آٹھ دن کی رسد لے کر جو مجبوری کی صورت میں زیادہ سے زیادہ دو ہفتہ تک کام دے سکتی تھی کوہ ہندوکش کے راستہ سے آگے بڑھی اور سات آٹھ دن میں پنج شیر اور گل بہار کی منزل پر پہنچ گئی۔ یہاں غنیمت میں گھوڑے گائیں اور بکریاں مل گئیں کہ ان کے دودھ اور گوشت سے فوج کی غذا کا کافی سامان مہیا ہو گیا۔ ان بہادروں نے اس علاقہ میں ہر طرف حملہ کر کے بڑی تباہی مچائی اور جب اوزبک اطلاع پا کر آئے تو یہ فوج واپس آگئی۔

## شاہی فرمان

جب بادشاہ کو یہ تفصیل معلوم ہوئی کہ کس طرح قلعہ پر قبضہ کیا گیا اور پھر وہ کس طرح ہاتھ سے نکل گیا اور اصالت خاں نے غنیم کے علاقہ میں کس طرح حملہ کیا تو بادشاہ نے اس کارروائی کو پسند نہیں کیا۔ امیر الامرا اور اصالت خاں کے نام نصیحت آمیز فرمان آیا جس میں ہدایت کی گئی کہ اس سال دشوار گذار راستوں اور دروں کو ہموار کرنے کے لئے سنگ تراش اور بیل دار روانہ کئے جائیں اور نجابت خاں اور دوسرے امیر پیش قدمی کر کے پوری ہوشیاری کے ساتھ توپ خانہ وہاں قائم کریں، اور ان دروں، پہاڑی علاقوں میں ٹھہر کر ازبکوں کے راستہ کو بند کر دیں۔

## راجہ جگت سنگھ کا تقرر

راجہ جگت سنگھ نے اپنی بہادری اور کار گذاری دکھانے کے لئے عرض کیا کہ اسے اس مہم پر مامور کیا جائے تاکہ وہ خدمت گذاری کا حق ادا کر سکے۔ بادشاہ نے یہ درخواست قبول کر لی تو اس نے اپنے وطن سے ایک بڑی جمعیت طلب کی جب اس کا "محلّہ" (جائزہ اور معائنہ) ہوا تو بادشاہ بہت خوش ہوئے اور حکم دیا۔ اس کے لشکر کی اسم نویسی عمل میں آئے اور اس کا باقاعدہ اندراج کیا جائے۔ جب فہرس ملاحظہ میں پیش کی گئی تو کل، تعداد ایک ہزار پانچ سو سوار

اور دو ہزار بندوقچی پر مشتمل تھی بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی۔ اس لشکر کی تنخواہیں بادشاہ نے از راہ قدر دانی سرکاری خزانہ سے نقد ادا کر دیں۔ اس زمانہ کے بادشاہ بھی قدردان تھے اور اُن کے نوکر بھی جان نثار۔

## چوبی قلعہ کی تعمیر

بہرحال راجہ اپنی مفوضہ خدمت پر روانہ ہوگیا۔ جب وہ ہندوکش کی گھاٹی سے نکل گیا تو اُس نے اپنی جمعیت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ اور نصف فوج کو اپنے لڑکے بہار سنگھ کے ہمراہ بطور ہراول آگے روانہ کیا۔ جب وہ مقام خوست میں پہنچا جو سرحد پر واقع ہے تو وہاں کے بڑے بوڑھوں اور سرداروں نے راجہ کی فوج کا استقبال کیا۔ کیونکہ یہ لوگ جفاکار اور خونخوار اوزبکوں کے ہاتھوں سخت نالاں تھے۔ راجہ سے ملاقات کے موقع پر ان سرداروں نے مشورہ دیا کہ اگر اس سرحد پر حصار بندی کر کے ایک قلعہ بنا دیا جائے تو ہم ایسی خدمات سرانجام دیں گے، کہ بادشاہ راجہ سے بھی اور ہم سے بھی خوش ہو جائیں۔ ان کا مشورہ راجہ کو پسند آ گیا۔ مگر وہ ایک بہادر لڑاکا سپاہی تھا اور اینٹ پتھر کا قلعہ بنانے میں ایک طویل عرصہ لگ جاتا۔ ظاہر ہے وہ اتنی مدت تک صبر اور انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے چوبی قلعہ بنانے کا ارادہ کر لیا۔ کوہستان میں بڑے بڑے شہتیر وافر مقدار میں مل جاتے تھے۔ لشکر کے ساتھ لکڑہارے اور بڑھئی بھی تھے۔ وہاں کے زمیندار بھی ہر طرح کا سامان مہیا کرنے کے لئے تیار تھے۔ بہرحال جلد ہی سراب اور اندراب کے راستہ کے درمیان ایک چوبی قلعہ کی بنیاد رکھ دی گئی۔ البتہ اس کے برج پتھر اور مٹی کے بنائے گئے۔ راجہ خود کام کرنے میں شریک ہو گیا اس کو دیکھ کر سارے لشکر نے تیشہ کدال اٹھالی اور نجاروں اور مثیاروں کے ساتھ مل کر تعمیر شروع کر دی۔ ایک مہینہ کے اندر وہ قلعہ تیار ہو گیا جس کی تکمیل ایک سال کے اندر بھی ہونا محال تھی۔ قلعہ میں دو گہرے کنویں بھی کھدوائے گئے۔ تیار ہو جانے پر وہاں دو ہزار برقنداز اور تیرانداز سواروں کو متعین کر دیا گیا۔

## اوزبکوں سے جان توڑ مقابلہ

جب قلعہ بن گیا اور وہاں کا سارا انتظام تکمیل پا گیا۔ تو راجہ نے آگے روانہ ہونے کی تیاری کی اتنے میں خبر ملی کہ اوزبکوں کا ایک لشکر نذر محمد خاں کے متعین کردہ امیر کفش قلی خاں کی

سرکردگی میں روانہ ہو چکا ہے ۔ چنانچہ ان کی تین فوجیں تین سمتوں سے نہایت تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہی ہیں ۔ راجہ نے بھی اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا ۔ جب یہ فوجیں مقابل ہوئیں دونوں طرف سے قابل تحسین شجاعت اور بہادری کا مظاہرہ ہوا ۔ فریقین نے خوب جم کر لڑائی کی آخر بڑی جد و جہد کے بعد اوزبک شکست کھا کر فرار ہو گئے ۔ جب راجہ ان کے تعاقب میں روانہ ہوا تو اوزبکوں نے اسے اپنے پیچھے لگائے ہوئے ایک نہایت خطرناک درہ میں پہنچا دیا اور اس کی فوج پر تیر اندازی شروع کر دی ۔ راجہ نے بھی بڑی استقامت کا ثبوت دیا اس نے اپنی باقی فوج کو طلب کر لیا اور ڈٹ کر اوزبکوں کا مقابلہ کرتا رہا ۔ اس موقع پر بڑی خوں ریز لڑائی ہوئی ، جس میں دونوں طرف سے بکثرت آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے ۔ اس لڑائی میں اوزبکوں کی نسبت راجپوت زیادہ تعداد میں کام آ گئے ۔ اس کے باوجود راجہ کے لشکر نے اوزبکوں کو بری طرح ہزیمت دی اور تھانہ پیش قدمی کرتے ہوئے قلعہ لواحدات پر پہنچ گیا ۔

**لواحدات کا معرکہ**

لواحدات پہنچنے کے بعد راجہ نے امیر الامراء کو اس حملہ کی ساری تفصیلات لکھ کر بھیجیں اور اس سے کمک طلب کی ۔ امیر الامراء نے علی بیگ اور اسحاق بیگ منصب دار اور اپنے غلام فریدوں کی سرکردگی میں تین چار ہزار سواروں کو بارود اور سرنگوں کے سامان کے ساتھ بھجوا دیا ۔ اس درمیان میں اوزبکوں نے اس تھانہ پر جو راجہ نے گھاٹی کے دہانہ پر قائم کیا تھا ایک زبردست شب خون مارا جس میں بکثرت آدمی قتل اور زخمی ہوئے ۔ بہت کم ایسے آدمی ہوں گے جن کو کوئی ضرر نہ پہنچا ہو ۔ راجہ کو خبر ہوئی تو وہ برق رفتاری سے وہاں پہنچا اور اوزبکوں کی شرارتوں کا سدباب کر دیا ۔

**راجہ کی واپسی**

لیکن واپسی میں ایسی شدت کی برف باری ہوئی اور سرد ہوا چلنے لگی کہ سپاہیوں اور گھوڑوں کو قدم اٹھانا مشکل ہو گیا اور بہت سے آدمی اور جانور ہلاک ہو گئے ۔ راجہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اس جان لیوا برف باری اور سردی کا مقابلہ کرتے ہوئے سفر کرتا رہا ۔ اسی اثناء میں امیر الامراء کا غلام فریدوں اپنی جمعیت کے ساتھ راجہ کی مدد پر آ پہنچا اس کمک کے آنے سے راجپوتوں کے حوصلے بلند ہو گئے ۔ اس موقع پر اوزبک بھی راجہ کے لوٹ جانے اور برف باری میں پریشان ہونے کی خبریں سن کر

جمع ہو گئے تھے آخر کار انھوں نے بڑی دلیری سے راجہ کے لشکر پر حملہ کردیا اور ایک سخت لڑائی چھڑ گئی۔ راجہ نے ان کے مقابلہ پر اپنے بیٹے کو فریدوں کے ساتھ ہراول بناکر روانہ کیا اور بڑی پامردی کے ساتھ غنیم کے حملہ کا مقابلہ کیا۔ راجپوتوں کی ایک جماعت اس معرکہ میں کھیت رہی مگر انھوں نے اوزبکوں کو شکست دے کر میدان سے اکھاڑ دیا اور اپنے تیار کئے ہوئے چوبی قلعہ میں جاکر پناہ لے لی۔ چند دن قلعہ میں آرام لینے کے بعد امدادی افواج کے ساتھ دوبارہ اوزبکوں کے علاقہ میں پیش قدمی شروع کردی۔

## کشمیر سے واپسی

اوائل شعبان میں شاہجہاں نے کشمیر سے لاہور کی طرف سیر کرتے اور شکار کھیلتے ہوئے کوچ کیا کشمیر کے سنگلاخ اور دشوار گذار راستوں کی اور برف و باراں کی زحمتیں برداشت کرنے کے بعد وسط رمضان میں شاہی سواری لاہور پہنچی اس سفر میں جب لشکر پیر پنجال کی گھاٹی پر پہنچا تھا تو وہاں بڑی شدت کی برف باری ہوئی تھی اور کافی زحمت برداشت کرنی پڑی تھی۔

## راجہ ٹوڈرمل کی ترقی

لاہور پہنچنے کے بعد بادشاہ نے راجہ ٹوڈرمل کو حسن خدمت کے صلہ میں ڈیڑھ ہزاری دو سو سوار کا منصب عطا کیا اور بدستور سابق سرکار سہرند کی دیوانی پر مامور کرکے رخصت کردیا۔

## خان جہاں بارہہ کی وفات

کابل کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ وہاں کے قلعہ دار دین دار خاں کا انتقال ہوگیا ہے۔ بادشاہ نے اس کی جگہ اس کے بھائی اسد اللہ کو مقرر کردیا۔ اسی اثناء میں بارہہ کے مشہور بہادر سردار سید خان جہاں کے انتقال کی بھی خبر پہنچی بادشاہ کو اس کی وفات کا بہت رنج ہوا اس کے بیٹوں کو عنایات شاہانہ سے نوازا گیا۔ لیکن سید خان جہاں کا پوتا اس نزاع کے سبب جو چچازاد بھائیوں کے ساتھ تھی بدگمان ہو کر نذر محمد کے لشکر سے فرار ہوگیا بادشاہ کو اس پر بڑا غصہ آیا۔ اور ایک فوج اس کے تعاقب کے لئے روانہ کردی گئی۔

## نور جہاں بیگم کا انتقال

اس سال کی یکم ذی قعدہ کو نور جہاں بیگم جس کو سالانہ دو لاکھ کا وظیفہ ملتا تھا اس دنیا سے رخصت ہوگئی۔

کہتے ہیں جہانگیر بادشاہ کے انتقال کے بعد وہ صرف سفید لباس پہنتی رہی، خوشی کی محفلوں میں کبھی اپنی مرضی سے شریک نہیں ہوئی اور اپنی بقیہ زندگی اس نے اپنے

مرحوم رفیق حیات کے سوگ میں گذار دیئے ۔ لاہور میں جہانگیر کے مزار کے قریب اس نے اپنا مقبرہ بنوالیا تھا۔ اس میں اُس کو دفن کیا گیا۔

**شجاع کا فرزند** شاہزادہ محمد شجاع کے گھر لڑکا تولد ہوا بادشاہ نے اس کا نام زین العابدین رکھا ۔ سعد اللہ خاں کو اضافہ دے کر چھ ہزاری دو ہزار سوار کا منصب عطا کیا گیا۔

**قیمتی الماس** شائستہ خاں نے ایک الماس ایک سو سولہ رتی (سرخ) وزن کا بھیجا تھا یہ الماس ملاحظہ شاہی میں پیش کیا گیا ۔ اس الماس کے معیوب حصوں کو تراشنے پر سولہ رتی وزن کٹ گیا ۔ اور بقیہ سو رتی وزن کا دانہ بلا کسی کھوٹ کے نکل آیا اس کی قیمت دو لاکھ روپیہ تشخیص ہوئی ۔ انہی دنوں نذر محمد خاں (والی ترکستان) کا ایلچی اس کا خط اور ایک دانہ لعل، تیں گھوڑے اور بیس اونٹ لے کر آیا ان سب کی قیمت تیس ہزار روپیہ لگائی گئی ۔ باریابی پر بادشاہ نے ایلچی کو بیس ہزار روپیہ مرحمت فرمایا۔

**جگت سنگھ کی وفات** اسی اثناء میں خبر ملی کہ راجہ جگت سنگھ فوت ہو گیا بادشاہ نے اس کے بیٹے راجہ سروپ کو فوج کا سردار بنا کر چوپی قلعہ کی محافظت پر باپ کی جگہ مقرر کر دیا۔

**بلخ کی مہم پر مراد کا تقرر** آخر ذی الحجہ (ماہ الٰہی اسفندار کے اوائل میں) میں شاہزادہ مراد بخش کو بلخ اور بدخشاں کی تسخیر کے لئے پچاس ہزار سوار دس ہزار پیدل بندوقچی تیرانداز باندار اور ایک بڑا توپ خانہ دے کر روانہ کیا گیا رخصت کے موقع پر شاہزادہ کو دو ہزاری ہزار سوار کا اضافہ ملا ۔ اسی طرح اس کا منصب بارہ ہزاری دس ہزار سوار کا ہو گیا ۔ ایک لعل اور مرصع طرّہ مع مروارید کے مرحمت ہوا ۔ دوسری عنایات سے بھی نوازا گیا ۔ شاہزادہ کے ہراول میمنہ اور میسرہ پر تجربہ کار ماہر جنگ امراء مقرر کئے گئے ۔ علی مردان خاں کے ساتھ جتنے سردار تھے وہ سب اور ان کے علاوہ سات اور سردار سات فوجوں کے ساتھ مقرر کئے گئے ۔ یہ سات سردار نجابت خاں، مرزا خاں ۔ عبداللہ خاں، شیخ فرید، قطب الدین خاں کر، ذوالقدر خاں اور ملتفت خاں تھے ان میں سے ہر ایک کی کمان میں سات سات نامی گرامی امیر متعین کئے گئے تھے ۔ ہراول پر سادات

بارہہ کے بہادروں اور جنگجو راجپوتوں کو مستقلاً مقرر کر دیا گیا تھا۔ ایسے تمام امراء اور منصب دار جو بادشاہ کے روشناس تھے چار سو ستر شمار کیے گئے۔ اس فوج کو سات لاکھ روپیہ اور دو ہزار گھوڑے سرکار سے دیئے گئے تاکہ وقت ضرورت یہ کام آئیں۔ لشکر کے سرداروں کو ہدایت کی گئی کہ ابھی سردی اور برف باری کی وجہ سے درے اور راستے ناقابل گذار ہوں گے اس لئے لشکر گھکروں کے علاقہ میں اور حسن ابدال میں جہاں بھی چراگاہ ہو۔ چند دن ٹھیرا رہے پھر فوجیں مختلف گھاٹیوں میں سے باری باری داخل ہوں تاکہ عبور کرنے میں دشواری نہ ہو۔

## کابل میں فوجوں کا اجتماع

جب ساری فوجیں کابل میں جمع ہوگئیں تو قلیج خاں اور خلیل اللہ خاں اپنی فوجوں کے ہمراہ آگے بڑھے اور پہلے "قلعہ شادمان" کو اس کے بعد غور بند کی گڑھی پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد قندز اور بدخشاں کے دوسرے شہروں کی طرف پیش قدمی کر دی گئی اور جب بدخشاں فتح ہو گیا تو بلخ کی تسخیر کا ارادہ کیا۔

## پنجاب میں گرانی اور افلاس

اسی زمانہ میں بارگاہ شاہی میں اطلاع پہنچی کہ پنجاب میں پانی کی کمی اور فوجوں کے جمع ہونے کی وجہ سے غلہ اس قدر گراں ہو گیا ہے کہ لوگ اپنے بچوں کو فروخت کر رہے ہیں بلکہ ان کو ذبح کر کے کھانے لگے ہیں تو بادشاہ نے دس مقامات پر دو دو سو روپیہ کے خام اور پختہ لنگر قائم کرائے اس طرح دو ہزار روپیہ یومیہ کا لنگر تقسیم کروایا اور پچاس ہزار روپیہ نقد بے سہارا لوگوں کو امداد میں دیا گیا۔ جہاں بھی کسی نے اپنے بچہ کو فروخت کر دیا تھا۔ اس کو تلاش کرا کے سرکار سے اس کے دام ادا کر کے چھڑا لیا گیا اور مسلمان بچوں کو ان کے والدین کے سپرد کر دیا۔

## شاہ ایران سے مراسلت

شاہ صفی کی وفات کے وقت شاہ ایران سے تعلقات منقطع ہو گئے تھے۔ بادشاہ نے تجدید روابط کے لئے جاں نثار خاں کے ذریعہ تہنیت و تعزیت کے خطوط کچھ جواہرات اور مرصع سامان جس کی قیمت ڈیڑھ لاکھ ہوتی تھی۔ علاوہ بریں کشمیر، بنگالہ اور احمد آباد وغیرہ کے پچاس ہزار کپڑے جن کی قیمت دو لاکھ ہوتی تھی شاہ عباس کے پاس بھجوائے۔ اس خط میں معذرت کی گئی تھی

کہ علی مردان خاں ہماری خدمت میں جاہ طلبی اور لالچ کی وجہ سے نہیں بلکہ شرپسند حاسدوں سے بچنے کے لئے آ گیا تھا۔ اسی خط میں علی مردان خاں کے بڑے بیٹے محمد علی کو بھجوانے کی فرمائش کی گئی تھی جسے شاہ صفی نے اس کے حاسدوں کی سازش کے آغاز ہی میں اپنے پاس طلب کر لیا تھا۔

**کابل کی طرف روانگی**

۔۔ صفر کو بادشاہ نے لاہور سے کابل کی طرف کوچ کیا۔ جعفر خاں کو پنجاب کا صوبہ دار مقرر کیا گیا، اعظم خاں کا بیٹا التفات خاں اپنے باپ کی فوج لے کر آگے روانہ ہو چکا تھا مگر بادشاہ نے اعظم خاں کی کبر سنی کا لحاظ کر کے اسے کشمیر روانہ کر دیا۔ دارا شکوہ کو بیمار ہو جانے کی وجہ سے اس کی بیوی کے ساتھ جہانگیر آباد میں چھوڑ دیا۔ جب سواری حسن ابدال پہنچ گئی تو شاہزادہ محمد مراد بخش کے نام فرمان جاری ہوا کہ وہ اپنی فوجوں کو لے کر آگے روانہ ہو جائے۔ اس نے حسب الحکم امیر الامراء کے ساتھ اواخر ربیع الاول میں پشاور سے کوچ کیا چند منزل جانے کے بعد امیر الامراء راستوں پر سے برف ہٹانے گھاٹیوں میں راستہ ہموار کرنے اور پل بندھوانے کے لئے اور آگے نکل گیا۔

**پشاور کے بازار**

یکم ربیع الثانی کو بادشاہ نے نیلاب کو عبور کیا۔ بادشاہ کی سواری پشاور پہنچ گئی۔ پشاور کی عمارتیں ایرانی وضع کی ہیں مگر یہ بادشاہ کو پسند نہیں آتیں۔ لیکن بازار جسے علی مردان خاں نے اصفہان کے طریقہ پر مسقف (چھت والے) بنا دیا تھا اور بازار کے چوراہے کو بغداد کی شمن (ہشت پہلو) وضع پر آراستہ کیا تھا۔ بادشاہ کو بہت پسند آیا اور حکم دیا کہ اس کا نمونہ اور نقشہ ناظم دہلی مکرمت خاں کے پاس بھجوا دیا جائے۔ واضح رہے مکرمت خاں کو شاہجہاں آباد کے زیر تعمیر قلعہ کے انتظام پر مامور کیا گیا تھا۔ ہم اس قلعہ کا مفصل ذکر آگے کریں گے۔

سعد اللہ خاں کے منصب میں ہزار سوار کا اضافہ دیا گیا امام قلی[1] بیگ ولد جمشید بیگ ایران سے آکر شاہی ملازمت میں داخل ہو گیا بادشاہ نے اسے پانچ ہزار روپیہ خلعت گھوڑا ہاتھی اور ایک ہزاری دو سو سوار کا منصب عطا کیا۔

---

[1] ن۔ امام وردی بیگ۔

**فوج کو تنخواہوں کی ادائیگی**

حکم ہوا کہ امرا بلخ پہنچنے تک لشکر کے پانچویں حصہ کو داغ[1] کرالیں۔ سعد اللہ خاں کو حکم ہوا کہ منصب داروں کو نقد معاوضے ادا کر دیئے جائیں، توپ خانہ احدیوں کے دستہ اور پیادہ فوج کو تین ماہ کی پیشگی سرکار سے دیدی جائے۔ جو لوگ جاگیر رکھتے ہیں ان کو بھی چوتھائی روک کر تنخواہ پہنچا دی جائے۔ اور اگر کوئی منصب دار جاگیر نہ رکھتا ہو تو اسے جاگیروں کے قاعدہ کے مطابق "داغ" کی تاریخ سے چار ماہ کی پیشگی دیدی جائے۔ تاکید کردی کہ سعد اللہ خاں آگے جاکر ہمارے پہنچنے تک بادشاہی ملازموں کو نقد روپیہ ادا کردے۔

**عہد آخر کی بدحالی**

جاہ و منصب کے متلاشی ذرا غور کریں کہ اس زمانہ میں کیسی خیر و برکت تھی اس زمانہ میں خدا نکردہ اگر ایران و توران کی طرف سے اور دشمن کے حملے سے کوئی خطرہ پیدا ہو جاتے............ تو بڑی مشکل پیدا ہو جائے گی۔ کیونکہ اس زمانہ کے منصب دار اور جاگیردار بس نام کے منصب دار اور جاگیر دار ہیں سو میں سے شاید ایک دو ہی ایسے خوش نصیب ہوں گے، جن کو اُن کی جاگیروں اور منصبوں سے رواج کا ٹکڑا مل جاتا ہو۔ بقیہ سب بچارے فقر و فاقہ میں بڑی ذلت و خواری سے بسر کرتے ہیں، جن لوگوں کے نام نقد تنخواہوں کے ذیل میں آتے ہیں ان کی ایک ایک دو دو سال کی تنخواہیں ابھی واجب الادا ہیں۔ اب اگر فرض کرو کہ بادشاہ کسی خطرہ کے سدباب کے لئے لشکر کو روانہ کرے۔ اور اس کے فقر و فاقہ سے پوری طرح واقف ہوکر فوج کے مطالبات کے منجملہ تین ماہ یا چار ماہ کی پیشگی دینا چاہے اور خدا ترس اور حق پرست وزیر اس ادائیگی کے لئے از خود متوجہ ہوں تبھی تو یہ ادائیگی ممکن العمل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خزانہ خالی ہے۔ روپیہ فراہم نہیں ہو سکتا اور منصب داروں کی تعداد بکثرت ہے۔ ظاہر ہے اس صورت میں اس کا خیال کرنا بھی محال ہے اور ان دل سوختہ فقیروں کی جن کو منصب دار کہا جاتا ہے۔ برسوں کی آرزو پوری ہونے کی کوئی سبیل نہیں نکل سکتی۔

---

[1] داغ۔ لشکر کے سواروں کا شمار اور مراتبہ

**سعد اللہ خاں کو تاکید**

بادشاہ نے سعد اللہ خاں سے مکرر فرمایا کہ اگر بادشاہی ملازموں میں سے کوئی بھی خرچ اور باربرداری کے نہ ہونے کی وجہ سے پیچھے رہ جائے گا تو وزیر کی باز پرس آخرت میں بھی اور اس دنیا میں بھی کی جائے گی لوگوں کو لانے اور خزانہ سے ان کو تنخواہوں کی ادائیگی کے لئے داروغہ مقرر کر دیئے گئے۔
خبر نویسوں کو تاکید ہوئی کہ وہ جنگ کی ساری روداد بے کم و کاست لکھتے رہیں۔

مرزا محمد مشہدی مشہور سادات اور امام رضا کے متولی خاندان کا فرد تھا وہ بھی ایران سے آکر شاہی ملازمت میں داخل ہو گیا۔ بادشاہ نے کابل پہنچنے کے بعد چند دن امیر الامراء کی حویلی میں قیام کیا پھر جب قلعہ میں دولت خانہ تعمیر ہو گیا، وہاں منتقل ہو گئے۔

**برف میں سفر**

اب ہم بدخشاں کی تسخیر کا ذکر کرتے ہیں۔ جب بادشاہی ہراول اس علاقہ کی دشوار گذار گھاٹیوں میں سے بطول نامی گھاٹی پر پہنچا تو جاسوسوں نے خبر پہنچائی کہ گھاٹی کے نیچے ایک کوس تک برف بعض جگہ تو چار چار ہاتھ تک اور بعض جگہ کمر کمر تک جمی ہوئی ہے۔ سخت نگراں کاروں کے ماتحت تین ہزار بیلداروں، تبرداروں اور سنگ تراشوں کو مقرر کیا گیا۔ دیہاتوں سے ہزاروں آدمیوں کو مدد کے لئے لایا گیا۔ فوج کے آدمی بھی دامنوں کو کمر سے باندھ کر برف کاٹنے لگے دو دن اور ایک رات میں جب کہ راتوں کو بھی چراغ جلا کر کام کیا گیا۔ دو تین گز چوڑی گلی سی بنائی گئی۔ جس میں سے اونٹ بوجھ سمیت گذر سکتا تھا۔ باقی برف کو بھی برابر کاٹتے ہٹاتے رہے تاکہ اس پر سے لشکر آسانی گذر جائے۔ پھر بھی بیلداروں کا کام باقی رہ گیا تھا۔

**برفانی درہ سے کوچ**

راجہ جیتھل داس اور اصالت خاں ہراول کے ہمراہ تھے وہ اپنے گھوڑوں سے اتر کر درہ میں آگئے اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ راستوں کو اچھی طرح صاف کر دیں، وہ برابر اپنے آدمیوں کو انعام کی ترغیب دیتے رہے اور خود لوگوں کے ہاتھ سے اوزار لے کر راستہ صاف کرنے میں لگ گئے دوسروں کا دل بڑھانے کے لئے وہ اپنی ڈھال اور اپنے دامن میں برف اٹھا اٹھا کر لے جاتے تھے اور بڑھ بڑھ کر کام کرنے والوں کا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ سہ پہر تک کا وقت

برف صاف کرنے میں لگ گیا اور دونوں سرداروں نے قریب شام تک گھاٹی کو عبور کیا دوسرے دن بہادر خاں نے راجاؤں اور دوسرے بہادروں کے ساتھ اس گھاٹی کو عبور کیا ایک ہفتہ بعد تمام فوجیں شاہزادہ کے ساتھ گھاٹی سے اُتر آئیں ۔ یکم جمادی الاوّل سے اس ماہ کی آٹھ تاریخ تک (ماہ خورداد کے اواخر میں) گھاٹی کے نیچے تمام فوج اور سارے سردار جمع ہو گئے ۔ البتہ سازو سامان اور مختلف شعبے اس ہفتہ میں پہنچ نہیں سکے تھے ۔

## بلخ کے شہزادہ کی آمد

اسی درمیان میں یہ خوش خبری ملی کہ نذر محمد خاں کا دوسرا لڑکا خسرو خاں بدخشاں اور قندز میں تھا ۔ مخالف ازبکوں نے اس پر حملہ کر دیا ۔ جامع مسجد کو جلا دیا ۔ گھوڑے اونٹ بکری اور سارا غلہ لوٹ لیا وہاں کے باشندوں کی عزت و آبرو پر دست درازی کی نذر محمد خاں چونکہ اس وقت خود پریشان تھا اس لئے وہ خسرو کی کمک پر نہ جا سکا ۔ مجبوراً خسرو وہاں سے بھاگ کر دو تین ہزار خانہ داروں کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے شاہزادہ محمد مراد کے پاس آ رہا ہے اسی اثناء میں خسرو خاں کا خاص ملازم محمد صدیق اس کا عریضہ لے کر آیا ، جس میں اُس نے ملازمت کا ارادہ ظاہر کیا تھا ۔ شاہزادہ نے اصالت خاں کو حکم دیا کہ وہ اس کے استقبال پر جائے اور حقیقت حال معلوم کرے ۔ اگر اس کا بیان سچ ہو تو اُس کے ہمراہیوں اور آدمیوں کو وہیں چھوڑ دیا جائے اور خسرو خاں کو اس کے بیٹے محمد بدیع اور اس کے خاص مصاحبوں کے ساتھ ملاقات کے لئے اپنے ہمراہ لایا جائے ۔ جب خسرو خاں قریب آیا تو امیر الامرا پیشوائی کے لئے بڑھا اور گھوڑے پر سوار اس سے ملاقات کی ۔ جب وہ شاہزادہ کی خدمت میں پہنچا ، محمد مراد بخش نے دو تین قدم آگے بڑھ کر استقبال کیا اس سے بغل گیر ہوا اور اس کا ہاتھ تھام کر اپنی مسند پر لا کر بٹھایا اور بڑی خندہ پیشانی سے اس کی دلجوئی کی اور اس کے کرب و ملال کو دور کرنے کی کوشش کی ایک جمدھر مرصع ، ایک تھان کپڑے کا ، نو گھوڑے ، ایک ہاتھی جس پر چاندی کی عماری تھی ، اپنی طرف سے اور پچاس ہزار روپیہ بادشاہ کی طرف سے پیش کئے ۔ امیر الامراء نے سات گھوڑے اور سات تھان کپڑا روانہ کیا ۔ ضیافت اور مہمان داری کے بعد اسے بادشاہ کے حضور روانہ کر دیا گیا ۔

## شہزادہ بلخ کی باریابی

جب خسرو خاں اعلیٰ حضرت کے قریب پہنچا تو مرحمت خاں کو اس کی مہمان داری اور استقبال کے لیے بھیجا گیا۔ اس کے ساتھ عنایت آمیز فرمان خاصہ کے چار گھوڑے جن پر طلائی اور مینا کاری کی زینیں کسی ہوئی تھیں ایک پالکی چار ڈولیاں جن کے ساز طلائی اور نقروی تھے، بیس تھان کپڑا روانہ کیا گیا۔ مرحمت خاں نے خسرو خاں کے پاس جا کر تسلی آمیز پیغام پہنچایا اور اسے خدمت گذاری اور ملاقات کے آداب سکھلائے۔ جب بادشاہ دولت خانہ میں منتقل ہو گئے تو اس کو خلوت خانہ میں باریاب کیا۔ خسرو نے آداب بجالانے کے بعد پابوسی کی بادشاہ نے اس کی پیٹھ پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور بیٹھنے کا حکم دیا اور اس کی تسلی کے لیے عنایت آمیز باتیں کیں۔ چار زرکار قبائیں، جیغہ، تلوار، مرصع خنجر مع پھول اور قیمتی کٹار دوسرے مرصع سامان کے ساتھ عطا کیا اور اسے چھ ہزاری دو ہزار سوار کا منصب ڈو ہاتھی اور پچاس ہزار روپیہ مرحمت کیا۔ اس کے قیام کے لیے خان دوراں کی حویلی فرش فروش ساز و ظروف اور دوسرے تمام انتظامات اور ضروریات کے ساتھ تیار کر دی گئی۔

## کھمرد اور قندز کی فتح

ادھر بادشاہی فوج کوچ پر کوچ مراحل طے کرتی ہوئی دشوار گزار مقامات سے گذر کر کھمرد کے قلعہ پر پہنچ گئی اور اس طرف کے دوسرے بعض قلعوں کو بزور شمشیر فتح کر لیا۔ ایک دو جگہ قلعداروں نے مقابلہ بھی کیا، مگر وہ شکست کھا کر بھاگ گئے۔ خلیل بیگ کو کھمرد کے قلعہ میں چھوڑ دیا گیا۔ قلعدار قباد نامی نے مدافعت میں بہت ہاتھ پاؤں مارے۔ آخر پانچ سو اوزبکوں کے ساتھ امان طلب کر کے اطاعت اختیار کر لی۔ خلیل اللہ خاں اور قلیج خاں نے ان قلعوں کے قبضہ میں آنے کی مفصل روداد دربار میں لکھ بھیجی۔ اوزبکوں نے خسرو خاں کے فرار کی اطلاع پانے کے بعد قندز پہنچ کر باقی ماندہ مال گذار رعیت کو لوٹ لیا تھا اور ان پر ظلم و ستم شروع کر دیا تھا۔ جب بادشاہی فوجوں کے پہنچنے کی اطلاع ملی تو وہ قطار در قطار وہاں سے بھاگ گئے۔ قندز کے فتح ہونے کے بعد ہزارہا رعیت جو ستم کشیدہ برہنہ تھی۔ ظالموں نے بعض کے جسم پر تو ستر کے برابر بھی کپڑا نہیں چھوڑا تھا۔ شاہزادہ کے پاس خوش آمدید کہتے ہوئے آئی۔ شاہزادہ نے ان کے حالِ زار پر رحم کھا کر ایک لاکھ خانی (سکہ)، چار سو گز کپڑا اور نمدے کے واسکٹ عطا کیے۔

**شاہجہاں کا خط**

اسی دوران میں بادشاہ سلامت کا خط جو نذر محمد خاں کے نام تھا، شاہزادہ کے پاس پہنچا کہ وہ اس کو پڑھکر مرسل الیہ تک پہنچادے، اس خط کا مضمون حسب ذیل ہے۔

• جنت مکانی (جہانگیر) کے عہد میں جب کچھ شورش اور فتنہ برپا تھا۔ سب سے پہلا قصور جو اس سے سرزد ہوا وہ یہ تھا کہ اس نے غفلت میں کابل کی سرحدوں پر حملہ کیا اور ملک و مال کو تباہ کرکے وہاں کی رعیت کو بے رحمی کے ساتھ ستایا اس کا یہ ظلم وستم آخرت تک زمانہ کے صفحات پر ثبت رہے گا۔ بعد میں اُس نے ہوش مندی سے کام لے کر مراسلت کے ذریعہ اپنے قصوروں کی معافی طلب کرلی تھی۔ لیکن چونکہ اُس کے دل وزبان موافق نہیں تھے۔ اس نے باوجود اس اظہار ندامت کے اطاعت کا رویہ اختیار نہیں کیا۔

چنانچہ وقاص حاجی ہماری بارگاہ میں پناہ لے کر آگیا تھا اور بادشاہی ملازمین کی صف میں شامل ہوگیا تھا۔ جب حاجی منصور سفیر وہاں پہنچا تھا تو ہم نے اس کے ذریعہ زبانی پیغام بھجوایا تھا کہ وقاص حاجی کے بیوی بچوں کو جان ومال کی حفاظت کے ساتھ وہ حضور میں روانہ کردے۔ مگر اس بدانجام نے اس کے خلاف عمل کیا اور اس کے اہل وعیال کو اس قدر تنگ کیا کہ اس کی بیوی اپنی لڑکی کے ساتھ زہر کھاکر مرگئی۔ جب وقاص حاجی کو اس کی خبر ملی تو غم اور صدمہ سے وہ ایسا بستر پہ گرا کہ موت ہی اُسے اٹھا کرلے گئی۔

سبحان اللہ ان بزرگوں میں جو ذاتی شرافت اور عاقلانہ رویہ رکھتے ہیں اور گمراہ آدمیوں میں کتنا بڑا فرق ہوتا ہے۔ ایک طرف تو تمہارا یہ رویہ تھا اور دوسری طرف یہ مثال کہ جس زمانہ میں میر خلیل اللہ یزدی شاہ عباس سے ناراض ہوکر فرار ہوگیا

تھا اور اپنے بیٹے میر میران کے ساتھ جنت مکانی (جہانگیر) کی خدمت میں آگیا تھا تو جنت مکانی نے اس کے خورد سال پوتوں اصالت خاں اور خلیل اللہ خاں کو طلب کرنے کے لئے جن کو وہ چھوٹے ہونے کے سبب اپنے ساتھ نہیں لا سکا تھا زمان عالم (ایلچی) کے ذریعہ شاہ عباس کو لکھا تھا۔ خاندان نبوت کے اس فرو نے ضروری انتظامات کر کے بڑے اعزاز سے ان بچوں کو روانہ کر دیا۔ یہ طرز عمل باہمی اتفاق و محبت کے بڑھنے کا سبب بن گیا۔ اسی طرح ہم نے علی مردان خاں کے اس بارگاہ میں آجانے کے بعد اس کے بڑے بیٹے محمد علی کو روانہ کرنے کے لئے جو شاہ عباس کے پاس یرغمال تھا، لکھا تھا۔ اس نے بلاتوقف بھیج دیا۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اس کے باوجود ہمارے دل میں یہی تھا کہ اگر وہ شوریدہ بخت ہماری بارگاہ کی طرف رجوع کرے تو اس کی مدد کر کے ہم اس کو ظالموں اور شرپسندوں کے چنگل سے بچانے اور بدخشاں کے تحفظ کے لئے فوج روانہ کرتے۔ اب بھی کچھ نہیں گیا ہے اگر وہ ہماری سابقہ و لاحقہ عنایات کا لحاظ کر کے اس بارگاہ سے رجوع کرے تو زیادہ ندامت اٹھانی نہ پڑے گی اور اس کا ملک اس کے لئے محفوظ ہو جائے گا۔　　　　والسلام۔

امیر الامراء نے یہ خط اسحاق بیگ بخشی کابل کے ذریعہ نذر محمد خاں کے پاس روانہ کر دیا۔

**ریگ بوم**

جب لشکر ریگ بوم (ریگستان) پر پہنچا جو سرزمین بلخ سے تین منزل پر ہے۔ اور وہاں بارہ کوس تک پانی اور چارہ کا نام تک نہیں ملتا تو اکثر جانور لاغر ہو گئے اور کمزور آدمی ہلاک ہو گئے۔

**نذر محمد خاں کا مکر**

جب بادشاہ کا خط نذر محمد خاں کے پاس پہنچا تو اُس نے چاپلوسی اور مکاری سے کام لے کر بڑے احترام کے ساتھ اُسے لیا اور مطالعہ کے بعد بڑی خوش دلی کے ساتھ بادشاہ کی عنایات اور اپنے قصوروں کا اعتراف کیا اور کہا - اب مجھے یقین ہو گیا کہ میں نمک حرام ظالموں کے ہاتھ سے نجات پا جاؤں گا۔ اور پھر میں سارا ملک ہی شاہزادہ کو حوالہ کر کے خود بادشاہ والا کی خدمت میں چلا جاؤں گا اور ان کی مدد سے حج بیت اللہ کا سامان فراہم کر کے کعبہ کے لئے رخصت ہو جاؤں گا"۔

خط کا جواب اس نے شاہزادہ سے بالمشافہ گفتگو پر موقوف کر دیا۔ محمد اسحاق (ایلچی) نذر محمد خاں کے اس دکھاوے کے جواب پر دھوکہ کھا گیا۔ نذر محمد خاں نے محمد اسحاق کو شاہزادہ کے پہنچنے تک جانے سے روک دیا تھا اس لئے اُس نے بذریعہ عریضہ حالات سے مطلع کر دیا مگر وہ دل میں ڈر رہا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ خوں خوار ازبک غداری کر کے اس کو مالی و جانی نقصان پہنچائیں اس لئے اُس نے شاہزادہ کی عرض داشت میں جلد پہنچنے کی تاکید کی تھی۔

**بلخ کی طرف پیش قدمی**

جب شاہزادہ آستانۂ شاہ مرداںؒ[1] کے قریب پہنچا تو نذر محمد خاں نے ایک معتمد ازبک جو جک بیگ کو شاہزادہ کے پاس بھیجا اور دو تین دن کی مہلت کی درخواست کی مگر شاہزادہ اور امیرالامراء نے اس کو اس کی مکاری پر محمول کیا اور سمجھ گئے کہ یہ محض لشکر فراہم کرنے کا بہانہ ہے اس لئے اسی دن اُنھوں نے پندرہ کوس کا فاصلہ طے کر لیا اور بلخ سے دو کوس پر آکر اتر گئے۔ اسحاق بیگ استقبال کے لئے آیا اور جو کچھ وہاں دیکھا اور سنا تھا بیان کیا۔ نذر محمد خاں کے بیٹے بہرام خاں اور سبحان قلی خاں اپنے امیروں کی ایک جماعت کے ساتھ استقبال کے لئے نماز مغرب کے وقت آئے۔ مگر اپنے آنے کی اطلاع دیئے بغیر یہ لشکرگاہ میں داخل ہو گئے۔ جب اصالت خاں کے خیمہ کے قریب پہنچے تو بادشاہزادہ کو خبر ملی۔ اس وقت بادشاہزادہ اصالت خاں کے ڈیرہ میں کچھ دیر کے لئے ٹھیر گیا تھا۔ کیونکہ طویل مسافت سے بادشاہزادہ بطور یلغار ابھی جدیدہ پہنچا تھا اور خیمہ میں فرش وغیرہ نہیں ہوا تھا۔ بہرحال جب بادشاہزادہ نے

---

[1] ن - آستانۂ امام

نذر محمد خاں کے لڑکوں کو طلب کیا تو امیرالامراء دروازہ تک ان کی پیشوائی کے لئے گیا اور انھیں اندر لایا۔ شاہزادہ نے ان کو اس سوزنی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا جو مسند کے قریب بچھی ہوئی تھی۔ حال احوال پوچھنے کے بعد شاہزادہ نے کہا۔ خان سے جا کر کہیں۔ کہ بادشاہ کی بارگاہ سے یہ لشکر اس کی امداد و اعانت کے لئے اور اس کے دشمنوں کی گوشمالی کے لئے آیا ہے جس طرح کی امداد مطلوب ہو وہ اسے پہنچائی جائے گی۔ پھر دونوں بھائیوں کو خلعت مرصع خنجر اور طلائی زین والے گھوڑے اور ان کے ہمراہیوں کو بھی خلعتیں دے کر رخصت کیا گیا۔

## بلخ کا سقوط

دوسرے دن کہ ۸ جمادی الآخر ۱۰۵۶ھ (ایک ہزار چھپن ہجری) کی تاریخ تھی۔ شاہزادہ امیرالامراء اور دوسرے امیران لشکر کے ہمراہ بڑے جاہ و جلال کے ساتھ سوار ہو کر روانہ ہوا۔ رستم خاں اور قلیچ خاں کو مامور کیا کہ وہ قلعہ بلخ میں جائیں: نذر محمد خاں سے کوئی تعرض نہ کریں۔ وہاں کے آمد و خرچ کا انتظام سنبھال لیں اور پریشان حال رعیت کی دل جوئی کا سامان کریں۔ خود شاہزادہ شہر کے کنارے کنارے ہوتے ہوئے آگے بڑھا اور شہر کے باہر ہی قیام اور نذر محمد خاں کو پیغام دیا کہ "جس جگہ اور جہاں بھی تم مناسب سمجھتے ہو مطلع کرو کہ ہم ایک دوسرے کا استقبال کر کے ملاقات کریں۔"

## نذر محمد خاں کا فرار

نذر محمد خاں بدحواس ہو چکا تھا۔ مزید مہلت کے منظور نہ ہونے پر وہ سخت پریشان ہو گیا تھا۔ پھر اسے یہ توقع تھی کہ شاہزادہ سیدھا اس کے گھر پر آ کر اترے گا، مگر عقل ایسی چکرائی تھی کہ استقبال کی تو فکر نہیں کی ضیافت کی تیاری کرنے لگا۔ لیکن یہ سب کچھ نہیں ہوا۔ شاہزادہ کے اس عجلت سے وہاں آجانے، پھر شہر سے باہر قیام کرنے اور بند و بست کے لئے اپنے امراء کو متعین کرنے سے اس کو اور بھی صدمہ ہوا اور اس نے عذر آمیز جواب بھجوا دیا۔ چونکہ مقابلہ کی طاقت نہیں تھی اس لئے وہ فرار ہونے کا تہیہ کر چکا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنا سارا مال و متاع اہل و عیال کو قلعہ باد میں پہنچا دیا، جس میں اس کے بیٹے بہرام اور عبدالرحمن اور تین چار لڑکیاں شامل تھیں۔ پھر شہرت دی کہ شاہزادہ کی ضیافت کے لئے وہ باغ مراد جا رہا ہے۔ اس نے اپنے دل کی بات اپنے ہمراہیوں کو بھی نہیں بتائی تھی۔ جڑاؤ کمر پٹہ جس میں ایک قیمتی

لعل ٹنکا ہوا تھا۔ کمر پر باندھ لیا تھا، کچھ جواہرات مرصع سامان اور اشرفی پیش کش دینے کے لئے رکھ لئے تھے۔ خلوت میں جاکر اس نے زرہ پہن لی اور اوپر سے مکلف شاندار لباس پہن لیا۔ سبحان قلی اور تغلق محمد اپنے بیٹوں کو چند ازبکوں اور تجربہ کار غلاموں کے ساتھ ہمراہ لے لیا اور اس طرح کہ کسی بات کا چرچا ہونے نہ پایا، ظہر کے وقت وہ گھر سے باغ مراد جانے کے ارادہ سے نکلا مگر بجائے ادھر کے راہِ فرار اختیار کی۔

## نذر محمد خاں کا تعاقب

شاہزادہ بادشاہ کی خدمت میں مبارک باد کا عریضہ لکھنے اور اسے شمس الدین نبی مختار کے ذریعہ روانہ کرنے کے انتظام میں لگا ہوا تھا۔ سارا لشکر اور امراء بلخ کے اس طرح بے تیر و سناں فتح ہو جانے پر خوشیاں منا رہے تھے۔ رستم خاں اور قلیچ خاں شہر کے ضروری بندوبست اور نظم و نسق میں مصروف تھے۔ موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے آدمیوں کے ساتھ ضیافت کی تیاریوں کے بہانے نکل گیا۔ جب بادشاہی آدمیوں کو اس کی اطلاع ہوئی اور شاہزادہ کو خبر پہنچی تو اس کو گئے ہوئے ایک پہر سے زیادہ ہو چکا تھا۔ شاہزادہ کو اطلاع ہوئی تو اسے اپنی اور امرائے لشکر کی غفلت پر بڑا افسوس ہوا۔ مشکل یہ تھی کہ شہر بھی ابھی قبضہ میں آیا تھا اور وہاں اچھا خاصا فساد برپا ہو گیا تھا اس لئے خود شاہزادہ کا یا بڑے بڑے امراء کا شہر کو چھوڑ کر نذر محمد خاں کے تعاقب میں جانا خلافِ مصلحت تھا۔ لہٰذا بہادر خاں کو اصالت خاں کے ساتھ اور اپنے روشناس آدمیوں کے ایک گروہ پر متعین کرکے اس کے تعاقب میں رخصت کر دیا گیا۔ راجہ روپ سنگھ اور تین راجپوت سردار اپنی کارکردگی اور فدویت کے اظہار کے لئے بہادر خاں وغیرہ سے پہلے اس مہم پر روانہ ہو گئے۔ حالانکہ ان کو شاہزادہ نے متعین نہیں کیا تھا۔

## بلخ میں ہنگامہ اور لوٹ

اس نئی پیدا شدہ صورت حال کی وجہ سے کچھ ایسی افراتفری رہی کہ بادشاہی امراء جیسا کہ چاہیے تھا نذر محمد خاں کے مال و اسباب کو ضبط نہیں کر سکے اور اس کا کچھ حصہ شہر کے ہنگامہ میں فسادیوں کے ہاتھ لگ گیا۔ اس دن شام تک لشکر کے لوٹ مار کرنے والوں اور ازبکوں نے شہر میں جو کچھ ہاتھ آیا لوٹ لیا۔ دوسرے دن شاہزادہ نے بھروسہ کے آدمیوں کو مال جمع کرنے اور لوٹ مار کرنے والوں کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا۔ اس انتظام کے بعد خزانہ، جواہرات

وغیرہ کافی تعداد میں ضبط کر لئے گئے۔ جملہ بارہ لاکھ روپیہ کا مرصع سامان وغیرہ پانچ سو گھوڑے گھوڑیاں تین سو اونٹ برآمد ہوئے۔ یکم جمادی الآخر کو جب کہ بادشاہ کے جلوس کا بیسواں سال تھا۔ شاہجہاں کے نام کا خطبہ بلخ میں پڑھا گیا اور سکہ جاری کیا گیا۔

**نذر محمد خاں کا خزانہ** شاہجہاں نامہ میں لکھا ہے کہ نذر محمد خاں ایسا اوچھا اور کنجوس آدمی تھا کہ جواہر خانہ توشک خانہ دوسرے تمام شعبوں اور صندوقوں کا حساب کتاب اور چابیاں اپنی ذاتی نگرانی میں رکھتا تھا۔ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اپنے زمانۂ استقلال میں ستر لاکھ روپیہ سے زیادہ نقدی اور مرصع سامان اس کے پاس نہیں رہا۔ اس میں سے پندرہ لاکھ روپیہ سابقہ حادثوں میں ضائع ہو گئے کچھ رقم وہ اپنے ساتھ لے کر چلا گیا۔

بہرحال بادشاہی فوج نے نذر محمد خاں کے بیٹوں بہرام اور عبدالرحمٰن کو اور خسرو کے بیٹے رستم خاں کو جو اس کے گھر والوں کے ساتھ ٹھیرے ہوتے تھے گرفتار کر لیا اور ان کو اور نذر محمد خاں کی بیویوں اور دوسرے رشتہ داروں کو اپنے معتبر آدمیوں کی نگرانی میں دے دیا۔

**بلخ اور بدخشاں کی آمدنی** اس ملک کی کل آمدنی حالت امن میں ایک کروڑ "شاہی" تک پہنچ جاتی تھی "شاہی" کو وہاں "خانی" بھی کہا جاتا تھا۔ لین دین اور تبادلہ میں ایک روپیہ کی چار شاہیاں مل جاتی تھیں اس ایک کروڑ کے منجملہ ساٹھ لاکھ شاہی تو بلخ کی آمدنی تھی اور باقی کی مدخاں کی۔ آخر اُزبکوں کی خانہ جنگی اور نذر محمد خاں کے بیٹوں کے ظلم وستم سے یہ نوبت آگئی کہ اس کے لئے بلخ کے قلعہ سے بھی باہر نکلنا دشوار ہو گیا۔ ملک کے بندوبست اور لشکر کشی کے اخراجات کا کیا ذکر۔ البتہ اس نے اپنے ملک اور اپنی رعیت پر جو ظلم وستم کئے تھے اس کی مکافات پر وہ پہنچ کر رہا۔ ؏

آں را کہ چناں کند چنیں آید پیش

**ماوراء النہر اور توران** کہتے ہیں ولایت ماوراءالنہر کا محصول جس میں سمرقند، بخارا اور تاشکند رتاشقند) اور اورکند وغیرہ شامل ہیں نذر محمد خاں

کے بڑے بھائی امام قلی خاں کے حصہ میں آیا تھا باوجود علاقہ کی وسعت کے توران کے محصول کے مساوی تھا۔ نذر محمد خاں نے اول اول ملک کی آبادکاری میں بڑی کوشش کی تھی اور ماوراء النہر کے مقابلہ میں اپنے علاقہ کی آمدنی بڑھانے کے لئے محنت سے کام کیا تھا مگر جس طرح سلطان محمد تغلق نے سارے ممالک محروسہ ہندوستان کو زیر تصرف لانے کے بعد ظلم وستم کی وجہ سے تباہ وتاراج کر دیا تھا نذر محمد خاں نے بھی اپنے ملک کو تباہ کر دیا ؎

اگر بایدت شوکتِ سروری ‌ ‌ دل زیر دستاں بدست آوری
اگر بایدت دولتِ عز وناز ‌ ‌ باحسان دلِ دوستاں جمع ساز

ماوراء النہر کو توران سے علیحدہ ملک لکھا جاتا ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ان دونوں ولایتوں کے درمیان ایک بڑا دریا جس کا نام جیحون ہے واقع ہے اس دریا کو آموں بھی کہا جاتا ہے۔ (اس سے اس کا نام دریا پار (ماوراء النہر) کا علاقہ پڑ گیا)۔ اس ملک کے سب سے بڑے عہدہ دار دو ہوتے ہیں ایک وزیر جسے دیوان بیگی کہتے ہیں دوسرا اتالیق جو وکیل مطلق کا عہدہ ہے ان کی تنخواہیں تین لاکھ خانی تک ہوتی ہیں۔ یعنی نثر انتی ہزار روپیہ اسی پر دوسرے افسروں کا اندازہ کر لیجیے۔

---

## (جلوس کا بیسواں سال مطابق سن ایک ہزار چھپن ہجری ۱۰۵۶ھ)

### جشن فتح

تخت نشینی کا بیسواں جشن سن ایک ہزار چھپن ہجری میں سفر میں منعقد ہوا۔ ان ہی دنوں بارگاہ شاہی میں شمس الدین بھی مختار شہزادہ محمد مراد بخش کے پاس سے فتح کی خوش خبری اور بلخ کی چابیاں لے کر حاضر ہوا اور نذر محمد خاں کے فرار کی اطلاع پہنچائی۔ اس خوش خبری پر جشن کی مسرت دوبالا ہو گئی۔

### منصور حاجی خدمت شاہی میں

منصور حاجی جو پہلے نذر محمد خاں کے پاس سے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور عنایات شاہانہ سے مالا مال ہو کر رخصت ہوا تھا۔ اس زمانہ میں ایک سرحدی قلعہ کی حفاظت اس کے ذمہ تھی اس نے حضور میں مبارک باد کی عرض داشت لکھی جس میں قلعہ دار کو متعین کرنے کی درخواست کی تھی اور بادشاہی ملازمت میں شامل ہونے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔

بادشاہ نے جواب دیا۔ بادشاہی قلعہ دار کے پہنچنے تک وہاں چوکس اور ہوشیار رہو۔ بعد میں وہاں کی حفاظت کی ذمہ داری سعادت خاں کے تفویض ہوئی۔ اس کے جانے کے بعد منصور حاجی خدمت میں پہنچ گیا۔ بادشاہ نے شاہزادہ اور امیرالامراء کے نام خلعت مرصع سامان تعریف وتحسین کا فرمان روانہ کیا۔ سعداللہ خاں کو ہزار سوار کا اضافہ عطا کیا گیا۔

## فتح بلخ کی پیشین گوئی

ملا علاء الملک علم نجوم میں مہارت رکھتا تھا اس نے بلخ کی فتح کی پیش گوئی بقید سال و ماہ لکھ کر دے دی تھی۔ اسے پانچ صدی کا اضافہ عطا ہوا۔

## تھکا دینے والا طویل تعاقب

اب ہم نذر محمد خاں کی آوارہ گردی اور اس کا تعاقب کرنے والی جماعت کا کچھ ذکر کریں گے۔ یاد ہو گا بہادر خاں اور اصالت خاں سادات اور افغانوں کی ایک جمعیت کے ساتھ گئے تھے ان کے ساتھ راجپوتوں کی وہ جماعت بھی تھی جو بغیر اجازت اس مہم پر اپنی بہادری کا ثبوت دینے کے لئے نکل گئی تھی۔ یہ لوگ نذر محمد خاں کے تعاقب میں ہر جگہ سراغ لیتے ہوئے دشت وبیابان میں بڑھتے چلے جارہے تھے۔ جس دن یہ لوگ چلے تھے انھوں نے سترہ اٹھارہ کوس کا فاصلہ ریگستان میں طے کیا اور ایک جگہ پہنچ کر تاریک رات میں راستہ سے بھٹک گئے۔ گھوڑوں کو بھی چارہ گھاس نہیں مل سکا۔ دوسرے دن بھی جتنی مسافت وہ طے کرتے گئے۔ راستہ کا نشان ملا نہ پانی نظر آیا۔ گھوڑے بھی تھک کر رہ گئے۔ سواروں کو بھی رہ نوردی کی طاقت نہ رہی۔ راجپوت بھی اپنے آنے سے دل میں پشیمان ہو رہے تھے اگرچہ بظاہر مارے غیرت کے ہمراہیوں سے پیچھے نہیں رہتے تھے۔ ان لوگوں پر اپنی بدحالی اور ازبکوں کے نمودار ہونے کے خوف سے کھانا پینا اور نیند چین حرام ہو گیا تھا۔ گرمی بھی پورے شباب پر تھی آسمان سے آگ برستی ہوئی معلوم دیتی تھی، پانی نایاب تھا اس ساری زحمت ومصیبت کے باوجود انھوں نے تعاقب نہیں چھوڑا اور سب مل کر جنگل بیابان کو طے کرتے رہے۔ یہاں تک کہ یہ ایک آبادی میں پہنچے وہاں معلوم ہوا تقریباً دس ہزار ازبک نذر محمد خاں کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ مگر یہ سب صحرانشین تھے جو لٹ جانے کے خوف کی وجہ سے اپنے مال وعیال کو ساتھ لے کر

اس کے ہمراہ ہوگئے تھے جب انھوں نے ہندوستان کی فوج کے قریب پہنچنے کی خبر سنی تو وہ نذر محمد خاں سے جدا ہو کر پہاڑوں اور دشوار پہاڑیوں میں چلے گئے۔ اب اس کے ساتھ صرف چار ہزار سوار رہ گئے جن میں دیوان بیگی، اتالیق، ابراہیم بکاول، اور محمد امین کتاب دار بھی تھے۔ یہ لوگ فوج کی آمد سن کر مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔

## نذر محمد خاں کا فرار

جس وقت تعاقب کرنے والی بہادر فوج نذر محمد خاں کے قریب پہنچی تو ازبک فوج اچانک سامنے سے نمودار ہو گئی اور تیر اندازی شروع کر دی۔ اس طرف سے بھی بہادروں نے لڑائی چھیڑ دی اور بان پھینکے، اور بندوقیں چھوڑنے لگے۔ آتش نشاں بان کی بارش اور گولیوں کی بوچھاڑ سے ازبک فوج درہم برہم ہونے لگی۔ دونوں طرف سے کافی آدمیوں کے مارے جانے کے بعد نذر محمد خاں شکست کھا کر بھاگا۔ بعض ازبک جو گریز از لڑائی لڑ رہے تھے اور لوٹ لوٹ کر تیر اندازی کر رہے تھے، قتل ہوئے یا قید کر لئے گئے۔ بہت سوں نے خواہ زخمی ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں اپنے آقا کا ساتھ چھوڑ دیا۔ وہ برگشتہ نصیب چند رفقاء کے ساتھ جو اس بیکسی میں اس کے یار و مددگار تھے اندجان کی طرف چلا گیا اور بعض شرپسند موقع شناس سرداروں نے اس پریشان حالی میں نذر محمد خاں سے سبحان قلی خاں کو جدا کر کے اپنے ساتھ اسے بخارا لے کر چلے گئے۔ بادشاہی فوج نے اس کا شام تک تعاقب کیا اور رات کو جشتر خان[1] میں قیام کیا۔ راستہ بھر فوج نے گھوڑے اونٹ بکریاں اور کپڑے اکٹھے کئے جسے ازبک فرار ہوتے وقت لوٹ مار کر کے اپنے ساتھ لے کر بھاگے تھے اور اب تنگی کا وقت آیا تو اپنے بوجھ راستے میں پھینکتے جاتے تھے۔ اس رات فوج والوں نے خوب جی بھر کر دودھ پیا۔ گوشت کھایا اور پاؤں پھیلا کر آرام کی نیند سوئے۔ وہاں سے آگے جانے کی جرأت نہ ہوئی اس نے ساری روداد لکھ کر بھیج دی۔ ان کو وہاں سے لوٹ آنے کی ہدایات بھیج دی گئیں۔

## شہزادہ مراد کی بددلی

ان ہی دنوں شاہزادہ نے خلیل اللہ خاں کو بھی ایک بھاری فوج کا سردار بنا کر نذر محمد خاں کے تعاقب پر متعین کیا تھا

---

[1] ن۔ شیر خاں

لیکن نذر محمد خاں کے ہزیمت کھانے' اور پہلی فوج کے واپس آنے کی خبر سن کر اس کو واپس بلوا لیا۔ اصل وجہ یہ بھی تھی کہ اس دوران میں شاہزادہ علی مردان خاں کے بڑھے ہوئے تسلط اور اختیار سے بھی، بہت دل برداشتہ ہو گیا تھا، پھر اس ملک کی آب و ہوا اور طور طریق بھی اسے کچھ نہ بھایا۔ بعض نا عاقبت اندیشوں کے بہکانے کا بھی اثر ہوا۔ چنانچہ شاہزادہ کا دل وہاں کے قیام سے بالکل ہی اچاٹ ہو گیا۔ خلیل اللہ خاں کو واپسی کا حکم بھیج کر بادشاہ کے ہاں عرض داشت روانہ کر دی کہ "یہ غلام اُمیدوار ہے کہ اس نو مفتوحہ ملک کی اور فوج کی سرداری کسی اور کے سپرد کر دی جائے اور بندہ کو حضور میں طلب کر لیا جائے"۔

**بادشاہ کا جواب۔** بادشاہ کو یہ بات ناگوار گذری جواب میں فرمان صادر ہوا "فتح سے پہلے ہی ہماری زبان سے نکل گیا تھا کہ جب بھی بلخ اور بدخشاں کا ملک اللہ کی عنایت سے فتح ہو گا تو ہم اس نورِ چشم کے حوالہ کر دیں گے۔ اب اللہ کی مہربانی سے اس خاندان کی ایک دیرینہ آرزو پوری ہو چکی ہے۔ مگر ابھی وہاں کے قلعوں کا نظم و نسق، ویران شدہ ملک کی آبادکاری' دل شکستہ رعایا کی دل جوئی اور تسلی' حاکموں کی تعیناتی اور تھانہ بندی عمل میں نہیں آئی ہے۔ یہ بے محل ارادہ برباد رعیت' فوج اور وہاں کے تمام باشندوں کی دل شکنی کا باعث ہو گا۔ خاص طور سے مخلص چغتائی قبیلے جو مدتوں سے خدا کے حضور میں اس مراد کے بر آنے کی دعائیں کرتے رہتے تھے وہ (مراد کے لوٹ جانے پر) نہایت رنجیدہ ہوں گے۔ صلاح یہی ہے کہ شاہزادہ وہاں مزید کچھ عرصہ تک عیش و آرام سے فرماں روائی کرتا رہے۔

**بلخ کا نیا نظم و نسق** اس عنایت آمیز پُر عتاب جواب کے آنے کے باوجود شاہزادہ وہاں رہنے پر تیار نہیں ہوا اور مکرر استعفیٰ لکھ کر بھیج دیا بلکہ استعفیٰ کا جواب پہنچنے سے پہلے ہی بلخ خلیل اللہ خاں کے سپرد کر کے اپنے پیش خانہ کو باہر نکالنے کا حکم دے دیا۔ اس نافرمانی پر بادشاہ بہت ناراض ہوئے اور شاہزادہ کو جاگیر اور منصب واپس لے کر معتوب کر دیا۔ اور سعد اللہ خاں کو وہاں بہ عجلت پہنچنے کا حکم دیا کہ اگر ہو سکے تو وہ شاہزادہ کو اس غلط راستہ سے صحیح رُخ پر لے آئے اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ قطعاً کوئی بات ماننے پر تیار نہیں تو پھر قطعاً اس سے ملنے کے لئے نہ

جائے اور دوسرے امراء کو بھی اس کے مجرا تسلیمات سے روک دے اور اس علاقہ کے شرفاء اور سرداروں کی استمالت اور دلدہی کی کوشش کرے اور ان کو زورآوروں کی زیادتیوں سے محفوظ رکھے۔ بہادر خاں داؤدزئی کو وہاں کے مفسد آدمیوں کی تادیب اور مال گذاروں کی نگرانی پر مقرر کیا جائے۔ اصالت خاں کو مالی نظم و نسق کے لئے مستقلاً بلخ میں متعین کردیا جائے۔ پھر ان دونوں کو ہماری طرف سے پورے امراء کے ساتھ ہدایت کردی جائے کہ وہ ملک کی آبادکاری اور رعایا کی دیکھ بھال کے لئے اتفاق رائے سے کوشش کریں، وہاں کے معاملات سرانجام دیں۔ اگر نجابت خاں، جو درحقیقت اس ملک کا وارث ہے وہاں کی حکومت کی اور وہاں رہنے کی خواہش رکھتا ہو تو ملک اس کے اختیار میں دیدیا جائے، رستم خاں کو اندخود اور قلیج خاں کو بدخشاں پر مقرر کرے اور معتبر آدمیوں کو لعل کی کان پر مامور کیا جائے وہاں کی رعایا کو تقاوی کی ضرورت ہو تو دی جائے اور آبادی اور پیداوار کے لئے سعی کی جائے۔ منصب داروں اور احدیوں کو تین ماہ کی پیشگی دے کر انتظام میں سرگرم رکھا جائے۔ اس کے علاوہ بھی بادشاہ نے "روپیہ" کا سکہ جاری کرنے اور "شاہی" کا چلن بند کرنے کی ہدایات دیں اور بہ تاکید کہا کہ سارے حالات کی مسلسل رپورٹ بھیجی جائے۔"

## سعداللہ خاں بلخ میں

منصور حاجی اس دن آکر باریاب ہوا تھا۔ اسے دوہزاری ہزار سوار کا منصب دے کر بلخ کی صدارت پر مامور کردیا گیا۔ امیرالامراء کو حکم دیا گیا کہ علامی سعداللہ خاں کے بلخ پہنچنے کے بعد وہ ازبکوں کی تنبیہ کے لئے قندز چلا جائے اور ان کی گوشمالی کرنے کے بعد اپنے صوبہ کابل کو لوٹ آئے۔ پچیس لاکھ روپیہ بلخ میں متعینہ فوج کے لئے روانہ کیا گیا۔ سعداللہ خاں پندرہ دن میں بلخ پہنچ گیا۔ پہلے تو اس نے شاہزادہ کو بادشاہ کا نصیحت آمیز پیام پہنچایا جب کوئی فائدہ نہ ہوا تو امراء کو حکم پہنچایا کہ کوئی شاہزادہ کے سلام کے لئے نہ جایا کرے پھر اس نے ہر معاملہ میں بادشاہ کے احکام کے مطابق عمل کیا اور روپیہ اور اشرفی کے سکہ کو چلانے اور "خانی" سکہ کا چلن بند کرنے میں بڑے سخت احکام نافذ کئے۔ وہاں لوگ "خانی" سکہ تانبہ ملا کر ڈھالتے تھے اور چاندی کے وزن میں اس کا لین دین کرتے تھے سعداللہ خاں نے وہاں پچیس دن رہ کر بڑے حسن انتظام کے ساتھ حسب الحکم ملک کا نظم و نسق

درست کیا اور منتشر رعیت کو اکٹھا کر دیا۔ اُس نے وہاں بڑی حسنِ کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ اس کی تفصیل طوالت کا باعث ہوگی۔

## المانی قبیلہ کی مداخلت

شاہزادہ نے راجہ روپ سنگھ کو قندز میں متعین کیا تھا۔ اُزبکوں کے ایک قبیلہ نے جو وہاں "المانی" کے نام سے مشہور تھا دریائے آموں کو عبور کرنا چاہا۔ اس ارادہ سے انھوں نے راجہ پر حملہ کر دیا راجہ نے ان کے مقابلہ میں بڑی پامردی دکھائی اور بہت سے آدمیوں کے ضائع ہو جانے اور متعدد بار غالب اور مغلوب ہو جانے کے باوجود اُن سے بڑی سخت لڑائیاں لڑنی پڑی تھیں۔ راجہ نے اس گروہ کو شکست دے کر بھگا دیا۔ غرض امیرالامراء کے پہنچنے تک جس نے بموجب حکم وہاں پہنچ کر اس گروہ کی سرکوبی کی راجہ نے بڑے نمایاں کارنامے سرانجام دیئے۔

## شہزادہ مراد کی واپسی

کولاب میں بھی شاہجہاں صاحبقران ثانی کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اندجو کی سمت بھی خوں خوار المانیوں نے بڑا ہنگامہ برپا کیا۔ مگر بہادر فوج نے بزورِ شمشیر ان کے فتنہ کو سرد کر دیا۔ ازبکوں اور المانیوں کی شورش کے زمانہ میں جو کچھ واقعات اس ضلع میں رونما ہوئے ان کی تفصیل۔ شاہجہاں نامہ" میں درج ہے اگر ہم اس کا عشرِ عشیر بھی لکھنے بیٹھ جائیں تو بڑی طوالت ہو جائے گی مختصر یہ کہ دونوں طرف سے بڑی کشاکش جاری رہی جس میں کئی ہزار المانی تلوار کے گھاٹ اتر گئے۔ ان بدبختوں نے بھی خون ریزی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ان واقعات کے لگ بھگ شاہزادہ بلخ سے حضورِ شاہی کے ارادہ سے چلا گیا۔

## شاہ ایران کے نام خط

بعد میں جب معلوم ہوا کہ نذر محمد خاں ایران کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ بادشاہ نے میر عزیز نامی کو جسے اس سے پہلے ایک مرتبہ نذر محمد خاں کے پاس سفارت پر بھیجا گیا تھا ایک شفقت آمیز خط دے کر جسے سعداللہ خاں نے تحریر کیا تھا اس کے پاس روانہ کیا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا۔

"اس ملک میں ہماری لشکر کشی کا مقصد بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ ہم وہاں کے مفسد اور خوں خوار اُزبکوں اور المانیوں کی تنبیہ و تادیب کریں۔ جن کی نامعقول حرکتوں اور ظلم و ستم سے ایک دنیا اللہ کے دربار میں پناہ طلب کر رہی تھی ہم اُن کی سرکوبی

کرکے چاہتے تھے اس موروثی ملک کو باوجود تمھارے قصوروں
کے تمھارے حوالہ کردیتے اور تمھاری امداد و اعانت کے لئے
ایک فوج بدخشاں میں مقرر کرکے واپس لوٹ جاتے، مگر تم
بدخواہوں کے بہکانے سے حواس باختہ اور بدگمان ہوگئے اور
اپنے اہل و عیال و ناموس کو یہاں چھوڑ کر دوسری طرف نکل
گئے۔ اگر تم اپنے کسی معتمد آدمی کو مقرر کردو تو تمھارے خاندان
کی عورتوں کو بحفاظت سفر کا انتظام کرکے ہم اس شخص کے
ہمراہ روانہ کردیں گے، یا پھر ان میں سے ہر ایک کے حسب
حال معاش کا بندوبست کرکے ان کو ہم اپنے زیر سایہ بحفاظت
رکھیں گے۔"

**میر عزیز عراق و ایران میں**

جب میر عزیز یہ پیام لے کر ہرات کی راہ سے عراق کی سرحد میں داخل ہوا تو وہاں سُنا کہ وہ صفاہان پہنچ گیا ہے۔ میر عزیز جان نثار خاں ایلچی کے ساتھ جو شاہ ایران کے پاس جارہا تھا، اصفہان پہنچا وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ نذر محمد خاں اپنے بخت برگشتہ کی طرح دوبارہ لوٹ کر خراسان کی طرف ہرات کے راستے روانہ ہوچکا ہے۔ میر عزیز بھی واپس جانا چاہتا تھا کہ شاہ عباس نے واقف ہوکر اسے روک دیا کہ کوئی بعید نہیں کہ نذر محمد خاں اس پاگل پن اور آشفتہ مزاجی میں اس کے ساتھ بہتر سلوک نہ کرے۔ مناسب یہ ہے کہ جان نثار خاں کے آنے تک وہیں ٹھیرا رہے اور دربار میں صورت حال کے متعلق لکھ کر حکم طلب کرے اور اس کے مطابق عمل کرے۔ میر عزیز کا عریضہ جب بادشاہ کے پاس پہنچا تو بادشاہ نے شاہ ایران کی رائے کو پسند کیا اور میر عزیز کے نام واپسی کا حکم صادر کردیا۔

**مراد بخش پر عتاب**

شاہ بیگ خاں قلعہ دار قندر کے پاس پچیس لاکھ روپیہ بھیجا گیا کہ وہ سابقہ پچیس لاکھ اور یہ رقم فوج کو پہنچا دے۔ محمد مراد بخش جب بادشاہ کے پاس پہنچا تو اسے کابل میں داخلہ سے اور باریابی سے روک دیا گیا اور حکم ہوا کہ وہ بادشاہ کے کوچ کرنے کے بعد لمغانات جاکر ٹھیر جائے۔

## نذر محمد خاں کا خاندان

خلیل اللہ خاں اور دوسرے بادشاہی ملازم نذر محمد خاں کے متعلقین کو لے کر حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے دوسرے دن اس کے دونوں بیٹوں، بہرام اور عبدالرحمٰن کو اور خسرو کے بیٹے رستم خاں کو باریاب کیا۔ بہرام کو خلعت چار زردوزی قبائیں۔ جیغہ مرصع خنجر، پھول کٹارہ خاصہ کے ڈیڑھ گھوڑے ہاتھی اور پانچ ہزاری ہزار سوار کا منصب ایک لاکھ "شاہی" مرحمت کئے۔ عبدالرحمٰن اور رستم کو کم عمری کی وجہ سے یومیہ سو روپیہ ہر ایک کے لئے مقرر کر دیا اور ان کو تربیت کے لئے داراشکوہ کے سپرد کر دیا۔ نذر محمد خاں کی بیوی اور بچیوں کو بیگم صاحب نے اپنے پاس بلایا اور ہر ایک کو خلعت اور زیور عطا کیا ہر ایک کے لئے مکان اور یومیہ مقرر کر کے انھیں تسلی دلاسا دیا۔ اور کہا۔ جہاں بھی نذر محمد خاں ہوگا وہاں تم کو پہنچا دیا جائے گا۔

## شہزادوں کی طلبی

بادشاہ نے بنگال سے شاہزادہ محمد شجاع اور احمد آباد سے شاہزادہ محمد اورنگ زیب کو بلانے کے لئے ایلچیوں کو یلغار کے طور پر بھیجا۔ بنگال کے صوبہ کو بہار کے صوبہ دار اعتقاد خاں کے ماتحت کر دیا۔ گجرات کا صوبہ شائستہ خاں کو دیا گیا۔ شاہنواز خاں کو شائستہ خاں کی جگہ صوبہ دار مالوا پھر مقرر کیا جون پور کی سرکار شاہنواز خاں سے لے کر مرزا حسن صفوی کو دی گئی سعد اللہ خاں نے بلخ سے آکر حاضری دی اسے بادشاہ نے ہزار سوار کا اضافہ دیا۔ اس طرح اس کا منصب چھ ہزاری پانچ ہزار سوار ہو گیا۔

## شاہانہ تحفے اور خط

۹ر شعبان کو بادشاہ نے دارالملک کابل سے دارالسلطنت لاہور کی طرف کوچ کیا۔ نذر محمد خاں کے عزیز رشتہ داروں کو آگے روانہ کر دیا گیا۔ سعد اللہ خاں کو حکم دیا کہ وہ شاہ عباس کے نام خیر سگالی کا ایک خط لکھے جس میں بلخ اور بدخشاں کی فتح کا ذکر ہو نذر محمد خاں کے ضبط کردہ سارے اموال مرصع سامان اور جواہر خانہ میں صرف ایک مرصع تلوار جس کا پرتلہ بہت قیمتی تھا اور ایک مرصع خنجر تحفہ کے لائق تھا۔ یہ دونوں چیزیں بھی ان تحائف میں سے تھیں جو شاہجہاں نے نذر محمد خاں کے پاس کبھی بھیجے تھے۔ بادشاہ نے یہ دونوں تحفے نئے مفتوحہ ملک کے شگون اور علامت کے طور پر ارسلان بیگ کے ہمراہ شاہ ایران کے پاس تحفتہً بھجوا دیئے۔

جو خط بھجوایا گیا تھا اس کا مضمون درج ذیل ہے۔

"عرصۂ قریب میں متواتر ہم تک یہ خبریں پہنچتی رہی تھیں کہ بلخ اور بدخشاں میں مجرم ازبکوں نے بڑا اُدھم مچا رکھا ہے اور خدا اور آخرت کو بھول کر اپنے والی کے حلقۂ اطاعت سے نکل گئے ہیں ان ہنگاموں میں وہاں کے ضعیف اور غریب لوگ بُری طرح پامال ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کی عزت و آبرو برباد ہو رہی ہے اور امن و امان بالکلیہ ختم ہو چکا ہے یہ معاملہ اس حد پر پہنچ گیا کہ اہل بیت نبوت جو خانوادۂ رسالت کے چشم و چراغ ہیں اور جن کی محبت میں اوامر و نواہی کی تبلیغ کا اجر ملتا ہے ان ازبکوں کے ہاتھوں کثیر تعداد میں قتل ہو گئے۔ جب سادات کا یہ حال ہوا تو دوسروں کے ساتھ جو کچھ ہوا ہو گا اس کا کیا ذکر؟

ہم نے دین و ملت کی حمایت، مسلمانوں کی ہمدردی اور مظلوموں کی فریاد رسی کو اپنے ذمہ فرض جانا اور انیسویں سال جلوس میں اٹھارہ ماہ صفر میں لاہور سے کابل کا ارادہ کیا اور آخر ربیع الثانی میں ہم کابل پہنچ گئے، اور وہاں سے ہم نے شاہزادہ محمد مراد بخش کی سرکردگی میں ایک بڑا لشکر، بھاری توپ خانہ اور بے اندازہ خزانہ کے ساتھ اس مہم پر روانہ کیا۔

راستہ میں خطرناک درے اور دشوار گذار گھاٹیاں تھیں پھر حدِ نظر تک برف کے تودے لگے ہوئے تھے۔ بیل داروں، گولہ اندازوں نے برف صاف کرنے اور راستہ بنانے کا کام شروع کر دیا۔ لشکری ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے نہ رہے، وہ بھی جمدھر اور خنجر لے کر برف کاٹنے کے لئے جُت گئے اور دامنوں میں ڈھال میں برف اٹھا اٹھا کر بدقت تمام راستہ بنایا اور بدخشاں کی حدود میں داخل ہو گئے۔

نذر محمد خاں کا بیٹا خسرو سلطان ہماری بارگاہ میں حاضر ہو گیا اور آج وہ ہماری عنایات سے سرفراز اور خوش حال ہے۔

ہمارے فاتح لشکر نے وہاں کے حاکم نشین قلعہ قندز اور قلعہ کہمرد کو ایک ہی دھاوے میں فتح کر لیا اور وہاں کے قلعداروں کو اسیر کر لیا۔ اس علاقہ کے دوسرے قلعے اور مقام بھی ملازمین سرکار کے قبضہ میں آ گئے۔

بدخشاں کی ولایت کے فتح ہوتے ہی شاہزادہ نے بسرعت تمام بلخ کی طرف کوچ کر دیا۔ اوزبک تاب مقاومت نہ لا کر بھاگے اور دریائے آموں کے اس پار چلے گئے۔

نذر محمد خاں ایسا مجبور ہو گیا تھا کہ نہ کہیں جا سکتا تھا نہ وہاں قلعہ بند رہ سکتا تھا۔ اسی حال میں جب شاہزادہ اپنی فوجوں کے ساتھ بلخ کے نواح میں پہنچا تو اس نے اپنے بیٹوں کو استقبال کے لئے بھیجا اور ایک خط کے ذریعہ حرمین شریفین کے طواف کی خواہش ظاہر کی۔ شاہزادہ نے ان کے ساتھ پسندیدہ سلوک کیا اور ان کی تسلی اور دل دہی کر کے ان کو باپ کے پاس واپس بھجوا دیا۔

جب دوسرے دن شہر بلخ کے مضافات میں لشکر نے کیمپ لگایا تو نذر محمد خاں حواس باختہ ہو گیا، اس نے اپنے بیوی بچوں اور مال و اسباب کو وہاں چھوڑ دیا اور اپنے بیٹوں بہمان قلی اور قتلق کو جو اس وقت وہاں موجود تھے۔ ساتھ لے لیا دوسرے بیٹوں کو ان کی غیر موجودگی کی وجہ سے وہ اطلاع نہ دے سکا اور سراسیمہ چند آدمیوں کے ساتھ بلخ سے نکل کر اس آستانہ (مراد ایران) کی طرف روانہ ہو گیا۔

ظاہر ہے وہ عالی قدر خاندان کا نام لیوا مصیبت زدہ خان کو اسی طرح اعزاز کے ساتھ حرمین شریفین بھجوا دے گا جس

طرح اس عالی مرتبت (شاہ ایران) نے نذر محمد خاں کے بڑے بھائی کو مقدس مقامات کی زیارت کے لئے رخصت کردیا تھا۔

خدائے کارساز کا ہزار شکر کہ اس نے یہ فتح مرحمت فرمائی اس سے امید ہے کہ اس فتح نمایاں کی طرح وہ سمرقند اور بخارا کی فتح سے بھی نوازے گا۔ آمین

**لاہور روانگی** ارسلان بیگ کو رخصت کرنے کے بعد بادشاہ کوچ بہ کوچ دارالسلطنت کی طرف روانہ ہوئے دس لاکھ روپیہ غورْبند روانہ کردیا۔ اوائل رمضان میں دریائے نیلاب کو عبور کیا گیا۔

**محسن کرمانی کی آمد** محمد محسن کرمانی ایران کے قورچی باشی جانی خاں کے بہترین ملازموں میں سے تھا۔ جانی خاں کے قتل کے بعد وہ اصفہان سے آکر باریاب ہوا، بادشاہ نے اسے چھ ہزار روپیہ خلعت اور گھوڑا عطا کیا۔

**شاہی عطیات** بادشاہ نے بیس لاکھ روپیہ کابل بھیج دیا۔ اعظم خاں حسب الحکم کشمیر میں ٹھیر گیا تھا۔ اس نے کشمیر سے آکر حاضری دی۔ وسطِ شوال میں لاہور کے نواح میں بادشاہ کی سواری اتری۔ خسرو اور بہرام کو پچاس ہزار روپیہ اور نذر محمد خاں کے دوسرے بیٹوں کو پچیس ہزار روپیہ مرحمت ہوا۔ خسرو کے بیٹے محمد بدیع کو ایک ہاتھی چاندی کی زین کے ساتھ اور دس ہزار روپیہ نقد دیا گیا۔

**مراد کا دوبارہ تقرر** محمد مراد بخش کو بارہ ہزاری دس ہزار سوار کے منصب سے معزول کردیا گیا تھا اب اسے کمی کرکے سات ہزار سوار کے منصب پر بحال کردیا گیا۔ بادشاہ کی چچی شکرالنسا بیگم اکبرآباد سے فتح بلخ کی مبارک باد دینے آئی ہوئی تھی اس نے چالیس ہزار روپیہ کی مالیت کا ایک لعل نذرانہ میں پیش کیا تھا بادشاہ نے اسے ایک لاکھ روپیہ عطا کیا۔

**اورنگ زیب بلخ کی مہم پر** شاہزادہ محمد اورنگ زیب نے احمد آباد سے آکر حاضری دی۔ بادشاہ نے شاہزادہ کو بلخ اور بدخشاں کی حکومت پر مامور کردیا۔ اس کو اضافہ کے ساتھ بارہ ہزاری دس ہزار سوار کا منصب عطا ہوا جس میں

آٹھ ہزار سوار دو اسپہ اور سہ اسپہ کئے۔ خلعت، مروارید کی دو تسبیحیں، لعل، زمرد، خاصہ کی تلوار، طویلۂ خاص کے دو گھوڑے طلائی اور مینا کار زینوں کے ساتھ دوسرے طویلہ سے دو سو اور گھوڑے، چاندی کے ساز والے دو ہاتھی اور نقد پانچ لاکھ روپیہ دے کر وسط محرم میں اسے رخصت کیا۔ اور ہدایت کی کہ وہ پہلے پشاور جاکر نوروز کے دن وہاں گذارے پھر اردی بہشت کے مہینہ میں بلخ کے لئے روانہ ہو جائے۔

اطلاع ملی کہ راجہ رائے سنگھ وغیرہ ایک جمعیت کے ساتھ بلااجازت بلخ سے اٹھ کر چلے آئے ہیں۔ حکم ہوا کہ ان کو دریائے اٹک عبور کرنے نہ دیا جائے اور شاہزادہ ان کو اپنے ساتھ بلخ واپس لے جائے۔

## سید منصور شاہی کی بحالی

سید خان جہاں کا بیٹا سید منصور شاہی عتاب میں تھا، شاہزادہ محمد اورنگ زیب کی سفارش پر اسے رہا کرکے حکم دیا کہ شاہزادہ اپنی سرکار میں اس کی نگرانی کرے۔ بادشاہ نے بلخ کی فوج کے اخراجات کے لئے پچاس لاکھ روپیہ پشاور روانہ کیا اور یہ تاکید کردی کہ شاہزادہ کے پہنچنے سے پہلے ایک منظم باقاعدہ فوج گھاٹیوں کے راستہ روانہ کردی جائے۔ تین ہزار روپیہ قحط کے مارے ہوئے مستحق لوگوں کی تقسیم کے لئے ادا کیا گیا۔

## اضافہ اور نذرانہ

شاہزادہ محمد شجاع حضور میں نہیں پہنچا تھا۔ مگر بادشاہ نے اسے بھی ہزار سوار کا اضافہ دیا۔ سعد اللہ خاں نے دو لاکھ روپیہ کے جواہرات اور ایک لاکھ روپیہ کا دوسرا سامان پیش کیا ان میں سے ایک لاکھ روپیہ کے جواہر قبول کرلئے گئے۔ مرزا محمد مشہدی کو ڈیڑھ ہزاری چار سو سوار کا منصب عطا ہوا۔

## اوزبکوں اور المانیوں کی شورش

جو لڑائیاں بادشاہی فوجوں اور اوزبکوں کے درمیان ہوئیں اس کی تفصیل طوالت کا باعث ہوگی۔ مختصراً یہ کہ حضور شاہی میں نذر محمد خاں کے بیٹے عبدالعزیز خاں کی فتنہ پردازی کی مسلسل شکایات پہنچ رہی تھیں کہ اس نے بلخ کی تسخیر کے ارادہ سے اُزبکوں کا ٹڈی دل لشکر فراہم کرلیا ہے۔ جس میں اوزبک اور المانی قبائل شامل ہیں۔ جس کا تہائی اور چوتھائی حصہ اطراف سے جمع ہوکر پیش قدمی کر رہا ہے۔ درندے المانی قلعوں پر وقت بے وقت حملے کرتے رہتے ہیں۔ اور موقع پاکر اب تک انھوں نے ایک بڑی جماعت کو قتل کر دیا ہے۔

ان کے حملوں سے قریب تھا کہ مفتوحہ قلعہ ہاتھ سے نکل جاتے کہ سعادت خاں خبر پا کر ان کی سرکوبی کے لئے وہاں پہنچ گیا۔ اس ظالم گروہ نے وہاں کی رعیت اور امرائے سرکار کو جو نقصان پہنچائے ہم ان کی تفصیل سے قطع نظر کرتے ہیں۔ البتہ اس قوم کے حسب نسب کے متعلق چند فقرے درج کرنا چاہتے ہیں۔

**المانی قبیلہ کے حالات** کہتے ہیں المانی ازبک قزاقوں کی ایک شاخ ہیں ان کی خوراک پوشاک رہن سہن اور زندگانی انسانوں سے مشابہ نہیں۔ یہ نمک حرام وحشی صورت آدمیوں کا غول ہے جس کا پیشہ صرف زر و مال لوٹنا اور جمع کرنا ہے۔ یہ ہمیشہ ظلم و ستم خوں ریزی اور فساد انگیزی کرتے رہتے ہیں، جس کے مال متاع پر بھی نظر پڑ جاتے وہ اسے انتہائی سفاکی اور بے رحمی سے راہزنوں کی طرح لوٹ لیتے ہیں ایک آدھ مردہ ٹٹو کے لئے یہ خون آشام لوگ ایک دوسرے کو ہجوم کر کے قتل کر دیتے ہیں اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں۔ صف بہ صف جنگ میں ذرا سے دباؤ پر پیٹھ پھیر کر پسپا ہو جاتے اور لوٹتے ہوئے تیر چلانے اور بھاگ نکلنے کو بڑی بہادری سمجھتے ہیں۔ جب غارت گری کے لئے طویل سفر پر نکلتے ہیں۔ تو خیمہ وغیرہ کے محتاج نہیں رہتے ہلکے پھلکے بڑے سے بڑے فاصلہ کو ایک دو دن میں طے کر لیتے ہیں ایک پرانی چادر کے سایہ میں ان کے کئی ایک سردار بہ فراغت گذر کر لیتے ہیں۔ ان کی بہترین غذا گھوڑے کا خون ترش انجیل اور جو کا ستو ہے۔ اگر کسی نیم مردہ جانور کا بدبودار گوشت مل جائے تو ان کا عیش ہو جاتا ہے۔ ان کے گھوڑے ان کی طرح بڑے سخت جان ہوتے ہیں کہ ان کو کبھی کبھی جو اور گھاس کھانے کو ملتا ہے۔ مگر چالیس، چالیس، پچاس پچاس کوس کا دھاوا مارنے سے پیچھے نہیں ہٹتے۔ دریائے آمو بڑا مردم کش خوں خوار دریا ہے مگر اس دریا کو نہایت سرعت کے ساتھ اس طرح عبور کر لیتے ہیں جیسے یہ ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہو ان کے باقی اوصاف شاہجہاں نامہ میں تفصیل سے درج ہیں۔

**کابل کی طرف شاہی کوچ** بادشاہ سلامت آخر صفر میں تیسری بار کابل کی طرف روانہ ہوئے۔ سید خان جہاں کے بیٹے سید منصور کو لاہور کا قلعہ دار مقرر کیا۔ نذر محمد خاں کے بیٹوں اور متعلقین کو لاہور میں چھوڑ دیا کیونکہ وہ داراشکوہ کے ساتھ تھے اور وہ اپنی بیوی کی بیماری کی وجہ سے ساتھ نہیں جا سکتا تھا

اطلاع ملی کہ حکیم تقرب خاں نے نوے سال کی عمر میں انتقال کیا۔ بادشاہ نے اس کا خطاب تقرب خاں حکیم داؤد کو عطا کر دیا۔ سعید خاں ظفر جنگ کو عنایات شاہانہ سے نواز کر مع بیٹوں اور متعلقین کے شاہزادہ محمد اورنگ زیب کے پاس رخصت کر دیا۔

**راجپوتوں اور المانیوں کی لڑائی**

بلخ کے فساد کی نئی خبر یہ ملی کہ بلخ کے نواحی تھانیدار اوگر تیس کچھواہہ پر چند ہزار المانیوں نے آخر رات میں حملہ کر دیا۔ اوگر سین نے مقابلہ کا سامان کیا اور ایک تیز رو قاصد کو بلخ کے ناظم کے پاس کمک کے لئے بھجوا دیا اور کمک کے آنے تک اس جماعت کا مقابلہ کرتا رہا چنانچہ تین دن تک ان سے بڑی سخت لڑائی ہوئی جس میں راجپوتوں اور بادشاہی ادہیوں کی ایک جماعت کام آگئی۔ دشمن کے بھی بہت سے آدمی ہلاک ہوئے اسی اثناء میں بہادر خاں کی روانہ کردہ امدادی فوج آگئی اور المانی بھاگ کر بلخ کے نواحات میں پہنچے اور بہادر خاں کو خبر ملنے اور ان کے پیچھے فوج بھیجنے تک وہ بہت سارے گھوڑے اونٹ اور بکریاں ہانک کر اپنے ساتھ لے گئے۔

**المانیوں کا شب خون**

اس واقعہ کے کوئی ساڑھے چار پہر بعد بہادر خاں کی متعینہ فوج نیک نام خاں کی سرداری میں پہنچی وہ دو ہزار سواروں کو لے کر ان کے تعاقب میں نکلا تھا۔ جب مقابلہ ہوا تو ان کی ایک جمعیت ماری گئی اور باقی بھاگ نکلے۔ نیک نام خاں نے بہت زیادہ غنائم ان سے چھین لئے تھے۔ پھر اس کے گھوڑے بھی تھک چکے تھے۔ رات کی تاریکی بھی حائل تھی اس لئے اس نے وہ رات اسی جگہ بسر کرنے کا فیصلہ کیا۔ المانیوں کو اطلاع ہوئی تو وہ منحوس لوٹ کر آئے اور رات کی ڈیڑھ گھڑی گذرنے پر نیک نام خاں پر حملہ کر دیا۔ بہادر لشکریوں نے خوب جم کر جاں بازی دکھائی دونوں طرف سے کافی آدمی ہلاک اور زخمی ہوئے آخرکار المانی شکست کھا کر بھاگ گئے دوسرے دن صبح ان کے مقتولین کی لاشیں بکھری ہوئی نظر آئیں۔ ان میں نظر بیگ کی لاش بھی تھی جو اس گروہ کا بڑا سرغنہ تھا۔ یہ شخص شاہزادہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بادشاہی ملازمت اختیار کر چکا تھا۔ پھر قابو پا کر اپنی قوم سے جا ملا اور اپنے پرانے شغل میں لگ گیا۔ اب وہ ان کے ساتھ مارا گیا تھا اس کا سر کاٹ کر لایا گیا اور بلخ کے دروازہ پر لٹکا دیا۔

**المانیوں کی لوٹ مار**

بلخ کی طرح بدخشاں کے اطراف بھی المانیوں نے لوٹ مار شروع کردی۔ چراگاہوں سے رعایا اور فوج کے بے شمار جانور اور مویشی چرا کرلے گئے آخر بدخشاں کا حارس (محافظ) خنجر خاں ان کی سرکوبی کے لئے گیا اور بڑی بہادری کے ساتھ لڑکر اُن کو شکست دی بہت سوں کو قتل کردیا اور مویشی چھین لئے۔

**بدخشاں کے قلعہ دار کی پامردی**

ایک قابل ذکر واقعہ بدخشاں کے قلعہ دار قلیج خاں کی جنگ سے متعلق ہے یہ لڑائی اُس نے بارہ ہزار المانی سواروں سے لڑی تھی۔ چند دن تک مسلسل لڑائی ہوتی رہی قریب تھا کہ بدخشاں کا قلعہ ان کے ہاتھ چڑھ جاتے کہ بروقت قندز سے ابوالحسن اور راجہ راج روپ کمک لے کر پہنچ گئے اور قلیج خاں کے ہمراہیوں کے ساتھ جاں بازی دکھانے لگے۔ اس لڑائی میں محمد مراد داروغہ اور محمد زماں مشرف توپ خانہ کی ایک بڑی جمعیت اور بعض راجپوت مارے گئے۔ جو گھوڑے قلیج خاں کے پاس خریداری کے لئے آئے تھے قلعہ کے باہر ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان کو اندر لے جانے کی مہلت نہیں ملی تھی وہ سب لوٹ مار کرنے والوں کے ہاتھ لگ گئے اور محاصرہ طویل ہو گیا۔

اس محاصرہ کی تفصیل طویل ہو جائے گی۔ مختصر یہ کہ دو ہفتہ تک محاصرین اور محصورین کو پانی کا گھونٹ پینے تک کی فرصت نہ ملی ہر روز خوں ریز لڑائی ہوتی تھی اور دونوں طرف سے بکثرت آدمی مارے جاتے تھے۔ جب ایک اور فوج کی کمک پہنچنے کی اطلاع ملی تو المانی سرداروں نے حیلہ اور غداری کی نیت سے صلح کی سلسلہ جنبانی کی اسی دوران میں سخت بارش ہونے لگی اور توپوں بندوقوں سے کام لینا ممکن نہ رہا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر دشمن نے زبردست حملہ کیا اور شہر میں جو پانی آتا تھا اسے کاٹ دیا، محصوروں پر یہ بڑا تنگ وقت تھا مگر بہادر لشکری بڑی ہمت اور حوصلہ سے ان کا مقابلہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اطراف سے بادشاہی کمک پہنچ گئی اور یہ مفسد وہاں سے فرار ہو گئے۔

**سازشیوں کو سزائیں**

غوری میں شاہ بیگ خاں مامور تھا۔ غوری کے اکابرین میں سے خواجہ کلاں اور قاضی تیمور نے مخالفوں سے نامہ و پیام کے

ذریعہ سازش کی اور شاہ بیگ خاں پر حملہ کرنے کے لئے ایک فوج طلب کی مگر ان کی سازش کا پول کھل گیا اور وہ سب اپنی مکافات پر پہنچا دئیے گئے۔ اسی طرح بہت سارے ناگوار واقعات شاہی فوجوں کو پیش آئے ان سب کو ہم نظر انداز کر کے نذر محمد خاں کے بقیہ حالات کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

## نذر محمد خاں ایران میں

جب نذر محمد خاں اپنے بیٹے قتلق اور چند ازبک سرداروں اور اپنے غلاموں کے ساتھ ایران کی طرف روانہ ہوا تو خسرو کا بیٹا اور نذر محمد خاں کا پوتا قاسم چند امیروں جیسے یادگار قلی اور عاشور قلی وغیرہ کے ساتھ بارہ سرداروں اور تین سو سواروں کو لے کر راستہ میں آکر مل گیا ان سب کے ہمراہ نذر محمد خاں حاکم نشین شہر "مرو" میں پہنچا۔ ایک ہفتہ وہاں ٹھہر کر وہاں سے مشہد مقدس چلا گیا۔ وہاں اس نے گیارہ دن قیام کیا۔ جب دیکھا کہ حسب توقع شاہ ایران کی طرف سے ویسا استقبال اور مہمان نوازی نہیں کی گئی۔ جیسی آؤ بھگت اس کے بڑے بھائی کی ہوئی تھی تو اس نے وہاں سے لوٹ جانا چاہا۔ مرتضیٰ قلی خاں ناظم مشہد کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے قزلباشوں کی ایک جمعیت اس کے گھر پر پہرہ لگانے کے لئے روانہ کر دی۔ خان کو بڑی خجالت ہوئی اور ناچار وہ صفاہان کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب عراق کے تعلقہ بسطام میں پہنچا تو شاہ عباس نے محمد علی بیگ کو جو اس سے پہلے ہندوستان کی سفارت پر آیا تھا۔ نقد و جنس دے کر اس کی مہمان داری کے لئے روانہ کیا۔

## اصفہان میں شاہی استقبال

محمد علی بیگ کے پہنچنے کے بعد وہ کاشان کے راستہ اصفہان کے قریب آیا۔ بادشاہ نے خلیفہ سلطان کو جو ماژندراں کا شاہزادہ وزیر اور بادشاہ کا داماد تھا اس کے استقبال کے لئے بھیجا حسب الحکم اس کی پذیرائی کے لئے ایک کوس تک فرش بچھایا گیا جس میں پہلے رنگین اور چھینٹ کا کپڑا تھا اس کے بعد قلغی، دارائی، نیلک پھر مشجر اور زربفت بچھایا گیا تھا۔

ہندوستان کا طریقہ تو یہ ہے کہ پانداز کپڑوں کو سی کر تنات کی طرح بنا لیا جاتا ہے اور مہمان کی نظروں سے گذار کر اس کے توشک خانہ کے حوالہ کر دیا جاتا ہے۔ لیکن ایران میں واقعتاً اسے زمین پر بچھا دیا جاتا ہے اور پھر سواری کے عملہ وغیرہ کو انعام میں دیتے ہیں۔ نذر محمد خاں کے کہنے پر پانداز فرش وغیرہ اس کی سرکار میں دیدیا گیا۔

**شاہ ایران سے ملاقات** جب وہ شہر کے دروازہ پر پہنچا تو شاہ نے خود استقبال کیا اور خاندان صفویہ کے اعزاز وطریقہ کے مطابق مہمان نوازی کے مراسم ادا کئے۔ اور اس سے ملاقات کی پھر اسے شہر کے قریب اس باغ میں پہنچایا جہاں اس کے قیام کا انتظام کرایا گیا تھا۔ کھانے وغیرہ سے فراغت کے بعد شاہ اس کے ساتھ سوار ہو کر شہر میں آیا وہ تو اپنے محل کی طرف چلا گیا اور نذر محمد خاں کو اس مکان میں جسے پہلے سے مقرر کیا گیا تھا پہنچا یا گیا۔ دوسرے دن پھر بادشاہ اس کی ملاقات کے لئے گیا اور احوال پرسی کے بعد اپنے دولت خانہ کو لوٹ آیا۔ تیسرے دن نذر محمد خاں بادشاہ سے ملنے آیا تین گھڑی بیٹھ کر کھانا کھا کر واپس ہو گیا۔ بعد میں شاہ نے پھر نذر محمد خاں کو دعوت دی اس کے دریافت کرنے پر خان نے نوکروں کی شرارت بے وفائی ازبکوں کی نمک حرامی بیٹے کی نافرمانی کے شکوہ شکایتوں کا دفتر کھول دیا اور شاہ سے کمک دینے کی خواہش کی۔ اس وقت خلیفہ سلطان نے کہا۔ جب ازبکوں نے تمھارے بیٹے کا ساتھ دیا اور تمھارے مخالف بن گئے۔ ملک میں شورش برپا ہو گئی اور ملک ہاتھ سے نکل گیا تو اب کمک لے جانے سے کیا فائدہ ہوگا؟" نذر محمد خاں نے جواب دیا "تم سے کمک اور اللہ تعالیٰ سے نصرت مطلوب ہے "

**ناخواندہ مہمان** شاہ نے ایک بار اور چراغاں کرکے نذر محمد خاں کو ضیافت پر بلایا وہ دعوت میں بہت دل گرفتہ گیا تھا کیونکہ خلیفہ سلطان کا چبھتا ہوا جواب اس کے دل میں پھانس بن گیا تھا۔ غمزدہ اور شکوہ برلب اس نے چراغاں کی سیر کی اور اپنے گھر لوٹ گیا۔ اور بیمار ہو کر یا بہانہ کرکے خانہ نشیں ہو گیا۔ جب شاہ اس کی عیادت کے لئے گیا تو اس نے شاہ سے بے ادبانہ سلوک کیا۔ شاہ کے آنے اور لوٹنے کے وقت استقبال اور مشایعت کی رسم جیسا کہ چاہئے ادا نہیں کی۔ شاہ نے رنجیدہ ہو کر ہمراہیوں سے کہا۔ کیا کریں۔ "مہمان ناخواندہ ہدیۂ خدا است"۔ یہ سودائی مزاج آدمی تو میرے ساتھ اس طرح پیش آرہا تھا جیسے میں اس کے گھر پر کوئی حاجت لے کر گیا ہوں۔

**نذر محمد خاں کی ایران سے روانگی** اس کے نامعقول رویہ کے باوجود جس سے شاہ کی کلفت بڑھتی جاتی تھی۔ شاہ نے اس کی مہمانداری اور خاطر داری میں کوئی کمی نہیں کی۔ یہاں تک کہ نذر محمد خاں نے محمد علی بیگ

جہان دار کو بلا کر شکوہ آمیز پیغام دیا کہ " میں دعوت کھانے اور سیر چراغاں کے لئے نہیں آیا ہوں میں اپنے غدار بیٹے اور رمشہ اُزبکوں کی سرکوبی اور ہندوستان کی فوج کو نکالنے میں مدد کی اُمید لے کر آیا تھا مگر بادشاہ میرے حال پر متوجہ نہیں ہے اس لئے اب میرا ارادہ زیارت بیت اللہ کا ہے۔ اب شاہ مجھے اجازت دیدیں تاکہ میں اپنی بوڑھی ہڈیوں کو اس مبارک و مقدس مقام پر پہنچا دوں۔ شاہ نے جواب دیا "ابھی سفر کی تکان دور نہیں ہوئی ہوگی پھر آپ کا مزاج بھی ناساز ہے۔ چند دن باغوں، عمارتوں کھیتوں کی سیر کریں۔ اس کے بعد حسب خواہش سارے انتظامات عمل میں آجائیں گے" نذر محمد خاں نے جواب دیا " میں اس سے زیادہ صبر نہیں کر سکتا۔ اب بجز حجاز روانہ ہونے کے کوئی چارہ کار نہیں ہے " بادشاہ نے خلیفہ سلطان خان کو تسلی اور دل جوئی کے لئے بھیجا۔ نذر محمد خاں نے اسی طرح کے درشت جواب دیے۔ خلیفہ سلطان نے پھر سمجھایا کہ آپ کے لئے شاہ کی رضا جوئی ضروری ہے۔ سفر بیت اللہ کے لئے بھی آپ کو شاہ کی اجازت سے ہی جانا ہوگا۔ اس نے بگڑ کر جواب دیا " میں کسی کی مرضی کا پابند نہیں ہوں اور کل میں روانہ ہو جاؤں گا " دوسرے دن کہ اسے آئے ہوئے ابھی دو ہفتہ بھی نہیں ہوا تھا وہ شہر سے نکل کر اسی باغ میں چلا گیا جس میں آتے وقت اُس نے شاہ کے ساتھ کھانا کھایا تھا۔ دوسرے دن شاہ نے خلیفہ سلطان کے ساتھ دوسرے اور امرا۔ کو سودائی مزاج خان کے پاس بھیجا انھوں نے اسے تسلی دلاسا دیا۔ پھر شاہ خود دوسرے دن گیا اور مہمان کی دل داری کی اور بارہ لاکھ تومان جس کے چار لاکھ روپیہ ہوتا ہے اور کچھ مروارید اور زربفت کا سامان وغیرہ جو ہزار تومان سے زیادہ قیمت کا تھا تحفہ دیا۔ اور ایک منظم فوج سارو خاں کی سرکردگی میں دے کر اس کے ساتھ روانہ کی اور حاکم خراسان کے نام اس کی کمک کے لئے احکام لکھ دیے۔

**مشہد میں قیام**

نذر محمد خاں نے سارو خاں[1] سے کہا۔ مرض کی وجہ سے اس ملک کی سردی میرے لئے ناقابل برداشت ہے اس لئے میں مازندران کے راستہ کہ یہ علاقہ گرم ہے خود چلا جاؤں گا۔ تم میرے بچے قتلق محمد کو اور

---

[1] ساروخاں

اسباب وغیرہ لے کر مشہد چلے جاؤ اور وہاں میرا انتظار کرو۔ ہم وہیں پر ملاقات کریں گے چنانچہ وہ اپنے پوتے قاسم کو لے کر جدیدہ استر آباد کے راستہ بسطام اور وہاں سے مشہد پہنچا۔ سارو خاں اس سے پہلے وہاں پہنچ چکا تھا۔ اب اُس نے سارو خاں سے کہا میں مرو کے راستہ جاؤں گا پانی کی کمی کی وجہ سے اس راستہ سے ہمارے اور تمہارے لشکر کا جانا باعث زحمت ہوگا اس لئے تم اپنا لشکر لے کر باتش[ل] خراسان پہنچ جاؤ اور وہاں میرے خط کا انتظار کرو اور جس جگہ کے لئے بھی میں لکھوں وہاں تم پہنچ جانا۔

**مرو میں مشورے**

مشہد میں پانچ روز قیام کرنے کے بعد وہ اپنے بیٹے اور پوتے کو لے کر نکلا۔ جب مرو پہنچا تو بدخلقی اور سودامزاجی کی وجہ سے مرو کے حاکم علی قلی خاں سے اس کی نبھ نہ سکی اور وہ اس کو آزردہ کرکے مرو میں داخل نہیں ہوا بالا بالا نکل کر مرو سے چار کوس پر ٹھیر گیا۔ وہاں کچھ عرصہ ٹھیرنا ضروری ہوگیا۔ اسی اثناء میں کفش قلی خاں[ع] جو اس کا ایک مشہور اور خیر خواہ امیر تھا سو دو سو سوار لے کر پہنچ گیا اور کہا ۔" اوزبکوں کے سرداروں نے تمہارے پاس غدر آمیز خطوط لکھے ہیں اور تم کو بلایا اور اپنی اطاعت کا یقین دلایا ہے وہ اگرچہ اپنی ندامت کا بڑی عاجزی سے اظہار کر رہے ہیں۔ مگر خبردار ان کی باتوں کو سچ نہ جاننا اور سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا اس گروہ کو ختم کر دینے کے لئے تم کو پوری کوشش کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ تم کو ہلاک کرنے کے لئے تم سے زیادہ کوشاں ہیں۔"

**قلعہ میمنہ پر حملہ**

خان نے اس کی باتوں کی تصدیق کرالی پھر یہ طے کیا کہ قلماق قبیلہ سے جمعیت طلب کرکے پہلے قلعہ میمنہ پر فوج کشی کی جائے۔ چنانچہ پہلے اس نے اپنے لڑکے کو فوج دے کر اس قلعہ پر بھیجا۔ وہ دو ماہ تک قلعہ کا محاصرہ کئے پڑا رہا۔ مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ پھر خود نذر محمد خاں قلعہ پر گیا اور مزید ایک ماہ تک بڑی جدوجہد کی۔ اس نے فصیل کے نیچے چار نقب لگائی تھیں مگر محصوروں نے سراغ لگا کر تین سرنگوں میں سے بارود کا فتیلہ نکال لیا۔ ایک نقب کو البتہ آگ دکھادی گئی۔ جس

---

[ل] بادشاہنامہ میں "ہرات" لکھا ہے۔

[ع] بادشاہنامہ میں کفش قلی خاں لکھا ہے۔

سے پچیس گز تک دیوار کا ایک حصہ اڑ گیا۔ اسی وقت قلعہ دار کی مدد کے لئے، بہادر خاں کی روانہ کردہ بادشاہی فوج پہنچ گئی قلعہ دار شادماں بیگ بھی قلعہ سے اپنے آدمیوں کو لے کر نکل آیا۔ اور دونوں فوجوں نے حملہ آوروں پر بڑے سخت حملے کئے۔ اس لئے نذر محمد خاں کو کسی قسم کی کامیابی حاصل نہ ہوسکی، بلکہ وہ ایک جماعت کے ساتھ زخمی ہوگیا۔ اسی اثنا میں یہ خبر پھیل گئی کہ شاہزادہ محمد اورنگ زیب ایک بہت بڑا لشکر لے کر آرہا ہے' اس اطلاع پر خان بدحواس ہوکر فرار ہوگیا۔

## بلخ پر حملہ کا منصوبہ

اسی دوران میں اس کو یہ خبر بھی ملی کہ بہادر خاں شاہزادہ اورنگ زیب کے استقبال کے لئے بلخ سے نکل کر جائے گا۔ اس کے مشیروں نے مشورہ دیا کہ یہ موقع بہت اچھا رہے گا۔ اگر ہم اس وقت پایہ تخت بلخ پہنچ جائیں تو بعید نہیں کہ شہر کے لوگ اور اطراف و اکناف کے قبائل اور ہمارے ہواخواہ مدد کے لئے آجائیں۔ نذر محمد خاں نے اس خام خیالی پر پہلے کوئی توجہ نہیں کی۔ بعد میں یہ طے پایا کہ وہ اپنے بیٹے تغلق محمد کو تمام سرداروں اور فوج کے ساتھ بلخ کی تسخیر کے لئے روانہ کردے گا۔ اگر تغلق محمد کو اندرون و بیرون شہر کے حامیوں کی مدد مل گئی۔ اور اس کے ہاتھ مضبوط ہوگئے تو وہ نذر محمد خاں کو بلالے گا۔ غرض اس نے تغلق محمد کو تجربہ کار افسروں کے ساتھ روانہ کردیا۔ مگر اس کو بھیج دینے کے بعد ان لوگوں کی رائے تبدیل ہوگئی بعض نے کہا ایسے وقت میں منافق ازبکوں کے بھروسہ پر اپنے بیٹے کو فوج کے ساتھ بھیجا کردینا خلاف عقل ہے۔ ممکن ہے کہ تغلق محمد کو اس کے ہمراہی دھوکہ دے کر اپنی ترقی کا ذریعہ بنالیں اور اُسے بخوشی یا بجبر عبدالعزیز خاں کے پاس تحفہ کے طور پر پہنچادیں یا شاہزادہ محمد اورنگ زیب کے پاس چلے جائیں۔

## نذر محمد خاں کے اندیشے

نذر محمد خاں بھی ان باتوں سے سخت پریشان ہوگیا اور اپنے بیٹے کو اس مہم سے واپس بلانے پر تیار ہوگیا چنانچہ خواجہ عابد کو، جو ان باپ بیٹوں کا ہم راز تھا۔ تغلق محمد کو واپس لانے کے لئے روانہ کردیا۔ جب خواجہ عابد اس کے پاس گیا تو اُس کے ساتھیوں نے اس بات سے واقف ہوکر کہا، چونکہ نذر محمد خاں کا نصیبہ اس سے پھر گیا ہے۔ اس لئے اب وہ خواہ مخواہ کے وسوسوں میں گرفتار ہوگیا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم رگ اس کے بڑے بھائی کے پاس چلے جائیں اور اس

کی بے اندیشہ حکمرانی میں شریک کار بن جائیں۔ تغلق محمد نے ان کی باتیں سن کر بڑی خوش اسلوبی سے کام لیا اور ان کو اختیار دیدیا کہ جو چاہے لوٹ جائے اور جو چاہے ساتھ دے۔ بہرحال ان میں سے اکثریت نے اس کی رفاقت میں رہنا ہی پسند کیا۔

**المانیوں کی آمد**

ابھی یہ معاملات طے پا رہے تھے کہ محمد بیگ تلماق کی سرداری میں بارہ ہزار المانی سوار وہاں آ پہنچے، اور بتایا کہ عبدالعزیز خاں نے تمہاری تلاش میں ایک بہت بڑی فوج روانہ کر دی ہے کہ تم کو جہاں بھی پائیں خوشی ناخوشی اس کے پاس پہنچا دیں۔ ہم بھی اسی خدمت پر مامور ہیں۔ بہرحال یہ لوگ اس کے رفیق اور مددگار بن گئے اور اسے بڑی عزت اور احترام کے ساتھ عبدالعزیز خاں کے پاس تحفہ بنا کرے گئے۔ عبدالعزیز خاں نے اس کا استقبال کیا اور برادر نوازی کا ثبوت دیتے ہوئے اس کی خاطر مدارات کی۔

**اورنگ زیب کابل میں**

شاہزادہ محمد اورنگ زیب نے پشاور پہنچنے کے بعد حسب الحکم تمام بادشاہی ملازموں، جاگیرداروں اور نقدیوں (تنخواہ دار) کو تین ماہ کے واجبات ادا کئے پھر وہاں سے کوچ کرکے اوائل اردی بہشت میں کابل پہنچ گیا۔ وہاں تین دن قیام کیا اور وہاں کے آدمیوں کو بھی واجبات ادا کرکے اپنے ساتھ لے لیا اور امیر الامراء کے ساتھ آگے روانہ ہوگیا۔ جب لشکر درہ میں داخل ہوگیا تو کہمرد سے خلیل بیگ نے آکر ساری صورت حال بتائی اور مزید تحقیقات اور راستہ صاف کرنے کے لئے واپس چلا گیا۔

**خلیل بیگ کی مدافعت**

خلیل بیگ کے ساتھ صرف پانچ سو سوار تھے اور ازبکوں کی فوج ہزاروں کی تعداد میں اطراف کے غاروں میں گھات لگائے بیٹھی تھی۔ آخرکار ازبکوں نے اس پر اچانک حملہ کر دیا۔ خلیل بیگ نے بڑی بہادری اور پامردی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا اور اس وقت بڑی سخت لڑائی ہوئی اور دونوں طرف سے کافی آدمی مارے گئے۔ ازبکوں کے غالب ہونے کے باوجود خلیل بیگ اس دلیری سے مدافعت کرتا رہا کہ شاہزادہ کو خبر پہنچے اور وہاں سے کمک آنے تک اس نے ہتھیار نہیں ڈالے۔ آخر ازبک میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

## شاہی لشکر کی پیش قدمی

دوسرے دن اٹھاتے راہ میں خبر ملی کہ بکثرت ازبک اور المانی تین فوجوں میں تقسیم ہوکر اطراف کی کمین گاہوں میں چھپے بیٹھے ہیں۔ شاہزادہ نے امیرالامرا۔ کو پیغام بھیجا کہ وہ ہراول کی حفاظت کا اہتمام رکھے اور دشمن کے چھاپہ سے خبردار رہے۔ چنانچہ لشکر نے اس خوش انتظامی کے ساتھ پیش قدمی کی کہ ازبکوں کو مقابلہ پر آنے کی جرأت نہیں ہوئی اور اس دن جہاں بھی کوئی ازبک نظر آیا، تیروں اور گولیوں کا نشانہ بنا دیا گیا۔ دوسرے دن جب درہ کے تنگ راستہ سے لشکر باہر نکلا تو ازبکوں نے بھی ہاتھ پیر کھولے اور ان کی ایک جماعت نے لشکر سے آگے اور آس پاس کے آدمیوں کو زخمی کردیا۔ منزل بھر تک لشکر کو مسلسل لڑتے ہوئے سفر جاری رکھنا پڑا۔ ان پر جب بھی فوج حملہ کرتی وہ بھاگ کر چھپ جاتے پھر دوسری طرف سے نکل کر شرارتیں کرنے لگتے۔

جس وقت لشکر منزل پر پہنچا اور وہاں قیام کرنے لگا۔ ازبکوں نے بڑی شورش برپا کی اور دن بھر چھاپہ مارتے رہے۔ آخر شام کے وقت نہ معلوم کس طرف غائب ہو گئے۔

## ازبکوں پر دھاوا

رات کے وقت امیرالامرا۔ کو خبر ملی کہ تغلق محمد دس ہزار ازبک سواروں کے ساتھ کل بادشاہی لشکر کے مقابلہ پر آنے والا ہے۔ اس نے پانچ پانچ ہزار کی دو فوجیں، دائیں بائیں دو طرف سے آگے بڑھائی ہیں۔ امیرالامرا نے اس خبر کے ملنے پر امیروں اور تجربہ کار سرداروں سے مشورہ کیا۔ اور بہادر سرداروں کی کمان میں چار پانچ فوجیں ترتیب دیں اور ہاتھی نقارہ کے ساتھ غنیم کے مقابلہ پر ان کو متعین کردیا۔ یہ فوجیں کمانوں کے چلے چڑھائے تلواریں سونتے، نعرہ لگاتے اور گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے ازبکوں کی تلاش میں روانہ ہوئیں جہاں بھی ان کے جتھے نظر آئے ان کو تیروں بھالوں کا نشانہ بنالیا۔ بادشاہی فوج کے ہر دستہ کی مدد پر دوسرا دستہ برابر پہنچتا جارہا تھا۔ چنانچہ اس دھاوے میں بے شمار ازبک قتل اور اسیر ہوئے اور آخرکار شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ بادشاہی فوج کے چند دستوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اس دن فوج کے افسروں نے جس بہادری اور حسن کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ اسے شاہزادہ نے بہت پسند کیا اور اپنی خوشنودی

کا اظہار کیا۔

**اصالت خاں کا انتقال** بلخ کے ملکی اور مالی معاملات اصالت خاں کے ذمہ تھے۔ اس کا انتقال ہوگیا تو بادشاہ کو بہت صدمہ ہوا اس کی جوانی اور کارکردگی کو یاد کر کے بادشاہ نے بہت افسوس کیا۔ اصالت خاں کے انتقال کا صدمہ اس کے بھائی خلیل اللہ خاں کو اس درجہ ہوا کہ اس نے منصب سے استعفیٰ دے دیا اور ترک دنیا اور گوشہ نشینی کی اجازت طلب کی۔ بادشاہ نے اس کی بڑی تسلی تشفی کی مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا اور وہ سب کچھ چھوڑ کر گوشہ نشین ہوگیا اس کا بھی بادشاہ کو اور شاہزادہ کو بڑا ملال ہوا۔ بادشاہ نے اس کے پس ماندگان کو اپنی عنایات سے نوازا۔

**بادشاہ سلامت کابل میں** ربیع الاول کی آخری تاریخ کو بادشاہ کی سواری کابل میں داخل ہوئی۔ اس سال سعد اللہ خاں اور اسلام خاں صوبہ دار دکن ترقی کے انتہائی درجہ پر پہنچ گئے۔ دونوں کو سات ہزاری سات ہزار سوار کا منصب ملا جس کی برآورد بارہ ہزار سوار تک پہنچ جاتی تھی۔ ذوالقدر خاں ڈھائی ہزاری اور ڈھائی ہزار سوار کے منصب پر مامور تھا۔ اس کو پانچ صدی پانچ سوار کا اضافہ دیا گیا اور اس کے ہمراہ پندرہ لاکھ کا خزانہ دے کر بلخ روانہ کر دیا۔ شاہزادہ محمد شجاع نے بنگالہ سے آکر حاضری دی۔ شاہزادہ محمد شجاع کا منصب تو بحال ہوگیا تھا مگر اب تک اسے مجرا تسلیمات کی اجازت نہیں ملی تھی۔ حسب الحکم وہ بھائی کے استقبال کے لئے گیا اور شجاع کے ہمراہ قدم بوس ہوکر اپنے قصوروں کی معافی چاہی۔ دارالسلطنت لاہور کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ سید جلال بخاری صدر الصدور کا انتقال ہوگیا ہے۔ راجہ جے سنگھ کو بادشاہ نے ہزاری ہزار سوار کا اضافہ خلعت اور جمدھر عطا کیا اور بلخ پر متعینہ افواج کے لئے بیس لاکھ روپیہ دے کر نامی گرامی راجپوت سرداروں کے ساتھ اسے روانہ کر دیا۔

**اوزبک فوج کی آمد** عبد العزیز خاں نے بھی بادشاہی فوجوں کے مقابلہ میں ایک نہایت ہی منظم باقاعدہ فوج جو پورے ساز و سامان سے لیس تھی روانہ کردی۔ یہ اس کی ہراول فوج تھی جو توران کے ایک نامی گرامی سردار

بیگ اوغلی خاں کی سپہ سالاری میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب کے مقابلہ پر آئی تھی۔ عبد العزیز خاں نے اس فوج کو دریائے آموں سے آگے بڑھ کر فوج کشی کرنے کی تاکید کردی تھی۔ ہراول کو روانہ کرنے کے بعد وہ ایک بھاری لشکر تیار کرنے میں مصروف ہوگیا۔ بہادر خاں کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے رام سنگھ کو بلخ میں چھوڑ دیا اور خود ایک فوج لے کر شاہزادہ کے استقبال اور غنیم کا راستہ روکنے کے لئے روانہ ہوگیا۔

## نذر محمد خاں کی اطاعت

جب بادشاہزادہ کی سواری پل کے قریب پہنچی تو وہاں نذر محمد خاں ازبکوں سے مڈبھیڑ ہونے سے پہلے شاہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ یکم جمادی الاول کو شاہزادہ کی سواری بلخ میں داخل ہوئی۔ شاہزادہ نے قلعہ کو جس کا دور بلحاظ پیمائش پانچ کا ہے، اندر اور باہر سے اچھی طرح دیکھا بھالا اور اس معائنہ کے بعد شہر سے باہر چھاؤنی ڈال دی۔ اسی وقت یہ خبر اڑی کہ عبد العزیز خاں نے دو بھاری فوجیں قتلق محمد اور بیگ اوغلی خاں کی کمان میں بلخ کی سرحد پر بھیج دی ہیں۔ شاہزادہ نے شہر کا نظم ونسق درست کیا اور بلخ کے اکابرین کو جو عبد العزیز خاں کے خاندان سے رشتے ناطے رکھتے تھے۔ نیز خواجہ پارسا اور دوسرے شرفا کے نام لیواؤں کو انعام واکرام سے نواز کر اپنا ہم نوا بنالیا خاص طور سے ان لوگوں کو جن سے مخالفت کا اندیشہ تھا حسن تدبیر سے اپنے موافق کرلیا۔ مادھو سنگھ اور رتن کو شمشیر خاں کے ساتھ بلخ کی حفاظت پر مامور کیا گیا۔ سب کی تین تین ماہ کی تنخواہیں اور واجبات ادا کردیئے۔ ان سارے کاموں سے شاہزادہ نے تین دن میں فراغت حاصل کرلی۔

## ازبکوں کا زبردست حملہ

سارے انتظامات سے فارغ ہونے کے بعد شاہزادہ نے فوج کے نظم وترتیب پر توجہ دی، باقاعدہ فوج بندی کرائی۔ بہادر خاں کو اس کے ہمراہیوں کے ساتھ ہراول پر مقرر کیا۔ امیر الامرا کو میمنہ پر اور سعید خاں کو میسرہ پر مقرر کرکے کوچ کردیا۔ راستہ کی حفاظت اور ندی نالوں پر پل باندھنے کے لئے تجربہ کار آدمیوں کو مقرر کیا۔ جب لشکر تیمور آباد کے موضع پر پہنچا تو غنیم کے قریبی فاصلہ پر قیام کرنے کی خبر ملی شہزادہ نے اپنے لشکر کو بھی ایک ترتیب کے ساتھ اسی جگہ ٹھہرادیا۔

دوسرے دن جب لشکر سوار ہو رہا تھا۔ بہادر خاں اور امیر الامراء تو کوچ کرکے روانہ بھی ہو چکے تھے۔ چاروں طرف سے ازبکوں اور المانیوں نے لشکر گاہ پر اچانک حملہ کر دیا۔ بادشاہی فوج کے بہادر بھی موقع پر پہنچ گئے اور ان کا مقابلہ کرنے لگے۔ امیر الامراء اور بہادر خاں کی راستہ ہی میں دشمن سے مڈبھیڑ ہو گئی اور ایک سخت جنگ چھڑ گئی۔ ان کی مدد کے لئے شاہزادہ نے راجہ ستر سال اور الہ وردی خاں کو مدد دے کر بھجوایا۔ سعید خاں اپنے خیمہ میں بیمار اور فریش تھا۔ ازبکوں نے اس کی خیمہ گاہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ سعید خاں باوجود کمزوری کے ان کے مقابلہ پر آگیا اور ہر طرف بڑی تندومد سے لڑائی ہونے لگی، توپوں کی گرج بندوقوں کی دھنادھن اور آتشیں بانوں کے زناٹے موت کا پیام دینے لگے۔

## ازبکوں کی پس پائی

دائیں بائیں سے تین تین چار چار ہزار المانی اور ازبک سوار سیل بلا کی طرح بڑھ بڑھ کر حملہ کرتے جا رہے تھے۔ تیرو تفنگ کی بوچھاڑ ہونے لگتی تو بھاگ جاتے اور پھر اکٹھا ہو کر حملہ کر دیتے تھے، اور نہایت تیزی طراری سے بادشاہی آدمیوں کو قتل کر کے نکل جاتے تھے۔ آخر کار بہادر خاں نے اپنے مقابل کی ازبک فوج کو مار مار کے بھگا دیا۔ امیر الامرا کی فوج نے بھی کمک پہنچنے سے پہلے بڑی بہادری کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا اور بکثرت ازبکوں کو مقتول اور زخمی کر دیا اور ان کو شکست دے کر ان کے سرداروں کے ڈیروں تک لپا کر دیا اور قتلق محمد کے خاصہ کے گھوڑوں میں سے چند گھوڑے چھین کر لوٹ آئے۔

## سعید خاں اور اُس کے بیٹے

سعید خاں کمزوری کی وجہ سے گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتا تھا اس لئے اس کا بخشی چار پانچ سو سواروں کو لے کر حملہ آوروں کے مقابلہ پر گیا اس کے ہمراہیوں کی ایک جماعت ماری گئی اور وہ مغلوب ہو کر دشمن کے گھیرے میں آگیا۔ سعید خاں نے اپنے دونوں بیٹوں لطف اللہ خاں اور خانہ زاد خاں کو اس کی کمک پر بھیجا۔ دونوں بہادر نوجوانوں نے بڑھ کر حملہ کیا ان کے بھی ہمراہی مارے گئے خود ان کو تیروں کے زخم لگے، آخر انھوں نے باپ سے مزید کمک طلب کی۔ سعید خاں بیماری اور فاقہ کی وجہ سے نڈھال ہو رہا تھا مگر شیر کی طرح دہاڑتے ہوئے وہ میدان میں پہنچ گیا اور اس انبوہ پر جو اس

کے بیٹوں وغیرہ پر ہجوم کئے ہوئے تھا حملہ کردیا۔ اس وقت بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ اسی دوران میں سعید خاں کے گھوڑے کا پاؤں ایک گڑھے میں اُتر گیا اور سعید خاں زخمی ہوکر نیچے گر پڑا۔ اس اثناء میں دو تین زخم اور اُسے لگے۔ مگر پھر بھی وہ شیر دل بہادر اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنے تین چار حریفوں کو مار گرادیا۔ اس وقت باپ کی مدد کے لئے لطف اللہ خاں دوڑا۔ دشمن نے اس پر تیروں کی بوچھار کردی اس کے سر اور سینہ پر پے درپے کئی تیر لگے اور وہ گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے ہی ختم ہوگیا۔ خان زاد خاں بھی بڑی سخت لڑائی کے بعد گھوڑے سے گر پڑا۔ جب ازبکوں کے غلبہ کی خبر شاہزادہ کو پہنچی تو شاہزادہ نے بہ عجلت اپنے ہاتھی کا رخ اس جانب پھیردیا ؎

تہمتن بہ شوریدہ زین آگہی
بجنباند دیہیم شاہنشہی

شاہزادہ کی فوج مغلوب سعید خاں کی مدد کے لئے نقارے بجاتے ہوئے اور توپوں سے گولہ باری کرتے ہوئے محاذ پر پہنچی تو ازبکوں نے آگے بڑھ کر حملہ کردیا۔ اور دونوں فوجوں کے درمیان ایک خوں ریز لڑائی شروع ہوگئی ؎

| | |
|---|---|
| شد آں لحظہ ہول قیامت عیاں | بگردوں برآمد نفیر و فغاں |
| سپاہی چو دریائے جوشاں بجنگ | ہمہ تیز کردہ بہ بیدا و چنگ |
| ہمہ جنگ را تنگ لبستہ میاں | بگردوں برآوردہ گرز گراں |

## اورنگزیب کا استقلال

شاہزادہ نے جو معرکۂ رزم میں ہمیشہ نظم و ترتیب کا بہت خیال رکھتا تھا اور مناسب تدبیروں سے کام لیتا رہتا تھا، حکم دیا کہ دو کوہ پیکر مست ہاتھیوں کو حملہ آوروں پر دوڑایا جائے اور اُن کے ساتھ بہادروں کی جمعیت آگے بڑھ کر حملہ کردے اور توپوں کے دہانے دشمن پر کھول دیئے جائیں۔ یہ تدبیر کارگر ہوئی۔ بکثرت ازبک مارے گئے اور بڑی تعداد میں زخمی ہوکر بھاگ گئے۔ اس درمیان میں سعید خاں کے وفادار نوکروں نے موقع پاکر میدانِ جنگ سے اس کو اور اس کے دونوں لڑکوں کو اٹھا لیا۔ خان زاد خاں میں کچھ جان باقی رہ گئی تھی۔ اُس نے اشارہ سے اور اُکھڑی اکھڑی آواز میں باپ کا حال پوچھا۔ پھر ایک پہر بعد دنیا سے رخصت ہوگیا۔

بہر حال صبح سے شام تک سارا دن بڑی خوں ریز جنگ ہوتی رہی تھی، جس میں بادشاہی فوج کے بہادروں نے بڑی پامردی اور بہادری سے مقابلہ کیا تھا۔ آخر شاہزادہ کی سعی و تدبیر سے فتح حاصل ہوئی اور دشمن شام کے وقت شکست کھا کر پسپا ہوگیا۔ دونوں فریقوں کی لشکرگاہ میں چونکہ کچھ زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ دشمن کے شب خون کے اندیشہ سے بہت سے سرداروں نے ہاتھیوں اور گھوڑوں پر ہی طلایہ گردی کرتے ہوئے رات بسر کی۔

**اوزبکوں سے دوسرا مقابلہ**

دوسرے دن امیر الامراء نے عرض کیا کہ "دشمن کو مہلت دیئے بغیر ان کی لشکرگاہ پر حملہ کر دینا چاہیے" چنانچہ فوج کی ازسرِ نو تقسیم و ترتیب عمل میں آئی۔ باربرداری اور رسد کو بہادر راجپوتوں کی حفاظت میں دے دیا گیا اور دشمن کی لشکرگاہ پر حملہ کرنے کے لئے فوج نے کوچ کر دیا۔ مگر ابھی دشمن کے کیمپ تک پہنچنے نہ پائے تھے کہ ازبکوں کا لشکر بڑی تیاری کے ساتھ مقابلہ پر آگیا۔ گولہ باری شروع ہوگئی۔ آتشیں بان چھوڑے جانے لگے نشانہ بازوں نے تیروں کی بارش کر دی۔ بہادر کٹ کٹ کر گرنے لگے اور سپاہی بڑھ بڑھ کر حملہ کرنے لگے۔ دشمن کی تیراندازی سے بادشاہی لشکر کے بہت سے آدمی کام آگئے اس اثناء میں ازبک لشکر تین فوجوں میں تقسیم ہوگیا۔ دو فوجیں تو اپنے مقابل کے میمنہ اور میسرہ کی طرف بڑھیں اور تیسری بھاری فوج نے اچانک ہراول پر حملہ کر دیا۔ پہلی دو فوجوں نے بھی دونوں طرف سے مدد کی اور دس بارہ ہزار کمان داروں نے یک بارگی تیراندازی شروع کر دی۔ ان کی تیراندازی اس غضب کی تھی کہ ایک بڑا گروہ مارا گیا اور زخمی ہوگیا۔ توپ خانہ کے داروغہ اور دوسرے بہادروں نے سینہ سپر ہو کر ان کا مقابلہ کیا اور بڑی پامردی اور بہادری سے لڑتے رہے آخرکار ان کو اپنے مقابل سے ہٹا دیا۔

**اورنگ زیب کی فوجی چال**

اسی اثناء میں ان کا دوسرا سردار بیگ اوغلی تازہ دم فوج لے کر پہنچ گیا اور ہزیمت خوردہ دستہ کو پیچھے ہٹا کر اس نے ازسرِنو لڑائی چھیڑ دی ایک فوج تو اس نے ہراول کے راستہ روکنے کے لئے متعین کر دی اور باقی لشکر کو لے کر امیر الامراء کے مقابلہ پر پہنچ گیا۔ امیر الامراء اس حملہ کی اور ان کی تیرباری کی مدافعت کرتا رہا

قریب تھا کہ اس کی فوج شکست کھا جاتی۔ شاہزادہ ہاتھیوں کا غول لے کر مدد پر پہنچ گیا بہادروں نے حوصلہ پاکر بڑی ہمت سے دشمن پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے اور ایک بڑی جماعت کو بندوقوں کا نشانہ بنا دیا اور تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ ان حملوں سے ان کی جمعیت پراگندہ ہوگئی۔ عین اسی وقت شاہزادہ نے پہلے کے طے کردہ منصوبہ کے مطابق راجپوت سرداروں کی ایک جمعیت کو ازبکوں کی لشکرگاہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کر دیا۔ جب ازبکوں کو اس کی اطلاع ملی تو عجب سراسیمگی اور بدحواسی ان میں پھیل گئی۔ وہ اب تک جارحانہ لڑائی لڑ رہے تھے۔ مگر اس تدبیر کے بعد ان کی لڑائی مدافعانہ ہوگئی۔ اور ان کا ایک حصہ لشکرگاہ کی حفاظت کے لئے میدان سے نکل کر جانے لگا۔ بادشاہی فوجوں نے اس کا تعاقب کیا۔ ان کی بقیہ فوج کے پاؤں بھی میدان سے اکھڑ گئے اور وہ بُری طرح ہزیمت کھا کر بھاگے۔ ہندوستانی لشکر کو مال و اسباب بکثرت جیسے وغیرہ مالِ غنیمت میں ہاتھ آئے اور ہزاروں رعیت اور بادشاہی لشکر کے آدمی جو ازبکوں کی اسارت میں تھے، رہا ہوگئے۔

**بلخ کی طرف کوچ**

دوسرے دن خبر ملی کہ ازبکوں کی اس شکست سے پہلے عبدالعزیز خاں نے ایک بڑی فوج سبحان قلی کی سرداری میں بلخ پر حملہ کرنے کے لئے بھجوا دی تھی۔ اب قتلق محمد اور دوسرے سردار یہاں سے شکست کھا کر اس فوج سے جا کر مل گئے ہیں اور سب مل کر بلخ پر حملہ کرنے کی فکر میں ہیں۔ شاہزادہ نے اس خبر کے سنتے ہی بلخ کی طرف کوچ کر دیا۔ راستہ میں دو تین جگہ اس گروہ سے مقابلہ اور لڑائی ہوتی اور بڑی سخت جنگ چھڑ گئی۔ جس وقت بھی بادشاہی فوج کسی مشکل میں گرفتار ہو جاتی۔ شہزادہ اور امیرالامراء کی فوجیں اس کی کمک پر پہنچ جاتیں۔ بارہا ایسے مواقع آئے کہ بذاتِ خود شہزادہ اور علی مردان خاں کو لڑائی لڑنی پڑی اور بڑی سعی و جہد کے بعد لشکر اور لشکرگاہ دشمنوں کے ہجوم اور نرغہ سے نجات پاسکے۔

**سرِراہ مقابلے**

اسی اثنا میں یہ اطلاع بھی ملی کہ خود عبدالعزیز خاں باقی فوج لے کر اپنے لشکر میں آگیا ہے۔ اگرچہ یہ ہدایت کر دی ہے کہ اس کے لشکر میں نقارہ نہ بجایا جائے۔ اور وہ خود "قول" (لشکر رو وسطی دستہ) میں

نہ ہوگا اور سپہ سالاری کا جھنڈا اس کے ساتھ نہیں لہرایا جائے گا۔ عبدالعزیز خاں کے پہنچنے کے بعد ازبکوں کی تعداد مور و ملخ سے بھی زیادہ ہوگئی۔ وہ اندازہ و شمار سے باہر ٹڈی دل کی طرح تمام دشت و صحرا میں بکھرے ہوئے نظر آتے تھے۔ اس لاتعداد لشکر سے ہر روز اور ہر منزل پر جو مقابلے اور جھڑپیں ہوئیں، ان کی تفصیل احاطۂ بیان سے باہر ہے۔ بہر حال دونوں فریق ایک دوسرے کے مقابلہ پر کافی نقصان برداشت کر رہے تھے۔ روزانہ دونوں طرف سے کافی آدمی قتل اور زخمی ہوتے جا رہے تھے جب بھی بادشاہی فوج پر ازبک غالب آنے لگتے تھے، شاہزادہ بروقت کمک پر پہنچ کر ان کو بھگا دیتا تھا۔

## یادگار بیگ اور امیر الامراء کا مقابلہ

ایک دن دوران لڑائی میں نذر محمد خاں کا پرانا خادم یادگار بیگ جو میر توزک اور میر شمشیر تھا اور بڑا بہادر شہسوار سمجھا جاتا تھا۔ دو تین ہزار سواروں کو لے کر تلوار کھینچے امیر الامراء کے سامنے آگیا اور بعید نہیں تھا کہ اس کے حملہ سے سپہ سالار کا خاتمہ ہو جاتا مگر امیر الامراء فوراً تلوار کھینچ کر مقابل ہو گیا اور تیموری خاندان کی برکت سے حریف کو زخمی کر کے گرفتار کر لیا۔ جب اسے شاہزادہ کے سامنے حاضر کیا گیا تو شاہزادہ نے امیر الامراء کی تعریف کی اور اس کو سینہ سے لگا لیا اور امیر الامراء کی سفارش پر یادگار بیگ کے قصور معاف کر دیئے اور اسے بادشاہی عنایات کا امیدوار بنا لیا۔

## اوزبکوں کا تیسرا حملہ

دوسرے دن اوزبکوں کا پورا لشکر سوار ہو کر نکلا اور بڑی خوں ریز لڑائی کا سلسلہ چھڑ گیا اور خون کی ندیاں بہنے لگیں ؎

چو شد روبرو ہر دو قلب سپاہ — کشیدند شمشیر در رزم گاہ
دو لشکر در آمیخت با تیغ و تیر — بگردوں در آمد صدائی نفیر

اس دن ازبکوں کا غلبہ اس حد پر تھا کہ تین چار ہزار سوار برق رفتاری سے گھوڑے دوڑاتے ہوئے شاہی لشکر میں گھسے چلے آئے اور لشکر کے ذخائر اور بازار تک پہنچ کر بادشاہی عملہ کے اور امراء کی سرکار کے بے شمار اسباب سے لدے ہوئے اونٹ اور بازار کا سامان لے کر نکل گئے اور لشکر والوں کے بیوی بچوں کو بھی کافی

تعداد میں پکڑے گئے۔ امیرالامراء نے ان کا تعاقب کیا اور نبابت خود بڑی دلیری اور بہادری دکھائی۔ فریقین کے کافی آدمی ہلاک ہوگئے۔ آخر امیرالامراء بادشاہی فوج اور امیروں کی سرکار کے چند اونٹ ان سے چھین کر لاسکا۔ لشکر کے بازار والوں اور اہلِ فوج کو اس دن کافی نقصان پہنچا۔

## شاہزادہ کی چال

شاہزادہ نے ایک اور موقع پر بڑی تدبیر سے کام لیا۔ ایک دن جب کہ معرکۂ کارزار گرم تھا۔ خبر ملی کہ شادماں بیگ اور محمد طاہر خراسانی جسے بعد میں صف شکن خاں کا خطاب بھی ملا تھا۔ اپنے تھانہ سے کمک کے لئے آرہے تھے کہ تقریباً دو ہزار ازبک سواروں نے ایک دشوار گزار مقام پر ان کو گھیر کر محاصرہ میں لے لیا۔ دو سو بندوقچی اور کمان دار پامردی سے دشمن کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ کسی اور طرف سے کمک کی کوئی امید نہیں ہے۔ اگر انہیں مدد نہیں ملی تو وہ مارے جائیں گے۔ شاہزادہ نے اپنے خاصہ کی فوج میں سے اور امیرالامراء کی فوج میں سے سو دو سو سوار نکالے اور اپنی سواری کے نشان اور علامات ان کو دے کر کمک پر بھجوا دیا ازبکوں نے جب شاہزادہ کی سواری کی علامات دیکھیں اور انہیں معلوم ہوا کہ شاہزادہ بذات خود آرہا ہے تو وہ بدحواس ہوکر بھاگ گئے اور شادماں بیگ اور محمد طاہر شاہزادہ کے پاس جان سلامت لے کر گئے۔

## تھکا دینے والی طویل لڑائی

مختصر یہ کہ سترہ اٹھارہ دن تک آدمیوں اور گھوڑوں کو ستانے کا موقع نہیں ملا۔ حکم یہ تھا کہ روٹی کھانا وغیرہ ہاتھیوں کی پشت پر ہی پکایا جائے۔ چنانچہ اسی طرح کھانا پکتا تھا اور خاص آدمیوں تک اور جس جس تک پہنچایا جا سکتا تھا۔ پہنچ جاتا تھا روٹی ایک اور دو روپیہ میں مل رہی تھی پانی بھی اسی دام تھا اور وہ بھی کسی کسی کو ملتا تھا۔ شاہان سلف کی لڑائیوں میں کوئی لڑائی نہ ہوگی جو اتنے طویل عرصہ تک جاری رہی۔ اس لڑائی میں شاہزادہ اور امیرالامراء علی مردان خاں نے بعض جان نثار امیروں کی رفاقت میں جس مہارت اور بردباری سے سرداری کے فرائض انجام دیئے اور جس طرح وہ ہر نازک موقع پر خود بہ نفس نفیس محاذ پر پہنچتے رہے۔ عقل ان مثالوں کو دیکھ کر حیران ہو جاتی ہے۔ یہ بات پورے پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ازبک اور المانی ایک لاکھ بیس ہزار سے کم نہیں تھے۔ ازبک سردار شاہزادہ

کی شجاعت اور بہادری اور دشمنوں کے غلبہ و ہجوم میں حوصلہ مندی اور ثبات قدمی دیکھ دیکھ کر کہا کرتے تھے اگر ہمارے لشکر کو ایسا سردار مل جاتا تو ہم روم اور شام تک امیر تیمور کی طرح سارے ملکوں کو از سرِ نو فتح کر لیتے۔ بہرحال عبدالعزیز خاں اور اس کے دوسرے سردار عاجز ہو کر جنگ سے دست کش ہو رہے تھے مگر لڑائی اس نے جاری رکھے ہوئے تھے کہ چاروں طرف ہندوستان کی فوج ان کی سرکوبی کے لیے موجود تھی۔ دراصل دونوں طرف گھوڑے اور سوار اس قدر تھک گئے تھے کہ فوجوں میں نقل و حرکت کی طاقت نہیں رہی تھی۔

## عبدالعزیز خاں کا پیام

اسی درمیان میں یہ شہرت ہوئی کہ اعلیٰ حضرت شاہجہاں نے نذر محمد خاں کے قصور معاف کر کے اس ملک کو حوالے کر دینے کا ارادہ کر لیا ہے۔ عبدالعزیز خاں نے اپنا ایک ہوشیار آدمی شاہزادہ کے پاس بھجوایا۔ اور پیغام دیا کہ یہ سننے میں آرہا ہے کہ بادشاہ سلامت ولایت بلخ نذر محمد خاں کے سپرد کرنے والے ہیں اگر یہ واقعہ ہے تو پھر نذر محمد خاں کے بیٹے سبحان قلی خاں پر ہی یہ عنایت کی جائے کیونکہ وہ باپ کی نسبت زیادہ رعیت پرور اور آبادکار ہے میں بھی اسے اپنا بیٹا کہتا ہوں اور اسے میں نے قلیج خاں کا خطاب دیا ہے۔ امید ہے کہ یہ ولایت اس کو عطا کر دی جائے گی اور مسلمانوں کی یہ باہمی نزاع اور خوں ریزی ختم ہو جائے گی۔ شاہزادہ نے جواب میں کہلوایا کہ میں بادشاہ کے حکم کے بغیر کوئی جواب نہیں دے سکتا۔

دوسری بار جب کہ سواری بلخ کے قریب پہنچ گئی تھی۔ عبدالعزیز خاں نے پیغام دیا کہ اگر شاہزادہ توقف فرما کر اس جگہ قیام کر لیں تو میں بیگ اوغلی خاں اور یلنگ توش کو بعض پیغام دے کر گفت و شنید کے لئے بھجواؤں گا۔ شاہزادہ نے جواب دیا شہر قریب ہے وہاں جس کو مناسب جانو بھجوا دو۔ پیغامات کی اس آمد و رفت پر لشکر میں صلح کی افواہیں اُڑنے لگیں۔

## اوزبکوں کی بلخ سے روانگی

بادشاہی لشکر نے اٹھارہ جمادی الاول کو بلخ کے اطراف میں نزول کیا اور تین جگہ کیمپ لگایا۔ اس وقت عبدالعزیز خاں کے لشکر میں سے اوزبک اور المانی، گھوڑے اور گھوڑیاں فروخت

کرنے کے لئے بادشاہی لشکر میں آنے جانے لگے۔ شاہزادہ نے ان لوگوں کی آمدورفت کو بھی شبہ کی نگاہ سے دیکھا اور لشکر میں اس خرید وفروخت پر پابندی لگا دی، تاکہ دشمن اس ذریعہ سے لشکر کے اندرونی رازوں سے واقف ہونے نہ پائے۔ آخر یہ طے پایا کہ بلخ میں شاہزادہ محمد سلطان کو بعض امراء اور زخمیوں کے ساتھ چھوڑ دیا جائے اور جریدہ لشکر سے ازبکوں کی خاطر خواہ سرکوبی کی جائے۔ اس خبر کے پھیلنے پر المانی اور اکثر ازبک جن کا مشغلہ ہی لوٹ مار تھا اور اب تک اس لڑائی میں بجز تباہی کے ان کے حصہ میں کچھ نہیں آیا تھا بلکہ خود ان کا اپنا جوڑا ہوا مال اور اندوختہ ہاتھ سے جاتا رہا تھا، بڑے بددل ہوگئے اور عبدالعزیز خاں سے جدا ہوکر منتشر ہونے لگے یہاں تک کہ ان کے جتھے اندجان اور بخارا کی طرف ایک کے پیچھے ایک جاتے ہوئے نظر آتے تھے۔ مجبوراً عبدالعزیز خاں بلخ کے اطراف سے اُٹھ گیا اور بعض مقامات کو تاخت وتاراج کرتا ہوا روانہ ہوگیا۔ پہلے ہی دن ہندوستان کی فوج کے شب خون کے ڈر کر بیس کوس کا راستہ طے کرکے دریائے آموں کو عبور کر گیا۔

**فوجوں کی تعداد** اس جنگ میں ازبکوں المانیوں اور فوج کے باقاعدہ اور بے قاعدہ سپاہیوں کی تعداد کتنی تھی۔ شاہجہاں نامہ میں اس کا قطعی تعین نہیں ہے۔ اوزبکوں کی باقاعدہ فوج کے ساتھ بہت سے قبائل ہندوستان کی فوج کی شکست اور اس کو لوٹنے کی لالچ میں بھی جمع ہوگئے تھے اور شروع سے مصالحت کی بات چیت چھیڑنے تک برابر ان کی تعداد میں اضافہ ہی ہوتا جارہا تھا۔ البتہ "واقعات بابری" میں درج ہے کہ عبداللہ خاں والئ توران اور شاہ طہماسپ میں جو جنگ ہوئی تھی اس میں توران کی فوج ایک لاکھ پچاس ہزار سے کم نہ تھی اور ان کے مقابلہ میں قزلباشوں کی فوج چالیس ہزار سوار تک بھی نہیں پہنچتی تھی۔ پرانے بڑے بوڑھے جنھوں نے یہ لڑائیاں دیکھی تھیں اور دونوں لشکروں میں شریک رہے تھے، بتاتے تھے کہ عبدالعزیز خاں کے ہمراہ جو لشکر تھا وہ عبداللہ خاں کے لشکر سے زیادہ نظر آتا تھا۔ بہرحال جس تعداد کی تحقیق ہوئی ہے وہی ہم لکھتے ہیں کہ اوزبک فوج ایک لاکھ بیس ہزار سوار سے کم نہ تھی۔ جو بادشاہی فوج محمد مراد بخش کے ہمراہ متعین کی گئی تھی، وہ پچاس ہزار سوار تھی۔

اور محمد اورنگ زیب کے ہمراہ بھی پچاس ہزار سے زیادہ سوار متعین کئے گئے تھے مگر شاہزادہ کے جلد پہنچ جانے اور بعض راجپوتوں کے دیر سے پہنچنے کی وجہ سے اس وقت شاہزادہ کے ہمراہ جو جمعیت تھی وہ بس پینتیس ہزار سوار سے زائد نہیں تھی۔

**منصب داروں کی تعداد**

تاریخ شاہجہاں نامہ کی دوسری جلد کے خاتمہ میں جو جلوس کے بیسویں سال کے آخر تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ منصب داروں، جاگیرداروں، نقدی یابوں، تنخواہ داروں اور صوبجات کی جمع بندی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی پیروی میں چند باتیں ہم بھی یہاں نقل کرتے ہیں۔ اس سال تک دو سو کا منصب پانے والوں سے نو ہزاری جاگیرداروں تک تمام جاگیرداروں اور نقدی یابوں میں کوئی آٹھ ہزار منصب دار تھے۔ ان کے علاوہ توپ خانہ کے نقدی یاب اور احدیوں کی جمعیت سات ہزار کی تھی۔ یہ سب ملا کر پندرہ ہزار ہوتے تھے۔ ایک لاکھ پچاسی ہزار سواروں کو ملا کر یہ ساری تعداد کل دو لاکھ سوار تک جاتی تھی۔

**ہندوستان کی آمدنی**

جیسا کہ دفاتر میں درج ہے صاحبقران شاہجہاں کے جلوس کے بیسویں سال تک ہندوستان کے اکیس صوبوں کی جمع بندی کم و بیش حسب صراحت ذیل رہی۔

| | |
|---|---|
| صوبہ دار الملک دہلی | ایک ارب دام |
| صوبہ دار الخلافہ اکبر آباد (آگرہ) | نوّے کروڑ دام |
| 〃 دار السلطنت لاہور | نوّے کروڑ دام |
| 〃 اجمیر | ساٹھ کروڑ دام |
| 〃 دولت آباد | پچپن کروڑ دام |
| 〃 برار | پچپن کروڑ دام |
| 〃 احمد آباد | ترپن کروڑ دام |
| 〃 بنگالہ | پچاس کروڑ دام |
| 〃 الہ آباد | چالیس کروڑ دام |
| 〃 بہار | چالیس کروڑ دام |

| | |
|---|---|
| صوبہ مالوا | چالیس کروڑ دام |
| صوبہ خاندیس | چالیس کروڑ دام |
| صوبہ اودھ | تیس کروڑ دام |
| صوبہ تلنگانہ | تیس کروڑ دام |
| صوبہ ملتان | اٹھائیس کروڑ دام |
| صوبہ اوڑیسہ | بیس کروڑ دام |
| صوبہ کابل | سولہ کروڑ دام |
| صوبہ کشمیر | پندرہ کروڑ دام |
| صوبہ ٹھٹھہ | آٹھ کروڑ دام |
| صوبہ بلخ | آٹھ کروڑ دام |
| صوبہ قندھار | چھ کروڑ دام |
| صوبہ بدخشاں | چار کروڑ دام |
| ولایت بکلانہ | دو کروڑ دام |

---

(جلوس کا اکیسواں سال مطابق سن ایک ہزار ستاون ہجری ۱۰۵۷ھ)

اکیسویں سال کے آغاز میں یکم جمادی الآخر کو حسب معمول جشن سالانہ منعقد ہوا۔ چھوٹے بڑے عورت مرد عام وخاص سب عنایات شاہانہ سے سرفراز ہوئے۔

## ازبکوں کی شرپسندی

ازبکوں کی شرپسندی کی جب اطلاع ملی کہ وہ بلخ کے اطراف ہر طرف سے جمع ہو کر ملک اور رعیت کو تباہ کرنے کے درپے ہیں۔ بادشاہ نے شاہزادہ محمد مراد بخش کو کمک کے طور پر ازبکوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا اور رخصت کرتے وقت خلعت وغیرہ عطا کی۔

اس درمیان میں یہ اطلاع ملی کہ ازبک فوجیں دوبارہ لوٹ کر آرہی ہیں اور نذر محمد خاں حضور میں باریابی کے لئے روانہ ہوچکا ہے۔ چنانچہ اس کا عریضہ قصور کی معافی اور اظہار خوشنودی کی درخواست پر مشتمل پہنچا۔

ماہ مذکور کی گیارہ تاریخ کو شاہزادہ محمد مراد بخش کی بلخ کو روانگی منسوخ کر دی گئی اور اس کے نام واپسی کا حکم صادر ہو گیا۔ پھر اسے کشمیر کے صوبہ پر رخصت کر دیا گیا۔

## بادشاہ کی کابل سے واپسی

اوائل رجب میں بادشاہ نے کابل سے پنجاب کی طرف دارالخلافت (اکبر آباد) کے ارادہ سے کوچ کر دیا سہرند کے فوجدار اور امین تو درمل کو حسنِ خدمت کے صلہ میں اصل منصب میں اضافہ کر کے دو ہزاری ہزار سوار کا منصب عطا کیا۔ نجابت خاں حسب الحکم حضور میں جلد نہیں پہنچا تھا۔ جب وہ پہنچا تو اسے حاضری کی اجازت نہیں دی اور حکم ہوا کہ وہ کابل چلا جائے۔ دریائے اٹک عبور کرنے کے بعد شاہزادہ داراشکوہ نے لاہور سے آکر حاضری دی۔ بادشاہ نے شہزادہ کو ایک سو رتی وزن کا ایک الماس جس کی قیمت ایک لاکھ روپیہ تھی خلعت اور گھوڑوں کے ساتھ مرحمت کیا۔ عبدالرحمن اور نذر محمد خاں کے دوسرے بیٹے شاہزادہ کے ہمراہ باریاب ہوئے اور بادشاہ کی عنایتوں سے سرفراز ہوئے۔

## لاہور میں قیام

۱۰ شوال کو بادشاہ لاہور پہنچے۔ دو تین دن سے زیادہ قیام نہیں کیا اور دارالخلافہ کی طرف کوچ کر دیا۔ جب سواری سہرند پہنچی تو دکن کی رپورٹ سے دکن کے صوبہ دار اسلام خاں کے انتقال کی خبر ملی۔ اس کے بھائی سادات خاں کو جو دولت آباد کا قلعہ دار تھا اور محمد اشرف کو جو برہان پور کی نیابت پر مامور تھا، اور محمد غیاث[1] اور دوسرے اس کے بیٹوں کو حسب مراتب اضافے دیئے گئے اور اس کا مال و اسباب سرکار میں ضبطی سے معاف کر کے وارثوں کے حوالہ کر دیا۔ شاہنواز خاں صوبہ دار مالوا کو حکم ہوا کہ نئے صوبہ دار کے وہاں پہنچنے تک وہ دولت آباد جا کر وہاں کا بندوبست سنبھال لے۔

## بلخ سے دست برداری

نذر محمد خاں کا عریضہ حضور میں پہنچا کہ بارگاہِ شاہی میں حاضری سے پہلے اسے قلعۂ میمنہ عطا کر دیا جائے۔

---

[1] ن محمد صفی۔

بادشاہ نے فرمایا حاضری کے بعد ہی اس کے لئے خاطر خواہ رعایت کی جائے گی جو اس کی درخواست سے زیادہ بہتر ہوگی۔ اسی اثناء میں نذر محمد خاں کا پوتا محمد قاسم نذر محمد خاں کا خط لے کر حضور میں باریاب ہوا کہ وہ بیمار ہو گیا ہے اس لئے حاضری سے معذور ہے۔ بیماری کا تو صرف بہانہ تھا۔ اصل میں اس نے بے بنیاد وسوسوں اور بدگمانیوں کے سبب اپنا ارادہ فسخ کر دیا تھا۔ ادھر چونکہ بلخ کا معاملہ یہ تھا کہ وہاں کے اخراجات آمدنی سے زیادہ تھے پھر ہر سال ازبکوں کے فتنہ و فساد کا اندیشہ رہتا تھا اور دونوں طرف سے ہزاروں مسلمانوں کا قتل و خون ہوتا رہتا تھا۔ بادشاہ نے نذر محمد خاں پر رحم کھا کر بدستور سابق بلخ[1] اس کے حوالہ کر دیا اور شاہزادہ محمد اورنگ زیب اور دوسرے قلعہ داروں کے نام وہاں سے واپس آجانے کے احکام صادر کر دیئے گئے۔ کہتے ہیں بلخ اور بدخشاں کی مہم پر چار کروڑ روپیہ صرف ہوئے تھے۔ جتنے آدمی دونوں طرف سے مارے گئے اور رعیت کے مال و ناموس کا جو نقصان ہوا اس کا حساب کتاب اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

**اورنگ زیب کی واپسی**

۱۴ر شعبان کو شہزادہ محمد اورنگ زیب نے بلخ سے کوچ کیا۔ وسط رمضان میں وہ دروں کے دہانہ پر پہنچا۔ اس منزل پر شمشیر خاں چارہ رسد لانے کے لئے گیا تو سات آٹھ ازبک سواروں نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا اور بہت سے اونٹوں اور بیلوں پر قابض ہوگئے اور کافی آدمیوں کو ہلاک اور زخمی کر دیا۔ آخر بہادر خاں نے وہاں پہنچ کر شمشیر خاں کو اس خطرہ سے نکالا۔ غوربند پہنچنے تک اس گروہ سے تین دفعہ بڑی سخت لڑائی ہوئی ہر بار دونوں طرف ایک بڑی جماعت قتل اور زخمی ہوئی۔ غوربند پہنچنے کے بعد وہاں تھانہ قائم کرکے، ..... جو دس لاکھ روپیہ خزانہ کا جمع تھا۔ ہمراہ لے کر آگے روانہ ہوگئے۔

**ہزارہ قبیلہ کا حملہ**

جس دن درۂ غور سے روانگی ہوئی ہزارہ قوم کے ہزاروں آدمیوں نے شاہزادہ کے لشکر پر حملہ کر دیا اور ایک سخت

---

[1] ن۔ بلخ و بدخشاں۔

لڑائی کے بعد جو کچھ ہاتھ لگا انھوں نے لوٹ لیا۔ فوج اور تمام سردار بڑی طرح تنگ ہوگئے یہاں تک کہ حملہ آوروں نے خزانہ تک پر چھاپہ مارا، اس وقت بہادر خاں کمک پر پہنچ گیا اور اس معرکہ میں بادشاہی لشکر کے ہزاروں آدمی ہلاک اور زخمی ہوگئے اور رات کے ایک پہر تک لڑائی ہوتی رہی۔ اس ہلاکت سے بچ کر نکلنا محال معلوم ہو رہا تھا۔ ذوالفقار خاں اور نورالحسن خزانہ پر مامور تھے۔ دونوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور دلیرانہ جنگ لڑتے ہوئے خزانہ کو بچاکر نکال لے گئے۔ جب لشکر کوتل ہندوکش پر پہنچا تو راستہ کی تنگی، برف باری اور سردی کی وجہ سے بہت سے باربرداری کے جانور تلف ہوگئے۔ جو جانور بھی گرتا تھا آدمیوں اور چوپایوں کے قدموں میں روندا جاتا تھا جو سوار اور پیادہ بھی گر پڑتا تھا اُٹھنے کی اسے مہلت نہیں مل سکتی تھی۔

## برف میں ہولناک سفر

شاہزادہ اوائل شوال میں کابل پہنچ گیا تھا۔ بہادر خاں روہیلہ، ذوالفقار خاں اور خواجہ حسن خزانہ کے ساتھ پیچھے رہ گئے تھے۔ یہ لوگ بڑی سخت برف باری میں گھر گئے۔ برف اتنی شدت سے مسلسل ہوئی کہ پلک جھپکنے تک کی فرصت نہیں ملتی تھی۔ بے شمار آدمی اور جانور اس برف باری میں ضائع ہوگئے۔ پھر بہادر خاں اور ذوالفقار خاں کا ساتھ چھوٹ گیا۔ خزانہ کو لے جانے والے نصف باربردار جانور ضائع ہوگئے۔ ذوالفقار خاں نے جس طرح بھی بن پڑا۔ باقی ماندہ اونٹوں پر خزانہ کو بار کرکے شاہزادہ کے پاس بھجوا دیا۔ اب باربرداری کے لئے کوئی جانور نہیں رہا تھا۔ اس لئے بقیہ خزانہ کو لے کر وہ اسی جگہ ٹھیر گیا۔ رات دن برف پڑ رہی تھی اور مسلسل بارش ہو رہی تھی۔ اس نازک وقت میں ہزارہ قبیلہ کی ایک بھاری فوج پہنچ گئی اور اس نے خزانہ پر اور لشکر پر حملہ کردیا۔ اس وقت بھی بڑا سخت معرکہ برپا ہوا۔ بہت کم لوگوں کے اہل و عیال عزت و مال اس ہنگامہ میں محفوظ رہ سکے۔ ایک قیامت تھی جو اچانک ٹوٹ پڑی تھی۔ تقریباً چار پانچ ہزار گھوڑے بے شمار آدمی باربردار جانوروں کے ساتھ اس غارت گری کی نذر ہوگئے۔ بہت سے جانور تو برف میں دب کر مر گئے۔ یہاں تک کہ تمام جنگجو بہادر خزانہ کے اطراف پیادہ ہوکر دشمن کے حملوں کو روکتے اور دلیرانہ مقابلہ کرنے لگے۔ اور سب

کچھ چھوڑ کر اپنی جان اور خزانہ کو بچانے جانے کے لئے پورا زور صرف کر دیا۔ آخر ہزارہ قبیلہ کے لوگ بھاری مال غنیمت اٹھا کر فرار ہو گئے۔

## بہادر خاں کی کمک

بہادر خاں کو اطلاع ملی تو اُس نے حکم دیا جس کسی کے پاس بار بردار ہو وہ ذوالفقار خاں کے پاس جانور پہنچا دے جب افغانوں نے باربرداری دینے میں تساہل سے کام لیا تو ان سے بھی لڑائی چھڑ گئی آخر بہادر خاں نے اپنے خاصہ کے اونٹ اور اپنے عزیزوں اور بیٹوں کے بار بردار جانور ذوالفقار خاں کے پاس پہنچا دیئے مگر بہادر خاں کے پہنچنے تک بہتیرے یعنی تقریباً پانچ چھ ہزار آدمی برف باری سے ہلاک ہو گئے۔ باقی جو بچے ان کا یہ حال تھا ہر شخص اپنی جان بچانے کی فکر میں لگا ہوا تھا۔ حتیٰ کہ باپ اور بیٹا تک ایک دوسرے سے غیر ہو گئے تھے۔

## خزانہ کی کابل روانگی

بہادر خاں اپنی فوج لے کر خزانہ تک پہنچ گیا مگر سرما اور برف سے جانور ٹڈی چھڑا رہ گئے تھے اور اس قدر کمزور اور ماندہ ہو رہے تھے کہ خزانہ اٹھانے کی سکت نہیں رہی تھی۔ ناچار یہ انتظام کیا کہ خزانہ کو تھیلوں میں تقسیم کر دیا اور شمار کر کے جمعداروں کی تحویل میں دیدیا کہ وہ گھوڑوں پر لاد کر روانہ ہو جائیں۔ اس درمیان میں بھی ہزارہ قبیلہ نے راستہ روک کر حملہ کیا اور ان سے ایک سخت لڑائی لڑنی پڑی' غرض بڑی سعی وجہد اور کوشش کے بعد وہ سارے خزانہ کو اور اپنی جانوں کو بچا کر ان خطرناک حدود سے نکل آئے اور کابل پہنچ کر اطمینان کا سانس لیا۔

## لال قلعہ کا معائنہ

جب بادشاہ سلامت دہلی سے پچاس کوس پر قصبہ کرنال پہنچے تو جعفر خاں کو دوسرے کارگزاروں کے ساتھ ضروری انتظامات کے لئے دہلی رخصت کر دیا کرمت خاں بادشاہی آدمیوں کی ایک جمعیت لے کر استقبال کے لئے آیا اور حاضری دی۔ بادشاہ کی سواری اوائل ذی الحجہ میں دہلی کے قریب پہنچی اور شہر سے باہر قیام کیا۔ دوسرے دن بادشاہ سوار ہو کر قلعہ شاہجہاں آباد کی نئی تعمیرات کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے۔ تخت نشینی کے بارھویں سال بادشاہ نے اس قلعہ کی تعمیر کے لئے غیرت خاں عرف کا مگار کو مقرر کیا تھا اور ۹ محرم سن ایک ہزار اڑتالیس

ہجری میں عمارتوں کی بنیاد رکھی گئی تھی آخر یہ قلعہ مکرمت خاں کے زیر انتظام تکمیل پایا بادشاہ نے معائنہ کے بعد بعض ضروری عمارتوں کی تعمیر کا حکم دیا کہ آئندہ جشن نوروز تک یہ عمارتیں فرش بچھانے کے قابل تیار کر دی جائیں۔ ان کی تکمیل اور ضروری سامان کی فراہمی اور بندوبست کے لئے عاقل خاں خوانی اور یوسف خاں کو وہاں چھوڑ دیا اور اکبر آباد کی طرف کوچ کر دیا۔

## حاکم سورت کا قتل

بندرگاہ سورت کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ سورت اور کھنبایت کے حاکم علی اکبر اصفہانی کو ایک ہندو نے بیہودہ گفتگو کے دوران جمدھر مار کر ہلاک کر دیا۔ بادشاہ نے مالوہ کے دیوان معز الملک کو جو پہلے بھی مذکورہ بندرگاہ کا تعلقہ دار رہ چکا تھا وہاں مقرر کر دیا۔

## مندسور کے حاکم کا قتل

مالوہ سے رپورٹ پہنچی کہ سرکار مندسور کا تیول دار (ٹھیکدار) جاں نثار خاں بھی قتل ہو گیا وہاں کے ایک شریر زمیندار کو سرکاری آدمیوں نے گرفتار کر لیا تھا۔ اسے جب خان کے سامنے پیش کیا گیا تو اس زمیندار نے اچانک جمدھر نکال کر گھونپ دیا' اور وہ اسی وقت ختم ہو گیا۔

## شاہجہاں کی ذہانت

۱۲ر تاریخ کو بادشاہ اکبر آباد میں داخل ہوئے۔ بادشاہ کی صفائی باطن اور روشن دلی کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ ایک دن ایک سو نر اور مادہ ہاتھی ملاحظہ شاہانہ سے گذر رہے تھے۔ تقرب خاں کی نظر ایک ہتھنی پر پڑی اور اس نے آہستہ سے علاء الملک کے کان میں کہا' اگر حضرت یہ ہتھنی مجھے عنایت کر دیں تو میری دلی مراد پوری ہو جائے۔ ابھی یہ سرگوشی ختم نہیں ہوئی تھی کہ بادشاہ نے تقرب خاں کی طرف متوجہ ہو کر کہا' یہ ہتھنی ہم نے تم کو بخش دی۔

## دکن کا الماس

حضور شاہی میں خبر ملی کہ قطب الملک کے تعلقہ میں ایک کان سے ناتراشیدہ الماس برآمد ہوا ہے جس کا وزن ایک سو آٹھ رتی ہے۔ حکم ہوا کہ قطب الملک کو لکھا جائے کہ وہ اس الماس کی قیمت معین کر کے پیشکش کی مقررہ رقم میں اسے بھجوا دے۔ حکم شاہی کے پہنچنے سے پہلے ہی عبداللہ قطب الملک آ الماس، الماس تراش کے حوالہ کر دیا تھا اور اس نے اس میں سے دس رتی کاٹ

دیا تھا جس دن یہ حکم پہنچا قطب الملک نے اس قیمتی ناتراشیدہ پتھر کو اسی حالت میں حضور شاہی میں بھجوادیا۔

**قندیل مرصع** یہ الماس بادشاہ کے پاس پہنچا تو اس میں سے مزید نشتر تی کٹ گئے تب کہیں جاکر سورتی کا دانہ جو بے عیب اور شفاف تھا نکل آیا اس کی قیمت ڈیڑھ لاکھ روپیہ لگائی گئی اس کے تراشیدہ ریزوں کی قیمت بیس ہزار روپیہ ہوئی۔ اتفاق سے اسی دن عنبر جلانے کا اگردان جو قندیل کی شکل کا بنا ہوا تھا ملاحظہ شاہی میں پیش ہوا اس کا وزن سات سو تولہ کا تھا اور قیمت پچاس ہزار روپیہ تھی۔ بادشاہ کو خیال ہوا کہ اس اگردان پر سونے کا جال بنوا دیا جائے اور اسے اس الماس کے ریزوں اور دوسرے جواہرات سے مرصع کر دیا جائے اور اس سورتی والے الماس کو اس کے سرپوش پر چڑھا دیا جائے۔ جب یہ بے نظیر قندیل تیار ہو گئی تو اس کی قیمت دو لاکھ پچاس ہزار روپیہ لگائی گئی۔

**ایک قیمتی نذرانہ** بادشاہ نے یہ قیمتی قندیل مزید ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ کے ساتھ جس میں سے نصف رقم تو نقد تھی اور باقی کی اشیا احمد آباد سے خرید کی گئی تھیں۔ کیونکہ وہاں سامان دوگنا ارزاں ہوتا ہے، مکہ معظمہ کی نذر کے لئے روانہ کردی یہ سعید احمد سعید کے ہمراہ بھیجی گئی جو اس سے پہلے بھی مکہ معظمہ نذرانہ لے کر گیا تھا اسے ہدایت کردی کہ شریف مکہ کو پچاس ہزار روپیہ کا نقد اور سامان دیدو اور باقی رقم وہاں کے مستحق نادار اور مسکین لوگوں میں تقسیم کردو اور قندیل روضۂ منورہ میں آویزاں کرادو۔

**نئے تقرر اور تبادلے** شاہزادہ محمد شجاع کو بادشاہ نے ایک لعل اور دوسرے لوازمات جن کی مجموعی قیمت ایک لاکھ روپیہ ہوتی تھی دے کر صوبہ بنگالہ پر رخصت کر دیا۔ شاہزادہ مراد بخش کو کشمیر سے طلب کر کے دکن کا صوبہ دار بنادیا۔ علی مردان خاں کے والد حسن بیگ کو جو ہزاری پانسو سوار کے منصب پر پہنچ گیا تھا کشمیر کے صوبہ پر متقرر کردیا۔

**بدن سنگھ کی بہادری** ایک دن راجہ بدن سنگھ بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوا تھا اس پر ایک مست ہاتھی نے اچانک حملہ کردیا۔ اور راجہ کو اس

کے ایک ہمراہی سمیت۔ جو راجہ کی مدد کے لئے پہنچ گیا تھا اپنے دانتوں کے نیچے دبا دیا راجہ اسی طرح دانتوں کے نیچے پڑے پڑے جمدھر نکال کر اس کی سونڈ میں گھونپ دیا۔ اس اثناء میں چرخی بانوں نے چرخیوں کو آگ دکھا دی اور راجہ اپنے ساتھی سمیت ہاتھی کے دانتوں سے صحیح سلامت نکل آیا۔ بادشاہ نے آفرین کہی اور اسے خلعت عطا کی اور اس کے ذمہ کی واجب الادا رقم میں سے پچاس ہزار روپیہ انعام دیدیا۔

## اورنگ زیب کا ملتان پر تقرر

شاہزادہ اورنگ زیب کو جو دریائے اٹک پر پہنچ کر حسب الحکم ٹھہر گیا تھا حکم دیا گیا کہ وہ صوبہ ملتان پر جسے اس کی جاگیر میں دیدیا گیا تھا چلا جائے۔ شاہزادہ کو اسی صوبہ کی آمدنی میں سے تیس لاکھ روپیہ عنایت ہوا۔

## شاہجہاں آباد میں داخلہ

اکبر آباد کی قلعہ داری بادشاہ نے باقی خاں کے سپرد کی اور خود ۱۲ر ربیع الاول کو دریا کے راستہ شاہجہاں آباد جسے دارالخلافہ کا نام دیا تھا روانہ ہو گئے۔ اسی ماہ کی ۲۴ر تاریخ کو بادشاہ کی سواری قلعہ پر پہنچی۔ یہ قلعہ آٹھ سال کی مدت میں ساٹھ لاکھ روپیہ کے خرچ سے تعمیر ہوا تھا۔ تعمیر کا انتظام پہلے غیرت خاں کے اہتمام میں شروع ہوا پھر اللہ وردی خاں تعمیرات کا داروغہ مقرر ہوا آخر اس کی تکمیل مکرمت خاں کے زیر انتظام ہوئی۔ قلعہ کی عمارت اور اندرون قلعہ محلات شاہی اور باہر (دیوان) خاص و عام اور حمام وغیرہ کی عمارتیں جلوس کے بیسویں سال جب کہ بادشاہ کابل میں تشریف رکھتے تھے مکمل ہو گئی تھیں۔ قلعہ میں بادشاہ سلامت ۲۴ر ربیع الاول سن ایک ہزار اٹھاون ہجری (۱۰۵۸ھ) چھ سات دن میں داخل ہوئے۔ بیگم صاحب کو چار لاکھ روپیہ نقد اور ایک لاکھ روپیہ کے مرصع آلات مرحمت کئے گئے۔ اسی طرح تمام حرم کی خواتین کو شاہزادوں اور امراء کو خلعت نقد رقم اور جواہرات عطا ہوئے۔ اس دن سعد اللہ خاں اور دوسرے ایک سو امیروں کو اضافہ اور دوسری عنایات سے سرفراز کیا گیا۔ بیس دن تک مسلسل یہ جشن منعقد رہا جس میں امراء فضلاء صلحاء شعراء اور ارباب طرب طرح طرح کے انعامات اور اعزازات سے نوازے گئے ایران، توران اور کشمیر کے مطرب اور رقاص اور ہندوستان کے مرد عورت اہل فن کو زر و جواہر کے تھال تقسیم کئے گئے۔ اہل حرفہ نے اپنے ہنر کے نمونے پیش کئے

اور جھولی بھر بھر کر سونے چاندی کے سکے لے گئے۔ بادشاہ کی فیض رسانی سے لوگوں نے اپنے گھروں میں برسوں کا ذخیرہ جمع کر لیا۔ کوئی گھر نہیں رہا جس میں خوشی اور مسرت کا گذر نہ ہوا ہو، ہر گھر میں آرزوؤں اور مرادوں کے دیئے جل اٹھے۔

لوگوں نے اس تقریب پر جو تاریخیں نکالیں ان میں سے یہ تاریخ بادشاہ کو پسند آئی۔؎

شد شاہجہان آباد از شاہ جہاں آباد

حقیقت یہ ہے کہ آسمان نے تاعمر اس کرۂ ارض پر ایسی نفیس عمارت اور ایسا خوش نما شہر نہ دیکھا ہوگا۔؎

تعالی اللہ چہ شہر است اینکہ از شان گذشتہ ہر بنائی او ز کیوان

ز طرحش ہند زیب و فر گرفتہ جوانی را جہاں از سر گرفتہ

جہاں را گر بہ از خود یاد باشد ہمیں شاہ جہان آباد باشد

بہ مصر از وسعت او تا خبر شد ز رشک از شام غم باریک تر شد

جگر از غیرتش خوں شد یمن را عقیق او گواہ است ایں سخن را

ز خوبی ہائی او ہر کہ کند یاد رود صد دجلہ اشک از چشم بغداد

ز خاکش مشک چیں بو می کند وام خطا باشد دراں بردن ز چیں نام

## بلخ کے محاصرہ کی اطلاع

انہی دنوں علی مردان خاں کی عرض داشت سے معلوم ہوا کہ عبدالعزیز خاں نے دوبارہ نذر محمد خاں پر فوج کشی کر کے بلخ کا محاصرہ کر لیا ہے۔ حکم دیا گیا کہ بہادر خاں، راجہ جیتھل داس وغیرہ میں امیر علی مردان خاں کے پاس جائیں اور اس کی تجویز کے مطابق نذر محمد خاں کی مدد کے لئے روانہ ہوں۔

## رائے رایاں کی آمد

رائے رایاں مدت سے ترک دنیا کر کے بنارس میں گوشہ نشین ہو گیا تھا۔ مگر دنیا کی محبت پھر اس کے گریباں گیر ہوئی اور اسے بادشاہ کے حضور لا کر کھڑا کر دیا۔ بادشاہ نے اسے ہزاری ذات اور ڈھائی سو سوار کا منصب عطا کیا دکن کی صدر دیوانی کے عہدہ پر مامور ہوا اور بگلانہ کی فوج داری بھی اسے مرحمت ہوئی۔

## (جلوس کا بائیسواں سال مطابق سن ایک ہزار اٹھاون ہجری (۱۰۵۸ھ)

**لال قلعہ کا جشن** سالانہ جشن حسبِ سابق شاہجہاں آباد کی نئی عمارتوں میں منعقد ہوا۔ شہر والوں نے خوشیاں منائیں چھوٹے بڑے ہر ایک کو انعامات و نوازشات سے مالا مال کر دیا گیا۔ دکن کی صوبہ داری پر شائستہ خاں کی جگہ شہزادہ مراد کا تقرر عمل میں آیا تھا۔ دونوں جشن سے فراغت پانے کے بعد شہزادہ کو اپنے لطف و عنایات سے عزت بخشی اور بیس ہزاری پندرہ ہزار سوار کے منصب پر فائز کر کے رخصت کیا۔ شاہ نواز خاں کو مالوا سے عارضی طور پر دکن کا انتظام سپرد کیا گیا تھا۔ شاہزادہ کے تقرر کے بعد اسے شاہزادہ کا اتالیق مقرر کر کے پانچ ہزاری پانچ ہزار سوار کا منصب جس میں دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ تھے مرحمت کیا گیا۔

**بہادر خاں کا تقرر** جب عبدالعزیز خاں اور نذر محمد خاں کے درمیان مصالحت کی خبر پہنچی تو بہادر خاں کو جسے فوج کے ساتھ رخصت کر دیا گیا تھا اس مہم سے روک دیا گیا اور ملتان کا صوبہ اس کے سپرد کر دیا اور دیوانیوں کے نام حکم صادر ہوا کہ بہادر خاں چونکہ عرصہ سے بغیر جاگیر کے خدمات پر مامور رہا ہے۔ اس لئے اس عرصہ کی تنخواہ اس کے مطالبات میں محسوب کر لی جائے اور اس سے مطالبہ نہ کیا جائے۔

قطب الدین کے بیٹے شیخ فرید نے کابل کی کمک پر مامور ہونے کے بعد تعمیل حکم سے انحراف کیا تھا اس لئے اسے منصب اور جاگیر سے معزول کر دیا گیا اور اس کے لئے روزینہ مقرر ہو گیا۔

**شاہ ایران کی یلغار** قندھار کے قلعہ دار خواص خاں کی عرض داشت سے اور خبر رسانوں کی زبانی اطلاعات سے معلوم ہوا کہ شاہ عباس چہارم (ایران) نے ۲۴ ربیع الاول سن اکیس جلوس میں ایک بھاری لشکر لے کر قندھار پر فوج کشی کرنے کے لئے صفاہان سے کوچ کر دیا ہے۔ ۱۰ شعبان کو وہ مشہد مقدس پہنچا اور اپنے ایک امیر کو اپنے آگے ہرات[1] روانہ کر دیا کہ وہ وہاں جا کر دس ہزار برقنداز سواروں کو فراہم کرے۔ خراسان کے تاجیک قبائل کے معمول کے مطابق کہ جب شاہ ایران کسی مہم پر جاتا ہے تو وہ بلا معاوضہ جاں نثاری کے لئے اس کے ساتھ پیش قدمی کرتے ہیں۔ اسے پانچ ہزار بیلداروں اور قلعہ شکنی کا سامان بھی تیار رکھنے کی ہدایات دی گئیں۔

---

[1] ان خراسان

سنا گیا کہ شاہ ایران نے یہ منصوبہ بنایا ہے کہ جب ماہ دے اور بہمن میں برف باری شدت سے ہونے لگتی ہے اور راستہ بند ہو جانے کی وجہ سے ہندوستانی فوج قندھار کو کمک نہیں پہنچا سکتی قلعہ پر حملہ کر دیا جائے۔ یہ بھی اطلاع ملی کہ شاہ نے شاہ قلی نامی ایک سفیر کو خط دے کر بادشاہ سلامت کے پاس بھیجا ہے۔ چنانچہ یہ سفیر قندھار پہنچ چکا ہے اور اب بارگاہ شاہی کے لئے وہاں سے روانہ ہو گیا ہے۔

## اورنگ زیب کا تقرر

ان اطلاعات کے بعد بادشاہ نے سعد اللہ خاں کو جو صاحب سیف و قلم امیر تھا ایک سو بیس روشناس نامی گرامی امراء کے ساتھ مقرر کر دیا اور اس لشکر کی سرداری صاحب شعور رستم جنگ شاہزادہ محمد اورنگ زیب کے تفویض ہوئی۔ اور اس لشکر کو قندھار کمک لے جانے کے لئے مامور کر دیا گیا۔ حکم ہوا کہ ساٹھ ہزار سواروں اور دس ہزار برقندازوں پر مشتمل فوج تیار کی جائے جن میں زیادہ تر سادات بارہہ ازبک افغان اور راجپوت ہوں۔ اس فوج میں ایران کے آدمی کم ہی رہیں۔ داراشکوہ کے نائب کو جو لاہور میں تھا حکم گیا کہ جب ایران کا ایلچی شاہ قلی وہاں پہنچے تو اسے وہیں روک لیں آگے نہ آنے دیں۔ اس اثناء میں اطلاع ملی کہ علی مردان خاں نے قندھار کے قلعہ دار کے لکھنے پر پانچ ہزار سواروں اور برقندازوں کو کاکر خاں، راجہ امر سنگھ اور احدیوں کے بخشی نورالحسن کی کمان میں کمک کے لئے روانہ کر دیا ہے اور ان کو پانچ لاکھ روپیہ بھی ادا کر دیا ہے اگرچہ اس فوج کی تعیناتی کا حکم دربار سے جاری نہیں ہوا تھا۔ بادشاہ نے ۳ ذوالقعدہ کو شاہزادہ محمد اورنگ زیب کو اس کے ہمراہیوں کے ساتھ اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کر دیا اور خود لاہور کی طرف روانہ ہوگئے۔

## اعظم خاں کی وفات

جون پور کے صوبہ دار اعظم خاں کے انتقال کی خبر پہنچی تو اس کے بیٹوں ملتفت خاں، میر خلیل اور میر اسحاق کو ماتمی خلعت اور اضافہ دیا گیا۔ جون پور کے صوبہ پر معتقد خاں کا تقرر عمل میں آیا۔

## ایک غلط فیصلہ

پہلے یہ ارادہ تھا کہ شاہزادہ محمد اورنگ زیب کو دارالخلافہ سے آگے روانہ کر دیں۔ پھر یہ طے پایا کہ لاہور تک بلکہ کابل تک ایک ساتھ بہ عجلت سفر کیا جائے تاکہ جاڑوں کی زحمت اٹھانی نہ پڑے۔ ناتجربہ کار آرام طلب

امراء نے لشکریوں کی خیرخواہی کے تحت عرض کیا کہ قزلباش' آذرِ دے اور بہمن' جاڑوں کے تین مہینے کسی سفر اور مہم پر نہیں نکل سکیں گے اور یہ جو خبر ہے کہ اس موسم میں شاہ عباس قندھار پہنچے گا غلط معلوم ہوتی ہے۔ اس علاقہ میں غلہ اور چارہ کی قلت کی خبریں بھی حضور میں پہنچائی گئیں۔ بادشاہ کے ذہن میں بھی یہ بات آگئی کہ فی الواقعہ ان تین چار ماہ میں جب کہ شدت سرما سے سفر ممکن نہیں قزلباش نقل و حرکت کی ہمت نہیں کریں گے اور پھر قندھار کا محاصرہ اور لشکر کشی جو حقیقت میں لشکر کشی کہلائی جا سکتی ہے۔ عمل میں نہیں آئے گی۔ لہٰذا بادشاہ نے کابل کا ارادہ فسخ کر دیا۔ اور یہ طے پایا کہ برف باری اور جاڑوں کا موسم لاہور میں بسر کیا جائے اور وہیں پر اطراف سے آنے والے امراء کا انتظار کیا جائے جن کو لانے کے لئے احکام جاری ہو چکے ہیں اور گرزبردار متعین کر دیئے گئے ہیں۔

## شاہ ایران کا اچانک حملہ

اس درمیان میں شاہ خراسان کے مزار سے شاہ عباس کے کوچ کرنے کی خبروں کی تحقیق کرائی جاتی رہی۔ شاہ کے وہاں سے کوچ کرنے اور قیام کرنے کے متعلق مختلف خبریں اڑ رہی تھیں اور فراغت طلب لوگ بڑے تذبذب اور بے یقینی کے عالم میں اپنے اپنے خیموں میں پڑے آرام کر رہے تھے اور سرمائی سفر اور کوچ و قیام کی زحمتوں سے بچ کر آرام سے سردی گذارنے کے خیال سے مطمئن و مسرور تھے کہ اچانک قلعہ قندھار پر شاہ عباس کے پہنچ جانے کی خبر وہاں کے قلعدار کی عرض داشت کے ذریعہ معلوم ہوئی۔

قلعدار نے لکھا تھا کہ شاہ ایران نے کثرت سپاہ کے غرور میں بڑی سخت کوشی کا مظاہرہ کیا ہے چنانچہ وہ اوائل ذالحجہ یعنی ماہ دے میں جب کہ زمین اور آسمان برف کی رسل بنے ہوئے تھے اور دنیا نے برف کا لحاف اوڑھ رکھا تھا اور دنیا والوں کو سردی سے جان بچانا محال ہو گیا تھا۔ پچاس ہزار کا ایک لشکر کہ جس میں قزلباش' ترک اور تاجیک ہیں ایک بھاری توپ خانہ کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے پہنچ گیا ہے۔ چونکہ اس کو اندیشہ تھا کہ بادشاہی لشکر کمک پر آ جائے گا اس لئے وہ برف باری کی پروا کئے بغیر کوچ پر کوچ کرتے ہوئے پہنچ گیا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا ہے جس قدر جلد ہو سکے بادشاہی لشکر محصوروں کی فریاد پر پہنچ جائے تو بہتر۔

## بادشاہی لشکر کی روانگی

اس عرض داشت پر شاہزادہ محمد اورنگ اپنے اتالیق سعداللہ خاں کے ساتھ چونتیس نامور امیروں کی افواج کو لے کر جن میں بیشتر سادات، ازبک، افغان اور راجپوت تھے روانہ ہوا۔ توپ خانہ سمیت اس کا لشکر ستر ہزار سواروں پر مشتمل تھا۔ تمام صوبہ داروں فوج داروں اور جاگیرداروں کو شاہی احکام پہنچ گئے کہ وہ گرز برداروں کے ہمراہ فوراً حضور میں پہنچیں جلدی کی وجہ سے شاہزادہ کو رخصت کے لوازمات و مراسم کا اہتمام کئے بغیر ملتان کے راستہ سے رخصت کر دیا گیا کہ وہ جلد از جلد ملتان پہنچ کر فوج کو فراہم کرنے اور لڑائی کی تیاریاں کرے۔ شاہزادہ کے لئے خلعت، گھوڑا، جواہر اور ہاتھی اس کے پیچھے سعداللہ خاں کے ہمراہ بھیجا گیا۔ دوسرے امراء کو حکم دیا گیا کہ وہ بنگش رود کے قریبی راستہ سے کابل اور وہاں سے قندھار پہنچ جائیں۔ حکم صادر ہوا کہ نقدی یاب قدیم ملازموں اور تنخواہ داروں کو اس تاریخ تک کے واجبات کے علاوہ فی نفر سو روپیہ کے حساب سے ادا کر دیا جائے اور تنخواہ داروں میں جو نئے ملازم ہیں اور ابھی ان کے اسناد اور کاغذات تیار نہیں ہوئے ہیں اور وہ قدیم و جدید منصب دار جن کے پاس جاگیریں نہیں ہیں۔ نقد سہ ماہی ادا کر دی جائے۔ رقوم کی ادائیگی کے لئے شاہی کارگزار مقرر کر دیئے گئے۔ اور گرز برداروں کو مقرر کیا گیا کہ وہ لشکر کو ٹھیرنے نہ دیں آگے بڑھاتے رہیں تاکہ لشکر سرما اور برف باری اور نشیب و فراز کا عذر کر کے بے ضرورت قیام نہ کرے نیز غیر ضروری سامان ساتھ نہ لے جائے، اور مسلسل کوچ کرتے ہوئے منزل مقصود کی طرف سفر کرتا رہے۔

اسی دوران میں شاہ ایران کا قورچی باشی حسن بیگ نامی ترکمان جو قندھار میں شاہ سے علیحدہ ہو گیا تھا بادشاہ کے حضور باریاب ہوا اسے خلعت، گھوڑا، طلائی خنجر نقد چار ہزار روپیہ اور ہزاری پانچ سو سوار کا منصب عطا کیا گیا۔

نذر محمد خاں کا ایلچی خواجہ جان خط اور تحفے لے کر آیا تھا اسے خلعت گھوڑا اور بارہ ہزار روپیہ عنایت کر کے رخصت کر دیا۔

## کابل روانگی

یکم ربیع الاول کو بادشاہ لاہور سے کابل کی طرف روانہ ہو گئے۔ ایک دن جب کہ دریائے بہت کو لشکر عبور کر رہا تھا اور بادشاہ ابھی دریا کے اس پار نہیں گئے تھے کہ قندھار کا گرز بردار بڑی برق رفتاری کے ساتھ انتہائی اضطراب میں جعفر خاں میر بخشی کے ٹھکانہ پر پہنچا اور زبانی اطلاع دی کہ میری روانگی کے بعد قزلباشوں کے قندھار پر

قابض ہوجانے کی خبریں پھیل گئی تھیں بلا فصل اس اطلاع کی تصدیق غزنین سے پہنچنے والے تیز رفتار قاصدوں کے مراسلات سے بھی ہوگئی۔ جعفر خاں نے خلوت میں بادشاہ تک یہ ساری اطلاعات پہنچا دیں۔

### قندھار کا محاصرہ

ہم قندھار کی اس مہم کی تفصیلات میں جانا نہیں چاہتے مختصراً یہ کہ حملہ آور فوج ایک ماہ تک مورچال اور نقب لگانے دلیرانہ حملے کرنے رات دن قلعہ میں گولہ اندازی اور آتشیں بان پھینکنے میں لگی رہی۔ قلعہ والے بھی باہر نکل نکل کر مورچوں پر حملہ کرتے رہے چنانچہ شاہ کے تقریباً دو ہزار آدمی اور بکثرت جانور ہلاک ہوگئے اور چار پانچ سو محصورین بھی کام آگئے۔ آخر شادی بیگ نامی ازبک کی بدحواسی اور قلعہ دار کے ہمت چھوڑ دینے کی وجہ سے کہ یہ لوگ کمک کا انتظار نہ کرسکے اور قزلباشوں کا دباؤ بھی قلعہ والوں پر بہت زیادہ ہوگیا تھا۔ انھوں نے شاہ کے سرداروں سے صلح کی گفت وشنید کرکے قلعہ ان کے حوالہ کردیا۔

### ایک جاسوس کی کارگزاری

کہتے ہیں ایک تجربہ کار جاسوس قلعہ سے شاہ کے لشکر میں چلا گیا تھا اس نے وہاں رہ کر حملہ آور فوجوں کی دقتوں، غلہ اور چارہ کے ذخیروں کی کمی اور ہندوستانی کمک کی خبروں پر ان کی بدحواسی کا اچھی طرح مطالعہ کیا تھا ساری معلومات حاصل کرنے کے بعد اس نے دشمن کے لشکر سے نکلنے اور قلعہ میں پہنچنے اور لشکر ایران کی حقیقی صورت حال سے آگاہ کرنے کی بڑی کوشش کی مگر وہ کسی طرح اس میں کامیاب نہیں ہوسکا۔ مجبوراً اس نے ساری تفصیل ایک کاغذ پر لکھی کہ "چارہ گھاس کی کمی، رسد کی نایابی، شدت سرما اور برف باری کی وجہ سے قزلباشوں کا حال نہایت تنگ ہے گھوڑوں میں جان نہیں رہی ہے وہ ہڈی چمڑا رہ گئے ہیں۔ بادشاہی لشکر کوچ بہ کوچ قندھار کی طرف آرہا ہے اور اب قزلباشوں کا لشکر ڈیرہ اٹھانے کی فکر میں ہے" اس نے یہ پرچہ ایک تیر سے باندھ کر قلعہ میں پھینک دیا اور اس طرح قلعہ والوں کو صورت حال کا صحیح علم ہوگیا۔ پھر بھی وہ اس قدر حواس باختہ ہوگئے کہ اس اطلاع سے فائدہ نہ اٹھایا اور ہتھیار ڈال دیئے۔

### قندھار کا سقوط

آخر کار قلعہ دار لڑیں صفر کو باہر آیا اور مال واسباب اہل وعیال کو بچانے کے لئے دو روز کی مہلت طلب کی۔ تیسرے دن شاہ

کا قلعہ دار محراب خاں قلعہ میں داخل ہو گیا۔ سابقہ قلعہ دار نے یہ شرط کرائی تھی کہ وہ باریابی کے وقت خلعت قبول نہیں کرے گا اور اسے رخصت کی فوری اجازت مل جائے گی چنانچہ وہ کاکر خاں، ابوالحسن اور دوسرے ہمراہیوں کے ساتھ شاہ ایران کی خدمت میں گیا تو بس گھڑی بھر بیٹھ کر احوال پرسی کے بعد اجازت لے کر اٹھ گیا اور سیدھے بادشاہ کے حضور روانہ ہو گیا۔ جب وہ بادشاہ سلامت کی بارگاہ میں پہنچا تو خجالت سے سر جھکائے ہوئے تھا آنسو بہہ رہے تھے اور اپنی سیاہ روئی کا کوئی عذر پیش کرنے کے قابل نہ تھا۔

## شاہ ایران کی واپسی

کہتے ہیں مختصر سے عرصہ میں محراب خاں کی فوج نے بست، زمین داور وغیرہ کو جو قندھار کے ماتحت قلعے تھے فتح کر لئے ان لڑائیوں میں ایرانی لشکر کے چھ سو سوار اور شکست خوردہ محصوروں کے نوسو سوار مارے گئے۔ سب قلعدار جان کی امان کا عہد لے کر مع ہمراہیوں کے محراب خاں کے پاس حاضر ہو گئے۔ اس نے ان کے ہتھیار اتروا لینے کا حکم دیا۔ بعض غیرت مند اسلحہ دینے پر راضی نہ ہوئے اور اپنی جان قربان کردی۔ بقیۃ السیف کو قزلباشوں نے قید کر دیا اور ان کے سرداروں، مال و اسباب اور اہل و عیال کے ساتھ شاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔

شاہ غلہ کی کمی گھوڑوں اور باربرداروں کے ضائع ہو جانے اور سرما کی شدت کی وجہ سے زیادہ دیر وہاں ٹھیر نہ سکا اور اواخر صفر میں قلعہ دار محراب خاں کے پاس دس ہزار بندوقچی چھوڑ کر فرہ اور ہرات کی طرف روانہ ہو گیا۔ آغاز محاصرہ سے قلعہ کی فتح کے بعد شاہ کے واپس ہونے تک کل ڈھائی ماہ کی مدت ہوئی۔

## شاہی فوج کی روانگی میں تاخیر

اب ہم شاہزادہ اور وزیر اعظم کی طرف توجہ کرتے ہیں روانگی کے وقت شاہزادہ کو اور سعداللہ خاں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ جہاں تک ممکن ہو جلد از جلد قندھار پہنچ جاؤ ممکن ہے کہ بادشاہی افواج کے پہنچنے تک شاہ ایران قلعے سے محاصرہ اٹھا کر چلا جائے اور اگر خدا نہ کردہ تمہارے پہنچنے تک قلعہ قزلباشوں کے قبضہ میں چلا جائے تو تم تامل نہ کرو گرم روی سے پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لو اور قلعہ والوں کو ٹھکانے سے بیٹھنے اور ذخیرہ جمع کرنے کی مہلت نہ دو۔ جب شاہزادہ ملتان پہنچا تو وہاں اسے لشکروں کے جمع کرنے اور ضروریات فراہم کرنے میں تاخیر ہوئی۔ ....

سعداللہ خاں بھی راستہ میں بے وقت بارش ہو جانے کی وجہ سے اور شاہزادہ کے انتظار میں

چند دن تک ٹھیر گیا۔ وسط صفر میں جب دونوں فوجیں ایک دوسرے سے قریب پہنچیں تو خلیل بیگ کا جسے راستوں کو صاف کرنے اور برف کاٹنے کے لئے بھیجا گیا تھا مراسلہ آیا کہ دروں اور راستوں پر برف بکثرت جمع ہو گئی ہے اگر مزید دیر ہے تو ایک ماہ کے اندر بدقت تمام مختصر سا راستہ بن سکے گا۔ اسی اثناء میں قندھار کے محاصرہ کی اور دشمن کے قبضہ میں چلے جانے کی وحشت ناک خبریں آتی رہیں۔ ادھر حضور سے مسلسل تہدید آمیز احکام وہاں جلد پہنچنے کے لئے چلے آرہے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو اطلاع ملی کہ شاہ ایران حصول مقصد کے بعد قندھار سے واپس چلا گیا ہے۔

## دشوار گزار سفر

اب لشکر نے پیش نظر راستہ چھوڑ دیا اور پہاڑوں کی بلندی پر چڑھائی شروع کردی جس کی بلندی دو ہزار سات گز تک پیمائش میں آئی ہے۔ ساری فوج پیادہ ہو گئی ضروری غیر ضروری سارا سامان وہیں چھوڑ دیا ان گھاٹیوں کو طے کرتے وقت کہ شاہ و گدا سب ایک حال میں افتاں وخیزاں بہ ہزار دشواری راستہ طے کر رہے تھے لوگوں کو بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ باربردار جانور دشوار گزار مقاموں سے جو گرے تو پھر ان کا نشان تک نظر نہیں آیا۔ بہت سے لوگ شدت سرما سے ٹھٹھر کر رہ گئے۔ نوکر اور غلام خالی ہاتھ اپنے آقاؤں کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ غلہ گھاس اور تمام غذائی اشیا اس قدر نایاب ہو گئیں کہ روٹی مہنگی تھی جان سستی۔ اس حال میں بہ مشکل کابل پہنچے یہاں پہنچنے کے بعد کچھ آرام ملا پھر بھی ایک روپیہ میں آدمی کا اور اس کے جانور کا پیٹ زندہ رہنے کی حد تک بھر جاتا تھا اگرچہ سیر نہیں ہو سکتا تھا۔ کابل میں چند دن گھوڑوں اور باربردار جانوروں کی خریداری میں لگ گئے کیونکہ اکثر لوگ پیادہ اور خانہ بدوش ہو گئے تھے۔

## کابل سے غزنیں تک

اوائل ربیع الثانی میں کابل سے کوچ کر کے لشکر غزنیں پہنچا وہاں گھاس اور چارہ مطلق دستیاب نہیں ہوا، خاص خاص آدمیوں کو غلہ ایک روپیہ میں ایک آثار اور گھاس ڈیڑھ آثار کے نرخ پر وہ بھی بہ مشکل دستیاب ہوتی تھی۔ لشکر بری طرح تنگ ہو گیا تھا۔ خبر ملی کہ غزنیں سے قندھار تک قزلباشوں کے تسلط کے سبب افغانوں اور جوڑوں کی غذا کا ملنا بالکل ناممکن ہو گیا ہے (جملتہ الملک) سعداللہ نے ساری صورت حال بادشاہ کے حضور لکھ بھیجی جواب میں حکم پہنچا کہ ملک گیری اور

آرام طلبی کا کوئی جوڑ نہیں بہرقیمت قندھار پہنچ کر قزلباشوں کو مہلت نہ دو کہ وہ ذخیرے جمع کر کے قلعہ میں جم کر بیٹھ جائیں. حوالی قندھار میں اب جو فصل کاٹی جائے گی اسے قلعہ میں پہنچنے نہ دیں بلکہ اپنے تصرف میں لے آئیں۔

ان احکام کے آنے پر سارے لشکر میں منادی کر دی گئی کہ وہ راستہ کے لئے رسد وغیرہ غزنین میں فراہم کریں. پندرہ دن قیام کرنے کے بعد وہاں سے کوچ کیا اور لشکر کو از سرِ نو ترتیب دے کر سات فوجوں میں تقسیم کر دیا پھر ہراول میمنہ اور میسرہ اور چنداول مقرر کر کے تین کوچ میں اس قلعہ پر پہنچ گئے جسے مٹی سے بنایا گیا ہے اور قندھار کی سرحد پر واقع ہے قزلباشوں نے اس پر بھی قبضہ کر لیا تھا مگر فوجوں کی آمد سن کر خالی کر کے بھاگ گئے تھے. اسی اثناء میں ملک حسن نواح قندھار کا زمیندار جو مجبوراً محراب خاں کی ملاقات کے لئے قلعہ میں چلا گیا تھا وہاں سے بھاگ کر سعداللہ خاں کے پاس پہنچا اور شاہزادہ کی خدمت میں حاضری دی. شہزادہ نے اسے خلعت مرصع خنجر اور دس ہزار روپیہ نقد عطا کیا۔

## قندھار کا محاصرہ

چودہ جمادی الاول کو قلعہ قندھار کے مقابل باغ گنج علی میں لشکر نے قیام کیا اور لوگ مورچال، نقب وغیرہ کا سامان تیار کرنے میں مصروف ہو گئے. تیسرے دن راجہ بہاؤ سنگھ وغیرہ اور بندگان بادشاہی کی ایک جمعیت نے قلعہ کو ایک جانب سے خالی دیکھا تو وہ اپنے سپہ سالار کو اطلاع دیئے بغیر جرأت کر کے آگے بڑھ گئے اور پہاڑ اور حصار کے دامن میں پہنچ کر ایک جگہ پناہ لے لی مگر قلعہ دار اور محصورین خبردار ہو گئے اور ادھر سے بڑی شدت کی گولہ باری اور آتش باری شروع کر دی، بادشاہی ملازمین کی کثیر تعداد اس معرکہ میں کام آگئی اور بڑا شور و ہنگامہ برپا ہو گیا. سعداللہ خاں کو جب معلوم ہوا تو اس نے اس کو پیغام بھیجا کہ بغیر حکم کے یہ جرأت بے جا اور بے محل ہے مگر اب وہاں پہنچنے کے بعد کھسک آنے سے قلعہ والوں کی جسارتیں بڑھ جائیں گی، اب حوصلے مضبوط رکھ کر جنگل کے درختوں کی پناہ میں پامردی سے ٹھیرے رہیں. ہم بھی اطراف واکناف سے کمک پہنچانے میں لگے ہوئے ہیں. بہرحال اس مقام پر بڑی مشقت اور آدمیوں کے نقصان کے بعد مورچہ قائم کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی۔

## ایران کے سفیر کی آمد

اب ہم بادشاہ سلامت کے سفر کا کچھ حال لکھتے ہیں ۔ جب بادشاہ سلامت نے حسن ابدال سے کوچ کیا تو اطلاع ملی کہ شاہ عباس کا فرستادہ شاہ وردی بیگ خط لے کر کابل پہنچ گیا ہے ۔ حکم ہوا گرز بردار جا کر اسے حضور میں لے آئے ۔ باغ فرح کی منزل میں شاہ وردی کے آنے کی اطلاع ملی چونکہ اسی دن احمد آباد سے شائستہ خاں اور جعفر خاں بھی آتے ہوئے تھے حکم ہوا کہ اس کو شائستہ خاں اور جعفر خاں کے پاس لے جایا جائے جو ایک دوسرے کے قریب ہی ٹھیرے ہوئے تھے اور علیحدہ نشست میں اس سے ملاقات کریں وہ جو خط لایا ہے۔

اس سے نہ لیں اور ہماری طرف سے اس کو کہیں کہ چونکہ شاہ ایران سے ہمارے دیرینہ تعلقات تھے اس لئے ہم نے قندھار کے قلعہ پر اپنے ایک مصاحب کو قلعدار بنا دیا تھا اگر یہ معلوم ہوتا کہ اُدھر سے ایسی حرکت کی جائے گی تو ہم وہاں کسی تجربہ کار جنگجو امیر کو قلعہ دار بناتے کہ اس کی جان بھی چلی جاتی تو وہ قلعہ کو ہاتھ سے جانے نہ دیتا ۔ چونکہ یہ معاملہ خلاف توقع پیش آیا ہے اس لئے جو بھی اس کا بدلہ ہوگا اس پر گلہ شکوہ نہ کیا جائے ۔ شاہ قلی کے شاہ ایران کا خط لے کر آنے کی اطلاع چونکہ قندھار کے محاصرہ کی خبر پہنچنے سے پہلے ملی تھی ۔ پھر اسی درمیان میں شاہ ایران کے قلعہ پر پہنچ جانے کی خبر بھی آگئی تو ہم نے حکم دیا تھا کہ شاہ قلی کو لاہور میں روک لیا جائے ۔ اب جب کہ محبت و اُلفت کا چشمہ غبار آلود ہوگیا ہے ۔ خطوط اور ایلچیوں کو بھیجنے سے کیا حاصل ؟ یہ دو رُخی اخلاص پسند اسلاف کے رویہ کے منافی ہے ۔ بعد میں حکم ہوا کہ شاہ وردی بیگ جلال آباد میں جا کر ٹھیر جائے ۔ کابل پہنچنے کے بعد شاہ ایران کے دونوں فرستادہ ایلچیوں کو اعزاز واکرام کے ساتھ رخصت کر دیا جائے گا ۔ اسی اثنا میں شاہ وردی بیگ کی پریشان حالی کی اطلاع ملی تو بادشاہ نے دس ہزار روپیہ مرحمت فرمایا۔

بادشاہ کی سواری اوائل جمادی الاول میں کابل پہنچی چوتھے دن بادشاہ علی مردان خاں کے گھر تشریف لے گئے جو پیش کش اس نے نذر دی اس میں سے بادشاہ نے ایک لاکھ روپیہ کا تحفہ قبول کر لیا۔

---

(جلوس کا تیئیسواں سال مطابق سن ایک ہزار انسٹھ ہجری (۱۰۵۹ھ)

## نذر محمد خاں کے خاندان کی واپسی

یکم جمادی الآخر کو سفر کے حالات کے مطابق تیئیسویں سال کا جشن منایا گیا۔

جو فساد نذر محمد خاں، عبدالعزیز خاں اور سبحان قلی خاں کے مابین برپا ہوا اور بڑے ہنگامہ کے بعد نذر محمد خاں نے جس طرح اپنی سلطنت کو مستحکم کر لیا۔ تفصیل میں گئے بغیر ان واقعات کا خلاصہ ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت شاہجہاں، نذر محمد خاں کے متعلقین اور فرزندوں کو اس کے پاس بھجوا دینا چاہتے تھے۔ اس درمیان میں نذر محمد خاں کے مسلسل خطوط آتے رہے، جن میں اُس نے اپنے متعلقین اور فرزندوں کو مع مدد خرچ روانہ کر دینے کے لئے لکھا تھا۔ بہرحال بادشاہ نے عبدالرحمٰن کو دوسرے ہمراہیوں کے ساتھ کہ یہ لوگ بادشاہ کی خدمت میں دو سال دس ماہ تک رہے تھے خلعت خنجر اور تلوار مرصع آلات خاصہ کا گھوڑا مع طلائی ساز کے اور نقد تیس ہزار روپیہ عطا کیا اور رخصت کے دن نذر محمد خاں کے لئے ایک لاکھ روپیہ اور ہاتھی اس کے حسب درخواست بھجوا دیا۔ اس سے پہلے بھی ایک لاکھ روپیہ عبدالرحمٰن اور محمد مراد ایلچی کے ذریعہ اس کے پاس بھجوا چکے تھے۔ نذر محمد خاں کا بیٹا خسرو باپ کے پاس جانے کے لئے تیار نہیں ہوا، کیونکہ اس کا دل ہندوستان میں خوب لگ گیا تھا وہ بادشاہی ملازموں کے حلقہ میں شامل ہو گیا۔ نذر محمد خاں کے متعلقین پر جملہ تین لاکھ روپیہ خرچ آیا اس کے علاوہ بھی اس کی بیگمات کو رخصت کے دن تک زیورات وغیرہ مرحمت ہوتے رہے۔

## بہادر خاں روہیلہ کی وفات

قندھار کی فوج کی اطلاع ملی کہ بہادر خاں روہیلہ جو بہادر کمان دار تھا فوت ہو گیا۔ اس کے قابل اعتماد اور کارآمد آدمیوں کو شاہزادہ اور سعد اللہ خاں نے اپنے عملہ اور بادشاہی جرگہ میں داخل کر دیا ہے۔ اس کے سات لڑکے تھے، ان میں سے بڑے لڑکے دلیل خاں کی عمر پندرہ سال تھی۔ بادشاہ نے اسے ہزاری پانچ سو سوار کا منصب عطا کیا۔ دوسرے بیٹوں کو بھی ان کی عمر کے مطابق منصب اور یومیہ مقرر کر دیا گیا۔ محراب خاں کے کوئی سترہ ساتھی شاہزادہ کے پاس آ گئے اور منصب خلعت اور نقد روپیہ سے سرفراز کئے گئے۔

**قلعہ قندھار پر حملے**

اب ہم محاصرہ کا حال لکھتے ہیں ایک طرف سے جملۃ الملک سعد اللہ خاں بڑی کوششوں اور کافی آدمیوں کی قربانی کے بعد خندق تک مورچے اور نقب پہنچانے میں کامیاب ہو گیا۔ دوسری طرف سے رستم خاں اور قاسم خاں اور دوسرے جاں باز بہادر بھی خندق تک مورچے اور نقب لے کر آگئے بلکہ دروازوں تک نقب کو پہنچا دیا۔ مگر محراب خاں روم کی لڑائیوں میں کافی لڑائیاں لڑ چکا تھا، اور قلعہ داری کا اسے طویل تجربہ تھا اس معاملہ میں وہ بڑا تجربہ کار شخص تھا اس نے قلعے کے نچلے حصہ سے رات دن توپوں اور بندوقوں سے ایسی گولہ باری اور آتش بازی کی کہ قلعہ کے نیچے مورچے لگ جانے کے باوجود کسی کو ہاتھ پیر ہلانے کی مہلت نہ مل سکی اور قلعہ والوں نے سرنگوں اور نقبوں کو گولہ باری کرکے تباہ کر دیا۔ ہر حملہ میں ہزاروں آدمیوں کے سر خندق میں جا پڑتے تھے اور اس محنت و تردد کا کوئی فائدہ نہیں ہو رہا تھا۔

**قزلباشوں کی فوج کشی**

جس وقت بھی قزلباش باہر نکل کر لشکر کے طلایہ گرد دستوں پر اور مورچوں پر حملہ کرتے تو سخت لڑائی ہوتی طرفین سے کافی آدمی قتل و اسیر ہو جاتے کبھی تو بادشاہی آدمی قزلباشوں کے پیچھے چڑھ جاتے اور وہ انھیں قلعہ میں پکڑے جاتے اور کبھی اس کے برعکس معاملہ ہوتا۔ ایک دن جب کہ قزلباشوں کی ایک جمعیت اسیر بنالی گئی تھی، ان کی زبانی معلوم ہوا کہ شاہ عباس نے ہرات پہنچنے کے بعد مرتضیٰ قلی خاں قورچی باشی کی سرکردگی میں بیس امیروں اور تیس ہزار سواروں کے ایک لشکر کو محراب خاں کی مدد اور ہندوستان کے لشکر سے مقابلہ کے لئے روانہ کر دیا ہے۔ ان میں سے تین چار ہزار سوار ہراول کے طور پر قریب پہنچ چکے ہیں۔ ایک قدیم بادشاہی ملازم جو ایرانی لشکر کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تھا اور وہاں ملازم ہو گیا تھا اس طرف جاسوسی کے لئے مقرر کر دیا گیا تھا، ان ہی دنوں وہ لشکر میں قلیج خاں کے پاس آیا جو پہلے تنخواہ داروں میں سے تھا اس نے بھی قزلباشوں کی دو فوجوں کے دائیں اور بائیں سے آگے بڑھنے اور ان کے دو تین ہزار سواروں کے جدا ہو کر رسد اور چارہ فراہم کرنے کے لئے نکلنے کی اطلاع دی۔ اسی درمیان میں قزلباشوں کے پہنچنے اور بادشاہی رسد کے دستہ پر اچانک حملہ کرنے اور ایک بڑی تعداد کو قتل و زخمی کرکے جانوروں کو لوٹ لے جانے اور آدمیوں کو اسیر بنا لینے کی خبریں بھی ملیں ساتھ ہی

شتربان فیل بان اور خچروالے فریاد کرتے ہوئے پہنچ گئے کہ دشمن کی فوج، ہاتھی اونٹ اور جانور ایک بڑی تعداد میں ہانک لے گئی ہے۔

## قزلباشوں کا تعاقب

رستم خاں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بغیر تعیناتی کے ہی سوار ہوکر قزلباشوں کے تعاقب میں چلا گیا اور چار پانچ کوس جریبی تک دھاوا مار کر دشمن کو جا لیا، جب دونوں مقابل ہوتے تو پہلے بندوقوں اور بانوں اور تیروں کی لڑائی ہوئی پھر چھوٹے ہتھیاروں سے دو بدو جنگ چھڑ گئی ایک سخت مقابلہ میں دونوں فریق غالب ومغلوب ہوتے رہے اور دونوں نے بڑی بہادری اور دلیری کا مظاہرہ کیا اور دونوں طرف سے کافی آدمی قتل اور زخمی ہوئے۔ آخر کار وہ اپنے ہاتھی چند عدد اونٹ بیل خچر اور گھوڑے ان سے چھین کر شاہزادہ کے پاس لے آیا اور تعریف وتوصیف سے سرفراز ہوا۔

## قزلباشوں سے خوں ریز جنگ

دوسرے دن صبح متواتر یہ خبریں آئیں تیس ہزار قزلباش سوار چند نامی گرامی امیروں کی سرکردگی میں جن میں اردوبیل کا حاکم نظر علی خاں، علی قلی خاں، اور مرتضیٰ علی خاں شامل ہیں یہ لوگ ایران کے مشہور سپہ سالاروں میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے مقابلہ میں رستم خاں، قلیچ خاں اور دوسرے امراء اور راجاؤں کی سرکردگی میں دس ہزار سوار بھاری توپ خانہ لے کر پہنچے جب قزلباشوں کی فوج گرد اڑاتی ہوئی نمودار ہوئی تو زرہ پوش سادات شہسوار مغلوں اور ہندوستان کے جنگ جو راجپوتوں نے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اُدھر سے ایران کے سردار بھی آگے بڑھے پہلے تو گولہ باری بان بازی ہوتی رہی جب لڑائی زور شور سے ہونے لگی تو ایران کی تینوں فوجیں بادشاہی لشکر کے اطراف گھوڑے دوڑاتے تلواریں سونتے آگئیں دونوں مقابل ایک دوسرے پر بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ گھوڑوں کے دوڑنے سے گرد و غبار اتنا اڑا کہ اندھیرا چھا گیا۔ جاں نثار بہادر بڑی دلیری سے اپنی جان قربان کرنے لگے ؎

دراٰمد چناں در نغاں کوس کیں | کہ چوں نبض می جست از جا زمیں
زبار یدنِ تیغ آتش فشاں | نمی شد بروں از تنِ کشتہ جاں

## قزلباشوں کی بہادری اور شکست

قزلباشوں کی فوج نے کاری حملے کر کے ہندوستان کے لشکر کو بری طرح تنگ کر دیا اور چند بار اس کے قدم اکھاڑ دیتے۔ قریب تھا کہ بادشاہی فوج کو شکست فاش ہو جاتی کہ رستم خاں نے جو اسم بامسمیٰ رستم زماں تھا، قلیچ خاں اور بہادر راجاؤں کے ساتھ مست ہاتھیوں کو سامنے بڑھا کر پیش قدمی کی اور اپنے ہاتھیوں کے پاؤں میں زنجیریں ڈلوادیں اور اپنے حواس باختہ آدمیوں کے حوصلے بڑھاتے اور اپنی فوجوں کو آگے بڑھایا۔ اس پامردی پر بہادر سپاہیوں نے ہمت سے کام لیا اور پوری جاں فشانی سے لڑنے لگے اس لڑائی میں بہت سے آدمی کام آگئے اور زرہ پوش بہادر دستے نے دشمن کے قلب پر بے جگری سے حملہ کیا۔ اس وقت سادات خاں کا لڑکا محمد سعید خواجہ خاں وغیرہ نامی گرامی سردار کام آگئے۔ غیر معروف آدمیوں کی بھی ایک بڑی تعداد قتل اور زخمی ہوگئی مگر ان کی قربانی کام آئی قزلباشوں کے قدم اکھڑ گئے، اور میدان جنگ سے فرار ہو گئے۔ لڑائی کے بعد ان کے بے شمار گھوڑے اور خچر غنیمت میں ہاتھ آئے جنہیں لے کر فاتح فوج بادشاہ زادہ کی خدمت میں لوٹ آئی۔

## ایرانی سفیر کی واپسی

بادشاہ سلامت کے پاس ابھی شاہزادہ کی طرف سے اس فتح کا عریضہ نہیں پہنچا تھا اور شاہ وردی بیگ جو شاہ ایران کا خط لے کر آیا تھا اور ابھی اسے باریابی کی اجازت نہیں ملی تھی، جلال آباد میں زیر عتاب رہا تھا اور بادشاہ کے رکاب میں لشکر کے ہمراہ تھا۔ بادشاہ نے ایک بار اور اس کا خط پڑھے بغیر زبانی پیغام دیا کہ مرحوم شاہ عباس کلاں ہمارا اخلاص مند اور قدر داں تھا اور وہ تیس سالہ اتحاد کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھتا تھا اس کے انتقال کے بعد ہم نے جو توقعات اس عالی قدر خاندان سے وابستہ رکھی تھیں اس سال انکے خلاف ہی عمل ہوا اور ایران والوں نے اپنے بزرگوں کے طریقہ کو ملحوظ نہیں رکھا اب جو کچھ خدا چاہے گا اور ہم سے ہو سکے گا سامنے آکر رہے گا۔ اس پیغام کے بعد شاہ وردی بیگ کو مزید دس ہزار روپیہ دے کر رخصت کر دیا۔ محافظ اس کے ساتھ کر دیئے کہ اسے قندھار میں شاہزادہ محمد اورنگ زیب کے پاس پہنچا دیں اور حکم دیا کہ قندھار سے گرز بردار ساتھ کر کے اسے شاہ ایران کے پاس پہنچا دیں۔

## فوجوں کی واپسی کے احکام

قندھار کے محاصرہ میں لشکر کو جو شدائد اور صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں اور ان کا نتیجہ کچھ بھی برآمد نہیں ہوا وہ ہم لکھنا نہیں چاہتے۔ مختصر یہ کہ جب ان دقتوں اور دشواریوں کی مسلسل خبریں بادشاہ کے پاس پہنچیں تو وہ جان گئے کہ جس قدر محاصرہ طویل ہوگا اتنا ہی فوجیں ضائع ہوتی رہیں گی اور کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ چنانچہ شاہزادہ کے نام حکم جاری کر دیا کہ قلعہ کی تسخیر کو آئندہ سال کے لئے ملتوی کر کے محاصرہ اٹھا کر لوٹ آئیں۔ داراشکوہ کو حکم دیا کہ شاہزادہ محمد اورنگ زیب کے غزنیں پہنچنے کی خبر آنے تک وہ کابل میں ٹھیرا رہے ان احکامات کے بعد بادشاہ اوائل رمضان میں لاہور واپس ہو گئے۔ مگر ابھی پہلی منزل پر ہی سواری پہنچی تھی کہ بادشاہی فوجوں کے مغلوب ہو جانے کے بعد دوبارہ غالب آنے اور قزلباشوں کے ہزیمت کھانے کی اطلاع ملی بادشاہ کو سخت مایوسی کے بعد اس خبر سے بڑی خوشی ہوئی اور تین دن تک شادیانہ بجانے کا حکم دیا اور سعداللہ خاں، رستم خاں اور قلیج خاں اور دوسرے تمام امرا۔ کو اضافہ مرحمت فرمایا۔

## اورنگ زیب کی واپسی

شاہزادہ بھی چار ماہ کے محاصرہ کے بعد جس میں دو تین ہزار آدمی اور چار یا پانچ ہزار جانور تلف ہو گئے قلعہ کا محاصرہ اٹھا کر واپس ہو گیا۔ بادشاہ سلامت ۱۸ر شوال کو لاہور پہنچے۔ اوائل ذیقعدہ میں داراشکوہ اور جملۃ الملک (سعداللہ خاں) بھی حاضر ہو گئے۔ اسی ماہ کے وسط تک شاہزادہ محمد اورنگ زیب بھی حاضر بارگاہ ہو گیا۔ رستم خاں بھی قزلباشوں کے چند جھنڈے اور توپوں کو لے کر پہنچا اور باریاب ہوا بادشاہ نے اس پر خوشنودی کا اظہار فرمایا اور اسے جاگیر پر رخصت کر دیا۔

## لاہور سے روانگی

دارالخلافہ سے اطلاع ملی کہ مکرمت خاں حارس فوت ہو گیا اس کی جگہ جعفر خاں کا تقرر عمل میں آیا، خلیل اللہ خاں کو جعفر خاں کی جگہ میر بخشی بنایا گیا۔ شاہزادہ محمد اورنگ زیب کو ٹھٹھہ اور ملتان کی صوبہ داری پر مقرر کر کے رخصت کر دیا گیا اور ۱۲ر ذی الحجہ کو بادشاہ لاہور سے دارالخلافہ کی طرف رواں ہوئے علی مردان خاں کابل سے آکر باریاب ہوا تھا، اسے کشمیر کی صوبہ داری پر مقرر کر کے حکم دیا کہ وہ خود تو کابل چلا جائے اور اپنی نیابت میں عبدالغنی کو کشمیر بھیج دے۔

41

## اکبر آباد میں بادشاہ کا داخلہ

اار محرم سن دس سو ساٹھ ہجری (۱۰۶۰ھ) کو بادشاہ دار الخلافہ میں داخل ہوئے اسی دن شاہزادہ محمد مراد بخش دکن سے ناموافق آب و ہوا اور بند و بست اور نظم و نسق قائم نہ ہونے کی وجہ سے حضور میں لوٹ آیا۔ بادشاہ نے اسے اضافہ دے کر بارہ ہزاری دس ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب عطا کیا۔ سعد اللہ خاں جو ابتدائے ملازمت سے اپنی خوش نصیبی اور ذاتی جوہر و کمال کی وجہ سے مسلسل ترقی پاتا چلا آ رہا تھا، ہر ماہ اور ہر سال سے اضافہ ملتا رہتا تھا۔ سات ہزاری سات ہزار سوار جس میں پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ تھے کا منصب دار بنا دیا گیا اور گیارہ کروڑ دام بارہ ماہی انعام اسے عطا ہوا خانِ عالیشان آصف خاں کے بعد کوئی امیر اس درجہ تک نہیں پہنچا تھا اور سوائے شاہزادوں کے کسی کو بارہ ماہی انعام عطا نہیں ہوا تھا۔

---

## (جلوس کا چوبیسواں سال مطابق سن ایک ہزار ساٹھ ہجری (۱۰۶۰ھ)

### حافظ مومن کی کتاب

جشن کے دن حافظ مومن جو شاہ ایران کے دربار کا مشہور حافظ اور موسیقار تھا بادشاہ سلامت کے حضور میں باریاب ہوا اس نے ایک تصنیف جو بادشاہ کے نام سے موسوم کی تھی پڑھ کر سنائی بادشاہ نے اسے خلعت اور دس ہزار روپیہ نقد عطا کیا اور بادشاہی ملازمت میں اسے شامل کر لیا۔

### میواتیوں کی سرکوبی

میواتیوں کے فساد اور سرکشی کی متواتر خبریں پہنچ رہی تھیں بادشاہ نے ان کی سرکوبی کے لئے کیسری سنگھ ولد راجہ جے سنگھ کو مقرر کیا اور کاماں سپاری کا پرگنہ اس کو وطن کے طور پر عطا کیا۔

سعد اللہ خاں کے پیش کار رگھناتھ داس کی حسنِ کارکردگی سے بادشاہ بہت خوش ہوئے اسے طلائی قلمدان عطا کیا اور "دیوانی تن" (دفتر فوج) کا مستقل پیش کار بنا دیا اور خلعت مرحمت فرمائی۔

راجہ کیسری سنگھ نے میواتیوں کی گوشمالی کے لئے چار پانچ ہزار سواروں اور چھ سات ہزار بندوقچیوں اور تیراندازوں کو ملازم رکھا اور بڑی سعی و جہد کے بعد اس شر انگیز

41
41

قوم کا اچھی طرح قلع قمع کر دیا اور ان کے بیوی بچّوں کو گرفتار کر لیا اور بقیہ کو ان کے مقامات سے خارج کر دیا۔ اس کارگذاری کی رپورٹ پر ایک ہزار سوار کا اضافہ مرحمت کیا۔

**قاضی سلیم کو حادثہ** ایک دن بادشاہ کے ملاحظہ میں گھوڑے پیش کئے جا رہے تھے۔ اس وقت گھوڑوں کے قریب سے قاضی القضاۃ محمد سلیم گذر رہا تھا۔ ایک گھوڑے کے بدکنے سے قاضی گر پڑا اور اس کا پاؤں سخت زخمی ہو گیا اور وہ تین ماہ تک صاحب فراش رہا جن دنوں اسے صحت ہوئی تھی فراست خاں ناظر محل نے کعبۃ اللہ جانے کی اجازت طلب کی تھی بادشاہ نے اس کے ذریعہ شریف کعبہ اور وہاں کے مستحقوں کے لئے ڈیڑھ لاکھ روپیہ بھیجنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ جب قاضی سلیم صحت یاب ہو گیا تو اسے بھی فراست خاں کے ساتھ مامور کر دیا گیا مگر قاضی سلیم کعبۃ اللہ جانے پر آمادہ نہیں تھا۔ دنیا نے ایسا گھیرا تھا کہ اللہ کے گھر جانے کے لئے حیلے حوالے کرنے لگا۔ بادشاہ کو جب معلوم ہوا تو اسے ہزاری منصب اور خدمت سے معزول کر دیا اور سالانہ دس ہزار روپیہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ قاضی سلیم کی جگہ قاضی القضاۃ کے عہدہ پر قاضی خوش حال کا تقرر کر دیا گیا۔

**روزوں کا کفارہ** بادشاہ کی ساٹھ سال کی عمر کے حساب سے رمضان کے روزوں کا کفارہ جو عمداً یا سہواً قضا ہو گئے تھے فقہا اور فضلاء نے بیس ہزار روپیہ تجویز کیا جو بادشاہ نے مستحقوں اور محتاجوں میں تقسیم کرا دیا اور حکم دیدیا کہ ہر سال ماہ رمضان کے آخر میں فطرہ میں دیئے جانے والے تیس ہزار روپیہ کے علاوہ جو مستحقوں اور محتاجوں کو دیئے جاتے تھے مزید بیس ہزار روپیہ روزوں کے کفارہ کی نیت سے بھی بھیجا جاتا رہے۔

**ملا شفیع یزدی** ملا شفیعا یزدی جو صاحب علم باذوق شاعر اور تاجر تھا، ایران سے سورت کی بندرگاہ پر آ گیا تھا اس کی خوش قسمتی سے جب بادشاہ کو اس کے حالات کی اطلاع ملی تو اسے خرچ کے لئے سورت کے خزانہ سے پانچ ہزار روپیہ ادا کرنے کا حکم دیا اور حضور میں اسے طلب کر لیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو اسے خلعت، گھوڑا، ایک ہزاری سو سوار کا منصب عطا کیا اور دو وقت سلام

پر حاضر ہونے کا حکم دیا۔

**قیصر روم کی سفارت** ایک اطلاع یہ پہنچی کہ قیصر روم سلطان محمد خاں نے حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے سید محی الدین نامی کو خط تحائف اور تبرک دے کر بادشاہ کی خدمت میں بھیجا ہے اور اب وہ سورت کی بندرگاہ پر پہنچ گیا ہے۔ حکم ہوا کہ گرز بردار فرمان اور خلعت لے کر جائیں اور دس ہزار روپیہ سورت کے خزانہ سے لے کر سید محی الدین کو دے کر آئیں۔ برہان پور مانڈو، اور مالوا کے دیوانوں پر بھی پندرہ ہزار روپیہ عائد کیا گیا۔

شاہزادہ اورنگ زیب نے اپنے بیٹوں کے ساتھ ملتان سے آکر حاضری دی اور چند دن رہ کر واپس چلا گیا۔

**کشمیر کا سفر** اس سال یکم ربیع الاول ماہ اسفندار کے آخر میں بادشاہ نے کشمیر کے ارادہ سے کوچ کیا۔ یکم ربیع الثانی کو جب کہ جشن نوروز بھی تھا، سواری لاہور پہنچی۔ کشمیر سے علی مردان خاں نے آکر حاضری دی، حکم ہوا کہ پیش کش کے داروغہ ایک سال تک اتوار کے دن کا نذرانہ ملا محمد شفیع یزدی کو دیتے رہیں۔

**بلخ کا محاصرہ** ہم لکھ آئے ہیں کہ بادشاہ نے عبدالرحمٰن کو اس کے باپ نذر محمد خاں کے پاس روانہ کر دیا تھا وہاں جانے کے بعد اسے غور بند کی حکومت پر مامور کر دیا گیا۔ اس کو وہاں پہنچانے کے لئے بلخ کے ایک مشہور امیر یادگار نامی کو مع فوج بھیجا گیا تھا۔ سبحان قلی خاں کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے یہ سوچ کر کہ اب باپ (نذر محمد خاں) کے پاس فوج نہیں رہی ہوگی، بلخ پر لشکر لے کر آ گیا۔ نذر محمد خاں بلخ میں محصور ہو گیا اور بیٹے کی لائی ہوئی اس آفت کو دور کرنے کی فکر کرنے لگا۔ آخر کار نذر محمد خاں پر حالات بہت تنگ ہو گئے اس نے مجبور ہو کر عبدالرحمٰن کو راستہ سے ہی واپس بلوا لیا۔

**عبدالرحمٰن کی گرفتاری** جب عبدالرحمٰن باپ کے حسب الحکم لوٹ کر آ رہا تھا تو اس کا مقابلہ سبحان قلی خاں کے مقرر کردہ ایک سردار ابراہیم بیگ نامی سے ہوا جو اس کا راستہ روکے پڑا تھا۔ پہلے ہی مقابلہ میں ابراہیم بیگ

مارا گیا مگر اس کے ہمراہی عبدالرحمٰن پر غالب آ گئے اور نذر محمد خاں کا لشکر یادگار بیگ کے ساتھ فرار ہو گیا۔ اور عبدالرحمٰن سبحان قلی کے قلماقوں کے ہاتھ گرفتار ہو گیا اسے جب بھائی کے پاس لایا گیا تو سبحان قلی خاں نے اسے قید کر دیا۔

**عبدالرحمٰن کا فرار** عبدالرحمٰن نے اپنے محافظوں کو رفاقت اور شریک حکمرانی کرنے کا عہد و پیمان کر کے ملا لیا اور ان کے ساتھ قید سے بھاگ گیا۔ رہا ہوتے ہی عبدالرحمٰن سیدھا اعلیٰ حضرت (شاہجہاں) کی بارگاہ میں آ گیا۔ بادشاہ نے اس پر اور اس کے ہمراہیوں پر توجہ فرمائی اور اسے چار ہزاری پانچ سو سوار کا منصب' بیس ہزار روپیہ نقد گھوڑا ہاتھی اور مرصع آلات مرحمت فرمائے اس کے ہمراہیوں کو بھی اس کی تجویز پر شاہی ملازمت میں شریک کر لیا گیا۔ جب بادشاہ لاہور سے کشمیر روانہ ہوئے تو نذر محمد خاں کے بیٹوں کو لاہور ہی میں چھوڑ دیا۔

**قحط اور طوفان** اس سال بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط پڑ گیا تھا اور غلہ کی گرانی سے لوگ پریشان تھے اور شب و روز اللہ کے حضور نزول باراں کی دعائیں کرتے رہتے تھے آخر ان کی دعائیں قبول ہوئیں اور رحمت خداوندی جوش میں آ گئی اور اتنی بارش ہوئی کہ ایک ہفتہ تک قیام کرنا پڑا۔ لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی مگر آخر میں بارش اتنی زیادہ ہوئی کہ لوگوں کو ربیع کی فصل کاشت کرنے کا موقع نہیں مل سکا جو کچھ انھوں نے بو دیا تھا وہ شدت باراں سے سرسبز نہ ہو سکا۔ جب جمع بندی کی تشخیص ہونے لگی تو خالصۂ بادشاہی کے پرگنوں کی رعیت نے بادشاہ کے پاس استغاثہ کیا اور کسی متدین خداترس "امین" کو مقرر کرنے کا مطالبہ پیش کیا۔ بادشاہ نے سعد اللہ خاں کو حکم دیا کہ وہ چند دن ٹھیر کر خود رعیت اور مال گذاروں کے حالات کی تفتیش کرے اور ان کی شکایات کا ازالہ کرنے کا انتظام کرے۔

**عادل خاں کا نذرانہ** اسلام خاں کا بیٹا محمد صفی (بیجاپور) عادل خاں کے پاس سالانہ پیش کش کی بقایا وصول کرنے اور بعض دوسرے امور کو طے کرنے گیا تھا اس نے یہ ذمہ داری بہ حسن و خوبی انجام دی اور عادل شاہ کے پاس سے جواہرات قیمتی سامان' پیش کش کا نقد روپیہ' طلائی ساز والے چالیس ہاتھی جس کی جملہ مالیت نقد و جنس ملا کر چالیس لاکھ روپیہ ہوتی تھی لے کر آیا۔ علاوہ ازیں بادشاہ بیگم

کے لئے پانچ لاکھ روپیہ نقد اور جنس کی صورت میں اور دارا شکوہ کے لئے پندرہ لاکھ روپیہ کے جواہرات، نقد روپیہ اور ایک ہاتھی بھی تھا خود محمد صفی کو عادل شاہ نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ نقد پانچ ہاتھی اور کچھ جواہرات تحفہ میں دیئے تھے۔ یہ سب تحائف اور نذرانے جب بادشاہ کے ملاحظہ میں آئے تو اس کی کارکردگی پر پسندیدگی کا اظہار کیا۔ اس موقع پر ولیعہد کے ملازم سید باقر نے جو محمد صفی کے ہمراہ گیا تھا چھ لاکھ روپیہ کا نقد اور سامان پیش کیا جسے عادل شاہ نے اس کو تحفہ دیا تھا۔

**اورنگ زیب کا مالوہ پر تقرر**

بادشاہ نے شاہزادہ محمد اورنگ زیب کو مالوہ کا صوبہ دار بنا کر رخصت کیا۔ اور خود منزل پر منزل طے کرتے ہوئے برف سے اٹے ہوئے راستوں پر سفر کرتے رہے کوچ کبھی تو دن کے آخر میں ہوتا تھا اور کبھی رات کا کچھ حصہ گذرنے پر۔ آخر کار شاہی سواری حرم کی بیگمات کے ساتھ منزل پر پہنچ گئی۔

**کشمیر میں کشتیوں کی سیر**

آخر جمادی الآخر کو کشتی کے ذریعہ بادشاہ شہر کشمیر کے ساحل پر پہنچے۔ اس گلگشت کی سیر و تفریح بڑے شان و شکوہ سے ہوتی رہی۔ محل کی خواتین کے ساتھ کشتیوں پر دریا کی سیر کی جاتی تھی۔ کشتیاں زربفت کے طرح طرح کے پردوں سے مزین تھیں ستون لاجورد کے منقش بنائے گئے تھے۔ طلائی اور مرصع قبے بنے ہوئے تھے۔ ان رنگین اور زرکار بجروں میں شاہی قافلہ ڈل کی سیر و تفریح کرتا رہا۔ بادشاہ نے باغبانوں اور ملاحوں وغیرہ کو جھولی بھر بھر کر انعام و اکرام دیا کشمیر میں کوئی مستحق نہیں رہا جو صاحب نصاب نہ ہو گیا ہو امیر الامرا کی درخواست پر بادشاہ اس کے تیار کردہ باغوں اور عمارتوں کی سیر کے لئے گئے۔ پا انداز اور پیش کش میں علی مردان خاں نے جو نذرانہ پیش کیا تھا بادشاہ نے اس میں سے ایک لاکھ تیس ہزار روپیہ نقد اور تحفوں کی صورت میں قبول کئے۔

**ملا شاہ بدخشی**

ملا شاہ بدخشی جن کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ وہ کشمیر کے ایک مشہور درویش تھے۔ بادشاہ سے ملنے کے لئے آتے۔ ان کا مکان بادشاہ نے چالیس ہزار روپیہ کے خرچ سے بنوایا تھا اور مزید بیس ہزار روپیہ کی عمارتیں اس کے قریب دوسرے فقراء کے لئے بھی تیار کرائی تھیں۔ ان کی آمد کے دوسرے دن بادشاہ کے

لئے بادشاہ مع بادشاہ بیگم کے تشریف لے گئے اور درویشوں کے لئے پندرہ ہزار روپیہ کا نذرانہ پیش کیا۔ کچھ دیر اس حق آگاہ درویش کی خدمت میں بیٹھے رہے اور اس کی نصیحتیں بڑی توجہ سے سنیں اور لوٹ آئے۔

ملتفت خاں کو صوبہ خاندیس اور برار کی دیوانی کا عہدہ مرحمت فرمایا

---

## (جلوس کا پچیسواں سال مطابق سن ایک ہزار اکسٹھ ہجری (۱۰۶۱ھ))

### ہندی شاعر کی قدر افزائی

ایک ہندی شاعر نے جو صاحب طبع مقرب شاعر تھا بادشاہ کے نام ایک کبت کہہ کر گذرانا۔ بادشاہ نے اسے ایک ہتھنی اور دو ہزار روپیہ مرحمت کیا۔ اس سال ابتداء میں خشک سالی اور بعد میں بارش کی کثرت کی وجہ سے کشمیر کا حسن پھیکا پڑ گیا تھا اصلی رونق باقی نہیں رہی تھی۔ پھل دار درخت خشک ہوگئے تھے۔ بادشاہ کو کچھ لطف نہیں آیا۔ فرمایا "دارالخلافہ (اکبر آباد) اور دارالسلطنت (لاہور) کے ایسے بارونق باغوں کو چھوڑ کر اتنی طویل مسافت کر کے ہم آئے اور خدا کی ایک مخلوق سفر کی زحمتیں برداشت کرتی رہی صرف اپنے نفس کی لذتوں کے لئے اتنے لوگوں کو اذیت میں مبتلا کر دینا خدا پرستی سے دور ہے۔" بہر حال دو ماہ کشمیر میں گذارنے کے بعد پہلی رمضان کو آخر امرداد میں بادشاہ نے کشمیر سے کوچ کیا اور دارالخلافہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

سعداللہ خاں کو حکم ہوا کہ کشمیر کے مالی اور انتظامی معاملات کو ٹھیک کر کے وہ جلد از جلد دارالسلطنت (لاہور) پہنچ جائے۔

### دریا کے پل پر حادثہ

آصف آباد پر جب سواری پہنچی تو دریا کے پل پر ایک حادثہ پیش آیا۔ پل پرانا ہو گیا تھا لوگوں کے ہجوم کو سہار نہ سکا اور ٹوٹ گیا تقریباً ڈھائی سو آدمی جانور اور کافی مال و اسباب دریا میں گر گیا ان میں سے تقریباً سو آدمی پانی میں غرق ہو گئے۔

### لاہور میں شاہی سواری

لاہور کے قریب پہنچنے پر جب کہ سعداللہ خاں بھی حضور میں آ گیا تھا حکم ہوا کہ رستم خاں دوسرے تمام امیر اور راجہ توپ خانہ کے انتظام کے ساتھ قندھار کی مہم کے لئے حاضر ہو جائیں۔ شاہزادہ محمد مراد بخش

کے نام بھی اسی سلسلہ میں دستخط خاص سے فرمان صادر ہوا۔ شاہزادہ داراشکوہ، نذر محمد خاں کے بیٹے خسرو اور عبدالرحمٰن حاضر خدمت ہوئے۔

**سلطان روم کا ایلچی** سلطان روم کا ایلچی سید محی الدین بھی حاضر خدمت ہوا۔ وہ قیصر کا خط دو گھوڑے جن کے ساز طلائی مرصع تھے اوران پر مروارید ٹکے ہوئے تھے لے کر آیا۔ اور ایک مروارید سے بنی ہوئی عبا بھی پیش کی خود اپنی طرف سے پانچ گھوڑے پیش کئے۔ بادشاہ نے اسے پندرہ ہزار روپیہ خلعت گھوڑا خنجر اور جیغہ عطا فرمایا۔

اطلاع ملی کہ نذر محمد خاں نے جو بیت اللہ کے ارادہ سے گیا ہوا تھا راستہ میں انتقال کیا۔ بادشاہ نے اس کے بیٹوں کو ماتمی خلعت عطا کی۔

**قیصر روم کو جواب** قیصر روم کے جواب میں سعداللہ خاں نے عربی میں خط لکھا تھا۔ یہ خط جیغہ، تلوار اور مرصع پرتلہ کے ساتھ کہ ان کی قیمت ایک لاکھ روپیہ ہوتی تھی۔ سید محی الدین کے حوالہ کر دیا گیا۔ اور جب اس کو رخصت کیا گیا تو بارہ ہزار روپیہ نقد گھوڑا مع طلائی ساز کے عطا فرمایا۔ سید محی الدین کے ہمراہ قاضی احمد سعید کو کعبۃ اللہ کے لئے روانہ کیا اور شریف مکہ اور وہاں کے مستحقوں کے لئے دو لاکھ روپیہ کا نقد اور سامان عطا فرمایا۔

**بٹھل داس کی موت** راجہ بٹھل داس کے فوت ہونے کی اطلاع ملی اُس کے ترکہ میں دس لاکھ روپیہ نقد اور پانچ لاکھ کے جواہرات ہاتھی اور دوسرا مال تھا۔ یہ سارا متروکہ اس کے لڑکوں کے لئے معاف کر دیا۔ اس کے بڑے بیٹے شیورام کو اضافہ راجہ کا خطاب گھوڑا اور ہاتھی عنایت ہوا۔

**سعداللہ خاں کی فوج** حسب الحکم رستم خاں بہادر، جو قندھار کی مہم پر مامور کیا گیا تھا۔ اپنی جاگیر سے سرکاری خزانہ کا ایک کروڑ روپیہ لے کر حاضر ہوا۔ سعداللہ خاں کے بیٹے لطف اللہ اور عنایت اللہ ابھی تک حاضر بارگاہ نہیں ہوئے تھے۔ لاہور کے قیام میں سعداللہ خاں کے لشکر کے ساتھ بادشاہ کے حضور معائنہ کے لئے باریاب ہوئے۔ بادشاہ نے لطف اللہ کو مروارید کی تسبیح اور عنایت اللہ کو مرصع سرپیچ عطا کیا۔ سعداللہ خاں کی جمعیت کا معائنہ ہوا، چار ہزار سوار ایک ہزار برقنداز پانچ سو

بیل دار اور تبردار شمار کئے گئے۔ بادشاہ نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ رستم خاں کو ایک سو ایک گھوڑے عطا کئے۔ لہراسپ خاں کو ترقی دے کر پانچ ہزار منصب پر مامور کیا اور مہابت خاں کا خطاب اور کابل کی صوبہ داری بھی عطا کی۔ نجابت خاں بھی حسب الحکم اکبرآباد کے خزانہ سے ایک کروڑ روپیہ لے کر حاضر ہوا۔

## قندھار کی مہم

شاہزادہ اورنگ زیب کو بہ تعین وقت روانگی کا حکم دیا گیا تھا۔ جب وہ مقررہ وقت پر ملتان سے روانہ ہوگیا تو بادشاہ نے پانچ لاکھ روپیہ نقد پچاس ہزار روپیہ کے جواہرات، دو گھوڑے مع طلائی و نقروی ساز کے اور دو ہاتھی اور خلعت، بیش قیمت محمد صفی کے ذریعہ شاہزادہ کے پاس روانہ کیا۔

شاہزادہ کے ساتھ جو امیر تھے ان کے علاوہ اکیس امیروں کو دربار سے بھاری خزانہ اور بکثرت قلعہ شکنی کے ساز و سامان دے کر مامور کیا گیا کہ وہ ملتان کے راستہ قندھار کا ارادہ کریں اور نجومیوں کو مجوزہ تاریخ یعنی بروز اتوار ۳ رجمادی الآخر اردی بہشت میں قلعہ کے نیچے پہنچ جائیں، اور قلعہ کا محاصرہ کرلیں۔ سعداللہ خاں کو بھی حکم ہوا کہ وہ اسی تاریخ کو شہزادہ کے پاس پہنچ جائے۔

## بادشاہ کی کابل کو روانگی

۱۶ ربیع الاول مطابق اوائل اسفندار بادشاہ کابل روانہ ہو گئے۔ اسی دن جو ایک مبارک گھڑی تھی سعداللہ خاں کے ساتھ پچاس ہزار سوار دس ہزار پیادہ بر قنداز چند ہزار بان اور بیس بڑی قلعہ شکن توپیں بیس درمیانہ توپیں اور بیس "ہتنال" (ہاتھیوں پر لے جانے والی ہلکی توپیں)، دس جنگی مست ہاتھی ایک سو "شترنال" (اونٹ پر لے جانے والی ہلکی توپ)، اور دو کروڑ روپیہ کا خزانہ اور قلعہ شکنی کا سامان اور بے شمار بیل دار روانہ کئے۔ نقب، دمدمہ اور مورچال کا بھی ضروری سامان ہمراہ کردیا اور تاکید کردی کہ مقررہ وقت پر لشکر وہاں پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کرے۔ توپ خانہ کے عملہ کے علاوہ جملہ فوج ستر ہزار سواروں پر مشتمل تھی جس پر چھ سو امیر اور منصب دار متعین تھے۔ رستم خاں کو اور تمام امیروں کو اضافہ خلعت، گھوڑے ہاتھی، جواہرات مرحمت کر کے رخصت کیا گیا۔ حکم ہوا کہ کابل ہی میں منصب داروں امیروں اور توپ خانہ کے عملہ کو سہ ماہی اور پیشگی کے مطالبات میں ایک کروڑ روپیہ ادا کردیا جائے۔ ہدایت کی گئی کہ پہلے بُست اور زمین داور کے قلعہ فتح کرلئے جائیں تاکہ قندھار والوں کے

حوصلے پست ہو جاتے ہیں۔ ان انتظامات کے بعد بادشاہ نے کوچ کر دیا۔ اور دو ماہ چار دن میں چوتھی جمادی الاول کو کابل پہنچ گئے۔

سعد اللہ خاں نے بھی رخصت ہونے کے بعد منزل بہ منزل سفر کیا اور حسب الحکم مقررہ تاریخ پر شاہزادہ کی خدمت میں پہنچ گیا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔

نذر محمد خاں کے بیٹے عبد الرحمٰن کو کم توجہی کے سبب بنگالہ پر تعینات کر دیا۔

**امام قلی کی آمد** ایرانی لشکر سے امام قلی یوز باشی علیحدہ ہو گیا اور سعد اللہ کے پاس آگیا۔ اسے بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا گیا۔ بادشاہ نے حاضری کے وقت اسے پانچ ہزار روپیہ گھوڑا، خلعت اور انعام عطا کر کے شاہی ملازمت میں داخل کر لیا۔

**قندھار کا محاصرہ** اب ہم محاصرۂ قندھار کا کچھ حال لکھتے ہیں۔ بہادر لشکر نے قلعہ کے چاروں طرف گولہ باری کی زد سے دور کیمپ لگا دیا۔ اور نقب اور مورچال لگانا شروع کر دیا۔ خاص طور سے سعد اللہ خاں نے بڑی محنت اور بہادری دکھائی اور راجپوتوں کو ساتھ لے کر نقب لگانے اور مورچے باندھنے میں مصروف رہا اور قلعہ پر گولہ باری شروع کر دی۔

**خاموش قلعہ** چند دن کے محاصرہ کے بعد قلعہ دار بالکل خاموش بیٹھ گیا۔ اس نے یہ تدبیر و انتظام کر رکھا تھا کہ قطعاً کسی آدمی کی آواز سنائی دیتی تھی، نہ محصوروں کی طرف سے مدافعت اور مقابلہ کی کوئی تیاری نظر آتی تھی۔ ہندوستان کا لشکر قلعہ کے نیچے پہنچ کر اپنی دلیری اور بہادری کے مظاہرے کر رہا تھا، مگر قلعہ والے معلوم ہوتا تھا آنکھوں پر پٹی باندھے کانوں میں تیل ڈالے سوئے پڑے ہیں۔ حملہ آور فوج کے جواب میں قلعہ بالکل خاموش تھا۔ ایک آواز تک سنائی نہیں دیتی تھی۔ یہاں تک کہ رستم خاں اور وزیر اعظم کے مورچے قلعہ کے نیچے خندق تک پہنچ گئے۔

**راج روپ کا حملہ** راجہ راج روپ ایک مشہور کارگذار اور بہادر آدمی تھا۔ اس نے ایک دن آکر اطلاع دی کہ خندق اور حصار کے درمیان برج کے پاس ایک ایسی جگہ نظر آتی ہے جو اوپر چڑھنے کے لئے موزوں ہے ہمارے مورچے بھی وہاں تک پہنچ چکے ہیں۔ برج کے محافظ بھی غافل اور بے خبر نظر آتے ہیں۔ اگر

اجازت مل جائے تو میں جاں باز ہمراہیوں کو لے کر زینہ اور کمند کی مدد سے اوپر پہنچ جاؤں مسلح اور مکمل لشکر کرنا کی آواز کا منتظر رہے جیسے ہی میں اوپر سے کرنا بجواؤں لشکر حملہ کر دے اور بہت سے زینے پہلے سے تیار رکھیں۔ شاہزادہ اور سعد اللہ خاں نے اسے اجازت دیدی۔

راجہ نے چند جاں باز آدمیوں کو جو قلعہ گیری کے فن میں ماہر اور مشہور تھے ساتھ لیا اور رات کے وقت قلعہ پر چڑھائی شروع کر دی اور بلا مزاحمت فصیل پر پہنچ کر مقررہ اشارہ پر لشکر کو طلب کر لیا۔ بہادر لشکری اشارہ پر دوڑ پڑے۔

**قلعہ والوں کی آمد و رفت**

قلعہ والے اس حملہ سے غافل نہ تھے اور وہ پوری تیاری کر کے اس موقع کے منتظر تھے چنانچہ جیسے ہی "کرنا" کی آواز بلند ہوئی وہ ہر طرف سے نکل کر موقع پر پہنچ گئے اور قسم قسم کے جان لیوا ہتھیاروں سے اس فوج پر حملہ کر دیا۔ توپوں بندوقوں اور بانوں سے ایسی سخت آتش بازی کی آتشیں گولے پتھر اور جوش کھاتا ہوا گرم گرم تیل اور دوسری طرح طرح کی چیزیں محاصرہ کرنے والوں پر اوپر سے پھینکیں۔ اور جو اوپر چڑھ آئے تھے انھیں نیچے گرا دیا جو برج اور دیوار سے اتر کر دوسری طرف چلا گیا تھا پھر اس کی خبر نہیں ملی کہ کیا حشر ہوا۔ اس معرکہ میں بے شمار مسلمان اور راجپوت ڈھیر ہو گئے لاشوں کے انبار لگ گئے۔ مقتولین کا شمار ممکن نہ رہا۔

**قزلباشوں کا حملہ**

اس ناکام حملہ کے بعد سے کوئی دو ماہ آٹھ دن تک جنگ اس زور شور سے ہوتی رہی کہ جو بھی مورچے سے سر اٹھاتا اسی وقت اس کا صفایا ہو جاتا۔ ساتوں میں قزلباشوں کے دستے باہر نکل کر مورچوں پر حملہ کرتے رہتے تھے اور بہت سے آدمیوں اور جانوروں کو ہلاک کر دیتے تھے۔ دونوں طرف سے برابر بکثرت آدمی مارے جاتے رہے۔ سعد اللہ خاں کے مورچے پر قزلباشوں کی ایک بڑی جمعیت نے حملہ کر دیا توپوں کو ناکارہ کر کے اور آدمیوں کو گرفتار کر کے قلعہ میں چلے گئے بادشاہی سواروں نے اُن کا بہت تعاقب کیا۔ قلعہ پر سے سخت آتش باری ہو رہی تھی اس لئے ناکام لوٹ آئے۔

---

## ناکام مورچہ بندی

بہادروں نے مورچے قلعہ کے قریب تک پہنچا دیئے اور بڑی محنت اور سعی کی مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ بھاری توپوں کی گولہ باری سے جو مسلسل ہو رہی تھی یہ ساری کوششیں رائگاں گئیں۔ اسی دوران میں غنیم نے بادشاہی فوج کی دو توپوں کو نشانہ بنا کر تباہ کر دیا۔ قلعہ کے توپ انداز جن میں قزلباش اور رومی دونوں تھے بڑے ماہر اور بے خطا نشانہ باز تھے ان کے مقابلہ میں ہندوستان کے توپچی کچھ نہیں کر پاتے تھے۔

بست اور زمین داور کے قلعہ بھی بادشاہی سرداروں کے اختلاف اور مناسب کارروائی نہ ہونے کے سبب فتح نہ ہو سکے۔

## ناکام واپسی

مختصر یہ کہ توپ خانہ کا سارا سازوسامان ختم ہو گیا اور کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ اور محاصرہ بہت طویل ہو گیا۔ یہ رنج دہ اطلاعات بادشاہ کو پہنچائی گئیں اسی زمانہ میں یہ اطلاع ملی کہ ازبکوں نے حملہ کر کے غزنین کے اطراف لوٹ مار شروع کر دی ہے۔ اور رعایا کی جان و مال خطرہ میں ہے۔ بادشاہ نے دستخط خاص سے فرمان جاری کر دیا کہ مہم کسی اور وقت کے لئے ملتوی کر دی جائے اور شاہزادہ محاصرہ اٹھا کر لوٹ آئے۔

## اورنگ زیب کا دکن پر تقرر

جب شاہزادہ محمد اورنگ زیب خدمت میں واپس آیا تو بادشاہ نے اسے دکن کے چار صوبوں کا بااختیار صوبہ دار بنا کر رخصت کر دیا۔ احمد آباد کا صوبہ شائستہ خاں کو عطا ہوا شاہزادہ دارا شکوہ کو ترقی دے کر تیس ہزاری بیس ہزار سوار کا منصب اور دو کروڑ دام انعام اور کابل کی صوبہ داری عطا ہوئی۔ کابل کی نیابت سلیمان شکوہ کے تفویض ہوئی اور اسے ترقی دے کر آٹھ ہزاری چار ہزار سوار کا منصب دیا اور سرخ خیمہ بھی عطا کیا جو اس تاریخ تک شاہزادوں کو نہیں دیا جاتا تھا۔ دارا شکوہ کی طرف سے ملتان کی نیابت محمد علی خاں کو دی گئی۔ شاہزادہ محمد شجاع کو بنگالہ رخصت کر دیا۔

**الہ وردی خاں کی پریشانی**

سورت کی بندرگاہ کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ ایران سے غلام رضا نامی ایک شخص چند عراقی گھوڑے لےکر آیا ہے اس کے پاس والیِ ایران کی مہر لگی ہوئی ایک دستک (اجازت نامہ) ہے، جس میں لکھا ہے کہ "الہ وردی کا ایک ملازم غلام رضا نامی اس کے لئے چند گھوڑے لےکر آرہا ہے کوئی اس کی مزاحمت نہ کرے۔ وہ "دستک" حضور میں بھیج دی گئی۔ بادشاہ کو شبہ ہوا کہ الہ وردی خاں غالباً شاہ ایران اور اس کے آدمیوں سے مراسلت رکھتا ہے اسی لئے وہاں سے اس کے پاس گھوڑے بھیجے گئے ہیں۔ لہٰذا بادشاہ نے حکم بھیجا کہ غلام رضا کو قید کرکے اُسے گھوڑوں اور سازوسامان کے ساتھ حضور میں روانہ کردیں۔ اس وقت الہ وردی خاں بھی خدمت شاہی میں تھا۔ اسے منصب سے معزول کرکے کابل سے اس کا اخراج کردیا اور دارالخلافہ روانہ کردیا، جہاں اُس کا گھر تھا، الہ وردی خاں نے سخت قسمیں کھائیں مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اس معاملہ کی تحقیقات کے لئے بادشاہ نے فاضل خاں کو مقرر کیا تھا اس نے رپورٹ دی کہ غلام رضا کسی زمانہ میں اس کے پاس ملازم تھا، برطرفی کے بعد وہ ایران چلا گیا تھا اُس نے غالباً جھوٹ موٹ وہاں سے یہ دستک حاصل کرلی ہے۔ بادشاہ نے اس کی رپورٹ بھی تسلیم نہیں کی۔

---

(جلوس کا چھبیسواں سال مطابق سن ایک ہزار باسٹھ ہجری (۱۰۶۲ھ)

**کابل سے واپسی**

قندھار سے سعداللہ خاں کے واپس آنے کے بعد ماہ رمضان کے وسط میں بادشاہ دارالخلافہ (اکبرآباد) روانہ ہوئے۔ دکن کی صدر دیوانی کے عہدہ پر مرشد قلی خاں کا تقرر کیا اور دکن میں واقعہ نگاری اور بخشی گری کے عہدے محمد صفی ولد اسلام خاں کے تفویض کرکے اُسے رخصت کیا۔ مذکورہ دونوں اشخاص بڑی خوبیوں کے مالک تھے مگر محمد صفی نے تعلقہ دکن میں اکثر مقدموں میں منصب داروں پر بہت سختی کی اور نظم ونسق میں چند بدعتوں کی بنیاد رکھ دی۔

**مرشد قلی خاں کا نظام مال گذاری**

مرشد قلی خاں نے دیوانی کا بندوبست اسی طرح کیا جس طرح اکبر بادشاہ کے عہد میں تودرمل نے امور ملکی کے ایک باضابطہ دستور العمل کو نافذ کیا تھا۔ چنانچہ اُس نے دکن

میں مال گذاری کی جمع بندی کے "دہارہ اور سررشتہ" (قواعد و ضوابط) کا تعین کیا اس دستور العمل میں غلہ اور سبزیوں کی اقسام بارانی زمینوں اور کنوئیں کے پانی اور نہروں سے سیراب ہونے والی اراضیات کے فرق کا لحاظ کر کے ہر جنس کی قیمت کا تعین کیا گیا تھا۔ اراضی کی پیمائش کرا کے بیگہ، پرتمن، بیق اور لبوہ میں تقسیم کرایا۔ غرض اس کا دستور العمل وہاں کے عمال اور زمینداروں کے لئے ہمیشہ کے لئے ایک یادگار بن گیا۔

## بادشاہ کی آمد لاہور میں

پندرہ ذی قعدہ کو بادشاہ نے لاہور کے باغ فیض بخش میں قیام کیا۔ مرزا رستم قندھاری کو بڑھاپے اور بیماری کی وجہ سے سالانہ دس ہزار روپیہ کا وظیفہ مقرر کر دیا گیا۔

## مرزا ابراہیم ادہم

تقرب خاں کا بھانجہ مرزا ابراہیم ادہم ایران سے آکر باریاب ہوا۔ کہتے ہیں مرزا ادہم نجابت و شرافت علم و کمال اور موزوں طبعی میں ایران کے مشہور اور سربرآوردہ لوگوں میں سے تھا۔ وہ آغاز جوانی میں بھی ہندوستان آیا تھا۔ باریابی کے بعد بادشاہ کو خیال ہوا تھا کہ اس کے عقد میں اپنی کوئی لڑکی دے کر اسے دامادی کی عزت بخشیں اس لئے تقرب خاں کو جو اس کا ماموں تھا اس کی تربیت کے لئے مامور کر دیا تھا لیکن مرزا کے دماغ میں ہوا بھری ہوئی تھی۔ وہ شادی کے بندھنوں سے ابھی آزاد رہنا چاہتا تھا۔ صاف انکار بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ یہ بے ادبی تھی اس لئے اس نے بہکی بہکی حرکتیں شروع کر دیں اور اپنے ماموں اور دوسرے امیروں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ اور لغو باتیں کرنے لگا اور خود کو ہرزہ گوئی امرد پرستی میں اس قدر رسوا کر لیا کہ بادشاہ نے آخر کہدیا "افسوس کہ مرزا اس ہنر و کمال کے باوجود اپنے آپے میں نہیں رہا۔ اس کے رنگین اشعار کے متعدد دیوان ہیں۔ معتبر راویوں کی زبانی سنا گیا ہے کہ سکرات کے عالم میں جب وہ اپنی عمر کے ضائع ہو جانے پر اشک ندامت بہا رہا تھا حاضرین مجلس نے کہا مرزا خدا کو یاد کر اس وقت اس نے فی البدیہہ یہ شعر کہا ؎

اے کہ می گوئی فراموشش مکن در وقت مرگ
من کہ می میرم برائش چوں فراموشش کنم

نذر محمد خاں کے بیٹے خسرو کو بادشاہ نے منصب سے برطرف کر کے سالانہ لاکھ روپیہ

وظیفہ مقرر کر دیا۔

جب بادشاہ لاہور میں علی مردان خان کے گھر تشریف لے گئے۔ تو اس نے پیش کش گذرانی بادشاہ نے دو لاکھ بیس ہزار روپیہ کا نذرانہ قبول کر لیا۔

## قندھار کی مہم پر دارا شکوہ کا تقرر

دارا شکوہ نے درخواست کی کہ تسخیر قندھار کی مہم اس غلام کے سپرد کی جائے۔ بادشاہ نے منظور کر لیا اور لاہور میں تین ماہ لزدن قیام کیا اور جنگ کے قلعہ گیری کا سامان تیار کرا دیا۔ دس بڑی توپیں، سینتیس چھوٹی ہوائی توپیں، چھوٹے بڑے ایک ہزار گولے، چودہ ہزار بان، سرنگ اور بارود وغیرہ مہیا کر دی گئی تھیں۔ بنجاروں کو رسد پہنچانے کے لئے مامور کیا۔ آخر ربیع الاول اوائل اسفندار کوچ کی تاریخ اور ۔ ر جمادی الآخر محاصرہ کی تاریخ مقرر کی اور رخصت کرتے وقت شہزادہ کو خلعت، تلوار، خنجر مرصع اور دوسرے جڑاؤ آلات گھوڑے، ہاتھی، جن پر طلائی میناکار اور نقرئی ساز تھے، جن کی مجموعی قیمت چار لاکھ روپیہ ہوتی تھی۔ عنایت فرمائے۔ اس کے علاوہ بیس لاکھ روپیہ مدد کے لئے نقد و جنس میں مرحمت کئے۔

## بادشاہی لشکر کی تعداد

شہزادہ کے ساتھ نامی گرامی امیر اور راجہ بادشاہی لشکر کابل کی متعینہ فوج اور دوسرے صوبوں کی جمعیتوں میں سے مقرر کئے گئے۔ مجموعی طور پر لشکر میں ستر ہزار سوار منصب دار اور تنخواہ یاب امیر تھے۔ پانچ ہزار برقنداز تین ہزار احدی تیر انداز دس ہزار پیادہ بندوقچی، چھ ہزار بیل دار اور تبر دار پانچ سو سنگ تراش اور نقب انداز پانچ سو نقد مزید سات بڑی توپیں، سترہ ہوائی توپیں اور تیس چھوٹی توپیں، ساٹھ جنگی مست ہاتھی ان کے علاوہ شاہزادہ اور امراء کے ہاتھی بھی تھے۔ جملہ ہاتھی ایک سو ستر شمار کئے گئے تھے۔ ان کے علاوہ بان انداز اور گولہ انداز اور قلعہ گیری سے متعلق سامان اور آدمی بھی جن کی تفصیل لاحاصل ہے۔ فوج کے اخراجات کے لئے ایک کروڑ روپیہ کا خزانہ جو ہمراہ تھا شاہزادہ کو دیا گیا۔

علی مردان خاں کو اس کے بیٹے محمد ابراہیم نامی کے ساتھ ۔ ابراہیم خاں خطاب دیا گیا تھا۔ سات ہزار سواروں کے ساتھ مقرر کیا گیا کہ وہ کابل اگر مہم کے

ہوئے۔یک لشکر کی امداد اور رسد کی فراہمی اور قلعہ شکنی کے دوسرے سامان پہنچانے کا بندوبست کرتا رہے۔

---

## (جلوس کا ستائیسواں سال مطابق سن ایک ہزار تریسٹھ ہجری (۱۰۶۳ھ))

**امرار کا تقرر** اس سال میر احمد ولد سیادت خاں کو میر احمد خاں کا خطاب دے کر خاندیس کے ماتحت علاقہ نصیر آباد وغیرہ کی فوج داری عطا کی اور سیف اللہ عرب کو مذکورہ صوبہ میں مصطفیٰ آباد عرف چوپرہ کا فوج دار بنایا۔ اور دونوں کو رخصت کر دیا۔

**داراشکوہ کی روانگی** شاہزادہ کو ملتان کے راستہ روانہ کیا گیا اور توپوں کو قریب کے ہموار راستہ سے چند ہزار بیل داروں اور ہاتھیوں کے ساتھ روانہ کر دیا۔ اس کے بعد بادشاہ خود بیس دن میں ملتان پہنچ گئے۔ چند دن وہاں ضروری انتظامات کے لئے قیام کیا۔ عورتوں کو ملتان میں ٹھہرا دیا گیا اور شاہی سواری کابل روانہ ہوگئی۔

**قندھار کا محاصرہ** رستم خاں شہزادہ کے لشکر کا ہراول تھا وہ قلعہ گیری کا سامان بارہ ہزار سوار اور چند مشہور امیروں کو لے کر بادشاہ کی متعینہ تاریخ ۔۷ رجمادی الآخر کو قلعہ پر پہنچ گیا اور محاصرہ کے ارادہ سے بہادر نوجوانوں اور قزاق ازبکوں کو قلعہ کے اطراف پھیلا دیا۔ قزلباشوں نے بھی قلعہ سے نکل کر حملہ کیا اور خواجہ خاں کو ازبکوں کی ایک جماعت کے ساتھ قتل اور زخمی کر دیا قلعہ والوں کے بھی چند آدمی مارے گئے۔ اسی دن رستم خاں نے قلعہ کے دروازہ کے سامنے گولہ باری کی زد سے باہر کیمپ لگا دیا۔ دوسرے دن سوار ہو کر باقاعدہ منظم فوج کے ہمراہ قلعہ کے اطراف معائنہ کرنے کے لئے نکلا اور تین دن تک مورچے باندھنے اور نقب لگانے کی تجویزیں بناتا رہا۔

**داراشکوہ قندھار میں** شاہزادہ بھی دشوار گزار گھاٹیوں کو عبور کر کے قلعہ کے قریب پہنچا اور دن کے سات بجے قلعہ سے دور چھاونی ڈال دی پھر قلعہ کشائی کی تجویز اور انتظامات کے ملاحظہ کے لئے سوار ہو کر نکلا۔ بعد میں شاہزادہ نے مرزا کامران کے باغ کے قریب قیام کیا۔ رستم خاں کو دوسرے امرا کے ساتھ جگہ

جگہ متعین کیا مورچے تقسیم کئے اور ہر ایک کو توپ خانہ اور دوسرا سامان جنگ تقسیم کر دیا۔ پھر ہر امیر مورچے باندھنے کے لئے بیل داروں کی مدد سے کوشش کرنے لگا خاص طور سے محمد جعفر میر آتش دوسرے تمام امیروں کی نسبت زیادہ سرگرم تھا۔ وہ اپنے سر پر بہت بڑا پر لگائے ہوئے تھا۔ ایک دن شہزادہ کے ایک گستاخ مصاحب نے اس سے پوچھ لیا کہ "اتنا بڑا پر سر پر لگانے سے کیا حاصل" اس نے بڑے فدویانہ انداز میں جواب دیا "جس دن حملہ ہوگا میں اسی پر سے اڑ کر قلعہ میں پہنچ جاؤں گا۔"

## ماتحت قلعوں کی فتح

مورچے باندھنے نقب لگانے میں بہادر لشکریوں نے کیا کچھ کارنامے سرانجام دیئے اس کی تفصیل کو ہم چھوڑتے ہوئے قندھار کے ماتحت قلعوں بست وغیرہ کی تسخیر کا کچھ حال بیان کرتے ہیں' بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ قندھار سے پہلے اس کے ماتحت قلعوں کی فتح کی طرف سے اطمینان حاصل کر لیا جائے تاکہ قندھار کے محصوروں کے حوصلے پست ہو جائیں۔ چنانچہ شہزادہ نے رستم خاں' نجابت خاں اور راجاؤں کے ساتھ بیس امیروں' پندرہ ہزار سواروں' احدیوں اور بکثرت برقندازوں کو قلعہ بست پر فوج کشی کے لئے مقرر کیا۔ جب لشکر قلعہ کے نیچے پہنچا تو دونوں طرف سے سخت مقابلے ہوئے توپوں کی گرج بندوقوں اور زنبورکوں کی آتش باری سے میدان دھواں دھار ہو گیا۔ دس دن تک مہدی قلی نے بڑی ثابت قدمی دکھائی۔ مگر جب قلعہ کے دروازہ والے برج کے سامنے بڑی توپ نے جا کر گولہ باری شروع کی گئی اور قلعہ کے در و دیوار پر چند گولے جا کر لگے تو محصوروں کے حوصلے گر گئے۔ اور قلعہ دار پناہ اور امان لے کر قلعہ کی چابیاں لئے ہوئے رستم خاں کے پاس آگیا۔ اور بادشاہی آدمی قلعہ کے مال و اسباب اور رسد وغیرہ کو ضبط کرنے کے لئے مقرر کر دیئے گئے۔

## کرسنگ پر قبضہ

رستم خاں نے مہدی قلی خاں' قلعہ دار کی بڑی خاطر مدارات اور دلجوئی کی چنانچہ جب بادشاہی فوج نے قلعہ کرسنگ کا محاصرہ کر لیا تو اس نے اپنے بیٹے کو جو کرسنگ کا قلعدار تھا خط لکھا کہ "اب محصور ہونے اور جنگ کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا' جس طرح میں نے قلعہ کو حوالہ کر کے امان حاصل کر لی ہے تم بھی اطاعت اختیار کر لو" اس نے بہت سی توقعات دلا کر اسے اپ

پاس آجانے کے پیغام بھیجے مگر اس نے پہلے پہل قبول نہیں کیا مگر چند دن جنگ کرنے کے بعد قلعہ کو خالی چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ قلعہ پر میر محمد بر کی کو مقرر کر کے مہدی قلی کو مع مال و اسباب اور اہل و عیال کے شاہزادہ کے پاس بھیج

**ملک حسن کی غداری** انہی دنوں ملک حسن نامی ایک امیر نے شاہ ایران کے پاس ایک خط بھجوایا تھا جس میں شاہجہاں کا شکوہ تھا اور ایران کے دربار سے رجوع کرنے کی بابت لکھا تھا اس رقعہ کا جواب بادشاہی جاسوسوں کے ہاتھ پڑ گیا۔ بادشاہ نے اس کا گھر بار ضبط کر کے اسے منصب سے معزول کر دیا اور قید کر دیا۔

**قندھار کی مہم** رستم خاں نے اس علاقہ کے بقیہ قلعوں کی تسخیر اور مخالفوں کی سرکوبی کے لئے جو کارروائیاں کیں اختصار کے پیش نظر ہم انھیں چھوڑ کر قندھار کے محاصرہ کے متعلق چند سطریں لکھتے ہیں۔ جب مذکورہ قلعوں کی فتح کی خبر اور رستم خاں کے دوسرے نواحی قلعوں کی طرف پیش قدمی کی اطلاع دربار میں پہنچی تو بادشاہ نے مزید پیش قدمی کو پسند نہیں کیا اور قندھار کی تسخیر کے لئے مسلسل تاکیدی احکام بھیجے چنانچہ راجہ راج روپ اور محمد جعفر میر آتش اور دوسرے آدمیوں نے دمدمے اٹھانے اور نقب لگانے میں پورا زور لگا دیا۔ شاہزادہ دارا شکوہ نے امراء کو طلب کر کے دعدہ وعید کے ساتھ دھمکایا کہ "مجھے محمد اورنگ زیب نہ سمجھنا جو اس قلعہ کے نیچے سے دو مرتبہ ناکام واپس چلا گیا۔ اگر تم نے قلعہ کو فتح نہ کیا تو میں تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا کہ واپس جا کر اپنی بیوی بچوں کی شکل دیکھ سکو" محمد جعفر نے جو بڑا پر جوش اور سرگرم تھا عرض کیا۔ قلعہ پر قبضہ کے بعد میں محصوروں میں سے ایک شخص کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا ایسا نہ ہو کہ ان فریادوں سے متاثر ہو کر حضور رحم فرمائیں اور ان کی جاں بخشی کر دیں"۔ شاہزادہ نے فرمایا۔ بادشاہوں کو دریائے رحمت کہا جاتا ہے، دشمن رجوع کرے تو اس پر رحم کرنا ناگزیر ہے۔

**قندھار پر گولہ باری** بادشاہی لشکر نے مورچے باندھنے، قلعہ کے نیچے تک اور خندق تک نقب پہنچانے میں بار ہا کامیابی حاصل کی مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ قلعہ والوں نے ان ساری کوششوں کو ناکام کر دیا۔ محمد جعفر نے ایک لاکھ روپیہ کے صرفہ سے ایک بہت اونچا دمدمہ جو تیس گز اونچا اور پچھتر گز لانبا تھا تیار کرایا اور اس پر دس بھاری توپیں چڑھا کر قلعہ پر قیامت خیز گولہ باری شروع کر دی۔ دوسرے دمدموں سے بھی ہوائی توپوں کے گولے اور بان قلعہ میں پھینکے گئے۔ اس آتش باری سے اس میں شک نہیں محصوروں کا کافی جانی و مالی نقصان ہوا

مگر یہ سب ضائع ہوا اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

**بے خطا نشانہ باز**

قلعہ والوں نے شاہزادہ کی خیمہ گاہ کے مقابل قلعہ پر ایک توپ چڑھائی اور مسلسل گولہ باری کرنے لگے۔ گولے برابر خیمہ سے متصل آکر گر رہے تھے، جن سے بہت سے آدمی اور گھوڑے ضائع ہو گئے۔ اس موقع پر ہندوستان کے ایک توپچی نے بڑا کمال کر دکھایا اس نے اس کے عین مقابل ایک توپ نصب کرا کے ایسا بے خطا اور صحیح نشانہ لگایا کہ قلعہ کی توپ کا دہانہ پھٹ گیا۔ اور چند دن تک اس توپ کا نشان تک نظر نہیں آیا۔ مگر بعد میں اسی جگہ سے اچانک گولے برسنے لگے۔ مگر حیرت یہ تھی کہ وہاں توپ نظر نہیں آتی تھی۔ گولہ چھوٹتا تھا آواز ہوتی تھی اور دھواں اٹھتا ہوا دکھائی دیتا تھا مگر توپ کہاں تھی، پتہ نہیں چلتا تھا۔ آخر ایک محصور قیدی کی زبانی معلوم ہوا کہ قلعہ والوں نے اس توپ کا دہانہ کاٹ کر دوبارہ اسے قابلِ استعمال بنا لیا اور ایک نئے تعمیر کردہ دمدمہ پر اس طرح اسے نصب کیا گیا تھا کہ لے سر کرتے وقت وہ ظاہر نہ ہو صرف دھویں اور دھماکہ سے اس کی موجودگی کا پتہ چلے۔ اس توپ سے قلعہ والے صبح اور شام صرف دس بارہ گولے سر کرتے تھے۔

**بارود خانہ کا دھماکہ**

بادشاہی لشکر نے اس محاصرہ میں بڑی بہادری اور جانفشانی دکھائی یہاں تک خندق کا پانی بڑی کوششوں کے بعد کاٹ کر بہا دیا۔ پھر ایک ہوائی گولہ بھی قلعہ کے بارود خانہ کے ایک انبار میں جاکر گرا بڑا سخت دھماکہ ہوا اور جو لوگ اس کارخانہ میں تھے اس کی چھت کے ساتھ اڑ گئے۔ لشکریوں نے متعدد بار سخت گولہ باری اور آتش باری میں فصیل پر حملے کئے اور بڑی بہادری دکھائی مگر یہ سب بے کار ہی گیا اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکا۔ ہم ان سب تفصیلات کو یہاں درج کرنے سے قاصر ہیں۔ البتہ رشید خاں عرف محمد بدیع نے جو اس مہم میں شاہزادہ کی خدمت میں تھا اور مہابت خاں کے ماتحت دیوانی کے عہدہ پر مامور تھا اسی محاصرہ کی تفصیلات روداد اور وقائع نگاری کے طور پر لکھی ہیں، اس کتاب کا نام اس نے "تاریخ قندھار" رکھا تھا اور شاہزادہ کی خدمت میں پیش کر کے انعام حاصل کیا تھا۔ اس کے بعض واقعات کو تحریر کرنے کی جرأت میرے قلم میں نہیں ہے تاہم اس ذکر کو بالکل ہی ترک کر دینا بھی ممکن نہیں۔ کیونکہ یہ صداقت بیان مورخوں کے مسلک ۔ >

نی نہیں ہے اس لئے راقم الحروف چند باتوں کا ذکر ضروری سمجھتا ہے۔

**ریت کا قلعہ** کہتے ہیں سلطان سلیمان شکوہ نے بہادر بچوں کی طرح ریت کا ایک قلعہ بنایا اس میں فصیل برج وغیرہ بنا کر ان پر لکڑی کی توپیں چڑھائیں اور چند لڑکوں کو قزلباشوں کی جگہ اس میں محصور کر دیا اور خود حملہ کر کے بندوقیں سر کرتے ہوئے اس قلعہ کو فتح کر لیا اور شادیانہ بجانے کا حکم دیا امرا نے نذرانے دیئے، آداب تسلیمات بجا لائے۔ جب شاہزادہ داراشکوہ کو اس کھیل کی اطلاع ملی تو سلیمان شکوہ کو بلا کر مبارکباد دی اور خلعت عطا کی اور تمام امیروں نے مبارکبادی کی سلامی دی۔

**ہولناک معرکہ** محمد جعفر نے ایک دن عرض کیا کہ قلعہ سے کسی آدمی کی آواز سنائی دیتی ہے نہ کوئی ہلچل دکھائی دیتی ہے بلکہ مردہ لاشوں کی گندی بدبو آرہی ہے جیسے قلعدار اپنے رفیقوں اور فوج کے ساتھ طاعون سے یا کسی اور وبا سے مر گیا ہو۔ اس اطلاع کے بعد لشکریوں نے بڑے جوش خروش سے قلعہ پر حملہ کر دیا برج کے نیچے پہنچنے تک قلعہ سے کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ لیکن جیسے ہی لشکری کمندیں ڈال کر اوپر چڑھنے لگے یکبارگی قلعہ کا توپ خانہ طرح طرح کے آتش بازی کے ہتھیاروں کے ساتھ غرانے لگے اور ہزاروں گولے اور پتھر ادھر سے برسنے لگے۔ اس حادثہ میں بکثرت سوار اور پیادے کام آگئے۔ ان کی لاشوں کو کئی دن تک آتش باری کی وجہ سے وہاں سے اٹھا کر لے جانے کی ہمت نہیں پڑی، راجپوتوں نے بڑی تلاش کے بعد رات کے وقت دور سے اپنے مُردوں پر جلتی لکڑیاں پھینک پھینک کر انھیں جلا دیا۔

**داراشکوہ کی سادہ لوحی** مذکورہ کتاب میں شاہزادہ اور اس کے بعض ہوا خواہوں کی سادہ لوحی کے قصے بھی درج ہیں کہ ایک دن محمد جعفر دو سفید داڑھی والے کملی پوشوں کو شاہزادہ کے پاس لے کر آیا اور عرض کیا کہ یہ دونوں مراقبے کے عالم میں سارے جہان کی خبریں بتا دیتے ہیں، شاہزادہ نے دونوں کو بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا قسم قسم کی خوشبوئیں طلب کیں پھر وہ بحر معرفت کے دونوں غواص مراقبہ میں سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ کافی دیر بعد

ان میں سے ایک نے سر اٹھا کر کہا میں سیر کرتے ہوئے جس وقت صفاہان پہنچا ہوں تو شاہ ایران کی موت کا واویلا مچا ہوا تھا پھر دوسرے نے سر اٹھایا اور اطلاع دی کہ جب اصفہان پر سے گذر ہوا تو میں نے دیکھا کہ شاہ عباس کو لوگ دفن کر رہے ہیں۔ یہ الہام جب محمد جعفر اور دوسرے امرائے سُنا تو اس خوش خبری پر اللہ کا شکر ادا کرنے لگے۔

## مکّار شعبدہ باز

ایک اور عجوبہ اس کتاب میں ہے کہ محمد جعفر ایک صاحبِ کمال ریاضی داں کو جو بڑا چالاک اور مکار تھا۔ شاہزادہ کے سامنے پیش کیا کہ یہ شخص جنوں کی تسخیر اور فن "تکسیر" میں بڑی مہارت رکھتا ہے اس کا کہنا ہے کہ اگر ایک لولی (امرد۔ آوارہ) جو اس شکل صورت اور اوصاف کا مہیا کردیا جائے اور تین سالہ دوآتشہ شراب اور بعض دوسری اشیا بھی مل جائیں تو وہ اس لولی کے خون اور اس شراب سے چند ہزار نقش لکھ کر بعض جنوں کو جو اس کے محکوم ہیں ان کے لشکروں سمیت بلائے گا اور ان کو قلعہ والوں کی سرکوبی کے لئے مامور کردے گا۔ اس عمل کے چالیس دنوں میں بادشاہی لشکر حملہ کرنے میں پوری کوشش کرے تاکہ جن بھی مدد کرنے میں سرگرمی دکھائیں۔ شاہزادہ نے اس کی مطلوبہ اشیاء فراہم کرنے کے لئے محمد جعفر کو مامور کیا۔ جب یہ خبر لشکر میں پھیلی تو لشکر میں جتنے لولی تھے سب روپوش ہوگئے۔ بہرحال اس مکار کی مطلوبہ چیزیں اور ایک لولی بڑی کوششوں کے بعد فراہم کردیا گیا۔ موعودہ دنوں میں وہ خلوت خانہ خاص میں عیش کرتا رہا اور بہادر لشکریوں کی کوششوں سے قلعہ کے فتح ہو جانے کا منتظر رہا۔ جب مقررہ مدت ختم ہوگئی اور وہ جان گیا کہ لشکر کے حملوں سے اب قلعہ فتح نہیں ہوگا۔ اور سارا بھید کھل جائے گا تو وہ لشکر سے فرار ہوکر قلعہ کے حصار کے نیچے چلا گیا اور امان کا رومال ہلا کر پناہ طلب کی۔ قلعہ والوں نے اسے اندر بلالیا۔ قلعہ دار نے سارے حالات معلوم کرنے کے بعد اس کے لئے تنخواہ مقرر کردی۔ مگر اس مکار کی موت آچکی تھی وہ کبھی کبھی برج اور حصار پر آکر سیر کرتا تھا اور بادشاہی فوج کے آدمیوں سے باتیں کرتا تھا۔ قزلباش اس کے بارے میں پہلے ہی سے مشکوک تھے اس کی ان حرکتوں سے ان کا شبہ اور بڑھ گیا۔ اور انھوں نے اسے قلعہ کے پشتہ پر سے نیچے گرادیا اور وہ اپنے کرتوتوں کی سزا پر

پہنچ گیا۔

ادھر محمد جعفر برابر یہ عرض کرتا رہا تھا کہ قلعہ دار اپنے ہمراہیوں سمیت بس آج کل میں ہمارے قبضہ میں آجائے گا حضور ان بدمعاشوں پر ہرگز رحم نہ فرمائیں اور ان کو میرے حوالے کر دیں کہ میں خوب ایذائیں دے دے کر ان کا کام ختم کر دوں اس کے جواب میں شاہزادہ صاحب فرمایا کرتے تھے۔ ہم بادشاہ ہیں ہم کو عفو میں جو لذت ملتی ہے وہ انتقام میں نہیں ملتی۔

**قلعہ پر آخری حملہ**

قلعہ پر پانچویں حملہ کی تاریخ ۹ر شوال مقرر ہوئی۔ چنانچہ اس تاریخ کو آخر رات میں ہزاروں لشکریوں نے زینے اور کمندیں لے کر چڑھائی کر دی اور قلعہ کی دیوار پر پہنچ گئے۔ رستم خاں، لشکر خاں، ایرج خاں اور محمد جعفر نے راجپوتوں کی ایک جمعیت کے ساتھ بڑی جاں بازی دکھائی دمدموں اور فصیل کے نیچے سے آتشیں بان قلعہ میں پھینکے اور بڑی سخت گولہ باری کی حملہ آوروں کی مدد اور محصوروں کو مرعوب کرنے کے لئے قلعہ کے چاروں طرف سے توپوں، بندوقوں اور زنبوروں سے قلعہ پر بڑی سخت آتش باری کی گئی، ہزاروں گولے قلعہ میں جا کر پھٹے اب تک یہ ہوتا تھا کہ دن میں گولہ باری سے جو دیواریں گر جاتی تھیں، قلعہ والے راتوں رات ان کو تعمیر کر لیتے تھے مگر اس رات اس غضب کی گولہ باری ہوئی کہ ان کو مرمت کی مہلت نہ مل سکی۔ عبداللہ بیگ اور محمد جعفر دونوں بھائیوں نے اس قدر چیخ چیخ کر اپنے آدمیوں کی ہمت بندھائی کہ ان کے حلق بیٹھ گئے اور بات کرنے کے قابل نہ رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

**قلعہ والوں کا زبردست حملہ**

اب قلعہ والوں نے توپوں بندوقوں سے گولہ باری شروع کر دی، لوہے کے ٹکڑے برسانے لگے، جلتے تیل کے کڑھاؤ انڈیل دیئے، اور بڑی سخت سنگ باری کی، رات کی نسبت ان کا حملہ زیادہ سخت ہو گیا کہ حملہ آور فوج کو سر اٹھانے کی مہلت نہیں ملی اور سادات بارہہ، مغل، راجپوت اور افغانوں کی ایک کثیر تعداد کام آ گئی اور ایک بڑی جماعت زخمی ہو گئی آخر یہ ناکام لشکری گرتے پڑتے اس راستہ پر بھاگنے لگے، جسے وہ بہ مشکل طے کر کے قلعہ کے نیچے تک پہنچے تھے۔ اس معرکہ میں غیر معروف آدمی تو بہت مارے گئے مقتولین میں جو

مشہور امیر تھے ان کے نام یہ ہیں خواجہ خاں ضیاء الدین خاں احدیوں کا بخشی، محمد شریف عرب، تیمور بیگ، لعل بیگ، میر یوسف کا بیٹا محمد حسین، محمد سعید کاشغری، دولت خاں راجہ مان سنگھ وغیرہ یہ کل پچیس امیر تھے۔ ان کے ساتھ بہت سے نامی گرامی راجپوت اور بکثرت احدی بھی مارے گئے۔ اسی طرح خندقوں میں بھی بہت سے آدمی گر کر ہلاک ہو گئے اس رات نقبوں کو خندقوں تک پہنچا دیا گیا تھا اور نقب انداز لشکری ترقی اور اضافہ کے لالچ میں وہاں پہنچ چکے تھے۔ غرض اس دن دو ہزار سے زیادہ آدمی ہلاک ہو گئے۔

## چوبی جھوٹے اور آتش زدگی

اس ناکامی پر شاہزادہ نے رستم خاں کو اور دوسرے امراء کو بلا کر خوب ڈانٹ پلائی اور کہا۔ ہم نے بارہا کہا ہے کہ ہم کو بھائی اورنگ زیب کی طرح نہ سمجھو کہ ہم بھی بغیر قلعہ فتح کئے واپس چلے جائیں گے۔ سب نے جواب میں اطاعت اور جاں نثاری کا وعدہ کیا اور از سر نو نقب لگانے دمدمے بنانے اور مورچے قائم کرنے میں لگ گئے۔ روزانہ دونوں طرف سے کافی آدمی مارے جاتے تھے جن میں بادشاہی لشکر کے آدمیوں کی تعداد زیادہ رہتی تھی۔ آخر عرب اور عجم کے ہنرمندوں نے لکڑی کے تختے رسوں سے باندھ کر جھولے بنائے اور لشکری ان کے ذریعہ پہاڑ کے ایک جوف میں پہنچ گئے جہاں تک گولہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ محصوروں نے یہ کیا کہ مٹی کے تیل کی مشکیں بھر بھر کر ان چوبی تختوں کے آس پاس لٹکا دیں پھر ان مشکوں پر تیر مار کر اس طرح سوراخ کر دیتے کہ تختوں پر تیل کا چھڑکاؤ ہو گیا۔ پھر لحافوں اور پرانے کپڑوں کو تیل میں تر کر کے لانبی لکڑیوں پر باندھ دیا اور انھیں آگ دکھا کر ان رسیوں اور تختوں تک پہنچا دیا۔ اس تدبیر سے تمام جھولے مع سواروں کے جل کر راکھ ہو گئے۔ خندق کے کنارے سے دمدمہ تک انھوں نے نقب لگا کر اندر اندر دمدمہ کی مٹی نکال دی اور جب تک بادشاہی فوج کو اطلاع ہو وہ گر کر ڈھیر بن گیا۔ تاریخ ایران میں لکھا ہے کہ سہراب خاں قلعدار نے محاصرہ کے دنوں میں قلعہ کے دروازہ کو بالکل کھلا رکھا کبھی بند نہیں کیا۔

## محاصرہ کی ناکامی

جب محاصرہ کی مدت پانچ ماہ سے بھی بڑھ گئی اور سرنگ بارود وغیرہ کا سامان ختم ہونے لگا۔ لشکر میں اور صحرا میں غلہ کا ملنا مشکل ہو گیا۔ پھر آسمان سے برف برسنے لگی۔ دیکھتے دیکھتے زمین پر برف ریل کی طرح جم گئی اور سرما کی شدت

اور بھوک سے بکثرت آدمی اور جانور تلف ہو گئے۔ جب یہ صورت حال بادشاہ کو معلوم ہوئی تو دستخط خاص سے محاصرہ اٹھا کر واپس ہو جانے کے لئے فرمان جاری ہو گیا۔ لہٰذا رستم خاں نے قلعہ بست کو جو قبضہ میں آ گیا تھا منہدم کر دیا وہاں کی غذا کا ذخیرہ لوگوں میں تقسیم کر دیا اور توپ خانہ کا سامان اٹھا لے گیا۔

**داراشکوہ کی ناکام واپسی**

آخر ذی قعدہ میں شاہزادے نے قلعہ سے واپسی کے لئے کوچ کیا چونکہ قزلباشوں کے تعاقب اور افغانوں کی شرارت کا اندیشہ تھا اس لئے غیرت خاں کی حفاظت میں توپ خانہ کو اور بہیر و رسد کے زیادہ سے زیادہ آدمیوں کو پہلے ہی غزنیں روانہ کر دیا۔ اور خود چند مقام کرتے ہوئے کوچ کرنے لگا۔ ہر منزل پر قزلباشوں اور اس نواح کے لوگوں کی شرارتوں سے فوج کے اطراف کے آدمیوں اور عقبی حصہ کو کافی نقصان پہنچتا رہا۔ یہاں تک کہ شکست خوردہ لشکر ملتان پہنچ گیا، وہاں چند دن آرام کرنے کے بعد اوائل محرم میں شاہزادہ لاہور لوٹ آیا۔

بادشاہ نے شاہ عباس کی خالہ کے لڑکے محمد صالح کو ہزاری دو سو سوار کا منصب عطا کیا۔

---

## (جلوس کا اٹھائیسواں سال مطابق سن ایک ہزار چونسٹھ ہجری ۱۰۶۴ھ)

**محمد اعظم کی پیدائش**

اورنگ زیب کی عرض داشت سے اس کے گھر لڑکا تولد ہونے کی خوش خبری ملی بادشاہ نے اس کا نام محمد اعظم رکھا۔

**آختہ بیگی اسد خاں**

محمد ابراہیم آختہ بیگی کو اسد خاں کا خطاب عطا ہوا۔ اعتقاد خاں نے دائم المریض ہونے کے سبب منصب سے استعفیٰ دے دیا تھا، اس سال وہ صحت یاب ہو کر لاہور سے حضور میں آیا تو بادشاہ نے اسے چار ہزاری پانچ سو سوار کا منصب اور بدستور سابق بخشی گری کی خدمت مرحمت فرمائی۔

**جامع مسجد کی تعمیر**

اطلاع ملی کہ قلعہ اکبر آباد کی مسجد جسے سنگ سرخ سے بنانے کا حکم ہوا تھا۔ سات سال کی مدت بعد تین لاکھ روپیہ کے خرچ سے جلوس کے اٹھائیسویں سال کے آخر میں مکمل ہو گئی ہے۔ لہٰذا بادشاہ اکبر آباد کی طرف روانہ ہو گئے۔ ۱۶ محرم کو قلعہ میں داخل ہوئے جمعہ کے دن مسجد میں نماز ادا کی

اور دس ہزار روپیہ مستحقوں میں تقسیم کرایا۔ آخر محرم میں ملکہ کے مقبرہ اور دوسرے بزرگوں کے مزاروں کی زیارت کرکے دارالخلافہ کو واپس ہو گئے۔

اطلاع ملی کہ رانا جگت سنگھ کا بھائی غریب داس جو حضور میں تھا بلا اجازت اُٹھ کر وطن کی طرف چلا گیا۔ اس کو منصب وجاگیر سے برطرف کرنے کا حکم ہو گیا۔

## بادشاہ کی دارالخلافہ میں آمد

چودہ ماہِ صفر کو بادشاہ دارالخلافہ شاہجہاں آباد کے دولت خانہ میں داخل ہوتے۔ شاہزادہ داراشکوہ بھی قندھار سے لوٹ کر حضور میں پہنچ گیا تھا۔ بادشاہ کے حکم سے سعداللہ خاں اور اسد خاں نے اس کا استقبال کیا۔ حاضر ہونے پر بادشاہ نے اس پر بے انتہا عنایات کیں۔

## قیصرِ روم کی دوسری سفارت

سورت کی بندرگاہ کے متصدی (رپٹ دار) نے عریضہ بھیجا کہ سلطان محمد خاں قیصرِ روم کا ایلچی ذوالفقار آقا نامی قیصر کا خط اور تحائف لے کر بندرگاہ سورت پر پہنچ گیا ہے۔ بادشاہ نے ایک فرمان متصدی سورت کے نام اور مدِ خرچ کے لئے ذوالفقار کے نام بارہ ہزار روپیہ کا حکم نامہ گرز بردار کے ذریعہ روانہ کیا۔ سلطان پور اور ندربار کے فوج دار سرافراز خاں پر پانچ ہزار روپیہ، دیوان برہان پور پر بارہ ہزار روپیہ، اجین سے پانچ ہزار اور اکبرآباد کے خزانہ سے بارہ ہزار روپیہ اس کے لئے مقرر کر دیا اور حکم دیا کہ اس کے علاوہ بھی صوبہ دار اپنی طرف سے اس مد میں رقومات پہنچائیں۔

محمد جعفر نے قندھار کے محاصرہ میں بڑے نمایاں کارنامے سرانجام دیے تھے شاہزادہ داراشکوہ کی سفارش پر اسے برق انداز خاں کا خطاب عطا ہوا۔

## مراد بخش کا گجرات پر تقرر

شاہزادہ محمد مراد بخش صوبہ مالوہ سے حضور میں پہنچا اسے احمد آباد کی صوبہ داری پر مقرر کیا گیا۔ اُسے تین ہزاری تین ہزار سوار کا اضافہ دے کر پندرہ ہزاری دس ہزار سوار پانچ ہزار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب دار بنا دیا گیا۔ ایک کروڑ دام انعام بھی مقرر ہوا اور چار لاکھ روپیہ نقد دے کر اسے رخصت کیا۔

(جلوس کا انتیسواں سال مطابق سن ایک ہزار پینسٹھ ہجری ۱۰۶۵ھ)

یکم جمادی الآخر کو انتیسویں سال کا جشن حسب معمول منعقد ہوا ۔ امراء و صلحا حسب حال انعام و اکرام سے نوازے گئے ۔

## قیصر روم کا ایلچی

جب ذوالفقار آقا روم کا ایلچی قریب آگیا ۔۔۔ تو حسب الحکم لشکر خاں بخشی اور طاہر خاں استقبال کے لئے گئے اور اسے لے کر دربار میں آئے ۔ اس نے طلائی ساز مروارید ٹکی ہوئی زین کے ساتھ دو گھوڑے اور اس ملک کے سلاطین کا خاص ہتھیار مرصع گرز اور قیصر کا خط پیش کیا ۔ اپنی طرف سے مرصع کمر پٹہ ، خنجر اور نو گھوڑے پیش کئے ۔ بادشاہ نے پورے اعزاز کے ساتھ قیصر کا خط لیا ذوالفقار آقا کو خلعت مرصع خنجر اور تیس ہزار روپیہ نقد ارگجہ کے تین پیالے طلائی پاندان کے ساتھ عطا کئے ۔ اسے بادشاہی مکانوں میں سے ایک مکان میں جس میں ساری ضروریات فراہم تھیں اتارا گیا ۔

## سلیمان شکوہ کی شادی

انہی دنوں سلیمان شکوہ کی شادی راجہ گج سنگھ کی پوتی سے ہوئی اس جشن کے موقع پر بھی سرکار سے تیس ہزار روپیہ پچیس ہزار روپیہ شاہزادہ اور پندرہ ہزار روپیہ ملکۂ دوراں نواب قدسیہ کی طرف سے ۔ جملہ ستر ہزار روپیہ مع جواہر ایں آلات کے جن کی مجموعی قیمت ایک لاکھ روپیہ نقد اور جنس کی شکل میں ہوتی ہے ذوالفقار آقا کو مرحمت ہوئے ۔ ایک زباں داں سخن فہم ملازم قائم بیگ کو جو ترکی اور عربی میں پوری فصاحت سے بول سکتا تھا ۔ ذوالفقار آقا ایلچی کے ہمراہ مقرر کیا اور اسے قیصر روم کے ہاں پیش کرنے کے لئے ایک مرصع خنجر جس میں قیمتی مروارید کی زنجیر پڑی تھی اور آب دار زمرد لگا ہوا تھا اور جو ایک لاکھ روپیہ کی مالیت کا تھا اور ایک مرصع کمر پٹہ جس کی مالیت چالیس ہزار روپیہ تھی اور بنگالہ اور احمد آباد اور برہان پور کے زری کے اور سادہ دو ہزار کپڑے جن کی قیمت ایک لاکھ روپیہ ہوتی تھی اور پچاس تولہ جہانگیری عطر کی بوتل جو اس زمانہ میں چار ہزار روپیہ سے زائد قیمت کا ہوتا تھا اور دوسرے تحائف اور سعد اللہ خاں کا لکھا ہوا عربی خط حوالہ کر دیا ۔

## استنبول میں طاعون

رخصت کے وقت ذوالفقار آقا کی زبانی استنبول میں طاعون اور وبا کی شدت کا حال معلوم ہوا تو بادشاہ نے سوچا ہر دو

کی تسبیح کو جس کا امام زہر مہرہ کا تھا اور جو ایک بیش بہا تحفہ تھا اور ہمیشہ بادشاہ کے بازو میں بندھا رہتا تھا، مذکورہ تحائف کے ساتھ شامل کر دیا۔ ذوالفقار آقا کے رخصت ہونے تک جملہ تین لاکھ روپیہ اس کو دیا گیا۔ اور تحائف اور زہر مہرہ کی تسبیح کے علاوہ تہمرز دم کو دو لاکھ پچاس ہزار روپیہ کی رقم روانہ کی۔ قائم بیگ کو بھی رخصت کے وقت نقد اور جنس کی صورت میں بڑی رقم دی۔

**بیت اللہ کے لئے نذرانہ** ان دونوں ایلچیوں کے ساتھ خواجہ خاںؒ کو بھی ایک لاکھ روپیہ دیا تاکہ وہ احمد آباد اور بندرگاہ سورت سے سامان خرید کر مکہ معظمہ جائے اُس کا ایک تہائی شریف مکہ کو اور بقیہ وہاں کے مستحقین میں تقسیم کر دے۔

**ملتان کی جانماز** ملتان کی ایک نہایت عمدہ بنی ہوئی جانماز، جو مسجد نبوی مدینہ منورہ کے طول و عرض کے برابر فرمائش کر کے تیار کرائی گئی تھی خواجہ خاں کے سپرد کر دی گئی۔

**عادل شاہ کا نذرانہ** عادل شاہ کے ذمہ کی ساری پیش کش اور ایک بہت بڑا ہاتھی جس کی قیمت ساٹھ ہزار روپیہ تھی طلائی ساز کے ساتھ ملاحظہ میں پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے مرصع کمر پٹہ جس کی قیمت تیس ہزار روپیہ ہوتی تھی۔ عادل شاہ کے لئے روانہ کیا۔

**قطب شاہ کا نذرانہ** اسی طرح چار ہاتھی اور دو مادہ ہاتھی طلائی ساز کے ساتھ اور جواہر میں آلات قطب الملک کی پیش کش میں عبدالصمد کی معرفت ملاحظہ میں لائے گئے۔ اسے خلعت پندرہ ہزار روپیہ عطا کیا اور دوسری عنایات سے سرفراز کیا گیا اور فرمایا قطب الملک کے نام عنایت آمیز فرمان لکھدیا جائے۔

---

لہ ن۔ خواجہ ضابط

(جلوس کا تیسواں سال مطابق سن ایک ہزار چھیاسٹھ ہجری (۱۰۶۶ھ)

## مرشد قلی خاں کی اصلاحات

مرشد قلی خاں پہلے بالاگھاٹ دکن کا دیوان تھا۔ اس کی صلاحیت اور کار روائی کے پیش نظر اُسے ترقی دے کر دکن کے چار صوبوں کا مستقل دیوان مقرر کر دیا اور وہاں کے مقبوضہ علاقوں کی اور ویران شدہ محالات کی آباد کاری کے بہت زیادہ تاکید کی۔[1]

---

[1] اس کے بعد کا پورا پیراگراف "مرشد قلی خاں" سے لے کر "بالاتر ہے" تک متن کے ایک نسخہ میں موجود نہیں ہے اس کی جگہ حسب ذیل عبارت درج ہے۔

متلاشیان احوال پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ دکن کے چھ صوبوں کی یہ وسیع ولایت زمانہ قدیم سے زرخیز اور سیر حاصل خطہ رہا ہے مگر اب تک یہاں پر اراضی کے ہر بیگہ کے شمار کے ساتھ جمع بندی کی تشخیص کا دستور جریب سے زمین کی پیمائش اور غلہ کی تقسیم کا قاعدہ رائج نہیں رہا تھا بلکہ یہ ہوتا تھا کہ دہقان اور مزارع ایک ہل اور ایک جوڑی بیل کے ساتھ جتنی زمین بھی کاشت کر سکتا تھا کر لیتا تھا اور ہل کے حساب سے شہروں اور پرگنوں کے معمولی فرق کے ساتھ سرکار کو محصول ادا کر دیتا تھا۔ غلہ کی کمیت اور پیداوار کے تخمینہ وغیرہ کی کوئی بازپرس نہیں ہوتی تھی۔ بعد میں جب زمانہ کے ہاتھوں یہ علاقہ چغتائی خاندان کے قبضہ میں آگیا تو مسلسل آفتوں کے سبب پرگنے اور دیہات اُجڑ کر رہ گئے اور ان کی ویرانی میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا۔ مال گذار رعایا نے جب دیکھا کہ ان کا ملک مغلوں کے قبضۂ اقتدار میں چلا گیا ہے تو وہ اپنے وطن چھوڑ کر متفرق ہو گئی۔ مرشد قلی خاں متصدی پیشہ ترکوں کے خاندان سے تھا حساب کتاب جاننے والا دیانت دار اور فہمیدہ کار آدمی تھا۔ بڑے اچھے اخلاق و اوصاف کا مالک تھا اُس نے ٹوڈرمل کے دستور کے مطابق جو عرش آشیانی اکبر بادشاہ کے زمانہ میں پورے ملک ہندوستان کا دستور العمل قرار پا گیا تھا ملک کی دیکھ بھال اور منتشر رعیت کو جمع کرنے کی کوشش کی، جگہ جگہ کار رداں خدا ترس امینوں اور متدین تجربہ کار عاملوں کو مقرر کیا۔ پہلے تو اکثر پرگنوں کی اراضی کی پیمائش کرائی اور اراضی کے ہر حصہ کا نام "رقبہ" رکھا۔ پھر قابل زراعت اراضی پہاڑی زمین اور نالہ کی زمینوں کی جہاں ہل نہیں چلایا جا سکتا تھا تفریق کی جہاں جہاں "مقدم" (پٹواری) نہیں تھے اور قدیم مقدموں کے وارث بھی حادثات کا شکار ہو کر مفقود الخبر ہو گئے تھے۔ وہاں کی (بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۹ پر)

مرشد قلی خاں نے دکن پہنچنے کے بعد رعیت کی دل جوئی ملک کی آبادکاری کے لئے بڑی کوشش کی وہاں کی تمام قابل کاشت اور بنجر اراضیات کی تمام محالات میں پیمائش

---

(حاشیہ بسلسلہ صفحہ ۲۸۸) مقدمی صاحب استعداد اور رعیت کی نگہداشت کرنے والے آدمیوں کے سپرد کی اور انھیں باقاعدہ خلعت دے کر زراعت کی ترقی کی ذمہ داری سپرد کی اور بیلوں اور دوسری زرعی ضروریات خرید نے کے لئے سرکار سے تقاوی کے طور پر رقمیں ان مقدموں کے حوالہ کیں اور ہدایت کردی کہ ہر فصل پر اقساط میں سرکاری رقم وصول کرلی جائے۔ محاصل کے تین طریقے مقرر کئے۔ اول۔ سربستہ تشخیص" جس کا قدیم سے رواج تھا۔ دوم۔ بٹائی یعنی ظاہر کردہ غلہ کی تقسیم، پھر اس بٹائی کے بھی تین طریقے رکھے الف۔ جو پیداوار بارش کے پانی سے کٹائی تک حاصل ہو، خواہ وہ کسی جنس کی ہو برابر برابر نصف کی جائے، یعنی پورا نصف حصہ رعایا کا ہو اور دوسرا نصف سرکار میں ضبط کیا جائے۔ ب۔ جو جنس کنویں کے پانی سے حاصل ہو خواہ وہ خریف کی پیداوار ہو یا ربیع کی اس کا تیسرا حصہ سرکار کا اور دو حصے بایں شرط کہ اس میں کوئی کٹوتی ہو اور ظلم نہ ہو رعایا کو دیئے جائیں۔ ج۔ غلہ کے علاوہ جو بھی اعلیٰ جنس کی پیداوار جیسے انگور، نیشکر، کیلا، خشخاش، ہلدی، زیرہ اسپغول وغیرہ حاصل ہو تو اس میں آب پاشی کی دقتوں اور ان مختلف اجناس کے پھلنے اور بار آور ہونے کی طویل مدت کے پیش نظر طے کیا کہ اس کو نو حصوں میں تقسیم کرکے چار حصے تو سرکار میں داخل ہوں اور باقی پیداوار رعیت کی رہے۔ د۔ ایسی پیداوار کے متعلق جو تالابوں اور ان نہروں سے ہوتی ہے جنھیں دریا سے کاٹ کر لایا جاتا ہے اور ان کے ذریعہ آب پاشی کی جاتی ہے۔ دستور العمل میں کمی اور زیادتی کے فرق کے ساتھ شرح مقرر کی گئی۔ سوم:۔ سربستہ تشخیص" اور "بٹائی" کے مذکورہ دو طریقوں کے علاوہ جریب کا طریقہ تجویز کیا کہ دالوں (حبوبات) ترکاریوں (بقولات) اور جنس اعلیٰ (پھل وغیرہ) کی ہر جنس کا چوتھائی نکال کر مزروعہ پیداوار کی کیت اور نرخ کو پیش نظر رکھتے ہوئے فی بیگھہ کے حساب سے محصول لگایا جائے جس کی شرح اراضی کی پیمائش کے بعد ہر جنس کے لحاظ سے مختلف ہوگی محصول کی یہ مقررہ شرح کہ فی بیگھہ ہر جنس سے وصول کی جائے ملک دکن کے تین چار صوبوں میں مرشد قلی خاں کے "دھارہ" کے نام سے مشہور ہے۔

کہتے ہیں مرشد قلی خاں جریب (پیمائش) کے وقت اس خیال سے کہ رعیت کے ساتھ ظلم و زیادتی نہ ہونے پائے اور چوتھائی اور تخمینہ لگانے میں غبن کا اندیشہ نہ رہے خود (باقی بر صفحہ آئندہ)

کرائی ۔ غلہ ، فواکہات ، ترکاری ، باغات اور نہر اور رہٹ کے ذریعہ حاصل ہونے والی اور بارانی زمینوں کی ساری پیداوار کا از سر نو جائزہ لیا اور بڑے غور و تامل اور جزرسی

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۹) جریب کی رسی کا ایک سرا اپنے ہاتھ سے پکڑتا تھا اس کی اس جزرسی اور نگہداشت کی وجہ سے ملک کی آبادی اور محصول و مال میں روز بروز ترقی و اضافہ ہوتا رہا۔

واضح رہے کہ دہلی اور اکبرآباد کے اطراف کے علاقوں میں جہاں جہاں پرگنوں کی رعیت آپس میں یا حاکموں اور سرکاری عمال سے داد و ستد رکھتی ہے محاصل کا حساب کتاب بیگہ پر ہوتا ہے ۔ یہ بیگہ بارہ سو شاہجہانی گز کا ہوتا ہے ۔ دفتری بیگہ تین ہزار چھ سو کسر گز کا ہوتا ہے جو تین رعیتی بیگوں کا ایک بیگہ شمار کیا جاتا ہے ۔ ایک بیگہ وہ ہے جو ائمہ داروں کو بادشاہ کی طرف سے دیتے ہوئے فرامین میں درج ہوتا ہے اس کو "بیگہ الٰہی" کہتے ہیں یہ پانچ ہزار چار سو کسری گز سے زائد ہوتا ہے ۔ ہر بیگہ کے بیس حصے کئے جاتے ہیں اور ہر حصے کو "بسوہ" کہتے ہیں ۔ شاہجہاں آباد (دہلی) کے ماتحت تمام صوبوں کی اراضیات میں زراعت اور حساب کتاب کا مدار اسی "بیگہ" پر ہوتا ہے ۔

دکن میں ایک دوسرا ہی حساب ہے اگرچہ دکن کے صوبوں میں بھی آخر میں بیگہ کے حساب پر عمل درآمد ہونے لگا ہے ۔ مگر بیشتر وہاں کے دفاتر میں "آوت" کا اندراج ہوتا ہے اس کا حساب یہ ہے کہ قاندیس میں چار رعیتی بیگہ کو جس سے مراد تین ہزار چھ سو کسر گز ہوتا ہے کہ اس ملک میں اس سے کم کا بیگہ ہوتا ہی نہیں ۔ ایک "پرتن" کہا جائے گا اور بیس پرتن کو جس کے اسی بیگے ہوتے ہیں ایک "آوت" کہتے ہیں ۔ صوبہ برار اور اس کے اطراف آٹھ بیگہ اراضی کو ایک "نیتن" کہتے ہیں اور دس "نیتن" کا ایک "آوت" ہوتا ہے ۔ اس "آوت" کا اطلاق مطلق "ہل" پر بھی کیا جاتا ہے ۔ جو مزارع بھی ایک جوڑی بیل رکھتا ہو اور اس جوڑی سے جتنی اراضی بھی جوت لیتا ہے ۔ اسے بھی "آوت" کہتے ہیں ۔

دکن کے دہقانوں میں ایک اور اصطلاح بھی رائج ہے جسے پرگنوں کے دفتروں میں بھی درج کیا جاتا ہے وہ "محصول باغات" ہے جو محصول زراعت کے مقابل استعمال ہوتی ہے یعنی ہر اس قطعہ زمین کو جس کی پیداوار کنوئیں کے پانی سے ہوتی ہے ۔ خواہ وہ غلہ کی جنس سے ہو یا نیشکر یا اس کے علاوہ جنس اعلیٰ میں سے "باغات" کہیں گے ۔

اس حاشیہ کی مندرجہ عبارت ایک نسخہ میں زائد ہے اس کے بعد کی عبارت پھر مسلسل اور مطابق ہے ۔

کے ساتھ ہر ایک کی چوتھائی اس طرح مقرر کی کہ کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہونے پائے پھر نقدی اور بٹائی کا دستور العمل مقرر کرایا اور سرکاری مالیات اور محاصل میں اضافہ اور رعایا کی نگہداشت کی تدبیریں کیں جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ آتے ہیں۔ اس نے عمال اور زمینداروں کے لئے جو دستور العمل تجویز کیا تھا وہ ملک دکن کی آبادی کے لئے ہمیشہ کے لئے یادگار رہ گیا۔ بلاشبہ وہ تعریف و توصیف سے بالاتر ہے۔

## عزیز بیگ بدخشی کا قتل

اطلاع ملی کہ عزیز بیگ بدخشی جو بادشاہ کا روشناس آدمی تھا ستر آدمیوں کے ساتھ شادی کے ارادہ سے پشاور کی طرف جو اس کی جاگیر میں تھا گیا ہوا تھا۔ اس ضلع کے ایک مفسد نے جو اس سے عداوت رکھتا تھا۔ دوستی کے بہروپ میں راستہ میں آکر ملا اور مہمان داری کا تقاضہ کر کے اسے اپنے گھر لے جاکر ٹھیرادیا۔ پھر اطراف سے ناکہ بندی کر کے اس پر حملہ کر دیا اور اسے چند منصب داروں اور تیس چالیس نوکروں کے ساتھ قتل کرادیا۔ اس اطلاع پر بادشاہ نے اس کی اور اس علاقہ کے دوسرے شرپسندوں کی سرکوبی کے لئے احکام بہادر خاں کے نام جاری کر دیئے۔ بہادر خاں نے ان مفسدوں کی سرکوبی کے لئے دوہزار سواروں کو متعین کیا۔ ان فسادیوں نے دشوار گذار دروں میں پناہ لے لی اور چار پانچ دن لڑتے رہے۔ برف اور دشوار راستوں کی وجہ سے بہت سے بادشاہی آدمی وہاں کام آگئے آخر کار بادشاہی جمعیت کے ہاتھوں تقریباً پانچ سو شرانگیز جو مشہور قبیلوں کے تھے قتل ہوگئے اور بہادر خاں کے آدمیوں کو بکثرت اونٹ بکری وغیرہ غنیمت میں ملے ان کے گھروں کو جلا دیا گیا۔ اور بعض کو اسیر بنا لیا گیا۔

## سعد اللہ خاں کا انتقال

سعد اللہ خاں نے ہندوستان کا نظم و نسق اور وزارت کا عہدہ بڑی خوبی سے سنبھال رکھا تھا اس سال ماہ جمادی الآخر کے آخری دنوں میں قولنج کے عارضہ میں اس کا انتقال ہوگیا وہ چار پانچ ماہ اس مرض میں مبتلا رہا تھا اور اس دوران میں بادشاہ بارہا اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

اس کا بڑا بیٹا لطف اللہ پندرہ سال کی عمر کا تھا، اسے ہفت صدی سو سوار کا منصب عطا ہوا اس کے باقی فرزندوں کے لئے۔ دوسرے متعلقین کے ساتھ یومیہ مقرر کیا گیا

اس کے بھانجے یار محمد کو سہ صدی ساٹھ سوار کا منصب ملا اس کی جاگیر کے ایک بہترین ملازم عبدالنبی کو جو سارے معاملات کا ذمہ دار تھا۔ ہزاری منصب پر مامور کیا گیا۔ اس کے علاوہ بھی سعداللہ خاں کے دوسرے تمام روشناس ملازموں کو حسب مراتب منصب اور عہدہ ملا۔

## سعداللہ خاں کے اوصاف

سعداللہ خاں اللہ اس کی مغفرت کرے بڑے ظاہری اور باطنی کمالات کا مالک تھا۔ اس کے ذاتی اوصاف بے حد و حساب تھے۔ راقم الحروف کے خیال میں بلکہ تمام انصاف پسند ہوشمندوں کے نزدیک اس کا بہترین وصف یہی تھا کہ اُس نے تمام امور مملکت کو انتہائی دیانت داری اور امانت کے ساتھ سرانجام دیا۔ چنانچہ اس کی وزارت کی ساری مدت میں اس کا قلم کسی بدعت اور مردم آزاری کے لئے حرکت میں نہیں آیا، بلکہ اُس نے ہمیشہ مقدموں اور قضیوں کو اس طرح رفع دفع کرنے کی کوشش کی کہ اس میں عمال سرکار اور رعایا و مساکین کسی کا نقصان نہ ہونے پائے۔

## انصاف پسندی

ایک دن ایک عامل سرکار کا محاسبہ کیا جارہا تھا۔ پہلے یہ طریقہ تھا کہ عامل اور تحصیل دار جب مال گذاری سرکار میں جمع کراتے تھے تو ان کے نام سیکڑہ پر حق تحصیل مجرا کر دیا جاتا تھا مثلاً عامل تحصیل کے سو روپیہ جمع کرائے تو تحصیلانہ کی سند کے پانچ روپیہ چھوڑ دیتے جاتے تھے اور وہ بچانوے روپیہ جمع کراتا تھا تو مذکورہ عامل کے حساب کتاب کے وقت سعداللہ خاں کو خیال آیا کہ ہندو صراف حق تحصیل کی رقم کو سو روپیہ پر زائد جمع کر کے ایک سو پانچ روپیہ جمع کرتے اور وہ پانچ روپیہ حق تحصیل میں لکھکر وضع کر دیتے ہیں۔ اس طریقہ سے سرکار کو پانچ روپیہ کی بچت ہو جائے گی۔ چنانچہ اس نے دستخطی احکام جاری کر دیئے کہ "کروڑی" آئندہ ایک سو پانچ روپیہ کے حساب سے محصول وصول کریں۔ پانچ روپیہ حق تحصیل میں مجرا کر کے سو روپیہ پورا سرکار میں جمع کرائیں (ظاہر ہے اس حکم سے رعایا کو سو کی جگہ ایک سو پانچ دینا پڑے)، خاں مذکور اپنی اس بدعت پر وہ مدتوں نادم رہا۔ اکثر کہتا تھا۔ کاش اس دن میرا ہاتھ خشک ہو جاتا اور میں قلم کو تھام نہ سکتا۔

عقلمند جانتے ہیں کہ سرکار کی بچت کسی نئی بدعت کے اجراء اور مردم آزاری سے

نہیں ہوتی بلکہ کفایت صرف ملک کی نگہداشت جذب قلوب اور رعایا کی دلدہی میں ہوتی ہے اس سے خزانہ جمع ہوتا ہے اور وزرار نیک نام رہتے ہیں۔

## داراشکوہ کی شکایت

داراشکوہ سعداللہ خاں سے ناراض رہتا تھا۔ ایک دن اُس نے بادشاہ سے شکایت کی کہ سعداللہ خاں نے ہماری جاگیر میں تو سارے ویران اور بنجر پرگنے ڈال دیتے ہیں اور خود اپنے لئے چُن چُن کر اچھے اچھے۔ محال " رکھ لئے ہیں۔ سعداللہ خاں کو جب اس کی خبر ہوئی تو اُس نے شاہزادہ کے وکیل کو اپنے پاس بلایا اور اس سے ان تمام آفات زدہ دیہاتوں کی فہرس لکھوالی جو شاہزادہ کے ظالم عمال کے کرتوتوں سے تباہ ہورہے تھے۔ پھر یہ تمام ویران گاؤں اپنی جاگیر میں لکھ دئے اور اس کے بجائے شاہزادہ کے وکیل کی تجویز کے مطابق اپنی جاگیریں شاہزادہ کی تنخواہ کے حساب میں لکھوادیں۔ ایک دو سال بعد معلوم ہوا کہ شہزادہ کے زیر انتظام وہ آباد تعلقے کہیں زیادہ ویران اور بنجر ہوگئے۔

## سعداللہ خاں کے احکام

سعداللہ خاں کے ملاحظہ میں مستوفی (سررشتہ دار مال گذاری) حسابات کی جو رپورٹیں پیش کرتے تھے اُن پر اس کی تجویزیں بڑی جامع ہوتی تھیں۔ ہم یہاں دو مثالیں پیش کرتے ہیں۔ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں راجہ ٹوڈرمل نے یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ اگر عمال اور کروڑیوں نے سو سے کم فاضل آمدنی دکھائی ہو تو اس پر مجرا نہ دیا جائے اور اگر فاضل رقم سو سے اُوپر ہو تو وہ کروڑیوں اور عمال کے واجبات میں محسوب کردی جائے۔ شاہجہاں کے زمانہ میں شرارت پسند مستوفی عاملوں کی فاضل رقوم پر بہ یک وقت مجرا دینے میں حیل حجت کرتے تھے۔ جب حسابات کی فرد سعداللہ خاں کے پاس آئی تو اس پر تجویز لکھی۔ " مستوفی ہندی کہاوت مشہور ہے " لینا لینا دینا دینا " جب سرکار کا ایک ضابطہ مقرر ہے کہ سو سے اوپر فاضل ہو تو وہ قابل مجرا ہے تو پھر کیوں یہ نیا شاخسانہ نکال رہا ہے اور بددعائے کہ اپنی اور ہماری بدعاقبتی پر راضی ہوگیا ہے "

محال خالصہ کے کروڑیوں نے رقوم کی بازیافت کے سلسلہ میں فرد حساب پیش کی تو اس پر سعداللہ خاں نے دلچسپ تجویز لکھی " اس برف کے منارہ کو دھوپ میں رکھدو تمازت سے پگھلنے پر جو کچھ باقی رہ جائے وہ بازیافت کرلو "

**ظلم کا انجام** یہ بات سب پر روشن ہے کہ حکام ارباب ریاست کمزور اور مظلوم رعیت پر جو ظلم زیادتی بھی کرتے ہیں یا جو نیک نفس حاکم عاجز و درماندہ لوگوں کے ساتھ جو احسان اور بھلائی بھی کر جاتے ہیں اس کی لعنت یا برکت ان کے عمل کے مطابق ان کی اولاد پر ضرور پڑتی ہے۔ میں نے اپنے ہوش سنبھالنے سے اس باون سال کی مدت میں جو کچھ مشاہدہ کیا ہے اور تواریخ کے مطالعہ سے اول زمانہ سے اس وقت تک کے واقعات کا جو مطالعہ کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ کسی ظالم کی عاقبت بخیر نہیں ہوتی اس کی اولاد رزق اور آبرو کے لحاظ سے حسب مراد پھل پھول نہ سکی بلکہ اس کے خاندان کا نام دس بیس سال سے زیادہ زمانہ میں باقی نہیں رہا۔ سعداللہ خاں کی اولاد کہ اب تک اس کی وفات پر چوہتر سال گذر چکے ہیں نہایت خوش انجام خوش حال اور نیک نام ہے اور عزت آبرو سے زندگی گذار رہی ہے اور آگے بھی گذارے گی۔

**زمانہ کی شکایت** ہمارا یہ زمانہ تو خاص طور سے قابل نفرین ہے کہ اس میں انسانیت، ہنرمندی اور مروت کا تو نام نشان تک باقی نہیں رہا ہے۔ امیر زادوں کا یہ حال ہے کہ ہوشیار اتالیق اور متعدد استاد مدتوں ان کی تربیت میں وقت ضائع کرتے ہیں۔ پھر بھی وہ انسانیت کے طریقہ سے اس قدر بیگانہ رہتے ہیں کہ وہ جب بھی نظر آتے ہیں تو مادر آزار پدر بیزار اوباشوں کی صحبت میں نظر آتے ہیں۔ صاحب کمال باوقار نیکو کار دانشمندوں کے سایہ سے بھی بھاگتے ہیں۔ ان کی ساری استعداد اور ہنر گانے بجانے طنبورہ نوازی دھرپت کبت اور دوہرہ کی سمجھ تک محدود رہتی ہے دوسرے کمالات کا حصول ان کے نزدیک محض درد سر ہے ان کے والدین۔ تحریر و تعلیم کے لئے عالم و فاضل ملاؤں کو زر خطیر صرف کر کے مقرر کرتے ہیں اور ان کو لکھنا پڑھنا بخوبی آجاتا ہے مگر اس کے باوجود کبھی کتاب ان کے ہاتھ میں نظر نہیں آئے گی۔ تفسیر و حدیث لغت اور تاریخ کا مطالعہ خط نویسی اور مضمون نگاری کی مشق کو وہ ایک فعل عبث اور لاحاصل شغل سمجھتے ہیں۔ اپنے آباد اجداد کے نام کو ایک خط کشیدہ عبارت کی طرح زمانہ کے صفحات پر سے مٹتے جا رہے ہیں۔ اور گردش لیل و نہار کے معمولی سے وقفہ کے بعد خود بھی ہمیشہ کے لئے گمنام ہو جانے والے ہیں۔ یہ سارا وبال ستم رسیدہ مظلوموں کی بددعاؤں کا ہے کہ منتقم حقیقی کی بارگاہ میں ان کی سحر خیز دعائیں مقبول ہو گئی ہیں اور ان کے خونیں

دلوں کی آہوں کے تیر نشانہ پر لگتے جا رہے ہیں۔

**رائے رایان** رائے رگھنات خالصہ اور تن کے محکموں کا پیش کار تھا۔ ذاتی جوہر رکھتا تھا اور رشد و کمال سے خالی نہیں تھا۔ سعد اللہ خاں کی تربیت کا اثر اس کی کارگذاری سے صاف جھلکتا تھا۔ بادشاہ نے اسے مامور کیا کہ دیوان کل (وزیر اعظم) کے تقرر تک وہ وزارت کے فرائض انجام دیتا رہے اسے ترقی دے کر ہزاری چار سو سوار کا منصب اور رائے رایاں کا خطاب مرحمت ہوا۔

**چندر بھان** چندر بھان روداد نویسی میں بے مثل آدمی تھا وہ افضل خاں کے ہاتھ پر تربیت پایا ہوا تھا۔ داراشکوہ نے کئی بار درخواست کر کے اسے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ بادشاہ نے دوبارہ اسے واپس بلا لیا اور اسے دارالانشاء میں مامور کر کے رائے چندر بھان کا خطاب دیا اور دوسرے ہندو منشیوں پر اس کو امتیاز عطا کیا۔

**محمد صفی خاں بخشی** دکن کے واقعہ نگار محمد صفی خاں بخشی کے منصب میں کمی کر دی خطاب واپس لے لیا اور خدمت سے معزول کر کے معتوب کر دیا اس کی جگہ میر جعفر استرآبادی کا تقرر عمل میں آیا۔ محمد صفی کو حکم ہوا کہ قطب شاہ کی پیش کش کے منجملہ تیس لاکھ روپیہ دولت آباد میں چھوڑ کر باقی رقم حضور میں لے آئے۔ ہم اس واقعہ کی تفصیل آگے بیان کریں گے۔

**قطب شاہ کی عدول حکمی** قطب شاہ نے میر جملہ اور اس کے بیٹے محمد امین کے ساتھ بڑا ظلم کیا تھا حالانکہ یہ دونوں اس کے بہترین اور معتبر آدمیوں میں سے تھے۔ اس کے اس رویہ اور سلوک کی جب بادشاہ کو اطلاع ملی تو اس کے نام فرمان جاری ہوا کہ میر جملہ اور اس کے بیٹے کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے اور دونوں کو حضور میں روانہ کر دیا جائے۔ قطب شاہ نے اس کے خلاف ہی عمل کیا اور میر جملہ کے لڑکے کو قید کر دیا۔ بادشاہ نے اس کی رہائی کا حکم بھجوایا تو الٹا اثر ہوا محمد امین کی قید اور سخت کر دی گئی اور ان کے گھوڑے اور مال و اسباب ضبط کر لیا گیا۔ شاہزادہ اورنگ زیب نے بھی اس معاملہ میں تہدید آمیز احکام لکھے مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ میر جملہ نے پھر دربار میں فریاد کی اس کی عرض داشت پر دوبارہ نصیحت آمیز فرامین جبار بیگ اور عزیز بیگ گرز برداروں کے ذریعہ صادر ہوئے۔ شاہزادہ کو بھی ان فرمانوں میں حکم دیا گیا کہ غالب گمان یہ ہے کہ وہ

کوتاہ اندیش گرز برداروں کے پہنچنے سے پہلے ہی راہ خطا سے ہٹ جائے گا اور میر جملہ کے بیٹے کو رہا کرکے اور ان دونوں کو ہمارے حضور روانہ کرکے وہ ہماری خوشنودی حاصل کرے گا یا پھر وہ جدید احکام کے پہنچنے پر اطاعت اختیار کرے گا اور اگر ایسا نہ ہو اور وہ اس غیر معقول روش پر مصر رہے تو پھر وہ فرزند اس کے خلاف فوج متعین کردیں بلکہ خود اس کی سرکوبی کا ارادہ کرکے پہنچ جائیں اور اس کو کیفر کردار پر پہنچائیں۔ شاہزادہ کی رفاقت کے لئے مالوا کے ناظم شائستہ خاں، افتخار خاں اور اطراف کے دوسرے راجاؤں کے نام فرمان بھی صادر کردیئے گئے۔

**گولکنڈہ پر فوج کشی** چونکہ قطب الملک نے باوجود فرامین کے اطاعت اختیار نہیں کی تھی اور قیدیوں کو نہیں چھوڑا تھا۔ شاہزادہ محمد اورنگ زیب نے اوائل ربیع الاول کو جلوس کے انتیویں سال فوجوں کو اس تدبیر سے روانہ کیا۔ کہ سلطان محمد نے ایک بڑی جمعیت کو لے کر اس بہانہ سے کوچ کیا کہ وہ شجاع کی بیٹی سے جو بنگال میں تھی شادی کرنے کے لئے جارہا ہے۔ خود اورنگ زیب قندھار (دکن) کی طرف شکار کرنے کے بہانہ سے روانہ ہوا۔ یہ تدبیر کارگر ہوئی۔ چنانچہ غنیم کو آخر تک فوجوں کی پیش قدمی کی خبر نہیں ہوئی اور سلطان محمد اچانک گولکنڈہ کی ولایت میں اپنی فوج لے کر داخل ہوگیا۔ عبداللہ خاں قطب شاہ نے پہلے تو ضیافت و پذیرائی کا انتظام کرنا چاہا مگر جب لشکر کا ہراول قریب آگیا اور جنگی تیاریوں کی خبر ملی تو وہ سراسیمہ اور بدحواس ہوگیا۔ اب اس کے لئے بجز اطاعت کوئی چارۂ کار نہیں رہا تھا لہذا اس نے محمد امین کو اس کی والدہ کے ساتھ بعض تحائف کے ساتھ سلطان محمد کے پاس بھجوادیا۔ اور بادشاہ کے اور شاہزادہ کے فرامین اور حکم ناموں کے جواب میں ناقابل قبول عذر اور حیلے بہانے لکھ بھیجے۔ محمد امین نے شاہزادہ کے پاس آنے کے بعد اس کے خلاف بڑی شکایات کیں۔

**حیدرآباد پر حملہ** اسی اثناء میں جب قطب الملک کو معلوم ہوا کہ بادشاہی فوجیں سیلاب کی طرح بڑھی چلی آرہی ہیں اور سرحد کے اکثر پرگنے ان کی دست برد سے تباہ ہوگئے ہیں، سلطان محمد نے گولکنڈہ سے تین کوس پر چھاؤنی ڈال دی ہے اور ملک کا سارا نظم و نسق درہم برہم ہوگیا ہے تو وہ سخت پریشان ہوا اور شہر حیدرآباد چھوڑدیا۔ اپنے اہل و عیال مال اور خزانہ اور جواہرات لے کر ایک دن کے

اندر اندر وہ قلعہ گولکنڈہ میں منتقل ہو گیا۔ جلدی میں وہ اپنے ساتھ اتنا ہی سامان لے جا سکا۔ جتنا وہ لے جا سکتا تھا۔ شہر میں اور حویلیوں میں قطب شاہ اس کے امراء اور تاجروں وغیرہ کا کافی مال واسباب جیسے قالین، چینی کے آلات، کپڑے وغیرہ رہ گئے یہ سامان اتنا زیادہ تھا کہ ان کا شمار مشکل تھا۔

## حیدرآباد میں لوٹ مار

حیدرآباد کی حویلیوں پر موسیٰ محل دار کی کمان میں پانچ ہزار سوار اور چند ہزار برقنداز چھوڑ دیئے گئے تھے۔ مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا آخر کار تمام سامان تاخت و تاراج ہو گیا۔ لوٹ مار جب شروع ہوئی تو محمد ناصر نامی جو میر جملہ کے اس سارے تصفیہ کا بانی تھا۔ جواہرات کا ایک صندوقچہ اور عذر آمیز خط لے کر شاہزادہ کی خدمت میں آیا اور لوٹ مار کو بند کرنے کی درخواست کی مگر اس دوران میں ہی سلطان محمد کے آدمی اطراف واکناف سے دست درازی کرنے لگ گئے تھے اور ان کو روکنے کے لئے عبداللہ شاہ کے برقنداز مقابل آ گئے تھے اور اچھی خاصی لڑائی شروع ہو گئی تھی اور قطب شاہ کے آدمی مغلوب مقتول اور زخمی ہو گئے تھے۔

## حیدرآباد پر فوجوں کا قبضہ

اس وقت سلطان محمد کا خیمہ تالاب حسین ساگر کے کنارے لگا ہوا تھا۔ جب لڑائی کا شور و غل سلطان محمد کے کان میں پڑا تو اس نے محمد ناصر اور اس کے ہمراہیوں کو قید کر دینے کا حکم دیا اور قطب شاہ کے مال واسباب کو ضبط کرنے اور رعایا کے مال کی حفاظت کے احکام جاری کر دیئے اور محمد بیگ نامی کو ایک جمعیت کے ساتھ آتش زدگی کی ممانعت اور غارت گروں کو روکنے کے لئے مقرر کر دیا۔ شہر کے بعض محلے جل گئے تھے مگر باقی شہر محفوظ رہ گیا مگر لوٹنے والوں نے ہاتھ نہیں روکا۔ اسی اثناء میں شاہزادہ کا حاجب میر عبداللطیف جو گولکنڈہ میں رہتا تھا موسیٰ محل دار کے ہاتھی اور دوسرا سامان لے کر عبداللہ شاہ کے ایک ملازم حکیم نظام الدین کے ہمراہ حاضر ہوا اور جواہرات کا ایک صندوقچہ دو ہاتھی اور دو گھوڑے طلائی اور نقرئی ساز کے ساتھ اپنی طرف سے گذرانے۔ سلطان محمد نے میر جملہ کے بیٹے محمد امین کو حکم دیا کہ وہ اپنے اور بادشاہی عملہ کے آدمیوں کے ساتھ حویلی پر جائے اور قطب شاہ کے گھوڑے اور دوسرے تمام جانوروں کو باقاعدہ

درج کرکے ضبط کرے اور معتبر آدمیوں کو چوکی محافظت کے لئے مقرر کردے اور حکم دیا کہ میر جملہ کا مال واسباب واپس کرے۔ نیک حکیم نظام الدین کو بھی محمد ناصر کے ساتھ قید کردیا جائے۔

## قلعہ گولکنڈہ پر حملہ

بعد میں قطب شاہ نے میر جملہ کے دو ہاتھی، ساٹھ گھوڑے چند جواہرات اور دوسرا سامان بھجوادیا اور شرمندگی وندامت کا اظہار کیا۔ بعض آدمیوں کے زبانی اس کی بھی اطلاعات ملیں کہ عبداللہ شاہ نے امداد اور کمک کے لئے عادل شاہ کے پاس اور ملک کے بڑے بڑے زمینداروں کے پاس خطوط لکھے ہیں اور تیز رفتار قاصد ہر طرف دوڑادیئے ہیں۔ اور قلعہ کے برجوں اور فصیلوں کو مستحکم کرنے کے انتظامات میں مصروف ہے۔

شاہزادہ محمد اورنگ زیب بھی گولکنڈہ سے آٹھ کوس پر میر جملہ کے پٹہ پر پہنچ گیا وہاں سے دوسرے دن سوار ہوکر وہ قلعہ کے اطراف کیمپ لگانے اور مورچے قائم کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ اسی اثناء میں خبر ملی کہ موتی خاں کی سرداری میں سات آٹھ ہزار سوار اور دس بارہ ہزار پیادہ اور برقنداز لشکر کے اطراف چھاپے مارنے پہنچ گئے ہیں۔ قلعہ پر سے بھی توپوں کے گولے آآکر پھٹنے لگے۔ بندوقوں سے آتش باری ہونے لگی اور آتشیں بان پھینکے گئے۔ اورنگ زیب نے سلطان محمد کو پیغام بھجوایا کہ وہ فوج کے ساتھ سوار ہوکر بائیں پہلو پر تیار رہے اور اس طرف سے دشمن کو روکے۔ جب دونوں فوجوں میں لڑائی چھڑ گئی تو دکنیوں کے حملے کو بادشاہی بہادروں نے بڑی پامردی سے روکا شام تک برابر لڑائی کی آگ بھڑکتی رہی۔ شاہزادہ کی ایک بڑی جمعیت کام آگئی اور زخمی ہوگئی۔ قطب شاہ کے بھی چند کار داں آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے۔ شاہزادہ نے عشاء کی نماز اپنے خیمہ میں آکر ادا کی پھر زخمی ہونے والے بعض نامی گرامی لشکریوں کی تیمارداری اور مرہم پٹی میں مصروف رہا۔ دوسرے دن مورچے تجربہ کار بہادر امراء کے سپرد ہوئے مرزا خاں، کارطلب خاں، کیسر سنگھ اور دوسرے تجربہ کار بہادر نقب کھودنے مورچے لگانے میں مصروف ہوگئے۔

## قطب شاہ کا پیغام

اسی اثناء میں قطب شاہ نے میر فصیح نامی کو جواہرات کے چار صندوقچے مرصع آلات، تین مشہور بڑے ہاتھی طلائی ساز

والے چند گھوڑے اور دوسری اور چیزیں خدمت میں روانہ کیں اور عرض کیا کہ "قصوروں کی معافی اور معذرت کے لئے میں اپنی والدہ کو مناسب پیش کش کے ساتھ بھیج رہا ہوں"

قطب الملک کی درخواست کے بعد شاہزادہ نے بادشاہی آدمیوں کو مورچے بڑھانے اور گولہ باری کرنے سے روک دیا مگر میر فصیح کو باریابی کی اجازت نہیں دی اور اس کی بھیجی ہوئی چیزیں قبول نہیں کیں۔

**جبار بیگ کا حملہ**

تیسرے دن جبار بیگ خراسانی کی سرکردگی میں قطب شاہ کی ایک بڑی جمعیت نے مرزا خاں کے مورچوں کی طرف پیش قدمی کی مرزا خاں کی مدد کے لئے مالوجی دکنی کی سرداری میں بادشاہی فوج پہنچ گئی اور ایک سخت معرکہ برپا ہوگیا اور دونوں طرف سے بہت سے آدمی مارے گئے، زخمی اور اسیر ہوئے۔ ایک ہاتھی اور چند آدمیوں کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ ان کو ہاتھی کے ساتھ شاہزادہ کے سامنے پیش کیا گیا۔

**دکنیوں کا زبردست حملہ**

میر جملہ کرناٹک میں تھا اس کو لانے کے لئے میر عبداللطیف کو بھیجا گیا۔ اسی اثناء میں یہ اطلاع ملی کہ سات آٹھ ہزار سواروں اور بیس ہزار کرناٹکی برقندازوں نے جنوب کی طرف سے حملہ کر دیا ہے خود شاہزادہ (اورنگ زیب) سوار ہوکر حملہ آور فوج کے مقابلہ پر گیا۔ اس وقت قلعہ پر سے بھی بندوقیں چھوڑی جا رہی تھیں اور بان پھینکے جا رہے تھے اور توپوں سے شدید گولہ باری ہو رہی تھی۔ مگر بہادر نوجوانوں نے آتش باری کی پروا نہیں کی اور ایک بھرپور حملہ کیا۔ خاص طور سے شیخ میر اور محمد بیگ میر آتش نے بڑی بہادری کا ثبوت دیا اور دکنیوں کو اپنے سامنے سے ہٹا دیا اور ایک بڑی جماعت ماری گئی زخمی ہوگئی اور قلعہ والے مغلوب ہوگئے مگر پھر پلٹ کر بڑا سخت حملہ کیا آخر بڑی سخت لڑائی بعد غنیم کے سردار سید مظفر جبار بیگ اور شرزہ خاں فرار ہوگئے۔ شیخ میر اور محمد بیگ کو بھی جو شاہزادہ کے نامی گرامی سردار تھے تیر اور بندوق کے زخم لگے۔ شاہزادہ نے وہاں مورچہ قائم کرنے اور دشمن کی روک تھام کے لئے فوج متعین کر دی اور خود اپنے کیمپ پر واپس آگئے۔

**امدادی فوجوں کی آمد**

دوسرے دن قطب شاہ کا داماد مرزا احمد، سلطان محمد کی خدمت میں آیا اور قصوروں کی معافی کی التجا کی مگر اس کے لائے ہوئے جواہرات اور ہاتھی قبول نہیں کئے گئے اور معاملہ کی یک سوئی اور فیصلہ تک اس نذرانہ کی قبولیت کو ملتوی کر دیا۔ اسی اثناء میں شائستہ خاں، افتخار خاں اور نصیر خاں کمک لے کر پہنچ گئے اور بادشاہی فوجوں میں شامل ہو گئے۔ شاہزادہ نے سابقہ مورچوں میں تبدیلی کر دی اور از سر نو تجربہ کار امیروں کو جگہ جگہ مقرر کر دیا۔

**بادشاہ کا فرمان**

اسی دوران میں بادشاہ سلامت کے پاس سے شاہزادہ کے نام فرمان آیا اس کے ساتھ خلعت جمدھر اور مرصع تلوار اور سلطان محمد کے لئے سات ہزاری دس ہزار سوار کے منصب کا پروانہ آیا۔ ایک فرمان قطب شاہ کی عرض داشت کے جواب میں بھی آیا اس میں اس کی خطائیں معاف کر دی گئی تھیں۔ شاہزادہ نے اس فرمان کو لڑائی کے فیصلہ تک پوشیدہ رکھا اور اس کو افشار نہیں کیا۔

**قطب شاہ کی اطاعت**

ادھر بادشاہی فوج مورچے آگے بڑھانے میں پورا زور صرف کر رہی تھی اور محاصرہ کو سخت کر کے دشمن کو تنگ کر دیا تھا۔ کوئی دن نہیں جاتا تھا کہ قطب شاہ کے آدمی اس سے ٹوٹ ٹوٹ کر شاہزادہ کے پاس نہ آتے ہوں بہرحال قطب شاہ سخت نازک حالات میں گرفتار ہو گیا۔ آخر قطب شاہ نے میر احمد اور میر فصیح کو اظہار ندامت اور اطاعت کے لئے روانہ کیا اور اقرار کیا کہ سابقہ اور حالیہ پیش کش (خراج) کے سلسلہ میں جو بھی حکم ہو گا اس کے مطابق رقومات فراہم کر دی جائیں گی۔ ساتھ ہی اپنی لڑکی کے لئے سلطان محمد کے پیغام کی درخواست بھی کی اس سلسلہ میں یہ اس کی دوسری درخواست تھی۔

**صلح کا معاہدہ**

اس عرض داشت کے ساتھ قطب الملک نے میر جملہ کے دس ہاتھی اور طلائی اور نقرئی سامان بھی بھجوا دیا۔ سلطان محمد کی نسبت پر مبارک بادی کے سلسلہ میں دو ہاتھی طلائی اور نقرئی ساز کے ساتھ چار گھوڑے شاہزادہ کے نام بھجوائے اور درخواست کی کہ اس کی والدہ کو نسبت اور منگنی کے لوازمات لے کر آنے کی اجازت دی جائے۔ شہزادہ نے شائستہ خاں کو حکم دیا کہ وہ

سلطان محمد کی طرف سے تسلی نامہ لکھ کر بھیج دے۔ اس خط کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی قطب شاہ کی والدہ قلعہ سے روانہ ہوگئی۔ جب اس کے دروازہ سے باہر نکلنے کی اطلاع ملی تو میر ابوالفضل معموری کو مرزا احمد کے ساتھ استقبال کے لئے بھجوایا۔ پہلے اسے شائستہ خاں کے ڈیرہ میں ٹھیرایا گیا۔ دوسرے دن وہ سلطان محمد کے گھر آئی اور بیگمات کے توسط سے شاہزادہ سے ملاقات کی۔ دو ہاتھی اور دو گھوڑے مرصع اور طلائی ساز کے ساتھ پیش کئے۔ جب شاہزادہ اورنگ زیب کی خدمت میں اسے باریاب کیا گیا تو شہزادہ نے اس کے نذرانہ میں سے ہزار مہریں پانچ گھوڑے، پانچ نر و مادہ ہاتھی مع طلائی اور نقرئی ساز کے قبول کرلئے۔ آخر وہ بادشاہ سے قطب الملک کے قصوروں کی معافی اور رشتہ کی منظوری لینے میں کامیاب ہوگئی اور اقرار کیا کہ ایک کروڑ روپیہ کی پیش کش نقد و جنس کی صورت میں اور سابقہ بقایا دو سال کی مدت میں بالاقساط ادا کردیا جائے گا۔ اس عہد و پیمان کے بعد نسبت اور منگنی کی تاریخ مقرر کرکے وہ واپس چلی گئی۔

## ایک خوں ریز لڑائی

اس گفت و شنید پر صلح کی خبر مشہور ہوئی تو سپاہی مورچے چھوڑ کر نکل آئے اور ادھر اُدھر گھومنے لگے۔ اسی دوران میں قلعہ پر سے زنبورک کا ایک گولہ آکر پھٹا! اس وقت میر اسد اللہ خاں بخاری عرف میر میران بے خوف و خطر جائے ضرور کے لئے جارہا تھا وہ گولہ کی زد میں آگیا اور پلک جھپکنے میں اس کا کام تمام ہوگیا۔ علاوہ ازیں دکنیوں کی ایک بڑی جمعیت اطراف و اکناف سے سامانِ جنگ سے مسلح ہوکر قلعہ کی کمک کے لئے پہنچی چونکہ اس کو صلح کی خبر نہیں تھی اس نے گولکنڈہ کے کوتوال کی سرکردگی میں، جو اس کمک کو لے کر آیا تھا دس کوس کی مسافت پر پہنچنے کے بعد بادشاہی فوج کی رسد اور باربرداری پر حملہ کردیا۔ رسد لانے والی فوج نے اس کی مدافعت کی اور دونوں میں سخت لڑائی چھڑ گئی یہاں تک کہ شائستہ خاں کا سارا لشکر اور دوسرے امراء، شاہزادہ اور دوسرے سرداروں کو اطلاع دیئے بغیر کوئی چھ سات ہزار سوار اور بے شمار پیادے، بار بردار فوج کی مدد کے لئے روانہ ہوگئے اور وہاں لمحہ بہ لمحہ جنگ زور پکڑتی چلی گئی۔ دونوں طرف کے سرداروں نے فریقوں کو روکنے کی بہت کوشش کی کوئی فائدہ نہیں ہوا اور شام تک دونوں طرف سے بکثرت آدمی موت کے گھاٹ اُتر گئے پھر رات بھر لوگ گھوڑوں اور ہاتھیوں پر سوار جنگ کے لئے تیار بیٹھے رہے اور دور ہی

سے گولیاں چلاتے رہے ابھی صبح نہیں ہوئی تھی کہ دوبارہ میدانِ جنگ گرم ہوگیا قطب الملک شتر سوار گھوڑ سوار قاصدوں کو لگاتار بھیجتا رہا اور اس فساد کو بند کرانے کی بہت کوشش کی مگر حملہ آور باز نہیں آئے۔ ہر بار دکنی مغلوب ہو جاتے تھے۔ مگر پھر اکٹھا ہو کر مقابلہ پر آجاتے تھے۔ دوسری رات تک بادشاہی فوج کے بہت سے آدمی کام آگئے۔ دکنیوں کی بھی ایک بڑی تعداد ماری گئی اور زخمی ہوئی اس کے بعد کہیں جا کر لوگ ادھر ادھر منتشر ہو سکے پھر بھی حالت جنگ برابر قائم رہی۔

## میر جملہ کی آمد

اسی دوران میں میر جملہ کے پہنچنے کی خبر ملی جو میر عبد اللطیف کے ساتھ آیا تھا۔ جب وہ گولکنڈہ کے قریب آگیا تو شاہزادہ کے حسب الحکم قاضی عارف دربار سے آیا ہوا فرمان اور خلعت لے کر اس کے استقبال کے لئے گیا اور شاہزادہ کی خدمت میں آداب و تسلیمات کا قاعدہ اسے سمجھایا۔ میر جملہ نے فرمان کا استقبال کیا۔ ہندوستان کے دستور کے مطابق فرمان لے کر اور خلعت پہن کر وہ اپنے خیمہ میں چلا گیا جب ملاقات کا وقت متعین ہوگیا اور اسے لینے نصیر خاں، میر شمس الدین اور مالوجی آئے تو اس نے ان کا استقبال کیا اور پھر ان کے ساتھ شاہزادہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ باریابی پر تین ہزار ابراہیمی طلا اور دوسرے تحائف نذر میں گذرانے۔ شاہزادہ نے اسے خلعت، جیغہ، مرصع جمدھر طلائی ساز والے دو گھوڑے اور نقرئی ساز والے دو ہاتھی عطا کئے اور اسے بیٹھنے کا حکم دیا۔ پھر خلوت میں اس سے علیحدہ گفت و شنید کی اور بڑی نوازشات کے ساتھ اسے رخصت کیا۔

## قطب شاہ کی لڑکی سے عقد

دوسرے دن حکم دیا کہ قلعہ پر سے مورچے اٹھا دیئے جائیں۔ قاضی میر عادل کو شیخ نظام کے ساتھ سلطان محمد کے عقد کے لئے قلعہ میں بھیجا اور قطب الملک کے لئے جیغہ مروارید کی تسبیح پورے ساز کے ساتھ دو ہاتھی جن پر زربفت کی جھولیں پڑی ہوئی تھیں روانہ کیں قطب الملک نے ان کا دروازہ تک آکر استقبال کیا اور ان کو بڑے عمدہ مکان میں ٹھیرایا اور شادی کی جو رسمیں تھیں انھیں سرانجام دیا۔ دوسرے دن عقد سے فراغت کے بعد قاضی کو ہمراہیوں کے ساتھ رخصت کر دیا۔ دُلہن کو چودہ لاکھ روپیہ کے جواہرات اور برار و بیدر کی سرحد پر واقع تعلقہ رام گیر جہیز میں دیا گیا۔

آخر جمادی الآخر میں شادی کی تقریبات اور امراء کو انعام واکرام دینے کے بعد شاہزادہ نے بادشاہ سلامت کا فرمان جواب تک روک رکھا تھا قطب الملک کے پاس بھجوا دیا اس نے فرمان کا استقبال کیا اور آداب کے مطابق اسے وصول کیا۔

اس کے بعد شاہزادہ میر جملہ کے گھر تشریف لے گئے اس نے ایک ناتراشیدہ الماس دو لعل لو زمرد ساٹھ دانے مروارید کے ایک نیلم پانچ ہاتھی ایک ہتھنی طلائی زین اور نقروی ساز کے ساتھ اور پانچ گھوڑے نذر میں دیئے۔ سلطان محمد اور سلطان معظم کو بھی اس نے علیحدہ نذرانے پیش کئے۔

**گولکنڈہ واپسی**

شاہزادہ نے اوائل رجب میں فاتحانہ شان کے ساتھ دار الخیر بنیاد اورنگ آباد کی طرف کوچ کیا۔ شائستہ خاں اور دوسرے امراء کو جو کمک کے لئے اطراف سے آئے تھے۔ خلعت جواہر گھوڑا اور ہاتھی دے کران کے مقامات پر رخصت کر دیا۔ شاہ بیگ خاں کو تین ہزار سواروں کے ساتھ پیش کش کی رقومات کی وصولی اور سرحدوں کی حفاظت کے لئے مامور کر دیا۔

اسی اثناء میں دربار سے میر جملہ کے لئے طلبی کا فرمان شاہی گرزبردار لے کر آیا اس فرمان کی رو سے اسے پانچ ہزاری چار ہزار سوار کا منصب معظم خاں کا خطاب خلعت خاص مع جمدھر پھول کٹار علم اور نقارہ دیا گیا۔ معظم خاں نے آداب تسلیمات ادا کیں اور شاہزادہ کی رکاب میں روانہ ہو گیا۔ شاہزادہ ہر جگہ سیر و شکار کرتے ہوئے روانہ ہوا۔ قندھار اور اودگیر کے قلعوں کا معائنہ کیا اور اوائل شعبان میں اورنگ آباد پہنچ گیا۔

شاہزادہ کی حسن خدمات سے جب بادشاہ سلامت واقف ہوئے تو پانچ ہزاری دو ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب عطا ہوا۔ اس طرح کل منصب چھ ہزاری پانچ ہزار سوار کا ہو گیا۔ شائستہ خاں کو خان جہاں بہادر کا خطاب دیا اور ترقی دے کر چھ ہزاری پانچ ہزار سوار کا منصب عطا کیا۔ جب قطب شاہ نے اپنی پریشان حالی کی بابت عرض داشت دربار میں روانہ کی تو نرخ اور مبادلہ کے فرق کی بابت بیس لاکھ روپیہ کی پیش کش کے جملہ بقایا میں سے معافی دیدی۔

**سورت کا ظالم تحصیل دار**

بندرگاہ سورت کے متصدی محمد امین کے ظلم و ستم کی رپورٹ بادشاہ کے پاس پہنچی تو اسے منصب جاگیر اور

خلعت سے برطرف کر دیا اور قید کر کے گرزبردار کے ساتھ حضور میں لانے کا حکم صادر کر دیا۔ مظلوموں کے حق اور رقمیں اس سے دلوانے کے لیے سخت گماشتے کو مقرر کر دیا اور سورت کے متصدی کے عہدہ پر روشن ضمیر واقعہ نگار کو جو ایک لائق اور باکمال آدمی تھا مقرر کر دیا۔[1]

---

[1] اس پورے پیراگراف کی جگہ ایک دوسرے نسخہ میں حسب ذیل عبارت درج ہے۔

جب بادشاہ کو اطلاع ملی' بندرگاہ سورت کا متصدی محمد امین محاصل کی جمع بندی اور تشخیص میں اور دوسرے معاملات میں رعایا پر ظلم کر رہا ہے تو اسے منصب اور جاگیر سے برطرف کر دیا۔ گرز بردار کو مقرر کر کے حضور میں طلب کیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو حکم ہوا " برسر دربار اس کی آستین میں سانپ چھوڑ دیا جائے "۔ اس دن ان کے وکیل اس کی رہائی کے لئے بڑی دوڑ دھوپ کرتے رہے، مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ آخر بادشاہ بیگم کے متصدیوں سے انھوں نے رجوع کیا۔ واضح رہے سورت کی بندرگاہ بادشاہ بیگم کی عمل داری میں تھی اور بڑی عاجزی و لجاجت کر کے بادشاہ بیگم سے اس کی جاں بخشی کا رقعہ بادشاہ کے نام حاصل کر لیا۔ بادشاہ نے رقعہ دیکھ کر اس کو قید کرنے کا حکم دیدیا اور برہمی کے عالم میں محل کے اندر تشریف لے گئے اور بادشاہ بیگم کو اپنے پاس بلا کر فرمایا۔

"سورت کی بندرگاہ تمھاری جاگیر میں شامل ہے اور تم جانتی ہو کہ مال گذاری دینے والی رعیت ہی ملک کی آبادی اور خزانہ کی زیادتی کا ذریعہ اور بادشاہوں کا لشکر ہوتی ہے۔ یہ جانتے ہوئے تم اس ناپاک کے مظالم اور ان سے پیدا ہونے والی بدنامی پر راضی ہوگئیں۔ اس نے محض اپنی کارگذاری دکھانے اور اضافہ و ترقی حاصل کرنے کے لئے محاصل تشخیص و تحصیل میں اس قدر سختی کی کہ غریب رعایا نے مجبور ہو کر اپنے خوردسال بچے نصرانیوں کے ہاتھ فروخت کر دیئے اور محصول ادا کیا۔ سورت کی بندرگاہ پر دنیا بھر کے ملکوں سے لوگ آمد و رفت رکھتے ہیں۔ اگر یہ خبر دوسرے ملکوں کے بادشاہوں تک جائے گی تو ہماری کس قدر بدنامی ہوگی پھر اللہ کی ناخوشنودی الگ"۔

جب نواب قدسیہ (بادشاہ بیگم) کو اس بدبخت کے کرتوتوں کا علم ہوا تو اس نے اپنی حمایت واپس لے لی۔

بلاشبہ عادل بادشاہوں کو اسی طرح مظلوم ستم رسیدہ رعایا کی خبرگیری کرنا چاہیے۔

مدہ رخصت ظلم در ہیچ حال     کہ خورشید ملکت نیابد زوال

خرابی ز بیداد بیند جہاں     چو بستان خورم ز باد خزاں

(باقی برصفحہ آئندہ)

**میر جملہ کی باریابی**

جب میر جملہ قریب پہنچ گیا تو بادشاہ نے دانشمند خاں بخشی کو حکم دیا کہ وہ اس کے استقبال کے لئے جائے اور اسے حضور میں لے آئے ۔ باریابی کے وقت اس نے اشرفیوں کا ایک تھال جواہرات کے دو تھال اور دوسرا سامان نذر گزرانا ۔ بادشاہ نے اُسے ترقی دے کر چھ ہزاری چھ ہزار سوار کا منصب عطا کیا ۔ اور معظم خاں کا خطاب وزارت کے مرصع قلمدان کے ساتھ عطا کیا ۔ تلوار دو ہاتھی خاصہ کے دو گھوڑے طلائی اور نقرئی ساز کے اور پانچ لاکھ روپیہ عطا کیا ۔ اسد خاں کو اضافہ دے کر دو ہزاری آٹھ سو سوار کا منصب دیا ۔ میر جملہ کے بیٹے محمد امین کو جو بعد میں پہنچا تھا باریاب ہونے پر دو ہزاری منصب اور خان کا خطاب عطا کیا ۔ معظم خاں (میر جملہ) نے پیش کش میں الماس کا قطعہ جو دو سو سولہ رتی کا تھا اور اس کی قیمت دو لاکھ سولہ ہزار روپیہ تھی اور ساٹھ ہاتھی مع ساز کے پیش کئے ۔ سابقہ اور حالیہ جملہ پیش کش کی قیمت پندرہ لاکھ روپیہ لگائی گئی ۔

**مراد کی دوسری شادی**

شاہزادہ مراد کے عقد میں شاہنواز خاں کی لڑکی تھی مگر اس سے کوئی لڑکا نہیں ہوا ۔ لہٰذا امیر خاں کی لڑکی سے شاہزادہ کی نسبت مقرر کی اور جہیز کے لئے سرحد سے لاکھ روپیہ دے کر احمد آباد

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۴)

بازار مظلوم مائل مباش زودو دل خلق غافل مباش

دوسرے دن رعیت پرور بادشاہ نے دربار منعقد کیا اور اس بدبخت اور سپیرے کو حاضر کرنے کا حکم دیا ۔ اس اثناء میں جب اس کے وکیل نواب بیگم کی طرف سے مایوس ہوگئے تو راجہ رگھنات کے پاس گئے اور بے حد منت سماجت کرکے اسے سفارش پر آمادہ کیا اس نے مناسب موقع پر عرض کیا "اس ظالم بدبخت کے حق میں جو بھی سفارش کرے وہ پہلے سزا کا مستحق ہے لیکن اس پر رعایا کی کثیر رقم نکلتی ہے اور بادشاہی مطالبات بھی اس سے بازیاب ہوتے ہیں ۔ مظلوموں کا روپیہ اور سرکاری مطالبات کی وصولیابی تک اس کے قتل میں تامل لازمی ہے ۔ اگر حکم ہو تو اسے میرے حوالہ کردیا جائے تو میں اس سے مظلوموں کا حق بادشاہی روپیہ لے کر کیفر کردار پہ پہنچادوں ۔"

(باقی بر صفحہ آئندہ)

روانہ کیا۔ اور شاہزادہ کے لئے بندرگاہ سورت کے خزانہ سے دو لاکھ روپیہ کا انعام عطا کیا اور ترقی دے کر پندرہ ہزاری بارہ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ منصب پر مقرر کر دیا۔

**دہلی کی جامع مسجد** دارالخلافہ کے قلعہ اور حصار کی تیاری کے بعد بادشاہ نے ایک ایسی مسجد کی عمارت کا حکم دیا کہ اس جیسی عمارت ہندوستان میں ابتدائے اسلام سے آج تک تعمیر نہیں ہوئی ہے اس میں جس صنعت کاری سے کام لیا گیا اس کی تفصیل تحصیل حاصل ہے۔ معماروں نے جس ہنر اور کمال کا مظاہرہ کیا ہے اس کا پتہ تو وہیں جاکر دیکھنے پر ہوتا ہے۔ یہ مسجد تین چار امیروں جیسے خلیل اللہ خاں، جعفر خاں، سعد اللہ خاں اور روح اللہ خاں کے اہتمام سے چھ سال میں دس لاکھ روپیہ کے خرچ سے تعمیر ہوئی۔ اس کی تاریخ ہے۔ ع

"قبلہ حاجات آمد مسجد شاہ جہاں"

**عادل شاہ کی وفات** اطلاع ملی کہ علی عادل شاہ بیجاپوری کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کا کوئی وارث نہیں ہے امرائے سلطنت نے سکندر نامی مجہول النسب لڑکے کو جسے عادل شاہ نے فرزندی کے طور پر پرورش کیا تھا اس کی جگہ تخت پر بٹھا دیا ہے اور بعض امیر اس کے مخالف ہیں۔ بادشاہ نے شاہزادہ محمد اورنگ زیب کو حکم دیا کہ وہ بیجاپور جاکر اس ملک اور قلعہ کو اپنے قبضہ و تصرف میں لے لے۔ معظم خاں کو دربار سے اس مہم میں مدد دینے کے لئے رخصت کیا اور حکم دیا کہ وزارت کی مہر وہ اپنے بیٹے محمد امین کے حوالہ کر کے جائے تاکہ وہ بسائے رایاں

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) راجہ کی درخواست قبول کر لی گئی اور بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے راجہ رگھناتھ کے حوالہ کر دیا جائے اور اس پر سخت گماشتہ مقرر کریں جو مظلوم رعایا کے حقوق کی تحقیق کر کے اس سے وصول کریں اور حق داروں کو پہنچا دیں۔ بہرحال بادشاہ کی آتش غضب دھیمی پڑی اور اس مردم آزار کی جان بخشی ہو گئی اور دوسروں کو بھی عبرت ہو گئی۔ رعیت کی خبرگیری کے سلسلہ میں بادشاہ کا یہ واقعہ بہت مشہور اور زبان زد عام ہے۔

کی مدد سے ملکی اور مالی امور کو سرانجام دیتا رہے۔ دربار اور صوبوں سے سو سے زیادہ امیر جیسے مہابت خاں، خان جہاں نجابت خاں اور شاہ نواز خاں وغیرہ کو شاہزادہ کے ہمراہ متعین کیا۔ محمد امین خاں کو اضافہ دے کر تین ہزاری ایک ہزار سوار کا منصب عطا ہوا۔ خان جہاں کو حکم ہوا کہ بیجاپور کی مہم سے شاہزادہ کی واپسی تک وہ اورنگ آباد میں ہی ٹھیرے رہے۔ رخصت کرتے وقت تمام امرا کو خلعت گھوڑا، جیغہ اور تلوار عنایت ہوئی۔ معظم خاں (میر جملہ) کو ملازمت کے دن سے رخصت کی تاریخ تک پانچ لاکھ روپیہ نقد اور جواہر گھوڑے اور ہاتھی عطا ہوئے تھے۔

### طاعون کی وبا

دار الخلافہ میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی اور ہر روز اس کا زور بڑھتا گیا۔ علماء سے جب بادشاہ نے شہر سے باہر جانے کے لئے مسئلہ پوچھا تو انھوں نے مختلف روایتیں عرض کیں۔ آخر یہ طے پایا کہ کلنگ کے شکار کے لئے گنگا کے کنارے چلے جائیں۔ چنانچہ بادشاہ نے کچھ عرصہ تفریح اور شکار میں گزارا۔

---

## (جلوس کا اکتیسواں سال مطابق سن ایک ہزار تر سٹھ ہجری ۱۰۶۷ھ)

### قطب شاہ کا نذرانہ

اکتیسویں سال کا آغاز ماہ جمادی الاول میں ہوا۔ امرا، صلحا اور شعرا اور ارباب طرب کو انعام و اکرام سے نوازا گیا۔ قطب شاہ کے ستاون ہاتھی دوسرے تحائف کے ساتھ بطور پیش کش ملاحظہ میں پیش کئے گئے۔ اس کی قیمت تین لاکھ اسی ہزار روپیہ لگائی گئی۔

شاہزادہ دارا شکوہ کو پانچ کروڑ دام کا انعام دیا۔ اس طرح اُن کی سابقہ اور موجودہ تنخواہ ساٹھ کروڑ دام ہوگئی۔

کابل کے صوبہ سے بہادر خاں کو ہٹا کر رستم خاں کو مقرر کر دیا اور ہزار سوار کا اضافہ عطا کیا۔

### بیجاپور پر فوج کشی

بیجاپور کی مہم کا حکم ملنے کے بعد شاہزادہ اورنگ زیب نے خان جہاں عرف شائستہ خاں کے پہنچنے تک تیاریاں شروع کر دیں۔ جب بعض امرا کی امدادی فوجیں پہنچ گئیں تو شاہزادہ توپ خانہ کا سامان لے کر قلعہ کلیانی اور بیجاپور کے دوسرے ماتحت قلعوں کی تسخیر کے لئے متوجہ ہوا۔ جب کلیانی سے

آگے بڑھا تو بیجا پور کی فوجیں ہر طرف سے قزاقوں کی طرح نمودار ہوئیں اور ایک جھڑپ کے بعد فرار ہو گئیں۔

بادشاہی فوج لڑتے بھڑتے قلعہ کے نیچے پہنچ گئی۔ تجربہ کار امیر نقب لگانے مورچے باندھنے میں مصروف ہو گئے۔ پھر فوج برج فصیل وغیرہ کو مستحکم کرنے لگی اور حملہ آوروں پر گولہ باری کرنے بندوق چلانے اور بان پھینکنے اور سنگ باری کرنے لگی۔ ہر روز ایک جماعت دونوں طرف سے ضرور ماری جاتی تھی۔ قلعہ والے باہر نکل نکل کر مورچوں پر حملہ کرتے تھے اور آدمیوں اور جانوروں کو تلف کر دیتے تھے۔ اس محاصرہ میں شاہزادہ نے اور امراء نے بڑی نمایاں جدوجہد کی جس کی تفصیل طوالت کا باعث ہو گی۔ مختصر یہ کہ جب بیجا پور والے بہت زیادہ تنگ ہو گئے تو انھوں نے اطاعت و امان کے پیغام بھیجے اور ایک کروڑ روپیہ ادا کرنے کا اقرار کر لیا۔

**بادشاہ کی بیماری**

اس دوران میں دارالخلافہ سے وحشت ناک خبریں آنے لگیں کہ بادشاہ حبس بول (پیشاب رُک جاتا) کے عارضہ میں مبتلا ہے اور دربار کا سارا نظم و نسق درہم برہم ہو گیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض امراء کو دارالسلطنت طلب کر لیا جائے گا۔ ان اطلاعات کی وجہ سے شہزادہ نے مجبوراً صلح کر لی۔

آخر وکیل کی روانہ کردہ تحریروں سے یہ بات ثبوت کو پہنچ گئی کہ دارا شکوہ نے جو پہلے ہی سے ولی عہد اور صاحب اختیار تھا، جب بادشاہ کی بیماری میں سلطنت کا سارا نظم و نسق سنبھال لیا ہے۔ چنانچہ اس کی تجویز پر ان امیروں کو جو شاہزادہ محمد اورنگ زیب کے ہمراہ تھے حضور میں طلب کر لیا گیا۔ آخر شاہزادہ نے بیجا پور کے عادل شاہ کی پیش کش قبول کر لی اور محاصرہ اٹھا کر اورنگ آباد لوٹ آیا۔

**شاہی گرز بردار**

واضح رہے کہ گرز برداروں کا عملہ پہلے بادشاہ کے روشناس ملازموں کے عملہ سے علیحدہ نہیں ہوتا تھا۔ گرز بردار تیز روی میں مشہور ہوتے تھے ان کو سرکش امیروں اور مفسد زمینداروں کو طلب کرنے اور فرامین پنجاب کے لئے مقرر کیا جاتا تھا۔ جہانگیر بادشاہ کے عہد میں شکار کے موقع پر تین چار گرز بردار ہشت پہلو فولادی گرز لئے ہوئے ساتھ رہتے تھے۔ صاحبقران کے ابتدائی عہد میں گرز برداروں کا

عملہ دو درجوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک درجہ طلائی گرز برداروں کا تھا اور دوسرا نقروی گرز برداروں کا اور یہ حکم ہو گیا تھا کہ گرز برداروں میں توران کے آدمیوں کے سوا دوسری قوم کے آدمیوں کو بھرتی نہ کیا جائے۔

## سردہ کی کاشت

پہلے سردہ کا خربزہ ہندوستان میں کاشت نہیں ہوتا تھا۔ شاہجہاں کے پندرھویں جلوس میں سب سے پہلے محمد رضا خراسانی نے شاہجہاں آباد کے نواح میں خربزہ کا بیج بویا زمین موافق آ گئی اور یہ میوہ خوب پھلا، بادشاہ نے اسے خلعت اور دوسری عنایات سے نوازا۔

## اکبر اور شاہجہاں

عقلمندوں پر ظاہر ہے کہ سارے تیموری خاندان میں ملک گیری اور سلطنت کے قیام اور توسیع کے معاملہ میں اکبر بادشاہ سے بہتر کوئی فرماں روا نہیں گزرا مگر ملک کے بندوبست، خزانہ کا فراہمی، آبادکاری، فوج کی قدردانی اور عام فلاح وبہبود میں شاہجہاں بادشاہ سے بہتر کوئی تاج دار تخت نشین نہیں ہوا۔ اس کے عہد میں سلطنت کے لازمی اور ضروری اخراجات کے علاوہ شاہجہاں آباد کی عمارتوں قلعہ اور مسجدوں کی تعمیر اور دوسرے شہروں کی عمارتوں پر کافی خرچ ہوا، ایلچیوں اور سفیروں کو بھاری بھاری انعام دیئے گئے۔ قندھار اور بلخ کی مہم پر جو آخر بے نتیجہ رہی، ایک بڑی رقم صرف ہوئی، ان سارے اخراجات کے باوجود خزانہ شاہی میں چوبیس کروڑ روپیہ اس کے علاوہ اشرفی غیر مسکوک سونا چاندی طلائی اور نقروی برتن اور جواہرات کوئی پندرہ سولہ کروڑ کے ہوں گے، شاہجہاں رعیت پروری اور حکام پر قابو رکھنے اور ان پر ظلم نہ کرنے کے سلسلہ میں بے مثل بادشاہ تھا۔

## بادشاہی مناصب

"شاہجہاں نامہ" میں شاہزادوں اور امیروں کے مناصب کی جو تفصیل درج ہے، اس میں سے چند فقرے ہم یہاں لکھتے ہیں۔

دارا شکوہ چالیس ہزاری اور پچیس ہزار سوار دو اسپہ اور سہ اسپہ کے منصب پر فائز تھا۔

شاہزادہ محمد اورنگ زیب اور شجاع دونوں بیس ہزاری پندرہ ہزار سواروں کے

منصب پر مامور تھے۔

مراد بخش نے پندرہ ہزاری کے منصب سے آگے ترقی نہیں کی تھی۔

جب تک شاہزادوں کو خدمت پر مامور نہیں کیا جاتا تھا۔ منصب نہیں ملتا تھا یعنی دیا جاتا تھا کسی مہم پر مامور کرنے کے بعد منصب عطا ہوتا تھا صرف داراشکوہ ایسا تھا کہ بادشاہ اس سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے اور خود سے جدا نہیں کرتے تھے۔ جس وقت محمد شجاع کو دکن کی مہم پر مامور کیا گیا اور منصب عطا ہوا تو اس کا داراشکوہ کو بڑا صدمہ ہوا۔ سب بھائیوں میں بڑا تھا اس نے اپنی توہین محسوس کی اور دربار سے روتے ہوئے اٹھ کر چلا گیا۔ بادشاہ نے مجبوراً اس کو کسی خدمت پر مامور کئے بغیر منصب عطا کر دیا تھا۔

جتنے زیادہ اونچے مناصب والے امراء تھے ان میں سے بادشاہ چار سے زائد امیروں کی سات ہزاری کا منصب نہیں دیتے تھے البتہ ان چار میں سے کوئی فوت ہو جاتا تو دوسرے کو اس منصب پر مامور کر دیا جاتا تھا۔ سات ہزاری منصب پر جملۃ الملک سعد اللہ خاں، علی مردان خاں سپہ سالار، سعید خاں بہادر اور اسلام خاں فائز تھے گمران کے فوت ہونے کے بعد کوئی امیر ہفت ہزاری نہیں ہوا تھا۔ بادشاہ جب حبس بول کے عارضہ میں مبتلا ہوا اور ملک میں شورش پھیل گئی تو کوئی بھی سات ہزاری کا منصب دار نہیں تھا۔

شش ہزاری منصب دار صرف چھ تھے۔ رستم خاں بہادر، خان جہاں، اعظم خاں، معظم خاں میر جملہ، خسرو خاں ولد نذر محمد خاں اور مہاراجہ جسونت سترہ امیر پانچ ہزاری کے منصب دار تھے۔ شاہ نواز خاں صفوی، مکرمت خاں صفوی، قلیچ خاں بہادر جعفر خاں، خلیل اللہ خاں، حیات خاں، اعتقاد خاں اور بہادر خاں روہیلہ، نجابت خاں، الہوردی خاں، بہرام خاں ولد نذر محمد خاں، مرزا راجہ جے سنگھ، راجہ جگت سنگھ رانا راج سنگھ، مالوجی بھوسلہ، راجہ بیٹھل داس اور راجہ رام سنگھ۔

چار ہزاری منصب دار چودہ سے زائد نہیں تھے۔ ساڑھے تین ہزاری کے منصب پر صرف ایک شخص تھا۔ تین ہزاری میں سینتالیس منصب دار تھے ڈیڑھ ہزاری منصب پر بیس آدمی اور ہزاری منصب دار ۵۹ آدمی تھے۔

## دورِ آخر کے منصب دار

عاقل و دانشمند بخوبی جان سکتے ہیں کہ پہلے سلطنت کا بندوبست اتنا اچھا کیوں تھا اور اب نظم و نسق اس قدر کیوں تباہ ہو گیا ہے اب تو سات ہزاری چھ ہزاری پر اتنی کثیر تعداد میں جوان جوان چھوکرے مامور ہیں کہ دربار کے محرر اور بخشی بھی ان کی تعداد سے واقف نہیں ہیں۔ خوب تماشہ ہے کہ اب نہ محال خالصہ رہا نہ سرکار کا بقایا کہیں سے وصول ہو سکتا ہے نہ خزانہ میں روپیہ ہے مگر اونچے اونچے منصبوں پہ غیر معروف لوگ بکثرت مامور ہیں اور چھوٹے منصب داروں کی تعداد تو شمار و اندازہ سے باہر ہے۔ اس صورت میں جاگیر نہ ملنے نقدی نہ پانے کا شکوہ بے محل ہے۔ ہاں صرف یہ ہو سکتا ہے کہ ان بے ثمر مناصب پر آدمی صبر و قناعت کر کے خاموش بیٹھا رہے۔

بہرحال فردوس آشیانی شاہجہاں بادشاہ کی سلطنت کا انجام خلد مکاں اورنگزیب بادشاہ کے جلوس کے ساتھ ہے اس لئے ہم اب اس جلد کو یہیں ختم کرتے ہیں اور آگے محمد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کی سلطنت کے حالات تحریر کرتے ہیں۔

